فتاوٰی رضویّہ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

6

رضا فاؤنڈیشن
جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور
پاکستان

اجمالی فہرست 4
پیش لفظ 5
فتاوٰی رضویہ جلد ششم 6
فتاوٰی رضویہ کی علمی قدر وقیمت 8
پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی 8
فہرست مضامین 13
فہرست ضمنی مسائل 25
باب شروط الصّلوٰۃ (نماز کی شرطوں کا بیان) 29
بابُ القبلَۃِ (قبلہ کا بیان) 53
ھدایۃ المتعال فی حدالاستقبال ۱۳۲۴ھ (استقبالِ قبلہ کی تعیین میں اللہ تعالٰی جل شانہ کی رہنمائی) 61
باب اماکن الصلوۃ (مقامات نماز کا بیان) 131
بابِ صِفَۃِ الصّلوٰۃ (طریقۂ نماز کا بیان) 143
باب القرأۃ (قرأت کا بیان) 239
رسالہ نِعم الزّاد لِرَوم الضاد (ضاد پڑھنے کا بہترین طریقہ) 283
الجام الصّاد عن سُنن الضّاد ۱۳۱۷ھ (ضاد کے طریقوں سے روکنے والے منہ میں لگام دینا) 303
باب الامامۃ (امامۃ کا بیان) 379
النّھی الاکید عن الصّلاۃ وراء عدی التقلید ۱۳۰۵ھ (دشمنِ تقلید کے پیچھے نماز ادا کرنا سخت منع ہے) 647
مآخذ ومراجع 723

فتاوٰی رِضویّہ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ

رضا فاؤنڈیشن

جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور نمبر ۸
پاکستان (۵۴۰۰۰)

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ (الحدیث)

اَلْعَطَایَا النَّبَوِیَّۃُ فِی الْفَتَاوَی الرِّضْوِیَّۃِ

مع تخریج وترجمہ عربی عبارات

جلد ششم

تحقیقات نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان
فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ________۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء________۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن، جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ، لاہور نمبر ۸ پاکستان (۵۴۰۰۰)
فون نمبر ۷۶۵۷۳۱۴

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

کتاب _____ فتاوی رضویہ جلد ششم
تصنیف _____ شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری.بریلوی قدس سرہ العزیز
ترجمہ عربی عبارات _____ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
پیش لفظ _____ حضرت علامہ مفتی محمد خاں قادری، لاہور
تخریج و تصحیح _____ ۱__مولانا نظیر احمد سعیدی ۲__مولانا محمد عمر ہزاروی
باہتمام وسرپرستی _____ مولانا مفتی محمد عبدالقیوم ناظم اعلی تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان
ترتیبِ فہرست _____ مولانا حافظ محمد عبدالستار سعیدی، ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ، لاہور
کتابت _____ محمد شریف گل، کڑیال کلاں (گوجرانوالا)
پروف ریڈنگ _____ (۱) مولانا سردار احمد حسن سعیدی (۲) مولانا نظیر احمد سعیدی
پیسٹنگ _____ مولانا محمد یٰسین قادری شطاری
صفحات _____ ۷۳۶
اشاعت _____ ربیع الاول ۱۴۱۵ھ/اگست ۱۹۹۴ء
مطبع _____ یوسف عمر پرنٹر بی/ 12-اندرون بھاٹی گیٹ لاہور
ناشر _____ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
قیمت _____ ۲۵۰

ملنے کے پتے

* مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ تنظیم المدارس جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور
* مکتبہ ضیائیہ، بوہڑ بازار، راولپنڈی
* ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور

اجمالی فہرست

پیش لفظ ____ ۵
باب شروط الصلوٰۃ ____ ۲۹
باب صفۃ الصلوٰۃ ____ ۱۴۳
باب القرأۃ ____ ۲۳۹
باب الامامۃ ____ ۳۷۹

فہرست رسائل

o ہدایۃ المتعال ____ ۶۱
o نعم الزاد ____ ۲۸۳
o الجام الصاد ____ ۳۰۳
o النہی الاکید ____ ۶۴۷

پیش لفظ

مارچ ۱۹۸۸ء میں رضافاؤنڈیشن کے زیراہتمام فتاوٰی رضویہ کی جدید اشاعت کے جس عظیم الشان منصوبے کاآغاز ہواتھااس میں تخریج حوالہ جات، عربی وفارسی عبارات کے ترجمہ اور پیرابندی کاالتزام کیاگیاتھا یہ کوئی آسان کام نہ تھا کیونکہ اس میں مندرجہ ذیل کٹھن اور دشوار مراحل سے گزرنالازمی تھا؛

(۱) ایک ایسی لائبریری کاقیام جس میں مصنف کی ذکر کردہ تمام کتب موجود ہوں۔

(۲) تخریج حوالہ جات کے لئے بعض نایاب مخطوطات کی تلاش۔

(۳) ایسے اہل علم حضرات کی کمیٹی کاقیام جو نہایت محنت سے کتب کی چھان بین کرکے تخریج حوالہ جات کاکام سرانجام دے سکیں۔

(۴) ان حضرات کی کفالت کاانتظام وانصرام۔

(۵) ترجمہ کے لئے ایسے اہل علم حضرات سے رابطہ جونہ صرف عربی، فارسی اور اردو زبان میں کامل مہارت اور علوم نقلیہ وعقلیہ میں وسیع نظر رکھتے ہوں بلکہ مصنف کے مزاج شناس بھی ہوں۔

(۶) ایسے خوشنویس کی تلاش جو عربی، فارسی، اور اردو صرف لکھنا ہی نہ جانتا ہو بلکہ اس فن کااستاذ ہو۔

(۷) ان ہزارہا صفحات کی کتابت کے بعد اس کی پروف ریڈنگ کے لئے محنتی اور مخلص افراد کی تلاش۔

رضافاؤنڈیشن کے سربراہ اور ان کے معاونین لائق صد تبریک ہیں کہ اللہ تعالٰی کے فضل وکرم اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عنایت وشفقت سے انہوں نے ان مراحل کو عظیم استقامت کے ساتھ عبور کیااور انتہائی قلیل عرصے میں فتاوٰی رضویہ (جدید) کی چھ جلدیں پیش کرنے میں کامیاب ہوگئے جبکہ ساتویں جلد زیرکتابت ہے۔

فتاوٰی رضویہ جلد ششم

یہ جلد فتاوٰی رضویہ جلد سوم قدیم کے آغاز سے لے کر باب الامامۃ کے آخر تک ۷۵۴ سوالوں کے جوابات پر مشتمل ہے اور بے شمار ضمنی فوائد نافعہ کے علاوہ چا۴ر مستقل ابواب کو محیط ہے:

(۱) باب شروط الصلوٰۃ

(۲)صفۃ الصلوٰۃ

(۳) باب القرأۃ

(۴) باب الامامۃ

اس میں یہ چار انمول قیمتی رسائل ہیں:

(۱) ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال (۱۳۲۴ھ)

سمت قبلہ کے بیان میں

(۲) نعم الزاد لروم الضاد (۱۳۱۷ھ)

حرف ضاد کی تحقیق

(۳) الجام الصاد عن سنن الضاد (۱۳۱۷ھ)

حرف ضاد کے احکام اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ

(۴) النھی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ)

غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کا بیان

ف: مندرجہ ذیل رسائل دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے کتاب میں شامل نہ ہوسکے:

(۱) الطرۃ فی ستر العورۃ

(۲) ازین کافل بحکم القعدۃ فی المکتوبۃ والنوافل

(۳) جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلوٰۃ فی النعال

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی کا معلوماتی مقالہ "**فتاوٰی رضویہ کی علمی قدر و قیمت**" جو ۱/۲۷ اکتوبر ۱۹۹۳ء کو آواری ہوٹل لاہور میں فتاوٰی رضویہ کی ایک تعارفی تقریب کے موقع پر پڑھا گیا، مقالہ کی علمی اہمیت کے پیش نظر جلد ششم میں شامل کیا جارہا ہے۔

الحمدللہ اس حصہ کی عربی و فارسی عبارات کا ترجمہ کرنے کی سعادت اس حقیر کو حاصل ہوئی ہے

جس پر اللہ تعالٰی کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجالاتا ہوں کہ اس نے تکمیل کی توفیق بخشی، ان دنوں جلد ہفتم کا ترجمہ جاری ہے۔

قارئین سے التماس ہے کہ وہ اپنی قیمتی آراء سے نوازیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالٰی اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے رضا فاؤنڈیشن کو اس منصوبہ میں کامیاب فرمائے۔

یکم محرم الحرام ۱۴۱۴ھ

○احقر الانام **محمد خاں** قادری عفی عنہ

جامعہ اسلامیہ لاہور

فتاوٰی رضویہ کی علمی قدروقیمت

پروفیسر ڈاکٹر ظہور احمد اظہر چیئرمین شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی

اسلام میں فتوی نویسی ایک دینی فریضہ بھی ہے اور ایک مہتم بالشان فن بھی، لیکن یہ فریضہ جتنا نازک اور اہم ہے یہ فن اسی قدر مشکل اور پیچیدہ ہے۔ کتاب اللہ میں اِفتاء کے منصب کی نسبت اللہ رب العزت سے بیان ہوئی ہے (قُلِ اللّٰہُ یُفۡتِیۡکُمۡ) یہ بات بھی اہل علم سے پوشیدہ نہیں کہ فتوی، اِفتاء اور مفتی کے الفاظ زبان نبوت پر بھی جاری ہوئے، اسی طرح عہد نبوی کے ساتھ ساتھ خلفائے راشدین کے عہد مبارک میں عطائے فتوی یا افتاء کا منصب بہت اہم اور اونچا منصب تھا تاریخ اسلام کے مختلف ادوار میں فتوی نویسی یا افتاء اور مفتی کا منصب ہمیشہ نہایت اہم اور بلند متصور ہوتا رہا ہے لیکن یہ سب باتیں ایک اہم موضوع اور دلچسپ مطالعہ سہی مگر ان سب باتوں کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، تاہم اس بات کی طرف ایک مختصر اشارہ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا کہ گزشتہ بارہ تیرہ صدیوں کے دوران میں برعظیم پاک وہندوستان کے علمائے کرام نے فتوی نویسی کے میدان میں جو عظیم خدمات انجام دی ہیں اور منصب افتاء نے ملت اسلامیہ کو جو رہنمائی مہیا کی ہے وہ جہاں قابل قدر ہے وہاں باعث فخر بھی ہے۔

برعظیم پاک وہندان اسلامی خطوں میں شامل رہا ہے جہاں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ تعالٰی کی فقہ کا دور دورہ رہا، یہاں کے علمائے حنفیّہ نے فقہ اسلامی کی عظیم الشان خدمت انجام دی ہے۔ سیرت نبوی کی طرح علوم شریعت بھی اس خطے کے اہل علم کے نزدیک ایک مہتم بالشان اور نہایت مرغوب موضوع رہا ہے۔ یہاں کے علماء نے علوم فقہیہ یعنی فقہ، اصول فقہ اور فتاوٰی نویسی کے علاوہ شرعی علوم کے دیگر بے شمار پہلوؤں کو اپنے مطالعہ وتوجہ کا مرکز بنائے رکھا۔ عربی، فارسی، اردو اور دیگر علاقائی زبانوں میں شرعی علوم کا اتنا وسیع ذخیرہ تیار کیا ہے جو ملت کا نہایت قیمتی سرمایہ ہے اور اس کا احاطہ کرنا کسی مورخ کے لئے آسان نہیں ہوگا۔ برعظیم پاک وہند کے اکابر احناف کے اس عظیم القدر علمی وفقہی سرمایہ فخر میں امام اہلسنت حضرت مولانا احمد رضاخان فاضل بریلوی رحمہ اللہ تعالٰی کے فتاوٰی العطایا النبویۃ فی الفتاوٰی الرضویۃ جو فتاوٰی رضویہ کے نام سے مشہور اور متداول ہیں بلاشبہ ایک منفرد اور قیمتی سرمایہ ہے۔

برعظیم جنوبی ایشیا یا پاک وہند کے علمائے اسلام نے فقہ اسلامی کے فتاوٰی کا جو عظیم القدر ذخیرہ

عربی زبان میں مرتب کیا ہے اس کی فہرست بہت طویل ہے اور اس میں تعدد وتنوع بھی ہے اور اس میں حسن وخوبی کے عناصر بھی موجود ہیں۔ اسی طرح اسلامی ہند کی سرکاری زبان فارسی ہونے کے باعث اس زبان میں بھی لاتعداد چھوٹے بڑے فتاوٰی مرتب ہوئے جن میں بہت سے ابھی تک زیور طباعت سے آراستہ بھی نہیں ہوسکے۔ یہی حال ان فتاوٰی کا بھی ہے جو اردو عربی یا اردو فارسی کا امتزاج پیش کرتے ہیں۔ یہ ہماری بہت بڑی بدقسمتی ہے اور افسوس ناک کوتاہی کہ ہم اپنے بزرگوں کی میراث کو بھی نہیں سنبھال سکے۔ سب سے زیادہ افسوس اہل دولت وثروت مسلمانوں پر ہے جو اپنی دولت کا حقیر سا حصہ بھی کار ثواب سمجھ کر ہی وقف کرنے سے قاصر ہیں مگر اس سے کہیں زیادہ افسوس ان اہل علم پر ہے جو ابتدائی قدم اٹھانے یا عملی تحریک کرنے سے بھی عاجز ہیں۔ علم کو سنبھالنے اور علمی میراث کو محفوظ کرنے کا اصل کام آخر مسلمان علماء کا ہے۔ یہ حضرات نہ صرف یہ کہ اس علمی ورثے کی نوک پلک درست کرکے مسلمان اہل دولت وثروت کو سرمایہ خرچ کرنے کی تحریک بھی پیدا کرسکتے ہیں بلکہ وہ ان علمی کاوشوں پر اضافے اور ترقی کا کام بھی انجام دے سکتے ہیں۔ اس کی روشن مثال ہمارے دوست وکرم فرما حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم ہزاروی کی ہے۔ آپ بعض احباب کے مشورے اور تعاون سے لاہور میں "رضا فاؤنڈیشن" جیسا عظیم ادارہ قائم کرنے کی سعادت حاصل کرچکے ہیں جو "فتاوٰی رضویہ" کی طباعت واشاعت کا فریضہ انجام دے رہا ہے، میں صمیم قلب سے حضرت مولانا کو ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے ان کی کامیابی کے لئے دعاگو ہوں مجھے یقین ہے کہ وہ اپنے اس نیک مقصد میں ضرور کامیاب ہوں گے اِن شاء اللہ!

"فتاوٰی رضویہ" کی مطبوعہ مجلدات پر ایک اجمالی نظر ڈالنے سے جو مجموعی تاثر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ فاضل بریلوی دیگر مفتیان برعظیم پاک وہند میں ایک نہایت بلند اور منفرد مقام رکھتے ہیں اور ان کے یہ فتاوٰی اپنی عظیم ترافادیت کے ساتھ ساتھ ایک ایسی انفرادیت بھی رکھتے ہیں جو تنوع، ایجاد، جامعیت اور باریک بینی کے علاوہ ایک مصنف کے کمال فن، وسعت نظر، عمق بصیرت، ظرافت طبع اور جزئیات میں کلیات، اور کلیات میں جزئیات کو ایک خاص رنگ میں پیش کرنے کی فقیہانہ مہارت سے قاری کی قوت فیصلہ اور قلب وروح کو متاثر کرتی نظر آتی ہے۔ یہ وہ انفرادیت وامتیاز ہے جو برعظیم پاک وہند کے مفتیان عظام کے حصے میں بہت کم کم آیا ہے مگر فتاوٰی رضویہ کے مصنف کے ہاں کثرت ومقدارِ وافر کے ساتھ میسر ہے۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ کے ہاں ایک انفرادیت یہ ہے کہ انہوں نے اپنے فتاوٰی کے مختلف ابواب فقہیہ میں سے بعض موضوعات منتخب فرمائے ہیں اور ان میں سے ہر موضوع پر ایک الگ اور مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے، یہ رسائل جہاں بلند درجہ تحقیق وتدقیق کے آئینہ دار ہیں وہاں تمام متداول؛ فقہی مصادر وماٰخذ کا نچوڑ بھی پیش کرتے ہیں۔ مصنف کی یہ کوشش لائق تحسین ہے کہ وہ ان مختلف ومتنوع مصادر کی مختصر ترین عبارات بلکہ جملوں کو منتخب کرتے ہیں اور انہیں کمال مہارت سے یکجا کرکے یوں جوڑ دیتے ہیں کہ وہ ایک مسلسل عبارت بن جاتی ہے۔ یوں

لگتا ہے جیسے یہ عبارات کے ٹکڑے یا جملے مختلف مصنفین نے اسی غرض سے تخلیق کئے تھے کہ وہ ان فقہی موضوعات پر مشتمل رسائل کی عبارات کی زینت بنیں۔ یہ کام جہاں دقّت نظر اور کمال ادراک وانتخاب کا مقتضی ہے وہاں قوت حافظہ اور زبان پر کامل عبور کا بھی تقاضا کرتا ہے۔ ان مختصر مگر جامع رسائل کا ایک انفرادی امتیاز یہ بھی ہے کہ فاضل بریلوی نے ان کے تسمیہ میں بڑے تفنّن طبع اور فقیہانہ بصیرت سے کام لیا ہے۔ کتابوں کے تسمیہ میں نزاکت وظرافت کی یہ روش برعظیم کے علمائے اسلام کا طرہ امتیاز رہا ہے اور مولانا احمد رضا خاں اس میدان میں امامت ومہارت کا شرف رکھتے ہیں۔

فتاوٰی رضویہ کی ایک انفرادیت یہ بھی ہے کہ ان کا فاضل مصنف کوئی عام عالم دین یا محض مفتی وفقیہ نہیں بلکہ ایک کثیر الجوانب عبقری یعنی ورسٹائل جینیئس (VERATILE GENIUS) ہے، اس لئے نہ تو ان کی نظر محض فقہی پہلو پر محدود ومرکوز رہتی ہے اور نہ ان کی بات میں کسی پہلو کی تشنگی یا اسے نظرانداز کرنے کا احساس ہوتا ہے بلکہ ان کے انداز بیان سے منقولات اور معقولات کے ہر علم وفن کے تقاضوں کی تسکین ہوتی ہے، فاضل بریلوی رحمہ اللہ ارشاد نبوی **العلم علمان علم الادیان وعلم الابدان** کی حقیقت سے نہ صرف آگاہ تھے بلکہ اس پر عمل پیرا بھی تھے، وہ علم ادیان یعنی شرعی علوم اور علم ابدان یعنی سائنسی علوم پر یکساں عبور کے قائل تھے، شریعت کے علوم قرآن وحدیث سے شروع ہوئے اور عربی زبان وادب کی جزئیات سے ہوتے ہوئے فقہ وکلام اور جدل ومناظرہ تک پہنچے ہیں اسی طرح سائنسی علوم کا دائرہ بھی وسعت پذیر اور لامحدود ہے اس لئے شریعت ان مفید ونافع علوم سے اعراض نہیں سکھاتی بلکہ ان میں کمال پیدا کرنے کی دعوت وتلقین اس شریعت کا امتیاز ہے۔

وقت کی رفتار تغیر بڑی تیز ہے جو اس رفتار تغیر کا ساتھ نہ دے سکے اسے وقت کی تلوار کاٹ کر رکھ دیتی ہے، جو شریعت یا قانون وقت کی اس رفتار تغیّر کا مقابلہ نہ کرسکے اس کا نابود ہونا یقینی ہے لیکن اسلامی شریعت تو زمان ومکان کی قید سے آزاد وماوراء ہے اس لئے یہ شریعت ہر زمان وہر مکان کے لئے ہے، اسی حوالے سے اسلامی شریعت کے ماہر فقیہ کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی فکری صلاحیتوں سے وقت کی رفتار تغیر کا صرف ساتھ ہی نہیں بلکہ اس کا مقابلہ بھی کرسکے۔ یہ فکری صلاحیتیں دو۲ چیزوں کی محتاج ہوتی ہیں ان سے ایک خداداد عبقریت اور دوسرے علم ادیان کے ساتھ علم ابدان یعنی سائنسی علوم کا ماہر ہونا ہے۔ امام احمد رضا بریلوی میں یہ دونوں صلاحیتیں بتمام وکمال موجود ہیں بلکہ ہر زمان ومکان کے فقیہ ہیں۔ جس طرح اسلامی شریعت زمان ومکان کی قید سے آزاد ہے اسی طرح اس کا ماہر فقیہ جو خداداد عبقریت اور سائنسی علوم خصوصاً طب وریاضت اور فلسفہ وہیئت کے بھی امام ہیں وہ بھی زمان ومکان کی قید سے آزاد ہیں۔ وہ جدید زندگی کے مسائل کو اسلامی فقہ کی روشنی میں اس طرح حل کرتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ "فتاوٰی رضویہ" اس دعوٰی پر شاہد عادل ہیں۔ تمام فصول اور ابواب میں وہ فقہی مسائل کو عصر حاضر کی زبان میں حل کرتے ہیں، ان کے تمام فتاوٰی عقلی ونقلی استدلال پر مبنی ہوتے ہیں اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ

شریعت نہ صرف یہ کہ عقل کے خلاف نہیں بلکہ عقل کے لئے نشو ونما کا سامان بھی کرتی ہے۔ اظہار و بیان کا وسیلہ زبان ہوتی ہے، فقہ اور مفتی کے لئے اظہار و بیان کی قدرت ایک لازمی اور ضروری صفت ہے ورنہ مسائل و مشاغل کی تفہیم آسان نہ ہوگی۔ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ اس میدان کے مرد میدان ہی نہیں شہسوار بھی ہیں۔ عربی، فارسی اور اردو پر انہیں جو کامل عبور تھا اس کا ایک ثبوت تو ان تین زبانوں میں ان کے شاعرانہ کمالات ہیں جو نعت ومدح رسول کے لئے وقف ہیں مگر "فتاوٰی رضویہ" میں بھی وہ اظہار و بیان کے وسائل یعنی زبان کے ادبی اسلوب سے قاری کے ذہن کی چٹکیاں لیتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ الفاظ کو نئے معنی پہنانا اور مرکبات وکلام کو تضمین کے طور پر یوں استعمال کرنا کہ وہ انگشتری میں نگینہ جڑ دینے کا منظر پیش کرتے ہوئے آئیں، یہ صرف قادر الکلام شاعر اور باکمال ادیب ہی کرسکتا ہے۔

اختصار سے کام لیتے ہوئے یہاں صرف "فتاوٰی رضویہ" کی جلد اول کے دو تمہیدی عنوانات یعنی "**خطبة الکتاب**" اور "**صفة الکتاب**" کے علاوہ مستقل فقہی موضوع پر لکھے جانے والے پہلے رسالے "**اَجلَی الاِعلام ان الفتوی مطلقا علی قول الامام**" کے خطبے کی طرف اشارہ کافی ہوگا۔ خطبۃ الکتاب میں فقہ حنفی کی اُمّہات الکتب کے اسماء اور فنی مصطلحات کو بطور تلمیح وبراعت استہلال استعمال کرکے جو سماں باندھا ہے وہ کچھ انہی کا کمال ہے، الفاظ پرانے ہیں مگر بطور تلمیح استعمال ہو کر نئے معانی کالباس بن گئے ہیں **الحمدللہ ھوالفقه الاکبر والجامع الکبیر، لزیادات، فیضه المبسوط، الدرر الغرر، به الھدایة و منه البدایة والیه النھایة** (یعنی سب حمد اللہ کے لئے ہے، یہی سب سے بڑی سمجھ اور اضافوں کو یکجا کرنے والی بات ہے، اس کا فیض ہے جو پھیلا ہوا ہے جیسے چمکتے ہوئے موتی ہوں، اسی ذات سے ہدایت وابستہ ہے، وہی اول اور وہی آخر ہے) یہ تو وہ نئے معنی ہیں جو ان پرانے الفاظ کے لباس میں یہاں وارد ہوئے ہیں مگر اُن کے معانی فقہ حنفی کی امہات الکتب کے نام ہیں۔ فقہ اکبر امام اعظم ابوحنیفہ کی تصنیف ہے، جامع کبیر، زیادات، فیض، مبسوط، دُرر، غُرر، ہدایہ اور بدایہ ونہایہ یہ سب کتب فقہ ہیں مگر زبان عربی پر عبور رکھنے والے نے ان پرانے الفاظ سے دوہرا کام لے کر اپنی مہارت وعبقریت کا ثبوت دے دیا ہے۔

اسی تمہیدِ کتاب میں صفۃ الکتاب کے عنوان سے کتاب کا تعارف کراتے ہوئے قرآنی الفاظ وتراکیب سے برکت و سعادت کا جو سماں باندھا گیا ہے وہ کسی فنافی العربیہ اور ماہر کلام ربانی کا پتا دیتا ہے۔ رسالہ اجلی الاعلام میں یہی رنگِ کمال نظر آتا ہے، یہاں پر مصنف عربی زبان کے اسالیب نگارش پر عبور رکھنے کے علاوہ جدّت تعبیر سے کام لینے میں بھی لاثانی نظر آتے ہیں، فقہ جیسے خشک مضمون میں اس جدّت تعبیر نے جو رنگ پیدا کیا ہے اس نے دلچسپی میں اضافہ کردیا ہے۔ فقہی نصوص کے صحیح ادراک، دقّت نظر و باریک بینی، بداہت قول وحاضر جوابی، منطقی و مؤثر طریقہ استدلال اور حسن استنباط واستنتاج میں فاضل بریلوی کا کوئی جواب نہیں۔ یہاں پر میں ایک خاص بات کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جو میں نے محسوس کی ہے یوں تو برعظیم پاک وہند کے نامور عربی دانوں اور علوم اسلامیہ کے

ماہرین کے علمی کارناموں سے اپنے اور بیگانے سبھی ناآشنا اور کم آگاہ ہیں مگر ان میں سے بعض اہل علم تو بے قدری اور احسان ناشناسی کی حدتک گمنام چلے آتے ہیں اور لوگ ان کے حقیقی مقام و مرتبے کے منکر دکھائی دیتے ہیں۔ بر عظیم کی جن ہستیوں کو دانستہ یا نادانستہ طورپر فراموشی و بے قدری کا مستحق گردانا گیا اور ان میں سے ایک کا تعلق سرزمین پنجاب سے ہے اور دوسرے کا تعلق علم و ثقافت کے خطے یوپی سے ہے۔ پنجاب کی نادرۂ روزگار ہستی اور بیمثال عبقری تو مولانا عبدالعزیز پرہاروی (رحمہ اللہ) تھے جو مشہور عرب شاعر ابوالقاسم الشابي اور ایک انگریز شاعر کیٹس کی طرح جوانی میں ہی دنیا سے کوچ کر گئے مگر علمی کارناموں کے لحاظ سے ان کی مختصر عمر بھی طویل مدت ثابت ہوئی۔ مولانا پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ جس شہرت اور عزت کے مستحق تھے وہ نہ توانہیں زندگی میں مل سکی اور نہ موت کے بعد گمنامی کا پردہ چاک ہو سکا۔ پنجاب کے اس عظیم عبقری اور عالم دین کو کماحقہ، متعارف کرانے کا شرف اللہ تعالٰی نے مجھے بخشا ہے، ان کے متعلق خود بھی لکھا ہے اور دو[2] مقالے پی ایچ ڈی کے بھی میری نگرانی میں ہورہے ہیں۔

خطّہ علم و ثقافت یوپی سے اُٹھنے والی ہستی فاضل بریلوی مولانا احمد رضا (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں جن کے علمی کارناموں سے شدید اغماض برتا گیا بلکہ ان کے فضل و کمال سے انکار کیا گیا، یہی نہیں بلکہ بدنامی کی جسارتیں بھی ہوتی رہیں، بظاہر اس کے تین اسباب نظر آتے ہیں:

پہلا سبب توخود ان کے نام لیواؤں کی کمزوری ہے جو ان کے علمی کارناموں کو عام کرنے کی سنجیدہ کوشش نہ کرسکے، الاماشاء اللہ!

دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ عالمی ادارے یا تنظیمیں جو بر عظیم میں اہل علم کو متعارف کرانے کے ذمہ دار تھے وہ حضرت فاضل بریلوی کی قدر شناسی اور اعتراف فضل سے گریزاں رہے۔

میرے خیال میں اس کا تیسرا سبب حسد و رقابت کے جذبات ہوسکتے ہیں، معمولی آدمیوں کو ایسے حادثے کم پیش آتے ہیں مگر غیر معمولی ذہانت و قابلیت کے مالک انسانوں کے لئے مخالفت و عداوت اور حسد و رقابت بھی غیر معمولی نوعیت کی سامنے آتی ہے۔ امام احمد رضا رحمہ اللہ تعالٰی کثیر الجوانب عبقریت کے مالک تھے غالباً اس وجہ سے ان کے علمی کارناموں کو پردہ خفا میں رکھنے اور ان پر خاک ڈالنے کی کوشش بھی ہوسکتی ہے۔

بہر حال یہ بات باعث اطمینان ہونی چاہئے کہ اب بر عظیم پاک وہند میں ایسے افراد و ادارے وجود میں آچکے ہیں جو حضرت فاضل بریلوی کے تعارف کے ضمن میں تلافی مافات کے لئے کوشاں ہیں۔

فہرست مضامین

پیش لفظ	۵	نیت دل سے ہونی چاہئے زبان سے ضروری نہیں، قلبی نیت کی حد کیا ہے۔	۴۷
فتاوٰی رضویہ کی علمی قدر وقیمت	۸	تمام بلاد کے لئے جہت قبلہ کا ایک خاص تخمینہ ممکن نہیں۔	۵۵
باب شروط الصلٰوۃ	۲۹	نقطہ مغرب سے ۴۵ درجے کے اندر انحراف مفسد صلٰوۃ نہیں۔	۵۷
ایسے باریک کپڑوں میں جن سے اعضا ظاہر ہوں نماز نہیں ہوتی۔	۲۹	رسالۃ ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال (سمت قبلہ کے بیان میں)	۶۱
مردوں کے نو اعضائے عورت کا شمار اور مصنف علیہ الرحمۃ کی تحقیق۔	۲۹	جہت قبلہ سے انحراف مفسد صلاۃ ہے۔	۶۴
چہارم عضو کھلنے کی مختلف صورتیں۔	۳۰	آفاقی کا قبلہ جہت ہے۔	۶۴
عورتوں کے تیس اعضائے مستور کا شمار	۴۰	ترک مستحب مستلزم کراہت تنزیہیہ بھی نہیں۔	۶۴
"میں نماز خدائے تعالٰی کے لئے پڑھتا ہوں" اس طرح نیت کرنے سے نیت ہوگی یا نہیں۔	۴۶	بعد مسافت کے بعد ایک خاص حد کے اندر انحراف بھی جہت قبلہ سے انحراف نہ ہوگا۔	۶۵

غیر مکہ معظّمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے باہر نہ ہو مضر نہیں۔	۶۵	افادہ اولٰی: جہت قبلہ کی حد کیا ہے اس کے بارے میں مختلف اقوال اور مصنف کی تحقیق۔	۷۶
سمت قبلہ میں علم ہیأت واصطرلاب وغیرہ آلات وقیاسات کا اعتبار نہیں۔	۶۵	افادہ ثانیہ: علی گڑھ میں انقلابین کی سعۃ المغرب کتنی ہے۔	۱۲۵
علی گڑھ کا خط قبلہ نقطہ مغرب سے ساڑھے دس درجے جانب جنوب جھکا ہوا ہے۔	۷۱	افادہ ثالثہ: علی گڑھ کی عیدگاہ نقطہ مغرب سے کس قدر منحرف ہے۔	۱۲۵
صحابہ کرام نے بلاد متقاربہ بلکہ ملک بھر کے لئے ایک ہی قبلہ قرار دیا۔	۷۱	افادہ رابعہ: علی گڑھ کا قبلہ تقریبی۔	۱۲۶
فرمان فاروقی میں عراق کا قبلہ ما بین المشرق والمغرب قرار پایا۔	۷۱	افادہ خامسہ: علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی۔	۱۲۷
بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، سرخس کا قبلہ راس العقرب کا مسقط ہے۔	۷۱	**باب صفۃ الصلٰوۃ**	۱۴۳
بیت المقدس، حلب، دمشق، رملہ، نابلس، اور تمام ملک شام کا قبلہ قطب تارے کو پس پشت لینا ہے۔	۷۱	عورتیں سینے پر ہاتھ باندھیں یہ ہی ان کے لئے انسب ہے۔	۱۴۴
کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان میں نہر شاش تک قطب کو دہنے کان کے پیچھے، ملک عراق میں سیدھے شانے، ملک مصر میں بائیں، ملک یمن میں منہ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہوا قبلہ ہے۔ خراسان، ہندوستان وغیرہ بلادِ شرقیہ کا قبلہ بین المغربین ہے۔	۷۱	التحیات میں انگشت شہادت سے اشارہ کرنے کا ثبوت۔	۱۴۹
قبلہ کے بارے میں مشائخ کرام کے چھ اقوال	۷۱	حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین نہیں فرمایا بلکہ فعل وترک دونوں حدیثوں میں وارد ہیں اور ترک راجح۔	۱۵۳
ہندوستان میں قطب تارا دہنے شانے پر کیوں لیا جاتا ہے۔	۷۵	نماز میں قیام کی حالت میں دونوں پاؤں کے درمیان چار انگل کا فاصلہ رکھنا مسنون ہے۔	۱۵۵
ہندوستان کا عرض شمالی ۸ درجے سے ۳۵ درجے اور طول مشرقی ۶۶ سے ۹۲ تک ہے۔	۷۵	بیٹھ کر نماز پڑھنے میں رکوع میں پیشانی گھٹنوں کے مقابل رکھنی چاہئے اس سے زیادہ جھکانا عبث ہے۔	۱۵۷

صرف تکبیر تحریمہ کی قدرت ہو تو اس پر فرض ہے کہ کھڑے ہو کر تکبیر کہے پھر بیٹھ جائے ورنہ نماز نہیں ہوگی، اس کے بارے میں مصنف کی تحقیق۔	۱۵۸	التحیات میں اشارہ کرنے کا طریقہ۔	۱۹۰
ابتدائے سورت میں بسم اللہ شریف پڑھنا مستحب ہے اختلاف صرف اس کی مسنونیت میں ہے۔	۱۶۲	جمعہ کی نیت کرنے کا طریقہ۔	۱۹۱
یہاں سورت سے کیا مراد ہے۔	۱۶۲	سورتوں کی ابتداء میں بسم اللہ شریف ملانا افضل ہے۔	۱۹۱
الصاق کعبین کی تحقیق۔	۱۶۷	بے نمازیوں کو سمجھانے کا طریقہ اور نہ مانیں تو ان سے قطع تعلق کرلیا جائے۔	۱۹۱
قومہ وجلسہ کے اذکار طویلہ نوافل پر محمول ہیں فرائض میں مسنون نہیں۔	۱۷۰	نماز میں قرآن شریف پڑھنا فرض ہے تصور کافی نہیں۔	۱۹۳
ثناپڑھنا سنت ہے اور امام کے قرأت بالجہر سے پہلے پڑھی جاسکتی ہے۔	۱۸۲	مسبوق التحیات کو ترتیل سے پڑھے تاکہ امام کے سلام کے وقت ختم ہو ورنہ شہادتین کی تکرار کرے۔	۱۹۳
اللھم اغفرلی کہنا امام، مقتدی اور منفرد سب کے لئے مستحب ہے اور طویل دعا سب کے لئے مکروہ۔	۱۸۲	بیٹھ کر نماز پڑھنے میں سجدے کرنے میں پاؤں سے سرین کو جدا کرنا چاہئے یا نہیں۔	۱۹۳
درود شریف پڑھنے کی فضیلت افضل درود کا بیان۔	۱۸۳	رکوع میں قدموں پر نظر ہو۔	۲۰۲
مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا جائز نہیں، آمین بالجہر مکروہ ہے۔	۱۸۳	ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا مسنون ہے مگر ہاتھوں کو چومنا ثابت نہیں۔	۲۰۲
۲۰ رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ ایک رکعت نماز وتر خواہ نفل باطل محض ہے۔	۱۸۵	ولاالضالین کے بعد آمین کہنا مسنون ہے سری نمازوں میں بھی اگر مسموع ہو، آمین سے سجدہ سہو نہیں۔	۲۰۲
التحیات میں اشارہ بہ سبابہ مسنون ہے۔	۱۸۷	ٹھہری ہوئی ریل میں نماز پڑھنے کا طریقہ۔	۲۰۲
سلام کے بعد امام کی اطاعت مقتدی سے ختم ہوجاتی ہے، تکبیرات انتقالیہ کہنے کا طریقہ۔	۱۸۹	عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیث کریمہ۔	۲۰۳
سلام کے بعد امام کو قبلہ رو بیٹھے رہنا مکروہ ہے۔	۱۹۰	سلام کے بعد قبلہ رو بیٹھے رہنا امام کے لئے مکروہ ہے۔	۲۰۴

صحت صلوٰۃ کے لئے فہم معنی ضروری نہیں۔	۲۰۵	کسی حرف کے نکالنے پر جو قادر نہ ہو اس کے لئے حکم۔	۲۵۳
نماز کے بعد مصلے کا الٹ دینا کیسا ہے۔	۲۰۶	ہر رکعت میں ایک سورت کی تکرار فرض میں مکروہ ہے۔	۲۶۶
شروانی، کرتے وغیرہ پر نماز پڑھے تو گریبان پر کھڑا ہو اور سجدہ دامن پر کرے۔	۲۰۷	ایک رکعت میں چند سورتیں یا ایک سورت یا ایک آیت چند بار پڑھنا یا ایک بڑی سورت کی چند آیتیں ایک رکعت میں اور چند آیتیں دوسری رکعت میں پڑھنا کیسا ہے۔	۲۶۷
سلام کے بعد صرف امام کو انصراف کا حکم ہے مقتدیوں کو نہیں یہ کیوں؟	۲۰۷	سورتوں کو معکوس پڑھنا ناجائز ہے۔	۲۷۰
عمامہ کی فضیلت میں بیس احادیث کریمہ۔	۲۰۸	دوسری رکعت میں پہلی سے طویل قرأت مکروہ ہے۔	۲۷۱
استعمالی وغیر استعمالی جوتوں کا حکم۔	۲۰۸	ضاد کو ظاد یا دُواد پڑھنا غلط ہے، ضاد کے مخرج کا بیان۔	۲۷۲
حضور کے نام اقدس پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔	۲۲۱	نماز میں کھانسنے اور کھنکارنے کا حکم۔	۲۷۴
صلوٰۃ ترضی وغیرہ کو رمز میں لکھنا جائز نہیں۔	۲۲۱	حرف ضاد اور ظ مشتبہ الصوت ہیں۔	۲۷۵
جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے وہ فاسق ہے۔	۲۲۳	ترتیل کی تین حدیں ہیں۔	۲۷۵
نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت۔	۲۲۴	**رسالہ نعم الزاد لروم الضاد** (ناقص) (حرف ضاد کی تحقیق)	۲۸۳
بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز ہے اور اخفا افضل۔	۲۳۳	**رسالہ الجام الصاد عن سنن الضاد** (ضاد کے احکام اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ)	۳۰۳
نماز کے بعد دعا میں تاخیر کیسی۔	۲۳۳	تجوید سے انکار کفر ہے۔	۳۲۲
باب القرأۃ	۲۳۹	غیر عربی میں قرآن شریف پڑھنے سے نماز نہیں ہوگی۔	۳۲۳
قرآن مجید کو ترتیب سے پڑھنا واجب ہے۔	۲۳۹	حضر میں مقدار قرأت کا بیان۔	۳۲۴
جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک قراۃ خلف الامام ممنوع ہے احادیث سے اس کا ثبوت اور مخالفین کے دلائل کا رد۔	۲۴۰	نماز میں کسی نے قال رسول اللہ کہہ دیا نماز ہوگی یا نہیں۔	۳۲۶
قراۃ میں غلطی کرنے کا حکم۔	۲۵۱	لفظ "اللہ" کے الف کو حذف یا پُر کرنے سے نماز ہوتی ہے یا نہیں۔	۳۲۷
سری نمازوں میں جہر سے سجدہ سہو واجب ہوتا ہے، مقدار جہر کا بیان۔	۲۵۱		

کسی نے چار رکعت والی نماز میں سورۂ یٰسٓ پھر دخان پھر تنزیل پھر سوہ ملک پڑھی الخ	۳۲۸	چند آیتوں کی قراءت کے متعلق سوال وجواب۔	۳۴۴
قرآن مجید کی ایک آیت پڑھنا فرض ہے سورہ فاتحہ کی ہو خواہ کسی اور سورت کی۔	۳۲۹	آیت مایجوز بہ الصلوۃ کی مقدار کیا ہے۔	۳۴۴
طوال مفصل، اوساط مفصل، قصار مفصل کن نمازوں میں پڑھی جائیں۔	۳۳۱	ہر آیت پر وقف جائز ہے اگرچہ آیت ۵ لا ہو۔	۳۴۶
آمین آہستی کہنا چاہئے۔	۳۳۲	قرآن پاک ترتیب سے پڑھنا فرض ہے الٹا پڑھنا حرام۔	۳۴۷
منہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہوگی۔	۳۳۲	نماز میں ایک آیت پڑھنا فرض ہے۔	۳۴۷
ایک آیت پڑھنے کے بعد دوسری آیتوں کی طرف منتقل ہونا یا بیچ سے چھوڑ دینا اگر مجبوری سے ہو نماز ہوجائے گی۔	۳۳۳	لقمہ دینا جائز ہے۔	۳۴۸
سورۃ کے اخیر کو تکبیر رکوع سے ملانا کہاں کہاں مستحب ہے۔	۳۳۵	قل ھو اللہ احدo میں مابعد سے وصل جائز ہے۔	۳۴۸
صبح کی نماز میں چالیس سے ساٹھ آیت تک پڑھنا چاہئے اور وقت کم ہو تو بقدر گنجائش۔	۳۳۶	تراویح میں سورہ رحمٰن پڑھنے کا طریقہ۔	۳۴۸
سورہ العصر میں کلمہ الاَّ پر وقف کرنے سے نماز ہوجاتی ہے۔	۳۳۶	نماز میں کتنی آیتیں فرض ہیں اور کتنی واجب اور کتنی سنت اور کتنی مستحب۔	۳۴۹
ض کو ظ کے مشابہ پڑھنے کا حکم۔	۳۳۶	نماز میں بسم اللہ شریف کہاں کہاں پڑھنا چاہئے۔	۳۴۹
چند آدمیوں کا ایک جگہ بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا ممنوع ہے۔	۳۳۸	نماز میں جس سورۃ کا ایک کلمہ منہ سے نکل آئے اسی کا پڑھنا فرض ہے۔	۳۵۰
صحت صلوٰۃ کے لئے فن مخارج جاننا ضروری نہیں حروف صحیح ادا ہونے چاہئیں۔	۳۳۹	فساد معنی اگرچہ ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی۔	۳۵۱
تبدیل حروف یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے نماز فاسد ہوتی ہے، تبدیل کی تین صورتیں۔	۳۳۹	مقتدی کو قراءت ناجائز ہے۔	۳۵۱
لقمہ دینے کی ایک صورت۔	۳۴۲	اللہ اکبر کی راء کو دال پڑھنے سے نماز فاسد ہوگی۔	۳۵۲
قرآن پاک کو اتنی تجوید سے پڑھنا جس سے حروف کی تصحیح ہو فرض عین ہے۔	۳۴۳	خلاف ترتیب سے متعلق چند سوال۔	۳۵۲

بلاوجہ لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں۔	۳۵۳	مسبوق کی اقتدا صحیح نہیں۔	۳۹۰
درمیان سورت سے کچھ چھوٹ جائے تو نماز ہوگی یا نہیں۔	۳۵۵	سودخور کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔	۳۹۰
بھولنے کی حالت میں ایک لفظ کو بار بار پڑھنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔	۳۵۵	امام کو در میں کھڑے ہونے کا حکم۔	۳۹۲
وقف و وصل میں اتباع بہتر ہے مگر اس کے ترک کرنے سے نماز میں خلل نہیں آتا۔	۳۷۰	ایک شخص مثلاً یہ کہے جو اپنی بی بی سے قربت کرے اور الخ	۳۹۲
بیچ میں چھوٹی سورۃ چھوڑ کر پڑھنا مکروہ ہے۔	۳۷۱	بیر اکے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔	۳۹۷
امام سے جہاں غلطی ہو مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ ہزار آیت کے بعد ہو۔	۳۷۱	احناف کو ذریۃ الشیطان وغیرہ کہنے والے کی امامت کا حکم۔	۳۹۸
چند آیتوں کی قرات کے متعلق سوال۔	۳۷۳	حنفی مسئلہ مسح میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے طریقہ پر عمل کرے تو کیا حکم ہے۔	۴۰۳
باب الامامۃ	۳۷۹	ناچ وغیرہ دیکھنے والے کی امامت کا حکم	۴۰۵
ان بلاد میں آمین بالجہر و رفع یدین کرنے والے عموماً غیر مقلد ہیں۔	۳۷۹	بے روزہ دار کی امامت مکروہ ہے۔	۴۰۶
آدھا کلمہ پڑھنے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔	۳۷۹	حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے کب جائز ہے۔	۴۰۷
پورا اللہ اکبر بلند آواز سے کہنا مسنون ہے۔	۳۸۰	اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔	۴۱۶
چار رکعت والی نماز میں اخیر کی ایک رکعت کسی کو ملی تو وہ امام کے سلام کے بعد دوسری رکعت میں قعدہ کرے۔	۳۸۰	ناچ دیکھنے والے، دیوتاؤں پر بھینٹ چڑھانے والے، غیبت کرنے والے کی امامت کا حکم۔	۴۱۸
مسائل نماز و طہارت سے جو زیادہ واقف ہو وہ مستحق امامت ہے اگرچہ نابینا ہو۔	۳۸۱	تنخواہ دار امام کے پیچھے نماز جائز ہے۔	۴۲۲
امام کو در میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، محراب اور در کا فرق۔	۳۸۳	تجوید سے متعلق چند احکام۔	۴۲۲
تجوید کو نہ جاننے والا امام نہیں ہوسکتا۔	۳۸۴	امام کے ہر فعل و ترک کا اتباع مقتدی پر واجب نہیں۔	۴۳۷
امام قدیم کو حق امامت حاصل رہے گا اگرچہ مسجد میں کوئی عالم فاضل آجائے۔	۳۸۶	وہابیہ، روافض اور جو مسائل نماز سے واقف نہیں ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔	۴۳۹
عورتوں کو میلہ میں لے جانے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔	۳۸۷		

جس کا ہاتھ ٹوٹا ہو، جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو، ہکلا، توتلا، افیونی، خائن، رشوت لینے والے یا جسے برص ہو ان کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم۔	۴۵۲	کن کن لوگوں کے پیچھے نماز جائز ہے، اندھے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔	۴۹۵
سلام کے بعد دہنے بائیں پھرنے کا بیان۔	۴۵۵	امامت سے متعلق ایک سوال۔	۴۹۵
ولدالحرام، زانی، بہرے، کریہہ الصوت، افیونی کی امامت کا حکم۔	۴۶۰	ندویوں کی امامت کیسی ہے۔	۴۹۸
اولٰی امامت کس کی ہے، ولدالحرام اور جس امام سے لوگ ناراض ہوں، ان کی امامت کا حکم، امام الحہ سے سے افضل کون ہے۔	۴۶۵	غیر مقلدوں کی امامت ناجائز ہے۔	۴۹۹
جو اپنے کو بالغ ہونا ظاہر کرے اس کے قول کو قبول کرنا واجب ہے۔	۴۷۷	عرفی شریف وغیر شریف میں امام ہونے کا زیادہ حقدار کون ہے۔	۵۰۱
فاسق کو امامت سے معزول کرنا واجب ہے۔	۴۷۹	میلاد میں شریک نہ ہونے والے یا قیام کو برا کہنے والے کی امامت کا حکم۔	۵۰۲
فسق کی ایک صورت۔	۴۸۱	مقررہ امام کی اجازت کے بغیر دوسرا امامت نہیں کر سکتا۔	۵۰۳
جس کی عورت بے پردہ باہر نکلتی ہو یا سود کھاتا یا مردہ نہلانے کا پیشہ کرتا ہو ان کی امامت کیسی ہے۔	۴۸۳	امردوں سے ناجائز تعلق رکھنے والے کی امامت ناجائز ہے۔	۵۰۳
مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی کو حق پر جاننے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔	۴۸۶	صحت صلاۃ کے لئے تجوید کی مقدار، حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے صحیح ہونے کی شرائط۔	۵۰۴
فوٹو گرافر، بواسیر والے کے پیچھے نماز پڑھنے کا حکم۔	۴۸۷	سنت مؤکدہ چھوڑنے والے کی امامت مکروہ ہے۔	۵۰۹
تجوید نہ جاننے والے کے پیچھے تجوید جاننے والے کی نماز ہوگی یا نہیں۔	۴۸۹	دیّوث کی امامت مکروہ ہے۔	۵۱۰
مقدمہ لڑنے والوں کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔	۴۹۰	کلوخ سے استنجا کرنے والے کی امامت کا حکم۔	۵۱۰
ایک مصلے پر میاں بی بی نماز پڑھیں اور شوہر امام ہوالخ۔	۴۹۲	حنفی اگر حنبلی ہو جائے تو اس کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔	۵۱۰
سود خور یا جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہوالخ	۴۹۴	شرعی فتووں کی توہین کرنے والے کی امامت ناجائز ہے۔	۵۱۱
		فعل حرام میں سعی کرنے والا فاسق ہے۔	۵۱۱

امامت میں وراثت نہیں چلتی، حق امامت کس کو حاصل ہے، عالم کے مقابلے میں جاہل کو امام بنانا ناجائز ہے۔ جمعہ، عیدین، کسوف وغیرہ میں امام کون ہوسکتا ہے۔ "**صلوا خلف کل بر وفاجر**" سے کیا مراد ہے۔	۵۱۳	بلاوجہ شرعی مسلمانوں کو گالی دینا سخت حرام ہے۔	۵۳۸
اندھے کی امامت کا حکم۔	۵۲۰	اگر کہیں ولدالحرام امام کی وجہ سے جماعت میں کمی ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے۔	۵۳۹
سود کے تمسکات لکھوانے والا فاسق ہے۔	۵۲۱	علم غیب، فاتحہ وغیرہ کے منکر کی امامت کا حکم۔	۵۴۱
آیت میں تقدیم وتاخیر سہواً ہونے پر حرج نہیں،	۵۲۲	غنی امام صدقہ فطر لے یا قرآن مجید غلط پڑھے یا فاسق معلن ہو اس کی امامت مکروہ ہے، مقتدیوں کے گناہ کے سبب ترک جماعت جائز نہیں، امام ہونے کی شرائط۔	۵۴۲
بے نمازی اور روافض سے میل جول رکھنے والا فاسق ہے۔	۵۲۳	ڈاڑھی ترشوانا، نماز قضا کرنا فسق ہے۔	۵۴۴
زانی فاسق ہوتا ہے اور اس کی امامت مکروہ۔	۵۲۳	خوبصورت امرد کی امامت خلاف اولٰی ہے۔	۵۴۵
بلاعذر جماعت چھوڑنے والا فاسق ہے۔	۵۲۴	شرعی امام کے پیچھے براہ نفسانیت نماز نہ پڑھنا گناہ ہے۔	۵۴۵
ذابح البقر کی امامت جائز ہے۔	۵۲۵	سودی دستاویز لکھانے والا فاسق ہے۔	۵۴۶
حیات النبی کے منکر کی امامت مکروہ ہے۔	۵۲۵	ملازمان گورنمنٹ، مثلاً تھانیدار وغیرہ اور ملازمان چونگی کی امامت کا حکم۔	۵۴۶
دیوث کی امامت مکروہ ہے۔	۵۲۶	امام اور جماعت کے مابین فاصلہ کی مقدار۔	۵۴۷
مسلمانوں سے بلاوجہ شرعی بغض وکینہ رکھنے والا فاسق ہے۔	۵۲۶	عاق اور جس سے چار جمعہ چھوٹ گئے ہوں اس کی امامت کا حکم۔	۵۴۷
جو رافضیوں میں رافضی اور سنیوں میں سنی بنے وہ منافق ہے اس پر دلائل۔	۵۲۷	ولدالزنا کے لڑکے کی امامت کا حکم۔	۵۴۷
بالغین کا امام نابالغ نہیں ہوسکتا۔	۵۳۵	بلاضرورت شرعیہ سودی قرض لینے والا فاسق ہے۔	۵۴۸
سنی غیر فاسق کو امام بنانا چاہئے۔	۵۳۵	میلاد شریف یا ختم تراویح کی شیرینی تقسیم کرنے کو بدعت کہے اس کی امامت کیسی ہے۔	۵۴۸
جذامی کی امامت کا حکم۔	۵۳۶	رشوت لینے والے، جھوٹے مقدمے کرنے والے فاسق ہیں۔	۵۵۱
رافضیوں میں بیاہ شادی کرنے والے کی امامت کا حکم۔	۵۳۶	جو اپنے جرائم سے توبہ کرلے اس کی امامت جائز ہے۔ اب اس پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔	۵۵۲

اتہام اور بدگمانی ناجائز ہے۔	۵۵۳	جس کے ہاتھ میں تشنج ہو وہ امام ہوسکتا ہے یا نہیں۔	۵۷۵
لنگڑے کی امامت کیسی ہے۔	۵۵۴	ایک عالم شریف ہے سید نہیں ہے یا صرف عالم وہ جاہل یا کم نجیب الطرفین سیّد کی موجودگی میں امام ہوسکتا ہے یا نہیں۔	۵۷۶
نماز اگر ایک جہت سے فاسد ہو تو وہ فاسد ہی ہوگی اگرچہ دوسری جہتوں سے صحیح ہو۔	۵۵۵	ایک امام کا مقلد دوسرے امام کے مقلد کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔	۵۷۷
فسق کی ایک صورت۔	۵۵۷	حنفی کی خاطر شافعی امام رفع یدین وغیرہ چھوڑے یا نہیں۔	۵۷۷
حنفی شافعیوں کی جماعت میں شریک ہو یا نہیں۔	۵۵۸	مردہ نہلانے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔	۵۷۸
جس لڑکے سے اس کے والدین نے کہہ دیا ہو کہ میرے جنازہ پر نہ آنا۔	۵۵۸	وہابیہ کی امامت ناجائز ہے۔	۵۷۹
امام کسی سے دنیوی کدورت رکھتا ہو اس کے پیچھے نماز صحیح ہے۔	۵۵۹	جس کی آنکھ میں پھلی ہو وہ امام ہوسکتا ہے یا نہیں۔	۵۸۱
لوطی فاسق ہے۔	۵۵۹	خدائے تعالٰی کو مجسم ماننے والے کی اقتدا حرام ہے۔	۵۸۲
معذور کی امامت کا حکم۔	۵۶۲	بلاوجہ شرعی امام کو معزول کرنا حرام ہے۔	۵۸۲
مسجد پر وقف شدہ جائے نمازوں پر نماز پڑھنے کا حکم۔	۵۷۲	دیّوث کی امامت مکروہ ہے۔	۵۸۳
دیوبندیوں کے پیچھے نماز باطل ہے۔	۵۷۳	سود خور اور سود دینے والے دونوں کی امامت مکروہ ہے۔	۵۸۵
صدقہ، فطر، مال زکوۃ، قبرستان میں غلہ کوڑی وغیرہ لینا جس کا پیشہ ہو اس کی امامت کیسی ہے۔	۵۷۴	میلاد شریف کو بدعت کہنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔	۵۸۶
عقائد دریافت کرنے پر جو نہ بتائے یا مقررہ وقت کا پابند نہ ہو یا جس کی امامت سے کچھ لوگ ناراض ہوں یا جس کا دہنا ہاتھ بیکار ہو ایسے کی امامت کیسی ہے۔	۵۷۴	نصارٰی کی تابعداری کرنے والے، مسلمانوں میں نفاق ڈالنے والے، چوری کرنے والے اور غیر مقلدین ان کی امامت کیسی ہے۔	۵۸۷

رنڈی زادہ کی امامت کیسی ہے۔	۵۸۸	فاسق وفاجر کی تعریف اور حکم۔	۶۰۱
کارندوں کی امامت کیسی ہے۔	۵۸۸	یتیموں کو ستانا، غیبت کرنا، جھوٹی قسم کھانا فسق ہیں۔	۶۰۲
دیوبندی مدرسوں میں پڑھنے والوں کی امامت کا حکم۔	۵۸۹	زانی اور شرابی کی امامت مکروہ ہے۔	۶۰۲
بدمذہبوں کی برات وغیرہ میں شریک ہونے کا حکم۔	۵۹۰	داڑھی ترشوانے والا فاسق ہے۔	۶۰۳
چوڑی پہنانے یا طبابت کا پیشہ کرتا ہو اس کی امامت کا حکم۔	۵۹۱	نماز فجر جس کی قضا ہوگئی ہو وہ ظہر وغیرہ کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں۔ بہرے کی امامت کیسی ہے۔	۶۰۳
حرمین طیبین کے علما کو بدعتی کہنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔	۵۹۳	گالی گلوچ کرنے والے کی امامت مکروہ ہے۔	۶۰۳
جو سورتیں پختہ یاد ہوں امام انہیں کو پڑھے، شطرنج کھیلنا فسق ہے۔	۵۹۴	قصاب کی امامت کا حکم۔	۶۰۴
بے ضرورت سوال حرام ہے۔ جنازہ کی نماز پڑھانا امام پر لازم نہیں۔	۵۹۵	زانی توبہ کرلے تو اس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر لوگ اس کی توبہ پر اعتبار نہ کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔	۶۰۴
نماز پڑھنے کے لئے امام کے متعلق تحقیق کرنا ضروری نہیں، وہابی کے پیچھے نماز باطل ہے۔	۵۹۶	شریر بدزبان عورت ہو تو شوہر پر اسے طلاق دینا واجب نہیں۔	۶۰۴
عاق کی تعریف اور حکم۔	۵۹۶	دیوث کی امامت مکروہ ہے، جو پیر فعل حرام کا مرتکب ہو اس سے بیعت کرنا میلاد پڑھوانا ناجائز ہے۔	۶۰۵
مزامیر حرام ہیں ان کا سننا فسق۔	۵۹۶	افیونی اور روزہ چھوڑنے والے فاسق ہیں۔	۶۰۶
وہابیہ کی برائی بیان کرنا فرض ہے یونہی فاجر وغیرہ کی۔	۵۹۷	مزامیر حرام ہیں۔	۶۰۸
بلاوجہ شرعی مسلمانوں سے عداوت رکھنا فسق ہے۔	۵۹۸	عورت کے افعال قبیحہ سے شوہر راضی نہ ہو اور باز رکھنے کی کوشش بھی کرتا ہو اور عورت باز نہ آتی ہو تو شوہر پر نہ کوئی الزام نہ اس کی امامت میں حرج۔	۶۰۹
جہاں کہیں فاسق کے علاوہ کوئی دوسرا نماز پڑھانے والا نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں۔	۶۰۰	سینہ تک بال رکھنا مرد کو حرام ہے۔	۶۱۰
ماہی گیر کی امامت کا حکم۔	۶۰۰	امام کے ساتھ ایک مقتدی ہو اور دوسرا آئے تو امام آگے بڑھے یا مقتدی پیچھے ہٹے۔	۶۱۱

امرد کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔	۶۱۱	تفضیلیہ مبتدع وبدمذہب ہیں۔	۶۲۲
فسق کی ایک صورت۔	۶۱۳	دکاندار امام ہوسکتا ہے یا نہیں۔	۶۲۳
شبہ سے چوری ثابت نہیں ہوتی۔	۶۱۳	جو تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگنے کا پیشہ کرے اس کی امامت مکروہ ہے۔	۶۲۳
طلاق دے کر بی بی رکھ لے اور اس سے لڑکا پیدا ہوا اس لڑکے کی امامت جائز ہے یا نہیں۔	۶۱۳	چودہ برس کا لڑکا اپنے کو بالغ ظاہر کرے اسے بالغ مانا جائے گا۔	۶۲۵
امام معزول کرنے کی ایک صورت۔	۶۱۴	بدمذہبوں کے ساتھ کھانا، میل جول رکھنا فسق ہے۔	۶۲۵
استاد کا قصور کرنے والے شاگرد کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔	۶۱۴	کن کن لوگوں کی امامت جائز ہے اور کن کی ناجائز۔	۶۲۵
بلاوجہ امام کو معزول کرنا جائز نہیں	۶۱۵	امام کا وسط مسجد میں کھڑا ہونا سنت ہے۔	۶۲۶
بہرے کی امامت جائز نہیں	۶۱۶	غلط مسئلہ بتانے والے قابل امامت نہیں۔	۶۲۷
سفر میں امام کے عقائد دریافت کی ضرورت ہے یا نہیں	۶۱۷	داڑھی منڈانے والوں کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔	۶۲۷
غیر مقلدین کے پیچھے نماز باطل ہے۔ جماعت میں غیر مقلد شریک ہو تو نماز ناقص ہوگی۔	۶۱۷	امامت پر تنخواہ لینی جائز ہے، قرآن خوانی اجرت حرام ہے۔	۶۲۷
جو مدارس اہلسنت کے خلاف ہیں ان کے طلبہ کو امام بنانا جائز نہیں۔	۶۱۹	تارک جماعت کی امامت مکروہ ہے۔	۶۲۷
جو شرائط امامت کا جامع ہو اسے امام بنایا جائے اگرچہ وہ اپنے کو نااہل کہے۔	۶۱۹	معذور کی امامت کا حکم۔	۶۲۸
کہنیاں کھلی رہیں تو نماز مکروہ ہوتی ہے۔	۶۱۹	امام کے لئے مصلے ہو اور مقتدی کے لئے نہ ہو تو نماز میں حرج نہیں۔	۶۲۹
وہابیہ کے پیچھے نماز جائز نہیں خواہ نفلی نماز ہو۔	۶۲۰	غیر مقلدوں کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسے یہودی کے پیچھے۔	۶۳۰
نماز جنازہ میں عورت امام اور مرد مقتدی ہوں تو فرض ادا ہوجائے گا۔	۶۲۰	مقررہ امام کی اجازت کے بغیر دوسرا نماز نہیں پڑھا سکتا۔	۶۳۰
نجومی، رمّال اور فالناموں کے بیچنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں۔	۶۲۲	مقتدی کے سر پر عمامہ ہو اور امام صرف ٹوپی پہنے ہو تو نماز میں حرج ہے یا نہیں۔	۶۳۱

وہابی کے پیچھے نماز ناجائز ہے اگرچہ استاد ہو بلکہ اسے استاد بنانا گناہ۔	۶۳۳	امامت کی اُجرت دلالۃً یا صراحۃً طے ہو گئی ہو تو اُجرت لینے اور امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔	۶۳۹
زانی فاسق ہیں انہیں امام بنانا مکروہ۔	۶۳۳	نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔	۶۴۰
تعظیم وتوہین کا مدار عرف ہے۔	۶۳۴	امامت کی تنخواہ لینی جائز ہے مگر بچنا بہتر۔	۶۴۰
جسے صرف جمعہ کا امام بنایا گیا ہو وہ صرف جمعہ پڑھانے کا پابند ہے دوسری نمازوں کا نہیں۔	۶۳۵	سلام کے بعد امام دعا میں تاخیر کرے تو مقتدی پر ضروری نہیں کہ بیٹھا رہے ضرورت ہو تو چلا جائے، سلام کے بعد امام کی ولایت ختم ہو جاتی ہے۔	۶۴۱
نماز کوئی خانگی معاملہ نہیں جسے چاہا امام بنالیا۔	۶۳۵	فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، مباح کے احکام۔	۶۴۱
نابینا کی امامت جائز ہے۔	۶۳۷	سورت سوچنے میں اتنی دیر ہو جائے کہ تین بار سبحٰن اللہ کہہ لیا جائے تو سجدہ واجب ہے۔	۶۴۲
سنی وہابی علما کو یکساں جاننے والا کافر ہے۔	۶۳۸	صرف پائجامہ پہن کر نماز پڑھنے سے نماز مکروہ ہوتی ہے۔	۶۴۲
کثرت احتلام یا کسی دوسرے امراض کے سبب بجائے غسل کے تیمّم کرے تو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں۔	۶۳۸	رسالہ النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید (غیر مقلدین کے پیچھے نماز ناجائز ہونے کے بیان میں)	۶۴۷

فہرست ضمنی مسائل

اماکن الصلوٰۃ		امامت کی اُجرت دلالۃً یا صراحۃً ہو گئی ہو تو اجرت لینے اور امامت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔	۶۳۹
بلند جگہ پر امام کھڑا ہو تو نماز باطل ہو گی یا مکروہ۔	۱۳۱	امامت کی تنخواہ لینی جائز ہے مگر بچنا بہتر۔	۶۴۰
قطع صف حرام ہے۔	۱۳۱	**حظر واباحت**	
فرض، واجب اور فجر کی سنتیں چلتی ریل میں نہیں ہو سکتیں اور اگر وقت نکل رہا ہو تو پڑھ لے پھر اعادہ کرے۔	۱۳۶	صلوٰۃ ترضی وغیرہ کو رمز میں لکھنا جائز نہیں۔	۲۲۱
مجبوری کے سبب جو نمازیں بیٹھ کر پڑھی گئی ہوں ان کا اعادہ نہیں۔	۱۴۱	جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے وہ فاسق ہے۔	۲۲۳
حدود		نماز کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت۔	۲۲۴
شبہ سے چوری ثابت نہیں ہوتی۔	۶۱۳	بلند آواز سے درود شریف پڑھنا جائز ہے اور اخفا افضل۔	۲۳۳
وقف		نماز کے بعد دعا میں تاخیر کیسی؟	۲۳۳
مسجد پر وقف شدہ جائے نمازوں پر نماز پڑھنے کا حکم۔	۵۷۲	سورتوں کو معکوس پڑھنا ناجائز ہے۔	۲۷۰
اجارہ		نماز میں کھانسنے اور کھکارنے کا حکم۔	۲۷۴
امامت پر تنخواہ لینی جائز ہے۔ قرآنی خوانی کی اُجرت حرام ہے۔	۶۲۷	منہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ ہو گی۔	۳۳۲

بلاوجہ شرعی مسلمانوں کو گالی دینا سخت حرام ہے	۵۳۸	فاسق وفاجر کی تعریف اور حکم۔	۶۰۱
اتہام اور بدگمانی ناجائز ہے۔	۵۵۳	فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، مباح کے احکام۔	۶۴۱
مزامیر حرام ہیں ان کا سننا فسق۔	۵۹۶	**رسم المفتی**	
دیّوث کی امامت مکروہ ہے، جو پیر فعل حرام کا مرتکب ہو اس سے بیعت کرنا میلاد پڑھوانا ناجائز ہے۔	۶۰۵	ایک شخص مثلاً یہ کہے جو اپنی بی بی سے قربت کرے الخ	۳۹۲
افیونی اور روزہ چھوڑنے والے فاسق ہیں۔	۶۰۶	غلط مسئلہ بتانے والے قابل امامت نہیں۔	۶۲۷
مزامیر حرام ہیں۔	۶۰۸	**عقائد وکلام**	
سینہ تک بال رکھنا مرد کو حرام ہے۔	۶۱۰	حضور کے نام اقدس پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔	۲۲۱
نماز کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے۔	۶۴۰	تجوید سے انکار کفر ہے۔	۳۲۲
مداینات		ان بلاد میں آمین بالجہر ورفع یدین کرنے والے عموماً غیر مقلد ہیں۔	۳۷۹
بلاضرورت شرعیہ سودی قرض لینے والا فاسق ہے۔	۵۴۸	احناف کو ذریۃ الشیطان وغیرہ کہنے والے کی امامت کا حکم۔	۳۹۸
نفقات		جو رافضیوں میں رافضی اور سنیوں میں سنی بنے وہ منافق ہے اس پر دلائل۔	۵۲۸
عورت کا نان ونفقہ شوہر کے ذمہ ہے باپ پر نہیں۔	۵۸۴	دیوبندیوں کے پیچھے نماز باطل ہے۔	۵۷۳
فوائد فقہیہ		وہابیہ کی امامت ناجائز ہے۔	۵۷۹
تمام بلاد کے لئے جہت قبلہ کا ایک خاص تخمینہ ممکن نہیں۔	۵۵	خدا تعالٰی کو مجسم ماننے والے کی اقتدا حرام ہے۔	۵۸۲
قومہ وجلسہ کے اذکار طویلہ نوافل پر محمول ہیں فرائض میں مسنون نہیں۔	۱۷۰	بدمذہبوں کے ساتھ کھانا، میل جول رکھنا فسق ہے۔	۶۲۵
۲۰رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے، ایک رکعت نماز وتر خواہ نفل باطل محض ہے۔	۱۸۵	سنی وہابی علما کو یکساں جاننے والا کافر ہے۔	۶۳۸
صحت صلوٰۃ کے لئے فہم معنی ضروری نہیں۔	۲۰۵	غیر مقلدین کے چند عقائد کا بیان۔	۶۵۶

خوارج بدترین مخلوق ہیں۔	۶۵۶	تقلید کو شرک وکفر کہنے سے غیر مقلدین کے نزدیک اکابر کا کافر ومشرک ہونا لازم آتا ہے۔	۷۰۷
اہل عرب ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے۔	۶۶۴	منکرین تقلید نے امت مرحومہ کے دس حصوں میں سے نو کو علی الاعلان کافر ومشرک ٹھہرایا۔	۷۰۹
غیر مقلدین کے پیچھے نماز نہ ہونے کے دلائل۔	۶۷۰	**تجوید**	
غیر مقلدین بدترین اہل بدعت سے ہیں۔	۶۷۰	ضاد کو ظا یا دُواد پڑھنا غلط ہے، ضاد کے مخرج کا بیان۔	۲۷۲
غیر مقلدین فاسق معلن ہیں۔	۶۸۰	حرف ض اور ظ مشتبہ الصوت ہیں۔	۲۷۵
غیر مقلدین صریح متعصبین ہیں جن کا اصل مقصود تکفیر مسلمین ہے۔	۷۰۳	ترتیل کی تین حدیں ہیں۔	۲۷۵
جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے وہ خود کافر ہے۔	۷۰۹	صفات لازمہ وغیر لازمہ میں فرق۔	۲۹۹
جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گا۔	۷۰۹	ض، ظ، ذ، ز حروف متبائنہ متغائرہ ہیں دوران تلاوت قصداً ایک کی جگہ دوسرا پڑھنا گناہ عظیم اور حرام قطعی ہے۔	۳۰۵
اہلسنت کو چاہئے کہ ان سے پرہیز رکھیں ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں ان کو شریک نہ کریں۔	۷۱۸	قاری سے بے قصد تبدیل اگر ض مشابہ د بلکہ عین د ہو تو اس پر مطلقاً فساد نماز کا حکم غلط وفاسد ہے۔	۳۰۶
اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے۔	۷۱۹	ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز نہ جائے گی اور ذالین بہ ذال معجمہ پڑھے تو جاتی رہے گی۔	۳۰۷
بدمذہبوں سے محبت زہرِ قاتل ہے۔	۷۲۰	جو بالقصد مغضوب کی جگہ مغطوب ومغزوب پڑھے اس کی نماز فاسد ہوگی۔	۳۰۸
مسئلہ تقلید		مخرج ضاد کا بیان	۳۲۰
جو پایہ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف وولایت کے رتبہ عظمٰی تک پہنچا اس پر تقلیدِ امام معین واجب ہے۔	۷۰۴	حروف مجہورہ ومہموسہ کا بیان	۳۲۰
فرقہ ناجیہ اہلسنت ان چار مذاہب (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) میں منحصر ہوگیا۔	۷۰۵	ض کو ظ کے مشابہ پڑھنے کا حکم	۳۲۰
ترک تقلید شخصی گناہ کبیرہ ہے۔	۷۰۷	تبدیل حروف یعنی ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے سے نماز فاسد ہوتی ہے تبدیل کی تین صورتیں	۳۳۹

تجوید سے متعلق چنداحکام	۴۲۲	**فوائد اصولیہ**	
رَدِ بدمذہباں		ترک مستحب مستلزم کراہت تنزیہ بھی نہیں۔	٦۴
غیر مقلدین کے پیچھے نماز باطل ہے جماعت میں غیر مقلد شریک ہو تو نماز ناقص ہوگی۔	٦١٧	تعظیم وتوہین کامدار عرف ہے۔	٦٣۴
جومدارس اہلسنت کے خلاف ہیں ان کے طلبہ کوامام بنانا جائز نہیں۔	٦١٩	**ریاضی**	
تفضیلیہ مبتدع بدمذہب ہیں۔	٦٢٢	سمت قبلہ میں علم ہیأت واصطرلاب وغیرہ آلات وقیاسات کااعتبار نہیں۔	٦۵
فضائل		ہندوستان کاعرض شمالی ٨درجے سے ٣۵درجے اور طول مشرقی ٦٦ سے ٩٢تک ہے۔	٧۵
درود شریف پڑھنے کی فضیلت اور افضل درود کا بیان۔	١٨٣	**متفرقات**	
عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کی فضیلت میں احادیث کریمہ	٢٠٣	الصاق کعبین کی تحقیق	١٦٧
عمامہ کی فضیلت میں ٢٠احادیث کریمہ	٢٠٨	استعمالی وغیر استعمالی جوتوں کاحکم۔	٢٠٨

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

باب شروط الصّلوٰۃ

(نماز کی شرطوں کا بیان)

مسئلہ ۳۸۹ : از کلکتہ دھرم تتلہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ ۵/رجب ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تہبند اگر ایسے باریک کپڑے کا ہے کہ اس میں سے بدن کی سرخی یا سیاہی نمایاں ہے تو اُس تہبند سے نماز ہو جائے گی یا نہیں؟

الجواب:

فی الدرالمختار ساتر لا یصف ما تحته[1] فی ردالمحتار بان لایری منه لون البشرة[2]۔	درمختار میں ہے چھپانے والی چیز وہ ہے جو اپنے اندر کی چیز کو ظاہر نہ کرے۔ ردالمحتار میں ہے بایں طور پر کہ اس سے جسم کا رنگ دکھائی نہ دے۔ (ت)

یہاں سے معلوم ہُوا کہ عورتوں کا وہ دُوپٹّہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے مفسدِ نماز ہے۔ (واللہ تعالٰی اعلم)

مسئلہ ۳۹۰ : مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب ۲۳ محرم ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرد کے بدن میں کَے عضوِ عورت ہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اللھم ھدایة الحق والصواب۔

یہ تو معلوم ہے کہ مرد کے لئے ناف سے زانو تک عورت ہے۔

---

[1] درمختار باب شروط الصّلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲

[2] ردالمحتار باب شروط الصّلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۲

ناف خارج گھٹنے داخل مگر جدا جدا اعضاء بیان کرنے میں یہ نفع ہے کہ ان میں ہر عضو کی چوتھائی پر احکام جاری ہیں،

مثلاً: ۱۔ اگر ایک عضو کی چہارم کھل گئی اگرچہ اس کے بلا قصد ہی کھلی ہو اور اس نے ایسی حالت میں رکوع یا سجود یا کوئی رکن کامل ادا کیا تو نماز بالاتفاق جاتی رہی۔

۲۔ اگر صورت مذکورہ میں پورا رکن تو ادا نہ کیا مگر اتنی دیر گزر گئی جس میں تین بار سُبحان اللہ کہہ لیتا تو بھی مذہب مختار پر جاتی رہی۔

۳۔ اگر نمازی نے بالقصد ایک عضو کی چہارم بلا ضرورت کھولی تو فورًا نماز جاتی رہی اگرچہ معًا چھپالے، یہاں ادائے رکن یا اُس قدر دیر کی کچھ شرط نہیں۔

۴۔ اگر تکبیر تحریمہ اُسی حالت میں کہی کہ ایک عضو کی چہارم کھلی ہے تو نماز سرے سے منعقد ہی نہ ہوگی اگرچہ تین تسبیحوں کی دیر تک مکشوف نہ رہے۔

۵۔ ان سب صورتوں میں اگر ایک عضو کی چہارم سے کم ظاہر ہے تو نماز صحیح ہو جائے گی اگرچہ نیّت سے سلام تک انکشاف رہے اگرچہ بعض صورتوں میں گناہ و سوئے ادب بیشک ہے۔

۶۔ اگر ایک عضو دو۲ جگہ سے کھلا ہو مگر جمع کرنے سے اس عضو کی چوتھائی نہیں ہوتی تو نماز ہو جائے گی اور چوتھائی ہو جائے تو بتفاصیل مذکورہ نہ ہوگی۔

۷۔ متعدد عضووں مثلاً دو۲ میں سے اگر کچھ کچھ حصّہ کھلا ہے تو سب جسم مکشوف ملانے سے ان دونوں میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اس کی چوتھائی تک نہ پہنچے تو نماز صحیح ہے ورنہ بتفصیلِ سابق باطل مثلاً ران و زیرِ ناف سے کچھ کچھ کپڑا الگ ہے تو دونوں کی قدر منکشف اگر زیرِ ناف کی چہارم کو پہنچے نماز نہ ہوگی اگرچہ مجموعہ ران کی چوتھائی کو بھی نہ پہنچے کہ ان دونوں میں زیرِ ناف چھوٹا عضو ہے اور سرین اور زیرِ ناف میں انکشاف ہے تو مجموعہ سرین کے ربع تک پہنچنا چاہیے اگرچہ زیرِ ناف کی چوتھائی نہ ہو کہ ان میں سرین عضو اصغر ہے اسی طرح تین یا چار یا زیادہ اعضا میں انکشاف ہو تو بھی اُن میں سب سے چھوٹے عضو کی چہارم تک پہنچنا کافی ہے اگرچہ اکبر یا اوسط یا خفیف حصّہ ہو۔

هذا الصحيح الذی نص عليه محمد فی الزيادات فلا عليك من بحث التبيين وان تبعه الفتح والبحر واختاره البرهان الحلبی فی الصغير و تمام الكلام بتوفيق الملك العلام فی	یہ وہ صحیح ہے جس پر امام محمد نے زیادات میں تصریح کی ہے، تجھے تبیین کی بحث کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہی نہیں اگرچہ فتح القدیر اور البحر الرائق نے اس کی اتباع کی، اور برہان حلبی نے اسے صغیر میں مختار قرار دیا، اللہ تعالٰی مالک وعلام کی توفیق سے اس کی پوری

رسالتنا الطرۃ فی ستر العورۃ التی الفتھا بعد ورود ھذا السؤال لازاحۃ مافی المسائل من وجوہ الاشکال والحمدللہ المھیمن المتعال۔	تفصیل ہمارے رسالے الطرۃ فی ستر العورۃ میں مذکور ہے جسے میں نے اس سوال کے جواب میں اس کے متعلقہ مسائل میں وارد ہونے والے اشکالات کو زائل کرنے کے لئے لکھا ہے اور تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جو محافظ و بلند ہے۔ (ت)

یہ سب مسائل درمختار وردالمحتار وغیرہما اسفار سے مستفاد۔

وھذا نصھما ملتقطاومختلطا و یمنع کشف ربع عضو قدراداء رکن (بسنتہ منیۃ قال شارحھاو ذالک قدر ثلث تسبیحات واعتبر محمد اداء الرکن حقیقۃ والاول المختار للاحتیاط شرح المنیۃ واقل من قدر رکن فلایفسد اتفاقا لان الانکشاف الکثیرفی الزمان القلیل عفو کالانکشاف القلیل فی زمان الکثیر ، وھذا فی الانکشاف الحادث فی الصلاۃ اما المقارن لابتداء ھا فیمنع انعقاد ھا مطلقا اتفاقا بعد ان یکون المکشوف ربع العضو) بلا صنعہ (فلوبہ فسدت فی الحال عندھم قنیۃ قال ح ای وان کان اقل من اداء رکن الالحاجۃ کرفع نعلہ لخوف الضیاع مالم یؤد رکنا کما فی الخلاصۃ) او تجمع بالاجزاء	ان دونوں کتابوں کے چیدہ چیدہ مخلوط طور پر الفاظ یہ ہیں: اداء رکن کی مقدار چوتھائی عضو کا ننگا رہنا نماز سے مانع ہے (یعنی اداءِ رکن جو سنّت کے مطابق ہو، منیہ۔ اس کے شارح نے کہا کہ یہ تین تسبیحات کی مقدار ہے۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی نے حقیقۃً رکن کی ادائیگی کا اعتبار کیا ہے احتیاط کے پیشِ نظر پہلا قول مختار ہے شرح المنیہ اور جب ربع عضو کا اداء رکن کی ادائیگی سے کم کھلا رہے تو بالا تفاق نماز فاسد نہیں ہوگی، کیونکہ قلیل وقت میں انکشاف کثیر معاف ہے، یہ اس انکشاف کا معاملہ ہے جو دورانِ نماز عارض ہو، اگر وہ انکشاف ابتداءِ نماز سے عارض ہو اور کھلنے والی جگہ عضو کی چوتھائی ہو تو ایسا انکشاف بالاتفاق مطلقًا انعقادِ نماز سے مانع ہے یہ اس وقت ہے جبکہ یہ کشف عورت قصد مصلی کے بغیر ہو (پس اگر ایسا کشف عورت قصد مصلی کے باعث ہو تو فقہاء کے ہاں نماز فی الفور فاسد ہو جائے گی قنیہ، حلبی نے کہا یعنی اگرچہ وہ اداء رکن کی ادائیگی سے کم میں ہو، مگر یہ کہ وہ فعل مصلی کسی ضرورت کی بنا پر ہو جیسے مصلّی کا اپنے

(وھی النصف والربع والثلث) لو فی عضو واحد والا فبالقدر (ای المساحۃ) فان بلغ (المجموع بالمساحۃ) ربع ادناھا (ای ادنی الاعضاء المنکشف بعضھا) منع (کما لو انکشف نصف ثمن الفخذ و نصف ثمن الاذن من المرأۃ فان مجموعھما بالمساحۃ اکثر من ربع الاذن التی ھی ادنی العضوین المنکشفین[1])	جوتوں کو ضائع ہونے کے خوف سے اُٹھالینا جتنے وقت میں وہ رکن نماز ادا نہ کرسکے۔ خلاصہ میں ایسے ہے۔) اور مکشوف اجزاء کو جمع کیا جائے گا (اور وہ اجزاء مثلاً نصف، چوتھائی اور تہائی ہیں) اگر ایک عضو میں کئی کشف ہوں ورنہ مقدار یعنی پیمائش کے ساتھ اندازہ کیا جائے گا پھر اگر (وہ پیمائش کے ساتھ مجموعہ) ادنی عضو کے ربع کو پہنچ جائے (یعنی وہ اعضاء جو جزوی طور پر مکشوف ہیں ان میں کہ ادنی عضو کے ربع کو پہنچ جائے) تو ایسا کشف نماز سے مانع ہے، (مثلاً عورت کی ران کے آٹھویں حصّے کا نصف اور کان کے آٹھویں حصے کا نصف اگر کھل جائے تو پیمائش کے اعتبار سے ان دونوں کا مجموعہ ان دونوں کھلنے والے اعضاء میں سے چھوٹے عضو کان کے چوتھائی سے زیادہ بنتا ہے) (ت)

میں نے ان مسائل میں ہر جگہ اقوی ارجح و احوط قول کو اختیار کیا کہ عمل کے لئے بس ہے اماذکر الخلاف و بسط التعلیل فداع الی تفصیل یفضی الی الطویل (ذکر اختلاف اور ان کے دلائل کی تفصیل کے لئے طویل بحث درکار ہے۔ ت) بالجملہ ان احکام سے معلوم ہوگیا کہ صرف اجمالاً اس قدر سمجھ لینا کہ یہاں سے یہاں تک ستر عورت ہے ہر گز کافی نہیں بلکہ اعضاء کو جدا جدا پہچاننا ضروری ہے اور وہ علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی محشیانِ در مختار رحمۃ اللہ علیہم نے مرد میں آٹھ گنے: (۱) ذکر مع اپنے سب پرزوں یعنی حشفہ و قصبہ و قلفہ کے ایک عضو ہے یہاں تک کہ مثلاً صرف قصبہ کی

---

[1] درمختار باب شروط الصلوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۶، ردالمحتار باب شروط الصلوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۰

نوٹ: قوسین کے درمیان والی عبارت ردالمحتار کی ہے اور باہر والی درمختار کی۔ نذیر احمد سعیدی

چوتھائی یا فقط حشفہ کا نص کھلنا مفسد نماز نہیں، اگر باوجود علم و قدرت ہو تو گناہ و بے ادبی ہے اور ذکر کے گرد سے کوئی پارہ جسم اس میں شامل نہ کیا جائے گا، یہی صحیح ہے یہاں تک کہ صرف ذکر کی چوتھائی کھلنی مفسد نماز ہے، **وسری ذالك وتمام التحقیق فی رسالتنا المذکورۃ** (اس پر تفصیلی گفتگو اور تحقیقی راز ہمارے مذکورہ رسالے میں ہیں۔ت)

(۲) انثیین یعنی بیضے کہ دونوں مل کر ایک عضو ہے یہی حق ہے یہاں تک کہ ان میں ایک کی چہارم بلکہ تہائی کھلنی بھی مفسد نہیں، **وقد زلت ھنا قدم العلامۃ البرجندی فی شرح النقایۃ کما نبھنا علیہ فی الطرۃ فلیتنبہ۔**

اس مقام پر شرح نقایہ میں علامہ برجندی کے قدم پھسل گئے جیسا کہ ہم نے "**الطرۃ فی ستر العورۃ**" میں اس پر تنبیہ کی ہے اس کا مطالعہ کیجئے۔ (ت)

پھر یہاں بھی صحیح یہی ہے کہ ان کے ساتھ ان کے حول سے کچھ ضم نہ کیا جائے گا، یہ دونوں تنہا عضو مستقل ہیں۔

(۳) دُبر یعنی پاخانہ کی جگہ، اُس سے بھی صرف اس کا حلقہ مراد یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد۔

(۴و۵) الیتین یعنی دونوں چُوتڑ، ہر چوتڑ مذہب صحیح میں جدا عورت ہے کہ ایک کی چوتھائی کھلنی باعث فساد ہے۔

(۶و۷) فخذین یعنی دونوں رانیں کہ ہر ران اپنی جڑ سے جسے عربی میں رکب ورفع و مغبن اور فارسی میں پیغولہ ران اور اردو میں چڈھا کہتے ہیں گھٹنے کے نیچے تک ایک عضو ہے، ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع اور اس کے ساتھ مل کر ایک عورت ہے، یہاں تک کہ اگر صرف گھٹنے پورے کُھلے ہوں تو صحیح مذہب پر نماز صحیح ہے کہ دونوں مل کر ایک ران کے ربع کو نہیں پہنچتے، ہاں خلافِ ادب و کراہت ہونا جدا بات ہے۔

(۸) کمر باندھنے کی جگہ ناف سے اور سیدھ میں آگے پیچھے دہنے بائیں چاروں طرف پیٹ کر کولھوں کا جو ٹکڑا باقی رہتا ہے وہ سب مل کر ایک عورت ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعضاء عورۃ الرجل ثمانیۃ الاول الذکر وماحولہ الثانی الانثیان و ماحولھما الثالث الدبر وما حولہ الرابع والخامس الالیتان السادس والسابع الفخذان مع الرکبتین الثامن مابین السرۃ الی العانۃ مع مایحاذی ذلك من الجنبین والظھر والبطن[1]	مرد کا ستر آٹھ اعضاء ہیں: (۱) عضو مخصوص اور ارد گرد (۲) خصیتین اور ان کا ارد گرد (۳) دُبر اور ارد گرد (۴و۵) دونوں سرین کا حصے (۶و۷) دونوں رانیں گھٹنوں سمیت (۸) ناف تا زیرِ ناف سمیت پشت پیٹ اور دونوں پہلوؤں کے اس حصہ کے جو اس کے مقابل و محاذی ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰۱

اقول: و باللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) یہاں دو۲ مقام تحقیق طلب ہیں:

مقام اوّل: آیا عورت ہشتم میں پیٹ کا وہی نرم حصہ جو ناف کے نیچے واقع ہے جسے ہندی میں پیڑو کہتے ہیں تینوں طرف یعنی کروٹوں اور پیٹھ سے اپنے محاذی بدن کے ساتھ صرف اسی قدر داخل ہے ذکر کے متصل وہ سخت بدن جو بال اُگنے کا مقام ہے جسے عربی میں عانہ کہتے ہیں اس میں شامل نہیں یہاں تک کہ صرف مقدار اول کی چوتھائی کھلنی مفسدِ نماز نہ ہو اگرچہ عانہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو چہارم سے کم رہے یا عانہ سمیت ناف سے نیچے جس قدر جسم رانوں اور ذکر اور چوتڑوں کے شروع تک باقی رہا سب مل کر ایک عورت ہے۔ یہاں تک کہ افسادِ نماز کے لئے اس مجموع کی چوتھائی درکار ہو اور مقدار اول کا ربع کفایت نہ کرے جتنی کتب فقہ اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں اُن میں کہیں اس تنقیح کی طرف توجہ خاص نہ پائی اور بنظرِ ظاہر کلماتِ علما مختلف سے نظر آتے ہیں مگر بعد غور و تعمق اظہر واشبہ امر ثانی ہے یعنی یہ سب بدن مل کر ایک ہی عورت ہے، تو یوں سمجھئے کہ چار اطراف بدن میں اس سے ملے ہوئے جو عضو ہیں مثلاً ران و سرین و ذکر، اُن کا آغاز تو معلوم ہی ہے ان سے اُوپر اُوپر ناف کے کنارہ زیریں اور سارے دور میں اس کنارے کی سیدھ تک جسم باقی رہا اس سب کا مجموعہ عضو واحد ہے اور اسی طرف علامہ حلبی و علامہ طحطاوی و علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی کا کلام مذکور ناظر کہ انہوں نے عانہ عضو جداگانہ نہ ٹھہرایا ورنہ تقدیر اوّل پر اس قدر ٹکڑا اس میں داخل نہ تھا اور اس کا ران و ذکر میں داخل نہ ہونا خود ظاہر، تو واجب تھا کہ اس پارہ جسم یعنی عانہ کو نواں۹ عضو شمار فرماتے، اس مقام کی تحقیق کامل بقدر قدرت فقیر غفر اللہ تعالٰی نے اپنے رسالہ مذکورہ الطرۃ فی ستر العورۃ میں ذکر کی یہاں ان شاء اللہ تعالٰی اسی قدر کافی کہ عانہ اور عانہ سے اوپر ناف تک سارا جسم جسمِ واحد ہے حقیقۃً وہ حسًا و حکمًا سب طرح متصل، تو اسے دو عضو مستقل ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ ہدایہ میں ہے:

عندنا هما (یعنی اللحیین و هما العظمان الذان علیهما منابة الاسنان) من الوجه لا تصالهما به من غیر فاصلة۔[1]	ہمارے نزدیک یہ دونوں (یعنی دونوں جبڑے، یہ وہ دونوں ہڈیاں ہیں جن پر دانت قائم ہیں) چہرہ ہی کا حصہ ہیں کیونکہ ان دونوں کا چہرے کے ساتھ اتصال بغیر فاصلہ کے ہے۔ (ت)

---

[1] الہدایہ کتاب الدیات فصل فی الشجاع مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۵۸۸/۴

ف: قوسین سے باہر کی عبارت ہدایہ کی ہے۔ نذیر احمد سعیدی

یہ تو بحمد اللہ دلیل فقہی ہے اور خاص جزئیہ کی تصریح وہ ہے کہ جواہر الاخلاطی میں فرمایا:

اذا انکشف مابین سرته و عورته ان کان ربعا فسدت صلوته لان ما بینهما عضو کامل ارید منه حول جمع البدن فاذا انکشف ربعه کان فاحشا[1] اھ	اگر نمازی کی ناف اور شرمگاہ کا درمیان کھل گیا (کشف ہوگیا) اگر وہ چوتھائی ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی کیونکہ ان دونوں کا درمیانی حصہ عضو کامل ہے اس سے مراد تمام بدن کا ارد گرد لیا ہے، پس جب اس کا چوتھائی کھل جائے تو یہ کشف فحش ہوگا اھ (ت)

دیکھو ناف کے نیچے سے ذکر کے آغاز تک سارے بدن کو ایک عضو ٹھہرایا، یہ نص جلی ہے اور باقی عبارات علماء محتمل، تو اسی پر اعتماد، اسی پر عمل، **مالم یظھر الاقوی فی المحل والعلم بالحق عند الملك الاجل** (جب تک اس بارے میں اس سے قوی دلیل ظاہر نہیں ہوگی، باقی قطعی علم اس ذات کے پاس ہے جو مالک و بزرگ ہے۔ت)

مقام دوم: فقیر غفراللہ لہ نے اس مسئلہ کے تحقیق کے لئے جامع صغیر ۱ امام محمد و قدوری ۲ امام ابوالحسن و ۳ وافی، امام حافظ الدین نسفی و ۴ کنزالدقائق و ۵ وقایۃ الروایہ امام تاج الشریعۃ و ۶ نقایہ امام صدر الشریعۃ و ۷ منیۃ المصلی و ۸ اصلاح ابن کمال باشا و ۹ ملتقی الابحر علامہ ابراہیم حلبی و ۱۰ اشباہ علامہ زین العابدین مصری و ۱۱ تنویر الابصار علامہ عبداللہ محمد بن عبداللہ غزی و ۱۲ نور الایضاح علامہ حسن شرنبلالی و ۱۳ ہدایہ امام علی بن ابی بکر برہان الدین فرغانی و ۱۴ کافی امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد سغدی و ۱۵ شرح وقایہ امام عبیداللہ بن مسعود محبوبی و ۱۶ تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی و ۱۷ فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق محمد بن الہمام و ۱۸ حلیہ امام محمد بن محمد بن امیر الحاج حلبی و ۱۹ ایضاح علامہ احمد بن سلیمٰن وزیر رومی و ۲۰ ذخیرۃ العقبٰی علامہ یوسف بن جنید چلپی و ۲۱ غنیہ علامہ برہان الدین حلبی و ۲۲ صغیری شرح منیۃ المصلی و ۲۳ شرح نقایہ علامہ عبدالعلی برجندی ہروی و ۲۴ جامع الرموز علامہ شمس الدین محمد قہستانی و ۲۵ بحر الرائق علامہ زین بن ابراہیم مصری و ۲۶ مراقی الفلاح علامہ ابوالاخلاص ابن عمار مصری و ۲۷ درمختار محقق محمد بن علی دمشقی و ۲۸ غمز العیون علامہ سیدی احمد حموی و ۲۹ مجمع الانہر علامہ شیخی زادہ قاضی رومی و ۳۰ حاشیہ مراقی للعلامۃ السید احمد المصری و ۳۱ حاشیہ درمختار للعلامۃ السید الطحطاوی و ۳۲ ردالمحتار علامہ محقق سیدی امین الدین محمد بن عابدین شامی و ۳۳ فتاوٰی خانیہ امام اجل ابوالمحاسن فخر الدین اوزجندی و ۳۴ خلاصہ امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری و ۳۵ جواہر الاخلاطی علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر محمد حسینی و ۳۶ خزانۃ المفتین و ۳۷ فتاوٰی خیریہ و ۳۸ عقود الدریہ و ۳۹ فتاوٰی رحمانیہ ہندیہ وغیرہا کتب فقہ متون

---

[1] جواہر الاخلاطی فصل فی الفرائض الخارجیۃ عن الصلٰوۃ قلمی نسخہ ص ۲۰

وشروح وفتاوی جس قدر فقیر کے پاس ہیں سب کی مراجعت کی سواد وحاشیہ طحطاوی وشامی کے اس تعداد ہشت میں حصر کا نشان کہیں نہ پایا، علماء کرام رحمہم اللہ تعالٰی بدایت ونہایت عورت کی حدیں بتاگئے اور بعض بعض اعضاء کو جُداجُدا بھی ذکر فرماگئے پھر کسی کتاب میں صرف دو تین عضو ذکر کئے، کسی میں چار پانچ، کسی میں کوئی، مگر استیعاب نہ فرمایا، نہ پورا شمار بتایا۔ ہاں اس قدر ضرور ہے کہ متفرق کتابوں سے سب کو جمع کیجئے تو بیان میں یہی آٹھ آئے ہیں، غالبًا اسی پر نظر فرماکر علّامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے آٹھ میں حصر فرمادیا اور سیدین فاضلین نے ان کا اتباع کیا خود عبارت علّامہ شامی قدس سرہ السامی دلیل ہے کہ یہ تعداد علّامہ حلبی کی استخراج کی ہوئی ہے یعنی اُن سے پہلے علماء نے ذکر نہ فرمائی، **حیث قال بعد تمام الکلام بتعداد اعضاء العورۃ فی الامۃ والحرۃ**[1] کذا حررہ ح اھ (کیونکہ انہوں نے لونڈی اور آزاد عورت کے اعضاء ستر کی تعداد پر گفتگو کی تکمیل کے بعد یہ کہا ہے اسی طرح اس تعداد کو علّامہ حلبی نے تحریر کیا ہے اھ۔ ت) مگر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کو اس شمار میں کلام ہے کہ وہ بدن جو دُبر واُنثیین کے درمیان ہے اس گنتی میں نہ آیا اُسے عورت ہشتم کے توابع سے قرار دے سکتے ہیں کہ بیچ میں دو مستقل عورتیں یعنی ذکر واُنثیین فاصل ہیں، ہدایہ میں فرمایا:

لاوجہ الی ان یکون (یعنی الساعد) بتعاللاصابع لان بینہما عضوا کاملا۔[2]	اس کی کوئی وجہ (دلیل) نہیں کہ (بازو) انگلیوں کے تابع ہو کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک عضو کامل ہے (ت)

امام نسفی نے کافی شرح وافی میں فرمایا:

اماالساعد فلا یتبعھا (یعنی الاصابع) لانہ غیر متصل بہا۔[3]	بازو ان (یعنی انگلیوں) کے تابع نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ ان کے ساتھ متصل نہیں ہے (ت)

نہ یہ صحیح کہ اسے دو۲ حصے کرکے دُبر واُنثیین میں شامل مانیے کہ مذہب صحیح پر تنہا اُنثیین عضو کامل ہیں یونہی صرف حلقہ دُبر عضوِ مستقل ہے کہ اُن کے گرد سے کوئی جسم ان کے ساتھ نہ ملایا جائے گا، ملتقی الابحر میں ہے:

کشف ربع عضوھوعورۃ یمنع کالذکر بمفردہ والانثیین وحدھماوحلقۃ الدبر بمفردھا[4]	ایسا عضو جو ستر گاہ میں داخل ہے اس کا چوتھائی کھُل جانا نماز سے مانع ہے مثلاً عضو مخصوص تنہا، تنہا خصیتین اور تنہا حلقہ دُبر۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳۰۱/۱

[2] الہدایہ کتاب الدیات فصل فی دیۃ اصابع الید وغیرہا مطبوعہ یوسفی لکھنؤ ۵۸۹/۴

[3] کافی شرح وافی

[4] ملتقی الابحر باب شروط صحۃ الصلٰوۃ مطبوعہ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶۶/۱

خزانۃ المفتین میں ہے:

الذکر عضو بانفرادہ وکذاالانثیان و ھذا ھو الصحیح[1]	ذکر تنہا عضو ہے اور اسی طرح خصیتین بھی ، اور یہی صحیح ہے۔(ت)

صغیری شرح منیہ میں ہے:

انکشاف ربع الذکر وحدہ او ربع الانثیین بمفردھما یمنع جوازھا[2]	تنہا ذکر (عضو مخصوص) کی چوتھائی یا تنہا خصیتین کی چوتھائی کا کھل جانا جوازِ نماز سے مانع ہے۔(ت)

اسی میں ہے:

حلقۃ الدبر عضو بمفردھاوکلھا لاتزید علی قدرالدرھم [3]	حلقہ دُبر تنہا عضو ہے اور یہ تمام کا تمام قدر درہم سے زیادہ نہیں ہے۔(ت)

غنیہ شرح کبیر منیہ میں ہے:

القبل والدبر اذاانکشف من احدھما ربعہ وان کان اقل من قدرالدرھم یمنع جواز الصلٰوۃ[4] اھ ملخصا۔	قبل اور دُبر میں سے کسی ایک کا جب چوتھائی حصہ کھل جائے اگر چہ وہ قدر درہم سے کم ہو جواز نماز سے مانع ہوگا اھ ملخصًا (ت)

کافی میں ہے:

کشف ربع ساقھا یمنع جواز الصلاۃ وکذاالدبر والذکر والانثیان حکمھا کحکم الساق والکرخی اعتبر فی الدبر قدر الدرھم والدبر لایکون اکثرمن قدرالدرھم فھذا یقتضی جوازالصلوۃ وان کان کل الدبر مکشوفا وھوتناقض[5] اھ ملتقطا	عورت کی پنڈلی کا چوتھائی حصہ کھل جانا جوازِ نماز سے مانع ہے اور اسی طرح دُبر و ذکر اور خصیتین ہیں ان میں سے ہر ایک کا حکم پنڈلی کی طرح ہے۔امام کرخی نے دبر میں قدر درہم (کے انکشاف) کا اعتبار کیا ہے حالانکہ دبر قدر درہم سے زائد نہیں ہوتا تو اس قول کا تقاضا یہ ہے کہ اگرچہ تمام دبر ننگی ہو پھر بھی نماز ہو جائے گی اور یہ تناقض ہے۔اھ ملتقطا (ت)

---

[1] خزانۃ المفتین فصل فی ستر العورۃ قلمی نسخہ ۱/۲۲

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی الشرط الثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۱۹

[3] صغیری شرح منیۃ المصلی الشرط الثالث مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۱۱۹

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۳

[5] کافی شرح وافی

حلیہ میں ہے:

غلطوه بأن هذا تغليظ يؤدي الى التخفيف اوالاقساط لان من الغليظة ماليس باكثر من قدرالدرهم فيؤدي الى ان كشف جميعه لا يمنع و قد اجيب عنه بانه قد قيل بان الغليظة القبل والدبر مع حولهما فيجوز كونه اعتبر ذلك فلا يرد عليه ما قالوا ويدفعه ما تقدم من ان الصحيح ان كلامن الذكر والخصيتين عضو مستقل وكذالك الصحيح ان كلا من الاليتين والدبر عضو مستقل فلا يتم ذالك الاعتبار[1] اھ مختصرا۔	انہوں نے غلط کہا ہے کہ یہ تغلیظ تخفیف یا اسقاط کا سبب ہے کیونکہ بعض عورت غلیظہ ایسی ہیں جو قدر درہم سے زیادہ نہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ ایسے عضو کا تمام کا تمام ننگا ہونا نماز سے مانع نہ ہوگا، اس کا جواب یہ دیا گیا کہ ایک قول یہ ہے کہ قُبل، دُبر اور ان دونوں کا ارد گرد (سب مل کر) غلیظہ ہے، پس امام کرخی کے قول قدر درھم کا اعتبار درست ہوگا اور فقہاء نے جو اعتراض کیا ہے وہ وارد نہ ہوگا۔ اس کا دفاع گزشتہ گفتگو سے ہو جاتا ہے کہ صحیح قول یہی ہے کہ ذکر (عضو مخصوص) اور خصیتین میں سے ہر ایک مستقل عضو ہے اور اسی طرح صحیح قول کے مطابق دبر اور سرین میں سے ہر ایک مستقل عضو ہے اب وہ (قدر درہم کا) اعتبار درست نہ ہوگا اھ مختصراً (ت)

اسی طرح تبیین وغیرہ میں تصریح فرمائی، فقیر غفراللہ لہ نے اپنے رسالہ مذکورہ میں اس بحث کی بحمداللہ تنقیح بالغ بمالامزید علیہ ذکر کی اور اُس میں ثابت کردیا کہ افاضل ثلثہ قدست اسرارہم کا ذکر و دُبر واُنثیین کے ساتھ لفظ حول زائد کرنا بیکار بلکہ موہم واقع ہوا جب ثابت ہولیا کہ یہ جسم یعنی مابین الدبر والاُنثیین اُن آٹھوں عورتوں سے کسی میں شامل اور کسی کا تابع نہیں ہوسکتا اور وہ بھی قطعاً ستر عورت میں داخل تو واجب کہ اُسے عضو جداگانہ شمار کیا جائے۔ **مرد میں عدداعضائے عورت نو۹** قرار دیا جائے اور کتب مذکورہ میں اُس کا عدم ذکر ذکرِ عدم نہیں کہ آخر اُن میں نہ استیعاب کی طرف ایماء نہ کسی تعداد کا ذکر، وہ ستر عورت کی دونوں حدیں ذکر فرما چکے اور اتنے اعضا کے استقلال وانفراد پر بھی تصریحیں کرگئے تو جو باقی رہا لاجرم عضو مستقل قرار پائے گا،

فليفهم وليتامل لعل الله يحدث بعد ذلك امرا هذا ماعندي والعلم بالحق	عند ربّی۔ سمجھو اور غور کرو شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کسی آسان امر کو پیدا فرمادے، یہ میری تحقیق ہے اور

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

عند ربّی۔	حق کا علم میرے رب کے پاس ہے (ت)

فقیر غفراللہ لہ نے سہولت حفظ کے لئے اس مطلب کو چار شعر میں نظم کیا اور ذکر اعضاء میں ترتیب بھی وہی ملحوظ رہی۔ ان اشعار میں مرد کے لئے سترِ عورت کی حدیں بھی بتائی گئیں وہ بھی اس تصریح سے کہ ناف خارج اور زانو داخل اور وہ مقدار بھی بتادی گئی جس قدر کا کھلنا مذہب مختار پر مفسد ہے پھر یہ تفرقہ بھی کہ بالقصد کھولنے میں فورًا نماز فاسد ہوگی اور بلا قصد میں مقدار ادائے رکن تک کھلنا چاہئے اس میں یہ بھی بتادیا گیا کہ مذہب مختار پر حقیقۃً ادائے رکن شرط نہیں پھر اسِ مذہب صحیح کی طرف ایما ہے کہ ذکر واُنثیین ودُبر وہر سرین تنہا تنہا عضو کامل ہیں اور یہ مذہب صحیح بھی ظاہر کردیا گیا کہ ہر گھٹنا اپنی ران کا تابع ہے، اور جو عضو فقیر نے زائد کیا اُس میں یہ اشارہ بھی کردیا کہ اس جزئیہ کی تصریح نہ پائی اور عورت زیرِ ناف میں یہ بھی مصرح ہوگیا کہ سب جوانب بدن سے مراد ہے اور نیز یہ بھی کہ عانہ اس میں داخل ہے ولہٰذا اسے بھی لفظ ظاہرًا کے نیچے رکھا۔ بحمداللہ مختصر بحر کی چار بیتوں میں اس قدر فوائد کثیرہ کے ساتھ لطف یہ ہے کہ بعنایت الٰہی کوئی حرف حشو ومصرع پرکن نہیں نہ کہیں ادائے مطلب میں ایجاز مخل واقع ہوا والحمدللہ رب العٰلمین وہ اشعار آبدار یہ ہیں: ؎

سترِ عورت بمرد نہ عضوست   ازتہِ ناف تاتہِ زانو
ہرچہ ربعش بقدر رکن کشود   یا کشودے دمے نماز مجو
ذکر وانثیین وحلقہ بس   دوسریں ہر فخذ بزانوئے او
ظاہرًا فصل اُنثیین ودُبر   باقی زیرِ ناف از ہر سُو

گویا یہ سارا فتوٰی ان چار شعر کی شرح ہے۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۳۹۱:   مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری   ۲۸ ذیقعد ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عورت آزاد کے بدن کے عضوِ عورت ہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زنِ آزاد کا سارا بدن سر سے پاؤں تک سب عورت ہے مگر منہ کی ٹِکلی اور دونوں ہتھیلیاں کہ یہ بالاجماع اور عبارت خلاصہ سے مستفاد کہ ناخن پا سے ٹخنوں کے نیچے جوڑ تک پشتِ قدم بھی بالاتفاق عورت نہیں، تلووں اور پشت کف دست میں اختلاف تصحیح ہے اصل مذہب یہ کہ وہ دونوں بھی عورت ہیں تو اس تقدیر پر صرف پانچ ٹکڑے مستثنٰی ہوئے، منہ کی ٹکلی، دونوں ہتھیلیاں، دونوں پشتِ پا۔ ان کے سوا سارا بدن عورت ہے اور وہ تیس ۳۰ عضووں پر مشتمل کہ اُن میں جس عضو کی چوتھائی کھلے گی نماز کا وہی حکم ہوگا جو ہم نے پہلے فتوے میں

اعضاء عورت مرد کی نسبت لکھا وہ تیس عضو یہ ہیں:

(۱) سر یعنی طول میں پیشانی کے اُوپر سے گردن کے شروع تک اور عرض میں ایک کان سے دوسرے کان تک جتنی جگہ پر عادۃً بال جمتے ہیں۔

(۲) بال یعنی سر سے نیچے جو لٹکے ہوئے بال ہیں وہ جدا عورت ہیں۔

(۳و۴) دونوں کان

(۵) گردن جس میں گلا بھی شامل ہے۔

(۶و۷) دونوں شانے یعنی جانب پشت کے جوڑ سے شروع بازو کے جوڑ تک۔

(۸و۹) دونوں بازو یعنی اُس جوڑ سے کہنیوں سمیت کلائی کے جوڑ تک۔

(۱۰و۱۱) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے اُس جوڑ سے گٹّوں کے نیچے تک۔

(۱۲و۱۳) دونوں ہاتھوں کی پشت۔

(۱۴) سینہ یعنی گلے کے جوڑ سے دونوں پستان کی زیریں تک۔

(۱۵و۱۶) دونوں پستانیں جبکہ اچھی طرح اُٹھ چکی ہوں یعنی اگر ہنوز بالکل نہ اُٹھیں یا خفیف نوخاستہ ہیں کہ ٹوٹ کر سینہ سے جُدا عضو کی صورت نہ بنی ہوں تو اس وقت تک سینہ ہی کے تابع رہیں گی الگ عورت نہ گنی جائیں گی اور جب اُبھار کی اُس حد پر آجائیں کہ سینہ سے جدا عضو قرار پائیں تو اس وقت ایک عورت سینہ ہوگا اور دو۲ عورتیں یہ، اور وہ جگہ کہ دونوں پستان کے بیچ میں خالی ہے اب بھی سینہ میں شامل رہے گی۔

(۱۷) پیٹ یعنی سینہ کی حد مذکور سے ناف کے کنارہ زیریں تک، ناف پیٹ ہی میں شامل ہے۔

(۱۸) پیٹھ یعنی پیٹ کے مقابل پیچھے کی جانب محاذات سینہ کے نیچے سے شروع کمر تک جتنی جگہ ہے۔

(۱۹) اُس کے اُوپر جو جگہ پیچھے کی جانب دونوں شانوں کے جوڑوں اور پیٹھ کے بیچ سینہ کے مقابل واقع ہے ظاہراً جدا عورت ہے، ہاں بغل کے نیچے سینہ کی زیریں حد تک دونوں کروٹوں میں جو جگہ ہے اُس کا اگلا حصہ سینہ میں شامل ہے اور پچھلا اسی سترھویں عضو یا شانوں میں اور زیرِ سینہ سے شروع کمر تک جو دونوں پہلو ہیں ان کا اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں داخل ہوگا۔

(۲۰و۲۱) دونوں سرین یعنی اپنے بالائی جوڑ سے رانوں کے جوڑ تک۔

(۲۲) فرج۔

(۲۳) دُبر۔

(۲۴و۲۵) دونوں رانیں یعنی اپنے بالائی جوڑ سے زانوؤں کے نیچے تک دونوں زانو بھی رانوں میں شامل ہیں۔

(۲۶) زیرِ ناف کی نرم جگہ اور اس سے متصل و مقابل جو کچھ باقی ہے یعنی ناف کے کنارہ زیریں سے ایک سیدھا دائرہ کمر پر کھینچے اس دائرے کے اوپر اوپر تو سینہ تک اگلا حصہ پیٹ اور پچھلا پیٹھ میں شامل تھا اور اس کے نیچے نیچے دونوں سرین اور دونوں رانوں کے شروع جوڑ اور دُبر بالائی کنارے تک جو کچھ حصّہ باقی ہے سب ایک عضو ہے عانہ یعنی بال جمنے کی جگہ بھی اسی میں داخل ہے۔

(۲۷و۲۸) دونوں پنڈلیاں یعنی زیر زانو سے ٹخنوں تک۔

(۲۹و۳۰) دونوں تلوے۔ فی تنویر الابصار والدر المختار (تنویر الابصار اور دُر مختار)

عورة (للحرة) ولوخنثی (جمیع بدنها) حتی شعرها النازل فی الاصح (خلا الوجه و الکفین) فظهر الکف عورة علی المذهب (والقدمین) علی المعتمد[1] اهوفی الخلاصة المرأة اذالم تستر ظهر قدمها تجوز صلاتها وبطن الکف والوجه علی هذا لان هذا الثلثة منها لیست بعورة وبطن قدمها هل هی عورة فیه روایتان والتقدیر فیه بربع بطن القدم فی روایة الاصل وفی روية الکرخی لیس بعورة[2] اھ ملخصا وبهذا التفصیل بین ظهر القدم وبطنها جزم المحقق علی الاطلاق فی مقدمته زادالفقیر وقال العلامة الغزی صاحب التنویر فی شرحها اعانة الحقیر اقول فاستفید من کلام الخلاصة ان الخلاف انما هو فی	آزاد عورت اگرچہ خنثی ہو اس کا ستر تمام بدن ہے حتٰی کہ اسکے لٹکے ہوئے بال بھی اصح مذہب پر، مگر چہرہ، دونوں ہتھیلیاں اور دونوں قدم معتمد قول کے مطابق ستر نہیں۔ ہتھیلی کی پشت صحیح مذہب پر ستر میں شامل ہے اھ خلاصہ میں ہے کہ اگر عورت نے اپنی پشت قدم کو نہ ڈھانپا تو اس کی نماز جائز ہے اور ہتھیلی کے اندرونی حصے اور چہرے کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ عورت کی یہ تینوں چیزیں ستر میں شامل نہیں، عورت کے پاؤں کا اندرونی حصہ ستر ہے یا نہیں؟ اس میں دو روایتیں ہیں، روایت اصل میں تلووں کی چوتھائی کھلنے کو مانع نماز قرار دیا اور امام کرخی کی روایت میں ہے یہ شامل ستر نہیں ہے اھ ملخصا، ظاہر قدم اور باطن قدم کے درمیان اسی تفصیل پر محقق علی الاطلاق امام بن ہمام نے اپنے مقدمہ زادالفقیر میں جزم کیا ہے، اس کی شرح اعانۃ الحقیر میں صاحب التنویر علامہ غزی نے کہا میں کہتا ہوں خلاصہ کی گفتگو سے پتا چلتا ہے کہ عورت کے

---

[1] در مختار شرح تنویر الابصار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ٦٦/١

[2] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل السادس فی ستر العورۃ مطبوعہ نولکشو لکھنؤ ۷۴/۱

باطن القدم و اما ظاھرہ فلیس بعورۃ بلا خلاف[1] الخ وفی الھندیۃ عن الخلاصۃ ثدی المرأۃ ان کانت صغیرۃ ناھدۃ فھو تبع لصدرھا وان کانت کبیرۃ فھو عضو علیحدۃ[2] اھ

اقول: امامابین الثدیین فقد کان ھو و موضع الثدیین جمیعا من الصدر قبل انکسارھما اما ھما فقد انحازتا بالانکسار فبقی ما بینھما داخلا فی الصدر کما کان وھوظاھر، اماتبعیۃ السرۃ للبطن فلانا نرھاتتبعہ فی شمول حکم الستر وعدمہ، فبطن الرجل لمالم یکن عورۃ لم تکن عورۃ، من الامۃ مع ظھرھا وبطنھا مانصہ (الشامی)البطن ما لان من المقدم والظھر مایقابلہ من الموخر کذا فی الخزائن وقال الرحمتی الظھرماقابل البطن من تحت الصدر الی السرۃ"جوھرۃ"ای فما حاذی الصدر لیس من الظھر

پاؤں کے تلوے میں اختلاف ہے، رہا معاملہ ظاہر قدم کا تو وہ بالاتفاق ستر میں شامل نہیں الخ اور فتاوی ہندیہ میں خلاصہ کے حوالے سے ہے کہ اگر لڑکی چھوٹی نوخاستہ پستانوں والی ہو تو اس کے پستان سینے کے تابع ہوں گے اور اگر بڑی ہو تو پستان الگ الگ مستقل عضو ہوں گے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) وہ جو پستانوں کے درمیان جگہ ہے تو اس بارے میں مسئلہ یہ ہے کہ پستانوں کے ڈھلکنے سے پہلے پستانوں کی جگہ اور پستان کے درمیان کی جگہ سینے ہی کا حصہ تھے پھر پستان ڈھلکنے سے جدا عضو بن گئے تو پستانوں کے درمیان کی جگہ جس طرح پہلے سینہ میں شامل تھی ویسے ہی سینہ میں داخل رہے گی یہ بات توظاہر ہے، باقی ناف بطن کے تابع اس لئے ہے کہ وہ ستر اور عدم ستر کے حکم میں شامل ہونے میں پیٹ کے تابع ہے، تو بطن مرد جب ستر میں شامل نہیں تو مرد کی ناف بھی ستر میں شامل نہ ہوگی لیکن لونڈی کی پشت اور بطن دونوں ستر میں شامل ہیں جیسا کہ اس بارے میں شامی نے تصریح کی ہے بطن (پیٹ) وہ ہے جو آگے کی طرف نرم حصہ ہے اور ظہر (پشت) اس کے مقابل پچھلا حصہ ہے کذافی الخزائن۔ شیخ رحمتی نے کہا ظہر (پشت) سے مراد جسم کا وہ

---

[1] ردالمحتار بحوالہ اعانۃ الحقیر باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۸

[2] فتاوی ہندیۃ الباب الثالث فی شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۵۹

الذی هو عورة[1] اھ وفی حاشیة الطحطاوی علی مراقی الفلاح اما الجنب فانة تبع للبطن کذافی القنیة والاوجه ان مایلی البطن تبع له کما فی البحر یعنی وما یلی الظهر تبع له کما فی تحفة الاخیار[2] اھ وفی ط علی الدرالمختار ان کانت امة فاعضاء عورتها ثمانیة ایضا، الفخذان و الالیتان والقبل والدبر وما حولهما والبطن و الظهر ومایلیهما زمن الجنبین و یزاد فی الحرة الساقان مع الکعبین والثدیان المنکسران والاذنان والعضدان مع المرفقین والذراعان مع الرسغین والکتفان وبطناقدمیها فی روایة الاصل و الصدر والراس و الشعر والعنق و ظهر الکفین فهی ثمانیة و عشرون عضوا[3] اھ قال ش کذاحررہ ح[4] اھ

اقول: فاتهم رحمهم الله تعالٰی عضوان الاول ماتحت السرة الی العانة ومایحاذیه من کل جانب فان

حصہ جو سینے سے نیچے ناف تک پیٹ کے مقابل ہے، جوہرۃ۔ یعنی جسم کا وہ حصہ جو سینے کے مقابل ہو وہ اس پشت کا ایسا حصہ نہیں جو ستر میں شامل ہے اھ۔ حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے جانب پہلو بطن کے تابع ہے قنیہ میں اسی طرح ہے، اور اوجہ (بہتر) یہ ہے کہ جو حصہ پہلو کا بطن کے ساتھ متصل ہے وہ بطن کے تابع ہے کمافی البحر۔ یعنی جو پشت کے ساتھ ملنے والا حصہ ہے وہ پشت کے تابع ہے کمافی تحفۃ الاخیار اھ۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے اگر خاتون لونڈی ہو تو اس کے بھی اعضاءِ ستر آٹھ ہیں دونوں رانیں، دونوں سرین، قُبل، دُبر اور ان کا ارد گرد، پیٹ، پشت، اور اُن دونوں سے متصل پہلو۔ اور آزاد عورت میں ان اعضاء کا اضافہ ہے دونوں پنڈلیاں ٹخنوں سمیت، ڈھلکے ہوئے دونوں پستان، دونوں کان، دونوں بازو کہنیوں سمیت (مونڈھے تک) دونوں کلائیاں یعنی کہنی کے جوڑ سے گٹوں کے نیچے تک، دونوں کاندھے، اور روایت اصل کے مطابق عورت کے دونوں قدموں کے تلوے، سینہ، سر، بال گردن دونوں ہاتھوں کی پشت یہ تمام اٹھائیس اعضاء ہیں اھ شامی نے کہا کہ امام حلبی نے اسی طرح تحریر کیا ہے اھ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) ان اسلاف رحمہم اللہ تعالٰی نے دو اعضاء کا ذکر نہیں کیا پہلا جسم کا وہ حصہ جو ناف سے زیرِ ناف تک اور ہر جانب سے اس کے

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۹۷

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی المتعلقات الشروح الخ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب گھر کراچی ص ۱۳۱

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱/۱۹۱

[4] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۱

هذا غيرداخل فى البطن والظهر لانه عورة من الرجل دونهما ، ولافى الفرجين والاليتين لكنه عورة بحياله فى الرجل فكيف فيها فهذا فاتهم فى الامة والحرة جميعا، والاٰخرمايحاذى الصدر من خلف الٰى مبدأ الظهر فان الظهر كما علمت لا يشمله ولا الكتفان ولا العنق كما لا يخفى ولا شك انه عورة من الحرة فوجب ان يكون عضوا مستقلا منها فتمت لها ثلثون و بالله التوفيق۔	مدِمقابل ہے، اس لئے کہ یہ حصہ بطن اور پشت میں شامل نہیں اس لئے مرد کا یہ حصہ ستر میں شامل ہے، جبکہ بطن وپشت دونوں اس کے ستر میں شامل نہیں، اور یہ حصہ دونوں فرجوں (قبل ودبر) اور سرین کے دونوں حصوں میں بھی شامل نہیں لیکن ہر حال میں مرد کا ستر ہے تو عورت کا ستر کیوں نہ ہوگا ایک عضو یہ ہے جس کا ذکر لونڈی اور آزاد عورت دونوں کے بارے میں اسلاف سے رہ گیا۔ دوسرا عضو جسم کا وہ حصہ جو سینے کے مقابل پیچھے سے ابتدائے پشت تک ہے کیونکہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ حصہ پشت میں شامل نہیں اور نہ ہی دونوں کاندھوں اور گردن میں شامل ہے، جیسا کہ مخفی نہیں، اس کے باوجود بلاشک آزاد عورت کے جسم کا یہ حصہ ستر میں شامل ہے لہٰذا اس کو بھی عورت کا مستقل عضو شمار کرنا ثابت ہوگیا تو اب ان اعضا کی تعداد تیس ۳۰ ہوگئی و باللہ التوفیق۔ (ت)

تنبیہ اوّل: ملاحظہ حلیہ وغنیہ وبحر وردالمحتار وغیرہا سے ظاہر کہ قدم حرہ میں ہمارے علماء رضی اللہ تعالٰی عنہم کو اختلافِ شدید مع اختلاف تصحیح ہے، بعض کے نزدیک مطلقاً عورت ہے، امام اقطع نے شرح قدوری اور امام قاضی خان نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تصحیح اور حلیہ میں بدلیل احادیث اسی کی ترجیح کی امام اسبیجابی و امام مرغینانی نے اسی کو اختیار فرمایا۔ بعض کے نزدیک اصلاً عورت نہیں۔ امام برہان الدین نے ہدایہ اور امام قاضی خان نے شرح جامع صغیر اور امام نسفی نے کافی میں اسی کی تصحیح فرمائی، اسی کو محیط میں اختیار کیا اور دُرمختار میں معتمد اور مراقی الفلاح میں اصح الروایتین کہا، کنز وغیرہ اکثر متون کتاب الصلوٰۃ میں اسی طرف ناظر ہیں۔ بعض کے نزدیک بیرونِ نماز عورت ہیں نماز میں نہیں، یعنی اجنبی کو انکا دیکھنا حرام مگر نماز میں کھل جانا مفسد نہیں، اختیار شرح مختار میں اسی کی تصحیح فرمائی۔ پھر کلام خلاصہ وغیرہا سے مستفاد کہ یہ اختلافات صرف تلووں میں ہیں پشتِ قدم بالاتفاق عورت نہیں، مگر کلام علامہ قاسم و حلیہ وغنیہ وغیرہا سے ظاہر کہ وہ بھی مختلف فیہ ہے اور شک نہیں کہ بعض احادیث اس کے عورت ہونے کی طرف ناظر **كما يظهر بمراجعة الحلية وغيرها** (جیسا کہ حلیہ وغیرہ کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہو جائے گا۔ ت) تو اگر زیادت احتیاط کی طرف نظر جائے تو نہ صرف تلووں بلکہ ٹخنوں کے نیچے سے ناخنِ پا تک سارے پاؤں کو عورت سمجھا جائے، یوں بھی شمارِ اعضا

تیس ۳۰ ہی رہے گا اور اگر آسانی پر عمل کریں تو سارے پاؤں عورت سے خارج ہو کر اعضاء اٹھائیس ۲۸ ہی رہیں گے۔ آدمی ان معاملات میں مختار ہے جس قول پر چاہے عمل کرے۔

تنبیہ دوم: پشتِ دست اگرچہ اصل مذہب میں عورت ہے مگر من حیث الدلیل یہی روایت قوی ہے گٹوں سے نیچے ناخن تک دونوں ہاتھ اصلًا عورت نہیں۔

یظهر ذلك بمراجعة الحلیة والغنیة وغیرهما ونص فیه ما عند ابی داؤد مرسلا من قوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان الجاریة اذا حاضت لم یصلح ان یری منها الا وجهها ویدیها الی المفصل[1] قال فی الغنیة وکذلك الاٰیة لان المراد من الزینة بالنظر الی الید هو الخاتم وهو غیر مختص بباطن الکف بل زینته فی الظاهر اظهر لانه موضع الفص والنقش[2] قال ولان الضرورة فی ابدائه اشد[3] قال فکان هذا هو الاصح وان کان غیر ظاهر الروایة[4] الخ وکذلك قال فی مراقی وحاشیتها للطحطاوی (جمیع بدن الحرة عورة الا وجهها وکفیها باطنهما و ظاهرهما فی الاصح و هو المختار) وان کان خلاف ظاهر الروایة[5] اھ قال الشامی	غنیہ اور دیگر کتب کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے اور اس سلسلہ میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وہ ارشاد بھی بطور نص ذکر کیا گیا ہے جو امام ابو داؤد کے نزدیک مرسلًا مروی ہے: جب لڑکی حائضہ ہو جائے تو اس کے چہرے اور کلائیوں تک ہاتھ کے علاوہ اس کے جسم کے کسی حصہ کو دیکھنا جائز نہیں۔ غنیہ میں کہا آیت قرآنی سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ زینت ہاتھ کے اعتبار سے ہے اور وہ انگوٹھی میں ہے اور وہ باطن کف کے ساتھ ہی مختص نہیں بلکہ اس کی زینت ہتھیلی کے اوپر میں زیادہ ہوگی کیونکہ ظاہر ہی نگینہ و نقش کا محل ہے، اور یہ بھی کہا کہ اس کے اظہار میں شدید ضرورت ہے، پھر کہا یہ اگرچہ غیر ظاہر الروایۃ ہے مگر اصح یہی ہے الخ اسی طرح مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ طحطاوی میں ہے (اصح مذہب کے مطابق آزاد عورت کا تمام بدن ماسوائے چہرے اور ہتھیلیوں کے خواہ ان کا باطن ہو یا ظاہر عورت کا ستر ہے یہی مختار ہے) اگرچہ یہ ظاہر الروایۃ

---

[1] کتاب المراسیل ماجاء فی اللباس حدیث ۳۹۷ مطبوعہ مطبعۃ المکتبۃ العلمیۃ لاہور ص ۱۷۵

[2] کتاب المراسیل ماجاء فی اللباس حدیث ۳۹۷ مطبوعہ مطبعۃ المکتبۃ العلمیۃ لاہور ص ۱۷۵

[3] کتاب المراسیل ماجاء فی اللباس حدیث ۳۹۷ مطبوعہ مطبعۃ المکتبۃ العلمیۃ لاہور ص ۱۷۵

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الشرط الثالث مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۱

[5] طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی متعلقات الشروط الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۳۱

وکذا ایدہ فی حلیۃ وقال مشی علیہ فی المحیط و شرح الجامع لقاضی خان[1] اھ	کے خلاف ہے اھ امام شامی نے فرمایا اس طرح حلیہ میں اس کی تائید کی ہے اور کہا ہے کہ محیط اور قاضی خان نے شرح الجامع میں اسی کی اتباع کی ہے اھ (ت)

تو روایت قوی پر دو پشتِ دست نکال کر اٹھائیس ہی عضو عورت رہے، اور اگر بنظر آسانی اُس قول مصحح پر عمل کرکے تلوے بھی خارج رہیں تو صرف چھبیس ہی ہیں اور اصل مذہب پر تیس ۳۰ **واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۳۹۲: از کلکتہ نل موتی گلی ۱۸ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۱ جمادی الآخر ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں یہ کہنا کہ نماز خدائے تعالٰی کی پڑھتا ہوں جائز ہے یا نہیں؟ ایک صاحب اس کہنے کو منع کرتے ہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

بلا شبہ جائز ہے ان صاحب کے منع کرنے کے اگر یہ معنی ہیں کہ نیت کرتے وقت زبان سے یہ الفاظ نہ کہے جائیں تو ایک قول ضعیف و نامعتمد ہے، عامہ کتب میں جواز تلفّظ بہ نیت بلکہ اس کے استحباب کی تصریح فرمائی۔ دُرمختار میں ہے:

التلفظ بھا مستحب ھو المختار و قیل سنۃ یعنی احبہ السلف او سنۃ علمائنا[2]۔	نیت زبان کے ساتھ کرنا مستحب ہے مختار قول یہی ہے بعض نے سنّت کہا یعنی اسے اسلاف پسند کرتے تھے یا ہمارے علماء کا طریقہ ہے (ت)

اور اگر یہ مراد نماز کو اللہ عزّوجل کی طرف اضافت کرنا منع ہے تو سخت جہل اشنع ہے، یہ صاحب بھی ہر نماز میں التحیّات للہ والصلوات کہتے ہونگے (کہ سب مجرے اور سب نمازیں اللہ کی ہیں) پر ظاہر کہ یہاں اضافت بھی لامیہ ہے، بالجملہ اس منع کی کوئی وجہ اصلاً نہیں **واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۳۹۳: از بدایوں قاضی محلّہ مکان مولوی بقاء اللہ رئیس مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۴ رجب المرجب ۱۳۱۲ھ

بجناب معلّی القاب مخدوم و معظم بندہ جناب مولٰینا صاحب دام فیوضہ خادم بے ریا عبدالحمید بعد بجاآوری آداب گزارش کرتا ہے کہ ایک فتوٰی اپنا لکھا ہوا حسبِ ہدایت اپنے استاذ جناب مولانا حافظ بخش کے

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۹۸

[2] درمختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۷

واسطے تصدیق جناب والا کو بھیجتا ہوں ملاحظہ فرما کر مُہر سے مزین فرمادیجئے، اور اگر کوئی غلطی ملاحظہ سے گزرے تو درست فرما کر ممنون فرمائیے، زیادہ ادب۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرح اس مسئلہ میں کہ فرائض اور واجبات کی نیت میں لفظ "آج" یا "اس" کا اضافہ کرنا چاہیئے یا نہیں؟ مثلاً یوں کہنا کہ نیت کرتا ہوں فرض آج کے ظہر یا عصر یا اس ظہر یا عصر کی، اور اگر نہیں کرے گا تو نماز ادا ہوگی یا نہیں؟

خلاصہ جواب:

صورت مستفسرہ میں فقہا کا اختلاف ہے چنانچہ قاضی خان نے بلا لفظ "آج" یا "اس" کے نیت کو جائز ہی نہیں رکھا ہے **کما فی فتاواہ وھکذا فی العلمگیریۃ** (جیسا کہ ان کے فتاوٰی میں ہے اور اسی طرح فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔ ت) اور درمختار میں ہے کہ تعین ضروری نہیں۔ پس بموجب قولین اولین کے بلا لفظ "آج" یا "اس" کے مطلق نیت سے نماز ادا نہ ہوگی اور بموجب قول صاحب درمختار کے ادا ہو جائیگی لیکن چونکہ خروج عن الخلاف بالاجماع مستحب ہے اور اسی دُرمختار میں نسبت تعین کی اولویت ظاہر فرمائی ہے اور بلفظ وھوالمختار ارشاد کہا ہے پس اولٰی اور مختار یہ ہی ہے کہ تعین وقت کی لفظ "آج" یا "اس" سے ضرور کرلے ورنہ تارک اولیت ہوگا اور جب شناخت وقت کی نہیں رکھتا اور یہ بالعموم ہے کہ اس عہد میں اکثر لوگ وقت کھو کر نماز پڑھتے ہیں تو عنداللہ مواخذہ دار رہے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔ بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

نیت قصدِ قلبی کا نام ہے تلفظ اصلاً ضروری نہیں نہایت کار مستحب ہے تو لفظ اس یا آج درکنار سرے سے کوئی حرفِ نیت زبان پر نہ لایا تو ہرگز کسی کا حرج بھی نہیں قصدِ قلبی کی علمائے کرام نے یہ تحدید فرمائی کہ نیت کرتے وقت پوچھا جائے کہ کون سی نماز پڑھنا چاہتا ہے تو فوراً بے تامل بتادے **کماذکرہ الامام الزیلعی فی التبیین وغیرہ فی غیرہ** (جیسا کہ امام زیلعی نے اسے تبیین الحقائق میں اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں ذکر کیا۔ ت) اور شک نہیں کہ جو شخص نماز وقتی میں یہ بتادے گا کہ مثلاً نمازِ ظہر کا ارادہ وہ یہ بھی بتادیگا کہ آج کی ظہر شاید یہ صورت کبھی واقع نہ ہو کہ نیت کرتے وقت دریافت کئے سے یہ تو بتادے کہ ظہر پڑھتا ہوں اور یہ سوچتا رہے کہ کب کی تو قصد قلب میں تعیین نوعِ نماز کے ساتھ تعیین شخصی بھی ضروری ہوتی ہے اور اسی قدر کافی ہے، ہاں اگر کوئی شخص بالقصد ظہر غیر معین کے نیت کرے یعنی کسی خاص ظہر کا قصد نہیں کرتا بلکہ مطلق ظہر پڑھتا ہوں چاہے وہ کسی دن کی ہو تو بلا شبہہ اُس کی نماز نہ ہوگی **فان التعیین فی الفرض فرض بالوفاق وانما الخلف فی عدم اللحاظ لا لحاظ العدم** (فرائض میں تعیینِ وقت بالاتفاق فرض ہے عدمِ لحاظ میں اختلاف ہے لحاظِ عدم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ت) اس طور پر تو یہ مسائل اصلاً محلِ خلاف نہیں۔ ولہٰذا محقق اکمل الدین

بابرتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں فرمایا:

اقول: الشرط المتقدم وھوان یعلم بقلبہ ای صلاۃ یصلی یحسم مادۃ ھذہ المقالات وغیرہا فان العمدۃ علیہ لحصول التمیز بہ وھو المقصود[1] کما نقلہ فی ردالمحتار واقرہ ھھنا وفی منحۃ الخالق وایدہ العلامۃ اسمٰعیل مفتی دمشق کمافی المنحۃ۔	**میں کہتا ہوں** شرطِ مقدم یہ ہے کہ نمازی دل سے یہ جانتا ہو کہ وہ کون سی نماز ادا کر رہا ہے یہ شرط ان اعتراضات وغیرہ کی بنیاد کو ختم کر دیتی ہے کیونکہ حصولِ تمیز کے لئے نمازی پر قصد و نیت ضروری ہے اور یہی مقصود ہے اھ ردالمحتار نے یہاں اسے نقل کرکے مقرر رکھا ہے اور منحۃ الخالق میں اسے نقل کیا ہے، نیز اسکی تائید مفتی دمشق شیخ اسمٰعیل نے کی ،ملاحظہ ہو منحۃ الخالق (ت)

البتہ تعدد فوائت خصوصًا کثرت کی حالت میں یہ صورت ضرور ہوسکتی بلکہ بہت عوام سے واقع ہوتی ہے کہ ظہر کی نیت کرلی اور یہ تعیین کچھ نہیں کہ کس دن تاریخ کی ظہر یہاں باوصف اختلاف تصحیح مذہب اصح واحوط یہی ہے کہ دن کی تخصیص نہ کی تو نماز ادا ہی نہ ہوگی مگر طول مدت یا کثرت عدد میں تعیین روز کہاں یاد رہتی ہے لہذا علماء نے اس کا سہل طریقہ یہ رکھا ہے کہ سب سے پہلی یا سب سے پچھلی ظہر یا عصر کی نیت کرتا رہے جب ایک پڑھ لے گا تو باقی میں جو سب سے پہلی یا پچھلی ہے وہ ادا ہوگی وعلی ھذاالقیاس آخر تک۔

فی التنویر لابد من التعیین لفرض ولوقضاء قال فی الدر لکنہ یعین ظہر یوم کذا علی المعتمد والاسہل نیۃ اول ظہرعلیہ واٰخر ظہر وفی القھستانی عن المنیۃ لایشترط ذلك فی الاصح وسیجی آخر الکتاب[2] قال الشامی ، نقل الشارح ھناك عن الاشباہ انہ مشکل و مخالف لماذکرہ اصحابنا کقاضی خان وغیرہ والاصح الاشتراط قلت وکذا	تنویر الابصار میں ہے کہ ہر فرض نماز میں تعیین ضروری ہے خواہ وہ قضا ہی کیوں نہ ہوں درمختار میں کہا معتمد قول کے مطابق تعیین یہ ہے کہ فلاں دن کی ظہر ادا کررہا ہوں اس مسئلہ میں آسان طریقہ یہ ہے کہ یوں نیت کرلے کہ پہلی ظہر جو اس پر لازم ہے وہ پڑھتا ہے۔ یا یہ کہ آخر ظہر جو اس پر لازم ہے وہ پڑھتا ہے۔ قہستانی میں منیہ کے حوالے سے ہے اصح یہ ہے کہ یہ کہنا شرط نہیں، اور عنقریب کتاب کے آخر میں اس کا ذکر آئے گا۔

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب شروط الصلوٰۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۳۳، ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰۸

[2] درمختار باب شروط الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۷

صححه فی متن الملتقی هناك فقد اختلف التصحیح والاشتراط احوط و به جزم فی الفتح[1] هنا کما لا یخفی۔	امام شامی فرماتے ہیں کہ شارح نے یہاں اشباہ سے نقل کیا ہے کہ (تعیین شرط نہ ہونا) ناقابل فہم اور ہمارے علماء قاضی خان وغیرہ کی تصریحات کے خلاف ہے۔ بلکہ شرط ہونا اصح ہے، میں کہتا ہوں متنِ ملتقی میں اس مقام پر اسکی تصحیح کی ہے تو اس کی تصحیح میں اختلاف واقع ہوا ہے مگر شرط ہونا احوط ہے اور اسی پر فتح القدیر میں یہاں جزم کیا ہے۔ (ت)

اور اگر فائتہ ایک ہی ہے تو نیت فائتہ کرنے ہی میں تعیین یوم خود ہی آگئی۔

فی ردالمحتار عن الحلیه ، لوکان فی ذمته ظهر واحد فائت فانه یکفیه ان ینوی ما فی ذمته من الظهر الفائت وان لم یعلم انه من ای یوم[2]۔	جیسا کہ ردالمحتار میں حلیہ سے ہے کہ اگر کسی شخص کے ذمے ایک ظہر کی نماز قضا لازم ہے تو اس کے لئے اتنی نیت کرلینا کافی ہے کہ وہ اپنی فوت شدہ ظہر ادا کررہا ہے اگرچہ یہ نہ جانتا ہو کہ وہ کون سے دن کی فوت شدہ ہے (ت)

بالجملہ نماز وقتی میں صور واقعہ معلومۃ الوقوع موقع خلاف و نزاع نہیں، خلافیہ علماء اُس صورت مفروضہ میں ہے کہ کوئی شخص نماز امروزہ میں تعیینِ نوعی تو کرلے اور تعیین شخصی سے اصلاً ذاہل و غافل ہو کہ بحالت شعور، قصد صحیح تعیین شخصی کا ملزوم اور عدم لحاظ مفقود و معدوم اور بقصد خلاف، عدمِ لحاظ نہیں، لحاظِ عدم ہے اور وہ بلاشبہ نافی نماز و منافی جواز، تو غفلت و بے خبری ایسی چاہیئے کہ سوال پر یہ تو بتادے کہ مثلاً ظہر پڑھتا ہوں اور بے تامل و فکر نہ بتاسکے کہ آج کی ظہر ایسی حالت میں اس سوال کا محل نہیں کہ مجھے نیت میں کیا بڑھانا چاہیے کہ وہ تو حال ذہول و عدم شعور میں ہے بلکہ بحث یہ ہوگی کہ ایسی نماز ہوگئی یا نہیں، اس میں تین صورتیں ہیں اگر وقت باقی ہے تو روایات مختلف تصحیحات مختلف کما بینه فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ ردالمحتار اور دیگر معتمد کتب میں اس کا بیان ہے۔ ت) غرض توسیع مسلم اور احتیاط اسلم، یونہی اگر وقت جاتا رہا اور اُسے معلوم نہیں اس صورت میں اختلاف تصحیح ہے۔

فی البحر الرائق شمل ما اذا نوی العصر بلا قید وفیه خلاف ففی الظهیریة لونوی الظهر لایجوز و قیل یجوز وهو الصحیح هذا	البحر الرائق میں ہے کہ یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جب کوئی نمازِ عصر کی نیت بغیر کسی قید کے کرے تو اس میں اختلاف ہے، ظہیریہ میں ہے اگر کسی نے

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰۸

[2] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰۸

اذا کان مودیافان کان قاضیافان صلی بعد خروج الوقت وھولایعلم لا یجوز و ذکر شمس الائمة ینوی صلاة علیه فان کانت وقتیة فھی علیه وان کانت قضاء فھی علیه ایضا اھ وھکذا صححه فی فتح القدیر معزیا الی فتاوی العتابی لکن جزم فی الخلاصة بعدم الجواز وصححه السراج الھندی فی شرح المغنی فاختلف التصحیح کما تری[1] اھ ملخصاوفی ردالمحتار فی النھران ظاھر مافی الظھیریة انه یجوز علی الارجح[2] اھ

اقول: بل لعل ظاھر مافیھا انه لا یجوز علی الارجح حیث جزم به ولم یذبل ماذکر عن شمس الائمة بما یدل علی ترجیحه وانت تعلم ان اماما من الائمة اذاقال لایجوز ذلك وقال فلان یجوز فان المتبادر منه ان مختارنفسه الاول بل الظاھر انه الذی علیه الاکثر خلافالمن ذکر۔

ظہر کی نیت کی تو جائز نہیں، بعض کے نزدیک جائز ہے اور یہی صحیح ہے۔ لیکن یہ اس وقت ہے جب وہ نماز ادا کر رہا ہو (یعنی قضاوالا نہ ہو) اگر نمازِ قضا پڑھنے والا ہو تو اگر وقت کے نکلنے کے بعد اس حال میں پڑھی ہے کہ اسے خروج وقت کا علم نہیں ہوا تو نماز جائز نہ ہوگی۔ اور شمس الائمہ کہتے ہیں اتنی نیت کافی ہے کہ میں وہ نماز پڑھتا ہوں جو مجھ پر واجب ہے اب ادا ہو یا قضا وہ یقیناً اس پر لازم تھی اھ اسی طرح فتح القدیر میں فتاوٰی عتابی کے حوالے سے اس کی تصحیح کی ہے، لیکن خلاصہ میں عدم جواز پر جزم کا اظہار کیا گیا ہے اور سراج ہندی نے شرح المغنی میں اسی کو صحیح کہا جیسا کہ آپ ملاحظہ کر رہے ہیں۔ تصحیح مسئلہ میں اختلاف ہے اھ تلخیصًا۔ ردالمحتار میں نہر کے حوالے سے ہے کہ ظہیریہ کی عبارت سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ارجح قول پر جواز ہی ہے۔ اھ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) بلکہ ہو سکتا ہے ظاہر مافی الظہیریہ کے مطابق ارجح قول پر عدم جواز ہو کہ انہوں نے اس پر جزم کیا ہے اور شمس الائمہ سے اس کی جو ترجیح ذکر کی گئی ہے اس کو رد نہیں کیا کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ جب کوئی امام کہتا ہے کہ یہ بات جائز نہیں اور فلاں اس کے جواز کا قائل ہے تو اس عبارت سے متبادر یہی ہوتا ہے کہ ان کا اپنا مختار قولِ اوّل ہے بلکہ ظاہر وہی ہے جو مختار و اکثر کی رائے کے مطابق ہے۔ بخلاف اس کے جو انہوں نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

---

[1] البحر الرائق شرح کنز الدقائق باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۷۹

[2] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۸

اور اگر یہ بھی خروجِ وقت پر مطلع ہے تو ظاہر جواز ہے محشیانِ در مختار سادات ابرار حلبی و طحطاوی و شامی رحمہم العزیز الغفار نے اس مسئلہ میں روایت نہ پائی علامہ ح نے عدمِ جواز کا خیال اور علامہ ط نے ان کے خلاف اور علامہ ش نے انکا وفاق کیا،

قال ط الظاهر الصحة عند العلم بالخروج لان نيته حينئذ القضاء خلافا لما فی الحلبی[1] اھ وقال ش بحث ح انه لا يصح و خالفه ط قلت وهو الاظهر لما مر من العناية[2] اھ اقول نعم هو الاظهر لما مر عن البحر عن الظهيرية من تقييد عدم الجواز بقوله وهو لا يعلم اما الاستناد بما مر عن العناية فعندی غير واقع فی محله لما علمت ان محل هذه المقالات ما اذا ذهل و غفل وكلام العناية فيما هو المعتاد و المعهود من ان من شعر بالتعيين النوعی شعر ايضا بالشخصی و رأيتنی كتبت ههنا علی هامش الشامی مانصه **اقول:** مامر عن العناية فيما اذا علم بقلبه التعيين ولا ينبغی لاحد ان يخالف فيه وهو جار فی كل صورة من الصور التسع بل لا تسع عليه ولا ثمان انما هی صورة واحدة لاغير۔ وانما الكلام فيما اذا نوی ذلك ذاهلا عن تعيين اليوم والوقت و	امام طحطاوی نے کہا اگر اسے خروجِ وقت کا علم ہو تو صحت نماز ظاہر ہے کیونکہ اس وقت نیت قضا کی ہوگی۔ بخلاف اسکے جو حلبی نے کہا اھ شامی نے کہا حلبی نے بحث کرتے ہوئے اس کی عدم صحت کا قول کیا ہے اور طحطاوی نے ان کی مخالفت کی، میں کہتا ہوں یہی اظہر ہے جیسا کہ عنایہ کے حوالے سے گزرا ہے اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) ہاں یہی اظہر ہے جیسا کہ البحر الرائق سے ظہیریہ کے حوالے سے عدمِ جواز کی تقیید اس کے قول "وهو لا يعلم" کے ساتھ گزری لیکن اس بات کی سند پکڑنا اس کے ساتھ جو عنایہ سے گزرا میرے نزدیک اس مقام کے مناسب نہیں، کیونکہ اس تمام گفتگو کا محل وہ ہے کہ جب انسان غافل ہوجائے اور بھول جائے اور عنایہ کی گفتگو معروف مشہور طریقہ (یعنی عدم غفلت) پر ہے کیونکہ جو شخص تعیینِ نوعی کا ادراک رکھتا ہے اسے تعیین شخصی کا ادراک بھی رہے گا، اور مجھے وہ یاد آیا جو حاشیہ شامی کے اس مقام پر میں نے لکھا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں **اقول:** (میں کہتا ہوں) عنایہ کی جو عبارت گزری ہے وہ اس صورت سے متعلق ہے جب دل سے اس کے تعیین

---

[1] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۹۴

[2] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۰۸

ح لاستظهار بما مر عن العناية[1]	کو جانتا ہو، اس میں مخالفت کسی کو مناسب نہیں اور یہ بات نو ۹ صورتوں میں سے ہر صورت میں جاری ہوگی بلکہ یہ نو ۹ ہیں نہ آٹھ یہ تو صرف ایک ہی صورت ہے اسکے علاوہ کچھ نہیں، یہاں گفتگو اس صورت سے متعلق ہے جب کسی انسان نے نماز کی نیت دن اور وقت کے تعین سے غافل ہو کر کی ہو، اب تو عنایہ کی گفتگو سے تائید نہیں لائی جاسکتی۔ (ت)

غرض اس صورت مفروضہ کی تینوں شکلوں میں جواز کی طرف راہ ہے۔ ولذا ارسل فی الدر ارسالا وقال انه الاصح (اسی لئے درمختار میں اس کو مرسلاً ذکر کیا ہے اور کہا یہی اصح ہے۔ ت) اور امر عبادات خصوصًا نماز میں حکم احتیاط معروف و معلوم هكذا ينبغي المقام والله ولی الفضل والانعام والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم (تحقیق مقام کے لئے یہی مناسب تھا، اللہ تعالٰی فضل وانعام کا مالک اور وہی پاک اور بہتر جاننے والا ہے۔ ت)

* * *

---

[1] جدالممتار باب شروط الصلوٰۃ المجمع الاسلامی مبارک پور (ہند) ۱/۲۱۸

بابُ القبلَۃِ

(قبلہ کا بیان)

مسئلہ نمبر ۳۹۴: از خیر آباد و ضلع سیتاپور محلّہ مہمان سرائے درگاہ حضرت مخدوم صاحب خورد قدس سرہ مرسلہ مولوی سید عظیم الدین صاحب خادم آستانہ مقدسہ ۲۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

چہ می فرمایند علماء دین و مفتیان شرح متین اندریں مسئلہ، نقشہ نظری بالا درگاہ حضرت مخدوم سید نظام الدین صاحب الہ دیا خیر آبادی عرف حضرت چھوٹے مخدوم صاحب قدس سرہ کا ہے اس احاطہ میں ایک مسجد سہ دری تعمیر شدہ ۱۰۵۶ھ ہے جس کے اندر دو صف کی گنجائش تھی ان صفوف کا جہت قبلہ موافق رخ مسجد قریب ثلث شمالی بین المغربین تھا اور تخمیناً آخر صدی دوازدہم تک اسی رُخ نماز ادا ہوتی رہی بعد ازاں فرشِ مسجد و صحنِ مسجد کو بوجہ شکستہ ہو جانے کے مرمّت ہوئی چونکہ رُخ روضہ شریف کا جو تعمیر کردہ صناعان دہلی تعمیر شدہ ۹۹۴ھ ہے ایسا تھا جس کا جہت قبلہ وسط مغربین ہوتا تھا فرش جدید میں نشان صفوف میں موافق رخ روضہ قائم ہو کر اب تک نماز اس رخ ادا ہوئی اس کارروائی سے اندر مسجد کے بجائے دو صفوف کامل کی گنجائش رہی اور وقت ضرورت اگر اندر مسجد صف دویم قائم کی گئی تو کامل نہ ہو سکی ناقص رہی اب پھر فرش مذکورہ خراب ہو کر مرمت ہو رہا ہے بصورت ضرورت نشانات صفوف جدید قائم کئے جائیں گے، چونکہ اکثر مساجد بلاد وامصار ہند قطب رُخ ہیں جن کا جہت قبلہ ثلث جنوبی مغرب میں ہے، نیز عبارت کتب فقہ سے اس کی تائید حسب ذیل معلوم ہوتی ہے۔

فی تجنیس الملتقط القبلة فی دیارنا بین مغرب الشتاء ومغرب الصیف، فان صلی الی جهة خرجت من المغربین فسدت صلاته قال الامام ابومنصورینظر الی اقصر ایام الشتاء والی اطول ایام الصیف فیتعرف مغربهما ثم یترك الثلثین عن یمینه وثلثا عن یساره و یصلی مابین ذلك ، قال الامام السید ناصر الدین الاول للجواز والثانی للاحتساب کما فی جامع المضمرات۔[1]	تجنیس ملتقط میں ہے کہ ہمارے علاقے کا قبلہ موسم سرما کے مغرب اور موسم گرما کے مغرب کے درمیان ہے اگر کسی نے ایسی جہت میں نماز ادا کی جو دونوں مغرب سے خارج ہو تو نماز فاسد ہوگی، امام ابو منصور نے فرمایا موسم سرما کے سب سے چھوٹے دنوں اور موسم گرما کے سب سے بڑے دنوں کو دیکھا (غور کیا) تو ان دونوں کے مغرب کی پہچان ہو جائے گی۔ پھر اپنے دائیں طرف سے دوتہائی اور بائیں طرف سے ایک تہائی چھوڑ کر اسکے درمیان نماز ادا کرے۔ امام السید ناصرالدین نے فرمایاپہلا قول جواز اور دوسرا استحباب کے لئے ہے، اسی طرح جامع المضمرات میں ہے۔ (ت)

عبارتِ بالاکے متعلق تو یہ بات دریافت طلب ہے کہ صیغہ مضارع ینظر، فیتعرف، یترک، یصلی معروف یا مجہول اور فاعل یا مفعول مالم یسم فاعلہ کون ہے؟ اور لفظ عن یمینہ و عن یسارہ کی ضمائر کا مرجع مصلی ہے یا قبلہ؟ لہٰذا عبارت عربیہ پر اعراب قائم فرمائے جائیں اور فاعل وغیرہ مرجع ضمائر کی تشریح اور ہدایتاً امور ذیل کی ہدایت مطلوب ہے۔ مسجد موجودہ مذکورہ مخصوصہ کا جہت قبلہ مسجد ہی کے رُخ رہنے دینا اور ہر دو صفوف کامل کی بدستور گنجائش قائم رکھنا افضل واولیٰ ہے یا نشانات قائم کرکے جہتِ قبلہ بدل دینا افضل ہے تو قطب رخ میں صف واحد بھی کامل نہیں رہتی ہے افضل واولیٰ ہے یا روضہ کے مطابق جس سے ایک صف کامل قائم رہ سکتی ہے حد مکان اس مسجد خاص میں لحاظ تکمیل صفوف کی تصریح مستحب ہے یا تبدیلی جہت قبلہ کی مغربین شمس و مغربین قمر ایک ہی ہیں یا جُداگانہ؟ جواب استفتاء ہذا کی نہایت عجلت ہے مرمت قریب الاختتام ہے اور یہ پوشیدہ نہیں کہ بحالت تری فرش کے نشانات جیسے پائدار قائم ہو سکیں گے بعد خشکی ممکن نہ ہوگا لہٰذا توجہ خاص کا محتاج ہے اور کیونکہ استفتاء خاص متعدد علوم وفنون سے تعلق رکھتا ہے بدیں وجہ باوجود آگہی عدیم الفرصتی بندگان ذات بابرکات سے رجوع کی گئی کہ حسب مراد دوسرے کی، دوسری جگہ حصول جواب کی پوری امید نہ تھی لہٰذا اس تکلیف دہی خاص کی نسبت مترصد معافی ہو کر توجہ خاص سے مستفید ہونے کا بواپسی امیدوار ہوں، جزاك الله فی الدارین خیرا۔

---

[1] تجنیس الملتقط

الجواب:

علمائے کرام نے جو خاص تخمینے جہت قبلہ کے لئے ارشاد فرمائے وہ خاص اپنے بلاد کے لئے ہیں نہ کہ حکم عام، ولہٰذا وہ تخمینے بہت مختلف آئے ہیں جن کا بیان ہمارے رسالہ **هداية المتعال فی حد الاستقبال** میں ہے۔

علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں اسی عبارت تجنیس الملتقط کی نسبت فرمایا **انما یصح فی بعض البقاع**[1] (یہ قاعدہ بعض جگہوں میں صحیح و درست ہے۔ت) خیر آباد جس کا عرض شمالی ستائیس ٢٧ درجے اکتیس ٣١ دقیقے اور گرینچ سے مشرقی اسی ٨٠ درجے اڑتالیس دقیقے ہے اس کا قبلہ تقریباً ٹھیک نقطہ مغرب الاعتدال ہے یعنی وسط مغربین صیف و شتا وسط حقیقی سے جنوب کی طرف ایک خفیف مقدار جھکا ہوا پاؤ درجہ تک بھی نہیں پہنچتی نہ وہ محسوس ہونے کے قابل ہے۔

وذلك لان عرض مكة المكرمة شرفها الله تعالٰی کا حه الہٰ وطولها محه ی فما بین الطولین م حه لح :. لوظل عرض مكة ٩،٥٩٣٥٤٢٣-لوجم مابین الطولین ٩،٨٨٠١٨٠٢=٩،٧١٣٣٦٢٠ قوسه فی جدول الظل حه لط نه لو جمها ٩،٩٤٨٥٨٩٦-،محفوظ اول. ثم فضل عرض البلد علی هذه القوس ماقه لوجمها بالتدفيق ٧،٥٠٨٣٩٥٨-محوظ ثانی، فلوظل مابین الطولین ٩،٩٣٣٥٤٤٦+ محفوظ محفوظ ثانیا = ١٢،٧٣٧٢٨٤ قوس هذا الظل فسط حه مه الو هوالانحراف الی نقطة المغرب من نقطة الجنوب لان عرض البلد الشمالی اکثر من القوس المذکورة فالانحراف من المغرب الاعتدال الی الجنوب مدقه لح وهو المقصود۔	یہ اس لئے ہے کہ مکہ مکرمہ (اللہ اسکی بزرگی میں اضافہ فرمائے) کا عرض مثلاً کا حہ الہٰ ہو اور اسکا طول م حہ ی ہو تو دونوں طولوں کے درمیان م حہ لح ہوگا کہ :. اگر ظل عرض مکہ ٩،٥٩٣٤٥٢٣-لو جم جو دونوں طولوں کے درمیان ہے ٩،٨٨٠١٨٠٢ = ٩،٧١٣٣٦٢٠ ہے جس کا قوس جدول میں حہ لط نہ ہو اسکا لوجم ٩،٩٤٨٥٨٩٦ ہے یہ محفوظ اول ہے۔ پھر اس قوس پر عرض بلد زائد ہوگا جو مانہ ہے جس کا لوجم بالتدقیق ٧،٥٠٨٣٩٥٨ ہے یہ محفوظ ثانی ہے، پس اگر ظل "جو دونوں طولوں کے درمیان ہے" ٩،٩٣٣٥٤٤٦ + محفوظ اول- محفوظ ثانی = ١٢،٣٧٣٧٢٨٤ ہے اس ظل کا قوس فسط مہ حہ لو ہے اور یہ نقطہ جنوب سے نقطہ مغرب کی طرف انحراف ہے کیونکہ بلد شمالی کا عرض قوسِ مذکورہ سے زائد ہے پس مغربِ اعتدال سے جنوب کی طرف انحراف مدقہ لح ہے اور یہی مقصود ہے۔ت

---

[1] شرح النقایہ للبرجندی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ لکشور لکھنؤ ۸۹/۱

سوال میں وسط مغربین کو جہت قبلہ روضہ رخ لکھا اس سے معلوم ہوا کہ مزار مبارک کا منہ صحیح جانب قبلہ تحقیقی ہے تو لازم تھا کہ سرہانا تقریباً سیدھا جانب قطب ہو کہ وسط مغربین و وسط قطبین شیئ واحد ہے مگر نقشہ میں قطب شمالی کا خط دیوار روضہ مبارکہ کی جانب مغرب منحرف بنایا ہے اگر واقعی اتنا انحراف ہے تو وسط مغربین کا ہرگز جہت قبلہ روضہ رخ ہونا متصور نہیں پھر یہاں امر اہم اس کی معرفت ہے کہ دیوار محراب مسجد کو قبلہ تحقیقی سے کتنا انحراف ہے اگر وہ انحراف ثمن دور یعنی ۴۵ درجے کے اندر ہے تو نماز محراب کی جانب بلا تکلف صحیح و درست ہے، اس انحراف قلیل کا ترک صرف مستحب ہے خود سوال میں تجنیس ملتقط سے گزرا۔

قال الامام السید ناصر الدین، الاول للجواز والثانی للاحتساب۔[1]	امام ناصر الدین نے کہا: پہلی صورت میں جواز اور دوسری میں استحباب ہے۔ (ت)

اسی طرح اُس سے اور نیز ملتقط سے حلیہ امام ابن امیر الحاج میں ہے: **شرح زاد الفقیر للعلامۃ الغزی و شرح الخلاصہ للقھستانی۔** پھر ردالمحتار میں وہی دو ثلث جانب راست اور ایک ثلث جانب چپ رکھنا بیان کرکے فرمایا:

ولولم یفعل ھکذا وصلی فیما بین المغربین یجوز۔[2]	اگر کسی نے اس طرح نہ کیا اور مغربین کے درمیان نماز پڑھ لی تو جائز ہوگی۔ (ت)

تو ایک امر مستحب کے لئے مسلمانوں کو تردد میں ڈالنا اور صفوف مسجد کو ناقص و ناتمام کردینا ہرگز مناسب نہیں۔ شرع مطہر میں تکمیل نہایت امر مہتم بالشان ہے جس کا پتا اس حدیث سے چلتا ہے کہ رسول اللہ فرماتے ہیں:

من وصل صفا وصلہ اللہ ومن قطعہ قطعہ اللہ[3]	جس نے صف کو ملایا اللہ تعالٰی اسے ملائے گا اور جس نے صف کو قطع اللہ تعالٰی اسے قطع فرمائے گا (ت)

یہاں اگر قطع صف موجود نہیں صف بروجہ قطع ہے کہ دیواریں حائل ہوکر تکمیل نہ کرنے دیں گی **فکان کالصف بین السواری وقد نھی عنہ بنحو ذلک کما ذکرنا فی فتاوٰنا** (یہ اس صف کی طرح ہے جو ستونوں کے درمیان ہو حالانکہ اس سے اور اس طرح کی دوسری صورتوں سے منع کیا گیا ہے جیسا کہ اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا۔ (ت) بیانِ

---

[1] تجنیس الملتقط

[2] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳۱۶/۱

[3] سنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۹۷/۱

سوال اگر صحیح ہے تو یہ انحراف ثابت کرچکے ہیں کہ جب تک ۴۵ درجے انحراف نہ ہو نماز بلاشبہ جائز ہے اور یہ کہ قبلہ تحقیقی کو منہ کرنا نہ فرض نہ واجب صرف سنتِ مستحبہ ہے لہٰذا مسجد میں نماز بلاشبہ جائز ہے اور اس میں اصلًا نقصان نہیں، نہ دیوار سیدھی کرنا فرض البتہ بہتر وافضل ہے، ردالمحتار میں ہے:

لو انحرف عن العین انحرافاً لا تزول منہ المقابلۃ بالکلیۃ جاز ویؤیدہ ماقال فی الظھیریۃ اذا تیامن اوتیاسر تجوز[1]۔	اگر عین کعبہ سے اتنا منحرف ہوا کہ اس سے بالکلیہ مقابلہ ختم نہ ہو تو نماز جائز ہے اس کی تائید ظہیریہ کی اس عبارت سے ہوتی ہے کہ جب وہ تھوڑا دائیں یا بائیں ہو جائے تو نماز جائز ہوگی۔(ت)

حلیہ میں ملتقط سے:

ھذا استحباب والاول للجواز اھ یرید ان عدم الانحراف مع عدم الخروج عن الجھۃ بالکلیۃ جائز[2]۔	یہ استحباب کے لئے ہے اور پہلا جواز کے لئے ہے اھ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی قدر بھی انحراف نہ ہو یہ مستحب ہے اور اس طرح کا انحراف کہ جہت کعبہ سے بالکل خروج نہ ہو یہ بھی جائز ہے۔(ت)

پھر اگر اس افضل کو اختیار کرنا چاہیں تو دیوار سیدھی قطب سے مشرق کو ہٹی ہوئی بنائیں اور اس کا وہ طریقہ جس میں زاویہ ناپنے کی حاجت نہ پڑے یہ ہے کہ اس دیوار قبلہ کا جنوبی گوشہ جس پر حرف "ب" لکھا ہے قائم رکھیں اور صحیح قطب نما سے ایک خط ب سے سیدھا قطب کو اتنا بڑا کھینچیں جس کا طول اس دیوار کے برابر ہو ایک رسی لیں اور اسکا ایک سرا حرف ب پر خوب جمائے رہیں کہ سرکے نہیں اور دوسرا سرا حرف ح سے ملا کر مشرق کی طرف اس طرح کھینچیں کہ رسی میں جھول نہ پڑنے پائے، اس کی کشش سے کمان کی شکل میں زمین پر بن جائے اور پھر ایک سیدھی لکڑی سوا چھ قبضہ کی ناپ کر اس کا ایک سرا حرف ح پر رکھیں اور دوسرا اس کمان سے ملادیں جہاں ملے اس ملنے کی جگہ کا نام حرف ء رکھیں۔ ء سے ب تک سیدھا خط ملادیں، یہ ٹھیک دیوارِ قبلہ ہوگی۔

وذٰلك لان فی مثلث ح ب ع، ساقا ح ب، ع ب کل ۱۰۶۔ وزاویۃ ب= مح الح فکل من زوایتی القاعدۃ مح ح ل فلوجیبھا	اور یہ اس لئے کہ مثلث ح ب ء میں ح ب، ء ب کی دو ساقیں ہے کل ۱۰۶ ہوئے اور زاویہ ب= ح صہ الح ہے تو قاعدہ کے دونوں زاویوں کا مح ح ل

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۵

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

۹ء۹۹۹۸۱۰۷ ولو جیب ح صه الح ۸ء۷۷۰۹۶۹۷ ولو۱۰۶ = ۲ء۰۲۵۰۳۰۵۹ مجموع هذین = ۱۰ء۷۹۶۲۷۵۶-۹۹۹۸۱۰۷=۷۹۶۴۶۴۹۔ء عدده، = ۶ء۲۵۸ هذه قبضات خط ح ء وذلك ماأردناه۔	ہوگا اسکا اگرجیب ۹ء۹۹۹۸۱۰۷ ہوا اور اگر جیب ح صه الح کا ۸ء۷۷۰۹۶۹۷ ہے اور لو ۱۰۶ = ۲ء۰۲۵۳۰۵۹، ان دونوں کا مجموعہ = ۱۰ء۷۹۶۲۷۵۶-۹۹۹۸۱۰۷=۷۹۶۴۶۴۹ء ۰ جس کا عدد = ۶ء۲۵۸ ہے یہ خط ح ء کے قبضے ہیں اور یہی ہماری مراد ہے(ت)

اور اگر پہلے صحیح جانچ کرلی ہو تو دوبارہ قطب نما لگانے اور بیچ کا خط یعنی ح ب بنانے کی حاجت نہیں بلکہ دیوار کے ناپ کی رسّی لیں اور اس کا ایک سرا حرف ب کی جگہ خوب جما کر رسی میں بے خم پڑے دوسرا سِرا دیوار کے حرف اوپر رکھ کر دوسرا سرا جہاں ملے کمان سے ملادیں، اس ملنے کی جگہ دیوار کے کنارہ ب تک سیدھا خط کھینچ دیں دیوار قبلہ اس خط پر اُٹھائیں کہ صحیح ہوگی۔

لان زاویة اب ء = وصه لرکماتقدم فکل زاویة القاعدة و صه مال جیبها ۹ء۹۹۹۳۷۵۷ وجیب ؤ صه لر ۰۶۱۵۵۰۹ء فاذاجمع فیه ۱۰۶ صار ۱۱ء۰۹۶۸۵۶۸-۹ء۹۹۹۳۰۵۷=۱ء۰۸۷۵۸۱۱ عدده = ۱۲ء۲۳۴ وذالك ما اردناه۔	کیونکہ زاویہ اب ء = وصه لر کے ہے جیسا کہ گزرا تو قاعدہ کے زاویہ کا کل وصه مال ہوگا جس کا جیب ۹ء۹۹۹۳۷۵۷ اور جیب وصه لر کا ۰۶۱۵۵۰۹ء ہے تو جب اس میں اگر ۱۰۶ کو جمع کیا جائے تو یہ ۱۱ء۰۸۶۸۵۶۸-۹ء۹۹۹۳۰۵۷=۱ء۰۸۵۸۱۱ ہوگا جس کا عدد = ۱۲ء۲۳۴ ہے اور یہی ہماری مراد ہے(ت)

مگر ان صورتوں میں ایک لحاظ لازم ہے جبکہ مسلمان اُسے مسجد کرچکے تو یہ گلی جو دیوار سیدھی کرنے میں چھوٹے گی اسے ضائع چھوڑ دینا جائز نہیں کہ وہ مسجد ہی کا ٹکڑا ہے اور اس کی بے حرمتی حرام۔ تو یا تو سیدھی دیوار ہی اور چن کر اس سے ملادیں کہ زمین چھوٹی نہ رہے یا ممکن ہو تو دیوار کا گوشہ الف برقرار رکھیں اور گوشہ ب سے سوا بارہ قبضہ زمین مغرب کو حرف ر تک بڑھا کر اور ر میں خط ملا کر دیوار جدید اٹھائیں کہ اگلی دیوار کی زمین شامل مسجد رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۳۹۵: از حیات نگر ڈاکخانہ سرائے ترین ضلع مرادآباد مرسلہ سید حبیب شاہ صاحب ۸ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ ہادی مراحلِ تحقیق جناب مولٰینا صاحب دامت برکاتکم، اسلام علیکم ورحمۃ اللہ جناب عالی اس قصبہ حیات نگر کی مسجد سمت مغرب سے متجاوز ہے اسکا نقشہ علیحدہ ایک پرچہ کاغذ کی پشت پر اور تمام حال کاغذ کی پیشانی پر لکھ کر حضور کے ملاحظہ کے واسطے ارسال کرتا ہوں باعث اس کا یہ ہے کہ یہاں چند اشخاص ایسے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اس مسجد میں سیدھے مسجد کے رُخ نماز نہیں ہوتی کمترین نے ایک صاحب کے پاس مسجد کا

نقشہ بھیج کر اُن سے دریافت کیا تھا انہوں نے ردالمحتار سے یہ نشان دے کر (ج ۱ ص ۴۴۶) کچھ عربی کی عبارت لکھ کر اُس کا خلاصہ اردو میں کیا تھا کہ اس انحراف قلیل جانب کعبہ سے مصلٰی کو مضر نہیں ہے اور انحراف قلیل کی حد یہ ہے کہ چہرہ اور چہرے کے اطراف میں کوئی جزو کعبہ کے مقابل باقی رہے اس طرح کہ چہرہ یا اُس کے بعض اطراف سے کعبہ تک خطِ مستقیم کھینچا جاسکے اور یہ ضروری نہیں ہے کہ یہ خط مستقیم پیشانی سے ہی خارج ہو بلکہ عام ہے خواہ پیشانی سے خارج ہو یا اس کے دونوں طرف میں کسی طرف سے خارج ہوا ہو اس صورت میں بہت بڑی وسعت ہے، جو نقشہ مسجد کا آپ نے بھیجا ہے اس مسجد کے رُخ پر نماز پڑھنا بے شبہ جائز ہے لہٰذا مسجد کے رُخ پر نماز پڑھایئے، بعض صاحب اس جواب کو پزیرا نہیں کرتے اور وہ حضور ہی پر اسکا انحصار رکھتے ہیں لہٰذا گزارش یہ ہے کہ حضور اس کاغذ کو جس پر مسجد کا نقشہ ہے ہر دو جانب سے ملاحظہ فرما کر اگر ممکن ہو تو کاغذ مذکور کے ذیل ہی میں جو دریافت طلب گزارشیں کاغذ کی پیشانی پر عرض کی گئی ہیں ان کا جواب ارقام فرما کر کمترین کو معزز فرمایا جائے۔ واجباً گزارش ہے کہ اس مسجد کا رُخ نقشہ مذکور سے بخوبی نمایاں ہے، یہ قصبہ حیات نگر ۲۸ درجے ۳۰ دقیقے عرض شمالی پر واقع ہے اور مکہ معظّمہ ۲۱ درجے ۴۰ دقیقے عرض شمالی پر، لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہی کہ اس مسجد میں جماعت سیدھی مسجد کے رُخ پر کی جائے یا مسجد کا خیال چھوڑ کر کعبہ شریف کا خیال کرکے ٹیڑھی اور اگر مسجد کے رُخ پر سیدھی جماعت کی جائے تو نماز ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

اب ء مثلث قائم الزاویہ ہے ب موضع قیام مصلی ء سمت نقطہ مغرب کے اسمت قطب شمالی ہے نقطہ ب سے مسجد کی دیوار قبلہ اء پر عمود ب ح قائم کیا تو مثلث اب ء کا مشابہ ہوا اُس کا زاویہ ب اُس کے زاویہ ا کے مساوی ہے کہ ہر ایک زاویہ ء سے مل کر ا قائمہ کے برابر ہے تو زاویہ ا زاویہ انحراف یعنی اس کے مساوی ہوا، یہ وہ مقدار ہے کہ مسجد نقطہ مغرب سے جس قدر شمال کو جھکی ہوئی ہے یہ زاویہ پیمائش میں ۱۸ درجے ہے۔ اب یہ معلوم کرنا ہے کہ حیات پور میں قبلہ نقطہ مغرب سے کتنا جدا ہے اس کے لئے صرف عرض بلد کافی نہیں ہوتا طول بھی درکار ہے۔ وہ سوال میں نہ لکھا نہ یہاں اطالس میں حیات پور کا نام نکلا مگر ضلع مرادآباد کی عام آبادیاں ۷۹، ۷۸ درجے کے اندر ہیں ۲۸ درجے عرض پر اگر طول ۷۸ درجے ہو تو عمود قبلہ سمت الراس سے جنوب کو تین درجے جُھکے گا، دوسری میں دو ^{۲} درجے، ستائیس ^{۲۷} درجے، بہرحال حیات پور میں قبلہ جنوب کو تقریباً ۲ درجے مائل ہے اور مسجد ۱۸ درجے شمال کو ہے تو مسجد قبلہ واقعہ حیات پور سے اکیس درجے کم شمال کو جھکی ہوئی ہے اور ہم نے اپنے رسالہ **ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال** میں ثابت کیا ہے کہ جب تک پینتالیس ^{۴۵} درجے انحراف نہ ہو سمت قبلہ باقی رہتی ہے۔ عبارت ردالمحتار وغیرہا عبارات کثیرہ مختلفہ اسی طرف راجح ہیں نہ وہ اطلاق کہ سوال میں کسی سے حکایت کیا تو یہ مسجد ضرور حدِ قبلہ کے اندر ہے بلکہ اس سے دوچند جھکی ہوتی تب بھی حد سے

نہ نکلتی، تو مسجد ہی کے رُخ پر نماز پڑھی جائے ضرور صحیح ہو جائے گی مگر بعد اطلاع قبلہ سے اتنا انحراف مکروہ وخلاف سنت ہے، لہٰذا سمتِ مسجد کا خیال نہ کریں بلکہ سمتِ قبلہ کا، یعنی خط ب ء ہی کی سیدھ پر پڑھیں حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

ہدایۃ المتعال فی حد الاستقبال ۱۳۲۴ھ

(استقبالِ قبلہ کی تعیین میں اللہ تعالٰی جل شانہ کی رہنمائی)

مسئلہ نمبر ۳۹۶ : از علی گڑھ معرفت مولوی بشیر احمد صاحب مدرس مدرسہ اہلسنت ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

شہر علی گڑھ کی عیدگاہ کہ صدہا سال سے بنی ہوئی ہے اور حضرات علماء متقدمین میں بلاکراہت اس میں عیدین کی نمازیں پڑھتے پڑھاتے رہے، آج کل نئی روشنی والوں نے اپنے قیاسات اور نیز آلات انگریز سے یہ تحقیق کیا ہے کہ سمت قبلہ سے منحرف ہے اور قطب شمالی داہنے کونے کی پشت پر واقع ہے جس سے نوّے فٹ کے قریب مغرب سے پھری ہوئی ہے لہٰذا اس کو توڑ کر سمت ٹھیک کرنا مسلمانانِ شہر پر بر تقدیر استطاعت کے لازم اور فرض ہے ورنہ نماز اس میں مکروہ تحریمی ہے، اور ۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو اس میں ایک فتوی چھاپا جس کی عبارت جواب یہ ہے: "اگر وہاں کے مسلمانوں میں اس قدر مالی طاقت ہے کہ اس کو شہید کرکے ٹھیک سمتِ قبلہ پر بناسکتے ہیں تو ان کے ذمّے فرض ہے کہ وہ ایسا ہی کرے اگر ان میں ٹھیک سمت قبلہ بنانے کی طاقت نہیں تو ان کے ذمہ فرض ہے کہ وہ اس مسجد یا عیدگاہ میں ٹھیک سمتِ قبلہ کی خطوط کھینچ لیں اور اُن خطوط پر کھڑے ہو کر نماز پڑھا کریں، چنانچہ ہدایہ میں مذکور ہے:

ومن کان غائبا ففرضه اصابته جهتها هو الصحيح لان التکليف بحسب الوسع[1] انتهی	جو شخص کعبہ سے دور ہو اس پر نماز کے دوران سمتِ کعبہ کی طرف رُخ کرنا فرض ہے یہی صحیح ہے کیونکہ تکلیف حسبِ طاقت ہوتی ہے انتہی (ت)

---

[1] الہدایۃ باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۰۰

کتبِ معتبرہ سے یہ ارشاد ہو کہ اب ہندوستان کا قبلہ مابین المغربین ہونا چاہیئے یا کیا؟ اور اسکا سمتِ قبلہ درست کرنا ضروری ہے یا کیا؟ بیینوا توجروا

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی جعل لنا الکعبۃ قبلۃ و امانا والصلوٰۃ والسلام علی من الی افضل قبلۃ ولّانا، رسول الثقلین وامام القبلتین جعل اللہ تعالٰی بابہ الکریم فی الدارین قبلۃ امالنا و کعبۃ منانا وعلٰی اٰلہ وصحابتہ و سائر اھل قبلتہ الذین ولوا الیہ وجوھھم تصدیقا و ایمانا اٰمین اللھم ھدایۃ الحق والصواب۔	تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جس نے کعبہ کو ہمارا قبلہ اور پناہ گاہ بنایا اور صلوٰۃ سلام ان پر کہ جس نے ہمیں اچھے قبلہ کی طرف پھیرا جن وانس کے رسول اور دونوں قبلوں کے امام جن کے باعزت دروازے کو اللہ تعالٰی نے جنہیں دنیا و آخرت میں ہماری تمام امیدوں کا قبلہ اور آرزوؤں کا کعبہ بنایا، آپ کی آل، اصحاب اور اُن کے اہل قبلہ پر جنھوں نے حالتِ ایمان و تصدیق میں اس کعبہ کی طرف رُخ کیا آمین: اے اللہ! حق و صواب کی ہدایت فرما (ت)

فتوائے مذکورہ محض باطل اور حلیہ صدق وصحت سے عاطل اور منصب افتاپر نرا اجترا بلکہ شریعت مطہرہ پر کُھلا افتراء ہے۔

اولا: اگر بفرض باطل یہ عیدگاہ جہت قبلہ سے بالکل خارج ہوتی بلکہ مشرق و مغرب بدل گئے ہوتے جب بھی یہ جبروتی حکم کہ بحالت استطاعت اسے توڑ کر ٹھیک سمت قبلہ بنانا فرض ہے، دل سے نئی شریعت ایجاد کرنا تھا، اس حالت پر غایت یہ کہ اگر بے انہدام کوئی چارہ کار ممکن نہ تھا منہدم کرنا مطلوب ہوتا ٹھیک، سمت پر بنانا کس نے فرض مانا، عیدگاہ میں کوئی عمارت ہونا ہی سرے سے خدا اور رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرض کیا نہ واجب نہ سنّت، زمانہ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں مصلائے عید کفِ دست میدان تھا جس میں اصلاً کسی عمارت کا نام نہ تھا، جب حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ عید کو تشریف لے جاتے مواجہ اقدس میں سُترہ کے لئے ایک نیزہ نصب کردیا جاتا، زمانہ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین میں بھی یوں ہی رہا۔ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے سب مواضع میں تبرک کے لئے مسجدیں بنائیں ظاہراً اُنہیں کے وقت میں مصلائے عید میں بھی عمارت بنی کما استظھرہ السید نورالدین السمھودی قدس سرہ فی تاریخ المدینۃ (جیسا کہ سیّد نورالدین سمہودی قدس سرہ نے اپنی کتاب تاریخ المدینۃ المنورہ میں اس بات کی تصریح کی ہے۔ت) صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان ترکز لہ الحربۃ قدامہ یوم الفطر والنحر ثم یصلی[1]۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مواجہہ اقدس کے سامنے عید الفطر کے موقع پر نیزہ نصب کیا جاتا پھر آپ نماز پڑھاتے۔(ت)

اُنھیں کی دوسری روایت میں ہے:

قال کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یغدو الی المصلّی والعنزۃ بین یدیہ تحمل و تنصب بالمصلّی بین یدیہ فیصلی الیہا[2]۔	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیدگاہ کی طرف تشریف لے جاتے تو آپ کے آگے نیزہ اُٹھا کر لایا جاتا اور عیدگاہ میں آپ کے سامنے گاڑ دیا جاتا تھا، پھر اس کی طرف رُخ کرکے نماز پڑھاتے تھے۔(ت)

سنن ابن ماجہ میں و صحیح ابن خزیمہ و مستخرج اسمٰعیلی میں زائد کیا:

وذلك ان المصلی کان فضاء لیس فیہ شیئ یستتربہ[3]۔	یہ اس لئے کیا جاتا تھا کہ عیدگاہ فضاء میں تھی وہاں کوئی ایسی چیز نہ تھی جسے سُترا بنایا جاسکے۔(ت)

افسوس کہ نئی روشنی کا یہ فرض، زمانہ رسالت و زمانہ خلافت و زمانہ رسالت سب میں متروک رہا۔

ثانیًا اس عیدگاہ کی عمارت موجودہ سے دین الٰہی کو کوئی ایسا ضرر شدید پہنچتا ہے جس کے سبب اس کا ڈھانا فرض ہو، یا نہیں اگر نہیں تو بحال استطاعت مالی اُس کا ہدم کیوں فرض ہوا اور اگر ہاں تو بحال عدم استطاعت مالی کیوں فرض نہیں، استطاعت مالی بنانے کو چاہیئے، ڈھانے میں ایسا کیا درکار ہے جس سے مسلمانانِ شہر عاجز ہوں۔

ثالثًا خطوط سمت قبلہ ڈال لینے سے کاربراری ممکن اور وہ ضرر مندفع ہے یا نہیں، اگر نہیں تو بحال عدم استطاعت یہ لغو حرکت کیوں فرض ہوئی اور کس نے فرض کی، اور اگر ہاں تو بحال استطاعت یوں کاربراری کس نے حرام کی کہ بالتعیین ڈھا دینا ہی فرض ہوگیا، کیا یہاں متعدد ضرر مفترض الازالہ مختلف الحالہ ہیں کہ توزیع ممکن ہو۔

رابعًا یہ عیدگاہ سمت سے یکسر خارج ہے یا حدود جہت کے اندر ہے اگرچہ عین محاذات سے منحرف ہے۔ برتقدیر اول اس میں نماز مکروہ تحریمی کیوں ہوئی باطل محض ہونی لازم تھی۔ برتقدیر ثانی اس کا ڈھانا کیوں فرض ہوا جبکہ وہ حدود مشروع کے اندر ہے۔

---

[1] صحیح بخاری باب الصلوٰۃ الی الحربۃ یوم العید مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۳۳

[2] صحیح بخاری باب حمل العنزۃ اوالحربۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۳۳

[3] سنن ابن ماجہ باب ماجاء فی الحربۃ یوم العید مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۹۳

خامسًا علماء کرام کا حکم تو یہ ہے کہ جہت سے بالکل خروج ہو تو نماز فاسد اور حدودِ جہت میں بلا کراہت جائز کہ آفاقی کا قبلہ ہی جہت ہے نہ کہ اصابت عین۔ بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی پھر حلیہ امام ابن امیر الحاج حلبی میں ہے۔

قبلته حالة البعد جهةالكعبة وهي المحاريب لاعين الكعبة[1]۔	کعبہ سے دوری کی صورت میں جہتِ کعبہ ہی قبلہ ہے اور وہ محرابِ مسجد ہے نہ کہ عین قبلہ۔ (ت)

جامع الرموز میں امام زندویسی سے ہے: **الجهة قبلة كالعين**[2] (جہت کعبہ عین قبلہ کی طرح ہے۔ ت) ہاں حتی الوسع اصابت عین سے قرب مستحب۔ اس بارے میں ملتقط و حلیہ وغیرہما کے نصوص بعونہ تعالٰی آگے آتے ہیں، اور خیریہ میں فرمایا: **هو افضل بلاريب ولامين**[3] الخ (یہ بغیر کسی شبہ کے افضل ہے۔ ت) درر مولانا خسرو و ردالمحتار میں ہے:

لوانحرف عن العين انحرا فالاتزول منه المقابلة بالكلية جاز ويؤيده ماقال في الظهيرية اذا تيامن اوتياسر تجوز[4]۔	اگر عین کعبہ سے باکلیہ انحراف نہ ہو (یعنی معمولی انحراف ہوا) تو نماز جائز ہے۔ اسکی تائید ظہیریہ کے ان الفاظ سے ہوتی ہے: جب نمازی ذرا دائیں یا بائیں ہوگیا تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

اور ترک مستحب مستلزم کراہت تنزیہ بھی نہیں کراہت تحریم تو بڑی چیز، بحرالرائق باب العیدین میں ہے:

لايلزم من ترك المستحب ثبوت الكراهة اذلا بدلها من دليل خاص[5]۔	ترک مستحب سے کراہت لازم نہیں آتی کیونکہ اس کے ثبوت کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ (ت)

تو اس میں نماز مکروہ تحریمی ٹھہرانا نئی روشنی کی محض ظلماتی ساخت ہے۔

سادسًا: عبارت ہدایہ کہ فتوٰی مذکورہ نے نقل کی اسکی مُدعا سے اصلًا مس نہیں رکھتی بلکہ حقیقۃً وہ اس کا رد ہے، عبارت کا مطلب یہ ہے کہ غیر مکی کو ہرگز ضرور نہیں کہ اس کی توجہ عین کعبہ معظّمہ کی طرف ہو بلکہ اس جہت کی طرف

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط الارکان مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۱۸

نوٹ: بدائع میں یہ عبارت معنًا مذکور ہے الفاظ بعینہٖ موجود نہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[2] جامع الرموز فصل شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۳۰

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفہ بیروت ۱/ ۹

[4] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۱۵

[5] البحرالرائق باب العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۳

منہ ہونا بس ہے جس میں کعبہ واقع ہے تکلیف بقدر وسعت اور طاعت بحسبِ طاقت ہے اس سے خود ثابت ہوا کہ غیر مکہ مکرمہ میں اتنا انحراف کہ جہت سے خارج نہ کرے مضر نہیں اور اسکی تصریح نہ صرف ہدایہ بلکہ عامہ کتب مذہب میں ہے پھر مسافتِ بعیدہ میں ایک حد تک کثیر انحراف بھی جہت سے باہر نہ کرے گا اور درحق نماز قلیل ہی کہلائے گا اور جتنا بُعد بڑھتا جائے گا انحراف زیادہ گنجائش پائے گا۔ بحر الرائق وطحطاوی علی الدر وغیرہما میں ہے:

المسامتة التقریبیة ھو ان یکون منحرفا عن القبلة انحرافا لاتزول به المقابلة بالکلیة، والمقابلة اذا وقعت فی مسافة بعیدة لاتزول بما تزول به من الانحراف لو کانت فی مسافة قریبة[1]۔	مسامتت تقریبی یہ ہے کہ انحراف عن القبلہ اس طرح ہو کہ جہت کعبہ سے مقابلہ بالکلیۃ ختم نہ ہو اور مقابلہ جب مسافتِ بعیدہ کی صورت میں ہو تو وہ اتنے انحراف سے ختم نہیں ہوتا جتنے سے مسامت قریبیہ میں مقابلہ ہو تو ختم ہو جاتا ہے۔ (ت)

معراج الدرایہ وفتح القدیر وحلیہ شرح منیہ وبحر شرح کنز وفتاوٰی خیریہ وغیرہا میں ہے۔

ویتفاوت ذلك بحسب تفاوت البعد و تبقی المسامتة مع انتقال مناسب لذلك البعد[2]۔	انحراف بُعد کے اعتبار سے متفاوت ہوتا ہے اور اس بُعد کے مناسب انتقال کے ساتھ مسامتت (سمت) باقی رہتی ہے۔ (ت)

فتوٰی میں عبارتِ ہدایہ سے استناد کے لئے یہ ثبوت دینا کہ مکہ معظّمہ سے علی گڑھ کو یہ ہزاروں میل کا بُعد، نقطہ مغرب سے تیس ۳۰ گز انحراف کی گنجائش نہیں رکھتا اتنا تفاوت جہت سے باہر لے جائے گا بے اس ثبوت کے، ذکر عبارت محض تغلیط عوام ہے اور حقیقت امر دیکھئے تو عبارت مستدل کے لئے صرف نامفید ہی نہیں بلکہ صاف مضر ہے، ہم عنقریب بعونہٖ تعالٰی ثابت کریں گے کہ عیدگاہ مذکورہ ضرور حدودِ جہت کے اندر ہے۔

سابعًا: ہمارے بعض علماء تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اس باب میں ہیأت قیاسات وآلات کا اعتبار ہی نہیں، جامع الرموز نے اسی بحث سمتِ قبلہ میں لکھا:

منھم من بناہ علی بعض العلوم الحکمیة الاان العلامة البخاری قال فی بحث القیاس من الکشف ان اصحابنا	فقہاء میں سے بعض نے اس مسئلہ کی بنیاد بعض علومِ حکمیہ پر رکھی ہے مگر علّامہ بخاری نے کشف الاسرار میں قیاس کی بحث کے تحت لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۹۷

[2] البحر الرائق شرح کنز الدقائق باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۸۴

لم یعتبروہ وبہ یشعر کلام قاضی خان[1] اھ وایدہ فی النھر بان علیہ اطلاق المتون[2] اھ وردہ فی ردالمحتار قائلا لم ار فی المتون مایدل علی عدم اعتبارھا ولنا تعلم مانھتدی بہ علی القبلة من النجوم وقال تعالٰی والنجوم لتھتدوا بھا الخ واستظھر ان الخلاف فی عدم اعتبارھا انما ھو عند وجود المحاریب القدیمة اذلایجوز التحری معھا کما قدمناہ لئلایلزم تخطئة السلف الصالح وجماھیر المسلمین بخلاف ما اذاکان فی المفازة فینبغی وجوب اعتبار النجوم و نحوھا فی المفازة لتصریح علمائنا وغیرھم بکونھا علامة معتبرة فینبغی الاعتماد فی اوقات الصلاة وفی القبلة علی ماذکرالعلماء الثقات فی کتب المواقیت وعلی ماوضعوہ لھا من الالات کالربع والاصطر لاب فانھا ان لم تفد الیقین تفید غلبة الظن للعالم بھا ، وغلبة الظن کا فیة فی ذلک[3] الخ۔

اس کا اعتبار نہیں کیا، قاضی خان کی گفتگو بھی اسی طرف رہنمائی کرتی ہے اھ نھر میں اس کی تائید یوں کی ہے کہ اسی پر متون کا اطلاق ہے اھ ردالمحتار میں یہ کہتے ہوئے اس کا رد کیا کہ میں نے متون میں ایسی کوئی دلیل نہیں دیکھی جو ان کے عدم اعتبار پر دال ہو، حالانکہ ہم پر اس چیز کا تعلّم ہے جس کے ساتھ ستاروں کے ذریعے ہم قبلہ پر رہنمائی حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی کا یہ ارشاد بھی دلیل ہے والنجوم لتھتدوا بھا الخ (اس نے ستارے اس لئے بنائے تاکہ تم ان سے رہنمائی حاصل کرو) اس سے ظاہر کیا کہ ان کے عدم اعتبار میں اختلاف اس صورت میں ہے جب وہاں قدیم محراب موجود ہوں کیونکہ ان کے ہوتے ہوئے تحری جائز نہیں جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے، تاکہ سلف صالحین اور جمہور مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا لازم نہ آئے، بخلاف اس صورت کے جب مصلی جنگل اور ویران جگہ میں ہو تو وہاں ستاروں وغیرہ ہم نے ان چیزوں کے علاماتِ معتبرہ ہونے کی تصریح کی ہے، لہٰذا اوقاتِ نماز اور تعیینِ قبلہ کے متعلق ثقہ علماء کے کتب مواقیت میں بیان کردہ قواعد و ضوابط پر اعتماد کرنا مناسب ہے، اور آلات مثلاً ربع، اصطرلاب وغیرہ جو اوقات کی پہچان کے لئے انھوں نے بنائے ہیں ان پر بھی اعتماد کیا جائے۔ کیونکہ اگر ان آلات سے یقین کا درجہ حاصل نہ ہو تو کم از کم غلبہ ظن تو اسی شخص کو جو ان آلات سے متعلق معلومات رکھتا ہو حاصل ہو جائے گا۔ اور اس مسئلہ میں ظنِ غالب ہی کافی ہے الخ (ت)

---

[1] جامع الرموز فصل شروط الصلوٰۃ مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۳۰

[2] ردالمحتار بحوالہ النہر مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۷

[3] ردالمحتار بحوالہ النہر مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۷

اقول: وھوکلام نفیس واین تحری جزاف لایکاد یرجع الی اثارۃ علم من الظن الغالب الحاصل بتلك القواعد ولو لا مکان اطوال البلاد و عروضها فی امر تعیین القبلة ومجال الظنون فی اکثرها لکان مایحصل بها قطعیا لامساغ لریبة فیه بل لو حققت لالفیت جل المحاریب المنصوبة بعد الصحابة والتابعین رضی الله عنهم انما بنیت بناء علی تلك القواعد و علیها أُسّست لها القواعد فکیف یحل اعتماد تلك المحاریب دون الذی بنیت علیه نعم عندالتعارض ترجح القدیم خلافاللشافعیة لئلایلزم تخطئة السلف الصالح و جماهیر المسلمین[1] کما ذکرہ الشامی وغیرہ ولان علم الجمیع اقوی من علم الآحادو للسلف مزیة جلیة علی الخلف، ولربما یخطی النظر فی استعمال القواعد والاٰلات کما ھو مرئی مشاهد فهو اولی بالخطاء منهم ولذاقال فی الفتاوٰی الخیریة واما الاجتهاد فیها ای فی محاریب المسلمین بالنسبة الی الجهة فلا یجوز حیث سلمت من الطعن لانها لم تنصب الابحضرۃ جمع من المسلمین اهل معرفة بسمت الکواکب والادلة فجری ذلك مجری الخبر فتقلد

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ نفیس گفتگو ہے علم کے کسی پہلو کو نہ چھونے والے بے اصل اندازے کو ان آلات سے حاصل شدہ ظنِ غالب سے کیا تعلق، اگر تعیین قبلہ کے معاملہ میں طول البلد اور عرض البلد اور ان کے اکثر معاملات میں ظن کا دخل نہ ہوتا تو ان آلات سے حاصل شدہ علم قطعی ہوتا جس میں شک کی گنجائش نہ ہوتی۔ بلکہ اگر تُو تحقیق کرے تجھے معلوم ہوگا کہ وہ بڑے بڑے محراب جو صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے بعد بنائے گئے ہیں اور انہی قواعد کی بنا پر اور انہیں ضوابط پر ان مساجد کے ستون بنائے گئے، تو یہ کیسے درست ہوگا کہ ان محرابوں پر تو اعتماد کیا جائے مگر ان قواعد پر نہ کیا جائے جن کی بنا پر وہ محراب معرض وجود میں آئے ہیں۔ ہاں یہ درست ہے کہ جہاں (قاعدہ و محراب) قدیم میں تعارض ہوگا وہاں محراب قدیم کو ترجیح ہوگی بخلاف شوافع کے تاکہ سلف صالحین اور جمہور مسلمانوں کو غلط ثابت قرار دینا لازم نہ آئے جیسا کہ امام شامی وغیرہ نے ذکر کیا ہے۔ اور یہ بات بھی ہے کہ جماعت کا علم احاد کے علم سے زیادہ قوی ہوتا ہے۔ اور سلف کو خلف پر واضح فضیلت حاصل ہے نیز بعض دفعہ استعمالِ قواعد و آلات میں نظر سے خطا بھی ہو جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ و ملاحظہ میں آیا ہے لہٰذا واحد کا خاطی ہونا جماعت کے خاطی ہونے سے زیادہ قریب ہے، اسی لئے فتاوٰی خیریہ میں کہا کہ جہتِ قبلہ کی تعیین

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۱۷

تلك المحاریب[1] اھ۔

اقول: وبه ظهران الحكم لایختص بالمفاوز فانهم انما نصبوا فی الامصار بناء علی تلك الادلة لاجرم ان قال العلامة البرجندی فی شرح النقایة ان امر القبلة انما یتحقق بقواعد الهندسة والحساب بان یعرف بعد مكة عن خط الاستواء وعن طرف المغرب ثم بعد البلد المفروض كذلك ثم یقاس بتلك القواعد لتحقیق سمت القبلة ونحن قدحققنابتلك القواعدسمت قبلة هراة[2] الی اٰخر ماسیأتی ونقله الفتال فی حاشیته مقرا علیه۔

کے معاملہ میں مسلمانوں کے قدیم محرابوں میں اجتہاد اور غور و فکر اس لئے جائز نہیں تاکہ طعن سے محفوظ رہا جاسکے کیونکہ یہ محراب مسلمانوں کی اُن جماعتوں نے قائم کئے ہیں جو کواکب کی سمت اور دلائل کی معرفت رکھتی تھیں، تو چونکہ خیر و بھلائی اسی میں ہے لہٰذا ان محرابوں کی تقلید کی جائے اھ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) اس سے یہ بھی آشکارا ہوگیا کہ یہ حکم محض ویرانے اور جنگل کے ساتھ ہی مخصوص نہیں کیونکہ شہروں میں بھی مسلمانوں نے انہی قواعد و ضوابط کی بناپر محراب قائم کئے ہیں، چنانچہ علامہ برجندی نے شرح نقایہ میں کہا کہ قبلہ کا معاملہ قواعدِ ہندسہ و حساب کی بناء پر حل ہوتا ہے بایں طور کہ پہلے خط استوا سے مغرب کی جانب سے مکّہ کا بُعد پہچانا جائے پھر مفروض شہر کے بعد کو اسی طرح پہچانا جائے پھر ان قواعد کے مطابق قیاس کیا جائے تاکہ سمتِ قبلہ معلوم ہوسکے اور ہم ان قواعد کے ذریعے قبلہ ہرات کی سمت یونہی ثابت کرچکے ہیں آخر تک جس کا بیان آئیگا، اور اس کو علّامہ فتّال نے اپنے حاشیہ میں ثابت رکھتے ہوئے نقل کیا ہے۔ (ت)

اور اتنا تو اکابر نے بھی فرمایا کہ جو مسجد مدتوں سے بنی ہو اور اہلِ علم و عامہ مسلمین اس میں بلا نکیر نمازیں پڑھتے رہے ہوں جیسا کہ عیدگاہ مذکورہ کی نسبت سوال میں مسطور ہے اگر کوئی فلسفی اپنے آلات و قیاسات کی رُو سے اس میں شک ڈالا چاہے اُس کی طرف التفات نہ کیا جائے گا کہ صدہا سال سے علماء و سائر مسلمین کو غلطی پر مان لینا نہایت سخت بات ہے، بلکہ تصریح فرماتے ہیں کہ ایسی قدیم محرابیں خود ہی دلیلِ قبلہ ہیں جن کے بعد تحری کرنے اور اپنا قیاس لگانے کی شرعاً اجازت نہیں، ایسی تشکیک بعض مدعیانِ ہیأت نے بعض محرابات نصب کردہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی پیش کی حالانکہ بالیقین صحابہ کرام کا علم زائد تھا اُس کے بعد فلسفی ادعا کا سننا بھی حلال نہیں، ہاں بتحقیق معلوم ہو

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۷

[2] شرح النقایۃ للبرجندی باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/۸۹

کہ فلاں محراب کسی جاہل ناواقف نے یُونہی جزافاً قائم کردی ہے تو البتہ اُس پر اعتماد نہ ہوگا۔ علّامہ خیر الدین رملی استادِ صاحبِ دُرمختار رحمہما اللہ تعالٰی فتاوٰی خیریہ میں فرماتے ہیں:

نحن علی علم بان الصحابة رضی اللہ عنهم اعلم من غیرهم فاذا علمنا انهم وضعوا محرابا لایعارضهم من هودونهم واذا علمنا ان محرابا وضع من غیرهم بغیر علم لانعتمده، واذالم نعرف شیئاً وعلمنا کثرة المارین و تو الی المصلین علی مرور السنین علمنا بالظاهر وهو الصحة[1]۔	ہمیں یقین ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دیگر تمام افراد امّت سے زیادہ علم رکھتے تھے۔ جب ہمیں یہ معلوم ہوا کہ یہ محراب صحابہ نے قائم کئے ہیں تو ان کے مقابل کسی دوسرے کی بات کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا (لہٰذا اس محراب پر اعتماد کیا جائے گا) اور جب ہمیں یہ معلوم ہوجائے کہ صحابہ کے علاوہ کسی جاہل ناواقف نے یہ محراب بنائی تو اس پر ہم اعتماد نہیں کریں گے، اور اگر کسی محراب کے بارے میں ہمیں کچھ معلومات نہ ہوں صرف اتنا جانتے ہوں کہ یہاں کئی سالوں سے کثیر راگیر اور نمازی مسلسل نماز پڑھتے رہے ہیں تو ہم اسی ظاہر صورت پر عمل کریں گے اور یہی درست ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

مذهب الحنفیة یعمل بالمحاریب المذکورة ولا یلتفت للطعن المذکورة[2]۔	احناف کا مسلک یہی ہے کہ ان محاریب مذکورہ پر عمل پیرا ہوں اور مخالف کے طعن واعتراض مذکورہ کی طرف توجہ نہ کی جائے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

نهایة الفلکی المذکوران یطعن بالانحراف الیسیر الذی لا یجاوز الحد المذکور وهو علی تقدیر صدقه لایمنع الجواز ولهذا قال الشارح	قول فلکی (ماہر فلکیات) مذکور کی نہایۃ یہ ہے کہ وہ اس تھوڑے انحراف کے ساتھ جو حد مذکور سے تجاوز نہ کرتا ہو طعن (اعتراض) کریگا حالانکہ اگر اسکا قول سچّا بھی ہو تاہم جوازِ نماز کے منافی نہیں اس لئے شارح

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۹/۱

[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۸/۱

الزیلعی لا یجوز التحری مع المحاریب[1]۔	امام زیلعی نے فرمایا محاریب کے ہوتے ہوئے اجتہاد اور غور وفکر کی ضرورت نہیں۔(ت)

اُسی میں ہے:

الکلام فی تحقق ذلك (یعنی الانحراف الکثیر) ولایقع علی وجه الیقین مع البعد باخبار المیقاتی کما لا یخفی عند الفقهاء[2]۔	لیکن کلام انحراف کثیر کی تحقیق کے بارے میں ہے اور یہ بات بُعد کی صورت میں ماہر فلکیات کی رائے سے یقینی طور پر حاصل نہیں ہوسکتی جیسا کہ فقہاء پر مخفی نہیں۔(ت)

حلیہ میں ہے:

المحراب فی حق المصلی قد صار کعین الکعبة ولهذا لا یجوز للشخص ان یجتهد فی المحاریب فایاك ان تنظر الی ما یقال ان قبلة اموی دمشق واکثر مساجدها المبنیة علی سمت قبلة فیها بعض انحراف اذلا شك ان قبلة الاموی من حین فتح الصحابة رضی الله تعالٰی عنهم ومن صلی منهم الیها وکذا من بعدهم اعلم و اوثق من فلکی لاندری هل اصاب ام اخطأبل ذلك یرجع خطأه وکل خیر من اتباع من سلف[3]۔	نمازی کے لئے محراب عین کعبہ کی طرح ہے اسی لئے کسی شخص کو روا نہیں کہ وہ محاریب میں اجتہاد یا غور و فکر کرے اس بات سے تو دُور رہ (جو کہا جاتا ہے) کہ جامع اموی دمشق اور اسکی اکثر دیگر مساجد جو اسکی سمت پر بنائی گئی ہیں ان کی سمت قبلہ کچھ منحرف ہے کیونکہ جامع اموی کے قبلہ کا تعیّن اس وقت ہوا جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس علاقہ کو فتح کیا تھا صحابہ کرام خود بھی اسی رُخ نماز ادا کرتے رہے اور اُن سے بعد کے لوگ بھی اور وہ حضرات اس فلکی سے زیادہ عالم اور ثقہ تھے اس فلکی کے بارے میں ہمیں کیا معلوم کہ اسکی رائے درست ہے یا غلط بلکہ اس کا خاطی ہونا ہی راجح ہے اور تمام خیر اسلاف کی اتباع میں ہے۔(ت)

پھر علماء کے یہ ارشادات اس بارے میں تھے جو فنِ ہیأت کا ماہر کامل عامل فاضل ثقہ عادل ہو یہ نئی روشنی والے نہ فقہ سے مس نہ ہیئات سے خبر، اور دین و دیانت کا حال روشن تر، ان کی بات کیا قابلِ التفات،

---

[1] فتاوٰی خیریۃ، کتاب الصلوۃ، مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت، ۱/۷

[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۹

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ان کی ہیأت دانی اس اعتراض ہی سے پیدا ہے کہ قطب شمالی شانہ راست سے جانب پشت مائل ہونے کو دلیل انحراف بتایا اور دیوار توڑ کر ٹھیک محاذاتِ قطب میں بنانا چاہتے ہیں، علم ہیأت مین ادراک سمت قبلہ کے لئے دو طریقے ہیں: ایک تقریبی کہ عامہ کتب متداولہ میں مذکور، دوسرا تحقیقی کہ زیجات میں مسطور۔ یہاں سے واضح کہ یہ حضرات اُن دونوں سے مجور، اگر وُہ طریقہ تقریبی جانتے اُن پر معترض نہ ہوتے کہ اُس کی رو سے سمت قبلہ علی گڑھ نکالیں تو ضرور قطبِ شمالی شانہ راست سے جانبِ پشت ہی پھرا رہے گا کہ اس طریقہ پر علی گڑھ کا خط قبلہ نقطہ مغرب سے ساڑھے دس درجے جانبِ جنوب جھُکا ہُوا ہے۔ ظاہر ہے کہ نقطہ مغرب کی طرف منہ کرتے تو قطب محاذات شانہ پر رہتا اب کہ مغرب سے دس درجے جنوب کو پھرے، قطب ضرور جانبِ پشت میلان کرے گا، اور اگر طریقہ تحقیقی سے آگاہ ہوتے ہر گز دیوار جدید محاذی قطب بنانی نہ چاہتے کہ طریق تحقیق میں بھی خط قبلہ علی گڑھ نقطہ مغرب سے جنوب ہی کو مائل ہے اگرچہ نہ اُتنا کہ ہم دونوں طریق تقریب و تحقیق ان شاء اللہ آخر کلام میں ذکر کریں گے۔

ثامنا: محاذات قطب چاہنا بھی ان صاحبوں کے خیال میں علمائے اسلام رحمھم اللہ تعالٰی کا صدقہ ہے جن کا منشا اگران کے خیال میں ہوتا، مسجد کا ڈھانا فرض نہ کرتے، زمانہ اقدس صحابہ کرام بلکہ حضوپُر نور سید الانام صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم سے غیرّ مکی کیلئے جہتِ کعبہ قبلہ قرار پائی ہے اصابت عین کی ہر گز تکلیف نہیں و لہٰذا اصحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنھم نے بلادِ متقاربہ بلکہ ملک بھر کیلئے ایک ہی قبلہ قرار دیا، ملک عراق کے واسطے باتباع ارشادِ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم وفرمانِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ صحابہ نے بین المشرق والمغرب قبلہ مقرر فرمایا، ائمہ کرام نے بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، بلخ، مرو، سرخس وغیرہا کا قبلہ مسقط راس العقرب بنایا، بیت المقدس، حلب، دمشق، رملّہ، نابلس وغیرہا تمام ملک شام کا قبلہ ستارہ قطب کو پس پشت لینا ٹھرایا۔ کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان وغیرہا میں نہر شاش تک قطب کو داہنے کان کے پیچھے ہلکہ عراق میں سیدھے (دائیں) شانے، ملک مصر میں بائیں کندھے، ملک یمن میں منہ کے سامنے بائیں کو ہٹا ہُوا فرمایا۔ امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی نے بغداد مقدس و بخارا شریف کا قبلہ ایک بتایا۔ علماء نے خراسان و سمرقند وغیرہا بلادِ مشرقیہ کے لئے جن میں ہندوستان بھی داخل بین المغربین قبلہ ٹھہرایا۔ امام اجل فقیہ النفس قاضی خان رحمہ اللہ تعالٰی نے مشائخ کرام رحم اللہ تعالٰی سے دربارہ قبلہ چھ ۶ قول نقل فرمائے: بنات النعش ۱صغری کو جس کی نعش کا سب سے روشن ستارہ قطب ہے دہنے کان پر لے کر قدرے بائیں کو پھرنا۔ ۲ستارہ قطب کو سیدھے (دائیں) کان کے پیچھے لینا، ۳مسقط راس العقرب کی طرف مُنہ کرنا آفتاب ۴جب برج جوزا میں ہو آخر وقت ظہر میں اسکی سمت دیکھ کر ملحوظ رکھنا، مسقط دو ۵نسر طائر و واقع کے درمیان بین ۶المغربین کے فاصلے سے دو ثلث دہنے ایک بائیں کو رکھنا۔ اور فرمایا کہ یہ سب اقوال باہم قریب ہیں ان تمام احکام کا مبنٰی وہی ہے کہ اعتبارِ جہت میں بڑی وسعت ہے فلسفی بیچارا، آلات کا پٹارا، خیالات کا پشتارا کھول کر بیٹھے تو ہر گز

نہ اُن شہروں کا قبلہ ایک پاسکتا ہے نہ ملک بھر کی ایک سمت ٹھہراسکتا ہے مگر وُہ نہیں جانتا کہ یہ دین تدقیقی آلات پر مبنی نہیں یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا دین سمح سہل ہے۔ الحمدﷲ رب العٰلمین قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم اِنَّااُمّة اُمية لا نکتب ولا نحسب[1]۔ (تمام خوبیاں اللہ کیلئے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے، نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہم اُمّی امّت ہیں نہ لکھتے ہیں نہ حساب رکھتے ہیں۔ ت) فتاوٰی خانیہ میں ہے:

جهة الكعبة تعرف بالدليل والدليل فی الامصار والقری المحاريب التی نصبتها الصحابة والتابعون رضی الله عنهم فحين فتحوا العراق جعلوا قبلة اهلها بين المشرق والمغرب لذلك قال ابو حنيفة رضی الله عنه ان كان بالعراق جعل المغرب عن يمينه والمشرق عن يساره وهكذا قال محمد رحمه الله تعالٰی وانما قال ذلك لقول عمر رضی الله تعالٰی عنه اذا جعلت المغرب عن يمينك والمشرق عن يسارك فما بينهما قبلة لاهل العراق وحين فتح خراسان جعلوا قبلة اهلها مابين مغرب الصيف ومغرب الشتاء فعلينا اتباعهم وعن ابی يوسف رحمه الله تعالٰی انه قال فی قبلة اهل الری اجعل الجُدَیَّ عـه علی منکبک	جہت کعبہ دلیل کے ذریعہ پہچانی جاسکتی ہے اور دلیل شہروں اور دیہاتوں میں وہ محراب ہیں جو صحابہ کرام وتابعین رضی اللہ عنھم اجمعین نے قائم کئے، صحابہ نے جب عراق کا علاقہ فتح کیا تواُنہوں نے وہاں کے لوگوں کے لئے مشرق ومغرب کے درمیان جہت کعبہ مقرر کی اس لئے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا عراقی مغرب کو اپنی دائیں طرف اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کرلے۔ اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا، یہ انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول کی اتباع میں کہا ہے جس میں ہے کہ جب تم مغرب کو اپنی دائیں اور مشرق کو اپنی بائیں طرف کرلے تو ان کے درمیان اہل عراق کا قبلہ ہے۔ اور جب صحابہ نے خراسان فتح کیا تو وہاں کے رہنے والوں کے لئے موسم گرما کے مغرب اور موسم سرما کے مغرب کے درمیان کو قرار دیا۔ پس ہم پر ان کی اتباع لازم ہے۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مروی ہے کہ اُنہوں نے اہل رے کے لئے قبلہ کا تعین کرتے ہوئے

عـه بضم الجيم و فتح الدال و تشديد الياء ای جُدَیَّ الفرقد اسم النجم الثاقب السابع فی اٰخر النعش الصغرٰی ۱۲ العلامة حامد رضا خان رحمة الله عليه۔	جیم پر پیش، دال پر زبر، یا مشدّد کے ساتھ جُدَیَّ الفرقد یہ اس ساتویں ثاقب ستارے کا نام ہے جو نعش صغرٰی کے آخر میں ہے۔ ۱۲ علامہ حامد رضا رحمۃ اللہ علیہ۔ (ت)

الایمن واختلف المشائخ رحمهم الله تعالٰی فيما	فرمایا: جدّی (ستارہ) کا اپنے بائیں کاندھے پر کرو۔ ان کے علاوہ

---

[1] صحیح مسلم باب وجوب صوم رمضان الرؤیۃ الہلال الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷ ۳۴

سوی ذلك من الامصار ، قال بعضهم اذا جعلت بنات نعش الصغٰری علی اذنك الیمنی یمینك وانحرفت قلیلا الی شمالك فتلك القبلة ،وقال بعضهم اذاجعلت الجُدَیّ خلف اذنك الیمنی فتلك القبلة وعن عبداللّٰه المبارك و ابی مطیع و ابی معاذ وسلم بن سالم و علی ابن یونس رحمهم اللّٰه تعالٰی انهم قالوا قبلتنا العقرب وعن بعضهم اذاکانت الشمس فی برج الجوزاء ففی اٰخر وقت الظهراذا استقبلت الشمس بوجهك فتلك القبلة وعن الفقیه ابی جعفر رحمه اللّٰه تعالٰی انه قال اذا قمت مستقبل المغارب فالنسر الواقع بسقوطه یکون بحذاء منکبك الایمن والنسر الطائر سقوطه فی وجهك بحذاء عینك الیمنی فالقبلة مابینهما ،قال قبلة بخارا هی علی قبلتنا ، وعن القاضی الامام صدرالاسلام قال القبلة مابین النسرین ، وعن الشیخ الامام ابی منصور الماتریدی رحمة اللّٰه علیه انظر الی مغرب الشمس فی اطول ایام السنة ثم فی اقصر ایام السنة دع الثلثین عن یمینك والثلث عن یسارك فالقبلة عند ذلك وهذه الاقاویل بعضها قریب من بعض[1] اھ مختصرا۔

دیگر شہروں کے بارے میں مشائخ کرام رحمہم اللّٰہ تعالٰی کا اختلاف ہے۔ بعض کا قول یہ ہے کہ جب بنات نعش صغرٰی کو اپنے دائیں کان پر کرتے ہوئے تھوڑا سا اپنی بائیں طرف پھر جاؤ یہی تمہارا قبلہ ہے۔ اور بعض کا قول یہ ہے کہ جدّی (ستارہ) کو جب اپنے بائیں کان کے پیچھے کرلے تو یہ تیرا قبلہ ہے اور حضرت عبداللّٰہ ابن مبارک ، ابو مطیع ، ابو معاذ، سلم بن سالم اور علی بن یونس رحمہم اللّٰہ عنہم فرماتے ہیں کہ ہمارا قبلہ عقرب (ستارہ) ہے۔ اور بعض کا کہنا یہ ہے کہ سورج بُرج جوزا میں ہو تو ظہر کے آخری وقت میں جب تو سورج کی طرف اپنے چہرے کو پھیر لے تو یہی تمھارا قبلہ ہے۔ اور فقیہ ابو جعفر رحمہ اللّٰہ تعالٰی نے فرمایا: جب تم چہرہ مغارب کے سامنے کی طرف کرو تو نسر واقع تمھارے دائیں کاندھے کے برابر اور نسر طائر چہرے میں تمھاری دائیں آنکھ کے مقابل ہوگا جو ان کے درمیان ہو وہ قبلہ ہے۔ فرمایا اور بخارا کا قبلہ ہمارے ہی قبلہ پر ہے اور امام قاضی صدرالاسلام کا قول ہے کہ قبلہ دونوں نسروں کے درمیان ہے۔ شیخ الاسلام ابو منصور ماتریدی رحمہ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ تم سال کے بڑے دنوں میں سورج کے مغرب کی طرف دیکھو اس طرح سال کے چھوٹے دنوں میں دیکھو پھر اپنی دائیں جانب سے دو تہائی اور بائیں جانب سے ایک تہائی چھوڑ دو تو یہ سمت قبلہ ہے۔ یہ تمام اقوال ایک دوسرے کے قریب قریب ہیں اھ مختصرًا (ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۳

معراج الدرایہ و فتح القدیر و حلیہ میں ہے:

ولذا وضع العلماء قبلة بلدين و بلاد علی سمت واحد فجعلوا قبلة بخاری وسمرقند ونسف وترمذ وبلخ و مرو و سرخس موضع الغروب اذاكانت الشمس فی اٰخرالميزان وأول العقرب كما اقتضته الدلائل الموضوعة لمعرفة القبلة ولم يخرجوا لكل بلد سمتا لبقاء المقابلة والتوجه فی ذلك القدر و نحوه من المسافة[1]۔	اسی لئے علماء نے ایک شہر، دو شہر بلکہ متعدد شہروں کا قبلہ ایک ہی سمت مقرر کیا ہے مثلاً بخارا، سمرقند، نسف، ترمذ، بلخ، مرو، سرخس کا قبلہ موضع غروب (مسقط راس العقرب) قرار دیا جبکہ شمس آخر میزان اور اوّل عقرب میں ہو جیسا کہ معرفت قبلہ کے لئے وضع کردہ دلائل اسی کا تقاضا کرتے ہیں اور ہر شہر کے لئے الگ الگ سمت مقرر نہ کی کیونکہ اس قدر اور اسی جیسی مسافت میں مقابلہ اور توجہ الی الکعبہ باقی رہتی ہے۔ (ت)

مبتغی اور حلیہ و بحر وردالمحتار وغیرہا میں ہے:

لجُدَیٍّ اذا اجعله الواقف خلف اذنه اليمنی كان مستقبل القبلة ان كان بناحية الكوفة و بغداد و همدان و قزوين و طبرستان و جرجان وما والاهاالی نهر الشاش و يجعله من بمصر علی عاتقه اليسر ومن بالعراق علی عاتقه الايمن وباليمن قبالة المستقبل ممايلی جانبه الايسر وبالشام وراءه[2]۔	جب کھڑا ہونے والا جدّی (قطب ستارہ) کو اپنے دائیں کان کے پیچھے کرلے تو اب اس کے سامنے جہت قبلہ ہے اگر وہ کوفہ، بغداد، ہمدان، قزوین، طبرستان، جرجان اور اس کے قرب و جوار نہر شاش تک کے علاقے میں رہنے والا ہو (تمام علاقوں کا قبلہ یہی ہے) مصر میں رہنے والا جدّی (ستارہ قطب) اپنے بائیں کاندھے پر کرلے، عراقی دائیں کاندھے پر کرلے، یمنی اپنے سامنے کی اس جانب کرے جو بائیں جانب سے متصل ہے اور شامی اپنے پیچھے کی طرف کرلے۔ (ت)

فتاوٰی خیریہ میں ہے:

وذكر بعضهم ان اقوی الادلة القطب فيجعله من بالشام ورائه والرملة ونابلس	بعض علماء نے فرمایا کہ سب سے قوی دلیل قطب (ستارہ) ہے تو اہلِ شام اسے پشت کی طرف کریں۔ رملہ، نابلس،

---

[1] فتح القدیر باب شروط الصلوۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۳۵

[2] البحر الرائق باب شروط الصلوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۵

و بیت المقدس من جملة الشام کدمشق و حلب و جوز للکل الاعتماد علی القطب و جعله خلفه ولا بد فی ذلك من نوع انحراف لاھل ناحیة منها لکنه لا یضر کما قررناه[1]۔	بیت المقدس سب ملک شام کے حصے ہیں جیسا کہ دمشق اور حلب اور ان کے بعض حضرات نے ان تمام کے لئے قطب ستارے پر اعتماد کو جائز قرار دیا ہے جبکہ وہاں کے رہنے والا اسے اپنے پیچھے کرے حالانکہ اس صورت میں یہاں سے ایک جانب رہنے والوں کیلئے کچھ نہ کچھ انحراف ضرور لازم آتا ہے، لیکن یہ انحراف نقصان دہ نہیں جیسے کہ ہم اس کو بیان کر آئے۔ (ت)

اسی حکم کی بناپر ہندوستان میں ستارہ قطب داہنے شانے پر لیا گیا ہے اور قدیم سے عام مساجد اسی سمت پر بنیں کہ بین المغربین کا اوسط مغرب اعتدال تھا اور اس کی طرف توجہ میں قطب سیدھے ہی شانے پر ہوتا ہے اس کی پہچان آسان اور اُس میں انحراف بقدر عــہ (قدرے انحراف) مضر نہیں ولہذا اسی پر تعامل ہوا،

یہ مدعیان ہیأت سمجھے کہ عام بلادِ ہندیہ شاید خاص علی گڑھ کا یہی قبلہ تحقیقی ہے حالانکہ وہ محض ناواقفی ہے۔ ہندوستان آٹھ درجے عرض شمال سے پینتیس ۳۵ درجے تک آباد ہے طولِ شرقی چھیاسٹھ ۶۶ درجے سے بانوے ۹۲ تک۔ یہ بھی ہندوستان کی خوش نصیبی ہے ۶۶ عدد ہیں اسمِ جلالت اللہ کے اور ۹۲ نامِ پاک محمد کے جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم۔ ہم نے اپنے رسالے کشف العلة عن سمت القبلة (۱۳۰۴ھ) میں براہینِ ہندسیہ سے ثابت کیا ہے کہ شروع جنوبی ہند جزیرہ سرندیپ وغیرہا سے تئیس ۲۳ درجے چونتیس ۳۴ دقیقے عرض تک جتنے بلاد ہیں جن میں مدراس، حاطہ بمبئی، حیدرآباد کا علاقہ وغیرہا داخل ہیں، سب کا قبلہ نقطہ مغرب سے شمال کو جھکا ہوا ہے ستارہ قطب داہنے شانے سے سامنے کی جانب مائل ہوگا اور انتیسویں ۲۹ درجہ عرض سے اخیر شمالی ہند تک جس میں دہلی، بریلی، مرادآباد، میرٹھ، پنجاب، بلوچستان، شکارپور، قلات، پشاور، کشمیر وغیرہا داخل ہیں سب کا قبلہ جنوب کو جھکا ہوا ہے، قطب سیدھے کندھے سے پشت کی طرف میلان کرے گا۔ دلیل کی رو سے یہ عام حکم ساڑھے بتیس درجے سے ہوتا تھا مگر ۲۸ کے بعد ۳۲ تک عدم انحراف کے لئے جتنا طول درکار ہے ہندوستان میں اُس طول و عرض پر آبادی نہیں۔ ۲۳-۳۴ سے ۲۸ تک جتنے بلاد کثیرہ ہیں اُن میں کسی کا قبلہ مغربی جنوبی، کسی خاص نقطہ مغرب کی طرف، علی گڑھ اسی قسمِ دوم میں ہے جس کا قبلہ جنوب کو مائل ہے۔ ہم نے اس رسالے میں عرض الح ل سے

عــہ ھھنا سقط العلامة حامد رضا رحمه اللہ تعالٰی	یہاں کچھ عبارت ساقط ہو گئی ۱۲ علامہ حامد رضا رحمہ اللہ تعالٰی (ت)

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۷

عرض الٓح ہاتک ایک ایک دقیقے کے فاصلے سے ایک جدول دی ہے کہ اتنے عرض پر جب اتنا طول ہو تو قبلہ ٹھیک مغرب اعتدال کی طرف ہوگا اس کے ملاحظہ سے واضح ہوسکتا ہے کہ ہندوستان میں کتنے شہروں کا تحقیقی قبلہ اس حکم مشہور کے مطابق ہے یا اینہمہ عام عملدرآمد اُسی حکم واحد پر ہے اور کچھ مضر نہیں کہ حدود شرع سے باہر نہیں، بالجملہ یہ ناواقف لوگ اگر سمت حقیقی چاہتے ہیں تو محاذات قطب چاہنا باطل اور جہت پر قانع ہیں تو جہت اب بھی حاصل، بہرحال مسجد شہید کرنے کی فرضیت باطل، اُس میں نماز کی تحریمی کراہت باطل۔ غرض اُس بے معنی فتوے کی جہالت کہاں تک گنئے ہم اصل حکمِ شرع بتوفیق اللہ تعالٰی واضح کریں کہ عیدگاہ مذکور ضرور حدودِ شرعیہ کے اندر ہے اس کا بیان چند افادوں پر موقوف، فاقول وماتوفیقی الّا باللہ علیہ توکّلت والیہ انیب (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں اسی پر بھروسہ اور اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ت)

افادہ اولٰی: جہت قبلہ کی حد کیا ہے کہ جب اس سے باہر ہو جہت سے باہر ہو، اس بارے میں عباراتِ علماء متعدد وجوہ پر پائی گئیں:

اوّل جب مشارق مغارب نہ بدلیں جہت نہ بدلے گی۔ فتح القدیر و بحرالرائق و خیریہ وطحطاوی و ردالمحتار وغیرہا کُتب کثیرہ میں یہاں اور نیز مسئلہ اقتداء بالشافعی میں ہے:

الانحراف المفسدان یجاوز المشارق الی المغارب [1] وفی الخیریة بعد ما قدمنا عنه فی الایرادالسابع وعند تحققنا بالخطاء زال الغطاء وھو فی اختلاف الجھة بحیث یکون متجاوز المشارق الی المغارب [2]۔	مفسد نماز وُہ انحراف جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو اور فتاوٰی خیریہ میں اس کی گفتگو کے بعد جو پہلے ایراد سابع میں بیان کرچکے) ہے۔جب ہمیں خطاء کا تحقیقی ثبوت مل گیا تو پردہ اُٹھ گیا یعنی کوئی اشکال نہ رہا، وہ یہ ہے کہ جہت قبلہ مختلف ہوجاتی ہے جب مشارق و مغارب سے متجاوز ہوں (یعنی مشارق مغارب بدل جائیں)۔(ت)

اور اسکی تائید اُس حدیث سے کی گئی کہ ترمذی وابن ماجہ وحاکم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے حاکم نے کہا بر شرط بخاری و مسلم صحیح ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: **ما بین المشرق والمغرب قبلة** [3] مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔امام ملک مؤطا اور ابوبکر ابن ابی شیبہ اور عبدالرزاق مصنفات

---

[1] البحرالرائق باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۸۵/۱

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۹/۱

[3] جامع الترمذی باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلة مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۴۶/۱

اور بیہقی سنن اور ابوالعباس اصم اپنے جُزءِ حدیثی میں راوی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: **مابین المشرق والمغرب قبلۃ**[1] (مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ت) جامع ترمذی میں یہ قول متعدد صحابہ کرام مثل امیرالمؤمنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ، وحضرت عبداللہ بن عباس وغیرہما رضی اللہ عنہما سے مروی ہونا بیان کیا اور کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں۔

اذاجعلت المغرب عن یمینك والمشرق عن یسارك فما بینهما اذا استقبلت القبلة[2]	جب تو مغرب کو داہنے ہاتھ پر لے اور مشرق کو بائیں ہاتھ پر، توان دونوں کے اندر قبلہ ہے۔ اس وقت روبقبلہ ہولیا۔

اقول: عبارت مذکورہ علماء سے ظاہرًا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب تک منہ کرنے کے عوض پیٹھ کرنا نہ ہو کہ قبلہ مغرب کو ہے یہ مشرق کو منہ کرے یا بالعکس، اُس وقت تک استقبال فوت نہ ہوگا، یہاں تک کہ اگر مغربی قبلہ والا جنوب یا شمال کو منہ کرکے کھڑا ہو یعنی کعبہ معظّمہ کو ٹھیک دہنی یا بائیں کروٹ پڑے تو جہت ہنوز باقی رہی اور یہ ظاہر الفساد ہے پہلو کرنے کو کوئی منہ کرنا نہ کہے گا۔ یہ **فَوَلِّ وَجھَکَ** (پس اپنا چہرہ اقدس پھیریے۔ت) کے عوض **وَلِّ جَنبَکَ** (اپنا پہلو مبارک پھیریے۔ت) رہے گا اور وہ بالاجماع باطل ہے لہٰذا قولِ ظہیریہ **اذا تیامن اوتیاسر تجوز**[3] (اگر دائیں یا بائیں ہوگیا تو جائز ہے۔ت) کی تاویل کی طرف دُرمختار میں اشارہ فرمایا ردالمحتار میں اسکی شرح کی:

ای لیس المراد منه ان یجعل الكعبة عن یمینه اویسارہ اذلا شك حینئذ فی خروجه عن الجهة بالكلیة بل المرادالانتقال عن عین الكعبة الی الیمین اوالیسار[4] اھ ملخصًا۔	یعنی اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ کعبہ کو دائیں یا بائیں کرے کیونکہ اس صورت میں وہ بلاشک جہتِ کعبہ سے نکل جائے گا بلکہ اس مراد یہ ہے کہ وہ عین کعبہ سے دائیں یا بائیں طرف منتقل ہوجائے اھ ملخصًا (ت)

اگرچہ یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ اپنے یہاں کے نقاطِ اربعہ جہاتِ اربعہ کے اعتبار سے افق بلد کے دو نصف کئے جائیں، قبلہ اگر وہاں سے جنوب یا شمال کو ہے (جیسے مدینہ طیبہ کہ اس کا قبلہ میزاب رحمت ہے) تو جنوبی شمالی، اور اگر شرق یا غرب کو ہے (جیسے ہندوستان میں اس کا قبلہ بابِ کعبہ ومقامِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہے) تو شرقی غربی،

---

[1] سنن الکبرٰی کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ۹/۲

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۴۶/۱

[3] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۳۱۵/۱

[4] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۳۱۶/۱

پھر جس نصف میں کعبہ ہے مصلّی اس میں کسی طرف منہ کرلے استقبال ہوجائے گا اور دوسرے نصف کی طرف منہ کیا تو جہت سے نکل جائے گا یہ پہلے سے بھی زیادہ ظاہر البطلان ہے کہ اس پر استقبال قبلہ میں نماز فاسد اور استدبار قبلہ میں صحیح ٹھہرتی ہے۔ فرض کرو اب ح ء شہری کا دائرہ افق ہے

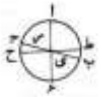

جس میں ا نقطہ مغرب ء نقطہ مشرق تو ب اح قوسِ غربی ہوئی ر کعبہ معظّمہ اسی نصف میں واقع تو مصلی نقطہ ط کی طرف منہ کرے تو اسکی توجہ اسی نصف کی طرف واقع ہوئی مگر قطعًا اُس کی پشت کعبہ کو ہے اور ح کی طرف استقبال کرے تو نماز نہ ہو کہ نصف بدل گیا حالانکہ وہ قطعًا استقبال میں ہے بلکہ معنی یہ ہیں کہ ایک خطِ مستقیم موضع مصلی و محلِ کعبہ میں وصل کیا جائے اور دوسرا خط کہ اس پر عمود ہو جانبین میں دائرہ افق تک ملادیا جائے

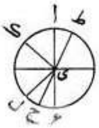

اس عمود سے جو افق کے دو نصف ہوئے اُن میں قبلہ اُس حصہ میں ہے جس کے ٹھیک وسط میں کعبہ ہے پس صورت مفروضہ میں تصویر سمت یہ ہے خط ی ک خط قبلہ تحقیقی اور ح ط اُس پر عمود قوس ح ک ط میں قبلہ ہے ح ط سے وہ استحالے تو اُٹھ گئے مگر ایراد اوّل ہنوز باقی ہے کہ ظاہر یہ کہ نقطتین ح ط کے اندر اندر ساری قوس جہت ہے اور شک نہیں کہ ح ط در کنار ال کی طرف منہ کرنا بھی یقینا تیامن تیاسر ہے نہ استقبال و لہٰذا علماء نے اسے مشکل جانا اور تاویل و تقلید کی طرف متوجہ ہوئے کہ اس سے مراد صرف وہ حصہ قوس ہے جس کی طرف توجہ میں ہوائے کعبہ سے کچھ بھی محاذات و مسامتت باقی ہے اگرچہ تقریبًا نہ یہ کہ جس نقطے کو چاہو منہ کرلو۔ منحۃ الخالق میں ہے:

قولہ وفی الفتاوی الانحراف المفسد ان یتجاوز المشارق الی المغارب، کذانقلہ فی فتح القدیر وھومشکل فان مقتضاہ ان الانحراف اذالم یوصلہ الی ھذاالقدرلا یفسد[1] الخ۔	اس کا قول فتاوٰی میں ہے کہ مفسد نماز وہ انحراف ہے جو مشارق سے مغارب کی طرف متجاوز ہو، فتح القدیر میں اسی طرح منقول ہے حالانکہ یہ صورت مشکل ہے کیونکہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انحراف اس کو جب تک اس مقدار تک نہ پہنچائے وہ مفسدِ نماز نہ ہوگا الخ۔ (ت)

حلیہ میں فرمایا:

قبلۃ اھل المشرق المغرب عندنا ۔ ش ھذافی الذخیرۃ (الی ان قال) ثم	م (متن) اہل مشرق کا قبلہ ہمارے نزدیک مغرب ہے ش (شرح) یہ ذخیرہ میں ہے (آگے چل کر کہا) پھر

الظاھر ان ھذا انما یستقیم فیما اذا کان التوجہ من	ظاہر یہ ہے یہ اس صورت درست ہوگا جب توجہ مشرق سے جانب

---

[1] منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۸۵

المشرق الی المغرب وبالعکس مسامتا لهواء الکعبة اما تحقیقا او تقریبا علی ماذکرنا لاعلی ای وجه کان ذلك التوجه من احدی الجهتین الی الاخری فتنبیه له وکان للعلم به لم یفصحوا به[1] ۔	مغرب یا بالعکس ہوائے کعبہ کی سمت حقیقتًا یا تقریبًا باقی رہے جیسے کہ ہم نے ذکر کیا یہ نہیں کہ ہر صورت میں درست ہوگا یعنی جب دونوں جہتوں میں سے ایک کی توجہ دوسری کی طرف ہو۔ یہ اس کے لئے تنبیہ ہے اور گویا اس بات کا علم تھا اس لئے اُنھوں نے وضاحت نہیں کی۔ (ت)

یوں ہی ردالمحتار میں اسے موؤل کیا **کما سیأتی وللعبد الضعیف فیه کلام ستعر فه ان شاء اللّٰه تعالٰی** (جیسے کہ عنقریب آئیگا اور عبدضعیف کو اس میں کلام ہے جس سے **ان شاء اللّٰه تعالٰی** آگاہی ہوگی۔ت)

[۲]دوم کہ عامہ کُتب میں شہرت وافیہ رکھتا ہے کہ اتنا پھر سکتا ہے جس میں منہ یعنی وجہ کا کوئی حصہ مقابل کعبہ معظّمہ رہے دو مسطح چیزوں میں مقابلا تھوڑے انحراف سے زائل ہوجاتا ہے مگر قوس کا مقابلہ بے انحراف کثیر زائل نہ ہوگا اور حق جل وعلانے انسان کا چہرہ مقوس بنایا ہے جب تک کوئی حصہ رُخ مقابل رہے گا استقبال بالوجہ حاصل رہے گا اور **فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ**ؕ (پس اپنا چہرہ اقدس مسجد حرام کی طرف پھیر لو۔ت) کا امتثال ہوجائے گا۔

اقول: اُس کی وجہ یہ ہے کہ سطح مستوی پر جتنے خط عمود ہوں گے سب کی سمت ایک ہی ہوگی جب ان میں ایک مقابلہ سے منحرف ہوا سب منحرف ہوگئے بخلاف قوس کہ اُس کے ہر نقطہ کے خطِ مماس پر نقطہ تماس سے جو عمود قائم ہوگا جُدا جہت رکھے گا تو اُس کا مقابلہ زائل ہوا دوسرے کا ہوگا اُس کا نہ رہا اور کا ہوگا یہاں تک کہ قوس ختم ہوجائے۔

معراج الدرایہ وفتح القدیر وزادالفقیر وحلیہ وغنیہ وبحرالرائق وفتاوٰی خیریہ ودرمختار وردالمحتار وغیرہا میں ہے۔

وهذا لفظ الاخیر ثم اعلم انه ذکر فی المعراج عن شیخه ان جهة الکعبة هی الجانب الذی اذا توجه الیه الانسان یکون مسامتا للکعبة او هوا ئها تحقیقا او تقریبا ومعنی	آخری کتاب کے الفاظ یہ ہیں: پھر جان لے کہ معراج الدرایہ میں اپنے شیخ سے ذکر کیا ہے کہ جہتِ کعبہ سے مراد وہ جانب ہے کہ انسان جب اس کی طرف توجہ کرے تو انسان کا چہرہ کعبہ یا ہوائے کعبہ کی جانب تحقیقًا یا

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

التقریب ان یکون منحرفا عنها اوعن هوائها بما لاتزول به المقابلة بالکلیة بان یبقی شئی من سطح الوجه مسامتا لها و لهوائها ملخصا[1]۔	تقریبًا باقی رہے تقریب کا معنی یہ ہے کہ کعبہ یا ہوائے کعبہ سے تھوڑا منحرف ہو جس سے بالکلیہ مقابلہ زائل نہ ہو بایں طور کہ چہرہ کی سطحِ کعبہ یا ہوائے کعبہ کی سمت باقی رہے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

لابأس بالانحراف انحرافا لاتزول به المقابلة بالکلیة بان یبقی شئی من سطح الوجه مسامتا للکعبة[2]۔	ایسے انحراف میں کوئی حرج نہیں جس سے تقابل بالکلیہ ختم نہ ہو بایں طور کہ سطحِ چہرہ کا کچھ حصہ کعبہ کی جانب باقی رہے۔(ت)

درر میں ہے:

فیعلم منه انه لو انحرف عن العین انحرافا لا یزول به المقابلة بالکلیة جاز یؤیده ماقال فی الظهیریة اذا تیامن اوتیاسر یجوز لان وجه الانسان مقوس فعندالتیامن او التیاسر یکون احد جوانبه الی القبلة[3]۔	تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر عین کعبہ سے اتنا تھوڑا منحرف ہو جس سے باکلیہ مقابلہ ختم نہ ہوتا ہو تو نماز جائز ہو، ظہیریہ کا یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے: جب انسان متیامن متیاسر ہوگیا تو نماز جائز ہے کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح گول ہے تھوڑا سا دائیں بائیں ہونے سے اس کی کوئی ایک جانب قبلہ رُخ باقی رہے گی۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

فعلم ان الانحراف الیسیر لایضر وهوالذی یبقی معه الوجه او شیء من جوانبه مسامتا لعین الکعبة او لهوائها بان یخرج الخط من الوجه اومن بعض جوانبه ویمر علی الکعبة اوهواءها مستقیما ولا یلزم ان یکون الخط الخارج علی استقامة خارجا من	تواس سے معلوم ہُوا کہ تھوڑا انحراف نقصان دہ نہیں وہ تھوڑا انحراف یہ ہے کہ چہرہ یا چہرہ کی کوئی ایک جانب عین کعبہ ہوائے کعبہ کے مقابل باقی رہے بایں طور کہ چہرے اس کی کسی ایک جانب سے نکلنے والا خط کعبہ یا ہوائے کعبہ کی طرف مستقیم (سیدھا) ہو کر گزرے یہ ضروری نہیں کہ نکلنے والا خط سیدھا

---

[1] ردالمحتار، مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/ ۲۸۷

[2] جامع الرموز باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۳۰

[3] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادت بیروت ۱/ ۶۰

جبھة المصلی بل منھا اومن جوانبھا کما دل علیه قول الدرر من جبین المصلی فان الجبین طرف الجبھة وھما جبینان وعلی ما قررناہ یحمل مافی الفتح والبحر عن الفتاوٰی من ان الانحراف المفسدان یجاوز المشارق الی المغارب [1]	نمازی کی پیشانی سے خارج ہو بلکہ پیشانی یا پیشانی کے کسی ایک حصہ سے خارج ہو جیسے کہ اس پر درر کے یہ الفاظ دال ہیں، وہ خط نمازی کے جبین سے خارج ہو، کیونکہ جبین پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں اور اس کے دونوں طرف دو جبینیں ہوئے۔ یہ جو ہم نے گفتگو کی ہے اسی پر اس کو محمول کیا جائے جو فتح القدیر اور بحر الرائق میں فتاوٰی سے منقول ہے: یعنی مفسدِ نماز وہ انحراف ہے جس سے مشارق مغارب بدل جائیں (ت)

اقول: وباللہ التوفیق (میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) تمام کتب مذکورہ میں **شئی من سطح الوجه** (سطحِ چہرہ کا کُچھ حصہ۔ ت) کا لفظ ہے اور ہمارے مذہب میں ایک کان سے دوسرے تک سب سطحِ وجہ ہے ولہٰذا مابین العذار والاذن (رخسار اور کان کا درمیانی حصہ۔ ت) کا دھونا بھی وضو میں فرض ہُوا اور قطعًا معلوم ہے کہ جب کوئی کسی نقطہ افق کی محاذات پر کھڑا ہو تو اس کی سطح وجہ کی محاذات نصف دائرہ افق کو گھیر لے گی تو ربع دور تک پھرنا روا ہوگا اور ٹھیک جنوب یا شمال کو منہ کئے سے مستقبل کعبہ قرار پائے گا کہ کان کے متصل جو سطحِ وجہ یعنی کنپٹی کا حصہ ہے ضرور محاذی کعبہ ہے حالانکہ وہ بداہۃً متیامن یا متیاسر نہ کہ مستقبل، تو اس قول کے ظاہر پر بھی وہی استبعادِ شدید لازم جو عبارت اولٰی پر تھا اور حلیہ وردالمحتار کے اول کو دوم کے ساتھ تاویل کرنا۔

حیث قال فی الحلیة او تقریبا علی ما ذکرناہ وماذکر ھو ھذا القول الثانی من بقاء شیئ من سطح الوجه مسامتا، وسمعت انفاقول الشامی۔	جہاں حلیہ میں کہا: یا وہ تقریبًا محاذی ہو جیسے کہ ہم ذکر کر آئے، اور جو انھوں نے ذکر کیا وہ قولِ ثانی یہی ہے کہ سطحِ وجہ کا کوئی حصہ سمتِ کعبہ میں باقی رہے۔ اور شامی کا قول ابھی آپ نے سُنا۔ (ت)

اصلًا نافع نہ ہوا کہ کلام بھی اپنے ظاہر پر اُتنا ہی وسیع ہے جتنا قولِ اوّل تھا اور یہ زنہار نہ قابلِ اعتبار نہ مرادِ علماء ہونے کا سزاوار، مثلًا جہاں کعبہ خاص سمت قبلہ مغرب ہو اگر کوئی شخص ٹھیک نقطہ جنوب وشمال کو منہ کرے یا نہ سہی بلکہ دو تین درجے مغرب کو پھرا ہی مانیے کہ مسافات بعیدہ میں اتنا انحراف فرق محسوس نہیں دیتا تو یقینا یہی کہا جائے گا کہ اُس کا منہ جنوب یا شمال کو ہے نہ کہ کعبہ معظّمہ کو، حالانکہ اُس کی سطح کی وجہ سے بعض جُز بلاشُبہ مسامت کعبہ ہے۔

نعم رأیت الفاضل عبدالحلیم الرومی من	ہاں میں نے دور عثمانی کے علماء میں سے عبدالحلیم رومی

---

[1] ردالمحتار، مبحث فی استقبال القبلة، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

علماء الدولة العثمانیة ذکر فی حاشیته علی الدرر تقیید عبارتھا حیث قال(قوله یکون احد جوانبه الی القبلة)لا یرید به زوال الطرف الاخر عن المقابلة بالکلیة کماظن بل المراد مقابلة طرف بکله مقابلة شئی من سطح الاخر مسامتا کماھو المفھوم من المنبع[1] اھ اقول لم یذکر عبارة المنبع حتی ینظر فیھا وھو مع مخالفته لظاھر الدرر لایلائمه نص عامة الکتب المذکورة من الاجتزاء ببقاء شئی من سطح الوجه مسامتا فانه صریح فی عدم الحاجة الی مسامتة ما فی الباق اصلابل **اقول**: لعلك ان امعنت النظرلم تره یرجع الی صحة فان المسامتة لا بدلھا من مقابلة حقیقیة فی حقیقیة لوسط الجبھة وفی التقریبیة شئی من الاطراف اماذا فاتت مقابلة الحقیقیة اصلا فلامسامتة فلا استقبال فلا صلوٰۃ والمقابلة انما تکون باتصال الخط قوائم ، الا تری اِحِ ہِ ان سطح ایقابل ب و ح یواجه ء اماہ فلا یسامت رلعدم الاتصال علی قوائم

کو دیکھا جنھوں نے درر پر اپنے حاشیہ میں ان کی عبارت کو مقید ذکر کیا ان کی عبارت یہ ہے قولہ یکون احد جوانبہ الی القبلة (کوئی ایک قبلہ کی طرف ہو) اس سے ان کی مراد یہ نہیں کہ دوسری جانب بالکل مسامتت قبلہ سے ختم ہوجائے جیسا کہ گمان کیا گیا ہے، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک طرف کلیۃً محاذی ہو اور دوسری کی سطح کا کچھ مسامت رہے جیسا کہ منبع سے یہی مفہوم ہوا ہے اھ

اقول: (میں کہتا ہوں) انہوں نے منبع کی عبارت ذکر نہیں کی تاکہ اس پر غور کیا جاسکے اور انکا یہ قول ظاہر درر کے مخالف ہے اور اس سے مناسبت بھی نہیں رکھتا نیز عامہ کتب مذکورہ کے نصوص کے بھی خلاف ہے کیونکہ کتب مذکورہ نے سطحِ وجہ کے کسی حصّہ کے سمت قبلہ میں ہونے کو کافی قرار دیا ہے یہ اس بات کی صراحت ہے کہ باقی حصہ کا مسامت و محاذی ہونا قطعًا ضروری نہیں۔ بل اقول (بلکہ میں کہتا ہوں) اگر تو غور وفکر کرے تو تُو اس قول کو صحیح نہیں پائے گا کیونکہ مسامتت حقیقی کے لئے حقیقۃً وسط پیشانی کا مقابل ہونا ضروری ہے اور مسامتت تقریبی کے لئے چہرے کی کسی ایک طرف کا مقابل ہونا کافی ہے۔ پس جب، مقابلہ حقیقی اصلًا ختم ہوگیا تو اب نہ مسامتت رہی نہ استقبالِ قبلہ رہا نہ نماز درست ہوگی۔ اور مقابلہ قائموں پر خط کے اتصال سے بنتا ہے۔ آپ نہیں دیکھتے اِحِ ہِ میں کہ سطح ا مقابل ہے ب کے اور ح ء کے موجہ ہے لیکن ہِ بَ ءرَ کے قائموں پر عدمِ اتصال کی وجہ سے رکے

---

[1] حاشیۃ الدرر علی غرر لعبد الحلیم الرومی باب شروط صلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۵۲/۱

بَ ءَ رَ وھو لایکون لمقوس قط مع مسطح الامن نقطة واحدة تحقیقا و بعض نقاط مجاورة اخری تقریبا۔	مسامت نہیں ہے اور یہ بات مسطح کے ہوتے ہوئے مقوس میں قطعًا نہیں ہوگی مگر نقطہ واحدہ سے تحقیقًا اور بعض دوسرے نقاطِ متصلہ سے تقریبًا۔
فاوّلًا : لا امکان لمقابلة طرف بکله ا لا مجازا۔	پس **اوّلًا** تو یہ ہے کہ ایک طرف کا مقابلہ کُلی طور ممکن ہی نہیں البتہ مجازًا ہو سکتا ہے۔
و **ثانیًا** : اذتقابل طرف من قوس مسطحا استحال ان یقابله شیئ من طرفها الآخر لما قدمنا ان الاعمدة الخارجة من مماسات القوس لا یکون اثنان۔ منها الی جهة واحدة قط الم تعلم ان تلك الا عمدة کلها ھی الخطوط الخارجة من المرکز الی نقاط القوس اوعلی سموتها وکلها تلتقی علی المرکز فان اتصل اثنان منها بمقابل کالکعبة او الخط المار بها عرضا الی الافق واحدث کل علیه قائمتین ووصلنا بینهما اجتمع فی مثلث قائمتان وھو محال فتبصر۔	**وثانیًا** جب ایک طرف قوس مسطح کے مقابل ہو تو اس کی دوسری طرف کے کسی حصے کا اس کے مقابل ہونا محال ہے جیسا کہ ہم پیچھے بیان کر آئے کہ مماساتِ قوس سے جو نکلنے والے خارجی عمود ہیں ان میں سے فقط دو جہت واحدہ کی طرف متصل نہ ہوں گے، آپ کو یہ معلوم نہیں کہ وہ تمام کے تمام عمود مرکز سے نقاطِ قوس کی طرف یا ان کی سمتوں پر نکلنے والے خطوط ہی ہیں اور تمام کے تمام مرکز پر مل رہے ہیں، ان میں سے اگر دو مقابل کے ساتھ متصل ہو جائیں جیسے کعبہ یا وُہ خط جو کعبہ کے ساتھ عرضًا افق کی طرف گزر رہا ہے اور ہر ایک اس پر دو قائمے پیدا کردے اور ہم ان کے درمیان اتصال کردیں تو ایک مثلث میں دو قائموں کا اجتماع لازم آئیگا جو محال ہے پس تدبّر کرو (ت)

[۳]سوم: وسط راس مقابل ہر دو چشم سے ایک زاویہ بناتے آنکھوں پر گزرتے دو خط نکلیں یہ جہاں تک پھیلیں کعبہ جب تک ان کے اندر رہے جہت باقی ہے اور دونوں سے باہر واقع ہو تو نہیں۔ یہ امام حجۃ الاسلام غزالی قدس سرہ العالی پھر علّامہ تفتازانی نے شرح کشاف پھر علّامہ مولٰی خسرو نے درر میں افادہ فرمایا ان دونوں نے اُس زاویہ کی مقدار نہ بتائی جو وسطِ سر میں التقائے خطین سے بنے گا اور امام حجۃ الاسلام نے تصریح فرمائی کہ قائمہ ہو، درر میں اصابت جہت کی ایک وجہ بیان کرکے فرمایا:

اونقول ھوان تقع الکعبة فیما بین خطین یلتقیان فی الدماغ	یا ہم کہتے ہیں جہت قبلہ یہ ہے کہ کعبہ واقع ہو درمیان ان دو خطوں کے جو وسط راس (دماغ) میں ملتے ہوئے۔

فیخرجان الی العینین کساقی مثلث کذا قال النحریر التفتازانی فی شرح الکشاف[1]۔	دونوں آنکھوں پر گزریں جیسے مثلث کی دو ۲ ساقیں ہوتی ہیں اسی طرح علّامہ تفتازانی نے شرح کشاف میں بیان کیا ہے۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ برجندی میں ہے:

معنی التوجه الی جهة الکعبة هو ان تقع الکعبة بین خطین یخرجان من العینین و یلتقی طرفاهما داخل الرأس بین العینین ویلتقی طرفاهما داخل الرأس بین العینین علی زاویة قائمة کذاذکره الامام الغزالی فی الاحیاء ثم قال البرجندی فعلی هذا لو وصل الخط الخارج من العینین الی جدار الکعبة یقع علی حادة او منفرجة لم یکن مقابلا للکعبة وهو لا یخلو عن بعد[2] اهـ **اقول:** هذا عجیب من مثل ذلك الجهبذ المبرز فی الفنون الهندسیه۔ **فاوّلًا:** انما قال الامام ان تقع الکعبة بین الخطین لا ان یصل شیئ منهما الی جدار الکعبة۔ **وثانیًا** انما قال یلتقیان بین العینین علی قائمة لا علی ان یتصل احدهما بالکعبة فیحدث هنالك قائمتین ولذلك افرد	جہت کعبہ کی طرف توجہ (منہ) کرنے کا معنٰی یہ ہے کہ کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں سے نکلیں اور جہاں ان کی دونوں طرفیں وسط راس میں دونوں آنکھوں کے درمیان زاویۂ قائمہ پر ملاقی ہوں۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اسے اسی طرح ذکر کیا پھر علامہ برجندی نے کہا اس بناپر اگر آنکھوں سے نکلنے والا خط کعبہ کی دیوار کی جانب ملے گا تو زاویہ حادہ یا زاویہ منفرجہ پر واقع ہوگا تو یہ کعبہ کے مقابل نہ ہوگا اور وہ بعد سے خالی نہیں اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) فنون ہندسہ کے ایسے عظیم اور ماہر شخص سے ایسا قول بڑا تعجب خیز ہے۔ **فاوّلًا:** اس لئے کہ امام غزالی نے صرف یہ کہا کہ کعبہ دو خطوں کے درمیان واقع ہو، یہ نہیں کہا کہ آنکھوں سے نکلنے والا خط دیوارِ کعبہ سے متصل ہو۔ **ثانیًا** اس لئے کہ انہوں نے یہ کہا کہ دونوں خطوں کا اتصال دونوں آنکھوں کے درمیان زاویہ قائمہ پر ہو، یہ نہیں کہا کہ ان میں سے ایک کا اتصال کعبہ کے ساتھ ہو پھر وہاں سے دوزاویے قائمے

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام باب شروط صلوٰۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/۶۰

[2] شرح النقایۃ للبرجندی باب شروط صلوٰۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دار سعادت بیروت ۱/۸۹

القائمۃ۔

اقول: وبما قررنا ظھر قلق ما قال الفاضل الحلیمی افندی فی حاشیتہ الدرر ان حاصلہ ان تقع الکعبۃ بین خطین یخرجان من العینین وان کان احد الخطین طویلا کما ھو المشاھد عند انحراف التوجہ[1] اھ فان الخطین یمتدان الی الافق فلا مساغ ثمہ لطول و قصر ولا داعی الی قطعھما علی حد و انما النظر الی الفضاء الحاصل بینھما ان تقع الکعبۃ فیہ۔

پیدا ہوں، اسی وجہ سے "قائمہ" بطور مفرد ذکر کیا۔

اقول: (میں کہتا ہوں) ہماری اس تقریر سے وہ اضطراب اور پیچیدگی بھی ظاہر ہو گئی جو کہ فاضل حلیمی آفندی نے اپنے حاشیہ درر میں پیدا کی ہے انہوں نے کیا: اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ ایسے دو خطوں کے درمیان واقع ہو جو دونوں آنکھوں سے نکلتے ہوں اگرچہ ان دو خطوں میں ایک طویل ہو جیسا کہ انحراف توجہ کے وقت مشاہدہ میں آتا ہے۔ اھ کیونکہ دونوں خط جب افق کی طرف ممتد ہوتے ہیں تو وہاں نہ طول و قصر رہتا ہے اور نہ ہی کسی حد پر دونوں کے قطع کا کوئی داعی ملتا ہے اس صورت میں ان دونوں کے درمیان حاصل ہونے والی فضا میں نظر اس طرح ہوتی ہے گویا کعبہ اسی فضاء میں واقع ہے۔ (ت)

اقول: اس قول پر یہ خط جو وسطِ دماغ محاذی عینین سے زاویہ قائمہ بناتے نکلے ان کے اندر کعبہ کسی طرح واقع ہونا مطلقاً حصولِ جہت کو کافی ہے اگرچہ ایک خط کعبہ سے ملا ہوا گزرے، اب اگر یہ معنی لئے جائیں کہ یہ دونوں خط جہاں تک پھیلیں ان کے اندر اندر جو کچھ ہے جہتِ کعبہ ہے اس کی طرف توجہ توجہ بجہت کعبہ ہے جیسا کہ احیاء امام حجۃ الاسلام سے نقل کیا گیا **ولم ارہ فیہ ولا فی شرحہ اتحاف السادۃ فی کتاب اسرار الصلاۃ** (حالانکہ یہ بات مجھے احیاء العلوم اور اس کی شرح اتحاف السادہ کی کتاب اسرار الصلاۃ میں نہیں ملتی۔ ت) کہ ان دونوں خطوں کا بیان کرکے فرمایا۔ **فما یقع بین الخطین الخارجین من العینین فھو داخل فی الجھۃ** (پس جو دونوں آنکھوں سے نکلنے والے خطوط کے درمیان واقع ہوگا وہ جہت قبلہ میں داخل ہے۔ ت) تو اس تقدیر پر یہ قول بھی مثل دو قول پیشیں اُتنی ہی وُسعتِ بعیدہ رکھے گا جب زاویۂ قائمہ ہے اور اُس کے

---

[1] حاشیۃ الدُرر الی الغرر للفاضل الحلیمی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ، ۱/ ۵۲

ایک خط سے کعبہ متصل ہو سکتا ہے تو دونوں طرف تقریبًا نوےّ درجے انحراف جائز ہُوا اور وہی ایک خفیف نا قابل احساس مقدار کم ایک سواسّی ۱۸۰ درجے تک جہت پھیل گئی اور وہی مخالفت نص واجماع لازم آئی یہ لاجرم مراد ہے کہ وقت نماز جب تک کعبہ معظّمہ ان دونوں خطوں کے اندر ہے وہاں تک انحراف میں جہت باقی ہے تو یہ نہ ہوگا مگر عین کعبہ سے دونوں طرف ۴۵-۴۵ درجے انحراف تک ٹھیک جہت توجہ کا خط اس زاویہ قائمہ کی تنصیف کرتا ہے تو اگر نصف قائمہ سے زیادہ انحراف ہوا کعبہ دونوں خطوں سے باہر ہو جائے گا کمالایخفی۔ (جیسا کہ ظاہر ہے۔ت) بالجملہ حاصل یہ کہ آدمی ٹھیک محاذی کعبہ کھڑا ہو اُس وقت جو یہ خطوط نکل کر پھیلیں اُن کے اندر اندر دونوں طرف کو انحراف روا ہے اب یہ عبارت آئندہ پنجم کی طرف راجع ہو جائے گا اور طرفین میں پینتالیس ۴۵ پینتالیس ۴۵ درجے تک انحراف جائز ہوگا اور یہ صاف وصحیح بے غبار ہے۔

۴ **چہارم** کہ نہایت تحقیق طلب ہے:

قال فی الدرر جہتہا ان یصل الخط الخارج من جبین المصلی الی الخط المار بالکعبۃ علی استقامۃ بحیث یحصل قائمتان [1] اھ وھذا ھوالوجہ الاول واختلف الانظار فی محلہ فحملہ العلامۃ الشامی فی ردالمحتار علی بیان المسامتۃ الحقیقیۃ حیث ذکر اولا عن المعراج عن شیخہ ان معنی التحقیق انہ لو فرض خط من تلقاء وجہہ علٰی زاویۃ قائمۃ الی الافق یکون مارا علی الکعبۃ اھوائہا [2] اھ ثم نقل کلام الدرثم قال قولہ فی الدرر علی استقامۃ متعلق بقولہ یصل لانہ لو وصل الیہ معوجالم تحصل قائمتان بل تکون احدھما حادۃ والاخری منفرجۃ کما بینا ثم ان الطریقۃ	دُرر میں کہا ہے کہ کعبہ کی جہت یہ ہے کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے سیدھا اس طرح ملے کہ اس سے ۲ زاویے قائمے حاصل ہو جائیں اھ، اور یہ پہلی وجہ ہے۔ اور اس محمل میں اختلاف ہے علّامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کو حقیقی سمت پر محمول کیا ہے، جہاں اس نے اولًا معراج کے حوالے سے ان کے شیخ کا ذکر کیا ہے کہ تحقیق کا معنٰی یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی طرف زاویہ قائمہ پر سیدھا خط اُفق کی طرف فرض کیا جائے تو وہ کعبہ یا ہوائے کعبہ پر سے گزرے اھ۔ پھر علّامہ شامی نے درر کا کلام نقل کرتے ہوئے کہا کہ درر کا قول "علی استقامۃ" کا تعلق اس کے قول "یصل" سے متعلق ہے، اس لئے کہ اگر وہ خط ٹیڑھا ہو کر کعبے کو ملے تو پھر "قائمین" (دو قائمے) حاصل نہ ہوں گے بلکہ ان میں سے ایک حادہ اور دوسرا منفرجہ ہوگا۔

---

[1] الدرر الحکام شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰۃ احمد کامل الکائنۃ دار سعادت بیروت ۱/ ۶۰

[2] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۲۸۷

التی فی المعراج ھی الطریقة الاولی التی فی الدرر الا انه فی المعراج جعل الخط الثانی مارا علی المصلی علی ماھو المتبادر من عبارته وفی الدرر جعله مارا علی الکعبة[1] اھ ثم صور الذی فی المعراج ھکذا:	جیسے ہم بیان کر آئے پھر معراج والا طریقہ یہ درر میں ذکر کردہ پہلا طریقہ ہے، مگر اتنا فرق ہے کہ معراج میں دوسرے خط کو نمازی پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے۔ جیسا کہ اسکی عبارت سے سمجھا جارہا ہے۔ اور درر میں اس کو کعبہ پر سے گزرنے والا قرار دیا ہے اھ اس کے بعد علّامہ شامی نے (دونوں کے فرق کو واضح کرتے ہوئے) ایک معراج والی اور دوسری دُرر والی تصویر بنائی: (ت)

ثم صوّر الذی فی المعراج ھکذا
(معراج والی صورت)

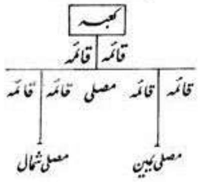

و الذی فی الدرر من الوجه الاول ھکذا
(دُرر کی پہلی وجہ والی صورت)

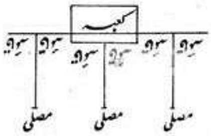

قلت وقد یؤیّد ھذاالمحمل ان اصل الکلام للامام حجة الاسلام وھو کمافی شرح النقایة ھکذا، معنی التوجه الی عین الکعبة ھو ان یقف المصلی بحیث لو خرج خط مستقیم من عینیه بحیث یتساوی بعده عن العینین الی جدار الکعبة تحصل من جانبیه زاویتان متساویتان[2] اھ۔	**میں کہتا ہوں** علّامہ شامی کے اس حقیقی سمت پر حمل کی تائید یوں ہوتی ہے کہ امام حجۃ الاسلام کی اصل کلام جو کہ شرح النقایہ میں ہے کہ عین کعبہ کی طرف توجہ کا معنٰی یہ ہے کہ نمازی یوں کھڑا ہو کہ اگر اسکی دونوں آنکھوں سے ایک سیدھا خط اس طرح نکلے کہ جس کا بعد دونوں آنکھوں سے دیوارِ کعبہ تک اس طرح متساوی ہو کہ نمازی کی دونوں جانب دو متساوی زاویے بن جائیں اھ۔ اسکے بعد انھوں نے جہت کعبہ کی

---

[1] ردالمحتار مبحث استقبال القبلة مطبوعی مجتبائی دھلی ۱/۲۸۷

[2] شرح النقایة للبرجندی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ منشی نولکشو لکھنؤ ۱/۸۸

ثم ذکر معنی التوجه الی الجهة بما قدمنا فی القول الثالث۔

اقول:اوّلاً لکن یلزم العلامة المحشی بهذا الحمل حمل الجبین فی عبارة الدرر علی الجبهة ولا غرو ففی تاج العروس عن شیخه قدورد الجبین بمعنی الجبهة لعلاقة المجاورة فی قول زهیرکما صرحوابه فی شرح دیوانه[1] ثم ذکر شعرا مثله للمتنبی لکن العلامة المحشی رحمة الله تعالٰی علیه قد استدل بوقوع لفظ الجبین فی عبارة الدرر علی انه لا یلزم خروج الخط من وسط الجبهة فان الجبین طرفها و هما جبینان کما تقدم فیکون هذا مناقضا لذاک۔

واقول: ثانیا زاد فی التصویرین مصلیین عن یمین و شمال غیر محاذیین للجدار الذی بازائه المصلی الوسطانی واقام اعمدتها فی التصویر الاول علی المار بذاك المصلی عرضا

طرف توجّہ کا معنی وہی ذکر کیا ہے جو ہم قول ثالث میں ذکر کر آئے ہیں۔

اقول: (میں کہتا ہوں) اوّلاً لیکن علّامہ محشیٰ کے اس حمل میں درر کی عبارت میں جبین کو الجبهة (پیشانی) کے معنی میں لینا لازم ہوگا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ تاج العروس والے نے اپنے شیخ کے حوالے سے کہا کہ جبین پیشانی کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں قریب کا تعلق ہے زہیر کے قول میں یہ استعمال پایا گیا ہے جیسا کہ زہیر کے دیوان کے شارحین نے تصریح کی ہے پھر ایسا ہی ایک شعر متنبّی کا اُنھوں نے ذکر کیا۔ لیکن علّامہ محشیٰ نے دُرر کی عبارت میں جبین کا حقیقی معنٰی مراد لیتے ہوئے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ لفظ جبین سے ثابت ہوتا ہے یہ ضروری نہیں کہ خط نمازی کی پیشانی کے وسط سے نکلے کیونکہ جبین، پیشانی کی ایک طرف کو کہتے ہیں، اور اس کے دونوں اطراف دو ۲ جبین ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، لہٰذا علامہ کی یہ استدلال والی عبارت جبین کو پیشانی کے معنی میں لینے والی عبارت کے مناقض ہے۔

اقول: ثانیاً مذکورہ دونوں تصویروں میں کعبہ کی دیوار کے متوازی درمیانے نمازی کے دائیں اور بائیں مزید دو نمازی رکھیں گئے ہیں جو اس دیوار کے متوازی نہیں ہے اور پہلی تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے خطوط کو درمیانے نمازی پر سے عرض میں گزرنے والے خط

---

[1] تاج العروس من جواهر القاموس فصل الجیم من باب النون مطبوعه دار احیاء التراث العربی بیروت ۹/ ۱۵۹

ولاشك انهما لاينتهيان الى الكعبة بل يتزوران عنها ذات اليمين و ذات الشمال كما صور وانما كان شرط فى المعراج ان يمر الخط بالكعبة، وفى التصوير الثانى اقامهما على الخط المار فى امتداده بالكعبة غير واقعين على نفس البيت بل متزاورين عنها كما مر ولم يرم الدرر خطا يمر على الكعبة ممتدا عن جنبيها الى الافق انما اراد خطا مقتصرا عليها ليقع مرور خط الجبين على نفس الكعبة كما فى المعراج والا كيف تكون مسامتة حقيقية مع كون المصلى بمعزل عن محاذاتها فهذان المصليان لا مدخل لهما فى تصوير الحقيقة وكانه رحمة الله عليه اراد ان يزيد مع تصوير الحقيقية تصوير التقريبية وقد كان سهلا علينا ان نفرض المصلين المزيدين منتقلين بعدة فراسخ بحيث لاتزول المقابلة لكنه رحمه الله تعالٰى سبق الى خاطره ان الشرط فى التقريب ان يقف المصلى على ذلك الخط المار عرضا بالمصلى الوسطانى او نقول يقوم بحذاء ذلك الخط العرضى المار فى امتداده بالكعبة بحيث يكون خط جبهة عمودا على

پر ملایا جبکہ یقینا یہ دونوں خطوط کعبہ کے متوازی نہیں ہوتے بلکہ کعبہ سے دائیں اور بائیں گرتے ہیں جیسا کہ تصویر سے واضح ہے (حالانکہ یہ تصویر معراج والی ہے) جبکہ معراج میں خط کا کعبہ پر واقع ہونا شرط قرار دیا گیا ہے، اور دوسری تصویر میں ان دونوں نمازیوں کے خطوط کو کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے ملایا جو عین کعبہ پر نہیں بلکہ کعبہ سے دائیں اور بائیں گزر جاتے ہیں جیسا کہ گزرا حالانکہ دُرر نے کعبہ سے گزر کر اس کے دونوں جانب سے اُفق کی طرف نکل جانے والے خط کو ذکر نہیں کیا اس نے صرف وہ خط مراد لیا ہے جو کعبہ پر ختم ہوتا کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والے خط کا گزر نفس کعبہ پر واقع ہو جیسا کہ معراج میں ہے، ورنہ نمازی کے متوازی نہ ہونے کے باوجود حقیقی سمت کیسے ہو سکتی ہے، پس معلوم ہوا کہ دائیں اور بائیں جانب والے دونوں نمازیوں کا حقیقی سمت کی تصویر میں کوئی دخل نہیں، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ گویا محشی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے سمت حقیقی کے ساتھ ساتھ قریبی سمت کی تصویر بھی زائد بنائی ہے، (قریبی سمت بنانے کے لئے) ہمیں یہ کہہ دینا آسان تھا کہ (حقیقی سمت والے نمازی) کے علاوہ ہم دو نمازی اس سے چند فرسخ کے فاصلے پر اس طرح فرض کرلیں کہ کعبہ سے ان کا تقابل زائل نہ ہو۔ لیکن اللہ تعالٰی ان پر رحم کرے محشی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے دل میں یہ بات آئی کہ قریبی سمت کے لئے یہ شرط ہے کہ درمیانے حقیقی سمت والے نمازی پر عرض میں گزرنے والے خط پر کوئی نمازی کھڑا ہو یا یوں کہیں کہ کعبہ پر سے گزرنے والے عرضی خط کے متوازی یُوں کھڑا ہو کہ اس کی

احدھما ای فی التصویر وعلیھما جمیعا فی التقدیر وبعد تحقیق ھذا الشرط لا تقدیر بمسافة فلیحفظا جھتھما وینتقلا ما بدالھما فاذن یکون الخط القائم علیه اوالیه المصلیان غیرمحدود علی ما زعم کما یاتی تنصیصه وھاتان زلتان عظیمتان یجب التنبه لھما فان الامردین وحاش ﷲ لایزری بالعلماء وقوع بعض زلات من اقلامھم لا سیما مثل ھذا المحقق الذی استنار مشارق الارض ومغاربھا بنورتحقیقاته السنیة و تطفل الوف مثلی علی موائد عوائد فوائدہ الھنیئة جزاہ ﷲ تعالٰی جزاء العزوالاکرام جمع بیننا و بینه فی دارالسلام بفضل رحمته به و بسائر العلماء الکرام علی سیدھم و مولاھم و علیھم و علیه وعلینا الصلٰوۃ والاسلام اٰمین اٰمین یا بدیع السمٰوٰت والارض یا ذا الجلال و الاکرام فانا اذکر فی سیاق ذلك ما عرض للمحشین من الوھم والایھام فی فھم کلام المدقق العلائی العلام لیتضح

پیشانی سے نکلنے والا خط عمود بنے خواہ وہ نمازی یا کعبہ پر سے گزرنے والے ایک خط پر یعنی تصویر میں بنے، یا ان دونوں پر عمود بنے فرضی طور پر، اس شرط کے پائے جانے کے بعد مسافت فرض کرنے کی ضرورت نہیں، وہ دونوں نمازی اپنی جہت کو محفوظ رکھیں اور بس، دائیں یا بائیں جتنا چاہیں وہ منتقل ہو جائیں، اور جس پر خط قائم ہے یا جس خط کی طرف دونوں نمازی متوجّہ ہیں اسکی محشّی رحمۃاللہ تعالٰی کے خیال میں کوئی حد نہیں (بشرطیکہ وہ ان خطوط پر قائم رہیں) جیسا کہ خود ان کی نص اس پر آئے گی حالانکہ (قریبی سمت کی بیان کردہ شرط اور اسکے بعد مذکورہ خطوط کی مسافت کو غیر محدود رکھ کر دونوں نمازیوں کاان خطوط پر حسب خواہش منتقل ہونا) یہ دونوں عظیم غلطیاں ہیں ان پر تنبیہ ضروری ہے، کیونکہ یہ دینی معاملہ ہے، حاش ﷲ! علماء کو ان قلموں کی غلطیاں زیب نہیں دیتیں، خصوصًا یہ محقق جس کی قیمتی تحقیقات کے نُور سے زمین کے مشرق ومغرب منور ہو رہے ہیں اور مجھ جیسے ہزاروں لوگ اس کے بے مثل اور اہم فوائد کے دسترخواں کے خوشہ چیں ہیں، اللہ تعالٰی اس کو عزت واکرام کی جزا عطا فرمائے، ہمیں اور اُسے جنّت میں جمع فرمائے اپنی رحمت کے فضل سے جو اُن پر اور تمام علماء کرام پر ہو، اور ان سب کے مولٰی وآقا پر اور ان پر اور ہم پر رحمت و سلام ہو، آمین آمین! اے آسمانوں اور زمینوں کو ابتداء پیدا کرنے والے! یا ذاالجلال والاکرام! میں تو اس بیان کے سیاق میں علّامہ علائی کے کلام کو سمجھنے میں حاشیہ لکھنے والوں کو جو وہم اور ابہام واقع ہوا ہے کو ذکر کروں گا تاکہ مقصود واضح

المرام وینجلی بدر السداد من تحت الغمام فاعلم ان الجهبذ المدقق الذی قلما اکتحل عین الزمان بمثله فی الاخرین اعنی العلامة علاء الدین محمد الحصکفی عامله الله تعالٰی بلطفه الوفی اثر ههنا عن المنح کلاما قصر مبناه واستتر معناه فقال اصابة جهتها بان یبقی شیئ من سطح الوجه مسامتا للکعبة اولهواء هابان یفرض من تلقاء وجه مستقبلها حقیقة فی بعض البلاد خط علی الکعبة وخط اٰخر یقطعه علی زاویتین قائمتین یمنة و یسرة منح قلت فهذا معنی التیامن والتیا سر فی عبارة الدرر فتبصر اھ[1]

اقول: اراد العلامة الغزی من تلقاء وجه مستقبلها حقیقة فی ای بلدکان فعبر هذا التنکیر بتنکیر بعض ولوقال کقول المعراج فی هذا البلد ای البلد المطلوب الجهة لکان اولی ، قال العلامة السید احمد المصری الطحطاوی فی حاشیته **قوله**

ہوسکے اور بادل کے نیچے سے درستگی کا روشن چاند نمودار ہوسکے۔ واضح ہو کہ وہ ماہر، مدقق جن کی مثل متاخرین میں زمانے نے نہ پائی، میری مراد علامہ علاء الدین محمد حصکفی ہیں، اُن سے اللہ تعالٰی اپنے کامل لطف و کرم کا معاملہ فرمائے، نے یہاں پر منح سے ایک ایسی کلام نقل کی جو مختصر ہے اور اسکا معنی مخفی ہے۔ پس کہا کہ جہتِ کعبہ کو پانے کا مطلب یہ ہے کہ نمازی کے چہرے کی سطح کا کوئی حصہ کعبہ یا اسکی فضاء کی سمت میں اس طرح ہو جائے کہ کعبہ کا حقیقی استقبال کرنے والے کے چہرہ سے ایک سیدھا خط زاویہ قائمہ پر افق کی طرف اس طرح نکلے کہ بعض بلاد میں وہ کعبہ پر سے گزرے اور ایک دوسرا خط اس طرح فرض کیا جائے جو پہلے خط کو قطع کرتے ہوئے دو زاویے قائمے دائیں اور بائیں طرف بنائے، منح۔ میں کہتا ہوں کہ دُرر میں مذکور الیتامن والتیاسر کا یہی معنی ہے غور کر، اھ

اقول: (میں کہتا ہوں) علّامہ غزی (اپنی عبارت) "**من تلقاء وجه مستقبلها حقیقة فی بعض البلاد**" میں "بعض البلاد" سے کوئی بھی بلد ہو، مراد لیا ہے اور اس تنکیر کو لفظ "بعض کی تنکیر" سے تعبیر کیا ہے، اور اگر معراج کے قول کی طرح یہ بھی "ھذا البلاد" کہہ کر وہ علاقہ مراد لیتے جس کی جہت مطلوب ہوتی تو بہتر ہوتا۔ علّامہ سید احمد مصری الطحطاوی نے (علّامہ الحصکفی کی عبارت کی) تشریح کرتے ہوئے کہا کہ اس کا

---

[1] درمختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۸

منح اختصر عبارتها، وهی فلو فرض خط من تلقاء وجه المستقبل للكعبة على التحقيق فی بعض البلاد وخط اٰخر يقطعه على زاويتين قائمتين من جانب يمين المستقبل و شماله لاتزول تلك المقابلة بالانتقال الى اليمين والشمال على ذلك الخط بفراسخ كثيرة ولهذا وضع العلماء قبلة بلد وبلدين و بلاد على سمت واحد۔ اھ (**قوله** قلت فهذا معنى الخ)ليس كما فهمه فان المتيامن و المتياسرفی عبارته هو الخط وفی عبارة الدر الشخص[1] الخ وعزاه للعلامة السيد ابراهيم الحلبی محشی الدرر، وقال السيد العلامة محمد الشامی، فيه ان عبارة المنح هی حاصل ماقدمناه عن المعراج وليس فيها قوله مارا على الكعبة بل هو المذكور فی صورة الدرر ويمكن ان يرادانه مار عليها طولا لاعرضا، فيكون هوالخط الخارج من جبين المصلی والخط الاخر الذی يقطعه هو المار عرضا على المصلی او على الكعبة

قول "منح" علّامہ نے منح کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ عبارت مفصل ہے جس کو علّامہ حصکفی نے مختصر کرکے لکھا ہے اسکی عبارت یوں ہے بعض بلاد میں کعبہ کی طرف تحقیقی طور پر چہرہ کرنے والے کی پیشانی سے ایک خط فرض کیا جائے، اور کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں و بائیں ایک اور خط فرض کیا جائے جو پہلے خط کو دو قائمہ زاویوں پر قطع کرتے ہوئے کئی فرسخ تک اس طرح دراز ہو کہ اس خط پر سے کئی فرسخ تک دائیں بائیں انتقال کرنیوالے کا کعبہ سے تقابل زائل نہ ہو۔ اس بناء پر علماء نے ایک ہی سمت پر کئی بلاد کے قبلے وضع کئے۔ علّامہ حصکفی کا قول "قلّت فھذا معنی الخ" علامہ کا یہ فہم درست نہیں ہے کیونکہ ان کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ دائیں اور بائیں ہونے والی چیز خط ہے، حالانکہ دُرر کی عبارت میں وہ شخص ہے الخ۔ علّامہ طحطاوی نے اس بیان کو محشّٰی دُرر علّامہ سیّد ابراہیم حلبی کی طرف منسوب کیا ہے۔ علّامہ حصکفی کی عبارت پر علّامہ شامی نے کہا کہ منح کی عبارت یہ معراج کی عبارت (جو ہم ذکر کر آئے) کا خلاصہ ہے حالانکہ معراج میں "مارًّا علی الكعبة" (کعبہ پر سے گزرنے والے خط) کا ذکر نہیں ہے، بلکہ یہ دُرر کی تصویر میں مذکور ہے۔ ممکن ہے اس سے عرض کی بجائے طول میں گزرنے والا خط مراد ہو تو یہ ایک نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط اور دوسرا خط جو پہلے کو قطع کرکے وہ نمازی پر سے عرض (چوڑائی) میں گزرنے والا ہوگا یا کعبہ پر گزرنے والا ہوگا،

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۹۷/۱

فیصدق بما صورناه اولا وثانیا . ثم ان اقتصاره علی بعض عبارة المنح ادی الی قصر بیانه علی المسامتة تحقیقا و ھی استقبال العین دون المسامتة تقدیرا وھی استقبال الجھة مع ان المقصود الثانیة فکان علیه ان یحذف قوله من تلقاء وجه مستقبلھا حقیقة فی بعض البلاد[1] اھ فھذا کل ما اورده وتمام ما ارادوه۔

اقول: و باللّٰه التوفیق شرح نظم الدر ھکذا (یفرض من تلقاء وجه) ای وسط جبھته (مستقبلھا حقیقة) بحیث لورفعت الحجب لرئیت الکعبة بین عینیه (فی بعض البلاد) ای ای بلد یراد (خط) مستقیم قائم (علی) الخط المار بجبھة معترضا من وسطه الی یمینه او شماله بحیث یحدث معه (زاویة قائمة) عند الجبھة ولم یقل قائمتین لا نه لا یجب فرض المعترض مارا الی الجھتین بل یکفی ادنی خط الی اية جھة منھما۔

تو اس سے ہماری پہلی اور دوسری دونوں تصویریں (ان کی تصدیق ہوگی) درست ہوں گی، پھر علامہ کا منح کی کچھ عبارت پر انحصار کرنا، حقیقی سمت پر انحصار کو ظاہر کرتا ہے اور وُہ عین کعبہ کی طرف استقبال ہے نہ کہ فرضی سمت پر انحصار کیونکہ وہ جہت قبلہ کی طرف استقبال ہے حالانکہ سمت فرضی یعنی کعبہ کی جہت کی سمت استقبال کرنا ہی مقصود ہے اس لئے ان کو عبارت سے "بعض بلاد میں حقیقی طور پر کعبہ کو پیشانی کرنے" کو حذف کرنا ضروری تھا اھ، یہ علّامہ شامی کی مکمل عبارت ہے اور یہی ان کی مراد ہے۔

اقول: اللہ کی توفیق سے، دُرمختار کی عبارت کی شرح یوں ہے (وجہ کی طرف سے) وجہ سے مراد وسطِ پیشانی ہے (حقیقةً کعبہ کا استقبال کرنے والے) مراد یہ ہے کہ اس طرح سیدھا استقبال ہو کہ اگر درمیان سے پردے اُٹھا دئے جائیں تو کعبہ دونوں آنکھوں کے درمیان نظر آئے، (بعض بلاد میں) سے مراد کوئی بھی علاقہ ہو (خط فرض کیا جائے) سے مراد سیدھا خط قائم کیا جائے، ایک دوسرے خط پر جو استقبال کرنے والے کی پیشانی پر عرضی (چوڑائی) طور پر اس کے درمیان سے دائیں اور بائیں پھیلا ہوا ہو، ایک خط دوسرے سے اس طرح ملے کہ اس سے وسطِ پیشانی پر زاویہ قائمہ پیدا ہو، یہاں ایک زاویہ قائمہ کو ذکر کیا ہے کیونکہ پیشانی پر خط کا دونوں طرف پھیلنا ضروری نہیں بلکہ خط ان سے کسی

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

فلا یحدث بالفعل الا قائمة واحدة وذلك من ایجازات هذاالفاضل المدقق فان زاویة قائمة اخصر من زاویتین قائمتین وفیها الکفایة فاختار ماقل وکفی (الی الافق) مقابل من فی قوله من تلقاء وجه ای یبتدئ من وسط الجبهة وینتهی الی الافق ویکون فی امتداده هذا (ماراعلی) نفس(الکعبة) الی ھھنا تم بیان المسامتة الحقیقة ثم شرع فی بیان التقریبیة فقال (و) یفرض (خط اٰخر) مستقیم (یقطعه) عند جبهة المستقبل (علی زاویتین قائمتین) مارا بالعرض (یمنة ویسرة) ای یمین المستقبل ویساره ولم یکتف بالخط الاخر المشار الیه فی قوله علی زاویة قائمة لان ثمه کان یکفی ادنی ماینطلق علیه اسم الخط فی احد الجانبین وان لم یستوعب نصف جبین ذلك الجانب ولاربعه والاٰن یحتاج الی خط ممتد یمیناوشمالا الی فراسخ کثیرة لیکون محل الانتقال یمنة ویسرة ولذا اتی ھھنا بتثنیة القائمة

ایک طرف بھی ظاہر ہو تو کافی ہوگا، لہٰذا بالفعل دونوں خطوں سے ایک ہی زاویہ قائمہ پیدا ہوگا اسی لئے یہاں دو زاویوں کو ذکر نہیں کیا۔ اس فاضل مدقق کا یہ ایک اختصار ہے کیونکہ ایک زاویہ قائمہ دو قائم زاویوں کے مقابلہ میں مختصر ہے اور اس ایک زاویے سے مطلوب میں کفایت بھی پائی جاتی ہے اس لئے انھوں نے مختصرًا اور کافی کو پسند کیا ہے۔ (افق کی طرف) یہ لفظ "من تلقاء وجہ" میں مِن کا مقابل ہے، یعنی پیشانی کے وسط سے نکل کر افق کی طرف پہنچا ہو جس میں لمبائی ہو (وہ گزر رہا ہو) نفس (کعبہ پر سے) یہاں تک مسامتتِ حقیقی کا بیان تام ہوگیا، اس کے بعد سمتِ تقریبی کا بیان شروع ہوا، تو کہا اور دوسرا سیدھا خط فرض کیا جائے جو استقبال کرنے والے کی پیشانی پر پہلے خط کو اس طرح قطع کرے کہ اس سے دو زاویئے قائمے پیدا ہوں اور یہ دوسرا خط پیشانی پر عرض میں دائیں اور بائیں پھیلا ہوا ہو مراد یہ ہے کہ کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں اور بائیں دراز ہوا ہو، اور یہاں پہلے کی طرح ایک زاویہ قائمہ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دو زاویوں کو ذکر کیا، کیونکہ وہاں پر پیشانی پر ظاہر والے خط کا پیشانی کے دائیں اور بائیں دونوں طرف پھیلنا ضروری نہیں تھا بلکہ وہاں برائے نام ہونا کافی تھا جس پر لمبا خط آ گرے، اگر چہ اس جانب پیشانی کے نصف بلکہ چوتھائی کو بھی نہ گھیرا ہو لیکن یہاں پیشانی پر ظاہر ہونے والے خط کا دائیں اور بائیں کئی فرسخ تک بڑھا ہونا ضروری ہے تاکہ سمتِ کعبہ سے دائیں اور بائیں انتقال کا محل بن سکے، اسی لئے یہاں دو قائموں

فاذا انتقل المصلی علی ھذا الخط فی ای جھة الی فراسخ کثیرۃ حسب مایقتضیه بعد البلد من الکعبة لا یخرج عن الجھة واشار الی ذلك **بقوله**(قلت فھذا معنی التیامن والتیاسر) المسوغین للمصلی(فی عبارۃ الدرر) فان الدرر انماذکرتیامن المصلی و تیاسرہ وکان یحتمل ان معناہ یجعل الکعبة علی یمینه اویسارہ ولیس مراداقطعا فرسم الخط یمنة ویسرۃ واشار بطرف خفی کعادته رحمة الله تعالٰی فی غایة الایجاز الی ان ذٰلك التیامن للمصلی انما ھو علی ھذا الخط المخرج یمنة و یسرۃ لاما یتوھم (فتبصر[1]) کیلا تزل وقد ظھرلك من ھذاالشرح بتوفیق الله تعالٰی:

اوّلًا سقوط مازعمواان بیانه قاصر علی الحقیقة کیف ولو کان کذلك لما احتاج الی قوله وخط اٰخر الخ

کو ذکر کیا، پس جب نمازی دائیں بائیں بڑھنے والے خط پر منتقل ہو خواہ کئی فرسخ دائیں یا بائیں جس قدر بھی کعبہ سے شہر کا بُعد ہو اس کے مطابق منتقل ہونے سے جہتِ کعبہ سے خارج نہ ہوگا، اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے صاحب الدر نے کہا میں کہتا ہوں (دائیں اور بائیں طرف ہونے کا یہی معنٰی ہے کہ) دونوں خط نمازی کی دونوں جانب بنیں گے (جو مذکور ہے دُرر میں) کیونکہ دُرر نے نمازی کے دائیں اور بائیں ہونے کا ذکر کیا ہے۔ اور یہ احتمال بھی ہوسکتا ہے کہ نمازی کعبہ کو اپنے دائیں اور بائیں کرے، لیکن یہ احتمال قطعًا مراد نہیں ہوسکتا۔ اس لئے انہوں نے دائیں اور بائیں خط بنا کر ایک مخفی اشارہ دیا جیسا کہ ان رحمۃ اللہ علیہ کی اختصار کی عادت ہے نمازی کے تیامن و تیاسر میں بھی اختصار سے کام لیا ہے وہ یوں کہ نمازی کا دائیں بائیں پھیلنے والے خط پر قائم رہتے ہوئے سے دائیں یا بائیں ہونا مراد ہے، نہ وُہ کہ جو بعض کو وہم ہوا، (پس غور کر) تاکہ تُو پھسلے نہیں۔ اللہ تعالٰی کی توفیق سے تجھ پر اس شرح سے چند امور ظاہر ہوئے:

اوّلًا: یہ کہ بعض محشّٰی حضرات کا یہ خیال کہ علّامہ حصکفی نے صرف سمت حقیقی کو ہی بیان کیا ہے، یہ خیال ساقط ہوا، کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر علّامہ کو "وخط آخر" الخ

---

[1] ف: یہاں تک دو قوسوں کے درمیان جو عبارت ہے وہ دُرمختار کی ہے باقی عبارت شرح صورت میں اعلٰی حضرت کی اپنی ہے۔

لان بیان الحقیقۃ قدتم الی قولہ مارا علی الکعبۃ۔

ثانیًا: سقوط ما اعترض بہ العلامتان الحلبی والطحطاوی من التخالف بین کلامی الدر والدرر فی معنی التیامن والتیاسر کما علمت۔

وثالثًا: سقوط مازعم العلامۃ الشامی من التغایر فی تصویرہ وتصویر المنح و من العجب انہ رحمہ اللہ تعالٰی معترف بان عبارۃ المنح حاصل ماقدمناہ عن المعراج وقد تقدم فی المعراج مرورہ علی الکعبۃ فمن این نشأ التغایر وانما عبارتہ عین عبارۃ المعراج لا تفاوت بینھما الابان المعراج ذکر المرور عن الکعبۃ فی الجزاء والدرر اوردہ حالا لانہ کان بصدد بیان التقریبیۃ فاخذ الحقیقۃ فی الفرض والتصویر۔

ورابعًا : اعجب منہ قولہ کان علیہ ان یحذف قولہ من تلقاء وجہ الٰی اٰخر الخ ولاادری کیف یتم بیان التقریب باسقاط ھذہ الکلمات مع عدم ذکرہ عندکم الانتقال علی ذلك الخط یمینا وشمالا وان استنبط ھذا

کہنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ حقیقی سمت کا بیان "مارا علی الکعبۃ" پر تام ہو جاتا ہے۔

ثانیًا یہ کہ علّامہ حلبی اور علّامہ طحطاوی کا یہ اعتراض بھی ساقط ہو گیا کہ الدُّر یعنی حصکفی کا کلام تیامن اور تیاسر کے معنٰی کے تعیّن میں دُرر کے کلام کے مخالف ہے جیسا کہ تمہیں معلوم ہے۔**ثالثًا** : یہ کہ علامہ شامی کا یہ خیال کہ علامہ حصکفی اور منح کی تصویر میں تغایر ہے۔ یہ خیال ساقط ہوا۔ اور تعجب ہے کہ علامہ شامی خود معترف ہیں کہ منح کی عبارت معراج کی بیان شدہ عبارت کا ماحاصل ہے، جبکہ معراج کی گزشتہ عبارت میں خط کا کعبہ پر سے گزرنا مذکور ہے پھر تغایر کہاں پیدا ہوا حالانکہ اُن کی اور معراج کی عبارت ایک ہے، دونوں کے درمیان صرف اتنا فرق ہے کہ معراج نے کعبہ پر سے خط گزرنے کو بطور جزاء ذکر کیا ہے اور دُرر نے اس کو بطور حال ذکر کیا ہے کیونکہ وہ صرف سمت تقریبی کو بیان کر رہے ہیں اور حقیقی سمت کا اظہار انہوں نے صرف فرضی طور پر اور تصویر میں کیا ہے۔**رابعًا** اس سے بھی عجیب ان کا یہ قول ہے کہ علّامہ حصکفی کے لئے ضروری تھا کہ وہ کعبہ کے حقیقی استقبال کرنے والے کی پیشانی سے الخ والی عبارت کو حذف کرتے (تاکہ سمتِ تقریبی کا بیان درست ہوتا) مجھے معلوم نہیں کہ ان کلمات کے حذف سے سمتِ تقریبی کا بیان کیسے تام ہو سکتا تھا، جبکہ آپ کے خیال میں دائیں اور بائیں نکلنے والے خط پر انتقال کو

من قوله فهذا معنى التيا من كما فعلت شعرى ماذا يضره ذكر الاخراج من تلقاء وجه المستقبل حقيقة فليس الابفرض التحقيق اولاثم تقدير الانتقال عنه۔

وخامسًا لئن اسقط هذا كله لبقى مخرج الخط مهملا لم يتبين ولم يتعين فلا تقريب ولا تحقيق والله الهادى الى سواء الطريق۔

قال الشامى قوله قلت الخ قد علمت انه لو فرض شخص مستقبلا من بلده لعين الكعبة حقيقة بان يفرض الخط الخارج من جبينه واقعا على عين الكعبة فهذا مسامت لها تحقيقا، ولو انه انتقل الى جهة يمينه او شماله بفراسخ كثيرة وفرضنا خطامارا على الكعبة من المشرق الى المغرب[1] (**قلت قاله** بالنظر الى بلده الشامى الجنوب ويقال من الشمال الى الجنوب وبالجملة المراد الخط المعترض

انہوں نے ذکر نہیں کیا اگرچہ یہ معنی ان کے قول "فھذا معنی "الخ" تیا من وتیاسر کا یہ معنٰی ہے" سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ تاہم مجھے معلوم نہیں "حقیقی مستقبل کعبہ کی پیشانی سے خط نکلا" کے ذکر سے ان کو کیا نقصان ہو رہا ہے صرف یہی کہ اس سے سمتِ حقیقی کے تعیّن کے بعد سمت تقریبی کا بیان ہو رہا ہے۔

خامسًا: اگر بقول علّامہ شامی اس کلام کو حذف کر دیا جائے تو پھر خط کا مخرج کیا ہوگا۔ جب مخرج مذکور نہ ہوا تو نہ بیان صحیح ہوگا نہ ہی کعبہ کا تعیّن ہو سکے گا۔ اس طرح نہ سمت تقریبی ثابت ہوگی اور نہ ہی تحقیقی ثابت ہوگی۔ اور اللہ تعالٰی ہی سیدھے راستے کا ہادی ہے۔ علامہ شامی نے کہا قولہ، **قلت الخ** آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ اگر کسی شخص کو اپنے علاقہ سے عینِ کعبہ کی طرف استقبال حقیقی کرتے ہوئے یُوں فرض کیا جائے کہ اس کی پیشانی سے نکلنے والا خط عینِ کعبہ پر واقع ہو رہا ہے، تو یہ تحقیقی سمت ہوگی اور اگر وہ شخص دائیں یا بائیں کئی فرسخ منتقل ہو جائے اور ہم ایک خط فرض کریں جو کعبہ پر سے مشرق سے مغرب کی طرف گزرے۔ (**قلت** علامہ شامی کا یہ قول ان کے اپنے علاقہ شام سے متعلق ہے کیونکہ وہاں سمتِ قبلہ جنوبا ہے (اس لئے کعبہ پر عرض میں فرض کردہ خط، مشرق سے مغرب میں گزرے گا) ہمارے علاقہ میں یوں کہا جائے کہ شمال سے جنوب کی طرف بڑھنے والا خط (کعبہ پر عرض میں گزرنے والا ہوگا) غرضیکہ عرض میں پھیلنے والا خط

---

[1] ردالمحتار باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱/۲۸۸

قال وکان الخط الخارج من جبین المصلی یصل علی استقامة الی ھذاالخط المار علی الکعبة فانه بھذا الانتقال لاتزول المقابلة بالکلیة لان وجه الانسان مقوس فمھما تاخر یمینا اویسارا عن عین الکعبة یبقی شیئ من جوانب وجھه مقابلا لھا اھ[1]۔

اقول: فھم رحمه اللّٰه تعالٰی ان وصول خط الجبھة عمود اعلی الخط المعترض المار بالکعبة عندالانتقال للیمین والشمال شرط بقاء الجھة عندھم وقد افصح عنه بُعَیدھذاحیث قال، بل المفھوم مماقد مناہ عن المعراج والدرر من التقیید بحصول زاویتین قائمتین عند انتقال المستقبل لعین الکعبة یمینا اویسارا انه لایصح لوکانت احداھما حادة والاخری منفرجة بھذہ الصورة اھ[2] وفیه:

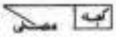

اوّلًا لیس فی عبارة الدرر ذکر الانتقال ھھنا اصلا فضلا عن حصول قائمتین بعد الانتقال وماذکر بعد فی التفریع

مراد لیا ہے علّامہ شامی نے کہا) کہ نمازی کی جبین سے نکلنے والا خط سیدھا کعبہ پر سے گزرنے والے خط کو ملے گا تو اس صورت میں دائیں اور بائیں انتقال کرنے پر نمازی کا کعبہ سے تقابل کلیۃً زائل نہ ہوگا کیونکہ انسان کا چہرہ کمان کی طرح گول ہے لہٰذا وہ جتنا بھی عین کعبہ سے دائیں یا بائیں پھرے گا اس کے چہرے کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور کعبہ کے مقابل رہے گا اھ۔

اقول: علّامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سمجھا کہ دائیں یا بائیں منتقل ہوتے وقت نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط کا عمودی شکل میں کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے ملنا کعبہ کی جہت کے بقاء کے لئے ان کے ہاں شرط ہے، اس کے کچھ بعد انھوں نے اس بات کو واضح کرتے ہوئے کہا، بلکہ دُرر اور معراج سے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کا دائیں یا بائیں انتقال کرتے ہوئے دو زاوئے قائمے حاصل ہونے کی جو ہم نے قید ذکر کی ہے اس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ اگر انتقال کرتے ہوئے دو قائموں کی بجائے ایک زاویہ حادّہ اور دوسرا منفرجہ اس صورت پر حاصل ہوا تو جہت کعبہ کا استقبال صحیح نہ ہوگا اھ۔ اس بیان میں چند اشکال ہیں:

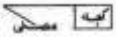

اوّلًا: یہ کہ دُرر کی عبارت میں سرے سے انتقال کا ذکر ہی نہیں ہے چہ جائیکہ انتقال کے بعد وہاں دو ۲ قائموں کے حصول کا ذکر ہو، اور اس نے بعد میں تفریع

---

[1] ردالمحتار مبحث استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

[2] ردالمحتار مبحث استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

من التیامن والتیاسر فلیس فیه ایض اثر من ذلك ولا هو یستلزم الانتقال بل و لا یحصلان لك بالانحراف عن المحاذات وانت قائم مقامك وبه عبر فی الدرر حیث قال فیعلم منه انه لو انحرف عن العین انحرافا[1] الخ۔

و ثانیًا: المعراج وكل من ذكرنا من متابعیه انما فرضوا خطاً من جبین مستقبل العین ماراالی الكعبة واٰخر قاطعاله علی قائمتین ثم فرضوا الانتقال یمینا ویسارا بفراسخ كثیرة علی هذا القاطع ولم یشرط هو ولا احد منهم حدوث القائمتین بعد الانتقال۔

وثالثًا: لو شرط ذلك لم یصح لان الانتقال لا یمكن علی خط مستقیم فان القاطع انما یمر فی جانبی المستقبل بعد موضع قدمه فی الهواء لكون الارض كرة وانما ینتقل المنتقل علی دائرة فهوان حفظ توجهه حین استقباله عین الكعبة وانتقل علی تلك الدائرة یمینًا وشمالًا فلا شك ان الخط الخارج من جبهته

کے طور دائیں اور بائیں ہونے کا جو ذکر کیا ہے اس میں بھی اس کا کوئی نشان نہیں اور نہ ہی وہ انتقال کو مستلزم ہے بلکہ جب تو اپنی جگہ کھڑا رہ کر محاذات سے انحراف بھی کرے تب بھی دو قائمے حاصل نہیں ہو سکتے۔ اسی بات کو دُرر نے تعبیر کرتے ہوئے کہا۔ "پس اس سے معلوم ہوا کہ عین کعبہ سے کچھ انحراف کرے۔ الخ

ثانیًا یہ کہ معراج اور اس کے مذکورہ متبعین حضرات نے عین کعبہ کا استقبال کرنے والے کی جبین سے خط نکل کر کعبہ کی طرف جائے اور دوسرا خط جو اس کو دو قائموں زاویوں پر قطع کرنے کو ذکر کیا ہے اور پھر ان لوگوں نے اس قاطع خط پر دائیں بائیں کئی فرسخ تک انتقال کو فرض کیا ہے، اس کے باوجود معراج اور اس کے متبعین نے انتقال کے بعد ۲ دو قائمہ زاویوں کی شرط نہیں لگائی۔

ثالثًا یہ کہ اگر یہ شرط لگائی جائے تو درست نہیں ہو گی کیونکہ انتقال خطِ مستقیم پر ممکن نہیں ہے اس لئے کہ قطع کرنے والا خط کعبہ کا استقبال کرنے والے کے دائیں اور بائیں دونوں طرف فضا میں ایک قدم کے فاصلہ سے گزرے گا کیونکہ زمین کروی یعنی گول ہے اور انتقال کرنے والا صرف ایک دائرہ پر انتقال کرے گا، اب اگر وہ عین کعبہ کا استقبال کرتے ہوئے اپنی جہت کو محفوظ رکھتے ہوئے اس دائرہ پر دائیں یا بائیں انتقال کرے تو یقیناً اس کی پیشانی سے نکلنے والا

---

[1] الدرر الحکام فی شرح غرر الاحکام باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ احمد کامل الکائنہ دارالسعادت مصر ۱/۶۰

لایقطع الخط المار بالکعبة عرضا علی قائمتین کما لا یخفی۔

و**رابعًا**: یصح ذلك اولا یصح فلن یصح قوله مهما تاخر یمینا او یسارا وانما ذکر المعراج ومن معه بقاء الجهة بالانتقال علیه بفراسخ کثیرة وهذا صحیح ولم یدعواانه مهما انتقل لم یتبدل کیف والواغل فی الانتقال علیه لا یبقی مواجها للکعبة لاشك وسیستبین لک۔

وخامسًا لما ارتکز فی ذهنه رحه الله تعالٰی ان شرط بقاء المواجهة وصول خط الجهة الی ذلك الخط المعترض بالکعبة عمودا توهم ان لو ترك المنتقل تلك الو جهة وانحراف قلیلا یمینا او شمالا لم یصح لکون الزاویتین اذ ذاك حادة و منفرجة کما قدم فزعم ان کلام المعراج والدرر هذا مخالف لاجازة الانحراف القلیل المصرح بها فی غیر ما کتاب وصرح به اذقال، والحاصل ان المراد بالتیامن و التیاسر الا نتقال عن عین الکعبة لی جهة الیمین اوالیسار لا الانحراف،

خط کعبہ پر سے عرض میں گزرنے والے خط کو دو۲ قائموں پر قطع نہیں کرے گا، کما لا یخفی۔

رابعًا یہ شرط صحیح ہو یا نہ ہو مگر شامی کا یہ کہنا ہر گز درست نہ ہوگا کہ "جتنا بھی دائیں بائیں ہٹ جائے" معراج اور اس کے متبعین نے صرف یہ ذکر کیا ہے کہ دائیں بائیں کئی فرسخ تک منتقل ہونے والے کی جہت باقی ہوگی اور یہ بات صحیح ہے، کیونکہ انہوں نے یہ دعوی نہیں کیا کہ جتنا بھی منتقل ہوجائے تب بھی جہت نہ بدلے گی۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے جب انتہائی طور پر انتقال ہوگا تو یقینًا وُہ کعبہ کی جہت پر نہ رہے گا، اور عنقریب یہ تجھ پر واضح ہوجائے گا۔

خامسًا یہ کہ جب محشّی رحمۃ علیہ کے ذہن میں یہ بات مرکوز ہوچکی ہے کہ کعبہ کی جہت کی بقاء کے لئے یہ شرط ہے کہ نمازی کی پیشانی سے نکلنے والا خط، کعبہ پر سے عرض میں گزرنے والے خط کو عمودی شکل میں قطع کرے تو ان کو وہم ہوا کہ اگر منتقل ہونے والے نے مذکورہ معیار والی جہت کو چھوڑ دیا اور تھوڑا سا بھی دائیں بائیں اس نے انحراف کیا تو استقبال صحیح نہ ہوگا، کیونکہ اس صورت میں (مذکورہ دونوں خطوں کے ملنے سے) دو قائمہ زاویے نہیں بلکہ ایک حادہ اور ایک منفرجہ حاصل ہوں گے، جیسا کہ قبل ازیں وہ ذکر ہوچکے ہیں۔ اور انہوں نے یہ گمان کرلیا کہ معراج اور دُرر کا یہ کلام اس قلیل انحراف کی اجازت کے خلاف ہے جس کا صراحةً متعدد کتب میں ذکر ہے۔ اور اُنھوں نے اس کی یہ کہہ کر تصریح کردی کہ دائیں بائیں ہونے سے مراد کا حاصل یہ ہے کہ عین کعبہ سے دائیں یا بائیں جہت انتقال کرنا ہے نہ کہ

لکن وقع فی کلامھم ما یدل علی ان الانحراف لایضرثم[1] نقل کلام القھستانی و شرح العلامۃ الغزی لزاد الفقیرومنیۃ المصلی عن امالی الفتاوٰی والعجب ان نسی مانقل بنفسہ من الدرر فان الذی نقل ھھنا عن القھستانی عین ما قدم عن الدررمن ان الانحراف الیسیرالذی لاتزول بہ المقابلۃ بالکلیۃ لا یضر فکیف یکون کلام الدرر مخالفالہ۔

سادسًا: لیس الامرکما فھم بل انحراف وسط جبھۃ المستقبل عن مسامتۃ الکعبۃ لازم الانتقال والخروج عن سطح الجدار الشریف ولوحفظ فی انتقالہ تلک الوجھۃ لاتی علی ما یخرجہ عن الجھۃ بالکلیۃ ولو انحرفا ان تلک وجھۃ انحرافا مناسبا لحفظ التوجہ الی الکعبۃ فکلامہ منقوض طرداوعکسا، ولیکن لبیان ذلک موضع شرق مکۃ المکرمۃ بین طولیھما نحو من ثلاثمائۃ

انحراف کرنا مراد ہے لیکن اس کے باوجود فقہاء کی کتب میں ایسا کلام ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انحراف قلیل مضر نہیں ہے، اس پر پھر انہوں نے قہستانی زادالفقیر کی شرح علّامہ غزی اور امالی الفتاوٰی کے حوالہ سے منیۃ المصلی کی عبارات نقل کیں۔ تعجّب ہے کہ علامہ شامی (محشّٰی) رحمۃ اللہ تعالٰی دُرر سے خود اپنی نقل کردہ بات کو بھول گئے، کیونکہ اُنھوں نے یہاں قہستانی سے جو یہ نقل کیا ہے کہ ایسا قلیل انحراف جس سے کعبہ کا مقابلہ کلیۃً زائل نہ ہو مضر نہیں ہے۔ یہ بعینہٖ وہی چیز ہے جس کو وُہ خود پہلے دُرر سے بیان کرچکے ہیں، تو دُرر کا کلام قہستانی کے خلاف کیسے ہوگا۔

سادسًا یہ کہ معاملہ وُہ نہیں جیسا کہ انہوں نے سمجھا بلکہ کعبہ کا استقبال کرنے والے کی وسط پیشانی کا سمتِ کعبہ سے انحراف دائیں بائیں انتقال اور کعبہ کی دیوار کی سطح سے خروج کو لازم ہے، اب اگر محشّٰی رحمۃ علیہ نمازی کے دائیں بائیں انتقال میں اس زاویۃ قائمہ والی توجہ پر قائم رہتے ہیں تو اس صورت میں ان سے نمازی کو جہتِ کعبہ سے بالکلیہ خارج کردینے والی بات صادر ہو رہی ہے، اور اگر وہ منتقل ہونے والے کے لئے (اس قائمہ والی بات) سے انحراف کرکے کعبہ کی طرف توجہ کی حفاظت کے لئے (منتقل ہونے والے کعبہ کی طرف) انحراف مراد لیں تو

---

[1] ردالمحتار مبحث استقبال القبلہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۸۸

وخمسين ميلا اعنى خمس درج و عرضها كاحه الط نحو امن عرض مكة المكرمة على ماثبت بالقياسات الجديدة كاحه اله فاذن تكون قبلته نقطة المغرب سواء بسواء كمالا يخفى على المهندس وذلك لان فى اللوغار ثميات ظل عرض مكة٩٫٥٩٣٥٤٢٣جيب تمام ما بين الطولين ٩٫٩٩٨٣٤٤٢ = ٩٫٥٩٥١٥٨١ ظل عرض موقع العمود الواقع من نقطة المغرب على نصف نهار البلد مارا بسمت راس مكة المكرمة قوسه كاحه الط مساوية لعرض البلد فيكون العمود نفسه دا سمتية مرت سمتى راس البلد ومكة ثم نقول ظل ما بين الطولين٨٫٩٤١٩٥١٨+جيب تمام عرض موقع العمود ٢٧٦+٩٫٩٦= ١٨٫٩٦٠٦٧٩٤ نجعله محفوظا وننتقل على نصف النهار هذا يمينا و شمالا مع حفظ الوجه اعنى بقاء القطب الشمالى على منكب الايمن فليكن:

اوّلا موضع على خط الاستواء فعرض الموقع هوالفضل بينه و بين عرض البلد لانتفائه جيبه ٩٫٥٦٣٧٥٤٦ ويبقى بتفريقه من

اس صورت میں ان کا کلام جامع اور مانع نہ رہے گا، اس کا بیان یہ ہے کہ مکہ مکرمہ سے مشرق میں واقع ایسا مقام کہ اس کے اور مکہ مکرمہ کے دونوں طولوں میں ساڑھے تین سو میل یعنی پانچ درجے ہو، اور اس مقام کا عرض کاحہ الط مکہ مکرمہ کے عرض جتنا ہوگا جیسا کہ جدید قوانین میں ثابت ہے کہ وہ کاحہ الط ہے، تو اس صورت میں اس مقام کا قبلہ ٹھیک نقطہ مغرب ہوگا جو کہ ریاضی دان حضرات پر مخفی نہیں، یہ اس لئے کہ لوگارثم میں عرض مکہ مکرمہ کا ظل ٩٫٥٩٣٥٤٢٣ دونوں طولوں میں مکمل جیب ٩٫٩٩٨٣٤٤٢ = ٩٫٥٩٥١٥٨١ ہے نقطہ مغرب سے گرنے والے عمود کے مقام کا ظل، نصف النہار کے وقت عین مکۃ المکرمہ کی سمت پر سے گزرے، تو اس کا قوس کاحہ الط ہوگا جو عرض بلد کے مساوی ہوگا اس طرح خود عمود ایک دائرہ سمتی ہوگا جو راس البلد اور مکہ مکرمہ کی دونوں سمتوں سے گزرے گا۔ پھر ہم کہیں گے کہ دونوں طولوں کا ظل ٨٫٩٤١٩٥١٨ + عمود کے موقع کے تمام عرض کا جیب ٢٧٦+٩٫٩٦ = ١٨٫٩٦٠٦٧٩٤ ہے جس کو ہم محفوظ کرلیں گے اور ہم دائیں کندھے پر قطب شمالی کو باقی رکھ کر اپنے جہت کو محفوظ بنا کر اس نصف النہار پر دائیں اور بائیں منتقل ہوں تو:

اوّلاً خط استواء پر ایک موضع ہو تو عمود کے وقوع کی جگہ کا عرض منفی ہونے کی وجہ سے اس کے اور عرض البلد کے درمیان زائد ہوگا، جس کا جیب ٩٫٨٦٣٧٥٤٦ ہوگا اس کو محفوظ سے تفریق

المحفوظ ظل الانحراف الشمالی ۹ء۳۴۶۹۲۴۸ قوس ہحہ ل تمامھا عھحہ الح فمن حفظ الوجھة فقد انحراف عن القبلة اکثر من سبع وسبعین درجة وھو بان یسمی مجانبااحق من ان یسمی مواجھا اذلم یبق جنبہ الحقیقی و بین الکعبة الا اقل من ثلث عشرۃ درجة و بینھا و بین وجھہ اکثر من درجة وان انحرف عن تلك الوجھة الی یمینہ اعنی الشمال اکثرمن درجة فقد اصاب القبلة بھذا الانحراف العظیم فانتقض ذلك طردا و عکسا فی انتقال اقل من اثنتین و عشرین درجة۔

ولیکن **ثانیًا** موضع عرضہ م حہ نح شمالیا لیکون انتقال الشمالی مثل ذلك جنوبی فتفاضلہ مع عرض الموقع مثل ذلك جنوبی فتفاضلہ مع عرضاالموقع مثلہ فجیبہ جیبہ والعمل العمل یکون انحراف القبلة ھنا من نقطة المغرب الی الجنوب عرض الح و لزم مالزم۔

ولیکن **ثالثًا** عرضہ الجنوبی م حہ نح فمجموعہ مع عرض الموقع سلصہ الرجیبہ ۹ء۹۵۵۳۰۷۳ نفروقا من المحفوظ = ۸ء۹۵۵۳۷۲۱ قوس فانظل لاحہ ط تمامھا قدصہ نافقد انحرف

کرنے پر شمالی انحراف کا ظل ۹ء۳۴۶۹۲۴۸ باقی رہے گا جس کا قوس حہل مکمل عرحہ الح ہوگا، پس اب جس نے اپنی جہت کو محفوظ رکھا اس کا قبلہ سے ۷۷ درجے سے زائد انحراف ہوگا تو اسکو قبلہ رُو قرار دینے کی بجائے قبلہ سمت سے پہلو پھیرنے والا قرار دینا بہتر ہے کیونکہ اس کے حقیقی پہلو اور کعبہ کے درمیان صرف ۱۳ درجے سے بھی کم باقی رہے گا، اور کعبہ اور اس کے چہرے کے درمیان ۷۷ درجے سے زائد ہوگا، اب اگر وہ اس جہت سے اپنے دائیں یعنی شمال کی طرف ۷۷ درجے سے زیادہ انحراف کرے تو تب بھی اس عظیم انحراف سے کعبہ کی جہت کو پائے گا، تو یوں ۲۲ درجے سے کم انتقال ہے اسکی جامعیت اور مانعیت ختم ہوجائیگی۔

ثانیًا ایک ایسا موضع جس کا عرض مح حہ نخ شمالی ہوتا کہ شمالی اور جنوبی انتقال ایک جیسا ہو جائے تو اس کا تفاضل عمود کے موقع کے عرض سمیت اسی کے برابر ہوگا تو دونوں کا جیب اور عمل ایک ہی ہوگا تو یہاں سے قبلہ کا انحراف مغرب کے نقطہ سے جنوب کی جانب عرصہ الح ہوگا اور وہی خرابی لازم آئیگی جو آئی۔

ثالثًا ایک ایسا موضع ہو جس کا جنوبی عرض مہ حہ نخ ہو تو اس کا مجموعہ عمود کے موقع کے عرض سمیت سل حہ الر ہوگا جس کا جیب ۹ء۹۵۵۳۰۷۳ محفوظ سے تفریق شدہ = ۸ء۹۵۵۳۷۲۱ قوس ہوگا یہ ظل لا حہ ط جس کا کل قدناحہ ہوگا اس صورت میں

القبلة من نقطة المغرب خمس و ثمانین درجة ولم یبق الی نقطة الشمال الاخمس درج فان حفظ الوجهة بطلت صلاته قطعا وان توجه الی القطب الشمالی صحت یقینا وان اخذنا مابین الطولین اصغر من ذلك یظهر التفاوت اکبر من ذلك وبالجملة فتلزم استحالات لاتحصی فالحق ان لیس فی عبارة الدرر ولا المعراج شیئ مما ذکر ولا مافهم من جواز الانتقال علی ذلك الخط مهما شاء، ولا مافهم من مخالفتهما لتجویز الانحراف الیسیر ولامافهم من اشتراط حفظ الوجهة لبقاء الجهة، ولا ما فهم من افادتهما فسادالصّلوٰة ان احدث الخطان زاویتین مختلفتین بل الامر فیه کما اقول انهم انما فرضوا الانتقال علی القاطع له علی قائمتین ای علی نصف نهار الموضع المفروض المسامت حقیقة لیحصل بالانتقال الانحراف علی عکس مافهم العلامة المحشی رحمة الله تعالٰی وذلك لانه لو جعلت الکعبة مرکزا ورسمت ببعد مستقبلها دائرة وانتقل هو علیها حتی طاف الدنیا

نقطہ مغرب سے قبلہ کا انحراف ۸۵ درجے ہوگا، اور نقطہ شمالی کی طرف صرف پانچ درجے باقی رہے گا، پس اگر وُہ اپنی اسی توجہ کو محفوظ رکھے تو اس کی نماز لازمی طور پر باطل ہوگی، اور اگر وہ قطبِ شمالی کی طرف پھر گیا تو اس کی نماز یقینا درست ہوگی اور اگر ہم دونوں طولوں میں اس سے بھی کم فاصلہ فرض کریں تو تفاوت اس سے بھی بڑھ جائے گا۔ خلاصہ یہ کہ اس سے بے شمار خرابیاں لازم آئیں گی۔ تو حق یہ ہے کہ دُرر اور معراج کی عبارت میں محشّی رحمۃ اللہ تعالٰی کے ذکر کردہ امور میں سے کچھ بھی نہیں، نہ اس خط پر حسبِ خواہش انتقال کا جواز، اور نہ ہی معمولی انحراف کے جواز کی ان دونوں سے مخالفت اور نہ ہی بقاءِ جہت کے لئے توجہ کہ محفوظ رہنے کی شرط اور نہ ہی مختلف زاویے والے دو خطوں کے پیدا ہونے سے ان دونوں حضرات کی طرف سے نماز کے فساد کا افادہ، غرضیکہ محشّٰی رحمۃ اللہ تعالٰی کی فہم کردہ ان مذکورہ چیزوں میں کوئی بھی ان دونوں حضرات کی عبارت میں موجود نہیں، بلکہ معاملہ یوں ہے جیسے میں کہتا ہوں (اقول) انہوں نے دو قائموں کی شکل میں اس کو قطع کرنے والے خط پر سے انتقال فرض کیا جس کا مطلب یہ ہے کعبہ سے حقیقی سمت والے مقام مفروض پر خاص نصفِ نہار ہو جس سے سمت میں کچھ انحراف حاصل ہوسکے بالعکس اس کے جو علّامہ محشّی الرحمۃ نے سمجھا، یہ اس لئے کہ اگر کعبہ کو مرکز قرار دے کر اس کی طرف استقبال کرنے والے

وعاد الی مقامه الاول ای علی الفرض لم یزل الاستقبال الحقیقی ولم یحصل انحراف ما اصلا و مقصودھم ان ینبھوا علی جواز الانحراف الیسیر ففرضوا الخط کما مروذکروا انه لایجاوز الجھة بالانتقال علیه الی فراسخ کثیرة وقدصدقوا فی ذلك ولم یقدروالفراسخ لانھا تتبدل بتبدل البعد کما تقدم ولو راموا تسویغ الانتقال مطلقا لما قیدو بفراسخ وقالو لایزول بالانتقال کم ما کان قلتم فھذا ماکان یجب التنبه له و بالله التوفیق ولیرجع الی ما کنا فیه۔

فاقول ثالثا: بقی فی شرحه عبارة الدرر شیئ وھو جعل "علی استقامة" متعلقا "بیصل" وانت تعلم انه کما یجب الاستقامة بھذاالمعنی فی الخط الخارج من الجبھة کذلك فی الخط المار بالکعبة عرضا وعلی جعله متعلقا

کے فاصلہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے دائرۃ بنایا جائے، اور نمازی اس دائرہ پر انتقال کرتا چلاجائے حتّٰی کہ ساری دنیا کا چکّر بھی لگائے اور پہلے مقام پر لوٹ آئے تب بھی اس کا استقبال حقیقی باقی رہے گا اور ذرا بھی انحراف نہ ہوگا اور مذکورہ انحراف ذکر سے ان کا مقصد معمولی انحراف کے جواز پر تنبیہ کرنا ہے تو اس لئے انھوں نے مذکورہ خط پر کئی فرسخ تک انتقال کرنے والے کی جہت تبدیل نہ ہوگی اور یہ بات انھوں نے درست فرمائی، ساتھ ہی اُنھوں نے فرسخ کی تعداد معین نہ فرما کر یہ واضح کیا کہ یہ تعداد کعبہ کے دائرہ والے خط کے بُعد پر موقوف ہے یعنی بُعد کی تبدیلی سے فرسخ کی تعداد بدل جائے گی جیسے کہ گزر چکا، اور اگر وہ عام ہر طرح کا انتقال مراد لیتے تو پھر بیان میں فراسخ کی قید ذکر نہ کرتے بلکہ یوں کہتے "جتنا تم چاہو انتقال کرو اس سے جہت میں تبدیلی نہ ہوگی" یہ وُہ ہے جس پر تنبیہ ضروری تھی، جبکہ توفیق صرف اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے اب ہمیں اپنی بحث میں واپس لوٹنا چاہیئے۔

فاقول، ثالثا (نوٹ: یہ ثالثا اس اولا سے متعلق ہے جو صفحہ ۸۸ پر گزرا) دُرر کی عبارت کی شرح کرتے ہوئے محشّٰی علیہ رحمۃ نے جو فرمایا اس میں ابھی کچھ امر باقی ہے وہ یہ کہ انہوں نے فرمایا کہ دُرر کی عبارت میں "علی استقامة" کا تعلّق "یصل" کے لفظ سے ہے حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ کعبہ کا استقبال کرنے والے نمازی کی پیشانی سے نکلنے والے خط میں جس معنی میں استقامت ضروری ہے

بیصل لا یبقی ایماء الی استقامة المار و یبصر قوله بحیث تحصل قائمتان مجرد بیان لقوله علی استقامة فالاصوب عندی جعله متعلقا بالمار لیتم البیانان ولیصیر تاسیسا ولیتعلق بالقریب ھذا ماکان یتعلق بالحمد الاول وحمله الفاضل الحلیمی فی حواشی الدرر علی بیان التقریبیة حیث قال (قوله بحیث یحصل قائمتان) اطلقه فشمل ان تینك القائمتین یتساوی بعد ھماعن العینین الی جدارالکعبة اولافالاول ھوالمراد فی التوجه الی العین ، والثانی فی التوجه الی الجهة وھوالمراد ھنا فقط "ثم قال "حاصله ان تقع الکعبة بین خطین[1] الی اٰخر ماقدمنا عنه فصرح بالمراد و جعل حاصل الوجهین واحدا۔

اسی معنی میں کعبہ پر سے عرضی طور پر گزرنے والے خط میں بھی استقامت ضروری ہے اور "**علی استقامة**" کا تعلق "**یصل**" سے کرنے میں کعبہ پر سے سیدھے گزرنے والے خط کی طرف اشارہ باقی نہ رہے گا اور اسی طرح دُرر کی عبارت میں "**بحیث تحصل قائمتان**" کو دیکھا جائے تو وہ صرف "**علی استقامة**" کا بیان بن کر رہ جائیگا لہٰذا میرے نزدیک بہتر یہ ہوگا کہ "**علی استقامة**" کا تعلق "**یصل**" کی بجائے لفظ "**المار**" سے کیا جائے تاکہ دونوں بیان تام ہو جائیں اور تاسیس یعنی فائدہ بھی حاصل ہو جائے نیز اس کا تعلق قریب سے بھی ہو جائے گا، یہ مذکورہ ساری گفتگو سے پہلے محمل سے متعلق ہے۔ جبکہ فاضل حلیمی نے دُرر کی شرح کرتے ہوئے اس کی عبارت کا محمل سمتِ حقیقی کی بجائے سمتِ تقریبی قرار دیا (یعنی عین سمتِ کعبہ کی بجائے انھوں نے اس کو جہت کعبہ پر محمول کیا جہاں انہوں نے کہا "**قوله بحیث تحصل قائمتان**" اس کو عام رکھا ہے لہٰذا وہ دونوں قائمے جن کا فاصلہ دونوں آنکھوں سے جدا کعبہ تک مساوی ہو گا یا نہ ہوگا، مساوی ہو تو اس سے عین کعبہ کی طرف توجہ مراد ہے ، اور یہاں یہی آخری یعنی فقط جہت کی طرف توجہ مراد ہے، پھر انہوں نے فرمایا کہ اس کا حاصل یہ ہے کہ کعبہ دونوں خطوں کے درمیان واقع ہو الخ جہاں تک ہم نے پہلے ان سے ذکر

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولٰی عبدالحلیم باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲

اقول: وھذااولی بوجوہ لقولہ فی صدرہ استقبال عین الکعبۃ للمکی وجھتہا لغیرہ ان یصل[1] الخ فافاد انہ الآن بصدد بیان التقریبیۃ لاالحقیقۃ الواقعۃ علی العین ولانہ قال بعدہ اونقول ھوان تقع الکعبۃ الی اُخرما تقدم فی القول الثالث ولاشك انہ للتقریب وظاہر قولہ اونقول ان محصلہما واحد ولان الجبین یکون علی ھذا بمعناہ الحقیقی وکذلك فہم العلامۃ الطحطاوی فصور بیان الدرر ھکذ۔

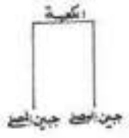

اقول: ولیس المراد حدوث الخطین فی حالۃ واحدۃ حتی یرد علیہ انہ مع حمل الجبین علی طرفی الجبھۃ عدل الی جعلہ لبیان التحقیق حیث اوصل الخطین الی الکعبۃ عمودین وانہ قد علمت مماقدمنا ان

کر دیا ہے غرضیکہ انہوں نے مراد کی تصریح کر دی ہے اور دونوں وجہوں کا ماحاصل انہوں نے ایک ہی قرار دیا۔

اقول: ان کا یہ بیان کئی طرح سے بہتر ہے ایک وجہ تو ماتن کا یہ قول ہے کہ مکّی کے لئے عین کعبہ کا استقبال اور غیر مکّی کے لئے جہت کعبہ کا استقبال ہے الخ۔ لہٰذا وُہ بتارہے ہیں کہ اب سمت تقریبی کو بیان کر رہے ہیں (یعنی **وجھتھا لغیرہ** الخ) نہ کہ سمتِ حقیقی جس کا وقوع عین کعبہ پر ہے، اور اسلیئے بھی کہ انھوں نے بعد میں یہ کہا" یا ہم یوں کہیں کہ ان تقع الکعبۃ الخ" جیسا کہ تیسرے قول میں گزرا ہے، اس بیان کے بارے میں شک نہیں کہ یہ سمتِ تقریبی سے متعلق ہے، نیز ماتن کا قول "**اونقول**" ظاہرًا بتاتا ہے کہ دونوں کا ماحاصل ایک ہے اور نیز اس مراد پر جبین کا حقیقی معنی مراد ہوگا۔ علامہ طحطاوی نے اسکو اسی طرح سمجھا اور انہوں نے دُرر کے بیان کے مطابق تصویر یُوں بنائی۔

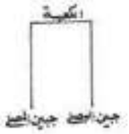

اقول: علّامہ طحطاوی کے بیان میں، دونوں خطوں کا ایک شکل پر ہونا ضروری نہیں، ورنہ یہ اعتراض پیدا ہوگا کہ انہوں نے جبین کا حقیقی معنی یعنی پیشانی کی دونوں طرفیں (پہلو) مراد لینے کے باوجود جبین سے نکلنے والے خطوں کو عین کعبہ پر بصورت عمود (سیدھا) گرا کر سمتِ حقیقی کو بیان کیا ہے حالانکہ ہمارے پہلے

---

[1] حاشیۃ الدرر للمولٰی عبدالحلیم باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع عثمانیہ دار سعادت بیروت ۱/۵۲

الخط الخارج من الجبین لا یخرج علی استقامة الجبهة بل منحرفا من الجبین الایمن یمینا ومن الایسر یسارا وانه لایمکن ان یکون کلا الخطین الخارجین من الجبینین عمودا علی خط مستقیم بل المراد عندی تصویر التیامن والتیاسرفالاول مثلاً جبین المصلی الایمن عندانحرافه عن الکعبة یساراوالثانی جبینه الایسرحین انحراف یمینا، وایضاح تصویره هکذا

یہاں امیج بنانی ہے جلد ٦ ص ١٠٨

ینبغی ان یفهم هذا المقام، اماقوله رحمة الله علیه فی بیان تصویره نقلا عن بعض الافاضل، فقد حصل من الخط المار بالکعبة قائمة ومن الخط الخارج من جبین المصلی قائمة اخری وحدث منهما زاریتان متساویتان[1] اھ۔

فاقول: هذا وان کان

بیان سے آپ معلوم کرچکے ہیں کہ جبین (پیشانی کے پہلو) سے نکلنے والا خط پیشانی کے وسط سے سیدھا نہیں نکلتا بلکہ دائیں جبین سے نکلنے والا خط دائیں طرف اور بائیں جبین سے نکلنے والا خط بائیں طرف نکلے گا۔ اور یہ ہر گز ممکن نہیں کہ دونوں جبینوں سے نکلنے والے خطوط عمودی طور پر خطِ مستقیم پر نکلیں بلکہ میری رائے میں ان کا یہ بیان التیامن اور التیاسر کی صورت کا بیان ہے۔ کہ مثلاً التیامن یہ ہے کہ نمازی دائیں جبین کا کعبہ سے بائیں طرف انحراف ہوجائے اور التیاسر یہ ہیکہ اس کی بائیں جبین کا کعبہ سے دائیں طرف انحراف ہو جائے تو اس صورت میں دونوں جبینوں کے خطِ مستقیم شکل میں کعبہ کی طرف ہوں گے۔ ان کی تصویر کو یوں سمجھنا مناسب ہے

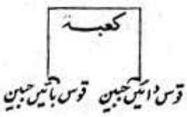

ایسے مشکل مقام کو یُوں سمجھا جاسکتا ہے۔ لیکن علّامی طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ کا وُہ قول جو انھوں نے اپنی بنائی ہوئی تصویر کے بارے میں ایک فاضل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ کعبہ پر سے گزرنے والے خط سے زاویہ قائمہ حاصل ہوا اور اسی طرح نمازی کی جبین سے نکلنے والے خط سے دوسرا قائمہ حاصل ہُوا اور ان دونوں خطوں سے دو مساوی زاویے پیدا ہوئے۔ اھ۔

فاقول: (تو میں کہتا ہوں) اگرچہ ان کے اس تکلف

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب شروط صلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ١/١٩٧

فی حکایته غنی عن نکایته لکن لاازراء فیه بهم فانهم رحمهم الله تعالٰی لم یکن لهم اشتغال بتلك الفنون وقد کانوا معتنین بمایهم و یعنی فرحمهم الله تعالٰی ورحمنا بهم رحمته تکفی وتغنی اٰمین!	کی ضرورت نہ تھی، لیکن اس سے ان پر طعن نہیں آتا کیونکہ ان حضرات کا اس فن سے خاص شغل نہیں ہے وُہ صرف اپنے مقصد اور ضروری مراد کو بیان کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، اللہ تعالٰی ان پر اور ہم پر اپنی کفایت کرنے والی رحمت فرمائے، آمین!
ثم اعلم ان الجبینین منتهیان فی الجانبین الی محاذاة الحاجبین، قال فی القاموس الجبیان حرفان مکتنفا الجبهة من جانبیها فیما بین الحاجبین مصعد الی قصاص الشعره[1]۔	پھر واضح ہو کہ دونوں جبینیں دونوں ابروؤں کے برابر جانبین پر ختم ہوتی ہین۔ قاموس میں ہے: "جبینیں" پیشانی کو دونوں طرف سے گھیراؤ کرنے والی دو طرفیں ہیں جو دونوں ابروؤں سے بلند ہو کر پیشانی کے بالوں تک پہنچتی ہیں اھ۔ (ت)

بالجملہ ہماری تحقیق پر قول پر چہارم کا حاصل یہ ہوا کہ محاذات حقیقیہ سے دونوں طرف جھک سکتا ہے کہ جبین یعنی کنارہ پیشانی محاذی کنارہ بیرونی ابرو سے جو خط اُس کی استقامت پر اُفق کی طرف جائے سطح کعبہ معظمّہ پر زاویہ قائمہ بناتا گزرے اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ اس معنی پر جبین سے دوسری تک یعنی مابین دو ابرو اگر سر کو مدوّر فرض کیا جائے تقریبًا ربع دور ہوگا تو وسط جبہہ سے ہر طرف ثمن دَور ہے صفتِ مذکورہ پر خط اگر وسط پیشانی پر جاتا تو محاذات حقیقیہ ہوتی، اب اُس سے ثمن دَور پھرنا صحیح ہُوا تو وہی جانبین کعبہ میں ۴۵-۴۵ درجے آئے قول سوم کا بھی یہی محصل تھا، اور کیوں نہ ہو کہ عبارتِ دُرر سے اُن کا ایک محصل ہونا ظاہر **کما قدمنا وباللہ التوفیق**۔

پنجم[5]۔ اہل مشرق کا قبلہ مغرب ہے، اہل مغرب کا مشرق، اہل جنوب کا شمال، اہل شمال کا جنوب۔ تو جب تک ایک جہت دوسری سے نہ بدلے مثلًا ربع مغرب میں قبلہ ہے، یہ ربع شمال یا ربع جنوب کی طرف منہ کرے جہت قبلہ باقی رہے گی۔ **اقول**: اس قول کا حاصل یہ ہے کہ موضع مصلی سے محاذات حقیقیہ کا خط کعبہ معظّمہ پر گزرتا ہوا دونوں طرف کے افق تک ملادیں اور وہیں سے دوسرا خط اُس پر عمود پر گرادیں کہ افق کے چار حصے مساوی ہو جائیں، پھر ہر حصے کی تنصیف کرکے ہر دو نصف متجاوز میں خط وصل کردیں ان اخیر خطوط سے جو چار ربع افق حاصل ہوں گے وہی ارباع جہات اربعہ ہیں ان میں وُہ ربع جس کے منتصف پر کعبہ معظّمہ ہے جہتِ

---

[1] القاموس المحیط فصل الجیم باب النون مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴ / ۲۱۰

استقبال ہے اور اُس کے مقابل جہتِ استدبار اور باقی دو ربع جہات یمین و شمال بایں صورت ہ مصلی ہے اور ر م کعبہ معظمّہ، اب خط محاذات حقیقیہ ح ء اس پر عمود، ان نقاط اربعہ نے تربیع افق کی، پھر ربع ا ح کو ح اور ربع ا ء کو ط پر تنصیف، کرکے خط ح ط ملا دیا، یونہی ط ک = ك ی۔ ی ح تو قوس ح ا جہت قبلہ ہے اور ی ب ک جہتِ استدبار، ی ح ح جہتِ یمین، ک ء ط جہتِ شمال۔ ہ اگر ا کی طرف منہ کرے عین کعبہ کی طرف متوجہ ہے اور روا ہے کہ دہنی جانب ح یا بائیں طرف ط کے قریب تک پھرے جہتِ قبلہ باقی رہے گی۔

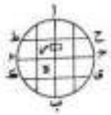

جب قوس ح ا ط سے باہر گیا جہت نہ رہی تو وہی دونوں جانب ۴۵-۴۵ درجے تک انحراف روا ہوا۔ یہ قولِ نفیس خود امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول، فتاوٰی خیریہ میں ہے:

عن ابی حنیفۃ رحمۃ اللہ تعالٰی المشرق قبلۃ اھل المغرب والمغرب قبلۃ اھل المشرق والجنوب قبلۃ اھل الشمال و الشمال قبلۃ اھل جنوب[1]۔	امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی سے مروی ہے کہ مغرب والوں کا قبلہ مشرق ہے اور مشرق والوں کا مغرب، شمال والوں کا جنوب اور جنوب والوں کا شمال ہے۔(ت)

شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے:

قال الزندویسی ان المغرب قبلۃ لاھل المشرق و بالعکس والجنوب لا ھل الشمال و بالعکس فالجھۃ قبلۃ کالعین[2]۔	زندویسی نے کہا کہ مشرق والوں کا مغرب قبلہ ہے اور اسکے بر عکس، اور شمال والوں کا جنوب قبلہ ہے اور اسکے بر عکس۔ پس جہت بھی عین کعبہ کی طرح قبلہ ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے۔

قد قطع الزندویسی فی روضتہ بالتفریع المذکور[3] الخ قالہ بعد ماذکر انہ بناہ علی کون الکعبۃ وسط الارض وتردّد	زندویسی نے اپنی کتاب "روضہ" میں مذکورہ تفریع پر یقین کا اظہار کیا ہے الخ، انھوں نے یہ بات کعبہ کو وسطِ زمین پر قرار دینے کے بعد کہی اور اس کے اثبات

---

[1] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۷

[2] جامع الرموز فصل شروط الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۳۰

[3] التعلیق المجلی لما فی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

فی ثبوته ثم ایده بکلام الامام الرازی فی التفسیر وانه من القضایا المتلقاة بینهم بالقبول **اقول:** لا محل لتردد فان الارض کرۃ فلك ان تقدر ایة نقطة منها شئت وسطا والکعبة احق بذلك فان الله تعالٰی جعلها مثابة للناس ثم الفرع لایتوقف علیه الاتری انا صورناه بفرض موضع المصلی وسطا۔	میں انھوں نے تردّد کیا ہے، پھر انھوں نے اس کی تائید امام رازی کے کلام جو ان کی تفسیر میں ہے سے فرمائی یہ بات مسلّمہ قضایا میں سے ہے۔ **میں کہتا ہوں** اس میں تردّد کی گنجائش نہیں کیونکہ آپ زمین کے جس نقطہ کو وسط قرار دیں وہ کعبہ ہے اس لئے کہ زمین گول ہے اسی لئے اللہ تعالٰی نے کعبہ کو "مثابة للناس" فرمایا ہے، پھر یہ تفریع کعبہ کے وسط ہونے پر موقوف نہیں ہے۔ آپ نے خیال نہیں کیا کہ ہم نے نماز کی جگہ کو وسط فرض کرتے ہوئے اس کی تصویر بنائی ہے۔ (ت)

نظم زندویسی پھر ذخیرہ پھر حلیہ میں:

قبلة اهل المشرق الی المغرب عندنا و قبلة اهل المغرب الی المشرق وقبلة اهل المدینة الٰی یمین من توجه الی المغرب و قبلة اهل الحجاز الی یسار من توجه الی المغرب[1] اھ	ہمارے ہاں مشرق والوں کا قبلہ مغرب اور مغرب والوں کا مشرق ہے، اور مدینہ والوں کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی دائیں طرف ہے، اور حجاز والوں کا قبلہ مغرب کی طرف متوجہ ہونے والے کی بائیں جانب ہے اھ، (ت)
اقول: کانه اراد بالحجاز نحو الیمین والا فالمدینة السکینة سیدة الحجاز و سیدة البلاد العالم ثم من المعلوم قطعا ان قبلتها الی یسار من توجه الی المغرب اعنی الجنوب فکانه انقلب فی البیان الیمین والیسار او تبدل المشرق بالمغرب ولعل من هذاالقبیل والله تعالٰی اعلم ما وقع من الخانیة من ان القبلة لا هل الهند ما بین الرکن	**اقول:** انھوں نے حجاز سے گویا دایاں حصہ مراد لیا ہے ورنہ مدینہ منوّرہ حجاز کا مرکز اور سردار ہے بلکہ پورے عالم کا سردار ہے۔ پھر قطعاً یہ معلوم ہے کہ مدینہ منورہ کا قبلہ مغرب کی طرف متوجّہ ہونے والے کی بائیں جانب یعنی جنوب ہے، گویا انہوں نے بیان میں (غلطی سے) یمین کی جگہ یسار کو ایک دوسرے سے بدل دیا، یا پھر مشرق اور مغرب کو ایک دوسرے سے بدل دیا واللہ تعالٰی اعلم، ہو سکتا ہے کہ جو خانیہ میں مذکور ہے وہ بھی اسی طرح کی تبدیلی پر مبنی ہو کہ ہند والوں کا

---

[1] التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی بحوالہ الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

الیمانی الی الحجر [1] وکتبت علیه اقول هذا جهةالجنوب ولایصح الالبعض بلاد الهند الی عرض الح ص تقریبا الا ان یقرأ الحجر بالکسر وهوالحطیم ویراد بالرکن الیمانی الجدار الیمانی تماما و یخرج الغایتان فیبقی الجدار الشرق الذی فیه الباب الکریم او یقرأ الرکن علی معناه ویدخل الغایتان ویراد التوزیع ای قبلة الهند متوزعة بین الجنوب والشرق والشمال وهذا لبعید بعد قوله ثم تعین لکل قوم منها ای "من الکعبة" مقام فلاهل الشام الرکن الشامی ولاهل المدینة موضع الحطیم والمیزاب و لاهل الیمین الرکن الیمانی ولا هل الهند [2] الخ فلیتامل واللّٰه تعالٰی اعلم	قبلہ رکن یمانی اور حجر کے مابین ہے۔ اور میں نے اس پر حاشیہ لکھا کہ یہ جنوبی جہت ہے، اور یہ صرف بعض ہند جو کہ عرض الح صہ تقریبًا ہے کا قبلہ ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر حجر کی بجائے حجر کسرہ (زیر) کے ساتھ پڑھا جائے یعنی حطیم کعبہ مراد لیا جائے۔ اور "رکن یمانی" سے مراد ساری یمانی دیوار مراد لی جائے اور پھر (خانیہ کی بیان کردہ لمبائی میں سے) دونوں انتہاؤں یعنی یمانی دیوار، اور حطیم کو خارج کر دیا جائے اور صرف ان دونوں حدوں کا درمیانی یعنی کعبہ کی شرقی دیوار جس میں کعبہ کا دروازہ ہے مراد لیا جائے، یا پھر یوں کہا جائے کہ رُکن یمانی اپنے اصلی معنٰی پر باقی رہے اور دونوں حدیں یعنی رکن یمانی اور حطیم کو شمار میں داخل مان کر ہند کے قبلہ کو پھیلا دیا جائے اور یوں کہا جائے کہ ہند کا قبلہ جنوب مشرق اور شمال میں پھیلا ہوا ہے لیکن یہ احتمال ان کے اس بیان کے بعد بعید ہے کہ پھر کعبہ کا ہر حصہ ایک قوم کے لئے متعین ہے، شام والوں کے لئے رکنِ شامی اور مدینہ والوں کے لئے حطیم اور میزاب کا حصہ، یمن والوں کے لئے رکن یمانی اور ہند والوں کے لئے الخ مذکورہ یعنی رکنِ یمانی اور حجر کا درمیان ہے، غور سے کام لو، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

اقول: یہی قول نقل و عقل و شرع و عرف سب سے مؤید اور یہی اضبط الاقول واعدال واصح واظہر واسد۔

اوّلًا یہ خود امام مذہب سے منقول وکلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام)۔

اذقال الامام فصد قرہ

فان القول ماقال الامام

(جب امام فرمائے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ صحیح قول وہی ہے جو امام نے فرمایا ہے)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

[2] حواشی الفتاوٰی الخانیہ

ثانیًا امام احمد و بخاری و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ وغیرہم حضرت ابو ایّوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ فرماتے ہیں:

اذااتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یولھا ظھرہ ولکن شرقوا اوغربوا[1]۔	جب تم میں سے کوئی شخص پاخانے کو جائے تو نہ قبلہ کو منہ کرے نہ پیٹھ ہاں پُورب پچھم منہ کرو۔

مدینہ طیبہ کا قبلہ جانبِ جنوب ہے لہٰذا شرقًا غربًا منہ کرنا فرمایا، ہمارے بلاد میں جنوبًا شمالًا ہوگا۔ حدیث میں جنوب شمال کے کسی حصے کو رُو یا پُشت کرنے کی اجازت ارشاد نہ ہوئی اور مشرق و مغرب کے کسی حصّے کا استثناء نہ فرمایا تو دائرہ ئ اُفق کے صاف چار۴ حصے ظاہر ہُوئے جن میں ایک جہت استقبال ہے۔

ثالثًا عرف عام میں بھی یہ دائرہ چار ہی ربع پر منقسم شرق غرب جنوب شمال، اور بدنِ انسان بھی چار ہی رُخ و پہلو رکھتا ہے قدام، خلف، یمین، شمال۔ انہی میں فوق و تحت ملا کر تمام جہان میں جہات ستّہ مشہور ہیں، ان چاروں میں ایک دوسری پر کوئی ترجیح نہیں، کوئی وجہ نہیں کہ مثلًا ایک کا اتساع ۱۴۰ درجے تک لیا جاوے اور دوسری کا صرف ۴۰ تک، تو دائرہ افق چار ربع متساوی ہی پر تقسیم ہونا چاہیئے۔

رابعًا: دائرہ افق میں چار نقطے مفروض ہوئے اُن میں ایک نقطہ ئ استقبال حقیقی ہے، دوسرا استدبار حقیقی، دو باقی یمین و شمال حقیقی، تو جوان میں کسی نقطہ کا ٹھیک محاذی نہ ہو اُس کی تقریب لاجرم راجع بقریب ہوگی بعید کی طرف نسبت تبعید ہے نہ کہ تقریب، لاجرم ہر ایک پہلو پر وہی ثمن ثمن دور اُس کا حصہ پڑے گا۔

خامسًا: تمام اقوالِ مذکورہ میں یہ ایسا نص ہے کہ دوسری طرف راجع نہ ہوگا اور بقیہ اقوال سب اس کی طرف رجوع کرسکتے ہیں اور فائدہ مستمرہ ہے کہ توفیق ابقائے خلاف سے اولٰی ہے اور متحمل جانب مفسر رد کیا جاتا ہے، قول سوم و چہارم کا یہی محصل ہونا تو ہم اوپر بیان کرچکے ہیں اور قولِ اوّل میں عبارتِ منیہ **قبلة اھل المشرق والمغرب عندنا**[2] ہمارے نزدیک اہل مشرق واہل مغرب کا قبلہ ت) کی شرح امام ابن امیر الحاج نے اسی عبارت ذخیرہ عن نظم الزندویسی سے فرمائی جس میں تقسیم رباعی مذکور قول دوم میں وجہ سے جبہہ مراد لینا چاہیئے کہ موضع سجود ہونے کے سبب اشرف اجزائے وجہ ہے اُوپر گزرا کہ وجہ کو مطلق چھوڑیں۔

---

[1] صحیح البخاری باب لاتستقبل القبلة بغائط الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ٢٦/١، سنن ابو داؤد باب کراھیة استقبال القبلة الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ٣/١

[2] منیة المصلی شرط الرابع استقبال القبلة مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامع نظامیہ لاہور ص ١٨٥

تو جہتیں یمین و شمال بھی داخلِ استقبال ہو جاتی ہیں کہ کان کے نزدیک کنپٹیوں کی جہت یقینًا جہتِ چپ و راست ہے، دو شخص کہ برابر ایک سمت کو جارہے ہوں کوئی نہ کہے گا کہ اُن میں ایک کا منہ دوسرے کی طرف ہے۔ غرض کعبے کو اپنی داہنی یا بائیں کنپٹی پر لینا لغۃً عرفاً شرعًا کسی طرح استقبال نہیں۔

سادسًا: یہ تو قطعًا معلوم کہ قولِ اوّل دوم اور ایک توہم پر سوم کا جو ارسال واطلاق ہے ہر گز مراد نہیں ہو سکتا، اب اگر تقیید میں اسی تربیع جہات کی طرف رجوع کیجئے تو عین مطلوب ہے ورنہ بیچ ہیں کوئی حدِ فاصل معیّن و مرجح للاعتبار نہیں اور ترجیح بلا مرج باطل تو حد نہ بندھ سکے گی کہ یہاں تک انحراف رواء اور اُس کے بعد فساد تو یہی قول اضبط القوال ہے تو اسی طرف رجوع بلکہ ان سب کا بھی ارجاع مناسب۔

سابعًا: اس میں وسعت جہت ان سب سے تنگ تر، تو یہی احوط ہے کہ جہاں تک اُس کا مفاد ہے وہ تمام اقوالِ مذکورہ پر یقینا جہتِ قبلہ ہے اور جو اس کے مفاد سے باہر وہ مختلف فیہ و مشکوک و نا منضبط ہے تو احد متفق وترک شُبہ واختلاف ہی مناسب، لاجرم اسلامی علمائے ہیئیات نے بھی شرع سے اخذ کرکے جہت قبلہ کے لئے یہی ضابطہ باندھا، فتاوٰی خیریہ کے ایک سوال میں ہے:

من القواعد الفلکیة اذکان الانحراف عن مقتضی الادلة اکثر من خمس و اربعین درجة یمنة اویسرة یکون ذلك الانحراف خارجا عن الربع الذی فیه مکة المشرفة من غیر اشکال علی ان لاجھات بالنسبة الی المصلی اربعة[1]۔	فلکی قواعد میں ہے کہ جب دلائل کے مقتضٰی سے انحراف ۴۵ درجہ سے زیادہ دائیں یا بائیں ہو جائے تو نمازی کے لئے مسلّمہ چار جہت میں سے، وہ ایک چوتھائی جہت جس میں مکہ مکرمہ واقع ہے بغیر کسی اشکال کے یہ انحراف اس سے خارج قرار پائے گا۔(ت)

اقول: اور یہیں سے ظاہر ہُوا کہ یہ قول امام زندویسی ہر گز ایسی وسعت نہیں رکھتا کہ اسے قول دوم سے مقید کیجئے بلکہ وہی اتنا وسیع ہے کہ اسے اس سے مقید کرنا چاہیئے۔

فما وقع من الامام الحلبی فی حلیة مماقدمنا نقله لیس فی موضعه وھذا تمام انجاز ما وعدناك فی القوالاوّل۔	پس امام حلبی کا وہ کلام جو حلیہ میں واقع ہے جس کو ہم پہلے نقل کرچکے ہیں وُہ مناسب محل نہیں ہے، قولِ اوّل میں جو ہم نے وعدہ کیا تھا یہ اسکی تکمیل ہے(ت)

رہی حدیث مرفوع مابین المشرق والمغرب قبلہ[2] (مشرق اور مغرب کے درمیان قبلہ ہے۔ت)

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۹/۱

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان بین المشرق والمغرب قبلۃ مطبوعہ امین کمپنی دھلی ۴۶/۱

اور اُس کے مثل ارشاداتِ امیر المؤمنین فاروقِ اعظم و عبداللہ بن عمرو غیر ہما صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم

اقول: اُس کا یہ مفاد ہونا ہر گز مسلّم نہیں نہ ممکن التسلیم کہ شرق سے غرب تک نصف دَور میں قبلہ پھیلا ہوا ہے ورنہ لازم کہ نصف دیگر ہیں استدبار پھیلے کہ استقبال و استدبار دو جہت مقابل ہیں سارا دائرہ انہی دو جہتوں نے گھیر لیا، اب ارشاد اقدس **ولکن شرقوا او غربوا** (لیکن پورب اور پچھم کی طرف منہ کرو۔ت) کا کیا محل رہے گا، مگر یہ کہیں کہ خاص نقطتین مشرق و مغرب مستثنٰی ہیں تو لازم ہوگا کہ ہر شخص جو پیشاب کو بیٹھے یا پاخانے کو جائے صحیح آلات معرفت نقاط ساتھ لیتا جائے حالانکہ آلات بھی حقیقی تعیین نقاط سے قاصر ہیں، اگر کہیے عرفاً جہاں تک جہت مشرق و مغرب پھیلے گی وہ سب مستثنٰی ہے **فان بین اذا اضیف الی غیر الاعداد لم یدخل فیه الغایتان کما فی الفتح** (لفظ "بین" جب غیر عدد کی طرف مضاف ہو تو ابتداء اور انتہا دونوں غایتیں اس میں داخل نہ ہوں گی جیسا کہ فتح میں ہے۔ت)

اقول: اب ٹھکانے سے آگئے عرف میں جہتیں چار ہی سمجھی جاتی ہیں اور جو ایک سے قریب ہے وُہ وہ اسی کی طرف منسوب ہوتا ہے تو اس نصف دور کے ۸۰ ادرجے سے ۴۵-۴۵ درجے کہ مشرق و مغرب سے قریب ہیں ان کے حصے میں رہ کر مستثنٰی ہوں گے بیچ کے ۹۰ درجے جن کی وسط میں کعبہ واقع ہے جہتِ قبلہ رہیں گے وھو المطلوب (اور یہی مطلوب ہے۔ت) معہذا ایک جماعتِ علماء نے یہاں بین بمعنٰی وسط لیا یعنی مشرق و مغرب کے اندر جو قوس جنوبی ہے اُس کے وسط و منتصف کی طرف قبلہ مدینہ سکینہ ہے۔

اقول: اور اُس کے مؤید قول مذکور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہے کہ جب تو مغرب کو اپنے دہنے بازو اور مشرق کو بائیں بازو پر لے تو اُس وقت تیرا منہ قبلے کو ہے،

وکانه رضی اللّٰه عنه لذا زاد قوله اذا استقبلت بعد قوله فما بینهما قبلة لکون هذا محتملا لخلاف المراد هذا و حمله الامام الاجل عبداللّٰه بن المبارك علی ان هذا لاهل المشرق و کذا قال الشیخ البغوی فی المعالم انه صلی اللّٰه علیه وسلم اراد بقوله ما بین المشرق والمغرب قبلة فی حق اهل المشرق[1] اھ ولا ادری ما الحامل	ہو سکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر نے اپنے قول "**فما بینهما قبلة**" کے بعد "**اذا استقبلت**" کا لفظ اسی لئے بڑھایا ہو کہ فما بینھما قبلۃ میں اس سے مراد کے خلاف کا احتمال تھا۔ امام عبداللہ بن مبارک نے مابین المشر والمغرب والی حدیث کو اہل مشرق کے لئے قرار دیا ہے۔ امام بغوی نے اس کو یوں بیان کیا اور معالم میں فرمایا کہ حضور نے اپنا قول "مشرق و مغرب کے درمیان قبلہ ہے–" اہل مشرق کے حق میں فرمایا اھ مجھے معلوم نہیں کہ ان حضرات

---

[1] تفسیر البغوی المعروف معالم التنزیل مع الخازن زیر آیۃ و ما انت بتابع مطبعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۲

ذلك بل الاظهر كما افادالامام الحلبی فی الحلیة وعلی القاری فی المرقاة ان المراد لاهل المدینة وماوافق قبلتها۔

اقول: ومعلوم ان المدینة السکینة علی شمالیتها من مکة المکرمة مائلة قلیلا الی المغرب دون المشرق ثم ان البغوی فی التفسیر والرازی فی الکبیروالمناوی فی التیسیر حملوا المشرق علی اقصر یوم فی الشتاء قال فی المناوی وهو مطلع قلب العقرب[1]۔

اقول: ولا یستقیم الابفرق عدة درج ولا فی زمانه اذذاك بعد القلب عـه الهصه لو جنوبیا والمغرب علی مغرب اطول یوم فی الصیف قال

نے یہ کیوں فرمایا ________ جبکہ زیادہ ظاہر وہ معنٰی ہے جس کا افادہ امام حلبی نے حلیہ میں اور ملّا علی قاری نے مرقات میں فرمایا کہ اس سے مدینہ منورہ اور اسکے ارد گرد والوں کا قبلہ مراد ہے۔

اقول: (میں کہتا ہوں) مدینہ منورہ کامکہ مکرمہ سے شمال میں تھوڑاسا مغرب کی طرف مائل ہونا واضح طور معلوم ہے نہ کہ مشرق کی طرف، پھر امام بغوی نے اپنی تفسیر، امام رازی نے تفسیر کبیر میں اور امام مناوی نے التیسیر میں مشرق سے مراد سردیوں میں سب سے چھوٹے دن کا مطلع مراد کیا ہے، امام مناوی نے یوں فرمایا کہ وُہ عقرب کے قلب کا مطلع ہے۔(ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ بیان چند درجوں کے فرق بغیر درست نہیں ہو سکتا، اور نہ ہی ان کے زمانے میں یہ درست تھا کیونکہ اُس وقت قلب کا بُعد الہ صہ لو جنوبی تھا، اور ان حضرات نے مغرب کو گرمیوں

عـه طول القلب فی زمان المناوی ح صه ه تقریبا فالبعد عن الاعتدال الاقرب سهصه جیبه فی اللوغارثمیات x۹٫۹۵۷۲۷۵۷ ظل المیل الکلی ذاك الح الط تقریبًا ۹٫۶۳۷۹۵۶۳=۹٫۵۹۵۲۳۲۰ قوسه کا الط ل هوالمیل الثانی للقلب ثم بُعد درجة القلب عن الانقلاب الاقرب اله جیبه ۹٫۶۲۵۹۴۸۳+جیب المیل الکلی الح الط ۹٫۶۰۰۴۰۹۰ =۹٫۲۶۳۵۷۳ قوسه ط صه مامح المیل الکلی

علّامہ منادی کے زمانہ میں طول القلب تقریبًا ح صہ تھا تو اعتدالِ اقرب سے اس کا بُعد سہصہ جس کا جیب لوگارثم ۹ئ۹۵۷۲۷۵۷x اس کے میل کلی کا ظل الح الط تقریبًا ۹ئ۶۳۷۹۵۶۳ = ۹ئ۵۹۵۲۳۲۰ ہوگا اس کے قوس کا الط ل ہوگا جو کہ قلب کے لئے میل ثانی ہے پھر انقلاب اقرب سے قلب کے درجہ بُعد الہ ہوگا جس کاجیب ۹ئ۶۲۵۹۴۸۳ + میل کلی کاجیب

---

[1] التیر شرح الجامع الصغیر حدیث مابین المشرف الخ کے تحت مکتبہ امام شافعی الریاض ۲/ ۳۴۵

وهو مغرب السما الرامح

اقول: هذا ابعد وابعد فان عـه بعد السماك اذاذاك لوصه ك شماليا

کے طویل ترین دن کا مغرب قرار دیا اور امام منادی نے فرمایا کہ وہ "سماك رامح" کا مغرب ہے (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ بات بہت بعید ہے کیونکہ اس وقت "سماک" کا بُعد لو صہ ک

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الح الط ۹ء۶۰۰۴۰۹۰=۹ء۲۶۳۵۷۳ ط صہ مامح هو المكيل المنكوس له وعرضه ء صہ ل كميله الثانى جنوبي فمجموعهما اله صہ نط ل حصة البعد جيبه ۹ء۶۴۱۷۱۲۴ +جيب تمام الميل المنكوس ۹ء۹۹۳۷۵۲۴= ۹ء۶۳۵۴۶۴۸ قوسه اله صه لو بعد القلب اى ميله الاول و معلوم ان الميل الاعظم كان اصغرمنه باكثر من درجتين فكيف يتساوى سعتامشرقهما ۱۲منه (م)

عـه طول السماك اذذاك ونط تقريبا بعده عن الاعتدال الاقرب نط جيبه ۹ء۵۱۲۶۴۱۹+ظل الميل الاعظم= ۹ء۱۵۰۵۹۸۲قوسه ح صه ح هوميله الثانى وبعد درجته عن راس الجدى عا صه جيبه ۹ء۹۷۵۶۷۰۱ جيب الميل الاعظم+ ۹ء۵۷۶۰۷۹۱ قوسه ال ح ميله المنكوس وعرضه لا صه لح شماليا+ح صهح= لط مو حصة البعد جيبه ۹ء۸۰۵۹۵۱۰+جيب سرنب صہ ۹ء۹۶۶۷۵۶۲= ۹ء۷۷۲۰۷۲ قوسه لو صہ ك بعد السماک ۱۲منه (م)

الح الط ۹ء۶۰۰۴۰۹۰ = ۹ء۲۶۳۵۷۳یؔ ۹ ہوگا اور اس کا قوس ط صہ مامح ہوگا، یہی اس کا منکوس میل کلی ہوگا جس کا عرض ء صہ ل ہوگا جو اسکے جنوبی میل ثانی جیسا ہوگا پس ان کا مجموعہ الہ صہ الط ل جو بُعد کا حصہ ہوگا اس کا جیب ۹ء۶۴۱۷۱۲۴ + میل منکوس کے کل کا جیب ۹ء۹۹۳۷۵۲۴ = ۹ء۶۳۵۴۶۴۸ ہوگا جس کا قوس الہ صہ لو بُعدِ قلب یعنی اسکا میل اول ہوگا اور یہ بات معلوم ہے کہ میل اعظم اس سے دو درجے کم ہوگا، تو اس سے دونوں مشرقوں کی وسعت کیسے مساوی ہوگی ۱۲منہ (ت)

سماک کا طول اس وقت ونط تقریبًا ہو تو اس کا اعتدال اقرب سے بُعد نط ہوگا جس کا جیب ۹ء۵۱۲۶۴۱۹ + ظلِ میل اعظم = ۹ء۱۵۰۵۹۸۲ ہوگا جس کا قوس ح صہ جو اس کا میل ثانی ہوگا اور راس جدی سے اسکے درجے کا بُعد عاصہ جس کا جیب = ۹ء۹۷۵۶۷۰۱ + میل اعظم کا جیب ۹ء۵۷۶۰۷۹۱ ہوگا جس کا قوس ال ح اسکا میل منکوس ہوگا اور اسکا شمالی عرض لا صہ لح + ح صہ ح = لط مو بُعد کا حصہ ہوگا جس کا جیب سرنب صہ ۹ء۹۶۶۷۵۶۲ = ۹ء۷۷۲۰۷۲یؔ ۹ ہوگا جس کا قوس لو صہ ک سماک کا بُعد ہوگا ۱۲منہ (ت)

زائدا علی المیل الکلی بنحو درجة قال البغوی فمن جعل مغرب الصیف فی ھذا الوقت علی یمینه و مشرق الشتاء علی یسارہ کان وجھه الی القبلة[1] اھ قال الرازی وذلك لان المشرق الشتوی جنوبی متباعد عن خط الاستواء بقدرالمیل والمغرب الصیفی شمالی متباعد عن خط الاستواء بمقدارالمیل والذی بینھما ھو سمت مکّة[2] اھ

اقول: ولا ادری کیف یحمل المطلقان علی ھذین المقیدین وای قرینة علیه بل وای حاجة الیه فان الظاہر من الاطلاق ارادةمغرب الاعتدال ومشرقه ولاشك ان بینھما قبلة المدینة السکینة ومایلیھا بل ان ارید زیادة التقریب کان العکس اولی وھواخذ مغرب الجدی و مشرق السرطان لان قبلة المدینة الکریمة علی جنوبیتھا میلا ماعن نقطة الجنوب الی الشرق بعدۃ درج۔

ثم اقول: فی قول الامام الرازی متباعد عن خط الاستواء

شمالی تھا، اور یہ بُعد "میل کلی" سے تقریبًا ۱۳درجے زائد تھا۔ امام بغوی نے فرمایا: جس نے اس وقت گرمیوں کے مغرب کو اپنی دائیں طرف اور سردیوں کے مشرق کو اپنی بائیں طرف کیا تو اس شخص کا منہ قبلہ کی طرف ہو گا اھ اور امام رازی نے فرمایا یہ اس لئے ہے کہ سردیوں کا مشرق جنوبی ہوتا ہے اور خطِ استواء سے میل کی مقدار دُور ہوتا ہے، اور اگر گرمیوں کا مغرب شمالی ہوتا ہے اور خطِ استواء سے میل کی مقدار دور ہوتا ہے اور جوان دونوں کے درمیان ہے وہ سمتِ مکّہ ہے اھ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) معلوم نہیں مطلق مشرق و مغرب کو کیونکر مقید کر دیا گیا ہے اور اس پر قرینہ کیا ہے، بلکہ اس کی ضرورت ہی کیا ہے کیونکہ مشرق و مغرب سے اعتدال کا مشرق و مغرب علی الاطلاق مراد ہے۔ اور یقینا ان دونوں کے درمیان مدینہ منورہ اور اسکے ارد گرد کا قبلہ ہے بلکہ (عین قبلہ کی بجائے) صرف تقریبی سمت مراد ہو تو پھر اس بیان کا عکس بہتر ہے وُہ یہ کہ "الجّدی" کا مغرب اور "السرطان" کا مشرق لیا جائے کیونکہ مدینہ منورہ کا قبلہ اس سے جنوب میں تھوڑا سا نقطہ جنوب سے مشرق کی طرف چند درجے ہٹ کر ہے۔ (ت) **ثم اقول:** کہ امام رازی کے قول "کہ گرمیوں کا مغرب اور سردیوں کا مشرق، خط استواء سے

---

[1] تفسیر البغوی المعروف بمعالم التنزیل مع الخازن زیر آیت و ماانت بتابع مطبوعہ مصطفے البابی مصر ١/١٢٢

[2] التفسیر الکبیر زیر آیت فولّ وجھک الخ مطبوعہ المطبعۃ البیھۃ المصریۃ مصر ٤/٢٢٢

بمقدار المیل تسامحاظاہرا فان ذلك انما ھوفی الافق المستوی اما فی غیرہ فسعة المشرق والمغرب لراسی الجدی والسرطان اکبر دائمامن المیل الکلی کیف وھی وتر القائمة من مثلث کروی یحدث من قوس المعدل بین الافق والمیلیة وقوس من المیلیة واخری من الافق کلتاھما بین المعدل والجزئ وزاویتاہ الباقیتان حاتان اما کون ھذہ قائمة فلا نھا من میلیة وقعت علی المعدل واماحدة البواقی فلان وتر القائمة وھی السعة والمیل کلاھما اقل من الربع واحدی الزاویا غیرحادة فتمت شرائط امن اولی اکُرّو جب اعظیمة وترالعظمٰی بالسابع منھا وھی السعة فھی اعظم من المیل الاعظم ومن قوس المعدل الباقیة ایضاامافی افق المستوی فتنطبق المیلیة علی الافق فلامثلث ولم یکن بین الجزء ونقطة الاعتدال حینئذ الامیلہ وذلك ماار دناہ واللہ تعالٰی اعلم۔

میل کی مقدار دُور ہوتا ہے میں کُھلا تسامح ہے کیونکہ یہ مستوی افق میں ہے لیکن اسکے غیر میں مشرق و مغرب کی وسعت راس جدی اور راس سرطان پر ہمیشہ میل کلی سے بڑی ہوتی ہے، ان کا قول کیسے صحیح ہو سکتا ہے جبکہ یہ وسعت، مثلث کروی کے قائمہ کا وتر ہے اور یہ مثلث کروی افق اور میلیہ کے درمیان معدل کے قوس اور میلیہ کے قوس اور ایک دوسرے، جوکہ اُفق کا قوس ہے، سے پیدا ہوئی۔ یہ دونوں معدل اور جزء کے درمیان ہیں اس کے باقی دونوں زاویے حادّہ ہیں، اس کا قائمہ ہونا تو اس لئے ہے کہ یہ میلیہ سے معدل پر گری ہے، اور دوسرے زاویوں کا حادہ ہونا اس لئے ہے کہ قائمہ کا وتر جو کہ وسعت اور میل ہے یہ دونوں چوتھائی سے کم ہیں اور ایک زاویہ جو کہ غیر حادّہ ہے تو اس طرح کروں میں سے پہلے کی "ا" کے شرائط مکمل ہوگئے تو اب ان کے ساتویں کی وجہ سے وتر عظمٰی کی بڑھائی ضروری ہوگئی اور یہ وہی وسعت ہے تو یہ میل اعظم سے اور باقی معدل کے قوس سے بھی بڑی ہے مستوی کے افق میں میلیہ افق پر منطبق ہوجاتی ہے اس لئے وہاں مثلث نہیں ہے اور جزء اور نقطہ اعتدال کے درمیان اب صرف اس کا میل ہے اور یہی ہماری مراد ہے، اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

تذییل کتب مذہب میں یہ پانچ عبارتیں ہیں کہ افادہ حکم عام کرتی ہیں اور یہاں ایک عبارت اور ہے جسے بعض کتب میں صورۃً بطور عموم ظاہر کیا اور حقیقۃً اصلاصالح عموم نہیں بلکہ انھیں علاماتِ خاصہ سے ہے جو بلادِ مخصوصہ کے لئے اقوال فقیہ ابو جعفر وغیرہ مشائخ سے گزریں وہ یہ کہ بین المغربین قبلہ ہے یعنی گرمیوں میں سب سے بڑے دن مثلاً ۲۲ جون اور جاڑوں میں سب سے چھوٹے دن مثلاً ۲۱ دسمبر میں آفتاب جہاں ڈوبے اُن

دونوں موضع غروب کے اندر سمتِ قبلہ ہے۔ ردالمحتار میں بحوالہ شرح زادالفقیر للعلامۃ الغزی بعض کتبِ معتمدہ سے شرح الخلاصہ للعلامۃ القہستانی میں ہے:

ینظر مغرب الصیف فی اطول ایامه ومغرب الشتاء فی اقصر ایامه فلیدع الثلثین فی الجانب الایمن والثلث فی الایسرو القبلة عند ذلك ولولم یفعل هكذا وصلی فیما بین المغربین یجوز[1]۔	گرمیوں کے طویل ترین دن کے مغرب اور سردیوں کے چھوٹے دن کے مغرب کو ملحوظ رکھ کر دائیں جانب ۳۰ اور بائیں جانب ۳ درجے چھوڑے تو یہ نمازی کا قبلہ ہوگا، اور اگر وہ یہ احتیاط نہ کرے اور دونوں مغرب کے درمیان سیدھا نماز پڑھ لے تو نماز جائز ہوگی۔ (ت)

حلیہ میں ملتقط و تجنیس ملتقط سے ہے:

وقال ابومنصورینظر الی اقصر یوم اطول یوم فیعرف مغربیهما ثم یترك الثلثین عن یمینه قال صاحب الملتقط هذا استحباب والاول للجواز[2] اھ وهذا ماوعدناك صدر الكلام فی الایراد الخامس۔	اور ابو منصور نے کہا سب سے چھوٹے اور سب سے بڑے دن کے مغرب کو معلوم کرکے پھر ۳۰ درجے دائیں طرف چھوڑے۔ صاحبِ ملتقط نے کہا کہ پہلا بیان جواز کے لئے اور یہ دوسرا استحباب ہے اھ اور یہی صدر کلام میں پانچویں اعتراض میں ہمارا وعدہ تھا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ جو بلادِ مکہ معظّمہ سے خاص جنوب یا شمال کو ہیں یہ بیان ان سے تو اصلاً متعلق نہیں ہوسکتا آخر نہ دیکھا کہ قبلہ مدینہ سکینہ قبلہ قطعیہ یقینیہ ہے بین المغربین درکنار خد جمیع جہت مغرب سے بہت بعید ہے اور بلادِ شرقیہ و غربیہ کو بھی عام نہیں ہوسکتی، آخر نہ دیکھا کہ ابھی بحث چہارم مکالمہ علّامہ شامی میں جو شہر مکہ معظّمہ سے پانچ درجے طول مشرقی زائد خاص خطِ استواء پر لیا اُس کا قبلہ بین المغربین سے چوّن درجے شمال کو ہٹا ہوا ہے،

لان السعة العظمی فی الافق المستوی الح صه الر و قدكان انحراف قبلة عن نقطة المغرب عرصه الح۔	کیونکہ مستوی افق میں بڑی وسعت الح الر صہ ہے جبکہ نقطہ مغرب سے قبلہ کا انحراف عُرصہ الح تھا۔ (ت)

تو قبلہ تقریبی ۹۹ نناوے درجے مغربین سے باہر ہوگا جو ربع دور سے بھی زیادہ ہے۔ لاجرم امالی الفتاوی میں اس قول کو اپنے بلادِ سمرقند وغیرہ سے خاص کیا، منیہ میں ہے۔

---

[1] ردالمحتار مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲۸۸/۱

[2] التعلیق المجلی لمافی منیۃ المصلی مع منیۃ المصلی بحوالہ حلیہ الشرط الرابع مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۸۶

ذکر فی امالی الفتاوی، حدالقبلۃ فی بلادنا یعنی فی سمرقند ما بین المغربین مغرب الشتاء و مغرب الصیف[1]	امالی الفتاوٰی میں ذکر کیا گیا ہے کہ ہمارے سمرقند کے علاقہ میں قبلہ کی حد گرمیوں اور سردیوں کے دونوں مغربوں کے درمیان ہے۔ (ت)

انھیں بلاد شرقیہ سے ہرات ہے، علّامہ برجندی فرماتے ہیں: ہم نے اسکا قبلہ تحقیق کیا، بین المغربین سے باہر جنوب کو ہٹا ہوا پایا۔ اور اسی کے مطابق امام عبداللہ بن مبارک مروزی و امام ابو مطیع بلخی کا ارشاد آیا، شرح نقایہ میں ہے:

نحن قد حققنا بتلك القواعد قبلۃ ھراۃ فظھر لنا انہ یقع عن یسار مغرب اقصر ایام السنۃ حیث یغرب کواکب العقرب وھوالموافق لماذکرہ عبداللہ بن المبارك وابومطیع فما وقع فی تجنیس الملتقط انہ لوصلی الی جھۃ خرجت ممابین مغرب الصیف ومغرب الشتاء فسدت صلاتہ انما یصح فی بعض البقاع[2] (ملخصا)۔	ہم نے ان قواعد سے ہرات کے قبلہ کی سمت تحقیق کی ہے تو ہمیں معلوم ہوا کہ سال کے چھوٹے دن کے مغرب سے بائیں جانب جہاں عقرب کے ستارے غروب ہوتے ہیں یہاں کا قبلہ ہے، عبداللہ بن مبارک اور ابو مطیع کے بیان کے یہی مطابق ہے اور جو تجنیس الملتقط میں ہے کہ اگر نمازی نے گرمیوں کے مغرب اور سردیوں کے مغرب سے خارج کسی جہت میں نماز پڑھی تو اسکی نماز فاسد ہوگی، تو یہ بات بعض علاقوں میں درست ہوسکتی ہے ملخصًا (ت)

اقول: حقیقت امر یہ ہے کہ معظم معمورہ میں اکثر بلادِ شرقیہ کا قبلہ تحقیقی مغرب سرطان سے مغرب جدی تک ہے اور بہ نسبت درجات ادراک مغربین ہر شخص پر آسان اور اُن بلاد کثیرہ میں اگرچہ جہت قبلہ مغربین سے باہر تک ممتد مگر امر محدود سہل الادراک کی تعیین جو حدود قبلہ کے اندر داخل ہے مضائقہ نہیں رکھتی بلکہ بارہا اُس میں زیادہ تقریب ہے جس سے سہولت و قرب بحقیقت، دونوں منافع حاصل، لہٰذا علماء نے ان بلاد میں عامہ کو مابین المغربین کی تحدید بتائی اُس کے معنی یہ نہ تھے کہ اس سے باہر جہت اصلًا نہیں، اور مغربین سے تجاوز ہوتے ہی نماز فاسد ہو، مگر شرح خلاصہ قہستانی اور شرح زادالفقیر میں بحوالہ بعض کتب معتمدہ کہ شاید وہی شرح خلاصہ ہو کہ وہ تمام عبارت بعینہا فقیر نے اس میں پائی، بعد عبارت مذکور ہے:

واذاوقع توجھہ خارجا منھا لایجوز بالاتفاق[3] (اگراس کی

---

[1] منیۃ المصلی الشرط الرابع استقبال القبلہ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۸۵

[2] شرح النقایۃ للبرجندی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ منشی نولکشور بالسرور لکھنؤ ۱/۸۹

[3] ردالمحتار، باب شروط الصلوٰۃ مبحث فی استقبال القبلۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دھلی، ۱/۲۸۸

توجہ اسی جگہ سے خارج ہو جائے تو اسکی نماز بالاتفاق جائز نہ ہو گی۔ ت) دونوں کتابوں میں یہ عبارت بلفظ منھا بضمیر مونث ہے نہ منھما بضمیر تثنیہ کہ جانب مغربین راجع ہو اور شک نہیں کہ جہت سے خروج مفسد صلوٰۃ ہے اور لفظ بالاتفاق اس معنی پر صریح دال کہ خروج عن الجہتہ ہی کا مفسد ہونا متفق علیہ ہے نہ کہ یہ تحدید خاص جو اقوالِ خمسہ مذکورہ ائمہ مشہورہ دوراہ فی کتب المذہب سب کے خلاف ہے لیکن منیہ میں امالی سے یُوں ہے:

فان صلی الی جھة خرجت من المغربین فسدت صلاته [1]۔	اگر نمازی نے کسی ایسی جہت میں نماز پڑھی جو مغربین سے خارج ہو تو اس کی نماز فاسد ہو گی۔ (ت)

اور تجنیس الملتقط کی نقل گزری، علّامہ برجندی کا ارشاد سن چکے کہ انھوں نے ہراۃ کے لیے یہ حکم نہ مانا بلکہ اس کا تحقیقی مغربین سے باہر ہے اور اس حکم کو صرف بعض مقامات سے مخصوص کہا **اقول**: بلکہ اصلاً کہیں صادق نہ آئے گا سوا گنتی کے دوچار نادر مقاموں کے جو شاید آباد بھی نہ ہوں بلکہ غالبًا سمندر میں پڑیں جن کا قبلہ نقطہ اعتدال ہو اور عرض تقریبًا چھپن ۵۶ درجے کہ ان کی سعۃ المغرب ۴۵ درجے ہو گی ورنہ اگر عرض اس سے کم ہوا تو سعۃ المغرب ۴۵ درجے سے کم ہو گی اور باجماع اقوال خمسہ بین المغربین سے کم و بیش خروج روا ہو گا اور اگر قبلہ اعتدال سے ہٹا ہوا ہے تو ضرور احدالسعتین کی طرف جھکے گا تو جس سے جتنا قریب ہے اُس سے اُسی قدر باہر جانا بھی روا ہو گا اور جس سے بعید ہے اُس کے اندر بھی بعض انحراف مفسد نماز ہو گا کمالا یخفی (جیسا کہ ظاہر ہے۔ ت) پھر یہ بھی زیادہ بین الفساد پھر تمام دنیا چھوڑ کر گنتی کے چند مواضع کا حکم لینا اور اُسے صورتِ عام میں بیان کرنا کیونکر روبصحت ہو گا خصوصًا وہ مواضع بھی اتنے دُور دراز عرض کے جو اگر آباد بھی ثابت ہوں تو شک نہیں کہ اُس زمانے میں معمورہ سے باہر سمجھے جاتے اور خارج الاقالیم کہلاتے تھے کہ اُن کی تقسیم میں ساتوں اقلیمیں َ۵۰۰۲۰ تک ختم ہو گئیں۔ ہماری اس تقریر سے متفطن نکال سکتا ہے کہ اس قول پر کتنے نقض وارد ہیں۔

اوّلًا عرب و عجم و ہند و سندھ غرض ایشیا افریقہ کے عام شہر بلکہ تمام ہفت اقلیم میں کہیں سعتہ المغرب ۴۵ درجے نہیں اور اوپر واضح ہو چکا کہ یہاں تک انحراف باجماع جمیع اقوال مذکورہ روا ہے کہ یہی سب سے تنگ تر قول ہے تو عامہ معمورہ کے جملہ بلاد جن کا قبلہ نقطہ مشرق یا مغرب ہو باتفاق اقوال مزبورہ ان میں مابین المغربین سے بھی انحراف روا ہو گا اور تمام نماز فاسد نہیں ہو سکتی جب تک ۴۵ درجے سے زائد نہ ہو۔

ثانیًا وہ بلاد کم ہیں جن کا قبلہ خاص نقطہ اعتدال ہو، اکثر میں کم یا زیادہ انحراف ہے اب تین حال سے خالی نہیں یا تو انحراف اعنی تمامه ای من نقطه الاعتدال الی الجنوب او شمال (میری مراد

---

[1] منیۃ المصلی الشرط الرابع استقبال القبلۃ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۸۵

اس کا تمام ہے یعنی نقطہ اعتدال سے جنوب وشمال کی طرف۔ت) سعۃ المغرب سے کم ہوگا یا برابر یا زائد بر تقدیر اول جس سمت انحراف ہے اُدھر کی سعۃ المغرب سے اور بھی باہر جانا روا ہوگا مثلاً ۳۴ درجے سعت ہے اگر انحراف نہ ہوتا تو اُس سے ۲۱ درجے خروج جائز ہوتا، اب فرض کیجئے ۳۰ درجے انحراف ہے یہ تو بین المشرقین ۱۴۱ درجے عدول صحیح ہوگا۔

ثالثاً جس سمت سے انحراف ہو اگر انحراف وسعت کا مجموعہ ۴۵ درجے سے زائد ہے تو بین المغربین ہی وہ جگہ پائی جائے گی جب تک انحراف مفسد نماز ہے حالانکہ اس قول پر جواز ہوگا۔

رابعاً فرض کیجئے ۲۰ درجے جانب جنوب انحراف ہے اور وسعت ۲۴ تو اس قول پر قبلہ تحقیقی سے جنوب کو صرف چار درجے انحراف جائز ہوگا کہ بین المغربین سے خروج نہ ہو اور شمال کو ۴۴ درجے تک انحراف روا ہوگا یہ بدیہی البطلان اور بالاجماع غلط ہے قبلہ حقیقی سے جس قدر ایک طرف پھرنے میں مواجہہ نہیں جاتا واجب کہ دوسری طرف بھی اُس قدر میں زوال نہ ہو کہ چہرہ انسان کے دونوں رُخ یکساں ہیں یہ چار چوالیس کا تفرقہ کدھر سے آیا۔

خامساً و سادساً بر تقدیر ثانی استحالے ظاہر تر ہیں فرض کیجئے سعت وانحراف جنوب دونوں رُخ یکساں ہیں (اور یہ کوئی فرض ناواقعی نہیں ہیأت داں کو عمل تعکیس کا اجرا بتادیگا کہ فلاں فلاں مقام ایسے ہیں) اب اس صورت میں حکم شرعی تو یہ ہے کہ بین المغربین سے جانب جنوب ۴۵ درجے تک باہر جانا روا ہے اور جانب شمال سعت کے صرف تک جھک سکتا ہے نصف شمال کی طرف جُھکنا مفسد نماز ہوگا اور اس قول پر اسکے برعکس حکم یہ نکلے گا کہ ایک پہلو پر تو ساٹھ ۶۰ درجے تک انحراف روا اور دوسرے پہلو پر قدم بھر ہٹا اور نماز گئی کیا یہ حکم شریعت مطہرہ کا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

سابعاً تقدیرِ ثالث تو خود استحالہ حاضرہ ہے کہ جب انحراف سعت سے زائد ہے تو جو قبلہ حقیقی چاہے واجب ہے کہ بین المغربین سے باہر جائے اس قول پر خود استقبال حقیقی مفسد نماز ہوا۔

ثامناً دنیا میں کوئی سعت سے زائد ہے طرفین کا مجموعہ ۴۶ ۵۴ ہوا تو بین المغربین یقیناً وہ انحراف ہے جسے قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے زائد اختلاف ہے تو جو فسادِ نماز کی صورت تھی وہ اس پر جواز کی ہوئی اور جو جواز بلکہ اعلٰی استحباب کی تھی وہ فساد ٹھری اس سے بڑھ کر اور کیا استحالہ ہوگا۔

تاسعاً فرض کیجئے ایک شہر مکہ معظّمہ سے قریب اور کثیر العرض ہے اور دُوسرا بہت بعید اور قلیل العرض یا بے عرض، تو قطعاً اوّل کی سعۃ المغرب دوم سے زائد ہوگی جس کی زیادت چھیاسٹھ ۶۶ درجے تک پہنچ سکتی ہے تو اس قول پر لازم کہ قریب شہر کی سمتِ قبلہ بہت دور والے شہر کی سمت سے ہزارہا میل زیادہ دُور تک پھیلی ہو، یہ عکس قضیہ معقول ومنقول ہے۔

عاشرًا ناواقف گمان کرے گا کہ اس قول میں بہ نسبت دیگر اقوال کے تضییق ہے معظم معمورہ میں سعت ۴۵ درجے سے بھی کم ہے مگر یہ خیال باطل ہے ہم ابھی ثابت کر آئے کہ اس میں قبلہ حقیقی سے ساٹھ درجے انحراف روا ٹھہرتا ہے اور تنقیح کیجئے تو اس کی وسعت ظاہر قولین اولین سے کچھ کم نہیں بلکہ زائد ہے ۶۶ صہ - ۳۳ کے عرض پر مجموع سعتین کے پُورے ایک سو اسی ۱۸۰ درجے ہیں۔

اقول: والبرھان علیه تساوی المیل الکلی وتمام عرض البلد فتساوی جیوبھما وفی المثلث الکروی نسب جیوب الزاویا الی جیوب اوتارھا متساویة فیتساوی جیوب السعة والقائمة وبه یظھر فی کلام المدقق الرومی فی شرح الچغمینی حیث قال سعة المشرق والمغرب تزید بزیادة العرض الی ان تبلغ قریبا من الربع مالم یبلغ العرض ربعا[1] اھ	**اقول:** (میں کہتا ہوں) اس پر دلیل میل کلی اور تمام عرض بلد کا متساوی ہونا ہے تو اس طرح ان دونوں کی جیبیں بھی متساوی ہوں گی اور مثلثِ کروی میں جنوب زوایا کو اس کے جیوب اوتار کی طرف متساوی منسوب کیا گیا ہے تو اس طرح جیوب سعتہ و قائمہ دونوں متساوی ہوں گے اور اسی سے شرح چغمینی میں فاضل رومی کے دقیق کلام میں جو ابہام ہے واضح ہو جاتا ہے جیسا کہ اُنھوں نے فرمایا: سعۃ مشرق و مغرب عرض کے بڑھنے سے بڑھتی رہتی ہے یہاں تک کہ سعۃ قریب ربع کو پہنچ جائے جبکہ عرض بلد ربع کو نہ پہنچی ہو اھ (ت)

بلکہ حسم مناقشہ کے لئے ساٹھ ۶۰ ہی درجے کا عرض لیجئے کہ وہاں سعت ۵۲ُ ۴۴َ ۴۴ ہوا، فرض کیجئے کہ انحراف جنوبی ۷ُ ۷َ ۱۷ ہو کہ اس سے زیادہ کا انحراف ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں، اب اگر مصلی نقطہ مغرب سے ۵۲ُ ۳۳َ ۴۴ شمال کو پھر کر کھڑا ہو اس قول پر نماز صحیح ہوگی کہ قبلہ بین المغربین کے اندر ہے حالانکہ قبلہ حقیقی سے پُورا ایک سو تیس درجے پھرا ہوا ہے قولین اولین کے ظاہر پر تو قبلے کو کروٹ ہی ہوتی تھی یہاں اس سے بھی گزر کر پیٹھ کا حصہ ہے اور استقبال موجود، بالجملہ اس پر وہ استحالات ہائلہ وارد ہیں جن کا شمار دشوار تو یہ قول اس قول پر نقلا عقلا اصلا قابل قبول نہیں اور خدا اسی قدر اُس کی غرابت و نامسموعی کو بس تھا کہ تمام کتب معتمدہ کے پانچوں اقوال سے صریح مناقص ہے، ہاں اُس وجہ پر کہ فقیر نے تقریر کی، ضرور صحیح و نجیح ہے وباللہ التوفیق، الحمدللہ کہ جہتِ قبلہ کا ہی کافی وافی شافی صافی بیان اُس جلالتِ شان و ایضاح صواب و احاطہ و تحقیق وکشف وحجاب کے ساتھ واقع ہُوا کہ اس تحریر کے غیر میں نہ ملے گا ذلك من فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لا یشکرون رب اوزعنی ان اشکر نعمتک

---

[1] شرح چغمینی الباب الثالث من المقالۃ الاولی فی الدوائر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۶۹

التی انعمت علی وعلی والدی وان اعمل صٰلحا ترضٰہُ واجعلنی من التائبین وادخلنی برحمتك فی الصّٰلحین اٰمین و صلی اللہ تعالٰی علی سیّدنا محمد واٰلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

افادہ ثانیہ: علی گڑھ میں انقلابین کی سعت المغرب کیا ہے۔ الحمدللہ کہ جہت قبلہ کے معنی آفتاب کی طرح واضح ہوگئے اور معلوم ہولیا کہ جب تک حدود جہت کے اندر ہے جواز واباحت ہے حتی الوسع اصابت عین صرف مستحب ہے اب یہ دیکھنا رہا کہ مقام ادعا متنازعہ فیہ کا انحراف ہے حدود جہت کے اندر ہے یا نہیں، اس کے لئے اُس ظاہری وسعت اقوال سابقہ کی تکلیف دینی درکنار قول پنجم جسے ہم محقق و منقح کر آئے اُس سے بھی تنزل کریں اور اس میں بین المغربین ہی کی تحدید کو لیں کہ ہمارے بلاد میں واقعی یہی سب سے تنگ تر ہے تاکہ ناواقف فتوی دہندوں کو کوئی شکایت نہ رہ جائے اس لئے اوّلاً علی گڑھ میں راس الجدی وراس السرطان کی سعۃ المغرب معلوم کرنی ضروری ہے

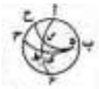

فنقول: ا ب ح ء افق علی گڑھ ہے اء قوس معدل، ہ قطب شمالی ح راس الجدی، وقت غروب ہ ح، دائرہ میلیہ ر ح میل کلی ۲۳ ۲۷ اح سعۃ المغرب مثلث ا ر ح قائم الزاویہ میں زاویہ اتمام عرض البلد یعنی ۶۲ ۴ ہے کہ زاویہ تقاطع معدل وافق ہمیشہ تمام عرض بلد ہوتا ہے الاتری ان قیاسها قوس ط ح و ی سمت راس البلد فکان ی ط عرضہ و ط عرضہ و ط ح تمامہ بحکم شکل مغنی جیب میل : جیب تمام عرض : جیب اح مجہول : ع :. بلوگارثم جیب اول ۹ء۵۹۹۸۱۷۰-جیب دوم ۹ء۹۴۶۲۰۳۲ = جیب سوم ۹ء۶۵۳۶۲۳۸ قوسہ الوموصہ۔ معلوم ہوا کہ علی گڑھ میں راس السرطان نقطہ مغرب سے ۲۶ درجے ۴۶ دقیقے شمال کو اور راس الجدی اسی قدر جنوب کو ہٹا ہوا ڈوبتا ہے۔

افادہ ثالثہ: یہ عیدگاہ نقطہ مغرب سے کس قدر منحرف ہے۔ اب وضوح مقصد میں صرف اتنی ہی بات کا دریافت کرنا رہا، اگر ثابت ہو کہ اس کا انحراف پونے ستائیس درجے سے کم ہے تو یقیناً وہ اس سب سے تنگ تر قول پر بھی جہت قبلہ کی طرف ہے اور اُس میں نماز مکروہ تحریمی بتانا اور اسے ڈھانا فرض ٹھہرانا سب جہل وافتراء، اس کے ادراک کو عیدگاہ مذکور کی دیوارِ قبلہ کا جنوباً شمالاً طول درکار تھا، دریافت کئے پر تحریر آئی کہ ساڑھے بیاسی گز ہے، اگر یہ پیمائش اور معترضوں کا وُہ دعوی کہ دیوار محاذات قطب شمالی سے نوّے فٹ جانب مغرب ہٹی ہوئی ہے صحیح ہے تو زاویہ انحراف کرنا مشکل نہیں **فاقول:** ء نقطہ قطب اور ا ب دیوارِ قبلہ، بحالت موجودہ ب سے ٹھیک سمت ء پر خط ب ح غیر محدود کھینچا اور ب کو مرکز فرض کرکے ا کے بعد پر قوس ا ر ح رسم کی جس نے خط کو نقطہ ح پر قطع کیا تو ب ح اُس حالت پر دیوار ہوگی جس پر معترضین اُسے لانا چاہتے ہیں،

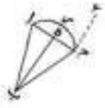

وتراح وصل کیا کہ حسبِ بیان معترضین ٩٠ فٹ یعنی ساٹھ ٦٠ ذراع شرعی ہے اور اب، ح ب دونوں ضلعے یعنی نصف قطر کہ ایک مرفوع ہے حسبِ بیان سائلان ایک سو پینسٹھ ١٦٥ ذراع شرعی :. ١٦٥: :: ٦٠ : درجات وتراح :. ٦٠x ٦٠ = ٣٦٠٠ ÷ ١٦٥ = ٢١ء٨١٨١٨١٨ یعنی کا صہ مطہ الر مقدار وتر کوئی اس کا نصف یصہ ندلہ مد جدول جیب میں اس قوس یصہ الط تو قوس اح یعنی زاویہ اب ح = ک صہ نج یعنی اس کی سمت قبلہ قطب شمالی سے دو دقیقے کم اکیس ٢١ درجے جانب غروب ہے وَبوَجہ اٰخَر کہ بیان میں رسم قوس کی حاجت نہ ہو ب سے سمت ء پر خط غیر محدود کھینچا اور ب ح مساوی اب قطع کرکے اور بحکم شکل ہشتم بلکہ پنجمً اور چہارم مقالہ اولٰی، زاویہ ب کا منصف ہوا اور بحکم حدود اح پر عمود اہ حسب بیان معترضان ٣٠ ذراع شرعی ہے تو بحکم شکل نافع لو ٣٠ x ع = ١١ئ٤٧٧١٢١٣ - لو ١٦٥ یعنی ٢ء٢١٧٤٨٣٩ = ٩ء٢٥٩٦٣٧٤ لوجیب زاویہ اب ہ یعنی ی صہ ندلہ [1] مدـ۔ قوس ی صہ الط تو کل زاویہ وہی ٢٠َ ٥٨ُ ہوا اور ظاہر ہے کہ جتنا انحراف اس دیوار کو قطب شمالی جانب غرب سے ہے اتنا ہی اس کی سمت قبلہ کو نقطہ مغرب سے جانب جنوب ہوگا کہ دیوار مثلاً

یہاں امیج بنانی ہے جلد ٦ ص ١٢٦

اب پر اس کے سمت ح ب اور ح ب خط جنوب وشمال پر ر ب خط اعتدال عمود ہے تو اب ح ح ب ر قائمتین سے اب ر مشترک ساقط کیا ح ب ر برابر اب ح کے رہا، پس دلائل قطعیہ سے ثابت ہوا کہ سب سے تنگ تر قول پر بھی عیدگاہ مذکورہ پونے چھ درجے سے زیادہ حدود قبلہ میں داخل ہے اور قولِ محقق و منقح پر ٢٦ درجے سے زائد اندرونِ حد ہے **کما سیظھر ان شاء اللہ تعالٰی** (جیسا کہ ان شاء اللہ تعالٰی ظاہر ہو جائے گا۔ ت) یعنی شرعًا جہاں تک انحراف کی اجازت ہے اُس کا نصف بھی اس میں نہیں اتنا ہی انحراف اور ہوتا جب بھی سات درجے زائد میں ہی رہتی تو روشن ہُوا کہ نئی روشنی والوں کے بیان وفتوے سب ظلمات جہل واہواہیں والعیا باللہ تعالٰی۔

افادہ رابعہ: علی گڑھ کا قبلہ تقریبی۔ کتب متداولہ ہیأت میں جو طریقہ معرفت سمت کا لکھا جسے سید المحققین علّامہ سید شریف قدس سرہ الشریف نے تحقیقی گمان فرمایا اور عند التحقیق تحقیق نہیں تقریب ہے اُس طریقہ پر یہاں معرفتِ سمت یُوں ہے

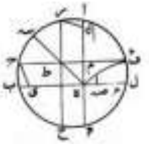

ہ مرکز دائرہ ہندیہ ہے افق علی گڑھ میں ا ح خط اعتدال ل ب خط جنوب وشمال ا ر آنجا کہ علیگڑھ مکہ معظّمہ سے شرق شمالی ہے اور طول مکہ معظّمہ صری ؎ طول علیگڑھ ع ح صہ ومابین الطولین لرنو صہ عرض مکّہ کا صہ الہ عرض علیگڑھ الر صہ نو مابین العرضین و ؎ لا لہٰذا نقطتین جنوب وشمال سے نقطہ مغرب کی طرف ل ء ب ح ابقدر لرنو وصل کیا اور نقطین مشرق ومغرب سے

---

[1] زیرا کہ تحویل لوگارثم مذکور بجیب اصلی عشری ١٨١٨١٨٨٢اء٠ وتحویل بہ ستینی ی ؎ ندل مدـ ١٢منہ (م)

نقطہ جنوب کی طرف ام ح بقدر و لا رح ملایا جس نے ء ح کو ط پر قطع کیا ہ سے ط پر گزرتا خط ہ سہ کھینچا کہ سمتِ قبلہ ہے یعنی نقطہ مغرب سے بقدر قوس اسہ جانبِ جنوب پھرے تو مواجہ کعبہ معظّمہ ہو مکتب ہیأت کا عمل یہاں تک تمام ہوا کہ اُن کا مقصود دائرہ ہندیہ میں خط قبلہ نکالنا تھا وہ اس قدر سے حاصل۔ ظاہر ہے کہ جب ہ سہ سمتِ قبلہ ہُوئی ہ ف اس پر عمود گرایا یہ شانہ راست کی جہت ہوگی تو ع کی قطب شمالی ہے دہنے شانے سے جانبِ پشت ہی مائل ہوگا یا یوں س سمجھیئے ہ قہ دیوار قبلہ بحالتِ موجودہ ہے اور قہ صہ محاذاتِ قطب سے تفاوت کے فیٹ۔ خیر یہ تو استخراج خط تھا مگر ہم کو یہ معلوم کرنا ہے کہ درجوں دقیقوں میں اس انحراف کی مقدار کیا ہوئی۔ اقول رک یعنی بحکم توازی صرط جب تفاضل عرض ہے اس کی مقدار و صہ مح لدط مربع موال —— ماب الح ل - ح ی مرہ جیب تفاضل طور مقدار لو صہ نح ء مد مربع ال —— ع مرالح لح ی والذ نو مجموع مربعین الح ع الوبہ مط مح ب راس کا جذر لر صہ ل لط کہ بحکم عروسی مثلث قائم الزاویہ ہ صہ ط میں مقدار وترہ ط ہے اب بحکم شکل نافع ہ ط : ع :: مرط جیب مرہ ط مجہول :. و صہ صح لد ولط ÷ لہ ل الح لط منحط = ی صہ نح لد لہ قوسہ ی الح یعنی دس ۱۰ درجے اٹھائیس دقیقے جانب جنوب پھرنا چاہیے و باللوغارثمیات خط مرہ یعنی فرق طول ۵۶ ۷ ۳ کی جیب لوگاثمی ۴ ۸۸۶۹۴ ۷ء۹ :. لو مربع ۸۸۸ ۳ ۷ ۷ ۵ ۵ء۹ یعنی ۳۸۸۸ ۷ ۷ ۵ ۵ء۹T :. مربع ۳۳ ۹۱۳ ۷ ۷ ۳ء خط د ط یعنی فرق عرض ۱۶ ۳ کی جیب لوگارثمی ۰۵۴۹۶۶۱ء۹ :. لو مربع ۲۲ ۱۰۹۹۳۳ء ۸ یعنی ۲۲ ۱۰۹۹۳ء ۲ :. مربع ۱۲۸۸۰۵ء ۰ مجموع مربعین ۳۹۰۷۹۳۸ء، لوگارثم ۶ ۷ ۵۹۱۹۴ء T لوجذر ۸ ۳ ۷۹۵۹۷ء T :. لومط ۰۵۴۹۶۶۱ء۹ - ۸ ۳ ۷۹۵۹۷ء۹ = ۲۵۸۹۹۲۳ء۹ قوس وہی ۲ ۰ ۱۸۔

افادہ خامسہ: علی گڑھ کا قبلہ تحقیقی

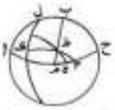

اقول: اب ح ء افق شمالی علی گڑھ ب نقطہ مغرب ء معدل النہار ح قطب شمالی ط سمت راس مکہ مکرمہ ح ط ك نص نہار ہا ح ر نصف نہار علی گڑھ ہ سمت راس علیگڑھ ہ طل خط سمت قبلہ علی گڑھ ل ب تمام انحراف یعنی انحراف از نقطہ مغرب بجنوب اس کی معرفت مقدار کے لئے اولا نقطہ مغرب سے سمت راس مکہ معظّمہ پر گزرتا ہوا نصف النہار علی گڑھ پر عمود ب ط م ڈالا کہ سمت راس سے علی گڑھ ہ سے جنوب گذرالما ستعرفہ ان شاء اللہ تعالٰی م ر عرض موقع العمود ہوا مثلث ط ك ب قائم الزاویہ ہے لحدوث ک بین میلیۃ والمعدل اور سب ضلعیں ربع سے کم ہیں لان کلا قطعۃ من ب ر ب م ح ك الارباع اور زاویہ ب کا قیاس قوس م ر ہے فان کل زاویۃ علی کرۃ من عظیمتین قسا سہا قوس غایۃ الفصل بینہما اور ط ك عرض مکّہ ب ك تمام فرق طول ہے تو بحکم ظلی ظل ب مجہول : ظل ط ك :: ع : جیب ب ك :. لو ظل عرض مکہ ۵۹۳۵۴۲۳ء۹ لو حم ما بین الکطولین۔

لرصہ نو ۸۹۶۹۲۶۵ء۹ = ۶۹۶۶۱۵۸ء۹ قوس ایں ظل الوصہ الوالح عرض موقع العمود ظاہر ہے کہ علیگڑھ الرنو سے بقدر اصہ اطل کم ہے لہٰذا سمت راس سے جنوب کو واقع ہوا لاجرم قبلہ مغرب سے جنوب کو ہٹے گا اور ازانجا کہ علی گڑھ بھی شمالی العرض ہے لوجیب تفاضل لیں اور ازانجا کہ اتنی چھوٹی قوسوں میں تفاضل لوگارثم بشدت ہے محض تعدیل مابین السطرین مساہلت کثیرۃ لاتی ہے اُسے بطریق دقیق نکالیں ۴۱۵۶۶۱۸ء۱۸ یا اسے محفوظ رکھیں۔

ثانیًا مثلث ح مط قائم الزاویہ میں زاویہ ح کا قیاس قوس ک رمابین الطولین ہے اور ح م تمام عرض عمود سح لح لب :. ظل ح: ظل ط م مجہول :: ع: جیب ح م :. لوظل تفاضل طول ۹۷۶۷۸۹۱ء۹ + لوحم عرض عمود ۹۵۲۰۱۳۴ء۹ = ۸۴۷۸۱۳ء۹ = ظل ط م۔

ثالثًا مثلث ط م ہ قائم الزاویہ میں زاویہ ہ کا قیاس قول ال ہے کہ مقدار انحراف ہے نقطہ جنوب سے غروب کو اور ظل زاویہ ہ مجہولہ : ظل ط م :: ع: جیب ہ م محفوظ :. ۸۴۷۸۱۳ء۹ - ۴۱۵۶۶۱۸ء۸ = ۴۲۸۱۱۹۵ء۱۱ جدول ذیل میں اس کی کوس نرحہ صہ اس کا تمام ب حہ ح کہ مقدار قوس ب ل مطلوب ہوئی یعنی دو درجے آٹھ دقیقے نقطہ مغرب سے جانب جنوب جھکیں تو عین کعبہ معظّمہ کے مواجہ ہوں۔

وبوجہ اخر فرق طول لرصہ نو کی جیب ۷۸۸۶۹۴۴ء۹ + لوحم عرض حرم محترم سح صہ لہ ۹۶۸۹۲۶۲ء۹ = ۷۵۷۶۲۰۶ء۹ قوسہ لرندلح تمام مھانہصہ ال — محفوظ اول جیبش ۹۱۳۸۳۸۴ء۹ :. لوج عرض مکہ مکرمہ ۵۶۲۴۶۸۵ء۹ - لوج محفوظ اول = ۶۴۸۶۳۰۱ء۹ قوسہ الوالح محفوظ دوم + تمام عرض علی گڑھ سہ صہ ء = ح ل لح محفوظ سوم جیبہ ۹۹۹۸۵۲۶ء۹ + لوج محفوظ اول = ۹۱۳۶۹۱ء۹ قوسہ نہ صہ ح ہہ محفوظ چہارم تمامہ لوحہ نولح بعد علیگڑھ از مکہ معظّمہ یعنی تقریبًا دو ہزار چارسو میل کا فاصلہ ہے اس مسافت کی جیب ۷۵۷۹۲۲۹ء۹ :. لوحم محفوظ اول ۷۵۷۶۲۰۶ء۹ - لوج بعد = ۹۹۹۶۹۷۷ء۹ قوسہ فرصہ نہ تمامہاب ح وہی دو ۲ درجے آٹھ ۸ دقیقے جنوب کو آئے وذلک ماارد ناہ انکوانحراف دیوار ک صہ نخ سے تفریق کیا تو قبلہ حقیقی سے صرف لح صہ ؟ انصراف رہا اسے ۴۵ُ سے کم کیا باقی الوی یعنی ابھی چھبیس درجے سے بھی کچھ زیادہ اور انحراف ہوتا ہے جب بھی حدود قبلہ کے اندر تھی یا یوں سمجھئے کہ قبلہ حقیقی قطب شمالی سے ۲ درجے ۸ دقیقے غرب کو ہے اور قبلہ حقیقی سے ۴۵ درجے تک انحراف روا تو قطب سے ۴۷ُ ۸َ ہوگا ۸ دقیقے چھوڑ کر ۴۷ درجے ہی انحراف رکھئے

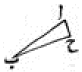

میں وتر اح کی مقدار ۸۴۹۸۸۸۳ء۴۷ُ کہ ۳۰َ ۲۳ُ ۲۳ کی جیب نہ اط مرنو ہا عشاریہ میں کسور درجہ کی تحویل سے ۹۲۴۹۴۱۴ء۲۳ُ ہوئی جس کا دوچندیہ وتر ہے اور ضلع اب کی ۱۶۵ ذراع شرعی ہے = ۶۰ُ پس تناسب یہ ہوا ۱۶۵ :۶۰ُ :: ۸۴۹۸۸۸۳ء۴۷ : مجہول :. سطح وسطین ۲۳۱۵۶۹۵ء۷۸۹۵ ÷ ۶۰ = ۵۸۷ء۱۳۱ یہ اح کے ذراع شرعی ہوئے ۱۲/۱ امیں ضرب

دئے سے ۱۹۷ء۴ فٹ آئے یعنی نوّے فٹ یہ اور ۱۰۷ فٹ اور یہ جملہ ۱۹۷ فٹ بھی اگر یہ دیوار قطب شمالی سے پھری ہوتی حدود سے باہر نہ تھی ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق۔

تنبیہ: قول محقق و منقح کہ کعبہ معظّمہ کے دونوں جانب ۴۵ درجے تک انحراف روا ہے اس پر عمل قبلہ تحقیقی برہانی نکال کر کرنا چاہیئے کہ طریق تقریبی میں خود کئی کئی درجے کا تفاوت آتا ہے۔ اب یہیں دیکھئے کہ ۸ درجے ۲۰ دقیقے کا تفاضل ہے واللہ الھادی الی الصواب، الحمد للہ کہ اس تحریر میں افادہ اولٰی غایت نفع وافاضت پر واقع ہوا مناسب اُس کے لحاظ سے اس کا تاریخی نام ھدایۃ المتعال فی حد الاستقبال ہو کہ اس کی تصنیف اواخر ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ میں ہوئی، اور اگر یہ لحاظ کریں کہ تبییض میں اوائل محرم ۱۳۲۵ھ کی تاریخیں آئیں گی تو حد الاستقبال کے عوض جھۃ الاستقبال کہنا مناسب، وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و مولانا محمد و اٰلہ وصحبہ اجعین اٰمین واللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

باب اماکن الصلوۃ

(مقامات نماز کا بیان)

مسئلہ نمبر ۳۹۷: از شہر کہنہ ۲۷ ربیع الاخری شریف

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا کہ نماز مسجد کے در میں جائز نہیں ہے چاہے اکیلا ہو چاہے امام ہو۔ عمرو کہتا ہے کہ دَر میں بلا کراہت جائز ہے اکیلا ہو یا امام، البتہ صفوں کا دروں میں قائم کرنا مکروہ ہے چاہے مسجد کے محراب میں اکیلا ہو یا امام۔ اس مسئلہ میں زید کا قول سچّا ہے یا عمر کا؟ **بیّنوا توجروا حکم اللہ** اور نقشہ مسجد کا واسطے ملاحظہ کے لکھ دیا ہے۔

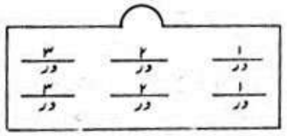

الجواب:

فی الواقع امام کا بے ضرورت محراب میں کھڑا ہونا کہ پاؤں محراب کے اندر ہوں یہ بھی مکروہ (ہاں پاؤں باہر اور سجدہ محراب کے اندر ہو تو کراہت نہیں) اور امام کا دَر میں کھڑا ہونا بھی مکروہ مگر اُسی طرح پاؤں باہر اور سجدہ در میں ہو تو کراہت نہیں بشرطیکہ در کی کرسی بلند نہ ہو ورنہ اگر سجدہ کی جگہ پاؤں کے موضع سے چارہ گرہ سے زیادہ اونچی ہوئی تو سِرے سے نماز ہی نہیں ہوگی اور چارہ گرہ یا کم بلندی ممتاز ہوئی تو کراہت سے خالی نہیں، اور بے ضرورت مقتدیوں کا دَر میں صف قائم کرنا یہ سخت مکروہ کہ باعث قطعِ صف ہے اور قطع صف ناجائز، ہاں اگر کثرتِ جماعت کے باعث جگہ میں تنگی ہو اس لئے مقتدی دَر میں اور امام محراب میں کھڑے ہوں تو کراہت نہیں۔ یونہی اگر مینہ کے

باعث پچھلی صف کے لوگ دروں میں کھڑے ہوں تو یہ ضرورت ہے والضرورات تبیح المحظورات (سخت ضرورت ممنوعات کو مباح کردیتی ہے۔ ت) رہا اکیلا، اسکے لئے ضرورت، بے ضرورت محراب میں، دَر میں مسجد کے کسی حصہ میں کھڑا ہونا اصلاً کراہت نہیں رکھتا۔ دُرمختار میں ہے:

کرہ قیام الامام فی المحراب لاسجودہ فیه وقد ماہ خارجه لان العبرۃ للقدم[1]۔	امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، اگر قدم باہر ہوں اور سجدہ محراب میں ہو تو یہ مکروہ نہیں کیونکہ اعتبار قدموں کا ہے۔

ردالمحتار میں بحرالرائق سے ہے:

فی الولوالجیة وغیرھا اذالم یضق المسجد بمن خلف الامام لاینبغی له ذلك لانه یشبه تباین المکانین انتھی یعنی وحقیقة اختلاف المکان تمنع الجواز فشبھة الاختلاف توجب الکراھة والمحراب وان کان من المسجد فصوورته و ھیأته اقتضت شبھة الاختلاف اھ ملخصا[2]۔	ولوالجیہ وغیرہا میں ہے جب امام کے پیچھے والے نمازیوں کے لئے مسجد تنگ نہ ہو تو امام کو محراب میں قیام نہیں کرنا چاہیئے، کیونکہ یہ دو جگہوں کے الگ الگ ہونے کا شبہ پیدا کرے گا انتہی یعنی مکان کا حقیقۃً اختلاف جوازِ نماز سے مانع ہے اور جہاں اختلافِ مکان کا شبہ ہو وہاں کرہت ہوگی اور محراب اگرچہ مسجد ہی سے ہے مگر محراب کی صورت اور ہیئت اختلافِ مکان کا شُبہ پیدا کرتی ہے۔ اھ ملخصا (ت)

اسی میں معراج الدرایہ سے ہے:

حکی الحلوانی عن ابی اللیث لا یکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم[3]۔	حلوانی نے ابواللیث سے نقل کیا کہ ضرورت کے وقت امام کا محراب میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں جبکہ نمازیوں پر مسجد تنگ ہو۔ (ت)

اُسی میں کتاب مذکور سے ہے:

الاصح ماروی عن ابی حنیفة رضی اللہ تعالٰی عنه انه قال أکرۃ للامام ان یقوم	اصح روایت کے مطابق امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی مروی ہے کہ امام کا دوستون کے درمیان

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۲

[2] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۷

[3] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

بین الساریتین [1]۔	کھڑا ہونا مکروہ ہے۔(ت)

تنویر الابصار میں ہے:

لو کان موضع سجودہ ارفع عن موضع القدمین بمقدار البنتین منصوبتین جاز وان اکثر لا [2]۔	اگر نمازی کے سجدہ کی جگہ قدموں کی جگہ سے دو کھڑی اینٹوں کے برابر بلند ہو تو نماز جائز، اور اگر اس سے زیادہ بلند ہو تو نماز جائز نہ ہوگی۔(ت)

دُرمختار میں ہے:

مقدار ارتفاعھما نصف ذراع ثنتاعشرۃ اصبعا ذکرہ الحلبی [3]۔	ان دونوں کا بلند ہونا نصف ذراع ہے جو کہ بارہ ۱۲ انگلیوں کی مقدار ہے حلبی نے اسے ذکر کیا۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله جاز سجودہ الظاھر انه مع الکرھة لمخالفته للماثور من فعله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم [4]۔	قولہ جاز سجودہ یعنی سجدہ تو جائز ہوگا مگر بظاہر کراہت ہوگی کیونکہ حضور کے فعلِ منقول کے خلاف ہے۔(ت)

سنن ابنِ ماجہ میں ہے:

عن معویة بن قرۃ عن ابیه رضی اللہ تعالٰی عنه قال کنا ننھی ان نصف بین السواری علی عھد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ونطرد عنھا طردا [5]۔	یعنی قرہ بن ایاس مزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں دو ستونوں کے بیچ صف باندھنے سے منع فرمایا جاتا اور وہاں سے دھکے دے کر ہٹائے جاتے تھے(ت)

مسند امام احمد و سنن ابی داؤد و جامع ترمذی و سنن نسائی و صحیح حاکم میں ہے:

عن عبدالحمید بن محمود قال صلینا خلف امیر من الامراء فاضطرنا الناس صلینا	یعنی ایک تابعی کہتے ہیں ہم نے ایک امیر کے پیچھے نماز پڑھی لوگوں نے ہمیں مجبور کیا کہ ہمیں دو ستونوں میں نماز

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۸

[2] درمختار شرح تنویر الابصار، فصل واذاراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۶

[3] درمختار شرح تنویر الابصار، فصل واذاراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۶

[4] ردالمحتار، فصل واذاراد الشروع فی الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۷۲

[5] سنن ابن ماجہ باب الصلوٰۃ بین السواری فی الصف مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۱

بین الساریتین فلما صلینا قال انس بن مالك رضی الله عنه کنا نتقی هذا علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم [1]۔	پڑھنی ہوئی (جب ہم نماز پڑھ چکے تو) انس بن مالک نے فرمایا ہم زمانۂ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اس سے بچتے تھے۔

حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں قبیل باب الصلٰوۃ الی الراحلۃ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ انہوں نے فرمایا: **لاتصفوا بین الاساطین واتموا الصفوف**[2]۔ ستونوں کے بیچ میں صف نہ باندھو اور صفیں پوری کرو۔

اور اس کی وجہ قطع صف ہے اگر تینون دروں میں لوگ کھڑے ہوئے تو ایک صف کے تین ٹکڑے ہوئے اور یہ ناجائز ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **من قطع صفا قطعه الله**[3]۔ جو کسی صف کو قطع کرے اللہ اسے قطع کردے۔ اور بعض دروں میں کھڑے ہوئے بعض خالی چھوڑ دے جب بھی قطع صف ہے صف ناقص چھوڑ دی، کاٹ دی پُوری نہ کی، اور اس کا پُورا کرنا لازم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **اتموا الصفوف**[4]۔ (صفوں کو مکمل کرو۔ت) اور اگر اس وقت زائد لوگ نہ ہوں تو آنے سے کون مانع ہے تو یہ ممنوع کا سامان مہیا کرنا ہے اور وُہ بھی ممنوع ہے۔ قال اللہ تعالٰی تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا[5]۔ (اللہ تعالٰی فرماتا ہے یہ اللہ تعالٰی کی حدود ہیں پس ان کو توڑنے کے قریب مت جاؤ۔ت) اور دروں میں مقتدیوں کے کھڑے ہونے کو قطع صف نہ سمجھنا محض خطا ہے۔ علمائے کرام نے صاف تصریح فرمائی کہ اس میں قطع صف ہے۔ صحیح بخاری میں ہے: **باب الصلاة بین السواری فی غیر جماعة**[6]۔ (باب جماعت کے علاوہ ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے کا۔ت) امام علامہ محمود عینی کہ اجلہ ائمہ حنفیّہ سے ہیں اُس شرح میں فرماتے ہیں:

قید بغیر جماعة لان ذٰلك یقطع الصفوف و تسویة الصفوف فی الجماعة مطلوبة	بغیر جماعت کی قید اس لئے ہے کہ یہ (نمازی کا دو ستونوں کے درمیان ٹھرنا) صفوں کو توڑنا ہے حالانکہ صفوں کا

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی کراہیۃ الصّف بین السواری مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۳۱/۱

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلوٰۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۸۶/۴

[3] سنن ابی داؤد باب تسویۃ الصفوف الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۹۷/۱

[4] صحیح مسلم باب تسویۃ الصفوف الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۲/۱

[5] القرآن ۱۸۷/۲

[6] صحیح البخاری باب الصلوٰۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۷۲/۱

بعینه[1]۔	مکمل و برابر ہونا جماعت میں مطلوب ہے۔ (ت)

اسی طرح فتح الباری امام ابن حجر عسقلانی، پھر ارشاد الساری امام احمد قسطلانی وغیرہما میں ہے نیز فتح الباری میں محبِ طبری سے ہے:

محل الکرھة عند عدم الضیق[2]۔	جب تنگی نہ ہو تو پھر مکروہ ہے۔ (ت)

عمدۃ القاری میں ابن حبیب سے ہے:

لیس النھی عن تقطیع الصفوف اذاضاق المسجد و انما نھی عنه اذکان المسجد واسعا[3]۔	جب مسجد تنگ ہو تو اس وقت صفوں کو توڑنا منع نہیں، یہ اسوقت منع ہے جب مسجد کشادہ ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال مالك فی المدونة لاباس بالصلاۃ بینهما لضیق المسجد[4] اھ ثم ذکر قول ابن حبیب **اقول:** ولا یخفی انه مستقیم عل قواعد مذهبنا۔	امام مالک مدوّنہ میں فرماتے ہیں جب مسجد تنگ ہو تو دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھنے میں حرج نہیں اھ۔ پھر انھوں نے ابن حبیب کا قول نقل کیا ہے۔ **اقول:** مخفی نہ رہے یہ ہمارے مذہب کے قواعد پر درست ہے۔ (ت)

دُرمختار میں ہے:

ھذا کله عند عدم العذر کجمعة وعید فلوقاموا علی الرفوف والامام علی الارض اوفی المحراب لضیق المکان لم یکرہ[5]۔	یہ تمام (یعنی کرہت) اس وقت ہے جب عذر نہ ہو عذر کی صورت میں مثلاً جمعہ اور عید کے بھیڑ کے موقع پر بھی اگر مسجد تنگ ہو اور بعض نمازی رفوف[ف] (دروازے کے تختے) پر کھڑے ہوں اور امام زمین پر یا محراب میں ہو تو کراہت نہیں۔ (ت)

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۸۴/۴

[2] فتح الباری شرح البخاری باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ مطبوعہ مصطفے البابی مصر ۱۲۴/۲

[3] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۸۶/۴

[4] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلاۃ بین السواری فی غیر جماعۃ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۲۸۶/۴

[5] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۹۲/۱

ف: رفوف جمع رف کی ہے اس کے کئی معانی ہیں، ایک معنی یہ ہے "وہ لکڑی جس کے دونوں کنارے دیوار میں لگا کر اس پر گھر کا سامان رکھتے ہیں" یہاں مراد دروازے کے درمیان بلند جگہ بھی ہو سکتی ہے اور زمین سے بلند مقام بھی ہو سکتا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

عمدۃ القاری میں ہے:

اذکان منفردا لاباس فی الصلاۃ بین الساریتین اذا لم یکن فی جماعۃ[1]۔	جب تنہا نماز ادا کر رہا ہو تو دو ستونوں کے درمیان نماز ادا کرنے میں حرج نہیں جبکہ وہ جماعت میں نہ ہو۔ (ت)

اس بیان سے واضح ہو کہ زید و عمر دونوں کے کلام میں دو دو غلطیاں ہیں زید نے در میں نماز ناجائز بتائی یہ زیادت ہے، ناجائز نہیں، ہاں امام کو مکروہ ہے۔ یونہی منفرد کو اس حکم میں شریک کرنا ٹھیک نہیں، خود حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کعبہ معظّمہ تشریف لے گئے، دو ستونوں کے درمیان نماز پڑھی

کما فی ثبت فی الصحاح عن ابن عمر عن بلال رضی اللہ تعالٰی عنھم۔	جیسا کہ صحاح میں حضرت ابن عمر نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنھم سے روایت کیا ہے۔ (ت)

عمرو کا امام کو در میں کھڑا ہونا بلا کراہت جائز ماننا صحیح نہیں، یونہی منفرد کا محراب میں قیام مکروہ جاننا کہ یہاں جو وجوہِ کراہت علما نے لکھے ہیں یعنی شبہ اختلاف مکان امام و جماعت یا اشتباہ حال یا تشبہ اہل کتاب ان میں سے کوئی وجہ منفرد کے لئے متحقق نہیں واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم و حکمہ عزشانہ احکم۔

مسئلہ نمبر ۳۹۸: از دہلی فراش خانہ مدرسہ نعمانیہ اسلامیہ مسئولہ محمد ابراہیم الاحمد آبادی غفرلہ الہادی ۷ شعبان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ریل پر نماز کس طرح ادا کی جائے گی ایک شخص نے سوال کیا کہ چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے یا نہیں، مولوی کفایت اللہ صاحب نے تعلیم اسلام نمبر ۴ کے صفحہ ۵ پر جو جواب منقولہ ذیل لکھا ہے صحیح ہے یا نہیں؟ اور جہاز یا کشتی اور ریل کا ایک ہی حکم ہے یا غیر غیر؟ میں اس میں تفصیلی بحث چاہتا ہوں آجکل اس کے جملہ مسائل کی اہل اسلام کو سخت ضرورت ہے، جواب مولوی صاحب موصوف کا یہ ہے۔

ج۔ چلتی ریل اور جہاز پر نماز جائز ہے اگر کھڑے ہو کر پڑھ سکے چکّر کھانے یا گرنے کا ڈر نہ ہو تو کھڑے ہو کر پڑھنا ضروری ہے اور کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر درمیان نماز میں ریل یا جہاز گھوم جانے سے نمازی کا منہ قبلہ کی طرف نہ رہے تو فورًا قبلہ کی طرف پھر جانا چاہئے ورنہ نماز نہ ہوگی بلفظہٖ، اور یہ بھی فرمایا جاوے کہ فرض نفل سب کا حکم ایک ہی ہے یا فرق ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

فرض اور واجب جیسے وتر و نذر اور ملحق بہ یعنی سنّتِ فجر چلتی ریل میں نہیں ہو سکتے اگر ریل نہ ٹھہرے اور

---

[1] عمدۃ القاری شرح البخاری باب الصلوٰۃ بین لسواری الخ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۴/ ۲۸۴

وقت نکلتا دیکھے، پڑھ لے پھر بعد میں استقرار اعادہ کرے، تحقیق یہ ہے کہ استقرار بالکلیہ ولو بالوسائط زمین یا تابع زمین پر کہ زمین سے متصل باتصال قرار ہو، ان نمازوں میں شرط صحت ہے مگر بہ تعذر، ولہذا دابہ پر بلا عذر جائز نہیں اگرچہ کھڑا ہو کہ دابہ تابع زمین نہیں، ولہذا گاڑی پر جس کا جُوا بیلوں پر رکھا ہے اور گاڑی ٹھہری ہوئی ہے جائز نہیں کہ بالکلیہ زمین پر استقرار نہ ہُوا ایک حصہ غیر تابع زمین پر ہے ولہذا چلتی کشتی سے اگر زمین پر اتر نا میسّر ہو کشتی میں پڑھنا جائز نہیں بلکہ عندالتحقیق اگرچہ کشتی کنارے پر ٹھہری ہو مگر پانی پر ہو زمین تک نہ پہنچی ہو اور کنارے پر اُتر سکتا ہے کشتی میں نماز نہ ہوگی اس کا استقرار پانی پر ہے اور پانی زمین سے متصل باتصال قرار نہیں جب استقرار کی حالتوں میں نمازیں جائز نہیں ہوتیں جب تک استقرار زمین پر اور وہ بھی بالکلیہ نہ ہو تو چلنے کی حالت میں کیسے جائز ہو سکتی ہیں کہ نفس استقرار ہی نہیں. بخلاف کشتیِ رواں جس سے نزول متیسر نہ ہو کہ اسے اگر روکیں گے بھی تو استقرار پانی پر ہوگا نہ کہ زمین پر، لہذا سیر ووقوف برابر، لیکن اگر ریل روک لی جائے تو زمین ہی پر ٹھہرے گی اور مثل تخت ہو جائے گی، انگریزوں کے کھانے وغیرہ کے لئے روکی جاتی ہے اور نماز کے لئے نہیں تو منع من جہتہ العباد ہُوا اور ایسے منع کی حالت میں حکم وہی ہے کہ نماز پڑھ لے اور بعد زوال مانع اعادہ کرے۔

دُرمختار میں ہے:

لوصلی علی دابة فی شق محمل وھویقدر علی النزول بنفسه لا تجوز الصلاة علیھا اذاکانت واقفه الا ان تکون عیدان المحمل علی الارض بان رکز تحته خشبة واماالصلوٰة علی العجلة ان کان طرف العجلة علی الدابة وھی تسیرا ولا تسیر فھی صلاة علی الدابة فتجوز فی حالة العذرالمذکور فی التیمم لا فی غیرھا وان لم یکن طرف العجلة علی الدابة جاز لو واقفة لتعلیلھم بانھا کالسریرھذا اکله فی الفرض والواجب بانواعه وسنة الفجر بشرط ایقافھاللقبلة ان امکنه والا فبقدرالامکان لئلا یختلف بسیرھا لامکان و اما فی	اگر کسی نے کھڑے چارپائے پر کجاوے میں نماز ادا کی حالانکہ وہ اُترنے پر قادر تھا تو نماز نہ ہوگی، البتہ اس صورت میں نماز ہو جائے گی جب کجاوے کی لکڑیاں زمین پر ہوں بایں طور کہ اس کے نیچے لکڑی کی گاڑی ہو۔ رہا معاملہ گاڑی (مثلًا بیل گاڑی جس کو جانور کھینچتے ہیں) پر نماز کا تو اگر گاڑی کا ایک حصہ چوپائے کے اوپر ہے خواہ وہ چلتی ہے یا نہیں تو یہ چوپائے پر نماز سمجھی جائے گی تو تیمّم میں بیان کردہ عذر کی وجہ سے نماز ادا ہو جائے گی، اسکے علاوہ میں نہیں۔ اور اگر گاڑی کا کوئی حصہ چارپائے پر نہیں تو نماز ہو جائے گی اگر بیل گاڑی کھڑی ہو کیونکہ فقہا نے اسے تخت کی مثل قرار دیا ہے۔ یہ تمام گفتگو فرائض، واجبات کی تمام انواع اور فجر کی سنتوں میں ہے بشرطیکہ

النفل فتجوز علی المحمل والعجلۃ مطلقا[1]۔	قبلہ رُخ کھڑی کی ہو، اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو بقدر الامکان قبلہ رُخ کھڑا کرنا شرط ہے تاکہ اسکے چلنے سے مکان میں تبدیلی نہ ہو جائے باقی نوافل کجاوے اور بیل گاڑی میں پڑھنا مطلقاً جائز ہیں۔ (ت)

خود ردالمحتار میں ہے:

الحاصل ان کلامن اتحاد المکان واستقبال القبلۃ شرط فی صلاۃ غیر النافلۃ عند الامکان لا یقسط الا بعذر فلو امکنہ ایقافہا مستقبلا فعل بقی لو امکنہ الایقاف دون الاستقبال فلا کلام فی لزمہ لماذکرہ الشارح من العلۃ[2] (ملخصًا)	حاصل یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو نوافل کے علاوہ نماز میں اتحادِ مکان اور استقبالِ قبلہ دونوں شرط ہیں تو شرطِ عذر کے بغیر ساقط نہ ہوگی، پس اگر سواری کو قبلہ رُخ کھڑا کرسکے تو کرے باقی رہا یہ کہ اگر کھڑا کرسکتا ہے مگر قبلہ رخ کھڑا نہیں کرسکتا تو کھڑا کرنا لازم ہے جیسا کہ شارح نے اسکی علت ذکر کی ہے (یعنی تاکہ اتحاد مکان سب نماز میں حاصل رہے) (ملخصًا)۔ (ت)

اُسی میں ہے:

الفرض والواجب بانواعہ لایصح علی الدابۃ الا لضرورۃ، فیومی علیہا بشرط ایقافہا جہۃ القبلۃ ان امکنہ، واذاکانت تسیر لاتجوز الصلاۃ علیہا اذاقدر علی ایقافہا والابان کان خوفہ من عدو یصلی کیف قدر کمافی الامداد وغیرہ[3] اھ اقول فثبت ان المانع شیأان الاول کون الصلاۃ علی دابۃ ولو بواسطۃ عجلۃ طرفہا علی دابۃ الثانی السیر واختلاف المکان الا تری انہم اوجبوا الایقاف وابطلو	فرض اور واجبات کی تمام انواع کو بغیر ضرورت کے چارپائے پر ادا نہیں کیا جاسکتا ہاں اگر ضرورت و عذر کے وقت اس پر اشارے سے نماز ادا کرے بشرطیکہ امکانی حد تک دابہ کو قبلہ رُخ کھڑا کرے جب دابہ کھڑا کرنے پر قادر ہو تو ایسی صورت میں چلتے ہوئے دابہ (جانور) پر نماز جائز نہیں، البتہ کھڑا کرنا ممکن نہ ہو مثلاً اگر اسے دشمن کا خوف ہے تو جس طرح ممکن ہو نماز ادا کرے۔ امداد وغیرہ میں اسی طرح ہے اھ میں کہتا ہوں یہ ثابت ہوا کہ مانع' دو چیزیں ہیں، پہلی چیز نماز کا جانور کے اوپر پڑھنا اگرچہ بوسط بیل گاڑی کے جس

---

[1] درمختار، باب الوتر والنوافل، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/۹۸

[2] ردالمحتار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۴۷۲

[3] باب الوتر والنوافل، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۰

بالسیر الالمن یخاف . فلولم یکن المانع الا الاول فقد وجد عذر یبیح الصلوٰۃ علی الدابة لکان واجبا ان تجوز من دون فرق بین سیرو وقوف لکنهم فرقو افتبین ان السیر بنفسه مفسدالا بعذریمنع الایقاف ولا یکفی مجرد عذر یمنع النزول لا الایقاف . فان کانت العجلة کلها علی الارض وجرتها دابة بحبل فههنا انما فقد المانع الاول دون الثانی فوجب الفساد الابعذر فلا نظر الی ماارادش استنباطه من مفهوم لیس علی عادة ذلك الزمان بمفهوم فافهم وتثبت۔	جس کی ایک طرف چوپائے پر ہو، دوسری چیز چوپائے کا چلنا مکان کا مختلف ہونا، کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ فقہا نے چوپائے کے کھڑا کرنے کو لازم قرار دیا ہے اور چلنے کی حالت میں اس پر نماز کو باطل قرار دیا ہے سوائے اس کے جسے دشمن وغیرہ کا خوف ہو، پس پہلی چیز کے علاوہ کوئی مانع نہیں تو پھر ایسا عذر موجود ہے جو چارپائے پر نماز کو مباح بنادے تو اب چلنے اور کھڑے ہونے کے فرق سے بالاتر ہو کر نماز کے جواز کو ماننا لازم ہوگا لیکن فقہا نے ان کے درمیان فرق کیا تو واضح گیا کہ چلنا بذاتِ خود مفسد نماز ہے مگر اس صورت میں جب کھڑا کرنا ممکن نہ ہو، محض اتنا عذر کافی نہیں جو نزول سے مانع ہو بلکہ وُہ عذر جو کھڑا کرنے سے مانع ہو، معتبر ہے، اب اگر بیل گاڑی کلی طور پر زمین پر ہو اور جانور اسے رسّی کے ذریعے لے جارہا ہے تو اب یہاں پہلا مانع (نماز کا چارپائے پر ہونا) موجود نہیں البتہ دوسرا مانع (جگہ کی تبدیلی) موجود ہے لہٰذا اس صورت میں عذر کے بغیر نماز فاسد ہوگی پس اسے نہیں دیکھا جائے گا کہ جو شارح نے مفہوماً استنباط کرلیا ہے کیونکہ اس دور کی عادت مفہوم کو قبول نہیں کرتا، اسے سمجھ لے اور اس پر قائم رہ۔ (ت)

نیز اسی میں غنیہ سے ہے۔

هذابناء علی ان اختلاف المکان مبطل مالم یکن لا صالا حها[1]۔	یہ اس بنا پر ہے کہ جگہ کا مختلف ہونا (نماز کو) باطل کرنے والا ہے جبکہ یہ اس کی اصلاح کے لئے نہ ہو (ت)

اُسی ۴۹۷ میں بحوالہ بحرالرائق فتاوٰی ظہیریہ سے ہے:

ان جذبته الدابة حتی ازالته عن موضع سجوده تفسد[2]۔	اگر جانور نے اسے اتنا کھینچا کہ اس کے سجدہ کی جگہ بدل گئی تو نماز فاسد ہوگی۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۲۱

[2] باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۲۲

اُسی میں ہے:

ظاہرمافی الهداية وغيرها الجواز قائما مطلقا ای استقرت علی الارض اولاو صرح فی الایضاح بمنعه فی الثانی حیث امکنه الخروج الحاقالها بالدابة نهرو اختاره فی المحیط والبدائع بحر وعزاه فی الامدادایضا الی مجمع الروایات عن المصفی وجزم به فی نورالایضاح و علی ینبغی ان لا تجوز الصلاة فیها سائرة مع امکان الخروج الے البر وهذه المسألة الناس عنها غافلون[1]۔ شرح المنية۔	ہدایہ وغیرہا سے ظاہر یہی ہے کہ کشتی میں کھڑے ہو کر مطلقًا نماز جائز ہے یعنی خواہ وہ زمین پر مستقر ہو یا نہ ہو۔ ایضاح میں تصریح ہے کہ جب زمین پر مستقر نہ ہو تو نماز نہیں ہوگی جبکہ اس سے اترنا ممکن ہو کہ اس کا حکم دابہ (چارپایہ) کی طرح ہوگا، نہر۔ بحر میں ہے کہ محیط اور بدائع نے اسے مختار قرار دیا ہے۔ اور امداد میں بھی ہے کہ اسے مجمع الرویات میں مصفی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔ اور نور الایضاح میں اسی پر جزم ہے۔ اسی بناپر چلتی کشتی پر نماز جائز نہیں ہونی چاہئے جبکہ خشکی پر اترنا ممکن ہے۔ اس مسئلہ سے لوگ غافل ہیں شرح المنیۃ۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

فی الایضاح فان کانت موقوفة فی الشط وھی علی قرار الارض فصلی قائما جاز لانها اذا استقرت علی الارض فحکمها حکم الارض فان کانت مربوطة و یمکنه الخروج لم تجز الصلوٰة فیها لا نها اذالم تستقرفھی کالدابة انتھی بخلاف مااذا استقرت فانها حینئذ کالسریر[2]۔	ایضاح میں ہے اگر کشتی دریا کے کنارے کھڑی ہو اور زمین پر مستقر ہو اور نمازی نے نماز کھڑے ہو کر ادا کی تو جائز ہے کیونکہ استقرار کی صورت میں اسکا حکم زمین والا ہی ہے اگر کشتی باندھی ہوئی ہو، اور اس سے نکلنا ممکن ہو تو اس میں نماز جائز نہیں ہوگی کیونکہ جب مستقل نہیں تو وہ چارپائے کی طرح ہے انتہی بخلاف اس کے جب مستقر ہو کیونکہ اس صورت میں وہ تختہ کی طرح ہے (ت)

محیط امام سرخسی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے۔

لوصلی فیها فان کانت مشدودة علی الجد مستقرة علی الارض فصلی قائما اجزاه وان لم	اگر کشتی مضبوط باندھی ہوئی ہو اور زمین پر مستقر ہے تو ایسی صورت میں اگر کسی نے کھڑے ہو کر نماز ادا کی تو جائز

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۵۱۲

[2] فتح القدیر، باب صلوٰۃ المریض ، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ، ۱/ ۴۶۲

تکن مستقرۃ ویمکنہ الخروج عنہا لم تجز الصلاۃ فیہا[1] اھ اقول واطلاق الہدایۃ واجب الحمل علی ہذہ النصوص الصریحۃ المقیدۃ وکم لہ من نظیر کما صرح بہ الجم الغفیر۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہوگی اور اگر مستقر نہ ہو اور اس سے نکلنا بھی ممکن ہو تو اب اس میں نماز صحیح نہ ہوگی اھ اقول ہدایہ کے اطلاق کو ان صریح مقید نصوص پر محمول کرنا واجب ہے اور اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جیسا کہ جم غفیر نے اس کی تصریح کی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۳۹۹ : ۲۴ ربیع الاوّل ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو نمازیں حالتِ مجبوری و معذوری میں بیٹھ کر پڑھی گئیں جیسے سفرِ حج میں جہاز کے اندر کہ سخت حالت طغیانی میں تھا اور تین دن تک برابر طغیانی عظیم میں رہا ایسی حالت میں قیام نہایت دشوار اور غیر ممکن تھا اور نیز خوفِ جان تھا پس ایسی حالت میں جتنی نمازیں پڑھی گئی ہیں اُن کا اعادہ حالتِ قرار و اقامت میں واجب ولازم وضروری ہے یا نہیں؟ نیز وہ نمازیں کہ اونٹ پر شغدف وغیرہ میں قافلہ کے چلنے کی حالت میں بیٹھ کر پڑھی گئی ہیں کیونکہ بُڈھے آدمی کو اُتارنے چڑھانے والا نہ تھا اور اُترنے کی صورت میں قافلے سے پیچھے رہ جانے کا اندیشہ تھا جس سے خوفِ جان ومال ہوتا ہے پس ان صورتوں میں جو نمازیں اونٹ کی سواری پر اور حالت طغیانی میں جہاز پر بیٹھ کر مجبورًا پڑھی گئیں اُن سب کا اعادہ بصورتِ اقامت واطمینان کرنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

ان کا اعادہ نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ ومما یتصل بذلک الصلوٰۃ علی الدابۃ والسفینۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۴۳

باب صِفَةِ الصّلوٰۃ

(طریقۂ نماز کا بیان)

مسئلہ ۴۰۰: از خیر آباد مرسلہ شیخ حسین بخش صاحب رضوی قادری ۲۹ رجب ۱۳۰۵ھ

چہ فرمایند عالمان شرع شریف وحاکمان صدر نشین دار لطیف دریں امر کہ بمذہب حنفیّہ لطیفہ مردمان بحکم حدیث مے بندو زناں بالائے ناف می بندند آیا ایں عمل دست بندی زناں حین نماز موافق شرع نبوی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم است یانہ اتفاق علمائے کرام و	علماء شریعت اور دار روحانیت کے سربراہ اس مسئلا میں کیا فرماتے جو علماء احناف نے بتایا ہے کہ مرد ناف کے نیچے اور خواتین ناف کے اوپر ہاتھ باندھے، خواتین کا اس طرح ہاتھ باندھنا موافق شرع نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا نہیں؟ یا علماء کرام یا مفتیان عظام کا

مفتیان عظام است اگر از احادیث رسول انام علیه الصلوٰة والسلام ثابت است یا باتفاق امامان حنفیان راجع است برایں استفتامُہر و دستخط بحوالہ کتاب الجواب الصواب (ت)	اتفاق ہے یہ مسئلا اسی طرح ہے؟ اگر احادیث رسول انام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے یا ائمہ احناف کے اتفاق کی بناپر مسئلا اس طرح ہے جو بھی ہو اس استفتاء پر کتاب وسنت کے حوالے سے اپنی مہر و دستخط ثبت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب پائیں کتاب کے حوالے سے درست جواب دیں۔ (ت)

الجواب:

زنان رانزد حنفیّہ کرام عمّہم اللہ باللطف والاکرام حکم آنست کہ دست در نماز بر سینہ بندند وایں مسئلہ باتفاق ائمہ ماثابت است جم غفیر از علماء در تصانیف خودہا بروبے حکایت خلاف تنصیص کردہ اند علامہ محمد ابن محمد ابن محمد الشھیر بابن امیر الحاج الحلبی رحمۃ اللہ تعالٰی در شرح منیہ فرمود: **الموضع الثالث فی محل الوضع فقال اصحابنا محله تحت السرة فی حق الرجل والصدر فی حق المرأة اھ مخلصا**[1] و نیز فرمود: **المرأة تضعهما علی صدرها کما قال الجم الغفیر**[2]۔ لاجرم علّامہ ابراہیم بن محمد بن ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالٰی درغنیہ ایں مسئلہ را متفق علیہا گفت و حدیث اگر بمواقف معلوم نیست	علماء احناف (اللہ تعالٰی ان پر لطف و کرم عام فرمائے) کے نزدیک حکم یہ ہے کہ خواتین نماز مین سینے پر ہاتھ باندھیں، اس مسئلہ پر ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے۔ علماء کا جم غفیر نے یہ بات اپنی اپنی کتب میں بغیر اختلاف نقل کی ہے، چنانچہ علّامہ محمد بن محمد بن محمد المعروف ابن امیر الحاج حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی نے منیہ کی شرح میں فرمایا: تیسرا۳ مقام ہاتھ رکھنے کے بارے میں ہمارے علما نے فرمایا کہ مرد ناف کے نیچے اور عورت سینہ پر ہاتھ باندھے اھ ملخصًا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ عورت اپنے دونوں ہاتھ سینہ پر رکھے جیسا کہ جمِ غفیر نے تصریح کی ہے اور علّامہ ابراہیم بن محمد بن ابرہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالٰی نے غنیہ میں اس مسئلہ پر اتفاق علما کی تصریح کی ہے اور اگر کوئی حدیث اس کے موافق نہیں ملتی تو اس کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

بمخالف ہم وارد نیست و من ادعی فعلیہ البیان ولہٰذا محقق حلبی در حلیہ فرمود: **ثم انما قلنا ان المرأۃ تضع یمنا ھا علی یسرھا علی صدرھا لانّہ استرلھا فیکون ذلک فی حقھا اولی لما عرف من ان الاولی اختیار ماھو استرلھا من الامور الجائزۃ کل منھا لھا من غیر منع شرعی عنہ وخصوصا فی الصلوٰۃ**[1] ایں است آنچہ در باری النظر رونما یدوانما۔ **اقول: وباللّٰہ التوفیق** میرسد کہ ایں مسئلہ را بحدیثے جید الاسناد رنگِ اثبات وہیم تقریرش آنچناں کہ در محل وضع از سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دو صورت مروی است یکے زیرِ ناف بستن ودروے احادیث عدیدہ وارداست **اجلھا ماروی ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ قال حدثنا وکیع عن موسی بن عمیر عن علقمۃ بن وائل بن حجر عن ابیہ رضی اللہ عنہ قال رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وضع یمینہ علی شمالہ فی صلاۃ تحت السرہ**۔[2] امام علّامہ قاسم بن قطلوبغا رحمہ اللہ تعالٰی در تخریج احادیث اختیار شرح مختار فرماید **سندہ جید ورواتہ کلھم ثقات**[3] دوم بر سینہ نہادن ودریں باب ابن خزیمہ را

مخالفت میں بھی وارد نہیں م اگر کوئی دعوٰی کرتا ہے ت دلیل پیش کرے، اسی لیے محقق حلبی نے حلیہ میں فرمایا: ہم نے جو یہ کہا کہ عورت اپنا دایاں ہاتھ بایاں ہاتھ پر اپنے سینے پر باندھے یہ اس لیے کہ عورت کے لئے اس میں زیادہ ستر ہے لہٰذا یہ اس کے حق میں اولٰی ہے کیونکہ یہ بات معلوم ہے کہ عورت کے حق میں جتنے بھی امور جائز ہیں ان میں سے اسی کو اختیار کرنا بہتر ہے جو سب سے زیادہ ستر کا سبب ہو خصوصًا حالتِ نماز میں زیادہ خیال رکھنا چاہئے، یہ تو وُہ ہے جوظاہر نظر میں آیا ہے

اقول: (میں کہتا ہوں) اللہ کی توفیق سے کہ اس مسئلہ پر ایک حدیث جید الاسناد پیش کروں اس کی تقریر یوں ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہاتھ باندھنے کی دو صورتیں مروی ہیں ایک صورت زیرِ ناف کی ہے اور اس بارے میں متعدد احادیث وارد ہیں سب سے اہم روایت وہ ہے جسے ابو بکر بن ابی شیبہ نے اپنے مصنّف میں ذکر کیا کہ ہمیں وکیع نے موسی بن عمیر سے علقمہ بن وائل بن حجر نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ میں نے دورانِ نماز نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھے دیکھا ہے۔ امام علامہ قاسم بن قطلوبغا حنفی رحمہ اللہ تعالٰی اختیار شرح مختار کی احادیث کی تخریج کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی سند جیّد اور تمام راوی ثقہ ہیں۔ دوسری ۲ صورت سینے پر ہاتھ باندھنے کی ہے اس بارے میں

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] مصنف ابن ابی شیبہ وضع الیمین علی الشمال من کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۳۹۰/۱

[3] تخریج احادیث شرح مختار للقاسم بن قطلوبغا

حدیثے است در صحیح خودش ہم از وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ:

قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فوضع یدہ الیمنی علی یدہ الیسرے علی صدرہ [1]

وازانجاکہ تاریخ مجہول است وہر دو روایت ثابت و مقبول ناچارکار بترجیح افتاد چوں نیک نگریم مبنائے ایں امر بلکہ تمام افعال صلاۃ بر تعظیم است و معہود و معلوم عندالتعظیم دست زیرِ ناف بستن است، ولہٰذا امام محقق علی الاطلاق در فتح فرماید:

فیحال علی المعہود من وضعہا حال قصد التعظیم فی القیام والمعہود فی الشاھد منہ تحت السرہ [2] پس دربارہ مرداں روایت ابن ابی شیبہ راجح ترآمد و درامر زنان شرع مطہر راکمال نظر برستر وحجاب است و لہٰذا فرمودند:

خیر صفوف الرجال اولہا وشرھا اٰخرھا و خیرصفوف النساء اٰخرھا وشرھا اولہا [3] **اخرجہ الستہ الاالبخاری عن ابی ھریرۃ والطبرانی فی الکبیر عن ابی امامۃ وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم وفرمودند صلاۃ المرأۃ فی بیتہا افضل من صلاتہا فی حجرتہا وصلاتہا فی مخدعہا افضل من صلاتہا فی بیتہا** [4] ۔ اخرجہ ابو داؤد عن ابن مسعود والحاکم عن

ابن خزیمہ اپنے صحیح میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی روایت لائیں ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی معیت میں نماز پڑھنے کا شرف پایا تو آپ نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھیں چونکہ اس کی تعریف کا علم نہیں کہ کون سی روایت پہلے کی ہے اور کون سی بعد کی، اور دونوں روایات ثابت و مقبول ہیں تو لاجرم دونوں میں سے کسی ایک کو ترجیح ہوگی جب ہم نماز کے اس فعل بلکہ نماز کے تمام افعال پر نظر ڈالتے ہیں تو وہ تمام کے تمام تعظیم پر مبنی نظر آتے ہیں اور مسلم و معروف تعظیم کا طریقہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے لہٰذا امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا ہے: قیام میں بقصد تعظیم ہاتھ باندھنے کا معاملہ معروف طریقے پر چھوڑا جائے اور قیام میں تعظیما ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی معروف ہے۔ لہٰذا مردوں کے بارے ابن ابی شیبہ کی روایت راجح ہے اور چونکہ خواتین کے معاملہ میں شرع مطہر کا مطالبہ کمال ستر حجاب ہے، اس لئے فقہاء نے فرمایا مردوں کی پہلی صف افضل اور آخری غیر افضل اور خواتین کی آخری صف افضل اور پہلی غیر افضل یہ حدیث صحاح ستہ کی تمام کتابوں میں ہے سوائے بخاری کے۔

---

[1] صحیح ابن خزیمہ باب وضع الیمین علی الشمال فی الصلوۃ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱ / ۲۴۳

[2] فتح القدیر باب صفت الصلوۃ نوریہ رضویہ سکھر ۱ / ۲۴۹

[3] سنن ابن داؤد باب صف النساء والتاخر عن الصف الاول مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۹۹

[4] ایضا کتاب الصلوۃ باب التشدید فی ذالک ۱ / ۸۴

ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صالح وعبد اللہ بن مسعود فرمودہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اخروھن من حیث اخرھن اللہ[1] اخرجہ عبدالرزاق فی المصنف و من طریقہ الطبرانی فع المعجم وزنان را حکم شد کہ در سجدہ ہم بر زمین چسپد باند آنکہ سنت در مردان خلاف آنست ابوداؤد فی المراسیل عن یزید بن حبیب ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مر علی امرأتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضما بعض اللحم الی بعض الارض فان المرأۃ لیست فی ذالك کرجل[2] ویروی موصولا بوجہین قال البھقی ھو احسن منہما وسنت مرایشاں را تورك شد رواہ الامام ابو حنیفۃ عن نافع عن ابی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما و فی الباب علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ قال اذا صلت المرأۃ فلتحتفر قال الجوھری تتضام اذا جلست واذا سجدت[3] واگر جماعت خواھند امام آنہا میاں آنہا ایستد، قال الامام محمد فی الاثار اخبرنا ابو حنیفۃ عن حماد بن ابی سلیمن عن ابراھیم النخعی ان عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا کانت تؤم النساء فی الشھر رمضان	حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت ابوامامہ اور حضرت عبدللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے، یہ بھی فرمایا عورت کی نماز کمرے میں گھر کے صحن میں نماز پڑھنے سے افضل اور خاص چھوٹے کمرے میں اس سے بھی افضل ہے۔ اسے ابو داؤد نے حضرت ابن مسعود سے حاکم نے حضرت امِّ سلمہ رضی اللہ عنہ سے سند صالح سے روایت کیا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے انھیں اسی طرح پیچھے رکھو جیسے انھیں اللہ نے پیچھے رکھا ہے، اسے امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور اسی سند سے طبرانی نے معجم میں ذکر کیا ہے نیز خواتین کے لئے حکم ہے کہ بوقتِ سجدہ زمین کے ساتھ چمٹ جائیں حالانکہ مردوں کے لئے اس کے خلاف کرنا سنّت ہے ابو داؤد نے المراسیل میں یزید بن حبیب سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دو خواتین کے پاس سے گزرے جو نماز ادا کر رہی تھیں فرمایا جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کا کچھ حصہ زمین کے ساتھ ملاؤ کیونکہ سجدہ کی حالت میں عورت مرد کی طرح نہیں، اور یہ روایت دو سندوں سے متصل مروی ہے۔ بیہقی فرماتے ہیں یہ سند دونوں سے احسن ہے، خاص کر عورتوں کے لئے تورک (حالتِ قعدہ میں زمین کے ساتھ چمٹ کر بیٹھنا)

---

[1] المنصف لعبد الرزاق باب شہود النساء الجماعۃ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۹/۳

[2] کتاب المراسیل لابی داؤد باب ماجاء فی من نام علی الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعۃ العلمیۃ لاہور ص ۵۵

[3] الصحاح باب الزاء فصل الحائ مطبوعہ دار العلم للملایین بیروت ۸۷۴/۳

فتوم وسطاً[1] عبدالرزاق فی المصنف و الدار قطنی ثم البیهقی فی سننهما واللفظ بعد الرزاق عن ریطة الحنفیة ان عائشة رضی الله عنها امتهن وقامت بینهن فی صلاة مکتوبة[2] وفی الباب عن ام سلمة و ابن عباس رضی الله عنهم و یروی فیه حدیث مرفوع لیس بذلك بالجملہ زنان روعوتے مستورہ داشتہ اندومبنائے کار آنہا بر ستر نہادہ الترمذی بسند حسن عن ابن مسعود رضی الله تعالی عن النبی صلی الله تعالی علیه وسلم' المرأة عورة[3] وشک نیست کہ در حق آنہادست بر سینہ بستین استر و اقرب بحیاست از دست زیرِ ناف نہادن و تعظیم نیز درایناں ہم بتستر و احتجاب باشد اذ لا تعظیم الا بالادب ولادب بالحیاء ولاحیاء الابالتستر پس درباب زناں حدیث ابن خزیمہ ارجح برآمد و ثابت شد کہ ہر دو مسئلہ بحدیثے جیّد استناد دار واصحاب ماہر دوجا بحدیث وترجیحے عمل فرمودہ اندر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نظیرش مسئلہ قعود است کہ بہر دووجہ از نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منقول است وعلمائے مدر مرداں نصب یمنی وجلوس علی یسری

سنّت ہے، اس کو امام ابو حنیفہ نے نافع سے انہوں نے حضرت ابن صعمر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے اس مسئلہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ مروی ہے کہ جب عورت نماز پڑھے تو وہ رانوں پر سرین کے بل بیٹھے۔ جوہری نے اسکا معنی یہ کیا ہے کہ سجدہ کی حالت میں زمین سے چمٹ کر بیٹھے، اگر خواتین جماعت کروانا چاہیں تو ان کی امام خاتون ان کے درمیان کھڑی ہو جائے۔ امام محمد نے کتاب الاثار میں کہا امام ابو حنیفہ نے حماد بن ابی سفیان سے انھوں نے ابراہیم نخعی سے ہمیں حدیث بیان کی کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا رمضان کے مہینے میں عورتوں کی جماعت کرواتیں تو وسط میں کھڑی ہوتیں، امام عبدالرزاق نے مصنف میں اور دار قطنی و بھقی نے سنن میں یہ روایت کی، الفاظ عبدالرزاق کے ہیں کہ ریطہ حنفیّہ بیان کرتی ہیں کہ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنھما خواتین کی امامت کرواتیں تو فرائض کی نماز میں ان کے درمیان کھڑی ہوتیں، اس بارے میں حضرت ام سلمہ اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے جو اس کی طرح نہیں ہے بالجملہ خواتین عورتِ مستورہ کی مالک ہوتی ہیں اور ان کے تمام افعال کی بناء پر وہ حجاب پر

---

[1] کتاب الاثار للشیبانی باب المرأۃ تومئ النساء الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۴۴

[2] المصنف لعبد الرازاق باب المرأۃ تومئ النساء الخ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۱/۳

[3] جامع الترمذی ابواب الرضاع مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱۴۰/۱

اختیار کردند لانه اشق و افضل الاعمال اشقها ودرناں بتورک رفتند لانه استروالیسرومبنی امرهن علی الستر والیسر بخلاف مسلك شافیعة ومن وافقهمکه دست برشکم بستن است نه برسینه کما فی المنهاج والمیزان وغیرهما کہ ہر گز دریں باب حدیثے یافتہ نمی شود خود ائمہ ایشاں رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم درخلاصہ و منہاج امام وبلوغ المرام حدیثے موید مذہب خودشاں نیاوردند جز حیث ابن خزیمہ ومن فقیر عجم ازاستدلال ایشاں بانچہ مساسے ندارد وبمذہب ایشاں کہ در تحت الصدور علی الصدر فرقے ہست کہ پیداست وقد فصلنا الکلام فی محل اخروفی ماذکرنا کفایة لمن امعن النظر واللّٰه سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

رکھی گئی ہے۔ ترمذی نے سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عورت تمام کی تمام کی تمام قابلِ ستر وحجاب ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عورتوں کے حق میں سینے پر ہاتھ باندھنا، زیرِ ناف باندھنے سے زیادہ حجاب اور حیا کی صورت میں ہے۔ اور خواتین کا تعظیم کرنا ستر وحجاب کی صورت میں ہے کیونکہ تعظیم ادب کے بغیر اور ادب حیا کے بغیر حاصل نہیں ہوتا لہٰذا خواتین کے حق میں حدیث ابن خزیمہ زیادہ راجح ثابت ہوئی اور ثابت ہوگیا کہ دونوں مسائل میں ایسی حدیث موجود ہے جس کی سند جیّد ہے اور ماہر علماءِ حدیث نے دونوں مقامات پر حدیث وترجیح پر ہی عمل فرمایا ہے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔ اس کی ایک نظیر مسئلہ قعود ہے کہ اس کے دونوں طریقے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہیں ہمارے علماء نے مردوں کے لئے دایاں پاؤں کھڑا کرنا اور بائیں پر بیٹھنے کو اختیار کیا ہے کیونکہ یہ شاق ہے اور بہتر عمل وہی ہوتا ہے جس میں مشقت ہو اور خواتین کے لئے تورک کا قول کیا کیونکہ اس میں زیادہ ستر اور آسانی ہے اور خواتین کا معاملہ ستر اور آسانی پر مبنی ہے۔ بخلاف شوافع اور ان کے موافقین کے کہ ان کے ہاں عورت شکم پر ہاتھ باندھے نہ کہ سینہ پر جیسا کہ منہاج، میزان وغیرہما میں ہے کہ اس بارے میں کوئی حدیث نہیں ملی، خود ان کے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی نے خلاصہ، امام نوی کی منہاج اور بلوغ المرام میں اپنے مذہب کی تائید میں سوائے حدیث ابن خزیمہ کے کوئی حدیث ذکر نہیں کی مجھ فقیر کو ان کے استدلال پر تعجب ہے کہ یہ حدیث ان کے، مذہب کی دلیل کیسے بن سکتی ہے! کیونکہ تحت الصدر (سینے کے نیچے) اور علی الصدر (سینے کے اوپر) میں نمایاں فرق ہے ہم نے دوسرے مقام پر اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے، ہماری یہ مذکورہ گفتگو ہر اس شخص کے لئے کافی ہے جو دقّتِ نظر رکھتا ہے واللہ سبحانہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۴۰۱۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ انگشتِ شہادت سے التحیات میں اشارہ کیسا ہے اور ہمارے فقہا سے ثابت ہے یا نہیں؟ **بینوا تجروا**

الجواب:

اخرج مسلم فی صحیحه عن سیدنا عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما قال فیه کان اذا جلس فی الصلوٰة وضع (یرید رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) **کفه الیمنی علی فخذه الیمنی وقبض اصابعه کلها واشار باصبعه التی تلی الابهام**[1]۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تشہد میں اپنا دہنا ہاتھ دہنی ران پر رکھا اور سب انگلیاں بند کرکے انگوٹھے کے پاس انگلی سے اشارہ فرمایا۔ **واخرج ابن السکن فی صحیحه عنه رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم الاشارة بالاصبع اشد علی الشیطان من الحدید**[2]۔ یعنی فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگلی سے اشارہ کرنا شیطان پر دھار دار ہتھیار سے زیادہ سخت ہے۔ **وعنه** رضی اللہ تعالٰی عنہ **ایضا عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم قال هی مذعرة للشطان**[3]۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا وہ شیطان کے دل میں خوف ڈالنے والا ہے۔ **واخرج اباداؤد والبیهقی وغیرهما عن سیدنا وائل بن حجر رضی الله عنه ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم عقد فی جلوس التشهد الخنصر والبنصر ثم حلق الوسطی بالابهام و اشار بالسبابة**[4]۔ یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے جلسہ تشہد میں چھوٹی انگلی اور اُس کی برابر والی کو بند کیا پھر بیچ کی انگلی کو انگوٹھے کے ساتھ حلقہ بنایا اور انگشتِ شہادت سے اشارہ فرمایا۔ **وبمعناه اخرج ابن حیان فی صحیحه** (ابن حبان نے بھی اپنی صحیح میں اسی طرح کی حدیث ذکر کی ہے۔ ت) اور اس باب میں احادیث وآثار بکثرت وارد، ہمارے محققین کا بھی مذہب صحیح و معتمد علیہ ہے صغیری میں ملتقط و شرح ہدایہ سے اس کی تصحیح نقل کی اور اسی پر علّامہ فہامہ محقق علی الاطلاق مولانا کمال الدین محمد بن الہمام وعلامہ ابن امیر الحاج حلبی وفاضل بہنسیو باقی وملا خسرو وعلامہ شرنبلالی وفاضل ابراہیم طرابلسی وغیرہم اکابر نے اعتماد فرمایا اور انھیں کا صاحب درمختار فاضل مدقق علاء الدین حصکفی وفاضل اجل سیّد احمد طحطاوی وفاضل ابن عابدین شامی وغیرہم اجلّہ نے اتباع کیا، علّامہ بدرالدین عینی نے تحفہ سے اس کا استحباب نقل فرمایا اور صاحبِ محیط و

---

[1] صحیح مسلم باب صفۃ الجلوس فی صلوٰۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۱۶/۱

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ ابن عمر مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۱۹/۲

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب من روی انہ اشار بہا الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۲/۲

[4] السنن الکبرٰی للبیہقی باب ماروی فی تحلیق الوسطی بالابہام مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۱/۲

ملّا قہستانی نے سنّت کہا ففی الدر المختار (درمختار میں ہے۔ت):

لکن المعتمد ماصححہ الشراح ولاسیما المتاخرون کالکمال والحلبی والبھنسی والباق وثیخ الاسلام الجد وغیرھم انہ یشیر لفعلہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ونسبوہ لمحمد والامام بل فی متن دررالبحار وشرحہ غررالاذکار المفتی بہ عندنا انہ یشیر الخ افی الشرنبلالیۃ عن البرھان الصحیح انہ یشیر الخ واحترز بالصحیح عماقیل لایشیر لانہ خلاف الدرایۃ والروایۃ الخ وفی العینی عن التحفۃ الاصح انھا مستحبۃ وفی المحیط سنۃ انتھی ملتقطا[1]۔	لیکن معتمد وہی ہے جسے شارحین نے صحیح کہا خصوصًا متاخرین علماء کمال، حلبی، بہنسی، باقانی اور شیخ الاسلام الجد وغیرہم نے اشارہ کرنے کو صحیح قرار دیا کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عمل ہے اور انھوں نے اس قول کی نسبت امام محمد اور امام صاحب کی طرف کی ہے، بلکہ متن دررالبحار اور اسکی شرح غررالاذکار میں ہے کہ اشارہ کرنا ہمارے نزدیک مفتی بہ قول ہے الخ اور شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے کہ صحیح یہی ہے کہ نمازی اشارہ کرے الخ لفظِ صحیح کہہ کر متوجہ کیا ہے کہ وہ قول کہ اشارہ نہ کیا جائے کیونکہ وہ درایت و روایت دونوں کے خلاف ہے اور عینی میں تحفہ کے حوالے سے ہے کہ اشارہ کرنا مستحب ہے، اور محیط میں ہے کہ سنّت ہے انتہی ملتقطا۔ (ت)

اور اس مسئلہ میں ہمارے تینوں ائمہ کرام سے روایتیں وارد جس نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اُس میں عدم روایت یا روایت عدم کا زعم کیا محض ناواقفی یا خطائے بشری پر مبنی تھا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی کتاب المشیخۃ میں دربارہ اشارہ ایک حدیث رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرکے فرماتے ہیں: فنفعل مافعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم ونصنع ماصنعہ وھو قول ابی حنیفۃ وقولنا[2]۔ ذکرہ العلامۃ الحلبی فی الحلیۃ عن البدائع یعنی پس ہم کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور عمل کرتے ہیں اس پر جو حضور کا فعل تھا اور وہ مذہب ہے امام ابو حنیفہ کا اور ہمارا۔ اس کو علّامہ حلبی نے حلیہ میں بدائع سے نقل فرمایا ہے۔

ویروی عنہ رحمۃ اللہ تعالٰی ثم قال ھذا قولی وقول ابی حنیفۃ[3]۔ اثرہ العلامۃ عن الذخیرۃ

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۷

[2] بدائع الصنائع فصل فی سنن الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی ۱/ ۲۱۴

نوٹ: کتاب المشیخۃ دستیاب نہ ہونے کی وجہ سے بدائع الصنائع سے حوالہ نقل کیا ہے۔

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

وشرح الزاھدی صاحب القنیۃ اور انہی سے مروی ہے پھر امام محمد نے فرمایا اشارہ کرنا میرا قول ہے اور قول ابی حنیفہ رحمہ اللہ کا ۔علامہ حلبی نے ذخیرہ اور شرح الزاہدی صاحبِ قنیہ سے اسے نقل کیا۔ وہ مذکورہ اور کبیری اور ردالمحتار میں اسے امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے روایت کیا یہاں تک کہ شامی نے اس حاشیہ میں تصریح کی:

هو منقول عن ائمتنا الثلثة۔[1]	(یہ ہمارے تینوں ائمہ سے منقول ہے۔ت)

اور اسی میں ہے:

هذا ما اعتمده المتأخرون لثبوته عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بالاحادیث الصحیحة والصحة نقله عن ائمتنا الثلثة فلذا قال فی الفتح ان الاول (یعنی عدم الاشارة) خلاف الدرایة والروایة ، وفیه عن القهستانی وعن اصحابنا جمیعا انه سنة فیحلق ابهام الیمنی و وسطاها ملصقا راسها براسها ویشیر بالسبابة[2]۔	اسی پر متاخرین نے اعتماد کیا کیونکہ نبیاکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے احادیث صحیحہ کے ساتھ ثابت ہے اور ہمارے تینوں ائمہ سے اس کا منقول ہونا صحیح ہے اسی لئے فتح میں کہا پہلا (یعنی اشارہ نہ کرنا) وروایت سے ہے کہ ہمارے تمام احناف کے نزدیک یہ سنّت ہے لہٰذا دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور درمیان انگلی کے سروں کو ملاکے حلقہ بناکر سبابہ سے اشارہ کرے (ت)

کبیری میں ہے:

قبض الاصابع عند الاشارة المروی عن محمد فی کیفیة الاشارة وعن کثیر من المشائخ (انه) لایشیر اصلا وهوخلاف الدریة والروایة فعن محمد ان ما ذکره فی کیفیة الاشارة هو قوله وقوله ابی حنیفة رحمة الله تعالٰی ملخصًا[3]۔	اشارہ کے وقت انگلیا بند کرلے، طریقہ اشارہ میں امام محمد سے یہی مروی ہے اور متعدد مشائخ کا قول ہے کہ اشارۃً اصلاً نہ کیا جائے یہ درایہ وروایت کے خلاف ہے۔ امام محمد سے منقول ہے کہ کیفیتِ اشارہ میں کچھ ذکر کیا ہے یہ ان کا اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ تعالٰی کا قول ہے ملخصًا (ت)

---

[1] ردالمحتار، باب صفۃ الصلوٰۃ، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴۲

[2] ردالمحتار، باب صفۃ الصلوٰۃ، مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۴۲

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی، صفۃ الصلوٰۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۲۸

اور اسی طرح محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا۔ بالجملہ اشارہ مذکورہ کی خوبی میں کچھ شک نہیں، احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اقوال ہمارے مجتہدین کرام کے اسی کو مفید، بعد اس کے اگر کتبِ متاخرین مثل تنویر الابصار و ولوالجیہو تجنیسو خلاصہو بزازیہ و واقعات و عمدۃالمفتی و منیتی المفتی و تبیین کبریو مضمرات و ہندیہ و غیرہا عامہ فتاوٰی میں عدم اشارہ کی ترجیح تصحیح منقول ہو تو قابلِ اعتماد نہیں ہو سکتی علماء نے ان اقوال پر التفات نہ فرمایا اور خلافِ عقل و نقل ٹھہرایا کما سمعت مرارا۔ والحمد للہ لیلا و نہارا وجھرا واسرارا واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ نمبر ۴۰۲: محرام الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ رفع یدین حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کیا یا نہیں اور کب تک کیا؟ یہ بات ثابت ہے کہ ہمیشہ آپ نے کیا؟ مسلمانوں کو کرنا چاہئے یا نہیں؟ مکمل ارشاد فرما کر مشکور و ممنون فرمائیے، فقط۔

الجواب:

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہر گز کسی حدیث میں ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیشہ رفع یدین فرمایا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا خلاف ثابت ہے۔ نہ احادیث میں اسکی مدّت مذکور۔ ہاں حدیثیں اس کے فعل و ترک دونوں میں وارد ہیں، سنن ابی داؤد و سنن نسائی و جامع ترمذی وغیرہا میں ایسی سند سے جس کے رجال صحیح و مسلم ہیں بطریق عاصم بن کلیب عن عبدالرحمٰن بن الاسود عن علقمہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی:

قل الاخبر کم بصلاۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال فقام فرفع یدیہ اول مرۃ ثم لم یعد۔[1]	یعنی انہوں نے فرمایا کیا میں تمہیں خبر نہ دوں کہ حضورپُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کس طرح پڑھتے تھے، یہ کہہ کر نماز کو کھڑے ہوئے تو صرف تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ اُٹھا ئے پھر نہ اُٹھائے (ت)

ترمذی نے کہا:

حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حدیث حسن وبہ یقول غیر واحد من	یعنی حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث حسن ہے اور یہی مذہب تھا متعدد علماء منجملہ

---

[1] سنن النسائی باب رفع الیدین للرکوع الخ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۱۲۳، جامع الترمذی باب رفع الیدین عند الرکوع مطبوعہ امین کمپنی کراچی ۱/ ۳۵

اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم والتابعین وهو قول سفیان واهل الکوفه[1]۔	اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تابعینِ کرام و امام سفیان وعلمائے کوفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا (ت)

مسند امام الائمہ مالک الازمہ امام اعظم رضی اللہ عنہ میں ہے:

حد ثنا حماد عن ابراہیم عن علقمه والاسود عن عبداللّٰه بن مسعود رضی اللّٰه تعالٰی عنه ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کان لایرفع یدیه الاعندافتتاح الصلوٰة ولایعود لشیئ من ذلک[2]۔	ہمیں حماد نے ابراہیم سے علقمہ واسود سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صرف نماز کے شروع میں رفع یدین فرماتے پھر کسی جگہ ہاتھ نہ اُٹھاتے۔

امام ابو جعفر طحاوی رحمہ اللہ تعالٰی شرح معانی الاثار میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابی بکرة قال ثنا قال سفیان عن المغیرة قال قلت لابراهیم حدیث وائل انه رأی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یرفع یدیه اذاافتتح الصلاة واذارکع واذارفع رأسه من الرکوع فقال ان کان وائل رأه مرة یفعل ذلك فقد رأه عبداللّٰه خمسین مرة لا یفعل ذلك[3]۔	ابو بکرہ نے ہمیں حدیث بیان کی کہا ہمیں مومل نے حدیث بیان کی کہا ہمیں سفیان نے حدیث بیان کی ہے مغیرہ سے اور مغیرہ کہتے ہیں کہ میں نے امام ابراہیم نخعی سے حدیث وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نسبت دریافت کیا کہ انھوں نے حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور نے نماز شروع کرتے اور رکوع میں جاتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت رفع یدین فرمایا ابراہیم نے فرمایا وائل نے اگر ایک بار حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو رفع یدین کرتے دیکھا تو عبداللہ رضی اللہ تعالٰی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو پچاس بار دیکھا کہ حضور نے رفع یدین نہ کیا۔

صحیح مسلم شریف میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] جامع الترمذی باب رفع الیدین عندالرکوع مطبوعہ امین کمپنی کراچی ۱/۳۵

[2] مسند الامام اعظم اجتماع الاوزاعی وابی حنیفہ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰

[3] شرح معانی الاثار باب التکبیر عندالرکوع مطبوعہ ایچ ایم سعید ۱/۱۵۴

مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس اسکنوا فی الصلاۃ[1]۔	کیا ہوا کہ میں تمھیں رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا تمہارے ہاتھ چنچل گھوڑوں کی دُمیں ہیں قرار سے رہو نماز میں۔

اصول کا قاعدہ متفق علیہا ہے کہ اعتبار عموم لفظ کا ہے نہ خصوص سبب کا۔ اور حاظر بلیح پر مقدم ہے۔ ہمارے ائمہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے احادیث ترک پر عمل فرمایا حنفیّہ کو ان کی تقلید چاہیے، شافعیہ وغیرہم اپنے ائمہ رحمہم اللہ تعالٰی کی پیروی کریں کوئی محلِ نزاع نہیں، ہاں وہ حضرات تقلیدِ ائمہ دین کو شرک وحرام جانتے اور باآنکہ علمائے مقلدین کا کلام سمجھنے کی لیاقت نصیب اعداء اپنے لئے منصبِ اجتہاد مانتے اور خواہی نخواہی تفریق کلمہ مسلمین واثارت فتنہ بین المومنین کرنا چاہتے بلکہ اسی کو اپنا ذریعہ شہرت ونا موری سمجھتے ہیں اُن کے راستے سے مسلمانوں کو بہت دور رہنا چاہئے۔ مانا کہ احادیث رفع ہی مرجع ہوں تاہم آخر رفع یدین کسی کے نزدیک واجب نہیں، غایت درجہ اگر ٹھہرے گا تو ایک امرِ مستحب ٹھہرے گا کہ کیا تو اچھا، نہ کیا تو کچھ برائی نہیں، مگر مسلمانوں میں فتنہ اُٹھانا دو۲ گروہ کردینا، نماز کے مقدمے انگریزی گورنمنٹ تک پہنچانا شاید اہم واجبات سے ہوگا۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ج[2]	فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

خود ان صاحبان میں بہت لوگ صدہا گناہِ کبیرہ کرتے ہوں گے انھیں نہ چھوڑنا، اور رفع یدین نہ کرنے پر ایسی شورشیں کرنا کچھ بھلا معلوم ہوتا ہوگا (ہر گز نہیں) اللہ سبحٰنہ وتعالٰی ہدایت فرمائے آمین، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۰۳: از اُجین مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ مرسلہحاجی یعقوب علی خان صاحب ۲۹ جمادی الاُخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شافعیہ ایک ہاتھ کے فرق سے نماز میں پاؤں کشادہ رکھتے ہیں، یہ میں نے کعبۃ اللہ میں دیکھا، اس کی کیا وجہ ہے؟ اور مذہب حنفیّہ میں چار انگشت کے فاصلے پر ایک پاؤں سے دوسرا پاؤں رکھتے ہیں کس طرح کرنا چاہئے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

چار ہی انگل کا فاصلہ رکھنا چاہئے یہی ادب اور یہی سنت ہے اور یہی ہمارے امامِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] صحیح مسلم باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ الخ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ۱/۱۸۱

[2] القرآن ۲/۱۹۱

منقول ہے۔

قال فی ردالمحتار ینبغی ان یکون بینھما مقدار اربع اصابع الید لا نہ اقرب الی الخشوع ھکذا روی عن ابی نصر الدبوسی انہ کان یفعلہ کذا فی الکبرٰی[1]۔اھ **اقول:** بل فی نورالایضاح و شرحہ مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی یسن تفریج القدمین فی القیام قدر اربع اصابع لانہ اقرب الی الخشوع[2]۔اھ قال السید الطحطاوی فی حاشیۃ نص علیہ ف کتاب الاثر عن الامام ولم یحک فیہ خلافا اھ[3]۔	ردالمحتار میں ہے کہ دونوں قدموں کے درمیان ہاتھ کی چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ ہونا چاہیئے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے۔ ابو نصر دبوسی سے اسی طرح منقول ہے کہ وہ یہی کرتے تھے کذا فی الکبرٰی اھ **قول:** (میں کہتا ہوں) بلکہ نورالایضاح اور اسکی شرح مراقی الفلاح للعلامۃ الشرنبلالی میں ہے کہ حالتِ قیام میں دونوں قدموں کو چار انگلیوں کے فاصلہ پر کھلا رکھنا سنّت ہے کیونکہ یہ خشوع کے زیادہ قریب ہے اھ سید طحطاوی نے اسکے حاشیہ میں فرمایا کہ کتاب الاثر میں امام صاحب نے اس پر نص کی ہے، اور اس میں اختلاف بیان نہیں کیا اھ (ت)

امام علامہ جمال الدین یوسف اردبیلی شافعی نے بھی کتاب الانوار میں کہ اجل معتمدات مذہب شافعی سے ہے اسی چار انگل فصل کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی:

حیث قال یکرہ الصاق القدمین ویستحب التفریق بینھما بقدر اربع اصابع[4]۔	قدموں کو ملا کر رکھنا مکروہ ہے ان کے درمیان چار انگلیوں کی مقدار فاصلہ رکھنا مستحب ہے۔ (ت)

ہاں سید علّامہ شیخ زکریا انصاری شافعی قدس سرہ، نے شرح روض الطالب میں بالشت بھر کا فاصلہ تحریر فرمایا۔ حاشیہ الکمثری علی الانوار میں ہے:

قولہ بقدر اربع اصابع لعلھا متفرقۃ لان فی شرح الروض بقدر شبر[5]۔	اس کا قول "چار انگلیوں کی مقدار" شاید متفرق طور پر مراد ہوں کیونکہ شرح روض میں ہے کہ فاصلہ ایک بالشت ہونا چاہئے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۹۹

[2] مراقی الفلاح وحاشیۃ مراقی فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت آرم باغ کراچی ص ۱۴۳

[3] مراقی الفلاح وحاشیۃ مراقی فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت آرم باغ کراچی ص ۱۴۳

[4] الانوار لعمل الابرار لیوسف الکتاب الصلوٰۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر ۱/۶۱

[5] حاشیہ الکمثری علی الانوار الصلوٰۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر

مگر ایک ہاتھ کافرق نہ کسی مذہب کی کتاب میں نظر سے گزرا نہ کسی طرح قابلِ قبول ہوسکتا ہے کہ بداہۃً طرز وروش ادب وخشوع سے جُدا ہے، جن شافعیہ نے ایسا کیا غالبًا کوئی عذر ہوگا یا شاید ناواقفی کی بناپر کہ مکہ معظّمہ کا ہر متنفس تو عالم نہیں اعتبار اقوال وافعالِ علماء کا ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۰۴: کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ نفل نماز بیٹھ کر ادا کرے تو رکوع کس طرح ادا کریں یعنی سرین اُٹھیں یا نہیں؟ درصورت مخالف نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا فاسد؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

رکوع میں قدر واجب تواسی قدر ہے کہ سر جھکائے اور پیٹھ کو قدرے خم دے مگر بیٹھ کر نماز پڑھے تو اسکا درجہ کمال وطریقہ اعتدال یہ ہے کہ پیشانی جھک کر گھٹنوں کے مقابل آجائے اس قدر کے لئے سرین اٹھانے کی حاجت نہیں تو قدر اعتدال سے جس قدر زائد ہوگا وُہ عبث وبیجا میں داخل ہوجائے گا۔

فی الحاشیۃ الشامیۃ فی حاشیۃ الفتال عن البرجندی ولوکان یصلی قاعدا ینبغی ان یحاذی جبہتہ قدام رکبتیہ لیحصل الرکوع اھ قلت ولعلہ محمول علی تمام الرکوع والا فقد علمت حصولہ باصل طأطأۃ الراس ای مع انحناء الظہر [1]تامل انتہی۔	حاشیہ شامیہ میں ہے برجندی کے حوالے سے حاشیہ قتال میں ہے اگر کوئی بیٹھ کر نماز ادا کرتا ہو تو اپنی پیشانی کو گھٹنوں کے برابر جُھکائے تاکہ رکوع حاصل ہوجائے اھ قلت شاید یہ تمام رکوع پر محمول ہو کیونکہ آپ جان چکے ہیں کہ رکوع سر کو صرف جُھکا دینے سے یعنی ساتھ کچھ پیٹھ کو جُھکانے سے ادا ہوجاتا ہے، غور کروانتہی۔

اور نماز میں جو ایسا فعل کیا جائے گا لااقل ناپسند مکروہ تنزیہی ہوگا۔

وفی الدرالمختار ویکرہ ترك کل سنۃ[2] انتہی ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	درمختار میں ہے کہ ہر سنت کا ترک مکروہ ہے انتہی ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۴۰۵: مرسلہ محمود حسین ۵ محرم ۱۳۰۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص نماز کھڑے ہو کر بوجہ عذر بیماری کے نہیں پڑھ سکتا

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۷۷

[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

لیکن اس قدر طاقت اس کو ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر باندھ لے اور باقی بیٹھ کر رکوع و سجود کے ساتھ ادا کر سکتا ہے تو اس صورت میں آیا اس کو ضروری ہے کہ تکبیر تحریمہ کھڑے ہی ہو کر کہے اور پھر بیٹھ جائے یا سرے سے بیٹھ کر نماز شروع کرے اور ادا کرلے، دوسری شق میں نماز اس کی ادا ہو جائے گی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورتِ مستفسرہ میں بیشک اُس پر لازم کہ تحریمہ کھڑے ہو کر باندھے جب قدرت نہ رہے بیٹھ جائے۔ یہی صحیح ہے، بلکہ ائمہ رضوان اللہ تعالٰی اجمعین سے اس کا خلاف اصلًا منقول نہیں۔ تنویر الابصار ودرمختار میں ہے:

ان قدرعلی بعض القیام ولومتکأًا علی عصا او حائط قام لزومابقدر مایقدر ولوقدراٰیة او تکبیرة علی المذھب لان البعض معتبر بالکل[1]۔	اگر نمازی قیام پر قادر ہو اگرچہ وہ عصا یا دیوار کے ذریعے ہو تو اس پر حسبِ طاقت قیام کرنا لازم ہے خواہ وہ ایک آیت یا تکبیر کی مقدار ہو۔ مختار مذہب یہی ہے کیونکہ بعض کا کل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے۔ (ت)

تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق للعلامۃ الزیلعی میں ہے:

ولو قدر علی بعض القیام دون تمامه بان کان قدر علی التکبیر قائما اوعلی التکبیر وبعض القراء ة فانه یؤمر بالقیام و یأتی بماقدر علیه ثم یقعد اذاعجز[2]۔	اگر کچھ قیام پر قادر ہو تمام پر نہ ہو، مثلًا کھڑے ہو کر تکبیر یا تکبیر اور کچھ قرأت پر قادر ہو تو اسے قیام کا حکم دیا جائے اور وہ حسبِ طاقت قیام کے ساتھ بجا لائے، پھر جب عاجز آئے تو بیٹھ جائے۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

ولو قدر علی ان یکبر قائماولایقدر علی اکثر من ذلك یکبر قائما ثم یقعد[3]۔	اگر کھڑے ہو کر صرف تکبیر کہنے پر قادر ہے اس سے زیادہ پر قادر نہیں تو کھڑے ہو کر تکبیر کہے پھر بیٹھ جائے۔ (ت)

---

[1] دُر مختار شرح تنویر الابصار باب صلٰوۃ المریض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۴

[2] تبیین الحقائق باب صلٰوۃ المریض مطبعۃ امیریۃ کبرٰی مصر ۱/۲۰۰

[3] فتاوٰی قاضی خان باب صلٰوۃ المریض مطبعۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۸۲

غنیہ شرح المنیہ للعلامہ ابراہیم حلبی میں ہے:

لو قدر علی بعض القیام لا کلہ لزمہ ذلك القدر حتی لوکان لایقدر الاعلی قدر التحریمۃ لزمہ ان یتحرم قائما ثم یقعد[1]۔	اگر کچھ قیام پر قادر ہے تمام پر نہیں تواس پر اس کی مقدار قیام لازم ہے حتی کہ اگر کوئی صرف تکبیر تحریمہ کے مقدار پر قادر ہو تو کھڑا ہو کر تکبیر تحریمہ کہے پھر بیٹھ جائے۔(ت)

خلاصہ وغیرہ میں ہے:

قال سراج الائمۃ الحلوائی ھوالمذھب الصحیح[2]۔	سراج الائمہ حلوائی نے فرمایا کہ یہی صحیح مذہب ہے۔(ت)

بحرالرائق پھر حاشیہ طحطاویہ علی الدر میں ہے:

لایروی عن اصحابنا خلافہ[3]۔	ہمارے اصحاب سے اس کے خلاف مروی نہیں۔(ت)

پھر اگر اس کا خلاف کیا یعنی باوجود قدرت تحریمہ بھی بیٹھ کر باندھی نماز نہ ہوئی۔

لقول الغنیۃ لزمہ وقول الدر لزوما مع قول العلامۃ الشرنبلالی عبرت باللزوم لکونہ اقوی لان ھذا یفوت الجواز بفوتہ الخ لقول المحقق العلائی وغیرہ ان البعض معتبر بالکل۔	کیونکہ غنیہ میں اس پر لازم ہے۔ در میں ہے: لازم ہے اور علّامہ شرنبلالی کی تصریح "باللزوم" کے ساتھ ہے، وُہ کہتے ہیں میں نے "باللزوم" سے تعبیر اس لئے کیا ہے کہ یہ اقوی ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے سے جواز ہی فوت ہاجاتا ہے الخ اور محقق علائی نے کہا کہ بعض کا کل کے ساتھ اعتبار کیا جاتا ہے۔(ت)

فقیر غفراللہ لہ کو اللہ تعالٰی تحقیقِ حق القا کرے علما تصریح فرماتے ہیں کہ تحریمہ کے لیے قیام شرط ہے اگر بیٹھ کر بلکہ اتنا جُھکا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچیں تحریمہ باندھے ہر گز صحیح نہ ہوگی اور تحریمہ شرطِ نماز ہے کہ بے اس کے نماز باطل، توجبکہ تحریمہ کے لئے قیام کرسکتا اور نہ کیا شرطِ تحریمہ فوت ہوئی تو تحریمہ صحیح نہ ہوئی تو نماز ادا نہ ہوئی اذافات الشرط فات المشروط (جب شرط فوت ہو گئی تو مشروط از خود فوت ہو جائے گا۔ت) دُرمختار میں شرح الوہانیہ للعلامۃ حسن بن عمار سے ہے:

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی الثانی القیام، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور، ص ۲۶۲

[2] خلاصۃ الفتاوی الحادی والعشرون فی صلوٰۃ المریض مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۹۴

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب صلوٰۃ المریض مطبوعہ المعرفۃ بیروت ۱/ ۳۱۸

شروط لتحریم حظیت بجمعها :: مهذبة حسنا مدی الدهر تزهر :: دخول لوقت واعتقاد دخوله :: وستر طهر والقیام المحرر[1] ::	تکبیر تحریمہ کے لئے کچھ شرطیں ہیں میں ان کو اکٹھا کردنے سے بہرہ ور ہوا، حالانکہ وہ شرطیں خوب آراستہ و زمانہ بھر چمکتی ہیں (وہ یہ ہیں) وقتِ فرض کا داخل ہونا اور بدن مکان اور کپڑے کے طہارت اور قیام محرر۔(ت)

ردالمحتار میں ہے:

المحرر بان لا تنال یداہ رکبیة کما مر فلو ادرک الامام راکعافکبر منحنیالم تصح تحریمته[2] اھ	قیام محرر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں جیسا کہ گزر چکا، اگر نمازی نے امام کو رکوع میں پایا اور جھک کر تکبیر تحریمہ کہہ کر شامل ہوا تو اس کی تحریمہ صحیح نہیں ہے اھ (ت)

شرح التنویر للعلائی میں ہے:

من فرائضها التی لا تصح بدونها التحریمة قائما[3]۔	ان فرائض میں سے جن کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی ایک کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کہنا بھی ہے (ت)

حاشیہ علامہ ابن عابدین میں ہے

قوله قائما احد اشروطها العشرین الآتیه[4]	اس کا قول "قائما" یہ ان بیس ۲۰ شروط میں سے ایک ہے جن کا ذکر آرہا ہے۔(ت)

آج کل بہت جہّال ذرا سی باطاقتی مرض یا کبر سن میں سرے سے بیٹھ کر فرض پڑھتے ہیں حالانکہ اولاً ان میں بہت ایسے ہیں کہ ہمّت کریں تو پُورے فرض کھڑے ہو کر ادا کر سکتے ہیں اور اس ادا سے نہ ان کا مرض بڑھے نہ کوئی نیا مرض لاحق ہو نہ گر پڑنے کی حالت ہو نہ دوران سر وغیرہ کوئی سخت الم شدید ہو صرف ایک گونہ مشقت و تکلیف ہے جس سے بچنے کو صراحۃً نمازیں کھوتے ہیں ہم نے مشاہدہ کیا ہے وہی لوگ جنھوں نے بحلیہ ضعف و مرض فرض بیٹھ کر پڑھتے اور وہی باتوں میں اتنی دیر کھڑے رہے کہ اُتنی دیر میں دس بارہ رکعت ادا کرلیتے ایسی حالت میں ہر گز قعود کی

---

[1] دُرمختار باب صفۃ الصّلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۱

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطفی البابی مصر ۱/۳۳۴

[3] درمختار ، باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۰

[4] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطفی البابی مصر ۱/۳۲۶

اجازت نہیں بلکہ فرض ہے کہ پُورے فرض قیام سے ادا کریں۔ کافی شرح وافی میں ہے:

ان لحقه نوع مشقة لم یجز ترك القیام[1]۔	اگرادنٰی مشقت لاحق ہو توترک قیام جائز نہ ہوگا۔(ت)

ثانیًا مانا کہ انھیں اپنے تجربہ سابقہ خواہ کسی طبیب مسلمان حاذق عادل مستور الحال غیر ظاہر الفسق کے اخبار خواہ اپنے ظاہر حال کے نظر صحیح سے جو کم ہمتی وآرام طلبی پر مبنی نہ ہو بظن غالب معلوم ہے کہ قیام سے کوئی مرض جدید یا مرض موجود شدید و مدید ہوگا مگر یہ بات طول قیام میں ہوگی تھوڑی دیر کھڑے ہونے کی یقینًا طاقت رکھتے ہیں تو ان پر فرض تھا کہ جتنے قیام کی طاقت تھی اُتنا ادا کرتے یہاں تک کہ اگر صرف اللہ اکبر کھڑے ہو کر کہہ سکتے تھے تو اتنا ہی قیام میں ادا کرتے جب وہ غلبہ ظن کی حالت پیش آتی تو بیٹھ جاتے یہ ابتدا سے بیٹھ کر پڑھنا بھی ان کی نماز کا مفسد ہُوا۔

ثالثًا ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی اپنے آپ بقدر تکبیر بھی کھڑے ہونے کی قوت نہیں رکھتا مگر عصا کے سہارے سے یا کسی آدمی خواہ دیوار یا تکیہ لگا کر کُل یا بعض قیام پر قادر ہے تو اس پر فرض ہے کہ جتنا قیام اس سہارے یا تکیہ کے ذریعے سے کرسکے بجالائے ، کُل تو کُل یا بعض تو بعض ورنہ صحیح مذہب میں اس کی نماز نہ ہوگی۔ **فقد مر من الدر ولو متکأ علی عصا او حائط**[2]۔ (در کے حوالے سے گزرا اگرچہ عصا یا دیوار کے سہارے سے کھڑا ہوسکے، ت) تبیین الحقائق میں ہے:

لوقدر علی القیام متکأ (قال الحلوانی) الصحیح انه یصلی قائما متکأ ولا یجزیه غیر ذلك وکذلك لوقدران یعتمد علی عصا او علی خادم له فانه یقوم ویتکیئ[3]۔	اگر سہارے سے قیام کرسکتا ہو (حلوانی نے کہا) تو صحیح یہی ہے کہ سہارے سے کھڑے ہو کر نماز ادا کرے اس کے علاوہ کفایت نہ کریگی اور اسی طرح اگر عصا یا خادم کے سہارے سے کھڑا ہوسکتا ہے تو قیام کرے اور سہارے سے نماز ادا کرے۔(ت)

یہ سب مسائل خوب سمجھ لئے جائیں باقی اس مسئلہ کی تفصیل تام و تحقیق ہمارے فتاوٰی میں ہے جس پر اطلاع نہایت ضرور واہم کہ آجکل ناواقفی سے جاہل تو جاہل بعض مدعیانِ علم بھی ان احکام کا خلاف کرکے ناحق اپنی نمازیں کھوتے اور صراحۃً مرتکب گناہ و تارک صلٰوۃ ہوتے ہیں۔ وباللہ العصمة ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم و عمله جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] کافی شرح وافی

[2] دُرمختار باب صلٰوۃ المریض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۴

[3] تبیین الحقائق باب صلٰوۃ المریض مطبوعہ مطبعۃ امیریہ کبرٰی مصر ۱/ ۲۰۰

مسئلہ نمبر ۴۰۶ : ۱۱ محرم الحرام ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ **الحمدللہ** کے بعد جو سورۃ پڑھی جائے اُس پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیئے یا نہیں؟ بعض لوگ کہتے ہیں یہ ناجائز ہے اس لئے کہ ضمِ سورت واجب ہے اور بسم اللہ شریف پڑھنے سے ضم نہ ہوا فصل ہوگیا، یہ قول ان کا کیسا ہے؟

الجواب:

ہمارے علمائے محققین رحمہم اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کتب معتمدہ میں روشن تصریحیں فرمارہے ہیں کہ ابتدائے سورت پر بھی بسم اللہ شریف پڑھنی چاہیئے مطلقاً مستحب و مستحسن ہے، خواہ نماز سِریہ ہو یا جہریہ۔ اور صاف ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کا ناجائز ہونا درکنار ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم میں کوئی اس کی کراہت کا بھی قائل نہیں بلکہ سب ائمہ کرام بالاتفاق اسے خوب بہتر جانتے ہیں اختلاف صرف سنّیت میں ہے کہ جس طرح سرِّ فاتحہ پر بسم اللہ شریف بلا شبہہ سنت ہے یونہی سرِّ سورت پر بھی سنّت ہے یا مستحب۔ امام محمد کے نزدیک سِرّیہ میں سنّت ہے، محیط و مضمرات وعتابیہ و مستصفی وغیرہا میں اسی کی تصحیح فرمائی اور مذہب امام، نفی استنان ہے اور اس پر فتوٰی اور یہی کلمات متون "لایاتی" و "لایسمی" (نہ لائے اور نہ بسم اللہ پڑھے۔ت) سے مراد بہر حال اس کی خُوبی و حُسن پر ہمارے سب ائمہ کا اتفاق ہے پھر اس کے بعد زید و عمرو کو اپنی رائے لگانے اور اتفاقِ ائمہ کرام کے خلاف اجتہاد کرنے کی گنجائش، اور وہ بات بھی کچھ ٹھکانے کی ہو جس نے چند حروف فقہ کے پڑھے یا کسی عالم کی صحبت پائی وہ خوب جانتا ہے کہ ضمِ سورت جو واجب ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ خاص سورت ہی ملانی واجب ہے یہاں تک کہ بعد فاتحہ وسط سورت سے کسی رکوع کا پڑھنا ناجائز و موجب ترک واجب ٹھہرے کہ سورت بمعنی معروف کا ملانا اُس پر بھی صادق نہیں بلکہ اس سے مراد قرآنِ عظیم کی بعض آیات ملانا ہے کہ خواہ سورت ہو یا نہ ہو **بسم اللہ** شریف خود ایک آیتِ قرآن عظیم ہے تو اس کا ملانا قرآن عظیم ہی کا ملانا ہُوا نہ کسی غیر کا، جو صاحب اتنا بھی خیال نہ فرمائیں اُنھیں احکام شریعت میں رائے زنی کیا مناسب ہے، اب تصریحاتِ علمائے کرام سنئے، دُرمختار میں ہے:

(لا تسن (بین الفاتحة والسورة مطلقا)ولو سرّیة ولاتکرہ اتفاقا[1]۔	(نہیں ہے)بسم اللہ پڑھنا سنت (فاتحہ اور سورت کے درمیان مطلقاً) اگرچہ نماز سری ہو، اور نہ مکروہ ہے اتفاقاً۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

صرح فی الذخیرۃ والمجتبی بانہ ان سمی	ذخیرہ اور مجتبٰی میں اس بات کی تصریح ہے کہ فاتحہ اور

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۵

بین الفاتحه والسورة المقروئة سرا اوجهرا کان حسناً عند ابی حنیفة ورجحه المحقق ابن الهمام وتلمیذہ الحلبی الشبهة الاختلاف فی کو نها اٰیة من کل سورةبحر ۔[1]	اس سے ملائی جانے والی سورت کے درمیان بسم اللہ آہستہ یا بلند پڑھنا امام ابو حنیفہ کے نزدیک حسن ہے۔ امام ابن الہمام اور ان کے شاگرد حلبی نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ بسم اللہ کے ہر سورت کا جزء ہونے میں اختلاف کا شبہ ہے۔ بحر (اس لئے پڑھ لینا ہی بہتر ہے۔ ت)

طحطاوی میں ہے:

قوله ولا تکره اتفاقابل لا خلاف فی انه لو سمی لکان حسنانهر ۔[2]	اس کا قول کہ "بالاتفاق مکروہ نہیں" بلکہ اگر بسم اللہ پڑھی تو اس کے حسن ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں، نہر۔ (ت)

امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں **عن الذخیرة عن المعلی عن ابی یوسف عن ابی حنیفة رضی اللّٰه تعالٰی عنه** (ذخیرہ سے معلّی سے ابو یوسف سے امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے) روایت فرمایا:

انه اذاقرأها مع کل سورة فحسن ۔[3]	اگر نمازی ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھتا ہے تو یہ حسن ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں ہے:

لاتسن التسمیة بین الفاتحه والسورة مطلقا عندهما وقال محمد تسن اذا خافت لا ان جهر وصحح فی البدائع قولهما والخلاف فی الاستنان اماعدم الکرهة فمتفق علیه لهذا صرح فی الذخیرة و	شیخین کے ہاں فاتحہ اور سورت کے درمیان بسم اللہ پڑھنا مطلقاً سنّت نہیں۔ امام محمد کہتے ہیں کہ سرّی نماز میں سنّت ہے مگر جہری میں سنّت نہیں، بدائع میں شیخین کے قول کو صحیح کہا گیا لیکن یہ اختلاف سنّت ہونے میں ہے، پڑھ لینا مکروہ نہیں اس پر اتفاق ہے، اسی لیے ذخیرہ

---

[1] در مختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطفی البابی مصر ۳۶۲/۱

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۱۹/۱

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

والمجتبی[1] الی اٰخر مامر۔	اور مجتبٰی اس کی تصریح کی ہے جس کا ذکر ہو چکا ہے (ت)

علّامہ حسن شرنبلالی غنیۃ ذوی الاحکام میں فرماتے ہیں:

المراد نفی سنیۃ الاکاتیان بھا بعد الفاتحہ و ھذاعندھما وقال محمد یسن الاتیان بھافی السریۃ بعد الفاتحہ ایضا للسررۃ واتفقواعلی عدم کرھۃ الاتیان بھا بل ان سمی بین الفاتحہ والسورۃ کان حسنا سواء کانت الصلاۃ جھرۃ جھریۃ او سریۃ[2]۔	اس سے مراد فاتحہ کے بعد بسم اللہ پڑھنے کی سنیت کی نفی ہے اور یہ شیخین کے نزدیک ہے۔ امام محمد کا قول یہ ہے کہ نماز سرّی میں فاتحہ کے بعد سورت کے لئے بسم اللہ پڑھنا بھی سنت ہے لیکن اگر کوئی پڑھ لیتا ہے تو اس کے مکروہ نہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے، بلکہ فاتحہ اور سورت کے درمیان اگر پڑھ لیتا ہے تو یہ حسن ہے خواہ نماز جہری ہو یا سرّی۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

لا کراھۃ فیھا ان فعلھا اتفاقا للسورۃ سواء جھرا وخافت بالسورۃ[3]۔	سورت سے پہلے بسم اللہ پڑھ لینا بالاتفاق مکروہ نہیں خواہ سورت جہرًا پڑھے یا سرًّا (ت)

رحمانیہ وبرجندی وغیرہما میں محیط سے ہے:

ذکر الفقیہ ابو جعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اذا قرأھا مع کل سورۃ فحسن[4] وھو قول محمد رحمہ اللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔	فقیہ ابو جعفر امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہر سورت کے ساتھ بسم اللہ پڑھتا ہے تو یہ حسن ہے اور یہی امام محمد کا قول ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۴۰۷: ازاٹاوہ متصل کچہری منصفیمر سلہ مولوی محمد حبیب علی صاحب علوی ۹ رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ

حامدًا و مصلیًا مخلص نوز زاد کم اللہ مجد کم۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرف جو رسائل شریفہ آنجناب مثلحیات الموات وشاح الجید، النہی الحاجر، ازالۃ العار وغیرہا کے مطالعہ سے شرف اندوزی حاصل ہوئی۔ شکریہ

---

[1] البحر الرائق فصل واذا اراد الدخول الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۲

[2] غنیۃ ذوی الاحکام حاشیہ درر الحکام باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع احمد کامل الکائنہ در سعادت بیروت ۱/ ۶۹

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی کیفیۃ ترکیب افعال الصلوٰۃ مطبوہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۵۴

[4] شرح النقایۃ للبرجندی، کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نولکشور بالسرور لکھنؤ، ۱/ ۱۰۴

اس کا حوالہ قلم نہیں ہوسکتا ہے واقعی آپ کا طرز ایسے مسائل میں تحقیق کا اوروں سے نرالا ہے اور بہمہ وجوہ سب سے اعلٰی ہے آپ نے پایہ تحقیق مسائلِ نزاعیہ میں مراتبِ عالیہ کو پہنچا دیا ہے **جزاکم اللہ خیرا الجزا**۔ اس عریضہ کی تسطیر کی بالفعل یہ ضرورت درپیش ہے کہ وقتِ رکوع دُرمختار میں الصاق کعبین کو مسنون دو[۲] مقام پر تحریر کیا ہے شامی نے ثبوتِ مسنونیت میں کوئی حدیث تحریر نہیں کی بلکہ کچھ زیادہ تعرض اور لحاظ نہیں فرمایا، صاحبِ مفتاح الصلوٰۃ نے احادیث اور ظاہر الروایۃ میں وارد ہونا تحریر کرکے الصاق کو بمعنی قرب و اتصال تصریح کرکے زیادہ تحقیق کا حوالہ اپنے حواشی پر لکھ دیا، دریافت طلب امر صرف امورِ ذیل ہیں: (۱) مسنونیت الصاق کعبین فی الرکوع کہاں ثابت ہے، کون حدیث دلیل قول صاحب درمختار ہے اور وہ کہاں تک قابلِ عمل اور اعتماد ہے، صاحبِ مفتاح الصلوٰۃ کا بیان بنسبت اس مسئلہ کے بجمیعہ صحیح ہے یا کیا۔ دیگر متونِ معتمدہ فقہ مذہب حنفی میں اس سنّت رکوع کا بیان کیوں نہیں درج ہوا ہے تساہل بعض فقہا نے کیوں گوارا فرمایا۔ عبارت فتاوٰی درمختار ہر دو مقام سے اور عبارت مفتاح الصلوٰۃ بقیہ صفحہ ذیل میں درج ہے، غایۃ الاوطار ترجمہ دُرمختار صفحہ ۲۳۰، ۲۱۹ سنن نماز و طریق ادائے نماز **وتکبیر الرکوع وکذاالرفع منہ بحیث یستوی قائما و التسبیح فیہ ثلاثا والصاق کعبیہ و ینصب ساقیہ** (تکبیر رکوع اور اسی طرح رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا، اس میں تین دفعہ تسبیح پڑھنا، ٹخنوں کا متصل ہونا اور پنڈلیوں کو کھڑا کرنا۔ (ت) مفتاح الصلوٰۃ صفحہ ۹۴:

مجتبٰی کہ تصنیف امام زاہدی است از مسنونات رکوع الصآق کعبین باستقلال انگشتاں بسوئے قبلہ مسنون گفتہ است لیکن درحدیثِ صحیح و در کتب ظاہر الرویۃ ظاہر نمی شود ظاہر مراد امالہ کعب بسوئے کعب دیگر باشد چنانکہ صاحبِ قاموس معنی لصوق گفتہ است زیرا کہ اگر الصاق در وقتِ رکوع کند حرکت کثیر لازم مے آید باآنکہ استقبال انگشتاں نمی ماند وسنت قیام مے رود کہ فرجہ چہار انگشت مسنون است ومؤید امالہ قول نحویین است الباء للالصاقیی یعنی القرب و درحدیث نیز الصاق الکعب بمعنی القرب والمقابلہ واقع است پس	مقابلہ کعب بکعب نیز ارادہ می تواں نمود چنانکہ تحقیق ایں مسئلہ در حواشی بحر االرائق کاتب بتفصیل مذکورہ نمودہ۔ **واللہ اعلم**۔ امام زاہدی کی کتا بمجتبٰی میں سنن رکوع کی بحث میں ٹخنوں کو متصل کرنا اور پاؤں کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کرنا سنّت بیان کیا گیا ہے لیکن حدیث صحیح اور کتب ظاہر الرویۃ میں یہ وارد نہیں ہے زیادہ سے زیادہ اتنا ملتا کہ ایک ٹخنے کا دوسر ٹخنے کی طرف میلان ہو، جیسا کہ صاحب قاموس نے اس کا معنٰی لصوق بیان کیا ہے ورنہ رکوع میں اتصال کی صورت میں حرکت کثیرہ لازم آئے گی باآنکہ اس کے ساتھ انگلیوں کا رخ قبلہ کی طرف نہیں رہے گا، اور سنت قائم نہ ہوگی کہ حالتِ قیام میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگلیوں کی مقدار کا فاصلہ سنّت ہے، یہاں

مقابلہ کعب بکعب نیز ارادہ می تواں نمود چنانکہ تحقیق ایں مسئلہ درحواشی بحرالرائق کاتب بتفصیل مذکورہ نمودہ۔ واللہ اعلم۔	الصاق کے معنی امالہ پر نحویوں کا قول بھی تائید کرتا ہے کہ وہ کہتے ہیں باالصاق یعنی قُرب کے لئے ہے، اور حدیث میں بھی الصاق الکعب کا معنی قُرب اور مقابلہ واقع ہوا ہے، لہٰذا یہاں کعب کا کعب کے مقابل ہونا مراد لیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق راقم نے البحرالرائق کی حواشی میں ذکر ہے۔ واللہ اعلم (ت)

الجواب:

مکرمی کرم فرمایا اکرام اللہ تعالٰی السلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہ،۔ خاتم المدققین علامہ علائی دمشقی، صاحبِ درمختار اعلی اللہ تعالٰی مقامہ اس مسئلہ میں متفرد نہیں اُن سے بھی پہلے علما نے اس کی تصریح اور ان کے بعد ناقلین و ناظرین نے تقریر وتوضیح فرمائی۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ شرح منیہ میں فرماتے ہیں: السنۃ ایضافی الرکوع الصاق الکعبین و استقبال الصابع القبلۃ[1]۔ رکوع میں ٹخنوں کا اتصال اور انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا بھی سنّت ہے۔ (ت) شرح نقایہ للعلامۃ الشمّس القہستانی میں ہے:

ینبغی ان یزاد مجافیا عضدیہ ملصقا کعبیہ مستقبلا اصابعہ فانہا سنۃ کما فی الزاہدی[2]۔	یہاں اس بات کا اضافی کرنا مناسب ہے کہ بازو پیٹ سے جدا اور ٹخنے متصل اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنت ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے (ت)

بعینہٖ اسی طرح علامہ سید ابوالمسعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں علامہ سید خموی سے نقل کیا علامہ بحر الفقہ زین الفقہا بحر الرائق میں شرح قدوری سے نقل فرماتے ہیں:

والسنۃ فی الرکوع الصاق الکعبین واستقبال الاصابع للقبلۃ[3]۔	رکوع میں ٹخنوں کا متصل ہونا اور انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنّت ہے۔ (ت)

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے:

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۱۵

[2] جامع الرموز، فصل صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۵۲

[3] البحر الرائق فصل واذا اراد الدخول مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۱۵

وسن ابعاد مرفقیه عن جنبیه والصاق کعبیة فیه واستقبال اصابعه القبلة ای اصابع رجلیه کذافی القھستانی عن الزاھدی[1]۔	رکوع میں کہنیوں کا پہلوؤں سے دُور ہونا اور ٹخنوں کا متصل ہونا اور پاؤں کی انگلیوں کا قبلہ رُخ ہونا سنّت ہے۔ قہستانی میں زاہدی کے حوالے سے اسی طرح ہے۔ (ت)

طحطاوی علی الدر میں ہے:

والصاق کعبیه حالة الرکوع ھذا ان تیسر له ولا کیف تیسر له علی الظاھر[2]۔	حالت رکوع میں اگر آسانی ہو تو ٹخنوں کو ملالیا جائے ورنہ جس طرح آسانی ہو ویسے کرلیا جائے ظاہر الروایۃ پر۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

والصاق کعبیه ای حیث لاعذر[3]۔	ٹخنوں کوملانا اس وقت ہے جب کوئی عذر نہ ہو۔ (ت)

مسائل ظاہر الروایۃ میں محصور نہیں نہ ظاہر الروایۃ خواہ متونوں میں عدم ذکر ذکر عدم متون مختصرات ہیں اور غالبًا نقل ظواہر پر مقتصر زیادت۔ شرح معتمدین اگر مسلم نہ ہوں تو مذہب کا ایک حصّہ قلیلہ ہاتھ میں رہ جائے تتبع بتائے گا کہ نن در کنار بعض واجبات وفرائض ومفسدات ونواقص تک عامہ متون میں نہیں، رہی دلیل وہ مجتہد کے پاس ہے، نہ ہمارا عدم وجدان وجدان عدم، ہمارے لئے نصوص فقہیہ بس ہیں اور نصوص حتی الامکان ظاہر پر محمول، اور جب تک حیقت بنے ہے، نہ مجرد محاذات یا امالہ (محض مقابل یا مائل ہونا نہیں) قاموس میں فقیر نے اس معنٰی کا نشان نہ پایا

ان کان فھو من المجاز وقد عدوا من عیوب القاموس کماذکرہ العلامة الزرقانیفی عدة مواضع من شرح المواھب وغیرہ فی غیرہ انه یذکر المعانی المجازیة ای فیوھم الوضع لھالان کان موضوع کتب اللغة بیان المنی الموضوع له اللفظ۔	اور اگر یہ معنٰی قاموس میں ہے تو یہ معنٰی مجازی ہوگا۔ اہل علم نے قاموس کے عیوب تحریر کئے ہیں مثلاً زرقانی نے شرح المواہب میں متعدد جگہ پر اور دیگر علمائے کرام نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے کہ صاحب قاموس الفاظ کے مجازی، معنے ذکر کرتے ہیں جس سے انکا حقیقی ہونے کا وہم ہوتا ہے کیونکہ ان لغت کی کتب کا موضوع الفاظ کے ان معانی کا بیان کرنا جس کے لیے ان کی وضع ہے۔ (ت).

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان سنن الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۴۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرر المختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۳۱۳

[3] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطفی البابی مصر ۱/ ۲۵۲

زبان عرب میں استعمال "ب" مواضع الصاق حقیقی سے مختص نہیں وہ جس طرح وامسحوا برؤسکم میں اپنی حقیقت پر ہے یونہی "مررت بزید" میں تو الباء للالصاق کا بطریق عموم مجاز معنی قرب پر حمل واجب، یوں ہی حدیث صحیح نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما:

رأیت الرجل منا یلزق کعبه بکعب صاحبه[1]۔	میں نے دیکھا کہ ہم سے کوئی شخص اپنے ٹخنے کو دوسرے کے ٹخنے کے ساتھ ملا کر صف میں کھڑا ہوتا ہے۔ (ت)

وحدیث اصح انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما:

کان احد نا یلزق منکبه بمنکب صاحبه وقدمه بقدمه[2]۔	ہم میں سے ہر ایک اپنے کاندھے کو دوسرے کے کاندھے سے اوپر اپنے قدم کو دوسرے کے قدم سے ملاتا تھا۔ (ت)

میں درباہ کعاب واقدام ارادہ معنی حقیقی پر اقدام نہیں ہوسکتا کہ قیام میں سنّت تقریب قدمین ہے، خود صاحب مفتاح رحمہ الفتاح کو مسلّم کہ فرجہ چہار انگشت مسنون است (چار انگل کا فاصلہ مسنون ہے۔ت)
اگرچہ اس تجدید کی بھی سند پُوچھئے تو کتاب الاثر میں امام سے روایت ملے گی یا امام اقطع کا قول، نہ بالخصوص حدیث صحیح یا ظاہر الروایۃ و متون کی تصریح بہرحال ایسی تفریج کہ زید کا کعب اِدھر عمرو اُدھر بکر کے کعب سے ملصق ہو صراحۃً شانِ ادب کے بھی خلاف و شنیع ہے تو قیام کی دلیل کے باعث مجاز پر حمل ہرگز تجوز بے دلیل کے دستاویز نہیں ہوسکتا یہاں مجرد محاذات مراد لینے کا تو کوئی محل نہیں یہ علما سے خاص سنّت رکوع بتاتے ہیں اور محاذات ہرگز اس سے خاص نہیں، قیام خواہ سجود میں کب چاہئے کہ ایک آگے یا پیچھے ہو اور امالہ مراد ہونے پر بھی اصلاً کوئی دلیل نہیں، الصاق کو مستلزم حرکت کثیرہ ماننا سخت عجب ہے بالفرض اگر قیام میں تفریج تام مسنون ہوتی جب بھی الصاق میں کثیرہ نہ تھی۔ علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ایک صف کی قدر چلنا بھی حرکتِ قلیلہ ہے نہ کہ صرف قدمین کا ملالینا کثیرہ ہو ھذا عجیب جدا (یہ نہایت ہی عجیب ہے۔ت) درمختار میں ہے:

مشی مستقبل القبلة هل تفسد ، ان قدر صف ثم وقف قدر رکن ثم مشی و وقف کذلك و هکذا لاتفسد وان کثر مالم یختلف المکان الخ[3]۔	نمازی اگر قبلہ رُخ چلا تو نماز فاسد ہوگی یا نہیں، اگر وہ صف کی مقدار چلا پھر رکن کی مقدار کھڑا رہا اور پھر چلا اور رکن کی مقدار کھڑا رہا نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ یہ عمل۔

---

[1] صحیح البخاری باب الزاق المنکب بالمنکب الخ مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۰

[2] صحیح البخاری باب الزاق المنکب بالمنکب الخ مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰۰

[3] درمختار باب یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دھلی ۱/۹۰

وتمام تفصیلہ و تحقیقہ فی ردالمحتار۔	کثیر مرتبہ کرے جب تک جگہ تبدیل نہ ہو الخ اور اس مسئلہ کی تمام تفصیل و تحقیق ردالمحتار میں ہے (ت)

اور اگر کثیرہ سے کثیرہ فقہیہ مراد نہ لیجئے تو وہاں ہر گز کثیرہ لغویہ بھی نہیں اور ہوتی بھی تو نفیِ سنیت پر اس سے استدلال از قبیلِ مصادر ہوگا کہ تحصیلِ سنّت کے لئے حرکت قلیلہ قطعًا مطلوب، اگرچہ بالاضافت لغۃً کثیرہ ہو، تو اس فعل پر بوجوہ لزوم حرکت اعتراض اس پر موقوف کہ سنّیت مصرحہ فقہًا باطل ہو کر فعل عبث و خارج عن افعال الصلٰوۃ قرار پائے اور حقیقتِ امر پر نظر کیجئے تو نہ یہاں اقدام کو ان کے مواضع سے تحریک کی ضرورت ہوتی ہے نہ انگلیوں کے استقبال میں فرق آتا ہے نہ فرجہ چار انگشت ہاتھ سے جاتا ہے یہ تو ہر گز نہ مسنون نہ مطلوب کہ پاؤں اپنی وضع خلق کے خلاف رکھے جائیں اور ان کی سطح طولًا ہر گز ہموار نہیں تو پنجوں سے ایڑیوں تک ہر جگہ چار انگشت کا فرجہ ہونا غیر متصور بلکہ قطعًا مقصود یہ ہے کہ صدور اقدام میں اتنا فرجہ رکھے اور پاؤں کو اپنے حال فطری پر چھوڑے نہ یہ کہ ایڑیوں میں بھی اس قدر فرجہ حاصل کرنے کے لئے انہیں دہنے بائیں ہٹائے، پاؤں کی تخلیق اس طرح واقع ہوئی ہے کہ صدور یعنی پنجوں میں فصل زائد اور اعقاب یعنی ایڑیوں میں کم ہے، جتنا فصل پنجوں میں رکھئے اور پاؤں وضع فطری پر رہنے دیجئے تو ایڑیوں میں یقینا اس سے فصل کم ہوگا اور کعبین میں بلند و برآمدہ میں اور بھی کم ہوگا تو دونوں تلوے بجائے خود جمے رہنے کے ساتھ ایک خفیف امالہ کعبین میں ٹخنے بلا تکلف مل جائیں گے جس پر کم از کم ہر روز بتیس ۳۲ بار کا تجربہ شاہد ہے کہ آخر تصریحات مذکورہ علما دیکھئے کہ الصاق کعبین اور ان کے ساتھ ہی استقبال اصابع کی سنیت لکھ رہے ہیں ان میں تنافی ہوتی تو کیا متنافیین کو معًا مسنون بتاتے، ہاں جسے فربہی مفرط وغیرہ کوئی عذر ایسا ہو کہ سرے سے پنجوں ہی میں چار انگل فصل نہ رکھ سکے بلکہ معتدبہ زیادت پر مجبور ہُوا مثلًا بالشت بھر کا فاصلہ تو وہ بیشک کعبین نہ ملاسکے گا جب تک پنجوں کو دہنے بائیں اور ایڑیوں کو اندر کی جانب حرکت نہ دے اور اب بے شک تحریک بھی پائی جائے گی اور استقبالِ اصابع بھی نہ رہے گا غالبًا یہی صورۃ خاصہ اس وقت صاحب مفتاح کے خیال مبارک میں ہوگی، ایسا شخص نہ اس سنت قیام یعنی فرجہ چار انگشت پر قادر نہ ہم اس کے لئے الصاق کعبین مسنون کہیں۔ علّامہ طحطاوی کا ارشاد سن چکے کہ ھذا ان تیسر (یہ آسانی کے وقت ہے۔ت) علامہ شامی کا افادہ گزرا کہ ای حیث لا عذر (یعنی جہاں عذر نہ ہو۔ت) اس قدر کلام کا جواب تو یہ بتوفیقہ تعالٰی بنگاہ اوّلیں معًا حاضر خاطر ہُوا باقی ان کا حاشیہ بحر اگر ملے دیکھنا رہا مگر بعونہٖ تعالٰی امید یہ ہے کہ اس بیان کے بعد کسی اعتراض کی گنجائش نہیں وباللہ توفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۰۸: از گونڈھ ملک اودھ مدرسہ اسلامیہ مرسلہ حافظ عبدالعزیز صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ۔ ۱۳ جمادی الاخری ۱۳۱۸ھ۔

بعض مقلدین وغیر مقلدین عمومًا قومہ وجلسہ میں دیر تک ٹھہرتے ہیں، یہ کیسا ہے؟

الجواب:

قومہ وجلسہ کے اذکارِ طویلہ نوافل پر محمول ہیں ولہذا ہمارے ائمہ فرائض میں انھیں مسنون نہیں جانتے اور شک نہیں کہ فرائض میں تطویل فاحش خلاف سنّت ہے اور امام کے لئے توقطعًا ممنوع جبکہ مقتدیوں میں کسی پر بھی گراں ہو، ہاں منفرد بعض کلماتِ ماثورہ بڑھائے توحرج بھی نہیں، یونہی امام بھی جبکہ مقتدی محصور اور سب راضی ہوں، رہا مقتدی وہ آپ ہی اتباعِ امام کرے گا، اگر امام کہے، کہے ورنہ نہیں۔

وفی الدرالمختار یجلس بین السجدتین مطمئنا ولیس بینھما ذکر مسنون وکذالیس بعد رفعه من الرکوع دعاء وکذا لایاتی فی رکوعه وسجود بغیر التسبیح علی المذھب وماورد محمول علی النفل[1]۔	درمختار میں ہے نمازی دو سجدوں کے درمیان جلسہ میں اطمینان سے بیٹھے، دو سجدوں کے درمیان کوئی ذکر سنت نہیں۔اسی طرح رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد قومہ میں کوئی دعا مسنون نہیں۔اسی طرح رکوع وسجود میں تسبیح کے علاوہ کوئی دعا نہ کرے، صحیح مذہب یہی ہے اور جو روایات میں آیا ہے وہ نوافل پر محمول ہے (ت)

محررمذہب سیدناامام محمد رحمہ اللہ تعالٰی جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

قال ابویوسف سالت اباحنیفة عن الرجل یرفع راسه من الرکوع فی الفریضة ویقول اللھم اغفرلی قال یقول ربنا لك الحمد ویسکت (کذلک) بین السجدتین یسکت[2]۔	امام ابویوسف بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ سے اس شخص کے بارے میں پُوچھا جو فرائض میں رکوع کے بعد سراُٹھانے کے بعد یہ کہتا ہے اللھم اغفرلی (اے اللہ مجھے معاف فرما)۔آپ نے فرمایا: وہ صرف ربنا لک الحمد (اے رب ہمارے! تیرے لئے حمد ہے) کہے پھر خاموش ہوجائے اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ میں بھی خاموش رہے (ت)

حلیہ میں زیر قول متن ولا یزید علی ھذا (اس پر اضافہ نہ کرے۔ت) فرمایا۔

ان ارادالزیادة ماورد فی السنة فینبغی ان یکون ھذا فی حق الامامة اذاخاف التثقیل	اگر زیادتی سے مراد اذکار ہیں جو سنت میں وارد ہیں تو یہ حقِ امامت کے بارے میں ہوگا جبکہ مقتدی بوجھ

---

[1] دُرمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعیہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷٦

[2] الجامع الصغیر امام محمد بن الحسن الشیبانی باب فی رکبیر الرکوع والسجود مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ص ۱۲۔۱۱

علی القوم وفی حق المقتدی اذالم یفعل الامام ذلك اماالمنفرد او الامام اذاکان لایثقل علی القوم اتیانه بذلك اوالمقتدی اذاکان امامه قد اتی به فلیسوا بممنوعین من زیادتهم به علی ذلك ولا سیماالمنفرد فی النوافل ومن ادعی ذلك فعلیه البیان[1]۔	محسوس کریں اور مقتدی کے حق میں اس وقت ہے جب امام یہ نہ پڑھ رہا ہو، رہا معاملہ منفرد یا وہ امام جس کے مقتدی اس کے پڑھنے کو بوجھ محسوس نہ کریں یا وہ مقتدی جس کا امام پڑھ رہا ہو تو ایسی صورت میں ان کے لئے ان اذکار کا اضافہ ممنوع نہیں، خصوصًا وہ منفرد جو نوافل پڑھ رہا ہو اور جو اسکا مدعی ہو وہ اس پر دلیل لائے۔(ت)

اسی میں دو ورق بعد ہے:

صرح مشائخنا یحمل مافی حدیث علی رضی الله تعالٰی عنه علی النوافل علی انه ثبت فی المکتوبة فلیکن فی حالة الانفراد وفی حالة کونه اماما والماموموں محصورون لا یثقلون بذلك کما نصت علیه الشافعیة ولا ضیر فی التزامه[2] الخ والله سبحٰنه تعالٰی اعلم۔	ہمارے مشائخ نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حدیث کو نوافل پر محمول کیا جائے گا علاوہ ازیں فرائض میں یہ ثابت ہے تو اس وقت جب نمازی تنہا فرائض ادا کر رہا ہو یا امامت کی حالت میں اس وقت جب مقتدی محصور ہوں جو بوجھ محسوس نہ کریں جیسا کہ شوافع نے تصریح کی ہے اور اس کے التزام میں کوئی نقصان نہیں الخ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۴۰۹: ازمدرسہ مصباح التہذیب مسئولہ مولوی محمد سلطان صاحب بنگالی ۳ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ نماز میں دونوں سجدے فرض ہیں یا ایک فرض اور دوسرا واجب؟ اگر یہ مسئلہ اختلافیہ ہے تو قول قوی اور راجح کون ہے اور اسکی دلیل کیا ہے اور دوسرے کے مرجوح وضعیف ہونے کی کیا دلیل ہے؟ مع دلائل معتبرہ بحوالہ کتب بیان فرمایا جائے **بینوا توجروا عندالجلیل**

الجواب:

باجماعِ امت دونوں سجدے فرض ہیں، اصلاً اس میں کسی عالم کا خلاف نہیں کہ قوی وراجح بتایا جائے، اس کا منکر اجماعِ امت کا منکر ہے، دو۲ روز ہوئے ایک طالب علم نے فقیر سے یہ مسئلہ پوچھا تھا فقیر نے عرض کی

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

دونوں فرض ہیں، رات مسموع ہُوا کہ مدرسین مدرستین مصباح التہذیب واشاعت العلوم سے مولوی محمد عثمان صاحب ولایتی تو ایسا ہی بتاتے ہیں باقی سب خلاف پر ہیں سجدہ اولیٰ کو فرض اور ثانیہ کو واجب کہتے ہیں اس کی سند شرح وقایہ وہدایہ کی عبارت بتاتے ہیں بلکہ ایک نئے مولوی صاحب محمود نام کہ دیوبندی تعلیم کے فاضل ہیں فقیر کے قول کو محض بے دلیل، فقیر غفرلہ اللہ بلا مبالغہ دوسو۲۰۰ کلماتِ علماء کرام سے اس کی سندیں پیش کرسکتا ہے جن سے ثابت ہو کہ مخالفینِ مسئلہ کو فقہ سے کس قدر غفلت ہے مگر مسئلہ نہایت وضوح سے واضح ہے اور اطالت موجب ملامت لہٰذا صرف دس نصوص صریحہ پر قناعت:

نص اوّل: بحرالرائق میں کنزالدقائق کے قول **فرضھا التحریمۃ والقیام والقراءۃ والرکوع والسجود**[1]۔ (نماز کے فرائض تکبیر تحریمہ، قیام، قرات، رکوع اور سجود ہیں۔ ت) کی شرح میں فرمایا:

(لقولہ تعالٰی) ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وللاجماع علی فریضتھما ورکنیتھما والمراد من السجود السجدتان فاصلہ ثابت بالکتاب والسنۃ و الاجماع[2]۔	اس کی دلیل اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: ارکعوا واسجدوا (رکوع کرو اور سجدہ کرو۔ ت) نیز ان دونوں کے فرض اور رکن ہونے پر اجماع ہے اور سجود سے دونوں سجدے مراد ہیں اور سجدہ کی اصل کتاب و سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور سجدہ کا ہر رکعت میں دو۲ دفعہ ہونا سنّت اور اجماع سے ثابت ہے۔ (ت)

نص ثانی: امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ شرح میں فرماتے ہیں:

م والخامسۃ السجدۃ ش ای والفریضۃ الخامسۃ من الفرائض الست المشتمل علی فریضتھا الصلاۃ ۔ السجدۃ والاولی السجدتان فی کل رکعۃ ثم اصل السجدۃ ثابت بالکتاب و السنۃ و الاجماع وکونہ مثنی فی کل رکعۃ بالسنۃ والاجماع ولا خلاف فی کونھما من ارکان صلاۃ[3]۔	متن، پانچواں فرض سجدہ ہے، شرح، یعنی وہ چھ فرائض جن پر نماز مشتمل ہے ان میں پانچواں فرض سجدہ ہے اور (السجدتان فی کل رکعۃ) کہنا بہتر تھا یعنی ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں پھر سجدہ کی اصل کتاب، سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور اس کا ہر رکعت میں دو۲ دفعہ ہونا سنت اور اجماع سے ثابت ہے اور ان دونوں کے رکنِ نماز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ (ت)

---

[1] کنزالدقائق باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۰

[2] البحرالرائق باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۹۳

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

ایضًا یہاں تصریح ہے کہ فرضیت درکنار دونوں سجدے بالاجماع رکنِ نماز ہیں۔

نص ثالث: مبسوط امام شیخ الاسلام پھر حلیہ میں دونوں سجدے فرض ہونے کی حکمت بیان فرمائی:

هذا ماروی فی الاخبار ان الله تعالٰی لما اخذ المیثاق من ذریة اٰدم علیه الصلاة والسلام حیث قال عزوجل واذ اخذ ربك من بنی اٰدم من ظهورهم ذریتهم الأیة امرهم بالسجود تصدیقا لما قال فسجد المسلمون کلهم وبقی الکفار فلما رفع المسلمون رؤسهم ورأو الکفار لم یسجدوا فسجدوا ثانیا شکرا لما وفقهم الله تعالٰی علی السجود الاول فصار المفروض سجدتین لهذا والرکوع مرة[1]۔	یہ اس بنا پر ہے جو روایات میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے جب اولادِ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عہد لیا جس کا ذکر اللہ نے اس آیت میں کیا ہے: اور یاد کرو اس وقت کو جب اے حبیب! آپ کے رب نے بنی آدم سے ان کی پشتوں میں ان کی اولاد سے عہد لیا الآیۃ، تو انھیں بطور تصدیق سجدے کا حکم دیا تو اللہ کے حکم پر تمام مسلمان سجدہ ریز ہوگئے لیکن کافر کھڑے محروم رہ گئے جب مسلمانوں نے سجدے سے سر اُٹھایا اور دیکھا کہ کفار نے سجدہ نہیں کیا تو وہ دوبارہ اللہ تعالٰی کا شکر ادا کرتے ہوئے سجدہ ریز ہوگئے کہ اللہ تعالٰی نے انھیں سجدہ اوّل کی توفیق دی، لہٰذا نماز میں دو ۲ سجدے فرض ولازم ہوگئے اور رکوع ایک ہی رہا۔(ت)

نص رابع: مراقی الفلاح میں تھا: یفترض السجود[2] (سجدہ فرض کیا گیا ہے۔ت) علامہ طحطاوی نے حاشیہ میں فرمایا: المراد منه الجنس ای السجدتان[3]۔ (مراد اس سے جنسِ سجدہ یعنی دو سجدے ہیں۔ت)

نص خامس: دررالحکام شرح غررالاحکام للعلامہ مولٰی خسرو میں ہے:

فان قیل فرضیة الرکوع والسجود ثبتت بقوله تعالٰی ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا والامر لایوجب التکرار	اگر یہ سوال ہو کہ رکوع و سجود کی فرضیت اللہ تعالٰی کے اس فرمان سے ثابت ہے ارکعوا واسجدوا (رکوع کرو اور سجدہ کرو)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۲۵

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب شروط الصلٰوۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۲۵

ولذالم یجب تکرار الرکوع فبماذا ثبت فرضیة تکرار السجود (ولما اذاتکرر) قلنا قد تقرران آیة الصلاة مجملة وبیان المجمل قد یکون بفعل الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد یکون بقولہ وفرضیة تکرارہ تثبت بفعلہ المنقول عنہ تواترا اذکل من نقل صلاة الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نقل تکرار سجودہ[1]۔	یہ امر ہے اور امر تکرار کا تقاضا نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ رکوع میں تکرار ثابت نہیں تو تکرار تکرار سجود کس سے ثابت ہے، جب تکرار ثابت ہوگیا تو ہم جوابًا کہیں گے کہ یہ بھی ثابت ہے کہ نماز والی آیت مجمل ہے اور مجمل کا بیان کبھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے عمل سے ہوتا ہے کبھی قول سے، تکرار سجود کی فرضیت متواترًا آپ کے عمل سے ثابت ہے کیونکہ جس نے بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نماز کو نقل کیا ہے اس نے یہ ضرور بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر رکعت میں دو سجدے فرماتے تھے۔ (ت)

نص سادس: نقایہ میں تھا:

فرضہا التحریمة (الی قولہ) والسجود[2]۔	نماز کا فرض تکبیر تحریمہ ہے (آگے چل کر کہا) اور سجدہ بھی۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

ای سجدتان فان اسم الجنس یدل علی العدد الخ[3]	یعنی دو سجدے کیونکہ اسم جنس عدد پر دلالت کرتا ہے الخ (ت)

نص سابع: اسی کے واجبات میں ہے:

(ورعایة الترتیب) بین ارکان کل رکعة فوجب ان یکون السجود بعد الرکوع والسجدة الثانیة بعد الاولٰی[4]۔	(اور رعایت ترتیب) ہر رکعت کے ارکان کے درمیان پس اس سے ثابت ہوا کہ سجدہ رکوع کے بعد ہوگا اور دوسرا سجدہ پہلے کے بعد ہوگا۔ (ت)

یہاں سے بھی ظاہر کہ دونوں سجدے رکن ہیں۔

---

[1] دررالحکام شرح غررالاحکام باب صفة الصلوٰة مطبوعہ احمد کامل الکائنہ درسعادت مصر ۱/ ۷۳

[2] مختصر الوقایة فی مسائل الہدایة کتاب الصلوٰة نور محمد کارخانہ بازار کراچی ص ۱۴، ۱۳

[3] جامع الرموز کتاب الصلوٰة نور محمد کارخانہ بازار کراچی ۱/ ۱۴۰

[4] جامع الرموز کتاب الصلوٰة نور محمد کارخانہ بازار کراچی ۱/ ۱۴۲

نص ثامن: فتح اللہ المعین للعلامۃ السیّد ابی المسعود الازہری میں ہے:

السجدتان (لانهما) فرضان فی کل رکعة[1]۔	کیونکہ دو سجدے ہر رکعت میں دونوں سجدے فرض ہیں۔ (ت)

نص تاسع: علامہ شرنبلالی اپنے متن نورالایضاح اور اسکی شرح میں فرماتے ہیں:

(و) یفترض (العود الی السجود) الثانی لان السجود الثانی کالاول فرض باجماع الامة[2]۔	(اور) فرض ہے (لوٹنا سجدہ کی طرف) یعنی دوسرے سجدے کی طرف کیونکہ دوسرا سجدہ پہلے کی طرح ہی فرض ہے اور اس پر امت کا اجماع ہے۔

نص عاشر: مجتبیٰ شرح قدوری پھر ہندیہ میں ہے:

السجود الثانی (فرض) کالاول باجماع الامة[3]۔	اس پر اجماع امت ہے کہ دوسرا سجدہ پہلے کی طرح فرض ہے۔ (ت)

ہدایہ کی طرف اس زعم باطل ووہم عاطل کی نسبت تو محض غلط وبے منشا ہے شرح وقایہ سے یہ مطلب سمجھنا عدم تدبّر وسوءِ فہم سے پیدا ہوا امام صدر الشریعۃ کی عبارت یہ ہے:

فی الهدایة و مراعاة الترتیب فیما شرع مکررا من الافعال ، وذکر حواشی الهدایة نقلا عن المبسوط کالسجدة فانه لوقام الی الثانیة بعد ما سجد سجدة واحدة قبل ان یسجد الاخری یقضیها ویکون القیام معتبرا لانه لم یترك الا الواجب[4]۔	ہدایہ میں ہے ان افعال میں رعایت ترتیب واجب ہے جن میں تکرار مشروع ہُوا ہے، اور حواشی ہدایہ میں مبسوط کے حوالے سے مذکور ہے مثلاً سجدہ پس اگر نمازی دوسری رکعت کی طرف صرف ایک سجدہ کے بعد کھڑا ہوا اور دوسرا سجدہ نہیں کیا تو اس سجدہ کی قضا کرے اور اس کا قیام معتبر ہوگا کیونکہ نمازی نے صرف واجب (یعنی ترتیب) کو چھوڑا ہے (ت)

قلت فہم نے یہ سمجھا کہ لم یترك الا الواجب (اس نے واجب ہی ترک کیا ہے۔ت) میں واجب سے

---

[1] فتح اللہ المعین باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۶۹

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب شروط الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۲۷

[3] فتاوی ہندیۃ الفصل الاول فی فرائض مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۷۰

[4] شرح الوقایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دھلی ۱/ ۱۶۱

سجدہ ثانیہ مراد ہے حالانکہ یہ واضح الفساد ہے سجدہ ثانیہ کو تو فرمادیا **یقضیھا** (اس سجدہ ثانیہ کی قضا کرے۔ت) آگے فرمایا **ویکون القیام معتبرا** (اس کا قیام معتبر ہے۔ت) جب سجدہ ثانیہ مراد ہو حالانکہ اس کی تو قضا کرچکا پھر سجدہ متروک کب ہوا موخر ہوا، ترک وتاخیر میں جو فرق ہے ہر عامی پر روشن ہے ترک فرض مبطل صلاۃ ہے اور تاخیر موجب سجود سہو، بلکہ واجب سے مراد ترتیب ہے کہ بوجہ تاخیر سجدہ ثانیہ وتقدیم قیام ترتیب متروک ہوئی یہ خود نفس کلام سے واضح ہے کہ یہاں گفتگو واجب ترتیب میں ہے ابتداء میں بشمار واجبات فرمایا تھا "**ورعایۃ الترتیب فیما تکرر**" کلام مذکور کے بعد فرمایا:

اقول قولہ "فیما تکرر" لیس قیدا یوجب نفی الحکم عماعداہ فان مراعاۃ الترتیب فی الارکان التی لایتکرر فی رکعۃ واحدۃ کالرکوع و نحوہ واجبۃ ایضا[1]۔	میں کہتا ہوں اس کا قول فیما تکرر (وہ افعال جن میں تکرار ہے) یہ ایسی قید نہیں جو دوسروں کی نفی کرے کیونکہ رعایت ترتیب ان افعال میں بھی واجب ہے جو ایک رکعت میں متعدد نہیں ہوتے مثلاً رکوع وغیرہ (ت)

اخیر میں اس تمام کلام پر تفریع فرمائی **فعلم ان رعایۃ الترتیب واجبۃ مطلقا**[2] (پس واضح ہوگیا کہ رعایت ترتیب مطلقاً واجب ہے۔ت) دیگر علمائے کرام نے مراد کو خوب واضح کردیا کہ ترتیب ہی کو واجب کہا گیا نہ کہ سجدہ ثانیہ کو علامہ اکمل الدین بابرتی شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

(مراعاۃ الترتیب فیما شرع مکررا) یعنی فی الرکعۃ الواحدۃ کالسجدۃ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی فان ترکھا ساھیا وقام واتم صلاتہ ثم تذکرفان علیہ ان یسجد السجدۃ المتروکۃ ویسجد للسھو لترک الترتیب[3]۔	(متکرر افعال میں رعایت ترتیب مطلقاً واجب ہے) یعنی رکعت واحدہ میں مثلاً پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ، جس نے اسے بھول کر چھوڑ دیا اور دوسری رکعت کی طرف کھڑا ہوگیا اور نماز پوری کرنے کے بعد متروکہ سجدہ یاد آیا تو اس پر لازم ہے کہ پہلے متروکہ سجدہ کرے پھر سجدہ سہو کرے کیونکہ ترتیب باقی نہ رہی۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

لو ترك السجدہ الثانیۃ من الرکعۃ الاولی	اگر بھول کر پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ چھوڑ کر دوسری

---

[1] شرح الوقایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ الرشید دہلی ۱/ ۱۶۱

[2] شرح الوقایۃ باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ المکتبۃ الرشید دہلی ۱/ ۱۶۲

[3] العنایۃ مع فتح القدیر باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۴۱

سهو اوقام الى الركعة الثانية ثم تذكرها فى اُخر صلاته لم تسدصلاته بل يسجد المتروكة ثم يسجد للسهولترك الترتيب لان ترك الواجب الاصلى ساهيا يوجب سجود السهو بالاتفاق[1]۔	رکعت کا قیام کیا پھر آخر نماز میں (متروکہ سجدہ) یاد آگیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی بلکہ پہلے چھوڑا ہوا سجدہ کرے پھر ترک ترتیب کی وجہ سے سجدہ سہو کرے کیونکہ واجب اصل کو بھول کر چھوڑنے سے بالاتفاق سجدہ سہو لازم آتا ہے۔ (ت)

جوہرہ نیّرہ میں ہے:

لو ترك السجدة الثانية من الركعة الاولى ساهيا وقام وصلى تمام صلاته ثم تذكرها فعليه ان يسجدالمتروكة ويسجد للسهو لترك الترتيب فيما شرع مكررا[2]۔	اگر پہلی رکعت کا دوسرا سجدہ بھول کر چھوڑ دیا اور دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہوگیا آخر میں نماز پوری کرنے پر متروکہ سجدہ یاد آیا تو اس پر لازم ہے پہلے متروکہ سجدہ ادا کرے پھر سجدہ سہو کرے کیونکہ ان افعال میں ترتیب متروک ہوگئی جو متکرر مشروع ہوئے تھے (ت)

فتح القدیر وغنیۃ شرح منیۃ وبحر الرائق وحاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے:

وهذا لفظ الغنية مختصرا، اعلم ان المشروع فرضا فى الصلاة اربعة انواع مايتحد فى كل الصلاة كالقعدة او فى كل ركعة كالقيام و الركوع وما يتعدد فى كلها كالركعات اوفى كل ركعة كالسجود فالترتيب شرط بين مايتحد فى كل الصلاة وبين جميع ما سواه من الثلثة الاخرى حتى لوتذكر بعد القعدة قبل السلام او بعده قبل ان ياتى بمناف ركعة او سجدة صلبية او سجدة تلاوة فعلها واعادالقعدة وسجد للسهو[3] والترتيب بين	یہ اختصاراً اغنیۃ کے الفاظ ہیں نماز میں مشروع فرائض چار انواع کے ہیں ایک وہ جو پوری نماز میں ایک ہو مثلاً قعدہ، یا پوری رکعت میں ایک جیسے قیام ورکوع۔ اور کچھ وہ ہیں جو پوری نماز میں متعدد ہوں جیسے سجود، بہر حال وُہ فرض جو پُوری نماز میں ایک ہو اور اسکے ماسوا مذکورہ تینوں انواع کے درمیان ترتیب شرط ہے حتی کہ قعدہ کے بعد سلام سے پہلے یا بعد بشرطیکہ ابھی اس نے نماز کے منافی کوئی عمل نہ کیا ہو کسی کو متروکہ رکعت یا چھوڑا ہوا سجدہ نماز یا سجدہ تلاوت یاد آگیا تو پہلے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] الجوہرۃ النیرۃ باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱ /۵۹

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی واجبات الصلوۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۷

ما یتکرر فی کل رکعة کالسجود وبین مابعده واجب حتی لوترك سجدة من رکعة ثم تذکرھا فیما بعدھا من قیام او رکوع اوسجود فانه یقضیھا ولایقضی ما فعله قبل قضائھا مما ھو بعد رکعتھا من قیام او رکوع اوسجود بل یلزمه سجود السھو فحسب لکن اختلف فی لزوم قضاء ماتذکر فقضاھا فیه کمالو تذکروھو راکع او ساجد انه لم یسجد فی الرکعة التی قبلھا فانه یسجدھاو ھل یعید الرکوع اوالسجود المتذکر فیه ففی الھدایة انه لا یجب اعادته بل تستحسب معللابان الترتیب لیس بفرض بین ما یتکرر من الافعال وفی فتاوٰی قاضی خان انه یعیده ولو لم یعده فسدت صلاته معللا بانه ارتفض بالعود الی ماقبله من الارکان لانه قبل الرفع منه یقبل الرفض بخلاف مالو تذکر السجدة بعد ما رفع من الرکوع لانه بعد ماتم بالرفع لا یقبل الرفض[1]۔

اسے بجالائے پھر قعدہ لوٹائے اور سجدہ سہو کرے (اس طرح نماز ہو جائے گی) اور پوری رکعت میں جو متکرر افعال ہیں مثلاً سجود میں، اور ان کے بعد والے افعال میں ترتیب لازم ہے حتّی کہ اگر کسی نے ایک رکعت کا سجدہ ترک کر دیا اور بعد میں قیام، رکوع یا سجدہ میں یاد آیا تو سجدہ کو قضا کرے اسکی قضا سے پہلے اس سجدہ والی رکعت کے بعد جو کچھ قیام، رکوع یا سجدہ کرلیا ہے اس کا اعادہ نہ کرے بلکہ آخر میں صرف سجدہ سہو کرے کافی ہے لیکن چھُوٹا ہوا سجدہ یاد آیا تو وہاں اس نے وہ سجدہ قضا کرلیا تو کیا یہ رکوع یا سجدہ قضا کرنا پڑے گا یا نہیں اس میں اختلاف ہے، توہدایہ میں ہے کہ اس رکن کا اعادہ واجب نہیں ہے بلکہ مستحب ہے انہوں نے وجہ یہ بیان کی کہ تکرار والے افعال میں ترتیب فرض نہیں ہے۔ اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے کہ اس رکن کا اعادہ ضروری ہے، اگر اعادہ نہ کیا نماز فاسد ہوجائے گی۔ انھوں نے وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس رکن کو چھوڑ کر ماقبل کی طرف لوٹنے سے وہ رکن (درمیان میں چھُوٹ گیا اور مکمل نہ ہوا) کیونکہ رکن مکمل کرکے اُٹھنے سے پہلے وہ مکمل نہیں ہوتا بخلاف جبکہ رکن کو مکمل کرکے اُٹھنے کے بعد چھُوٹا ہوا سجدہ یاد آئے اور قضا کرے تو رکوع کا اعادہ ضروری نہیں کیونکہ رکوع سے اُٹھنے پر رکوع مکمل ہوگیا تو اب رکوع کے چھوٹنے کا احتمال نہ رہا۔ (ت)

اب ان عبارات میں اُس فائدے کے علاوہ دو فائدہ زائدہ ہیں ایک سجدہ کو فرض مکرر کہنا، معلوم ہوا کہ دونوں سجدے فرض ہیں، دوم تعلیل کہ جب پہلی رکعت میں ایک سجدہ بھول گیا اور مثلاً دوسری کے رکوع میں یاد آیا کہ معًا اس کی

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی واجبات الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۷

قضا کرلی تو اس رکوع کا پھر اعادہ کرے کہ رکن سابق کی طرف عود کرنے سے یہ رکوع کان لم یکن یعنی کالعدم ہوگیا۔ معلوم ہوا کہ سجدہ ثانیہ صرف فرض ہی نہیں بلکہ رکن ہے اور ہدایہ میں جو اس رکوع کا اعادہ صرف مستحب جانا اور یہی راجح ہے اس کی وجہ یہ فرمائی کہ جو فرض ایک رکعت میں مکرر ہے یعنی سجدہ اُس میں اور اسکے بعد فرائض مثلاً قیام ورکوع و سجود رکعت آئندہ میں ترتیب فرض نہیں صرف واجب ہے کہ اس کے ترک کی تلافی بسجدہ سہو حاصل، غرض مسئلہ آفتاب کی طرح روشن ہے مقدس مدرسین سے بنظرِ خیر خواہی گزارش کہ فرض قطعی و اجماعِ امت کا انکار سہل نہیں لہٰذا اگر مناسب جانیں کلمہ و اسلام و نکاح کی تجدید فرمالیں آئندہ احتیاط **و ماالتوفیق الا باللہ العزیز الغفار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۱۰: مرسلہ مظہر حسین امام مسجد گول بازار ضلع بلاسپور۔ سی۔ پی۔ دکان شیخ سلیمان عمر صاحب جنرل مرچنٹ ۲۷ محرم ۱۳۳۰ھ

زید نماز میں صرف بحالت رکوع و سجود الصاق کعبین کرتا ہے عمرو کہتا ہے کہ فعل وہابیوں کا ہے حرام ہے اور واجب الترک ہے حنفی لوگ اس فعل کو جائز سمجھیں یا مکروہ تحریمی؟

الجواب:

حاشاللہ نہ یہ فعل وہابیہ کا ہے نہ حرام نہ واجب الترک بلکہ رکوع میں الصاقِ کعبین غنیۃ شرح منیہ و جامع الرموز و مجتبٰی شرح قدوری و درمختار و حاشیہ حموی و فتح اللہ المعین و طحطاوی علی مراقی الفلاح و علی درمختار وغیرہا میں سنّت لکھا۔ **وقد ذکرنا نصوصھا جمیعًا فی فتاوٰنا** (ہم نے ان سب کی عبارات و نصوص کو اپنے فتاوٰی میں ذکر کیا ہے۔ت) دُرمختار میں ہے۔

سننها تکبیر الرکوع والتسبیح فیه ثلاثا والصاق کعبیه۔[1]	نماز کی سنّتیں تکبیر رکوع اس میں تین مرتبہ تسبیح اور ٹخنوں کا متصل کرنا ہے۔ (ت)

اسی کی صفۃ الصلاۃ میں ہے:

یفرج اصابعه ویسن ان یلصق کعبیه۔[2]	انگلیاں کُشادہ رکھے، اور ٹخنوں کو ملانا سنت ہے۔ (ت)

اور سجدہ میں الصاق کعبین کو علامہ سیّد ابو مسعود الازہری نے حواشی کنز میں سنّت بتایا۔ سنن میں فرمایا: الصاق کعبیه فی السجود سنة[3]۔ (سجود میں ٹخنوں کو ملانا سنت ہے۔ت)

---

[1] دُرمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۳

[2] دُرمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۵

[3] فتح اللہ المعین مبحث سنن الصلاۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۷۷

صفۃ الصلاۃ میں فرمایا:

كما يسن الصاق الكعبين فى الركوع فكذا فى السجود ايضا[1]۔	جیسا کہ رکوع میں ٹخنوں کا ملانا سنت ہے اسی طرح سجدہ میں بھی سنت ہے۔ (ت)

ہاں دربارہ سجود یہ صرف انھیں کا بیان ہے اگرچہ علامہ طحطاوی نے اُن کا اتباع کیا اور شرح علائی کا حوالہ سہوًا واقع ہوا اس میں صرف دربارہ رکوع مذکور ہے اور علامہ شامی نے جو اس کی توجیہ فرمائی محلِ کلام ہے۔ طحطاوی علی الدر میں ہے:

قوله يسن ان يلصق الخ اى فى الركوع والسجود ابوالسعود[2]۔	اس کا قول "یسن ان یلصق" الخ (الصاق سنّت ہے یعنی رکوع اور سجدہ میں، ابوالسعود۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال السیّد ابوالسعود وكذا فى السجود (ایضا) وسبق فى السنن ايضا اھ والذى سبق هو قوله الصاق كعبيه فى السجود سنة. در اھ ولا يخفى ان هذا سبق نظر فان شارحنا لم يذكرذلك لا فى الدرالمختار ولا فى الدرالمنتقى ولم اره لغيره ايضا فافهم ، نعم ربمايفهم ذلك من انه اذكان السنة فى الركوع الصاق الكعبين ولم يذكروا تفريجهما بعده فالاصل بقاء وهما ملصقين فى حالة السجود ايضا تأمل[3] اھ مافى الشامى ورأيتنى كتبت عليه مانصه (**اقول**) تاملنا فلم نجده وافيًا فان الحركة الانتقالية	سیّد ابوالسعود کہتے ہیں اسی طرح سجود میں بھی، اور بیانِ سنن میں بھی گزر چکا ہے اور گزرے ہوئے قول کے الفاظ یہ ہیں کہ سجدہ میں الصاق کعبین سنّت ہے در اھ واضح رہے کہ ان کے اس قول (جو پیچھے گزر چکا ہے) میں نظر کی خطا ہے کیونکہ ہمارے شارح نے اسے نہ درمختار میں ذکر کیا اور نہ ہی درمنتقی میں، اور میں نے کسی غیر کی عبارت میں بھی یہ نہیں دیکھا اسے سمجھو، ہاں اکثر اوقات اس سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ جب رکوع میں ٹخنوں کا ملانا سنّت ہے اور اس کے بعد ان کا کشادہ رکھنا انہوں نے بیان نہیں کیا تو اصل یہی ہے کہ حالت سجود میں بھی ٹخنے متصل ہی رہیں، غور سے سمجھ لو اھ شامی کا حاشیہ ختم۔ اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے بھی شامی

---

[1] فتح المعین فصل واذا اراد الدخول فی الصّلٰوۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۸۹

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار فصل واذا اراد الدخول فی الصّلٰوۃ الخ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۲۰

[3] ردالمحتار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۶۴

الی السجود ان خلی فیہا الطبع بالتفریج الا ان یحافظ علی الالصاق بالقصد الخاص ومثل ہذالایحتاج الی البیان بل الاختصار علی ذکرہ فی الرکوع دلیل علی انہ لایطلب الا فیہ والاذکروہ فی السجود ایضافاعرفہ فان الامر واضح[1]۔	پر کچھ لکھا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں (**اقول**) ہم نے تامل کیا مگر ہم کاملاً اس مسئلہ کو نہ پاسکے کیونکہ حرکت انتقال سجدہ کی طرف اگر طبعاً و فطرتاً ہو تو اس صورت میں کشادگی ہوگی مگر اس صورت میں جب اتصال کا خصوصی اہتمام کیا جائے اور اس طرح کے مسائل کے بیان کی احتیاج نہیں بلکہ صرف رکوع میں اس کا تذکرہ ہونا دلیل ہے کہ صرف اسی میں اس کا مطالبہ ہے ورنہ اس کا تذکرہ سجدہ میں بھی کیا جاتا، اسے جان لے کیونکہ معاملہ واضح ہے (ت)

اور بعض متاخرین علمانے دربارہ رکوع بھی سنیت میں کلام کیا:

ولہ فی ذلك رسالۃ عندی واقصی مایقال ہنا ان عامۃ کتب المذہب خالیۃ عنہ وانما انہ بینہ الزاہدی والباقون انما تبعوہ و قد بینت فی کتابی "کفل الفقیہ الفاہم" ان الغرابۃ لاتندفع بکثرۃ الناقلین اذالم یکن مرجعہم الا واحدا لاسیما مثل الزاہدی۔	اس مسئلہ سے متعلق میرے پاس ایک رسالہ ہے، زیادہ سے زیادہ جو کہا جاسکتا ہے وُہ یہ ہے کہ عامہ کتبِ مذہب اس سے خالی ہیں صرف زاہدی نے اسے بیان کیا اور باقی فقہاء نے ان کی اتباع کی ہے اور میں نے اپنی کتاب "کفل الفقیہ الفاہم"- میں یہ بیان کیا ہے کہ کثرت ناقلین کی وجہ سے غرابت ختم نہیں ہوجاتی جبکہ ان سب کا مرجع ایک ہو خصوصاً زاہدی جیسا آدمی (ت)

بہر حال اسے حرام و فعلِ وہابیہ کہنا نادانی ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۱۱: مسئولہ از نجیب آباد و ضلع بجنور ۷ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

نماز میں سبحانك اللھم پڑھنا فرض یا واجب، مقتدی سبحان ختم نہ کرنے پایا تھا کہ امام نے قرات شروع کردی اس کو ناتمام چھوڑ کر خاموش ہوجانا پڑے یا فوراً ختم کرکے خاموش ہوجانا چاہئے، ایک وہابی واعظ نے سبحانك اللھم کے بارہ میں ایک شخص سے یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر امام نے قرات شروع کردی ہو اور اب کوئی شخص اگر جماعت میں شامل ہو تو اس کو چاہئے کہ سبحانك اللھم اس طرح پڑھے کہ جہاں جہاں امام سانس لینے کی غرض سے ذرا بھی رکے اس وقت ایک ایک کلمہ بول کرکے سبحانك اللھم پڑھ لیا جائے مثلاً جب اوّل مرتبہ رکا تو فوراً کہے سبحنك اللھم پھر جب دوسری مرتبہ ٹھہرا تو کہے وبحمدک پھر جب تیسری بار سانس لے تو کہنا چاہئے وتبارك اسمك غرض اسی طرح ختم کرلیا جائے ایسا ہر نماز میں کرسکتے ہیں مگر مغرب میں خواہ پہلی رکعت میں شامل ہو یا دوسری میں سبحانك اللھم تیسری رکعت میں اور عشاء

---

[1] جد الممتار کتاب الصلوٰۃ المجمع الاسلامی مبارک پور ہند ۱/ ۲۴۳

میں تیسری یا چوتھی رکعت میں بھی پڑھ سکتے ہیں خواہ دوسری ہی رکعت میں شامل ہوں، کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے؟ بغیر سبحانک اللھم کے نماز ہو جاتی یا نہیں؟

الجواب:

سبحانك اللھم اسی وقت پڑھ سکتے ہیں کہ امام قرات باآواز شروع نہ کرلے جب قرات جہری شروع کردی اب خاموش رہنا اور سننا فرض ہے، وہ جو وہابی نے بتایا کہ امام کی ٹھہرنے کی جگہ ایک ایک دو دو لفظ کہہ کر پورا کرے ضعیف و غیر مختار، اور جیسے استثناء کیا کہ ایسا ہر نماز میں کرسکتے ہیں مگر مغرب میں نہیں یہ محض باطل اور اسکی اپنی ایجاد ہے جس روایت ضعیفہ میں یہ طریقہ ہے اس میں مغرب میں بھی ایسا ہی ہے اور مذہب صحیح میں کہ اس کی اجازت نہیں فجر و مغرب و عشا کسی میں ایسا نہیں اور اس کا یہ کہنا بھی محض غلط ہے کہ جو دوسری رکعت میں شامل ہوا وہ تیسری یا چوتھی رکعت میں سبحانک پڑھ سکتا ہے، سبحانک اللھم کی جگہ ابتدائے نماز ہے جب دُوسری میں ملا تو تیسری یا چوتھی ابتدائے نماز کب ہے کہ اس میں پڑھے کہ اس میں سبحانک پڑھے، ہاں وہ جو ایک رکعت رہ گئی، بعد سلامِ امام جب اسے پڑھنے کے کھڑا ہو اس کی ابتداء میں پڑھے کہ یہ اس کی پہلی رکعت ہے **سبحانك** پڑھنا سنت ہے بغیر اس کے نماز ہو جاتی ہے مگر بلاضرورت ترک سنت کی اجازت نہیں اور عادت ڈالنے سے گنا ہگار ہوگا اور جو مثلاً پہلی رکعتِ جہریہ میں ملا اور قرات شروع ہو جانے کے باعث **سبحانك** نہ پڑھ سکا اس پر کوئی الزام نہیں کہ اس نے یہ ترک ادائے فرض خاموشی کے لئے بحکم شرع کیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۱۲: از موضوع منصور پور متصل ڈاکخانہ قصبہ شیش گڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خان ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس باب میں کہ دونوں سجدوں کے درمیان میں اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنِیْ (اے اللہ! مجھے بخش دے مجھ پر رحم فرما اور مجھے ہدایت فرما۔ت) پڑھنا چاہیئے امام کو یا مقتدی کو یا دونوں کو یا امام و مقتدی بلا اس کے پڑھے دونوں سجدے ادا کریں۔

الجواب:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرلی کہنا امام و مقتدی و منفرد سب کو مستحب ہے اور زیادہ طویل دعا سب کو مکروہ ہاں منفرد کو نوافل میں مضائقہ نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۱۳: از امرتسر دفتر پولیس مرسلہ عبدالعزیز ہیڈ کانسٹیبل ۲۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

بعد سلام علیک حضور کی خدمت میں میری عرض یہ ہے کہ مجھے درود شریف جو نماز میں پڑھا جاتا ہے

اس کی یا کسی دوسرے درود شریف کی جو سب درودوں سے افضل ہو اجازت فرمائیں مجھے درود شریف یا کلمہ شریف یا استغفار پڑھنے کا نہایت شوق ہے خدا حضور کو اجر دے گا عام طور پر راستہ چلتا ہوں ودیگر بازار وغیرہ جگہ میں بھی پڑھتا ہوں مجھے عام طور پر درود شریف ہر جگہ پڑھنے کی اجازت ہے یا نہیں، حضور برائے مہربانی تحریر فرمائیں میں ہر وقت وظیفہ رکھنا چاہتا ہوں یا آیت کریمہ کا یا کوئی دوسرا، یہ اس لئے کہ محبت خدا و رسول کی پُورے طور پر حاصل ہو جائے، جناب مہربانی کرکے ضرور بالضرور جلد مجھے آگاہ کردیں، درود شریف یا کلمہ شریف اور استغفار کی نسبت ضرور بالضرور تحریر فرمائیں، ان شاء اللہ تعالٰی تحریر حضور پر عملدرآمد ہوگا۔

الجواب:

سب درودوں سے افضل درود وہ ہے جو سب اعمال سے افضل یعنی نماز میں مقرر کیا گیا ہے درود شریف راہ چلتے بھی پڑھنے کی اجازت ہے جہاں نجاست پڑی ہو وہاں رُک جائے بہتر یہ ہے ایک وقت معین کرکے ایک عدد مقرر کرلے اُس قدر باوضو دوزانو ادب کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کرکے روزانہ عرض کیا کرے جس کی مقدار سَو بار سے کم نہ ہو زیادہ جس قدر نبھا سکے بہتر ہے، علاوہ اس اُٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے باوضو بے وضو ہر حال میں درود جاری رکھے، اور اس کے لئے بہتر یہ ہے کہ ایک صیغہ خاص کا پابند نہ ہو بلکہ وقتاً فوقتاً مختلف صیغوں سے عرض کرتا رہے تاکہ حضورِ قلب میں فرق نہ ہو، درود شریف اور کلمہ طیبہ اور استغفار ان سب کی کثرت نہایت محبوب و مطلوب ہے، کلمہ طیبہ کو افضل الذکر فرمایا اور یہ کہ اللہ عزّوجل تک اُس کے پہنچنے میں روک نہیں اور استغفار کے لئے فرمایا شادمانی ہے اُسے جو اپنے نامہ اعمال میں استغفار بکثرت پائے اور اپنے تمام اوقات کو درود شریف میں صرف کردینے کو فرمایا کہ ایسا کرے گا تو اللہ تیرے سب کام بنادے گا اور تیرے گناہ معاف فرمادے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۱۴ تا ۴۱۷: از کانہور ضلع روہتک محلّہ سیمان مرسلہ بھورے خان ۱۲ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) امام کے پیچھے مقتدی سورہ فاتحہ پڑھے یا نہ پڑھے؟

(۲) آمین باآوازِ بلند کہنا درست ہے یا نہیں

(۳) بجائے بیس رکعت تراویح کے آٹھ رکعت پڑھے تو درست ہے؟

(۴) بجائے تین وتر کے ایک وتر پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) مقتدی کو قرآن مجید پڑھنا مطلقاً جائز نہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا	اور جب قرآن پڑھا جائے تو اسے غور سے سنو اور

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۲۰۴ [1]	خاموش رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما جعل الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا اذا قرأ فانصتوا[2]۔	امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے جب تکبیر تحریمہ کہے تم تکبیر کہو جب قرأت کرے خاموش رہو۔ (ت)

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

"مجھے تمنا ہے کہ جو امام کے پیچھے پڑھے اس کے منہ میں آگ ہو"۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں:

"قدرت پاتا تو اسکی (امام کے پیچھے پڑھنے والے کی) زبان کاٹ دیتا" **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) آمین باآواز بلند کہنا نماز میں مکروہ وخلافِ سنت ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّ خُفْیَةً[3]۔	تم اپنے رب کو عاجزی اور تواضع سے آہستہ آہستہ پکارو۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

واذا قال ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الامام یقولھا[4]۔	جب امام ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کیونکہ امام اسے کہہ رہا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۷/ ۲۰۴

[2] مصنف ابن ابی شیبہ فی الامام یصلی جالسا مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۳۲۶

[3] القرآن ۷/ ۵۵

[4] سنن النسائی جہر الامام بآمین مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ۱/ ۱۱۳

نوٹ: حدیث شریف کے الفاظ سنن نسائی میں ابوہریرہ کے حوالہ سے یوں منقول ہیں:

اذا قال الامام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الملئکۃ تقول اٰمین وان الامام یقول اٰمین۔

اور فتح الباری جلد دوم مطبوعہ بیروت صفحہ ۲۱۹ میں یوں منقول ہیں:

اذا قال الامام ولا الضالین فقولوا اٰمین فان الملئکۃ تقول اٰمین وان الامام یقول اٰمین۔ الحدیث۔ نذیر احمد سعیدی۔

(۳) تراویح بیس رکعت سنت مؤکدہ ہیں سنّت مؤکدہ کا ترک بد ہے۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین عضوا علیها بالنواجذ[1]۔	تم پر میری اور میرے خلفاءِ راشدین کی سنت لازم ہے اسے اپنی داڑھوں کے ساتھ مضبوطی سے تھام لو: (ت)

دوسری حدیث میں ہے:

انه سیحدث بعدی اشیاء وان من احبها الی لما احدث عمر[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	میرے بعد بہت سی اشیاء ایجاد ہوں گی ان میں سے مجھے وہ سب سے زیادہ پسند ہیں جو عمر ایجاد کریں گے۔ (ت)

(۴) ایک رکعت وتر خواہ نفل باطل محض ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا آخری فعل تین رکعت وتر ہے:

وانما یؤخذ بالاٰخر فهو الاخر من فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	آپ کے آخری عمر کے اعمال پر عمل کیا جاتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہی ہے (ت)

اتنا یاد رہے کہ یہاں ان مسائل میں مخالفت کرنے والے غیر مقلدین وہابیہ ہیں جن پر بوجوہ کثیرہ ان کے ضالہ کے سبب کفر لازم، جس کی قدرے تفصیل ہمارے رسالہ الکوکبۃ الشہابیۃ میں ہے وہ کہ مسلمان ہی نہیں اُنھیں ایسے فروع مسائل اسلامی میں نیا دخل دینے کا کیا حق، اُن سے تو اصول پر گرفت کی جائے گی کہ مقتدی فاتحہ پڑھے نہ پڑھے آمین جہر سے کہے یا آہستہ، تراویح آٹھ رکعت ہوں یا بیس، وتر ایک ہو یا تین یہ تو سب اس پر موقوف ہیں کہ نماز بھی صحیح ہو جس کا اسلام صحیح نہیں اس کی نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے وہ ان مسائل میں اِس طرف عمل کرے تو اُس کی نماز باطل، اُس طرف عمل کرے تو باطل، پھر لایعنی فضول زق زق سے کیا فائدہ! اور مسلمان کو ہوشیار رہنا چاہئے کہ نہ ان سے ملنا جائز، نہ اُن کی بات سننی جائز، نہ اس کے پاس بیٹھنا جائز۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

---

[1] سنن ابی داؤد باب فی لزوم السنۃ مطبوعہ آفتاب پریس لاہور ۲/ ۲۷۹

[2] کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال، فضائل فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی، مکتبہ التراث الاسلامی مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/ ۵۸۷

نوٹ: حدیث کے الفاظ کنزالعمال میں یوں منقول ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم قال سیحدث بعدی اشیاء فاحبها الی ان تلزموا ما احدث عمر رضی اللہ عنه۔ نذیر احمد سعیدی

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾[1]	اور جب کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم۔[2]	تم ان سے سخت بچو کہ نہ وہ تمھیں گمراہ کریں نہ ہی فتنہ میں ڈالیں۔

مسئلہ نمبر ۴۱۸: از نرسنگڈھ سنٹرل انڈیا براہ سیہور مراسلہ میرزا محمد بیگ عرف میاں محمد صاحب وکیل ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ ہدیہ تسلیم بالوف التعظیم قبول ہو!

مزاج عالی! الحمدللہ علٰی احسانہ راقم بخیریت دعاگوئے عافیت مزاج سامی نرسنگڈھ میں انگریزی تعلیم کے ملحدانہ اثر کو بڑھتا ہوا دیکھ کر نیاز مند نے اور یہاں کے مسلمانوں نے ایک مدرسہ اسلامی جاری کیا ہے فی الحال بیس روپے ۲۰ ماہوار کا ایک مدرس نوکر رکھا ہے جس وقت بہت سے لوگوں کی درخواست آئی تھی میں نے دیوبند کے متعلق درخواست بالکل نامنظور کی، ایک صاحب مولوی شفاعت رسول خلف مولوی عنایت رسول جو خود کو جناب کا شاگرد اور مرید کہتے ہیں صرف جناب سے نسبت رکھنے کے سبب یہاں مقرر کئے گئے ہیں مگر حیرت ہے ان کی بعض باتوں پر قرآن شریف بالکل صحیح نہیں پڑھ سکتے اور مُجھ سے فرمانے لگے کہ میں نے سُنا آپ اشارہ بہ سبابہ التحیات میں نہیں کرتے، میں نے کہا ہاں اشارہ نہیں کرتا ہوں، فرمانے لگے کہ مولوی احمد رضاخان صاحب مدظلہ العالی تو اشارہ کرتے ہیں، میں نے کہا مجھ کو یقین نہیں آسکتا کیونکہ الکوکبۃ الشھابیۃ میں اس کی مفصل بحث بحوالہ کتب امام ربّانی موجود ہے چنانچہ جناب والا مجھ کو جب میں ۱۸۹۹ء میں حاضرِ خدمت ہوا تھا ۲ رسالے عطا فرمائے تھے اور میں نے وہ رسالہ مولوی شفاعت رسول کو دکھایا قاضی ریاض الدین جو مارہرہ شریف کے رہنے والے ہیں کہنے لگے بڑی حیرت کی بات ہے اگر مولوی احمد رضا خان صاحب مدظلہ العالی انگلی سے اشارہ کرتے ہوں چنانچہ جناب والا کی خدمت اقدس میں مکلّف ہوں کہ اس باب میں جناب والا کا کیا معمول ہے بواپسی مستفید فرمائیں میں نے اس باب میں مولوی عبدالحہ مرحوم کا رسالہ نفع المفتی والمسائل اور دیگر کتب مشکوٰۃ شریف وہدایہ سب کو دیکھا ہے لیکن میں تو مقلد ہوں اور جمہور امّت کا جس پر اجماع واتفاق ہے وہی میرا مسئلہ مختار ہے

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۰

جناب والا کے ارشاد سے اور مضبوطی ہو جائے گی اور یہ تعجب جو اجتماع نقیضین کے قبیل سے ہے رفع ہو جائیگا کہ جناب والا کتابوں میں ایسا لکھیں اور عمل اسکے خلاف ہو۔

الجواب:

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اشارہ ضرور سنّت ہے۔ محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا:

صنعه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فنصنع کما صنعه رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وھوقول ابی حنیفة و اصحابنا[1]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تو ہم بھی اشارہ کرتے ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام اعظم ابو حنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے۔

امام ملک العلماء نے بدائع اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر اور دیگر ائمہ کبار نے اس کی تحقیق فرمائی۔ فقیر اور فقیر کے آباء و اساتذہ و مشائخ کرام قدست اسرارہم سب اس پر عامل رہے، مارہروی صاحب نے زیادہ نہیں تو حضرت شاہ ابوالحسن نوری میاں صاحب قدس سرہ کو ضرور دیکھا ہوگا۔ کوکبہ شہابیہ میں مسئلہ اشارہ کی بحث نہیں بلکہ اس بات کی اسمٰعیل دہلوی نے معاذاللہ حضرت شیخ مجدّد کو بھی مشرک ٹھہرادیا ہے جو وجوہ انھوں نے یہاں لکھے اسماعیل کہتا ہے کہ ان کا قائل مشرک ہے اس کو تناقض سے کیا علاقہ، مولوی شفاعت رسول میرے ایک خالص دوست مرحوم و مغفور کے صاحبزادے ہیں اُن کو یہاں بیعت بھی ہے میرے مدرسہ میں پڑھا ہے اگرچہ مجھ سے نہ پڑھا نہ میں نے ان کا قرآن مجید سُنا، ممکن کہ جس طرح آجکل اکثر علماء و حفاظ غلط پڑھتے ہیں اُن پر بھی اسی عالمگیر بلا کا اثر ہو **وحسبنا اللہ و نعم الوکیل واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۱۹: از شہر دہلی پہاڑ گنج مسجد غریب شاہ مرسلہ سید محمد عبدالکریم صاحب ۹ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک پیش امام صاحب نماز کی حالت میں جب رکوع سے فارغ ہو کر **سمع اللہ لمن حمدہ** کو سجدہ کے قریب جا کر ختم کرکے بوصل **اللہ اکبر** کہتا ہے اور جگہ جو اماموں کو دیکھا ہے وہ **سمع اللہ لمن حمدہ** کو قیام میں ختم کرتے ہیں اور وہاں سے **اللہ اکبر** کہتے ہوئے سجدہ کرتے ہیں۔ اب جو امام مسجد کے قریب **سمع اللہ لمن حمدہ** کو ختم کرتا ہے تو مقتدی **ربنا لک الحمد** کہاں پر کہیں، کھڑے رہیں یا امام کے ساتھ سجدے میں جا کر کہیں، اگر اسی طرح کریں گے تو ان

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی سنن الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۱۴

جاہلوں کو عادت پڑجائے گی، اور اب سوال یہ ہے کہ نماز میں کوئی نقصان نہیں ہوگا؟

الجواب:

سنّت یہ ہے کہ **سمع اللہ** کا سین رکوع سے سراُٹھانے کے ساتھ کہیں اور **حمدہ** کی "ہ" سیدھا ہونے کے ساتھ ختم، اسی طرح ہر تکبیرِ انتقال میں حکم ہے کہ ایک فعل سے دوسرے فعل کو جانے کی ابتداء کے ساتھ **اللہ اکبر** کا الف شروع ہو اور ختم کے ساتھ ختم ہو، امام مذکور جو اس طرح کرتا ہے دو باتیں خلافِ سنت کرتا ہے۔ **سمع اللہ لمن حمدہ** کا سجدہ کو جاتے ہوئے ختم کرنا اور سجدہ کو جانے کی تکبیر سجدہ کو جھکنے کی ابتداء سے شروع نہ کرنا، ان وجوہ سے نماز دو کراہتوں سے مکروہ ہوتی ہے، اسے سمجھایا جائے کہ خلافِ سنّت نہ کر۔ اگر نہ مانے اور اس سے بہتر امام سُنّی صحیح العقیدہ صحیح القراءۃ صحیح الطہارۃ مل سکے تو اس کو بدل دیا جائے مقتدی خلافِ سنّت میں اسکی پیروی نہ کریں بلکہ رکوع سے سر اٹھانے کے ساتھ **اللھم ربنا لك الحمد** کا الف اور جو صرف **ربنا لك الحمد** پڑھتا ہو وہ ربنا کی ر شروع کریں اور سیدھے ہوجانے کے ساتھ حمدہ کی دال ختم ہوجائے تو پھر سجدہ کو جانے کے ساتھ **اللہ اکبر** کا الف شروع کریں اور **اللہ** کے لام کو بڑھائیں جب سر رکھنے کے قریب پہنچیں تو **اللہ** کی ہ اور عین سر زمین پر پہنچتے وقت **اکبر** کی ر ختم کریں۔ لام کو بڑھانا اس لئے کہ یہ راستہ طے کرنے میں اگر لام کو نہ بڑھایا تو اکبر سجدے میں پہنچنے سے ختم ہوجائے گا اور یہ خلافِ سنت ہے یا راستہ پورا کرنے کو اکبر کا الف یا ب بڑھائیں گے اور اس سے نماز فاسد ہوتی ہے۔ یا ر بڑھائیں گے اور یہ غلط و خلافِ سنت **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۲۰: از موضع میمونڈی بزرگ مسئولہ سیّد امیر عالم حسن صاحب ۲۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ نماز فریضہ بجماعت جو شخص ادا کرلے تو اس پر لازم ہے کہ جب تک امام بعد سلام دُعا نہ مانگے تب تک مقتدی بھی دُعا نہ مانگے اگرچہ کیسا ہی ضروری کام خواہ نمازِ فجر ہو یا ظہر ہو یا عصر ہو یا مغرب یا عشاء، اگر امام سے پہلے دُعا مانگ کر مقتدی اُٹھ جائے گا تو وہ گناہگار ہوجائے گا اور امام کی اطاعت سے نکل جائیگا۔ عمرو کہتا ہے کہ اگر امام نے سلام پھیر دیا تو مقتدی امام کی اطاعت سے نکل گیا اب مقتدی کو اختیار ہے کہ انتظار دُعائے امام کرے یا نہ کرے اگر انتظار کیا تو فبہا ورنہ چلے آنے سے گناہگار نہ ہوگا اور نہ اطاعت امام سے دُور۔ اب علمائے دین کی خدمت میں عرض ہے کہ اسکا پُورا پُورا ثبوت کیوں نہ دیا جائے کہ زید کا قول ثابت ہے یا عمرو کا، اور اس کا بھی ثبوت دیا جائے کہ کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں اور غیر مقلد وہابڑاو تعلیم یافتہ مدرسہ دیوبند کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

عمرو کا قول صحیح ہے ہاں جماعت کے ساتھ دعا میں برکت ہے اس کیلئے انتظار بہتر ہے اور اگر کوئی ضرورت جلدی کی ہو تو جاسکتا ہے کوئی حرج نہیں ورنہ مسلمانوں کی جماعت کے خلاف بات پسندیدہ نہیں، کھانے پر فاتحہ پڑھنا درست ہے اس میں کتابیں تصنیف ہوچکی ہیں، جو نادرست کہے وہ بتائے کہ اللہ ورسول نے اسے منع فرمایا یا تم منع کرتے ہو اگر اللہ ورسول نے منع فرمایا تو بتاؤ اور اگر تم منع کرتے ہو تو تم شارع نہیں اپنا سر کھاؤ۔ غیر مقلد وہابی دیوبندی سب اسلام سے خارج ہیں اور ان کے پیچھے نماز باطل محض **والتفصیل فی حسام الحرمین والنھی الاکید وغیرھما** (اور اس مسئلہ کی تفصیل حسام الحرمین اور النہی الاکید وغیرہ میں ہے۔ت) **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۲۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ عورتوں کو نیت نماز میں ہاتھ سینہ پر باندھنا چاہئے اور بوقت قعدہ التحیات میں دونوں پاؤں بچھا کر بیٹھنا چاہئے اور پاؤں کی گرہ بھی ڈھکی رکھنا چاہئے اور بعض کہتے ہیں کہ گرہ نہ ڈھکی جائے۔ اب علماء دین فرمائیں کہ عورتوں کو نیت نماز میں سینہ پر ہاتھ باندھنا اور قعدہ التحیات میں پاؤں بچھا کر بیٹھنا جائز ہے یا نہیں، بعض کہتے ہیں کہ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی نماز پڑھنا چاہئے جس طرح مرد ایک پاؤں بچھا کر قعدہ میں بیٹھتے ہیں اور زیرِ ناف ہاتھ باندھتے ہیں اور پاؤں کی گرہیں کھلی رکھتے ہیں اسی طرح عورتوں کو بھی چاہئے یعنی جو قاعدہ مردوں کی نماز کا ہے وہی عورتوں کا ہے۔ اب حضور سے امیدوار ہیں کہ اس کا پُورا پورا ثبوت حوالہ کتب وآیت وحدیث کے کیوں نہ دیا جائے کہ عورتوں کو کس طرح اور کس قاعدے سے نماز پڑھنا چاہئے۔

الجواب:

زید کا قول صحیح ہے سب کتابوں میں اس طرح ہے اُن بعض کا قول محض باطل ہے اور عورت کے گٹّے ستر عورت ہیں ان کا کھلنا جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۲۲: از گولڑہ ضلع راولپنڈی مکان حضرت پیر صاحب مرسلہ حمیداللہ صاحب، پیر المعروف بہ نعمان ملا ۱۲ صفر ۱۳۳۸ھ

رفع سبابہ کے بارے میں جناب کا کیا عمل ہے؟

الجواب:

فقیر اور فقیر کے آبائے کرام ومشائخ عظام واساتذہ اعلام قدست اسرارہم کا ہمیشہ معمول باتباع احادیث متواترہ وارشادات کتب متکاثرہ رفع سبابہ رہا اور اسے سنّت جانتا ہے تفصیل کلام بدائع امام ملک العلماء وفتح القدیر امام محقق علی الاطلاق وغیرہما کلمات شراح محققین وفتاوٰی فقیر میں ہے واللہ

تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۴۲۳: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی عبداللہ صاحب بنگالی ۱۴ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد چاروں جہات میں کسی ایک جہت کو متوجہ ہو کر دُعا کرنا درست ہے یا نہیں؟ اور ہندوستان کے لئے ان چار جہتوں میں سے کوئی جہت مخصوص ہے یا نہیں؟

الجواب:

جہت قبلہ ہر جگہ افضل ہے مگر امام کے لئے کہ بعد سلام اسے قبلہ رو رہنا مکروہ ہے دہنے یا بائیں پھر جائے یا مقتدیوں کی طرف منہ کرلے اگر سامنے کوئی نماز نہ پڑھتا ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۲۴: از قلعہ لنڈی کوتل ڈاکخانہ خاص ضلع پشاور بمعرفت شیر جان صوبیدار میجر خیبر رائفل مرسلہ ادخان شنواری ۲۴ صفر ۱۳۳۸ھ

بخدمت جناب مولوی صاحب دام اقبالہ، اسلام علیکم ورحمۃ اللہ التحیات میں انگلی کا اشارہ کرنا منع ہے یا جائز، آپ مہربانی فرما کر بندے کو تحریر کریں کہ نماز میں انگلی کا اشارہ کرنا جائز ہے یا نہیں اور کس کس طریقہ پر جائز ہے؟

الجواب:

التحیات میں انگلی کا اشارہ سنّت ہے جب اشھد پر پہنچے چھنگلیا اور اس کے برابر کی انگلی کی گرہ باندھے اور انگوٹھے اور بیچ کی انگلی کا حلقہ بنائے اور "لا" پر کلمے کی انگلی اٹھائے اور "الا" پر گرا کر ہاتھ کھول دے محرر مذہب سیّدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

صنعہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصنع کما صنع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھوقول ابی حنیفۃ واصحابنا[1]۔	یہ اشارہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا تو ہم کریں گے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا اور یہی مذہب امام ابو حنیفہ اور ہمارے اصحاب کا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۲۵، ۴۲۶: مرسلہ سید احمد حسین صاحب از مقام سید پور ڈاکخانہ وزیر گنج بدایوں بتاریخ ۹ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

آپ ان مسئلوں میں کیا فرماتے ہیں:

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی سنن الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۲۱

(۱) جمعہ کے فرض کی نیّت کس طرح کرنا چاہئے اور بعد نماز جمعہ دو۲ رکعت کے کیا کیا پڑھنا چاہئے کل مفصل نماز لکھنا۔

(۲) اور درمیان نماز میں ہر **الحمد** شریف سے پہلے اور **قل ھو اللہ** شریف سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا چاہئے؟ **الحمد** شریف سے پہلے بسم اللہ کافی ہوگی یا **قل ھو اللہ** سے پہلے بھی پڑھنا چاہئے؟

الجواب:

اتنی نیت کافی ہے کہ آج کے فرضِ جمعہ اور چاہے دو۲ رکعت بھی کہے اور بعضے یہ بھی بڑھاتے ہیں کہ واسطے ساقط کرنے ظہر کے، اس میں بھی کوئی حرج نہ حاجت، فرضِ جمعہ کے بعد چھ۶ رکعت نماز سنّت پڑھیں، چا۴ پھر دو۲، اور ان میں سنّت بعد جمعہ کی نیّت کریں اور پہلی چار میں قبل جمعہ کی۔ بعد کی سُنّتیں پڑھ کر ۲ یا جتنے چاہیں نفل پڑھیں، ان سے زائد عام لوگوں کی حاجت نہیں۔

(۲) سورہ فاتحہ کی ابتداء میں تو تسمیہ پڑھنا سنّت ہے اور بعد کو اگر سورت یا شروع سورت کی آیتیں ملائے تو ان سے پہلے تسمیہ پڑھنا مستحب ہے پڑھے تو اچھا نہ پڑھے تو حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۲۷: از شہر گلی ملاناں محلّہ ذخیرہ مسئولہ سید مشتاق علی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہم جملہ اہل اسلام محلّہ ذخیرہ ساکنان بریلی گلی ملاناں نے تارکانِ صلاۃ کی تہدید و تاکید کے لئے اصحاب ذیل کو منتخب کیا اور ممبر بنایا ہے اس حضرات کو تارکانِ صلاۃ کے ساتھ ان کے عذرات تو پُورا کرنے کے بعد کسی قسم کی کارروائی از رُوئے شرع مطہر عمل میں لانا چاہئے۔ اسمائے گرامی ممبران ہادی حسین، شیخ مختار احمد، قرب محمد، محبوب حسن، مشتاق علی، سید حسین، عنایت حسین، سید اظہر علی ہر شخص کے نام کے نیچے انگوٹھے کا نشان ہے۔

الجواب:

بہ نرمی سمجھائیں ترک نماز وترک جماعت وترک مسجد پر قرآن عظیم واحادیث میں جو سخت وعیدیں ہیں بار بار سُنائیں جن کے دلوں میں ایمان ہے انھیں ضرور نفع پہنچے گا اللہ عزوجل فرماتا ہے۔

وَّ ذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۵﴾ [1] ۔	اور سمجھاؤ کہ سمجھانا مسلمانوں کو فائدہ دیتا ہے (ت)

اللہ کے کلام واحکام یاد دلاؤ کہ بیشک ان کا یاد دلانا ایمان والوں کو نفع دے گا۔ اور جو کسی طرح نہ مانیں اُس پر اگر کسی کا دباؤ ہے اس کے ذریعے سے دباؤ ڈالیں اور یوں بھی باز نہ آئے تو اسے سلام وکلام، میل جول یک لخت ترک کردیں۔

---

[1] القرآن ۵۱/ ۵۵

وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۶۸﴾ [1]	اور جب کبھی تجھے شیطان بھُلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۴۲۸: از فیض آباد محلّہ کوکی علی بیگ مسئولہ سیّد عبداللہ صاحب سب انسپکٹر ۱۳ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید اپنی پنج وقتی نماز و دیگر نوافل مثل تہجد وغیرہ میں زبان سے قرات نہیں کرتا بلکہ اپنی کل نمازوں میں زبان تالو سے لگا کر دلی خیال کے ساتھ ادا کرتا ہے۔ قرآن شریف وکتاب ودرود شریف وغیرہ سب دھیان سے ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ قرآن شریف حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قلب پر القا ہوا تھا بایں وجہ بمقابلہ زبانی پڑھنے کے دل میں خیال کرنا زیادہ افضل و موجب مزید ثواب ہے زید اپنی زبان کو تالو سے لگا کر بالکل معطل اور بیکار کردیتا ہے، زید کہتا ہے کہ یہ مسائل اہل ذوق اور اصفیاء کرام کے ہیں۔ ظاہرین ان مسائل کو نہیں سمجھ سکتے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس طریقہ مذکورہ بالا پر زید کی نماز صحیح اور اعلی درجے کی ہوئی یا نہیں، اگر اعلٰی درجے کی ہوئی ہے تو ہم لوگ بھی اسی طریقہ سے کیوں نہ پڑھیں کہ مستحق ثواب عظیم کے ہوں۔ اور اگر زید کی نماز اس طریقہ مذکورہ پر صحیح نہیں ہوئی ہے تو زید کو اپنی ان نمازوں کی بابت جن کو وہ ادا کرچکا ہے کیا کرنا چاہئے، زید اگر امامت بھی کرتا ہے بس ایسی حالت میں زید کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں اور آئندہ زید کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں، اور جو مقتدی زید کے پیچھے نماز پڑھ چکے ہیں ان کو اپنی نمازوں کی بابت کیا کرنا چاہئے؟ کیا لوٹانا واجب ہے؟

الجواب:

زید نے شریعت پر افترا کیا، صوفیہ کرام پر افترا کیا، اپنی نمازیں سب برباد کیں، اُس کی ایک نماز بھی نہیں ہوئی نہ اسکے پیچھے دوسروں کی ہوئی، اس پر فرض ہے کہ جتنی نمازیں ایسی پڑھی ہوں سب کی قضا کرے اور جتنی نمازیں اوروں نے اس کے پیچھے پڑھی ہیں اُن پر بھی فرض ہے کہ اُن کی قضا کریں۔ قرآن عظیم، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ضرور قلب مبارک پر نازل ہوا مگر پڑھنے کیلئے۔ **قال اللہ تعالٰی**

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ [2]۔	اس قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے اتارا کہ تم لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] القرآن ۱۷/ ۱۰۶

نماز میں قرآن کا پڑھنا فرض ہے قال اللہ تعالٰی:

فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ[1]۔	نماز میں قرآن پڑھو جتنا آسان ہو۔

اس کا نام پاک ہی قرآن ہے قرآن قرأت سے اور قرأت پڑھنا اور پڑھنا نہ ہوگا مگر زبان سے، دل میں تصوّر کرنے کو پڑھنا نہیں کہتے حالتِ جنابت میں قرآن پڑھنا حرام ہے اور تصوّر منع نہیں۔ نماز میں قرأتِ کلام مجید پر اجماع مسلمین کا خلاف جہنم کا خیال ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

وَ مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُ الْهُدٰی وَ یَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۱۱۵﴾ ۔[2]	جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مخالفت کرتا ہے اور مومنین کی راہ کے علاوہ راہ پر چلتا ہے ہم پھیر دیں گے اسے اس راہ پر جس پر وُہ چلا اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۴۲۹: از شہر محلّہ ملوکپور مسئولہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو آخری رکعت کے قعدہ میں کیا پڑھنا چاہیے۔

الجواب:

التحیات، درود، دُعا اگر اسے اوّل سے نماز ملی ہو اور اگر کسی رکعت کے پڑھنے کے بعد شامل ہوا تو امام کے ساتھ قعدہ اخیرہ میں التحیات ٹھہر ٹھہر کر اس قدر ترتیل کے ساتھ پڑھے کہ اس کی التحیات امام کے سلام وقت ختم ہو، اور اگر یہ التحیات پڑھ چکا اور امام نے ابھی سلام نہ پھیرا تو پچھلے دونوں کلمہ شہادت بار بار پڑھتا رہے یہاں تک کہ امام سلام پھیرے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۳۰: از دھوراجی کاٹھیاواڑ مدرسہ سرمایہ فخر عالم مرسلہ مولٰینا مولوی غلام گیلانی صاحب ۷ صفر ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الاستفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ اگر نمازِ فرض یا نفل بیٹھ کر پڑھے جائیں تو سجدے میں پاؤں سے سُرین کو نہ اُٹھائے ورنہ نماز ٹوٹ جائے گی، چنانچہ طحاوی و عینی و ہدایہ و جواہر نفیسہ و کنز العباد و عنایہ و کفایہ نے اس کو ذکر کیا ہے **بینوا توجروا۔**

---

[1] القرآن ۷۳/ ۲۰

[2] القرآن ۴/ ۱۱۵

الجواب: وهو الموفق لِلصِدقِ والصَّوَابِ والیه المرجعُ وَالْمٰاٰب

طحاوی و عینی، ہدایہ و کفایہ و عنایہ میں تو یہ مسئلہ بالکل نہیں غلط مشہور ہے ناقل پر تصحیح نقل ضروری ہے۔ جواہر نفیسہ، وکنزالعباد دونوں ضعیف کتابیں ہیں اور اوّل غیر مشہور بھی ہے اور اس کا مصنف بہت ہی کم علم ہوا ہے چنانچہ اس کے دیکھنے سے پُورا حال اس کا معلوم ہوتا ہے اس میں بڑے ضعیف وخلافِ تحقیق وغلط مسائل ہیں ایک ہی جگہ میں بلاوجہ ترجیح "یجوز" و "لایجوز" کو جمع کیا ہوا ہے یہ چھوٹا سا رسالہ ہے عربی زبان میں جنازہ کے غسل وکفن دفن قبر وغیرہ کے متعلق مسائل بیان کئے ہیں، اور دوسری کا مصنف علی بن لقمہ غوری ہے اس کو ضعیف کہا ہے۔ علامہ مُلّا علی قاری نے وجمال الدین مرشدی نے مفید المفتی صفحہ ۱۹۴ اور علامہ شامی نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔ بعض کتابوں کے بیاض یا وقایہ پر یہ عبارت اس طور پر ہے:

من صلی قاعد افسجد لایرفع الیتیه وان رفع الیتیه فسدت صلاته فکذا رجلیه کذافی المحیط الچلپی والاصل ان المریض او غیرہ اذاصلی قاعد ا لا یرفع الیتیه کما لا یرفع رجلیه فی السجود واذارفع رجله واحداوالیتیه واحدة لاتفسد کذافی چلپی ابن الملك والمختار ان یقعد کما یقعد فی حالة التشهد وهوالذی اختارہ فقیه ابواللیث و شمس الائمة السرخسی وقال ابو یوسف رحمه الله اذاحان وقت الرکوع والسجود ویقعد کما یقعد فی التشهد کذا فی العینی شرح الهدایة ص ۱۶ اھ	جو شخص بیٹھ کر نماز ادا کرے وہ سجدہ کے وقت سرین نہ اُٹھائے اگر اس نے سرین کو اُٹھایا تو اس کی نماز فاسد ہو جائیگی، اسی طرح دونوں پاؤں کا حکم ہے محیط چلپی میں اسی طرح ہے اصل یہ ہے کہ مریض وغیرہ جب بیٹھ کر نماز پڑھے تو وہ سرین نہ اُٹھائے جیسا کہ سجدہ میں پاؤں نہیں اٹھاتا اور جب کسی نے ایک پاؤں اور ایک سرین اٹھایا تو نماز فاسد نہ ہوگی، چلپی ابن املک میں اسی طرح ہے، اور مختار یہ ہے کہ اسی طرح بیٹھ جائے جس طرح تشہد میں بیٹھتا ہے۔ اسے فقیہ ابولیث وشمس الائمہ سرخسی نے اختیار کیا ہے، امام ابویوسف رحمہ اللہ نے فرمایا جب رکوع و سجود کے وقت جھکے تو اس طرح بیٹھے جس طرح تشہد میں بیٹھا جاتا ہے۔ عینی شرح ہدایہ صفحہ ۱۶ میں اسی طرح ہے اھ۔ (ت)

حالانکہ عینی وچلپی میں اس عبارت کا پتا بھی نہیں اور محیط متعدد ہیں معلوم نہیں کون سی محیط ہے وہ خود موجود نہیں جو دیکھی جائے۔ معلوم ہوا کہ یہ عبارتیں مصنوعی ہیں جن کتابوں کا ذکر کرتے ہیں اُن میں اُن کا نشان تک نہیں۔

ایضًا یہ عبارت اگر کسی معتبر کتاب میں مل بھی جائے تو اس مطلب سے اُس کو مساس بھی نہیں کیونکہ عبارت اولٰی میں جو دلیل بیان کی ہے لان الیتیه فی صلٰوة القاعد ہ الخ (قاعد کی نماز میں اسکے سرین الخ۔ ت)

وہ دعوی مذکور پر منطبق نہیں ہوتی اگر یہ حالت سجدہ کا بیان ہوتا تو دلیل میں بجائے **واذارفع قدمیه فی صلاۃ القائم** (جب قائم نے نماز میں دونوں قدم اُٹھا لئے۔ت) کے **رفع قدمیه فی السجود** (دونوں قدم حالتِ سجدہ میں اُٹھالئے۔ت) ہوتا ورنہ قید **فی صلاۃ القائم** سے لازم آتا ہے کہ صلاۃ قاعد میں **رفع قدمین فی السجود** مفسدِ صلاۃ نہ ہو اور صلاۃ قائم میں ہو حالانکہ اطلاق دلائل مبطل تفاوت ہے اس سے غالب ظن یہ ہوتا ہے کہ اس عبارت میں لفظ فسجد ناقل یا کاتب کی غلطی ہے، پس جبکہ اس لفظ کو غلط مانا جائے تو اس عبارت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ حالتِ قیام حکمی میں رفع الیتین نہ کرے ورنہ وہ ایسا ہوگا جیسے قیام حقیقی میں کوئی شخص رفع قدمین کرے کہ وہ مفسد صلاۃ ہے۔ پس اس تقریر پر یہ عبارت سائل کے مطلب سے ہے اور عبارت ثانیہ میں **لا یرفع الیتیه** (سرین کو نہ اُٹھائے۔ت) کے ساتھ قید **فی السجدہ** کی بھی مذکور نہیں لہٰذا اس سے بھی وہی مراد ہوگی کہ **لایرفع الیتیه فی القیام الحکمی** (قیام حکمی میں سرین نہ اُٹھائے۔ت) اور آگے جو مشبہ بہ کے ساتھ **فی السجدۃ** مذکور ہے سو وہ محتمل ہے کہ صرف **لا یرفع رجلیه** (پاؤں نہ اُٹھائے۔ت) کے ساتھ متعلق ہوا اور تشبیہ محض فساد میں ہوا اگر یہ احتمال متعین بھی نہ ہوتا ہم مستدل کو مضر ہے **لانه اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال** (کیونکہ جب احتمال آگیا تو استدلال باطل ہوگیا۔ت)

ایضًا متون وشروح و فتاوٰی مشہور متداولہ بین ایدی العلماء میں جو مطلقًا سجدہ رجال کی ہیئت لکھی وہ اس کے خلاف ہے اور بقاعدہ رسم المفتی وہ مقدم ہیں۔ اس قدر کتب کا خالی ہونا اسی پر مشعر ہے کہ یہ مسئلہ عدم الوجود ہے یا غیر معتبر ہے۔ شامی جلد اول ص ۱۵۲ میں ہے:

عدم الذکر یشعر باختیار عدمه اھ	عدم ذکر واضح کررہا ہے کہ وہ مختار نہیں اھ (ت)

اُسی جلد ص ۱۷۱ میں ہے:

عدم الذکر کذکر العدم۔	عدمِ ذکر، ذکرِ عدم کی مانند ہے۔ (ت)

ایضًا سلف کا عمل اس پر نہیں پایا گیا لہٰذا اگرچہ صحیح بھی ہو اس پر عمل نہ ہوگا۔ شامی جلد اوّل ص ۳۰۸ طبع خورد میں ہے:

هذا یعلم ولا یعمل علیه لما فیه من مخالفة السلف۔	یہ معلوم کرلیا جائے اور اس پر عمل نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس میں سلف کی مخالفت ہے۔ (ت)

ایضاً جواہر نفیسہ اور دوسری بعض کتابوں میں جو یہ مسئلہ بتایا جاتا ہے کتب غیر معتبرہ مجہولہ ہیں اور جو معتبرہ ہیں ان کا حوالہ غلط ہے اور ظاہر ہے کہ علمِ فقہ کا ایسے غیر مشہور و مجہول حواشی و فتاوٰی سے نہیں لیا جاتا اُسی شامی اُسی جلد میں ہے:

الفقه لاینقل من الهوامش المجهولة و ان قال معتمدا انه بخط ثقة[1]۔ اھ	مسائل فقہ حواشی مجہولہ سے نقل نہیں کئے جاتے اگرچہ کوئی معتمد یہ کہے کہ یہ ثقہ کی تحریر ہے۔ اھ (ت)

برخلاف استصحاب کے وُہ نقل کرنا حواشی مجہولہ سے بھی درست ہے،

لانه لتائید ابقاء ماکان علی ماکان فیکفی المدفع وان لم یکف المرفع فان الرفع اسهل من الدفع فافهم وتثبت ولاتهبت۔	کیونکہ یہ کسی شے کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھنے کی تائید کے لئے ہوتا ہے تو دافع کو کفایت کرے گا اگرچہ رافع کو کفایت نہ کرے کیونکہ رفع دفع سے اسہل ہے تو غور کر ثابت قدم رہ اور بزدل نہ بن۔ (ت)

ایضاً یہ قول مخصص کا ہے اور یہ معتبر نہیں شامی جلد اول ص ۵۱۵ میں ہے۔ تخصیص القول یفید انه خلاف المعتمد[2] اھ (تخصیص قول مفید ہے اس بات کے کہ یہ معتمد کے خلاف ہے اھ۔ ت)

ایضاً اس طرح سجدہ کرنے سے متعدد سُنتوں کا ترک لازم ہوتا ہے پس من حیث الدلیل بھی ضعیف ہے اگرچہ اس پر عمل و فتوٰی بھی ہو نہ ایک فقیہ و امام بلکہ بہت اماموں کا اُسی شامی جلد اول ص ۱۱۴ میں المرجح بقوة الدلیل هو الارجح وان صرح بان الفتوٰی علی غیرہ اھ (جو قول قوت دلیل کی بنا پر ترجیح پائے وہ ہی ارجح ہوتا ہے اگرچہ اس بات پر تصریح ہو کہ فتوٰی اس کے غیر پر ہے اھ۔ ت) ص ۸۱۶ میں ہے:

لیس للمفتی الافتاء بالضعیف ولاینتفی الضعف بافتاء کثیر من ائمة خوارزم[3]۔	مفتی کے لئے ضعیف پر فتوٰی جاری کرنا درست نہیں اور اکثر ائمہ خوارزم کے افتاء سے ضعف ختم نہیں ہو سکتا۔ (ت)

ایضاً اس میں احتمال ہے کہ یہ امر بدعت ہو اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة

---

[1] ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۱۴

[2] ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۱۴

[3] ردالمحتار باب العیدین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۱۴

کان ترکہ اولٰی[1]۔ (جب کسی حکم کے سنّت اور بدعت ہونے میں تردّد ہو تو اس کا ترک اولٰی ہوتا ہے۔ ت)

شامی جلد اوّل ص ۳۷۰، بحرالرائق جلد دوم ص ۱۷۸ میں ہے:

ماتردد بین بدعۃ وواجب یؤتی بہ اوبین سنۃ و بدعۃ فلایؤتی بہ[2]۔	جب کسی چیز کے بدعت اور واجب ہونے میں تردد ہو تو اس چیز پر عمل کیا جائے گا اور جب سنّت یا جس چیز کے سنّت و واجب ہونے میں تردد ہو تو پھر عمل نہیں کیا جائے گا اھ (ت)

اور ظاہر کہ اس طور پر سجدہ کرنا غیر معتبر ہے پس اگر یہ مسئلہ درست ہونے کی تقدیر پر جبکہ لوگوں سے نہ ہوسکے گا لوگ گنہگار ہوں گے اور اس میں حرج عظیم ہے۔ شامی جلد ثالث ص ۲۳۹ میں ہے:

فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ[3] اھ۔	اس میں حرج عظیم ہے کیونکہ اس سے امت کا گناہگار ہونا لازم آتا ہے اھ (ت)

لوگوں کے ساتھ یہی ارفق واوفق ہے کہ سجدہ میں سرین کو بلند کریں تاکہ سجدہ آسانی سے ادا ہوجائے۔ شامی جلد پنجم ص ۳۴۶ میں ہے:

وھو ارفق باھل ھذا الزمان لئلایقع فی الفسق والعصیان[4] اھ	یہی اہل زمانہ کے لئے آسان ہے تاکہ وہ فسق اور عصیان (نافرمانی) میں واقع نہ ہوں اھ (ت)

اسی جگہ میں ہے:

لکن اطلاق المتون موافق لاطلاق الادلۃ ولکونہ ارفق باھل ھذاالزمان[5] اھ۔	متون کے اطلاق کو دلائل کے اطلاق کے ساتھ موافقت کی وجہ سے تقدیم حاصل ہوگی اور اس لئے بھی لوگوں کے لئے یہ نہایت ہی آسان ہے اھ (ت)

فقہ کی معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ بالکل نہیں ہے اور تصوف واوراد کی کتابوں میں سے ناقل نے نقل کیا ہے کیونکہ کنزالعباد اوراد و وظائف کی کتاب ہے اور تکلیفیہ کا محل و باب کتب فقہ ہیں اور یہ قاعدہ فقیہہ ہے۔

---

[1] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۵

[2] بحرالرائق آخر باب العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۵

[3] ردالمحتار کتاب الحدود مطلب فیمن وطئی من زفت الیہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۱۷۰

[4] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۴۹

[5] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی اللبس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/ ۲۴۹

کہ جو مسئلہ مذکور ہو فی بابہ وہ اولیٰ بالعمل ہوتا ہے اس سے جو کہ مذکور فی غیر بابہ ہو۔ شامی جلد ثالث میں ہے:

المسئله المذکورة فی بابه اولی من المذکورة فی غیر بابه[1] اھ۔	اپنے باب و فصل میں مذکورہ مسئلہ اس سے اولیٰ بالعمل ہوتا ہے جو متعلقہ باب کے غیر میں مذکور ہوا اھ (ت)

مسائلِ فقہ کے لئے کنزالعباد کی تین کتابیں غیر مظنہ ہیں:

قال الحموی ما فی غیر المظنه والکتب الغریبة یتوهم ان یکون ضعیفا[2] ص ۳۱	امام حموی کہتے ہیں جو غیر مظنہ اور کتب غریبہ میں ہو اس کے متعلق وہم ہوتا ہے کہ وہ ضعیف ہو اھ (ت)

کلام ائمہ بھی اسی کا مقتضی ہے کہ سجدہ میں رفع الیتین نہ کیا جائے ابوالسعود حاشیہ ملا مسکین علی الکنز میں ہے:

مایقضیه کلام الائمة یوخذ بلا توقف[3] اھ ص ۳۲۴	کلام ائمہ جس کا تقاضا کرے اس پر بلا توقف عمل کیا جائے گا اھ (ت)

یہ مسئلہ فقیہ کا قول نہیں اگر ہو بھی تو بمقتضائے کلام ائمہ متروک ہو جائے گا۔ المسلک المتقسط میں ہے:

مقتضی کلام ائمة المذهب اولی بالاعتبار من کلام نعض المشائخ[4]۔	ائمہ مذہب کے کلام کا مقتضی باعتبار بعض مشائخ کے کلام سے اولیٰ ہوتا ہے (ت)

یہ مسئلہ کسی صورت سے ثابت نہیں ہوتا اور جب تک ثابت نہ ہوسکے عمل اصل ہی پر ہوگا اور وہ نفی ہے یعنی نفی عمل، اسی مسلک المتقسط میں ہے:

الاصل هوالنفی حتی یتحقق الثبوت[5] اھ۔	جو چیز ثابت نہ ہو اس کی اصل نفی ہے۔ اھ (ت)

غرض یہ مسئلہ غلط ہے آدابِ نماز سے بھی نہیں ہو سکتا ہے اور ذکر بھی نہیں ہو سکتا ہے اس کا ایک آدھ رسالہ بے سروپا میں ہے اگر تسلیم بھی کیا جائے کہ بہت سی جگہوں میں مذکور ہے تو بھی کثرت نقول مستلزم صحت کو نہیں پہلے ایک

---

[1] ردالمحتار باب الوطء الذی یوجب الحد والذی یوجبہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۱۵۲

[2] حاشیہ حموی مع الاشباہ والنظائر مقدمۃ الکتاب مطبوعہ ادارۃ القرآن الخ کراچی ۱/ ۱۶

[3] فتح المعین باب الصلوٰۃ العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کرای ۱/ ۳۲۴

[4] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری فصل فی تمتع المکی مطبوعہ دارالکتاب العربیۃ بیروت ص ۱۹۰

[5] المسلک المتقسط مع ارشاد الساری فصل فی رکعتی الطواف مطبوعہ دارالکتاب العربیۃ بیروت ص ۱۱۰

شخص کو غلطی ہوجاتی ہے اور بعد کے لوگ اس کی غلطی بظنِ صحت نقل کرتے چلے جاتے ہیں۔ شامی جلد ۴ ص ۳۵۱ میں ہے:

قد یقع کثیرا ان مؤلفا یذکر شیئا خطأ فینقلونه بلا تنبیه فیکثر الناقلون واصله لواحد مخطئ[1]	اکثر ایسا واقع ہوا ہے کہ مؤلف سے کوئی غلطی ہوگئی تو لوگ اسے بلاتنبیہ نقل کرتے رہتے ہیں حتی کہ اس کے ناقلین کثیر ہوجاتے ہیں حالانکہ اصل کے اعتبار سے ایک مخطی ہوتا ہے۔ (ت)

اور اگر مدعی اس امر کا بعد عرق ریزی کے ثابت بھی کردے کہ یہ ہی مطلب ہے اور فلاں فلاں کتاب میں اس کو لکھا ہے تو بنا بر تسلیم یہ جواب ہے کہ یہ قول مخطی کا ہے جبکہ شرح وقایہ کے متفرق الحواشی میں ہے:

قال الشیخ الامام الفاضل المحقق ابو عبیدالله فی صلاة النافلة قاعدا ثلثة اقوال، قول الروافض، وقول اهل السنة والجماعة، وقول المخطی اما قول الروافض فهم یقولون ان المصلی اذاصلی النافلة قاعدا فصلاته کصلاة القائم الا اذا رکع وسجد یرفع الالیتین فی الرکوع والسجود ولانهم قالوا صلاته علی صلاة القائم واما قول المخطی فهو یقول لا یرفع الالیتین لا فی الرکوع ولا فی السجود لان نبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم فعل کذٰلك واما قول اهل السنة والجماعة فهو یقولون بعدم الرفع فی حال الرکوع و بالرفع فی حال السجود والمخطی رأی النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم من بعید ولم یقف بحاله علیه الصلٰوة والسلام او لعله صلی فی حالة المرض بالایماء کما هو شان الرکوع والسجود للمومی فی الصلاة وسجد	شیخ فاضل محقق ابوعبیدالله نے کہا کہ بیٹھ کر نوافل ادا کرنے کے بارے میں تین اقوال ہیں، روافض کا قول، اہلسنت وجماعت کا قول اور خطا کرنے والے کا قول۔ (تفصیل) روافض کا قول یہ ہے وہ کہتے ہیں نمازی جب نوافل بیٹھ کر ادا کرے تو اس کی نماز قائم کی طرح ہی ہے البتہ وہ رکوع وسجدہ کے وقت سرین بلند کرے۔ اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی نماز (کا درجہ) قائم کی نماز کی طرح ہے۔ خطا کرنے والے کا قول یہ ہے کہ وہ کہتا ہے رکوع اور سجود دونوں وقت سرین نہ اُٹھائے کیونکہ نبی اکرم صلی الله تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے۔ اہلسنت وجماعت کہتے ہیں حالت رکوع میں سرین نہ اُٹھائے لیکن حالت سجود میں اُٹھائے، اور خطا کرنے والے نے حضور صلی الله تعالٰی علیہ وسلم کو دور سے دیکھا لہٰذا وہ کامل طور پر آپ علیہ الصلٰوۃ والسّلام کے حال سے آگاہ نہ ہوسکا یا یہ بھی امکان ہے کہ نبی اکرم صلی الله تعالٰی علیہ وسلم نے

---

[1] ردالمحتار باب المتفرقات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴/ ۲۵۲

اخفض قریبا من الرکوع قریبا من الارض ولم یرفع الیتیه لان فی هذه الصلاة لا یحتاج المصلی الی رفعهما فظن الرائی انه علیه الصلاة والسلام صلی فی حالة الصحة قاعدا وسجد بوضع الجبهة علی الارض ولم یرفع الیتیه فحکم علی الاطلاق کما فی مسح العمامة اخطأ الرائی حیث مسح النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی رأسه ثم وضع العمامة علی الرأس وظن ان مسح العمامة تجوز بدلا عن مسح الراس والحال انه علیه الصلاة والسلام لم یمسح علی العمامة هذا کتبه العبد المذنب الجانی القاضی غلام گیلانی السنی الحنفی النقشبندی الرضوی کان الله له ولمشائخه اٰمین بحرمة النبی الامن الامین۔	حالتِ مرض میں اس طرح اشارہ کے ساتھ نماز ادا فرمائی ہو جس طرح اشارہ سے نماز ادا کرنے والا نمازی رکوع و سجود ادا کرتا ہے آپ نے سجدہ زمین کے قریب رکوع سے زیادہ جھک کر کیا ہو اور پچھلے حصے کو نہ اُٹھایا ہو کیونکہ اس حالت میں نمازی سرینوں کو اُٹھانے کا محتاج ہی نہیں ہوتا تو دیکھنے والے نے گمان کرلیا کہ آپ علیہ الصلٰوۃ والسلام نے حالتِ صحت میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی ہے اور سجدہ کے وقت پیشانی زمین پر رکھی اور جسم کے پچھلے حصے کو نہ اُٹھایا تو اس نے مطلقًا حکم جاری کردیا جیسا کہ عمامہ پر مسح کے معاملے میں دیکھنے والے سے خطا ہوئی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سرِ اقدس پر مسح فرمایا پھر عمامہ پر مسح سر کے مسح کے بدلہ میں جائز ہے حالانکہ آقائے دوجہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عمامہ پر مسح نہیں فرمایا تھا یہ الفاظ ایک گناہگار بندے قاضی غلام جیلانی سنّی حنفی نقشبندی رضوی نے لکھے ہیں اللہ تعالٰی نبی امین کے صدقے اسکا اور اسکے مشائخ کا ہوجائے۔ (ت)

الجواب:

الحمد للہ وحدہ (تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جو وحدہ لا شریك ہے۔ت) فاضل سلمہ القریب المجیب نے جو حکم تحقیق فرمایا وہی صحیح و حق صریح ہے اور سجدہ قاعدہ میں رفع الیتین مفسد صلاۃ ہونا زعم باطل و مردود و قبیح ہے اور جن معتبر معتمد کتابوں کا مدعی نے نام لیا ان سب پر محض افترا ہے اور جو وہم دلیل بنام دلیل ذکر کیا یکسر پادر ہوا ہے، صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و نسائی و ابن ماجہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

امرت ان اسجد علی سبعة اعظم	میرے رب نے مجھے حکم فرمایا کہ سات استخوانوں پر سجدہ

على الجبهة واليدين والركبتين واطراف القدمين[1]۔	کروں پیشانی اور دونوں ہاتھ اور دونوں زانو اور دونوں پاؤں کے نیچے۔

ان میں دونوں سرین ملانا زیادت فی الشرع ہے اور زیادت فی الشرع حرام،

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھورد[2] اخرجہ البخاری ومسلم وابوداؤد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ عنہا۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ہمارے اس امر (شرع) میں بدعت ایجاد کی جو شریعت سے نہ ہو تو وہ مردود ہے۔ بخاری ومسلم وابوداؤد اور ابن ماجہ نے اسے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور زیادت بھی اس ادعا سے کہ فرض ہے اور اسکا ترک مفسد نماز اس کے ثبوت کو تو احادیث احادہ بھی ناکافی ہوتیں کما تقرر فی مقرہ وعلم من صنیع صحابنا رضی اللہ تعالٰی عنھم فی سورۃ الفاتحہ و غیرھا (جیسا کہ اپنے مقام پر اسکی تقریر ہوچکی ہے اور سورۃ فاتحہ وغیرہا سے متعلق ہمارے اصحاب احناف رضی اللہ تعالٰی عنہم کے طریقہ سے معلوم ہوچکا ہے۔ ت) نہ کہ وہ کہ جس کا پتا نہ حدیث میں نہ فقہ میں جس پر دلیل درکنار شبہہ تک نہیں ایسی جگہ غیر فرض کو فرض بتانا بہت سخت حکم رکھتا ہے فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾[3] (کیا تم باز نہیں آوگے۔ ت) اول تو الیتین کی بجائے قدمین ہونے پر کیا دلیل اور بفرض غلط ہو بھی تو قعود میں کہ صلاۃ القاعد میں بجائے قیام ہے اور مفہوم قعود میں الصاق الیتین داخل کمافی بدائع ملک العلماء (جیسا کہ بدائع ملک العلماء میں ہے۔ ت) سجود کہ نہ قیام ہے نہ قعود نہ الصاق مذکور اس سے مفہوم نہ اُس میں مقصود بلکہ سجدہ رجال میں احادیث متوترہ قولیہ وفعلیہ ونصوص متظافرہ متون وشروح وفتاوی فقہیہ میں صراحۃً اس کی نفی موجود اس میں الصاق مذکور سے نفی کراہت و مخالفت سنّت بھی قطعاً مردود نہ کہ ادعائے فرضیت کہ اشنع باطل واخنع مطرود ونسأل اللہ العفو والعافیۃ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ الغفور الودود واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۳۱: از مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ منظر الاسلام محلّہ سوداگران بریلی ۹ صفر ۱۳۳۹ھ

رکوع کرتے وقت نظر کس جگہ رکھنا چاہئے؟

---

[1] صحیح البخاری باب السجود علی الانف مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۲

[2] صحیح البخاری باب اذا صطلحوا علی صلح جورٍ فھو مردود مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۱

[3] القرآن ۵/ ۹۱

الجواب:

رکوع میں قدموں پر نظر ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

مسئلہ نمبر ۴۳۲: از کلکتہ بلگچھیا مدرسہ عظیمیہ مسئولہ تصدق حسین صاحب ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ فریضہ نمازوں کے بعد دُعا مانگ کر ہاتھوں کو منہ پر ملتے ہوئے زور کی آواز کے ساتھ چومنا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نماز کے بعد دُعا مانگنا سنّت ہے اور ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا اور بعد دُعا منہ پر ہاتھ پھیر لینا یہ بھی سنّت سے ثابت ہے مگر چومنا کہیں ثابت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۴۳۳: از مدرسہ منظر الاسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ **الحمد** شریف کے بعد آمین آہستہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ امام سورہ فاتحہ پڑھ کر آمین کہے یا نہیں؟ اور جماعت کے ساتھ مقتدی بھی کہے یا نہیں؟ منفرد کو تیسری چوتھی رکعت میں آمین کہنا جائز ہے یا نہیں؟ اگر نہیں اور زبان سے نکل جائے تو سجدہ سہو ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نماز کی ہر رکعت میں امام ومنفرد کو ولا الضالین کے بعد آمین کہنا سنّت ہے۔ جہری نماز میں مقتدی بھی ہر رکعت میں کہیں اور غیر جہری رکعت یا سری نماز میں ولاالضالین ایسی خفی آواز میں کہا کہ اس کے کان تک پہنچی تو اس وقت بھی یہ آمین کہے ورنہ نہیں اور آمین سے سجدہ سہو کسی وقت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۴۳۴: از شہر محلّہ گڑھیا مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب بریلوی ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

عالی جاہ دام ظلکم۔ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اگر کوئی شخص ٹھہری ہوئی ریل میں قبلہ رُخ ہو کر اس طرح نماز پڑھے کہ ریل کی دونوں پٹریوں کے درمیان جو جگہ خالی ہے اس میں کھڑا ہو کر رکوع کرے اور کوتاہی جگہ سے ایک پٹڑی پر سرین رکھ کر دوسری پٹڑی پر سجدہ کرے اور پاؤں اسی خالی جگہ میں قائم رہیں یونہی پیچھے کی پٹڑی پر بیٹھ کر اور آگے پاؤں ٹکا کر جلسہ قعدہ کرے تو نماز صحیح ہوگی یا نہیں **بینوا توجروا۔**

الجواب:

مولٰنا اکرمکم اللہ وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس طرح سجدہ ہرگز ادانہ ہوگا۔ نماز نہ ہوگی اور ایسا قعدہ بھی محض خلافِ سنّت اور اسکی ضرورت بھی نہیں۔ قعدہ میں پاؤں سمیٹ کر اسی خالی جگہ میں

بیٹھ سکتا ہے اور سجدہ کیلئے سر ذرا خم کرکے سامنے کی پٹڑی کے نیچے داخل کرکے بخوبی ادا کرسکتا ہے میں نے بارہا اس طرح ادا کی ہے۔ جب مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ تعالٰی کی ہمراہی میں تیسرے درجے میں سفر کرنا ہوتا تھا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۳۵: مرسلہ مولوی سید غلام امام صاحب سیہسوانی ۳ جمادی الآخرہ ۱۳۰۸ھ

بخدمت مولوی صاحب سر جمیع اہل فضل و کمال مسلم الشرف والعلا ابقاھم اللہ دائم البقا علی الطریق المسنون۔ السلام علیکم و بطریقے و مرادے ہزاروں دُعا و ثنائے خلق عالم نوازہ و سلام مخلصانہ کے بعد کچھ تصدیق ہے آپ کے روبرو ایک جمعہ کی نماز کے بعد میں ذکر فضیلتِ عمامہ کا جو آپ سے کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسا ہی ہے اور کچھ عربی فقرہ بھی پڑھا تھا لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ اگر میری یاد صحیح ہے تو اُس کو لکھ کر عنایت فرمائیں میں نہایت ممنونی موروثی کے ساتھ شکر عنایت عالی کو اچھا ضمیمہ کروں گا۔ فقط

الجواب:

جناب من ادام اللہ تعالٰی کرامتکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ، فضل صلاۃ بالعمامۃ میں احادیث مروی وہ اگرچہ ضعاف ہیں مگر درباره فضائل ضعاف مقبول اور عندالتحقیق ان پر حکم بالوضع محل کلام۔

حدیث اوّل: اخرج الطبرانی فی الکبیر عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل و ملٰئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ[1] یعنی بیشک اللہ عزوجل اور اسکے فرشتے جمعہ میں عمامہ باندھے ہوؤں پر درود بھیجتے ہیں۔

اقتصر الحافظان العراقی والعسقلانی فی تخریجی احادیث الاحیاء والرافعی علی تضعیفہ قالہ السیوطی فی اللآلی واورد الحدیث فی جامعہ الصغیر ملتزما ان لا یورد فیہ موضوعاً۔	دو حفاظ محدثین عراقی اور عسقلانی نے تخریج احادیث احیاء علوم الدین اور تخریج احادیث الرافعی الکبیر میں اس کی تضعیف پر اقتصار کیا ہے یہ بات سیوطی نے اللآلی میں بیان کی ہے اور اپنی کتاب جامع صغیر میں اسے نقل کیا ہے حالانکہ انہوں نے اس کتاب جامع صغیر میں اس بات کا التزام کر رکھا ہے کہ کوئی موضوع روایت اس میں ذکر نہ کی جائے گی۔ (ت)

---

[1] مجمع الزوائد باب اللباس للجمعۃ مطبوعہ دارالکتاب ۲/ ۱۷۶، الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۸۱۷ مطبوعہ دارالعرفۃ بیروت ۲/ ۲۷۰

حدیث دوم: ابن عساکر والدیلمی وابن النجار عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول صلاۃ تطوع او فریضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ و جمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ[1]۔ یعنی ایک نماز نفل ہو یا فرض عمامہ کے ساتھ پچیس نماز بے عمامہ کے برابر ہے اور ایک جمعہ عمامہ کے ساتھ ستّر جمعہ بے عمامہ کے ہمسر۔

فیہ مجاھیل **قلت** ولیس فیھم کذاب ولا وضاع ولامتھم بہ ولا فیہ ما یردہ الشرع اور یحیلہ العقل وقد اوردہ السیوطی فی الجامع الصغیر۔	اس میں مجہول راوی ہیں **قلت** (میں کہتا ہوں) ان میں سے کوئی بھی کذاب اور وضّاع (حدیث گھڑنے والا) نہیں اور نہ ہی کوئی متہم بالوضع ہے اور نہ اس میں کوئی ایسی چیز ہے جس کو شریعت رد کرتی ہو یا اسے عقل محال تصور کرتی ہو، اسے امام سیوطی نے جامع صغیر میں نقل کیا ہے۔ (ت)

حدیث سوم: الدیلمی عن انس رضی اللہ تعالٰی قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الصلاۃ فی العمامۃ تعدل بعشرۃ اٰلاف حسنۃ[2]۔ یعنی عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے۔

ھذا ضعیف جدافیہ ابان متروک واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔	یہ نہایت ہی ضعیف ہے کیونکہ اس میں ابان متروک ہے۔ ت

مسئلہ نمبر ۴۳۶: از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بعد سلام امام کو پنجوقتہ نماز میں داہنے بائیں پھر کے دُعا مانگنا چاہئے یا صرف فجر وعصر میں۔

الجواب:

کسی نماز میں امام کو ہرگز نہ چاہئے کہ وہ روبقبلہ بیٹھا رہے انصراف مطلقًا ضرور ہے صرح بہ فی الذخیرۃ

---

[1] مرقات بحوالہ ابن عساکر الفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۰ کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر فرع فی العمائم مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۳۰۶

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۸۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۴۰۶

نوٹ: جس کتاب سے حوالہ دیا گیا ہے اس کتاب کے الفاظِ حدیث میں "تعدل" کا لفظ نہیں ہے اور بجائے "الاف" کے "الف" ہے، الفاظِ حدیث یوں ہیں: "الصلوٰۃ فی العمامۃ عشرۃ الف حسنۃ"۔ نذیر احمد سعیدی

والحلیۃ وغیر ھما (اس پر ذخیرہ اور حلیہ وغیرہ میں تصریح ہے۔ ت) البتہ ظہر و مغرب و عشاء کے بعد دعا میں زیادہ اطالت نہ ہو اور جبکہ معمول مقتدیان ہے کہ تافراغِ دعا پابندِ امام رہتے ہیں ایسی تطویل کہ کسی مقتدی پر ثقیل ہو مطلقاً منع ہے **وتحقیق المسألۃ فی فتاوی الفقیر غفر اللہ تعالٰی لہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۳۷: از بریلی محلّہ ذخیرہ مرسلہ شیخ محمد حسین ربیع الآخر ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں زید کہتا ہے کہ ہر ایک مسلمان مرد و عورت عاقل و بالغ پر جیسے کہ نماز پڑھنا فرض ہے ویسے ہی نماز کے معنی اپنی زبان میں یاد کرلینا بھی فرض ہے پھر وقت نماز کے جو لفظ زبان عربی میں پڑھا جائے اُس کے معنی بغور دل میں سمجھ لینا بھی فرض ہے پس باوجود طاقت ہونے کے سیکھنے سکھانے میں سُستی کرے یا معنی جانتا ہے اور وقت پر بے غوری کرے ایسے شخص کی نماز کا پھل کیا ہوگا دنیا و آخرت میں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

ان دونوں باتوں میں کچھ فرض نہیں بغیر ان کے بھی سر سے فرض اُتر جانے کا پھل حاصل ہے۔

فی الاشباہ لاتحسب اعادتھا لترک الخشوع[1] و فی الغمز عن الملتقط قول بعض الزھاد من لم یکن قلبہ فی الصلاۃ (مع الصلوٰۃ) لا قیمۃ لصلاتہ لیس بشیئ[2] الخ	اشباہ میں ہے ترک خشوع کی بنا پر نماز کا اعادہ مستحب نہیں، اور غمز میں ملتقط کے حوالے سے ہے کہ بعض زاہدوں کے اس قول کی کوئی حقیقت نہیں کہ جس کا دل نماز میں حاضر نہ ہو اس کی نماز کی کوئی قیمت نہیں الخ (ت)

ہاں نماز کا کمال نماز کا نور نماز کی خُوبی فہم و تدبّر و حضور قلب پر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۳۸: از غازی پور محلّہ میاں پورہ مرسلہ منشی علی بخش صاحب محرر دفتر ججی غازی پور ۷ ذیقعد ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ تمام فرائض پنجگانہ کے بعد امام کو شمال یا جنوب کی طرف پھر جانا دُعا کے واسطے واجب یا مستحب ہے یا نہیں اور سوائے عصر و فجر کے فرائض سہ گانہ کے بعد اگر نہ پھرے تو گنہگار ہوگا یا نہیں؟

الجواب:

بعد سلام قبلہ رُو بیٹھا رہنا ہر نماز میں مکروہ ہے وہ شمال و جنوب و مشرق میں مختار ہے مگر جب کوئی

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الصّلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۱۲

[2] غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الصّلوٰۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۲۱۲

مسبوق اس کے محاذات میں اگرچہ اخیر صف میں نماز پڑھ رہا ہو تو مشرق یعنی جانبِ مقتدیان منہ نہ کرے، بہرحال پھر نامطلوب ہے اگر نہ پھرا اور قبلہ رُو بیٹھا رہا تو مبتلائے کراہت وتارک سنّت ہوگا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۴۳۹: قازاروہ نگلہ ڈاکخانہ اچھنیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی صاحب رمضان شریف ۱۳۳۰ھ

اکثر دیہات میں نماز پڑھ کر جب اُٹھتے ہیں کونا مصلّی کا اُلٹ دیتے ہیں اس کا شرعًا ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب:

ابن عساکر نے تاریخ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الشیاطین یستمتعون بثیابکم فاذانزع احدکم ثوبہ فلیطوہ حتی ترجع الیھا انفاسھا فان الشیطان لایلبس ثوبا مطویا۔[1]	شیطان تمہارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں تو کپڑا اتار کر تہہ کردیا کرو کہ اس کا دام راست ہوجائے کہ شیطان تہہ کئے کپڑے نہیں پہنتا۔

معجم اوسط طبرانی کے لفظ یہ ہیں:

أطووا ثیابکم ترجع الیھا ارواحھا. فان الشیطان اذا وجد الثوب مطویا لم یلبسہ، وان وجدہ منشورا لبسہ۔[2]	کپڑے لپیٹ دیا کرو کہ ان کی جان میں جان آجائے اس لئے کہ شیطان جس کپڑے کو لپٹا ہوا دیکھتا ہے اسے نہیں پہنتا اور جسے پھیلا ہوا پاتا ہے اسے پہنتا ہے۔(ت)

ابن ابی الدنیا نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی:

قال ما من فراش یکون مفروشا لاینام علیہ احد الا نام علیہ الشیطان۔[3]	فرمایا جہاں کوئی بچھونا بچھا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے۔(ت)

ان احادیث سے اُس کی اصل نکل سکتی ہے اور پورا لپیٹ دینا بہتر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر عن جابر الباب الثالث فی اللباس منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۲۹۹

[2] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۵۶۹۸ مکتبۃ المعارف، الریاض ۶/ ۳۲۸

[3] ابن ابی الدنیا

مسئلہ نمبر ۴۴۰: ازجڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سیّد صابر جیلانی صاحب

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پیروں کے نیچے کپڑا نہ ہو اور صرف زانو اور سجدہ کی جگہ ہو تو نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

نماز ہوجائے گی اور بہتر اس کا عکس ہے پاؤں کی احتیاط پیشانی سے زیادہ ہے ولہٰذا اگر انگرکھا یا کُرتا بچھا کر نماز پڑھے تو چاہئے کہ گریبان کی جانب پاؤں رکھے اور دامنوں پر سجدہ کرے کہ گریبان بہ نسبت دامن احتمال نجاست سے دور ہے۔

مسئلہ نمبر ۴۴۱: ۳۵ شعبان ۱۳۲۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین وہادیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کو قبلہ کی طرف دعا مانگنا مطلقاً مکروہ ہے تو اس کی کراہت کا کیا اثر پڑنا چاہئے اور درحالتے کہ ۱۰ دس آدمی سے زیادہ ہوں مقتدی میں سے اگر اخیر صفوں تک کوئی نماز میں نہ ہو بشرط محاذات، تو امام کو چاہئے کہ مقتدیوں کو پیٹھ نہ کرے لیکن اس صورت میں اگر مقتدیوں کی مقتدیوں کو پیٹھ ہو تو اس کا کیا جواب ہے اور ایضاً مطلقاً مکروہ کے کیا معنی ہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

کراہت کا اثر ناپسندی اور اُس کا اوسط درجہ اساءت ہے یعنی بُرا کیا اور اعلیٰ درجہ کراہت تحریم اُس کا اثر گنہگار و مستحق عذاب ہونا، مطلق مکروہ غالباً تحریم کا افادہ کرتا ہے اور بلکہ خاص معنی کراہت تنزیہ بھی مستعمل ہوتا ہے مقتدیوں کے لئے شرعاً اتنا مستحب ہے کہ نقض صفوف کریں اور نماز کے بعد اُس انتظام پر نہ بیٹھے رہیں جیسے نماز میں تھے پھر بھی سب کو پھر کر بیٹھنے کا حکم نہیں کہ اُس میں حرج ہے اور مقتدی سب ایک حالت پر شریک نماز ہوئے تھے اُن میں سے کسی کا آگے پیچھے ہونا کوئی بالخصوص مقصود و مطلوب و لازم نہ تھا بلکہ اتفاقی طور پر واقع ہوا جو پہلے پہنچ گیا اس نے پہلی صف میں جگہ پائی اور جو بعد میں پہنچے انھوں نے بعد کی صف میں، اگر یہ بعد والے پہلے پہنچتے تو یہی پہلی میں ہوتے اور وہ کہ اگلی صف میں ہیں بعد کو آتے تو بعد کی صف میں ہوتے، ان کا بیٹھنا ایسا ہے جیسا مجلس کثیر میں لوگوں کا بیٹھنا کہ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ ہوتی ہے مگر وہ سب ایک حالت میں ہیں قصداً و التزاماً اُن میں ایک دوسرے پر تقدم نہیں۔ بخلاف امام کہ وہ بالقصد آگے ہوتا اور انھیں پیٹھ کرتا ہے اور یہی واجب و لازم اور متعین ہے تو اسے اس قصدی پشت کرنے سے انحراف کا حکم ہوا، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۴۲: از پیلی بھیت مرسلہ جناب مولانا مولوی محمد وصی احمد صاحب محدث سورتی ۴ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ

حدیث **صلاۃ تطوع اوفر یضۃ بعمامۃ تعدل خمسا وعشرین صلاۃ بلا عمامۃ وجمعۃ بعمامۃ تعدل سبعین جمعۃ بلا عمامۃ**[1] (عمامہ کے ساتھ نفل یا فرض نمازوں کا پڑھنا بغیر عمامہ کی نماز سے پچیس گنا افضل ہے اور عمامہ کے ساتھ جمعہ پڑھنا بغیر عمامہ کے جمعہ سے ستر گنا افضل ہے۔ ت) محدثین کے نزدیک موضوع یا ضعیف ہے؟ اور اگر کوئی شخص بسبب نفس پروری کے اس حدیث کو موضوع سمجھے اور کتب معتبرہ فقہیہ کی عبارت جو عمامہ باندھ کر نماز پڑھنے کے ثواب پر دال ہیں مثلاً عٰلمگیریہ وکنز وفتاوٰی حجہ وآداب اللباس مؤلفہ شیخ محدث دہلوی وقنیہ وغیرہا تسلیم نہ کرے اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعن طعن کرے اور مفتری علی الاحادیث تصوّر کرے اور لوگوں کو تاکید اس امر کی کرے کہ عمامہ باندھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور قصداً عمامہ اتروا ڈالے اور عمامہ باندھنے کو باوجود تاکید احادیث ثواب نہ جانے تو وہ شخص قابل الزام شرعی ہوگا یا نہیں؟ جامع الرموز میں الفاظ کی حدیث ملی:

ونص عبارتہ تنبغی ان یصلی مع العمامۃ فی الحدیث الصلاۃ مع العمامۃ خیر من سبعین صلاۃ بغیر عمامۃ کما فی المنیۃ[2]۔	اس کی عبارت یہ ہے عمامہ کے ساتھ نماز ادا کرنی چاہئے کیونکہ حدیث میں ہے عمامہ والی نماز بغیر عمامہ والی نماز سے سترّ گنا افضل ہے۔ اسی طرح منیہ میں ہے۔

اس حدیث کے حال سے آگاہ فرمائیے اور یہ منیہ کا حوالہ جامع الرموز نے دیا ہے یہی منیۃ المصلی مروج ہے یا اور کوئی منیہ ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

عمامہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سنّت متواترہ ہے جس کا تواتر یقیناً سرحد ضروریات دین تک پہنچا ہے ولہٰذا علمائے کرام نے عمامہ تو عمامہ ارسالِ عذبہ یعنی شملہ چھوڑنا کہ اُس کی فرع اور سنت غیر موکدہ ہے یہاں تک کہ مرقاۃ میں فرمایا:

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثانی من الکتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۰

[2] جامع الرموز فصل مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۹۳

قد ثبت فی السیر بروایات صحیحۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یرخی علامتہ احیانا بین کتفیہ و احیانا یلبس العمامۃ من غیر علامۃ فعلم ان الاتیان بکل واحد من تلک الامور سنۃ[1]۔	کتب سِیر میں روایاتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کبھی عمامہ کا شملہ دونوں کاندھوں کے درمیان چھوڑتے کبھی بغیر شملہ کے باندھتے۔ اس سے یہ واضح ہوجاتا ہے کہ ان امور میں سے ہر ایک کو بجالانا سنت ہے (ت)

اس کے ساتھ استہزا کو کفر ٹھہرایا کمانص علیہ الفقہاء الکرام وامروا بترکہ حیث یستہزئ بہ العوام کیلا یقعوا فی الھلاك بسوء الکلام (جیساکہ فقہاء کرام نے اس پر تصریح کی ہے اور وہاں اسکے ترک کا حکم دیا جہاں عوام اس پر مذاق کرتے ہوں تاکہ وہ اس کلام بد سے ہلاکت میں نہ پڑیں۔ ت) تو عمامہ کہ سنت لازمہ دائمہ یہاں تک کہ علماء نے خالی ٹوپی پہننے کو مشرکین کی وضع قرار دیا اور حدیث آتی رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اس پر حمل کیا۔ علّامہ علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں فرمایا:

لم یرو انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبس القلنسوۃ بغیر العمامۃ فیتعین ان یکون ھذا زی المشرکین[2]۔	یعنی اصلًا مروی نہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی بغیر عمامہ کے ٹوپی پہنی ہو، متعین ہوا کہ یہ کافروں کی وضع ہے (ت)

اسی میں بعد ذکر بعض احادیث فضیلت عمامہ ہے:

ھذا کلہ یدل علی فضیلۃ العمامۃ مطلقا نعم مع القلنسوۃ افضل فلبسھا وحدھا مخالف للسنۃ کیف وھی زی الکفرۃ وکذا المبتدعۃ فی بعض البلدان[3]۔	یعنی ان سب سے عمامہ کی فضیلت مطلقًا ثابت ہُوئی اگرچہ بے ٹوپی ہو، ہاں ٹوپی کے ساتھ افضل ہے اور خالی ٹوپی خلاف سنّت ہے، اور کیونکر نہ ہو کہ کافروں اور بعض بلاد کے بد مذہبوں کی وضع ہے (ت)

اس کا انکار کس درجہ اشد واکبر ہوگا اس کا سنّت ہونا متواتر ہے اور سنّتِ متواتر کا استخفاف کفر ہے۔ وجیز کردری پھر نہر الفائق پھر ردالمحتار میں ہے:

لو لم یر السنۃ حقا کفر لانہ	اگر کوئی شخص سنت کو حق وسچ نہیں جانتا تو اس

---

[1] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح والفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۰

[2] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح والفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۰

[3] مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح والفصل الثانی من کتاب اللباس مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۸/ ۲۵۰

استخفاف[1]۔	نے کفر کیا کیونکہ یہ اسکا استخفاف ہے۔(ت)

عمامہ کی فضیلت میں احادیثِ کثیرہ وارد ہیں بعض اُن سے کہ اس وقت پیشِ نظر ہیں مذکور ہوتی ہیں:

حدیث اوّل: سنن ابی داؤد و جامع ترمذی میں رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

فرق ما بیننا و بین المشرکین العمائم علی القلانس[2]۔	ہم میں اور مشرکوں میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔(ت)

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں اس حدیث کے نیچے لکھتے ہیں:

فالمسلمون یلبسون القلنسوۃ وفوقھا العمامۃ امالبس القلنسوۃ وحدھا فزی المشرکین فلبس العمامۃ سنۃ[3]۔	مسلمان ٹوپیاں پہن کر اوپر سے عمامہ باندھتے ہیں تنہا ٹوپی کافروں کی وضع ہے تو عمامہ باندھنا سنّت ہے۔

یہی حدیث باوردی نے ان لفظوں میں روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

العمامۃ علی القلنسوۃ فصل ما بیننا وبین المشرکین یعطی یوم القیمۃ بکل کورۃ یدروھا علی راسہ نورا[4]۔	ٹوپی پر عمامہ ہمارا اور مشرکین کا فرق ہے ہر پیچ کہ مسلمان اپنے سر پر دے گا اس پر روزِ قیامت ایک نور عطا کیا جائے گا۔

حدیث ۲و۳: قضاعی مسند شہاب میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے اور دیلمی مسند الفردوس میں مولٰی علی و عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **العمائم تیجان العرب**[5]۔ (عمامے عرب کے تاج ہیں)۔

حدیث ۴: مسند الفردوس میں انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] الفتاوی البزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ نوع فی السنن من کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۸

[2] سنن ابی داؤد باب العمائم مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۸

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث فرق مابیننا الخ مکتبۃ الامام شافعی الریاض ۲/ ۱۶۹

[4] کنز العمال بحوالہ باوردی عن رکانۃ فرع فی العمائم مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱۵/ ۳۰۵

[5] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۴۲۴۶ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۸۷

العمائم تیجان العرب فاذا وضعوا العمائم وضعوا عزھم[1] وفی لفظ وضع اللہ عزھم۔	عمامے عرب کے تاج ہیں جب عمامہ چھوڑ دیں تو اپنی عزت اُتار دیں گے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالٰی ان کی عزت اتار دے گا۔

حدیث ۵: ابن عدی امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایتوا المساجد حُسّرًا ومقنعین، فان العمائم تیجان المسلمین[2]۔	مسجدوں میں حاضر ہو سر برہنہ اور عمامے باندھے اس لئے کہ عمامہ مسلمانوں کے تاج ہیں۔

حدیث ۶: طبرانی معجم کبیر اور حاکم مستدرک میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعتموا تزدادوا حلما[3]۔ صححہ الحاکم۔	عمامہ باندھو تمہارا حلم بڑھے گا۔ (حاکم نے اسے صحیح قرار دیا۔ ت)

حدیث ۷: ابن عدی کامل وبیہقی شعب الایمان میں اسامہ بن عمیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعتموا تزدادوا حلما والعمائم تیجان العرب[4]۔	عمامہ باندھو وقار زیادہ ہوگا اور عمامے عرب کے تاج ہیں؛

وروی عنہ الطبرانی صدرہ واشار المناوی الی تقویتہ۔ طبرانی نے اس کا ابتدائی حصہ روایت کیا، امام مناوی نے اس کا قوی ہونا بیان کیا ہے (ت)

حدیث ۸: دیلمی عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وان اسلم حصین فعنھما سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العمائم وقار المؤمن وعز العرب فاذا وضعت	عمامے مسلمان کے وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر بحوالہ مسند فردوس عن ابن عباس مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۳۹۲

[2] الکامل فی ضعفاء الرجال اسامی شتّٰی ممن ابتداء اسامیھم میم المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل شیخوپورہ ۶/ ۲۴۱۳

[3] المعجم الکبیر باب ماجاء فی لبس العمائم الخ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۱۹۴

[4] شعب الایمان حدیث ۶۲۶۰ مطبوعہ دارالکتب العربیۃ بیروت ۵/ ۱۷۶

العرب عمائمها وضعت عزها۔[1]	عرب عمامے اتار دیں اپنی عزّت اتار دیں گے۔

حدیث ۹: وہی رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتزال امتی علی الفطرۃ مالبسوا العمائم علی القلانس۔[2]	میری امّت ہمیشہ دینِ حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں۔

حدیث ۱۰: ابوبکر ابن ابی شیبہ مصنف اور ابوداؤد طیالسی وابن منیع مسانید اور بیہقی سنن میں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان اللہ امدنی یوم بدر وحنین بملئکۃ یعتمون ھذہ العمۃ وقال ان العمامۃ حاجزۃ بین الکفر والایمان۔[3]	بیشک اللہ عزوجل نے بدر وحنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بیشک عمامہ کفر وایمان میں فارق ہے۔

حدیث ۱۱: دیلمی مسند الفردوس میں عبدالاعلی بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

ھکذا فاعتموافان العمامۃ سیماء الاسلام وھی حاجزۃ بین المسلمین والمشرکین۔[4]	اسی طرح عمامے باندھو کہ عمامہ اسلام کی نشانی ہے اور وہ مسلمانوں اور مشرکوں میں فارق ہے۔

حدیث ۱۲: ابن شاذان اپنی مشیخت میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عمامہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

ھکذا تکون تیجان الملئکۃ[5]۔	فرشتوں کے تاج ایسے ہوتے ہیں۔

حدیث ۱۳ و ۱۴: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عمر اور بیہقی شعب میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

علیکم بالعمائم فانھا سیماء الملئکۃ وارخوا لھا خلف ظھورکم۔[6]	عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کے شعار ہیں اور ان کے شملے اپنے پسِ پُشت چھوڑو۔

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب بحوالہ عن ابن عباس حدیث ۷۴۲۴ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۳/ ۸۸

[2] الفردوس بماثور الخطاب بحوالہ عن ابن عباس حدیث ۷۵۶۹ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۵/ ۹۳

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب التحریض علی الرمی مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۴

[4] کنزالعمال بحوالہ الدیلمی حدیث ۴۱۹۱۱ مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۴۸۳

[5] کنزالعمال بحوالہ ابن شاذان فی مشیختہ حدیث ۴۱۹۱۳ مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۴۸۴

[6] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۴۱۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۳۸۳

حدیث ۱۵: ابو عبداللہ محمد بن وضاح فضل لباس العمائم میں خالد بن معدان سے مرسلًا راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ تعالٰی اکرم ھذہ الامۃ بالعصائب الحدیث[1]۔	بیشک اللہ عزوجل نے اس امّت کو عماموں سے مکرم فرمایا، الحدیث

حدیث ۱۶: بیہقی شعب الایمان میں انہی سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعتموا خالفوا علی الامم قبلکم[2]۔	عمامے باندھو اگلی امتوں یعنی یہود و نصارٰی کی مخالفت کرو کہ وہ عمامہ نہیں باندھتے۔

حدیث ۱۷: معجم کبیر طبرانی میں ہے:

حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی حدثنا العلاء بن عمرو الحنفی حدثنا ایوب بن مدرك عن مکحول عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ عزوجل وملئکتہ یصلون علی اصحاب العمائم یوم الجمعۃ[3]۔	بیان کیا محمد بن عبداللہ حضرمی نے، بیان کیا العلاء بن عمرو الحنفی نے، بیان کیا ایوب بن مدرک سے مکحول سے ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کہ بیشک اللہ تعالٰی اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں جمعہ کے روز عمامہ والوں پر۔

حدیث ۱۸: دیلمی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الصلاۃ فی العمامۃ تعدل بعشر اٰلاف حسنۃ[4]۔ فیہ ابان۔	عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔(اس کی سند میں ابان راوی ہے۔ت)

حدیث ۱۹: رَامَہُرمُزی کتاب الامثال میں معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

---

[1] کنزالعمال فی سنن الاقوال والافعال حدیث ۴۱۱۴۵ مطبوعہ منشورات مکتبۃ التراث الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۳۰۷

[2] شعب الایمان حدیث ۶۲۶۱ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۱۷۶

[3] مجمع الزوائد بحوالہ معجم کبیر باب اللباس للجمعۃ مطبوعہ دارالکتب بیروت ۲/ ۱۷۶

[4] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۸۰۵ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۴۰۶

نوٹ: جس کتاب سے حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے اس میں "تعدل" کا لفظ نہیں ہے۔ نذیر احمد سعیدی

علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العمائم تیجان العرب فاعتموا تزدادواحلما ومن اعتم فله بكل كورحسنة فاذا حط فله بكل حطة حط خطيئة[1]۔	عمامے عرب کے تاج ہیں تو عمامہ باندھو تمہارا وقار بڑھے گا اور جو عمامہ باندھے اس کے لئے ہر پیچ پر ایک نیکی اور جب (بلاضرورت یا ترک کے قصد پر) اتارے تو ہر اتارنے پر ایک خطا ہے یا جب (بضرورت بلا قصد ترک بلکہ با ارادہ معاودت) اتارے تو ہر پیچ اتارنے پر ایک گناہ اترے۔

دونوں محتمل ہیں واللہ تعالٰی اعلم والحدیث اشد ضعفافیه ثلثة متروکون متهمون عمرو بن الحصین عن ابی علاثة عن ثویر (اللہ تعالٰی ہی بہتر جانتا ہے۔ اس حدیث میں شدید قسم کا ضعف ہے کیونکہ اس کے تین راوی متروک ومہتم ہیں انھوں نے ابوعلاثہ سے اور انہوں نے ثویر سے روایت کیا۔ت)

حدیث۲۰: مسند الفردوس میں جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

رکعتان بعمامة خیرمن سبعین رکعة بلا عمامة[2]۔	عمامہ کے ساتھ دو۲ رکعتیں بے عمامے کی ستّر رکعتوں سے افضل ہیں۔

رہی حدیث مذکورِ سوال: اسے ابن عساکر نے تاریخ دمشق اور ابن النجار نے تاریخ بغداد اور دیلمی نے مسند الفردوس میں بطریق عدیدہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا:

ابن عساکر بطریق احمد بن محمد الرقی ثنا عیسی بن یونس حدثنا العباس بن کثیر ح والدیلمی بطریق الحسین بن اسحٰق بن یعقوب القطان حدثنا سفین بن زیاد المخرمی حدثنا العباس بن کثیر القرشی حدثنا یزید بن	ابن عساکر نے بطریق احمد بن محمد از عیسٰی بن یونس از عباس بن کثیر حدیث بیان کی ح اور دیلمی نے بطریق حسین بن اسحٰق العجلی از اسحٰق بن یعقوب قطان از سفین بن زیاد المخرمی از عباس بن کثیر القرشی از یزید بن ابی حبیب از میمون بن مہران حدیث بیان کی کہا میں سالم بن عبداللہ بن عمر کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے حدیث املاء کرائی پھر میری طرف متوجہ

---

[1] کنزالعمال بحوالہ الرامہرمزی فی الامثال حدیث ۴۱۱۴۶ مطبوعہ منشورات مکتبۃ الاسلامی حلب بیروت ۱۵/ ۳۰۸

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۲۳۳ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۶۵

نوٹ: جس کتاب سے حوالہ نقل کیا گیا ہے اس میں لفظ "خیر" کی بجائے "افضل" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

ابی حبیب عن میمون بن مهران قال دخلت علی سالم بن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهم فحدثنی ملیا ثم التفت الی فقال یا ابا ایوب الا اخبرك بحدیث تحبه وتحمله عنی وتحدث به فقلت بلی قال دخلت علی عبدالله بن عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنهما وهو یتعمم فلما فرغ التفت فقال اتحب العمامة قلت بلی قال احبها تکرم ولا یراك الشیطان الا ولی (ھاربا انی) سمعت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم یقول صلاة تطوع او فریضة بعمامة تعدل خمسا وعشرین صلاة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل بسبعین جمعة بلا عمامة ای بنّی اعتم فان الملئکة یشهدون یوم الجمعة معتمین فیسلمون علی اهل العمائم حتی تغیب الشمس[1]۔	ہو کر فرمایا اے ابو ایوب! کیا تجھے ایسی حدیث کہ خبر نہ دوں جو تجھے پسند ہو، میری طرف سے روایت کرے اور اسے بیان کرے۔ میں نے عرض کیا کیوں نہیں___ تو سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں میں اپنے والد ماجد عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حضور حاضر ہوا اور وُہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف التفات کرکے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو؟ میں نے عرض کی کیوں نہیں! فرمایا اسے دوست رکھو عزّت پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا تم سے پیٹھ پھیر لے گا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نفل نماز خواہ فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستّر جمعوں کے برابر ہے۔ پھر ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: اے فرزند! عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے رہتے ہیں۔

حق یہ ہے کہ یہ حدیث موضوع نہیں اس کی سند میں نہ کوئی وضاع ہے نہ متہم بالوضع نہ کوئی کذاب نہ متہم بالکذب نہ اُس میں عقل یا نقل کی اصلا مخالفت لاجرم اُسے امام جلیل خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے جامع صغیر میں ذکر فرمایا جس کے خطبہ میں ارشاد کیا:

ترکت القشر، واخذت اللباب، وصنته عما تفرد به وضاع اوکذاب[2]۔	میں نے اس کتاب میں پوست چھوڑ کر خالص مغز لیا ہے اور اسے ہر ایسی حدیث سے بچایا جسے تنہا کسی وضاع یا کذاب نے روایت کیا ہے۔

---

[1] لسان المیزان حرف العین ترجمہ العباس بن کثیر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدر آباد دکن ۳/ ۲۴۴

نوٹ: جن کتابوں کا اعلیٰحضرت نے ذکر کیا ہے وہ نہ ملنے کی وجہ سے اس کتاب کا حوالہ دیا ہے۔ نذیر احمد سعیدی۔

[2] الجامع الصغیر مع فیض القدیر در خطبہ کتاب مطبوعہ دار المعرفہ بیروت ۱/ ۲۰

اما ابن النجار فاخرجه من طریق محمد بن مھدی المروزی انبانا ابوبشر بن سیار الرقی حدثنا العباس بن کثیرالرقی عن یزید بن ابی حبیب قال قال لی مھدی بن میمون دخلت علی سالم بن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنھم وھویعتم فقال لی یا اباایوب الا احدثك بحدیث تحبه وتحمله وترویه فذکرمثله وقال لا یزالون یصلون علی اصحاب العمائم حتی تغیب الشمس [1] قال الحافظ فی اللسان ھذا حدیث منکر بل موضوع ولم ارللعباس بن کثیر ذکرا فی الغرباء لابن یونس ولا فی ذیله لابن الطحان واما ابو بشر بن سیار فلم یذکرہ ابواحمد الحاکم فی الکنی وماعرفت محمد بن مھدی المروزی ولا مھدی بن میمون الراوی لھذاالحدیث من سالم ولیس ھوالبصری المخرج فی الصحیحین وذاك یکنی ابایحیی ولا ادری من الافة [2] اھ

اقول: رحم الله الحافظ من این یاتیه الوضع ولیس فیه مایحیله عقل ولا

ابن نجار نے اسکی تخریج اس سند سے کی ہے کہ محمد بن مہدی مروزی بیان کرتے ہیں کہ ہمیں ابوبشر بن سیار رقی نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ ہمیں عباس بن کثیر رقی نے یزید بن ابی حبیب کے حوالے سے حدیث بیان کی کہا مجھے مہدی بن میمون نے بتایا کہ ایک دفعہ میں سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم کے پاس گیا تو وہ عمامہ باندھ رہے تھے انھوں نے مجھے فرمایا کہ اے ابوایوب! میں تجھے ایک حدیث نہ بیان کروں جسے تو محبوب رکھے حاصل کرنے کے بعد اسے بیان کرے، پھر انہوں نے اسی طرح کی حدیث بیان کی اور فرمایا کہ فرشتے عمامہ باندھنے والوں پر غروبِ آفتاب تک صلٰوۃ بھیجتے ہیں حافظ نے لسان میں فرمایا یہ حدیث منکر بلکہ موضوع ہے اور میں نے عباس بن کثیر کا ذکر ابن یونس کی غرباء میں اور اس کے حاشیہ لابن طحان میں نہیں پایا اور ابوبشر بن سیار کا تذکرہ ابواحمد حاکم نے الکنی میں نہیں کیا اور نہ ہی میں محمد بن مہدی مروزی اور اس حدیث کے راوی مہدی بن میمون کو جانتا ہُوں اور یہ وہ بصری بھی نہیں جو مسلم وبخاری کے راوی ہیں ان کی کنیت ابو یحیٰی ہے اور نہ میں اس کی آفت سے آگاہ ہوں۔ (ت)

اقول: حافظ پر اللہ تعالٰی رحم کرے اس روایت میں وضع کو کہاں سے لائے ہیں؟

---

[1] لسان المیزان حرف العین ترجمہ العباس بن کثیرہ مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/ ۲۴۴

نوٹ: یہ حوالہ بھی اصل کتاب نہ ملنے کی وجہ سے لسان المیزان سے ذکر کیا گیا۔ نذیر احمد

[2] لسان المیزان حرف العین ترجمہ عباس بن کثیر مطبوعہ دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن ۳/ ۲۴۴

شرع ولا فی سندہ وضاع ولا کذاب ولامتھم ومجرد جھل الراوی لایقضی بالسقوط حتی لایصلح للتمسك به فی الفضائل فضلا عن الوضع، ولما اورد الحافظ ابو الفرج ابن الجوزی حدیث قزعة بن سوید عن عاصم بن مخلد عن ابی الاشعث الصنعانی عن شداد بن اوس رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرة لم تقبل له صلاۃ تلك اللیلة[1] فی الموضوعات واعله بان عاصما فی عداد المجھولین و قزعة قال احمد مضطرب الحدیث و قال ابن حبان کان کثیر الخطا فاحش الوھم ۔ فلما کثر ذلك فی روایته سقط الاحتجاج بخبرہ[2] اھ قال الحافظ نفسه فی القول المسدد لیس فی شیئ من ھذا ما یقضی علی ھذاالحدیث بالوضع[3] الخ ۔ ولما حکم ابن الجوزی علی حدیث ابی عقال عن انس ابن مالك رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم العسقلان احدالعروسین یبعث منھا یوم القیامة

حالانکہ اس روایت میں ایسی کسی چیز کا بیان نہیں جسے عقل و شرع محال گردانے اور نہ ہی اس کی سند میں وضاع، کذاب اور متہم ہے محض راوی کے مجہول ہونے سے اس حدیث کو چھوڑنے کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا حتی کہ فضائل میں قابلِ استدلال ہی نہ رہے چہ جائیکہ وہ موضوع ہو۔ حافظ ابن الفرج ابن الجوزی نے حدیثِ قزعہ بن سوید، عاصم بن مخلد سے انھوں نے ابواشعث صنعانی سے انھوں نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موضوعات میں بیان کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس نے آخری عشاء کے بعد شعر کا ایک بیت پڑھا اس کی اس رات کی نماز قبول نہ ہوگی، اور علت یہ بیان کی کہ عاصم کا شمار مجہولین میں ہوتا ہے۔ قزعہ کے بارے میں امام احمد کا قول ہے کہ یہ مضطرب الحدیث ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ یہ کثیر الخطا اور فاحش الوہم ہے، آخر میں فرمایا جب اس کی روایت میں علتیں اس قدر کثیر ہوگئیں تو اس کی روایت سے استدلال ساقط ہوگیا اھ اور خود حافظ نے القول المسدد کہا یہاں پر کوئی ایسی چیز نہیں جو اس حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ

---

[1] کتاب الموضوعات لابی الفرج حدیث فی انشاد الشعر بعد العشاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۶۱

[2] کتاب الموضوعات لابی الفرج حدیث فی انشاد الشعر بعد العشاء مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۶۱

[3] القول المسدد الحدیث الثانی ممالم یذکرہ حدیث شداد بن اوس الخ مطبوعہ دائرہ المعارف العثمانیہ حیدرآباد دکن ص ۳۶

سبعون الفالاحساب علیھم ، ویبعث منھا خمسون الفاشھداء وفودا الی اللہ عزوجل ، وبھا صفوف الشھداء ر ء وسھم مقطعۃ فی ایدیھم تثج او داجھم دمًا یقولون ربناواٰتنا ماوعدتنا علی رسلك ولا تخزنا یوم القٰیمۃ انك لاتخلف المیعاد فیقول صدق عبیدی اغسلوھم بنھرالبیضۃ، فیخرجون منھا نقیابیضا فیسرحون فی الجنۃ حیث شاء وا[1]، بالوضع محتجابان جمیع طرقہ تدور علی ابی عقال واسمہ ھلال بن زید بن یسار قال ابن حبان یروی عن انس اشیاء موضوعۃ ماحدث بھا انس قط لایجوز الاحتجاج بہ بحال[2] اھ وقال الذھبی فی المیزان باطل[3] قال الحافظ نفسہ فیہ وھو فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط فی سبیل اللہ ولیس فیہ مایحیلہ الشرع ولا العقل فالحکم علیہ بالبطلان بمجرد کونہ من روایۃ ابی عقال لا یتجہ و طریقۃ الامام احمد معروفۃ فی التسامح فی روایۃ احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام[4] اھ فلیت شعری لم لایقال مثل ھذا فی حدیث العمامۃ مع انہ ایضا فی فضائل

کرتی ہوالخ جب ابن جوزی نے موضوعات میں اس حدیث ابی عقال کو موضوعہ قرار دیا جو کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عسقلان ان خوش نصیب شہروں میں سے ایک ہے جن سے روزِ قیامت ستّر ہزار ایسے افراد اُٹھائے جائیں گے جن کا حساب نہیں ہوگا اور اس میں پچاس ہزار شہداء اُٹھائے جائیں گے جو وفد کی صورت میں صف بستہ اپنے رب کے ہاں حاضر ہونگے حالانکہ ان کے سر کٹے ہوئے ہاتھوں میں ان کی ودج (وہ رگ جسے بوقتِ ذبح کاٹا جاتا ہے) سے خون بہہ رہا ہوگا اور وہ اللہ کے حضور یہ عرض کریں گے: اے ہمارے رب! ہمیں عطا فرما جس کا تُو نے اپنے رسولوں کے ذریعے ہم سے وعدہ کیا ہے اور ہمیں روزِ قیامت ذلت سے محفوظ فرما بلاشُبہ تُو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ اللہ تعالٰی ارشاد فرمائے گا میرے بندوں نے سچ کہا ان کو سفید نہر میں غسل دو تو وہ اس نہر سے صاف شفاف اور چمکدار ہو کر نکلیں گے اور وُہ جنت میں حسبِ خواہش چلے جائیں گے اور کھائیں گے پئیں گے۔ اس روایت کے موضوع ہونے پر یہ دلیل دی کہ اس کی تمام اسناد کا مرکز ابو عقال ہے جس کا نام ہلال بن زید بن یسار ہے، ابن حبان نے کہا کہ یہ حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایسی روایات

---

[1] کتاب الموضوعات لابن جوزی باب فی فضل عسقلان مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۳

[2] کتاب الموضوعات لابن جوزی باب فی فضل عسقلان مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۵۴

[3] میزان الاعتدال ترجمہ نمبر ۹۲۶۷ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۳۱۴

[4] القول المسدد جواب الکلام علی الحدیث الثامن مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ہند ص ۳۲

الاعمال والتحریض علی التأدب فی حضرة الله ولیس فیه ما یحله الشرع ولا العقل بل ولافیه احد رمی بروایة الموضوعات کابی عقال فکیف یتجه الحکم علیه بالبطلان بل الوضع بمجرد کون بعض روایة ممن لم یعرفهم الحافظ اولم یذکرهم فلان وفلان، علا ان مهدی بن میمون عندی وهم من بعض رواة ابن النجار لان عیسی بن یونس عند ابی نعیم و سفین بن زیاد عندالدیلمی انما یرویانه عن العباس عن یزید عن میمون بن مهران کما تقدم و میمون هو ابوایوب الجزری الرقی ثقة فقیه من رجال مسلم والاربعة کما قاله الحافظ فی التقریب لاجرم لم یمنع کلام الحافظ هذا خاتم الحافظ السیوطی عن ایراده فیما وعد بتنزیهه عن الموضوع اماقول تلمیذه الحافظ السخاوی حدیث صلوٰة بخاتم تعدل سبعین صلوٰة بغیر خاتم هو موضوع کما قال شیخناوکذامارواه الدیلمی عن حدیث ابن عمر مرفوعا بلفظ صلوٰة بعمامة الحدیث المذکور ومن حدیث انس مرفوعا الصلوٰة فی العمامة تعدل بعشرة الاف حسنة[1] اھ فلم یذکر وجهه

موضوعہ نقل کرتا ہے جو حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بالکل بیان نہیں کیں لہٰذا کسی صورت میں بھی اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اھ اور امام ذہبی نے میزان میں کہا یہ باطل ہے اور خود حافظ ابن حجر نے اس روایت کے بارے میں کہا یہ روایت فضائل اعمال سے متعلق ہے اس میں اللہ کی راہ میں جہاد کی ترغیب اور شوق دلایا گیا ہے۔ اس میں ایسی کوئی بات نہیں جسے عقل و شرع محال قرار دیتی ہو لہٰذا محض اس لئے اس باطل قرار دینا کہ اس کا راوی ابوعقال ہے قابل حجّت نہیں۔ اور امام احمد احادیثِ احکام میں تو نہیں لیکن احادیثِ فضائل میں تسامح سے کام لیتے ہیں ان کا یہ طریقہ معروفہ ہے اھ میری سمجھ سے باہر ہے یہی قول عمامہ والی حدیث میں کیوں نہیں کیا گیا حالانکہ یہ حدیث بھی فضائلِ اعمال سے متعلق ہے اور اس سے بارگاہ الٰہی کے ادب پر شوق دلایا گیا ہے اور اس میں کوئی بھی ایسی بات نہیں جسے شرح و عقل محال قرار دیتی ہو بلکہ اس میں کوئی راوی بھی ایسا نہیں جسے ابوعقال کی طرح موضوعات کا راوی قرار دیا گیا ہو، تو اس روایت پر بطلان بلکہ موضوع ہونے کا حکم (محض اس بنا پر کہ بعض روایات کا ایسے راویوں سے ہونا جن کو حافظ ابن حجر نہیں جانتے یا فلاں فلاں نے ان کا ذکر نہیں کیا) کیسے درست ہو سکتا ہے، علاوہ ازیں میرے نزدیک ابن نجار کے بعض رواۃ میں سے

---

[1] المقاصد الحسنۃ تحت حرف الصاد المہملۃ مطبوعہ دارالکتب بیروت ص ۲۶۳

وانما تبع شیخه وقد علمت مافیه وکذا حدیث انس انما فیه ابان متروك وترك الراوی لایقضی بوضع الحدیث کما بینته فی الهاد الکاف فی حکم الضعاف واللہ تعالٰی اعلم۔

مہدی بن مہمون کے بارے میں وہم ہوا ہے، کیونکہ ابو نعیم کے نزدیک عیسٰی بن یونس اور دیلمی کے نزدیک سفیان بن زیاد دونوں نے عباس سے انھوں نے یزید سے انھوں نے میمون بن مہران سے روایت کیا ہے جیسا کہ گزر چکا اور میمون سے مراد ابوایوب جزری الرقی ہے جو نہایت ثقہ اور فقیہ ہے اور مسلم اور چاروں سنن کے رواۃ میں سے ہے جیسا کہ حافظ نے یہ بات تقریب میں کہی ہے، بلا شبہ حافظ ابن حجر کی یہ گفتگو خاتم الحافظ سیوطی کی اس روایت کو الجامع الصغیر (جس کے بارے میں انھوں نے وعدہ کیا تھا کہ اس میں موضوع روایت ذکر نہیں کروں گا) میں نقل کرنے سے مانع نہیں رہا ان کے شاگرد رشید حافظ سخاوی کا قول کہ حدیث "انگوٹھی کے ساتھ نماز ستّر دوسری بغیر انگوٹھی والی نمازوں کے برابر ہے"۔ یہ موضوع ہے جیسا کہ ہمارے استادِ محترم نے فرمایا، اور اسی طرح وہ حدیث جس کو دیلمی نے حضرت ابن عمر کی حدیث سے مرفوعًا صلٰوۃ بعمامہ حدیث مذکور کے الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، اور حضرت انس سے مرفوعًا حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "عمامہ میں نماز دس ہزار نیکیوں کے برابر ہے" اھ تو انہوں نے اسکے موضوع ہونے کی وجہ بیان نہیں کی صرف اپنے شیخ کے اتباع میں ایسا کہہ دیا ہے حالانکہ آپ اس کے محلِ نظر ہونے پر آگاہ ہوچکے۔ اسی طرح حدیثِ انس میں صرف ابان راوی متروک ہے اور ایک راوی کا متروک ہونا حدیث کے موضوع ہونے کا فیصلہ نہیں دے سکتا۔ یہ تفصیلی گفتگو میں نے "الہاد الکاف فی حکم الضعاف" میں کی ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

جاہل اگر حدیث کو محض بہوائے نفس موضوع کہے واجب التعزیر ہے اور کتب معتمدہ فقہیہ کو نہ ماننا جہالت وضلالت اور اس حدیث کے بیان کرنے والے پر لعنت کا اطلاق خود اس کے لئے سخت آفت کہ بحکم احادیث صحیح جو لعنت غیر مستحق پر کی جاتی ہے کرنے والے پر پلٹ آتی ہے والعیاذ باللہ تعالٰی اور مسلمانوں کے عمامے قصدًا اتروا دینا اور اسے ثواب نہ جاننا قریب ہے کہ ضروریاتِ دین کے انکار اور سنّتِ قطعیہ متواترہ کے استخفاف کی حد تک پہنچے ایسے شخص پر فرض ہے کہ اپنی ان حرکات سے توبہ کرے اور از سر نو کلمہ اسلام پڑھے اور اپنی عورت کے ساتھ تجدید نکاح کرے، حدیث کہ جامع الرموز میں ہے، وہ حدیث بستم مذکور کے قریب قریب ہے اور تعدیہ بقصد تحدید نہ ہو تو اسی کی نقل با معنی۔ یہ منیہ منیۃ المصلی نہیں بلکہ فخر الدین بدیع ابن ابی منصور عراقی استاد زاہدی کی منیۃ الفقہا جس کی تلخیص قنیہ ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۴۳: از کاسگنج محلّہ ناتھورام گلی چورامن مرسلہ محمد مصطفٰی ۲۶ شعبان ۱۳۳۷ھ

عامل نبیل فاضل جلیل بمتابعۃ سیّد الانبیاء صاحب الکوثر والسلسبیل، السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ معروض خدمت ہے کہ قبل اسکے ایک عریضہ دربارہ حصول فتوی مسئلہ ذیل روانہ کیا تھا جواب سے

مشرف نہیں ہوا مغموم ہوں امید کرتا ہوں کہ امر حق ظاہر کرنے میں توقف نہ فرمائیے گا اور بندہ کے استقامت و حسنِ خاتمہ کی واسطے بدرگاہِ خدا ہوجیے گا۔ مسئلہ: پاک (جس کی طہارت میں قطع یقین حاصل ہو جائے جیسے نیا) جُوتا پہن کر کوئی سی نماز نوافل یا فرائض ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ فقہ و حدیث کے مطولات کا حوالہ دیں تو بہت خوب ہے۔

الجواب:

جنابِ من! وعلیک السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس سے پہلے کہ کاسگنج سے یہ سوال بصورتِ دیگر مرسل عباد اللہ خان کا آیا اور جواب دیا گیا اب اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر جُوتا بالکل غیر استعمالی ہو کہ صرف مسجد کے اندر پہنا جائے اور پنجہ اتنا سخت نہ ہو کہ سجدہ میں انگلیوں کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے تو اس سے نماز میں کچھ حرج نہیں بلکہ بہتر ہے، اور یہی امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی سنّت ہے کہ دو ۲ جوتے رکھتے ایک راہ میں پہنتے اور جب کنارہ مسجد پر آتے اُسے اتار کر غیر استعمالی کو پہن لیتے اور اگر استعمالی ہو تو اُسے پہن کر مسجد میں جانا بے ادبی ہے اور غیر مسجد میں بھی نماز میں اتار دیا جائے اور اور اگر پنجہ اتنا سخت ہے کہ کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ بچھنے دے گا تو نماز نہ ہوگی کما حققناہ فی فتاونا (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے فتاوی میں کی ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۴۴: از رام نگر ضلع نینی تال عنایت اللہ خان ڈپٹی پوسٹ ماسٹر ۲۶ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ

قبلہ وکعبہ دارین ودام ظلکم! کلمہ طیبہ شریف جب ورد کرکے پڑھا جائے تو اس میں کلمہ پر جب نام نامی حضور اقدس (صلعم) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آوے درود پڑھنا چاہئے یا ایک مرتبہ جبکہ جلسہ ختم کرے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جوابِ مسئلہ سے پہلے ایک بہت ضروری مسئلہ معلوم کیجئے سوال میں نامِ پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ بجائے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم (صلعم) لکھا ہے۔ یہ جہالت آج کل بہت جلد بازوں میں رائج ہے۔ کوئی صلعم لکھتا ہے کوئی عم کوئی ص، اور یہ سب بیہودہ ومکروہ و سخت ناپسند و موجب محرومی شدید ہے اس سے بہت سخت احتراز چاہئے اگر تحریر میں ہزار جگہ نامِ پاک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آئے ہر جگہ پورا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لکھا جائے ہرگز ہرگز کہیں صلعم وغیرہ نہ ہو علماء نے اس سے سخت ممانعت فرمائی ہے یہاں تک کہ بعض کتابوں میں تو بہت اشد حکم لکھ دیا ہے۔ علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں فرماتے ہیں:

ویکرہ الرمز بالصلٰوۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذلك کلہ بکمالہ وفی بعض المواضع	صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جگہ (ص) وغیرہ اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ (رض) لکھنا مکروہ ہے بلکہ اسے کامل طور پر

من التتارخانية من كتب عليه السلام بالهمزة والميم يكفر لانه تخفيف و تخفيف الانبياء كفربلاشك ولعله ان صح النقل فهو مقيد بقصد والافالظاهر انه ليس بكفر وكون لازم الكفر كفرابعد تسليم كونه مذهبًا مختارا محله اذاكان اللزوم بيّنًا نعم الاحتياط فی الاحتراز عن الایهام و الشبهة[1]۔	لکھا پڑھا جائے تاتارخانیہ میں بعض جگہ پر ہے جس نے درود و سلام ہمزہ (ء) اور میم (م) کے ساتھ لکھا اس نے کفر کیا کیونکہ یہ عمل تخفیف ہے اور انبیاء علیہم السلام کی بارگاہ میں یہ عمل بلاشبہ کفر ہے۔ اگر یہ قول صحت کے ساتھ منقول ہو تو یہ مقید ہوگا اس بات کے ساتھ کہ ایسا کرنے والا قصدًا ایسا کرے، ورنہ ظاہر یہ ہے کہ وہ کافر نہیں باقی لزومِ کفر سے کفر اس وقت ثابت ہوگا جب اسے مذہب مختار تسلیم کیا جائے اور اس کا محل وُہ ہوتا ہے جہاں لزوم بیان شدہ اور ظاہر ہو البتہ احتیاط اس میں ہے کہ ایہام اور شبہہ سے احتراز کیا جائے۔ (ت)

اب جوابِ مسئلہ لیجئے نامِ پاک حضور پُرنور سیّد دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مختلف جلسوں میں جتنے بار لے یا سنے ہر بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اگر نہ پڑھے گا گنہگار ہوگا اور سخت وعیدوں میں گرفتار، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ اگر ایک ہی جلسہ میں چند بار نامِ پاک لیا یا سُنا تو ہر بار واجب ہے یا ایک بار کافی اور ہر بار مستحب ہے، بہت علما قولِ اول کی طرف گئے ہیں ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ہزار بار کلمہ شریف پڑھے تو ہر بار درود شریف بھی پڑھتا جائے اگر ایک بار بھی چھوڑا گنہگار ہُوا مجتبٰی و دُرمختار وغیرہما میں اس قول کو مختار و اصح کہا۔

فی الدرالمختار اختلف فی وجوبها علی السامع والذاكر كلما ذكر صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم و المختار تكرار الوجوب كلماذكر ولو اتحد المجلس فی الاصح[2] اھ بتلخیص۔	دُرمختار میں ہے کہ اس بارے میں اختلاف ہے کہ جب بھی حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسم گرامی ذکر کیا جائے تو سامع اور ذاکر دونوں پر ہر بار درود و سلام عرض کرنا واجب ہے یا نہیں اصح مذہب پر مختار قول یہی ہے کہ ہر بار درود وسلام واجب ہے اگرچہ مجلس ایک ہی ہو اھ خلاصۃً (ت)

دیگر علمانے بنظر آسانیِ امت قولِ دوم اختیار کیا ان کے نزدیک ایک جلسہ میں ایک بار درود ادائے واجب کے لئے کفایت کرے گا زیادہ کے ترک سے گنہگار نہ ہوگا مگر ثوابِ عظیم و فضلِ جسیم سے بیشک محروم رہا، کافی وقنیہ وغیرہما میں اسی قول کی تصحیح کی۔

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار مقدمۃ الکتاب مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۶

[2] درمختار فصل واذااراد الشروع الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۸

فی ردالمحتار صححه الزاهدی فی المجتبٰی لکن صحح فی الکافی وجوب الصلٰوة مرة فی کل مجلس کسجود التلاوة للحرج الا انه یندب تکرار الصلٰوة فی المجلس الواحد بخلاف السجود وفی القنیة قیل یکفی المجلس مرة کسجدة التلاوة و به یفتی وقد جزم بهذا القول المحقق ابن الھمام فی زادالفقیر[1] اھ ملتقطا۔	ردالمحتار میں ہے کہ اسے زاہدی نے المجتبیٰ میں صحیح قرار دیا ہے لیکن کافی میں ہر مجلس میں ایک ہی دفعہ درود کے وجوب کو صحیح کہا ہے جیسا کہ سجدہ تلاوت کا حکم ہے تاکہ مشکل اور تنگی لازم نہ آئے، البتہ مجلس واحد میں تکرارِ درود مستحب ومندوب ہے بخلاف سجدہ تلاوت کے۔ قنیہ میں ہے ایک مجلس میں ایک ہی دفعہ درود پڑھنا کافی ہے جیسا کہ سجدہ تلاوت کا حکم ہے اور اسی پر فتوٰی ہے۔ ابن ہمام نے زادالفقیر میں اسی قول پر جزم کیا ہے اھ ملتقطا (ت)

بہر حال مناسب یہی ہے کہ ہر بار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہتا جائے کہ ایسی چیز جس کے کرنے میں بالاتفاق بڑی بڑی رحمتیں برکتیں اور نہ کرنے میں بلا شبہ بڑے فضل سے محرومی اور ایک مذہب قوی پر گناہ ومعصیت عاقل کا کام نہیں کہ اُسے ترک کرے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ نمبر ۴۴۵: ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وظیفہ پڑھتا ہے اور نماز نہیں پڑھتا یہ جائز ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جو وظیفہ پڑھے اور نماز نہ پڑھے فاسق وفاجر مرتکب کبائر ہے اُس کا وظیفہ اس کے منہ پر مارا جائے گا، ایسوں ہی کو حدیث میں فرمایا:

کم من قارئ یقرأن والقرآن یلعنه[2]۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔	بہتیرے قرآن پڑھتے ہیں اور قرآن انھیں لعنت کرتا ہے۔

---

[1] ردالمحتار فصل واذا اراد الشروع الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۸۱

[2] المدخل للعبدری الکلام علی جمع القرآن الخ مطبوعہ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۱/ ۸۵

مسئلہ نمبر ۴۴۶: از ملک بنگالہ ۱۹ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

چہ می فرمایند علمائے دین و مفتیانِ شرح متین اندریں مسئلہ کہ درملک بنگالہ یک گروہِ نوپیدا شدہ کہ آں راجہاں دومی گویندوایشاں یک شاخ غیر مقلدین اند لیکن ازاں طائفہ درچندامور زائد اندیکے اینکہ می گویند کہ بعد نماز مناجات خواستین درست نیست بلکہ نسبت بدعتش می کنند علم فقہ و اصول وغیرہ ایں قوم تسلیم نمی کنند بلکہ دشنام می دہند و فحش ناسزامی گویندومی کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم گاہے دعانہ کردہ پس اگر ایشاں ازقرآن شریف و صحاح ستّہ استخراج مسائل کردہ فرستند نہایت خوب خواہد شد والسلام۔	علمائے دین و مفتیان شرع متین کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ بنگالہ کے علاقے میں ایک نیا گروہ پیدا ہوا ہے جنھیں جہادو کہا جاتا ہے یہ غیر مقلدین کی ایک شاخ ہی ہے لیکن چند امور میں ان سے آگے بڑھ گئے ایک یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد دُعا کرنا درست نہیں بلکہ بدعت ہے، یہ علم فقہ اور اصولِ فقہ وغیرہ کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ اسے برا بھلا کہتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کبھی دعا نہیں کی اگر قرآن شریف وصحاح ستہ کے حوالے سے اس مسئلہ کے استخراج پر دلائل فراہم فرمائیں تو بہت خوب ہوگا۔ والسلام

الجواب:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمدالك اللھم یاعظیم صل علی نبیك الکریم واٰلہ وصحبہ اولی التکریم و مجتھدی دینہ القویم اٰمین الحمد للہ سلسلہ سخن دراست و در فیض الٰہی باز خامہ اگر بتفصیل گراید ہماناں نامہ گرد آوردن باید لاجرم ایک آیت وہفت حدیث بسند ومی نماید آیہ قال اللہ عزّوجل فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۙ﴿۷﴾ وَ اِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ﴿۸﴾ [1]۔ قول اصح در تفسیر آیۃ کریمہ قول سلطان المفسرین بن عم صلی اللہ علیہ	اے اللہ! حمد تیری ہے، اے عظیم! اپنے کریم نبی پر رحمتیں نازل فرما ان کی صاحبِ شرف آل واصحاب اور دینِ قویم کے مجتہدین پر بھی، آمین۔ الحمد للہ اگر اس پر تفصیلی گفتگو کی جائے تو اللہ تعالٰی کے فضل وکرم سے بات بڑی طویل ہوگی، بہر حال اس سلسلہ میں یہاں ایک آیت اور سات احادیث مع سند ذکر کی جائیں گی آیۃ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: پس جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اپنے ہی

---

[1] القرآن ۹۴/ ۸

وسلم عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما ست کہ فراغ فراغ از نماز و نصب نصب در دعاست یعنی چوں از نماز فارغ شوی در دعا جہد و مشقت نما و بسوئے پروردگار خود بزاری و تضرع گرا فی تفسیر الجلالین فاذا فرغت من الصلٰوۃ فانصب اتعب فی الدعاء وَاِلٰی رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ [1] ہم در خطبہ اوست هذا فی تکملة الامام جلال الدین المحلی علی نمطه من الاعتماد علی ارجع الاقوال و ترك التطویل بذکر الاقوال غیر مرضیة [2]۔ اھ ملخصًا۔ علامہ زرقانی درشرح مواهب لدنیه فرماید هو الصحیح فقد اقتصر علیه الجلال وقد التزم الاقتصار علی ارجح الاقوال [3]۔

حدیث اوّل: مسلم، ابوداؤد وترمذی ونسائی و ابن ماجه و احمد ودارمی و بزار و طبرانی وابن السنی ہر ہمہ از ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ مولائے اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روایت کنند قال کان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم اذا انصرف من صلاته استغفر ثلاثا وقال اللهم انت السلام تبارکت

رب کی طرف رغبت کرو۔ اس آیۂ کریمہ کی تفسیر میں راجح قول حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چچازاد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے کہ فراغ فراغ نماز و نصب نصب در دعاست یعنی جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو دعا میں خوب محنت کرو اور بارگاہِ خداوندی میں آہ و زاری کے ساتھ رغبت کرو۔ جلالین کے خطبہ میں یہ بھی ہے کہ جلال الدین محلّی کی تفسیر کا تکملہ انہی کے طریقہ پر ہے اور ان کا طریقہ یہ ہے کہ وُہ مختار و راجح پر اعتماد کرتے ہیں اور ایسے اقوال کا ذکر جو مختار نہ ہوں، ترک کرتے ہیں اھ تلخیصًا۔ علامہ زرقانی نے شرح مواہب میں فرمایا یہی صحیح ہے کیونکہ اس پر جلال الدین نے اقتصار کیا اور انہوں نے مختار و راجح قول کے ذکر کا التزام کر رکھا ہے۔ (ت)

پہلی حدیث: ۱مسلم، ۲ابوداؤد، ۳ترمذی، ۴نسائی، ۵ابن ماجہ، ۶احمد، ۷دارمی، ۸بزار، ۹طبرانی اور ۱۰ابن السنی ان تمام نے حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ خادم رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ جب حضور سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین نماز سے رُخِ انور پھیرتے (سلام کہتے) تو تین دفعہ اللہ تعالٰی سے استغفار کرتے اور یہ

---

[1] تفسیر جلالین زیر آیۃ المذکور سورہ الم نشرح مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ص ۵۰۰

[2] تفسیر جلالین خطبہ کتاب مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی حصہ اول ص ۲

[3] شرح المواہب اللدنیہ للزرقانی المقصد الثانی کنیۃ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۱۷۱

یا ذاالجلال ولاکرام [1]یعنی چوں سید المرسلین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین از نماز برگشتے وسلام دادے سہ بار از حق سبحانہ، وتعالٰی مغفرت خواستے وایں دُعا گفتے خدایا توئی سلام (کہ ہیچ عیب و نقصے راگرد سراپردہ عزوجلال تو بازنیست) وازتست سلام (کہ سلامت ما بندگان ازہمہ آفات و بلیات ہمیں بقدرت و ارادت و لطف رحمت تست) برکت و عظمت مراتست اے صاحبِ بزرگی و بزرگی دہے یارب مگر ایں حدیث در صحاح مشہور و متداول نیست یا از خداطلب مغفرت و سوال سلامت دعا نباشد آرے جہل بلائیست نہ سہل وچوں مرکب شود دوائے ندارد والعیاذ باللہ تبارك وتعالٰی۔

حدیث دوم و سوم و چہارم: بخاری، [۲]مسلم ، [۳]ابو داؤد، [۴]نسائی، [۵]ابوبکر ابن السنی، اور [۶]ابوالقاسم طبرانی از مغیرہ ابن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ و بزار و طبرانی از عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما و نیز بزار از جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت کنند وھذا حدیث المغیرۃ واللفظ للنسائی قال کتب معویۃ الی مغیرۃ بن شعبۃ اخبرنی بشیئ سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذاقضی الصلاۃ قال لا الہ

دعا کرتے اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذاالجلال والاکرام اے اللہ! تُو سلام ہے (یعنی تیری ذات جل مجدہ کی طرف کوئی عیب یا نقص راہ نہیں پاسکتا) اور تیری طرف سے سلام (کہ ہم بندوں کی تمام مصیبتوں اور بلیات سے سلامتی تیری قدرت، ارادے، مہربانی اور کرم سے ہے) برکت وعظمت تیرے ہی لئے ہے اے صاحبِ بزرگی اور بزرگی عطافرمانے والے یارب۔ کیا یہ حدیث صحاح میں مشہور و متداول نہیں یا مغفرت کی طلب اور سلامتی کا سوال دعا نہیں ہوتا۔ جہالت ایسی مرض ہے کہ اس کا علاج آسان نہیں اور جب یہ مرکب ہو جائے تو اس کا کوئی علاج ہی نہیں والعیاذ باللہ تبرك و تعالٰی۔ (ت)

حدیث دوسری ، تیسری اور چوتھی: [۱]بخاری، [۲]مسلم ، [۳]ابو داؤد، [۴]نسائی، [۵]ابوبکر ابن السنی، اور [۶]ابوالقاسم طبرانی نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور بزار و طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے نیز بزار نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بھی روایت کیا ہے یہ حدیث مغیرہ کی اور الفاظ نسائی کے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ کو لکھا کہ مجھے اس بات سے آگاہ کرو جو تم نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنی ہو، انھوں نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی

---

[1] جامع الترمذی باب مایقول اذاسلم مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۰ صحیح مسلم باب استحباب الذکر بعد الصلاۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۱۸

الا الله وحده لا شریك له له الملك و له الحمد وهو علٰی کل شیئ قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منك الجد [1]۔ یعنی امیر معاویه رضی اللہ تعالٰی عنہ مر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ رانوشت کہ مہراآگہی دہ بچیزے باشی مغیرہ گفت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چوں نماز ختم نمودے چناں فرمودے ہیچکس سزائے پرستش نیست جز خدائے یکتائے بے ہمتا، مراد راست پادشاہی و مراد راست ستائش واوبرہرچہ کہ خواہد تواناست خدایا ہیچ بازدارندہ نیست چیزے راکہ تو دہی وہیچ دہندہ نیست چیزے راکہ تو بازداری وسود ندہد خداوند بخت ودولت راازقہر و عذاب توآں بخت و دولتش، اللھم لامانع لما اعطیت الخ اگر دعا نیست آخر چیست بلکہ لہ الحمد خود بہترین دعاست ترمذی و نسائی و ابن حبان و حاکم اول بتحسین وآخر بتصحیح از جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما آوردند کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمودہ افضل ذکر لا اله الا الله و افضل الدعاء الحمد لله [2]۔ بہترین ذکر لا اله الا الله و بہترین دعا الحمدللہ گفتن ست۔ **حدیث پنجم**: در سنن نسائی از عطاء ابن ابی مروان از پدرش مروی ست ان کعبا حلف بالله الذی فلق البحر لموسی انا لنجد فی التوراة ان

علیہ وسلم کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ پڑھتے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر اللھم لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولاینفع ذاالجد منک الجد (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تنہا و یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں ملک و بادشاہی اور حمد اسی کے لئے ہے اور وہ ہر شئی پر قادر ہے اے اللہ! جو تو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا، جسے تو روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا کسی کا بخت ودولت تیرے قہر وغضب سے اسے نفع نہیں دے سکتا اللھم لا مانع لما اعطیت الخ یہ کلماتِ دُعا نہیں تو کیا ہیں؟ بلکہ لہ الحمد خود بہترین دعا ہے۔ ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے اول بطور تحسین اور آخری بطور تصحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ ہے اور سب سے افضل دُعا الحمدللہ کہنا ہے۔ (ت)

پانچویں حدیث: سنن نسائی میں عطاء بن مروان سے ان کے والد گرامی کے حوالے سے مروی ہے کہ حضرت کعب احبار نے ابومروان کے سامنے قسم اُٹھائی

---

[1] سنن نسائی نوع آخر من القول عند انقضاء الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۱۵۷

[2] جامع الترمذی باب ماجاء ان دعوۃ المسلم مستجابۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۴

داؤد نبی اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان اذا انصرف من صلاتہ قال اللھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمۃ واصلح لی دنیای التی جعلت فیھا معاشی اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذیعنی بعفوك من نقمتك واعوذبك منك لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منك الجد قال وحدثنی کعب ان صھیبا حدثہ ان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یقولھن عند انصرافہ من صلٰوتہ[1] یعنی کعب! احبار پیش ابی مروان بحلف گفت کہ سوگند بخدائیکہ دریارا بہر موسی علیہ الصلوٰۃ والسلام شگافت ہر آئینہ ما بتورایت مقدس می یابیم کہ داؤد نبی اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام چوں از نماز برگشتے ایں دعا کردے الٰہی بیارا بہر من دین مرا او راہ پناہ من کردہ و بیارا بہر من دنیائے مرا کہ دروسامان زندگی من نہادہ خدایا پناہ می برم بخوشنودی تواز خشم تو و پناہ مے برم (وانیجا کلمہ گفت کہ معنیش چنین باشد) بہ درگزر شتن تواز سخت گرفتن تو و پناہ می برم بتواز تو ہیچ باز دراندہ نیست دادہ تراونہ دہندہ باز داشتہ وسود نکند بختور راازتو بخت اوابومروان گوید کعب بمن حدیث گفت کہ صہیب رضی اللہ تعالٰی عنہ اوراتحدیث کردو خبر داد کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نیزایں دعابر گشتن از نماز مے کرد۔

اس اللہ کی قسم جس نے حضرت موسٰی علیہ السلام کے لئے سمندر کو پھاڑ دیا کہ یقینا ہم نے تورات مقدس میں یہ تحریر پائی ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ الصلوۃ والسلام جب نماز سے فارغ ہوتے تو یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم اصلح لی دینی الذی جعلتہ لی عصمۃ واصلح لی دنیای التی جعلت فیھا معاشی اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك و اعوذ یعنی بعفوك من نقمتك و اعوذبك منك لامانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذاالجد منك الجد (اے اللہ! میرے دین کو میرے لئے بہتر بنا جسے تونے میرے لئے محافظ بنایا ہے اور میرے لئے اس دنیا کو بہتر فرما جس کو تُو نے میری معاش کا ذریعہ بنایا ہے، اے اللہ! میں تیری رضا کے ساتھ تیرے غضب سے پناہ مانگتا ہوں اور میں (اس جگہ جو کلمہ کہا ہے اس کا معنی یہ بنتا ہے) اے اللہ! تیری معافی کے ساتھ تیری سخت گرفت سے پناہ مانگتا ہوں، اور میں تیری ذات کے ساتھ تجھ سے پناہ مانگتا ہوں، تیری عطا کو کوئی روک نہیں سکتا اور جسے تو روکے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا اور کسی بختاور کو اسکا بخت تجھ سے نفع نہیں دے سکتا اور پھر حضرت ابو مروان نے کہا کعب نے مجھے حدیث بیان کہ صہیب نے ان کو خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ (ت)

---

[1] سنن النسائی نوع آخر من الدعاء عند الانصراف من الصلوٰۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ ۱/ ۱۵۸

حدیث ششم: در صحیح مسلم از براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہما روایت است گفت کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، احببنا ان نکون عن یمینہ یقبل علینا بوجھہ قال فسمعتہ یقول رب قنی عذابك یوم تبعث او تجمع عبادك[1]۔ بودیم کہ چوں پس نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نماز می گزاردیم دوست می داشتیم کہ از دست راست او باشیم تا پس از سلام دادن روئے مبارک بسوئے ماکند پس شنیدم اور راکہ مے گفت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اے پروردگارِ من نگاہدار مرااز عذاب خودت روزیکہ برانگیزی یافرمود گردآری بندگان خودرا۔

حدیث ہفتم: ۱بزار نے مسند، ۲طبرانی نے معجم اوسط، ۳ابن السنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ و ۴خطیب بغدادی در تاریخ از انس رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت دارند کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا صلی وفرغ من صلوٰتہ مسح بیمینہ علی رأسہ وقال بسم اللہ الذی لا الٰہ الاھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن[2]۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چوں از نماز فارغ شدے دست راست بر سر مبارک خودش سودے وایں دعا نمودے

چھٹی حدیث: صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ جب ہم نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو ہمیں آپ کے دائیں طرف کھڑا ہونا زیادہ محبوب ہوتا تھا تاکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سلام کے بعد چہرہ انور ہماری طرف پھیریں، کہا پھر میں نے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ کلمات کہتے ہوئے سنا رب قنی عذابک یوم تبعث او تجمع عبادک (اے میرے رب! مجھے اپنے اس دن کے عذاب سے محفوظ فرما جس دن تو اپنے تمام بندوں کو اُٹھائے گا یا جمع کرے گا)۔(ت)

ساتویں حدیث: ۱بزار نے مسند، ۲طبرانی نے معجم اوسط، ۳ابن السنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ و ۴خطیب بغدادی نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو اپنا دایاں ہاتھ اپنے سر پر پھیرتے اور پڑھتے بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم اللھم اذھب عنی الھم والحزن (اللہ کے نام سے جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں وہ رحمٰن ورحیم ہے اے اللہ مجھ سے غم وحزن دُور فرمادے)۔

---

[1] الصحیح لمسلم باب جواز الانصراف من الصلوٰۃ عن الیمین والشمال مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۷

[2] تاریخ بغداد للخطیب باب الکاف عن اسمہ کثیر حدیث ۶۹۵۳ دارالکتاب العربیۃ بیروت ۱۲/ ۴۸۰

بنام خدائیکہ جزاو ہیچکس سزائے پرستیدن نیست بخشائندہ مہربان خدایا پریشانی و غم از من دور کن،

طرفہ ترآنکہ ایں ہوشمندان را از قول امام وقت و مجتہد العصر و صاحب الزمان خودشاں خبرے نیست تا بدرک احادیث و ادراک دلائل چہ رسد مولوی عبدالحہ صاحب لکھنوی نہ ہمیں در ثبوت دعا بلکہ در اثبات رفع یدین از برائے دعا بعد از نماز فتوائے نوشت امام ایناں میاں نذیر حسین دہلوی کہ بر قولش ایمان آوردہ ائمہ دین خدا رابجوئے نشمرند و فقہ و فقہارا دشنام دہند تصدیق و تائید او کرد حدیثے مجیب لکھنوی اوردہ بو حدیثے دگرایں کس افزود، فتوی اینست۔ چہ می فرمایند علمائے دین اندریں مسئلہ کہ رفع یدین در دُعا بعد نماز چنانکہ معمول ائمہ دیاراست ہرچند فقہا مستحسن می نوسند و احادیث در مطلق رفع یدین در دعا نیز وارد، دریں خصوص ہم حدیثے واردست یا نہ بینوا توجروا۔ ھو المصوب دریں خصوص نیز حدیثے واردست حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی درکتاب عمل الیوم واللیلہ مے نویسند، حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو یعقوب اسحاق بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ، انہ قال مامن عبدبسط کفیہ فی دبر کل صلٰوۃ ثم یقول اللھم الٰھی والہ ابراہیم و اسحٰق و یعقوب والہ جبرئیل ومیکائیل و اسرافیل علیھم السلام اسئلك ان تستجیب

اور طرفہ تر یہ کہ ان عقلمندوں کو اپنے امام وقت اپنے دور اور زمانے کے مجتہد کی خبر تک نہیں چہ جائیکہ یہ احادیث اور دلائل سے آگاہ ہوسکیں مولوی عبدالحہ لکھنوی نے صرف ثبوتِ دعا ہی نہیں بلکہ نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دعا کرنے پر فتوی جاری کیا ان کے امام میاں نذیر حسین دہلوی (جن کے قول پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ وہ دینِ الٰہی کے ائمہ کو کسی شمار میں نہیں لاتا، فقہ اور فقہا کو گالیاں دیتا ہے) انھوں نے فتوی میں مجیب لکھنوی کی حدیث لاکر لکھنوی کی تائید و تصدیق کی ہے دوسری حدیث کا اس نے خود اضافہ کیا ہے، وہ فتوی یہ ہے کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اُٹھانا جس کا اس علاقے کے ائمہ میں معمول ہے کیسا ہے؟ اگرچہ فقہا نے اسے مستحسن لکھا اور مطلق ہاتھ اُٹھانے اور دعا میں روایات موجود ہیں کیا اس عمل خاص (رفع یدین) پر بھی کوئی حدیث ہے؟ جواب عنایت کرو اجر پاؤگے، وہی صواب کی توفیق دینے والا ہے۔ خاص اس بارے میں بھی حدیث موجود ہے۔ حافظ ابوبکر احمد بن محمد بن اسحٰق ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں لکھا ہے مجھے احمد بن حسن نے انھیں ابو یعقوب اسحاق بن خالد بن یزید البالسی نے انھیں عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی نے خصیف سے انھوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بھی ہر نماز کے بعد دعا کیلئے ہاتھ پھیلائے اور عرض کیا اے اللہ میرے معبود! اے ابراہیم، اسحٰق،

دعوتی فانی مضطر، وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی، و تنالی برحمتك فانی مذنب، وتتقی عن الفقر، فانی متمسکن، الاکان حقا علی الله عزّوجل ان لا یردیدیه خائبتین[1] والله تعالٰی اعلم

ابو الحسنات محمد عبد الحی

حاصل ایں حدیث کہ **حدیث ہشتم**: باشد آنست کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امت را دعائے می آموزد کہ ہر کہ بعد ہر نماز ہر دو دست خود برداشتہ ایں دُعا کند بر حضرت جل وعلا حق باشد دستہائے او را نومید باز نہ گرداند باز تصدیق امام الطائفہ خود بینید می سراید الجواب صحیح و یؤیدہ ماروا ہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفجر فلما سلم انصرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث[2] فثبت بعد الصلٰوۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن السید الانبیا و اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما لا یخفی عن العلماء الاذکیا

سید محمد نذیر حسین

لیکن ایں **حدیث نہم**: کہ ابوبکر بن ابی شیبہ در

اور یعقوب کے معبود! اے جبرائیل، میکائیل اور اسرافیل (علیہم السلام) کے معبود! میری عرض ہے کہ میری دُعا قبول فرما کہ پریشان ہوں میری دین میں حفاظت فرما میں ابتلاء میں ہوں مجھے اپنی رحمت سے نواز میں گنہگار ہوں مجھ سے میرے فقر کو دور فرما میں مسکین ہوں۔ تو اللہ تعالٰی نے اپنے ذمہ کرم لیا ہے کہ اسکے ہاتھ خالی نہیں لوٹائیگا، واللہ تعالٰی اعلم۔

ابو الحسنات محمد عبد الحی

آٹھویں حدیث: آٹھویں حدیث کا حاصل یہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امّت کو عملًا دعا کی تعلیم دی ہے اور فرمایا "جو شخص اس طرح ہاتھ باندھ کر بعدِ نماز دُعا کرے گا اللہ تعالٰی جل وعلا نے اپنے ذمہ کرم میں لیا ہے کہ اُسے نا امید نہیں لوٹائے گا"۔ پھر اپنے امام کی تصدیق ہی دیکھ لیتے تو بات واضح ہو جاتی، وہ کہتے ہیں یہ جواب صحیح ہے اور اس کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے۔ ______ جسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف میں اسود عامری سے اور انہوں نے اپنے والد گرامی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی جب آپ نے سلام

---

[1] کتاب عمل الیوم واللیلۃ باب مایقول فی دبر الصلوٰۃ مطبوعہ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ۱/ ۳۸

[2] مصنف ابن ابی شیبہ من کان یستحب اذا سلم ان یقوم اوینحرف الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۳۰۲

نوٹ: اس حوالے کے لئے بڑی کوشش کی ہے لیکن جو حوالہ ملا ہے اس کے الفاظ اتنے ہیں کہ صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف۔ یہاں پر "ورفع یدیہ ودعا" کے الفاظ نہیں۔ نذیر احمد سعیدی۔

مصنف ازاسود عامری از پدراو رضی اللہ تعالٰی عنہ روایت کردہ است کہ من ماحضورپُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نمازِ فجر گزاردم چوں سلام داد برگشت وہر دو دست پاک برداشتہ دعا فرمود امام ایناں گوید کہ پس خود از سیّد الانبیاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعد نماز فریضہ دست بہر دعا برداشتن بثبوت پیوست چنانکہ بر علمائے اذکیا پوشیدہ نیست، من میگویم مگر مجتہدین اغبیا شمار ا درماں چیست **الحمدللہ** كفى الله اهل السنة القتال ہفت حدیث را وعدہ کردم و بجاآوردیم کہ ہفت از افضل اعداد بود حالا بتقریب ذکر ایں فتوی در حدیث دیگر مذکور شدمی خواہم کہ حدیث دگر خوانیم وعدہ بہ تلک عشرۃ کاملۃ رسانیم وباللہ التوفیق۔

حدیث دہم: امام احمد در مسند و نسائی در مجتبٰی و ابن حبان در صحیح از حارث بن مسلم و ابوداؤد در سنن از پدرش مسلم بن حارث رضی اللہ عنہ وهو الصواب كما افاد الحافظ المنذری فی الترغیب روایت کنند سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مراو را فرمود اذا صليت الصبح فقل قبل ان تتكلم احدا من الناس، اللهم اجرنی من النار سبع مرات، فانك ان مت من يومك ذلك كتب الله لك جوارا من النار واذا صليت المغرب فقل قبل ان تكلم احدا من الناس اللهم اجرنی من النار

کہا، رُخ انور پھیرا، ہاتھ اٹھائے اور دعا کی (الحدیث) اس حدیث کے متعلق ان کا امام کہتا ہے کہ اس سے فرض نماز کے بعد دُعا میں ہاتھ اُٹھانا خود سید الانبیاء اسوہ الاتقیا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہے جیسا کہ علماءِ اذکیا پر مخفی نہیں سید محمد نذیر حسین۔ **میں کہتا ہوں** مگر تمھارے مجتہدوں کی بیماری کا علاج کیا ہو سکتا ہے! تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے جو اہل سنت کو لڑائی کے لئے کافی ہے میں نے سات احادیث کا وعدہ کیا تھا جو میں نے پورا کردیا، اس لئے کہ سات کا عدد افضل اعداد میں سے ہے اور مذکورہ فتوی کے حوالے سے دو احادیث کا مزید ذکر آگیا اب میں چاہوں گا کہ ایک اور حدیث کا ذکر کردوں تاکہ اس ساتھ "تلك عشرة كاملة" کا عدد مکمل ہو جائے وباللہ التوفیق۔ (ت)

دسویں حدیث: امام احمد نے مسند، نسائی نے مجتبٰی، ابن حبان، صحیح میں حارث بن مسلم سے ابو داؤد نے سنن میں اس کے والد حارث بن مسلم رضی اللہ عنہ سے (اور یہی صواب ہے جیسا کہ حافظ منذری نے ترغیب میں ذکر کیا ہے) روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا "جب تم فجر کی نماز ادا کرلو تو لوگوں سے ہمکلام ہونے سے پہلے سات ۷ مرتبہ یہ دُعا پڑھو اللهم اجرنی من النار (اے اللہ! مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد فرما) اب اگر تو اس دن فوت ہو گیا تو اللہ تعالٰی تجھے جہنّم سے آزادی عطا فرمائے گا اور جب مغرب کی

سبع مرات فانك ان مت لیلتك کتب الله لك جوارا من النار [1] چوں نماز بامداد اداکنی پیش ازآنکہ باکسے سخن گوئی ہفت باراین دعا کن خدایا مرا از دوزخ پناہ دہ کہ اگر آں روز میری حق جل وعلا برائے تو پناہ از دوزخ نویسد وچوں نماز شام گزاری ہمچناں کن اگر آں شب میری ہمچناں شود اللھم اجرنا من النار برحمتك یا عزیز یاغفار وصلی الله تعالٰی علی نبیه المختار واٰله الاطھار وبارك وسلم ۔ والله سبحٰنه و تعالٰی اعلم۔	نماز پڑھ لو تو لوگوں سے گفتگو سے پہلے سات دفعہ یہ دعا پڑھ لو اللھم اجرنی من النار (اے اللہ! مجھے جہنم کی آگ سے بچالے) اگر اس رات تجھے موت آگئی تو اللہ تعالٰی تجھے جہنم سے آزادی عطا فرمائے گا۔" اے اللہ! ہمیں بھی اپنی رحمت سے جہنم کے عذاب سے آزاد فرما یاعزیز یا غفار وصلی الله تعالٰی علی نبیه المختار واٰله الاطھار وبارك وسلم۔ والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۴۷: از ندی پار بتی علاقہ ریاست گوالیار گوتا باور ریلوے ڈاک خانہ ندی مذکور مرسلہ سید کرامت علی صاحب، محرر منشی محمد امین صاحب ٹھیکیدار ریلوے مذکور ۴ رمضان المبارک ۱۳۲۵ھ

بخدمت فیض درجت مولینا و مرشد نا مولوی احمد رضاخان صاحب دام اقبالہ، السلام علیک واضح رائے شریف ہو کہ بوجہ چند ضروریات کے آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ بنظر توجہ بزرگانہ جواب سے معزز فرمایا جاؤں۔ وظیفہ یا درود شریف بلند پڑھنا درست ہے یا نہیں ان معاملات میں کچھ شبہ ہے اور کچھ دلیل بھی ہوئی ہے لہذا دریافت کی ضرورت ہوئی۔

الجواب:

مکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ درود شریف خواہ کوئی وظیفہ بآواز نہ پڑھا جائے جبکہ اُس کے باعث کسی نمازی یا سوتے مریض کی ایذا ہو یا ریا آنے کا اندیشہ اور اگر کوئی محذور نہ موجود ہو نہ مظنون تو عندالتحقیق کوئی حرج نہیں تاہم اخفا افضل ہے لما فی الحدیث خیر الذکر الخفی [2] (جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ذکر خفی بہتر ہے۔ت) واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۴۸: از میرٹھ دفتر طلسمی پریس مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ادھر کے لوگ صبح اور عصر میں بعد سلام، اول تسبیحات پڑھ کر دعا مانگتے اور وہاں بعد سلام فورًا دعا، ان میں کون سا طریقہ سنّت ہے اور کیا ثبوت ہے؟

الجواب:

نماز کے بعد دُعا ثابت ہے اور تسبیح حضرت بتول زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی صحیح حدیثوں میں آئی ہے۔

---

[1] سنن ابوداؤد باب مایقول اذا صبح مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۳۷، الترغیب والترہیب فی اذکار الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۰۴

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند سعد بن ابی وقاص مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۷۲-۱۸۰-۱۸۷

صبح اور عصر کے بعد سنّتیں نہیں ان کے بعد ذکر طویل کا موقع ہے مگر مسلمانوں میں رسم یہ پڑ گئی ہے اور ضرور محمود ہے کہ بعد سلام امام کے ساتھ دُعا مانگتے ہیں اور اگر وُہ دعا میں دیر کرے منتظر رہتے ہیں، ان کے ساتھ دعا مانگنے کے بعد متفرق ہوتے ہیں اس حالت میں تسبیحات کی تقدیم اگر خوب تحقیق ثابت ہو کہ اُن میں کسی ایک فرد پر بھی ثقیل نہ ہو گی تو کچھ حرج نہیں ورنہ یہی بہتر ہے کہ خفیف دعا مانگ کر فارغ کردے پھر جس کے جی میں آئے تسبیحات میں شامل رہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۴۴۹: از راموچکا کوں ضلع چاٹگانگ مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید مفیض الرحمان ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۲۶ھ

درود شریف بالجہر پڑھنا جائز ہے یا نہیں بر تقدیر ثانی مطلقًا ناجائز ہے یا جواز مع الکراہت اور کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی؟

الجواب:

درود شریف ذکر ہے ذکر بالجہر جائز ہے جبکہ نہ ریاء ہو نہ کسی نمازی یا مریض یا سوتے کی ایذا نہ کسی اور مصلحت شرعیہ کا خلاف، یونہی درود شریف جہرًا جائز و مستحب ہے جس کے جواز پر دلیل اجماع کہ قرأت حدیث و ذکر نامِ اقدس میں سلفًا خلفًا تمام ائمہ و علماء و مسلمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُسی آوز سے کہتے ہیں جتنی آواز سے قرأت حدیث وکلام کر رہے ہیں اور یہ جہر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۴۵۰: از بریلی محلّہ بہاری پور جناب نواب مولوی سلطان احمد خان صاحب ۴ صفر المظفر ۱۳۳۰ھ

جس فرض کے بعد سنّت ہے اس فرض کے بعد مناجات کرنا درست ہے یا نہیں؟ یا بغیر مناجات کے سنّت ادا کرکے یا مختصر مناجات کے بعد سنّت شروع کرے؟ دلیل حدیث یا فقہ کی کتاب سے مع عبارت ہونی چاہئے مع نشان باب و نام کتاب۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

جائز و درست تو مطلقًا ہے مگر فصل طویل مکروہ تنزیہی و خلافِ اولٰی ہے اور فصل قلیل میں اصلًا حرج نہیں، دُرمختار فصل صفۃ الصلوٰۃ میں ہے:

یکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللھم انت السلام الخ وقال الحلوانی لاباس بالفصل	سنّتوں کا مؤخر کرنا مکروہ ہے مگر اللھم انت اسلام الخ کی مقدار۔ حلوانی نے کہا اور اداور

بالا وراد واختارہ الکمال قال الحلبی ان ارید بالکراھۃ التنزیھیۃ ارتفع الخلاف قلت وفی حفظی حملہ علی القلیلۃ[1]۔	دعاؤں کی وجہ سے فصل (وقفہ) میں کوئی حرج نہیں کمال نے اسے مختار قرار دیا ہے۔ حلبی نے کہا کہ اگر کراہت سے مراد تنزیہی ہو تواختلاف ہی ختم ہوجاتا ہے۔ میں کہتا ہوں مجھے یاد آتا ہے کہ حلوانی نے اسے اورادِ قلیلہ پر محمول کیا ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

قول الحلوانی لاباس الخ والمشھور فی ھذہ العبارۃ کون خلافہ اولی فکان معناھا ان الاولی ان لا یقرأ ای الاوراد قبل السنۃ ولو فعل لا باس[2] اھ مختصرا نقلہ الشامی ثم قال وتبعہ علی ذلك تلمیذہ فی الحلیۃ وقال فتحمل الکراھۃ فی قول البقالی علی التنزیھیۃ لعدم دلیل التحریمیۃ حتی لو صلاھا بعد الاوراد تقع سنۃ مؤداۃ لکن لا فی وقتھا المسنون[3]۔	حلوانی کا قول لا باس الخ (دعاؤں کی وجہ سے فصل (وقفہ) میں کوئی حرج نہیں) اس عبارت میں مشہور ہے کہ اس کا خلاف اولٰی ہے اس صورت میں معنی یہ ہوگا کہ سنّت سے پہلے (اوراد کا) نہ پڑھنا اولٰی ہے، اگر کسی نے ایسا کرلیا تو اس میں حرج نہیں اھ اختصارًا۔ شامی نے اس کو نقل کرکے اس کے بعد فرمایا حلیہ میں ان کے شاگرد نے ان کی اتباع کی اور کہا مکروہ تحریمی پر دلیل نہ ہونے کی وجہ سے بقالی کے قول میں کراہت کو کراہت تنزیہی پر محمول کیا جائے گا۔ حتّٰی کہ اگر کسی شخص نے اوراد کے بعد سنّتیں ادا کیں تو وہ ادا ہی ہونگی البتہ وقت مسنون میں ادا نہیں ہوئیں (ت)

ردالمحتار میں ہے:

مسلم والترمذی عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایقعد الابمقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ قال وقول عائشۃ بمقدار لا یفیدانہ کان یقول	مسلم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (نماز فرض کے بعد) اللھم انت السلام کی مقدار ہی بیٹھتے تھے۔ شامی نے کہا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے قول کی بمقدار سے

---

[1] دُرمختار باب صفۃ الصّلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۷۹

[2] فتح القدیر باب النوافل مطبوعہ نوریہ رضویہ سکّھر ۱/ ۳۸۴

[3] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۹۲

ذلك بعينه بل كان يقعد بقدر مايسعه و نحوه من القول تقريبا فلا ينافى فى الصحيحين من انه صلى الله تعالٰى عليه وسلم كان يقول دبر كل مكتوبة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذاالجد منك الجد وتمامه فى شرح المنية وكذافى الفتح من الوتر والنوافل[1] اھ مختصرا۔	یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس وقت میں بعینہٖ یہی کلمات جس میں تقریبًا یہی دُعا یا اسی طرح کی کوئی دوسری دعا پڑھی جاسکتی تھی ۔ لہٰذا ان کا یہ قول بخاری و مسلم کی اس روایت کے منافی نہ ہوگا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد یہ دُعا پڑھتے : لا الٰه الّا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير اللهم لامانع لما اعطيت ولا معطى لما منعت ولا ينفع ذاالجد منك الجد (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لا شریک ہے، ملک اس کا، حمد اس کی، اور وہ ہر شے پر قادر ہے، اے اللہ! تیری عطا میں کوئی رکاوٹ نہیں بن سکتا، جو تُو نہ دے وہ کوئی اور دے نہیں سکتا اور کسی کو اسکا بخت و دولت تیرے قہر وعذاب سے بچا نہیں سکتا) اس کی تفصیل شرح المنیہ اور اسی طرح فتح القدیر کے باب الوتر والنوافل میں ہے اھ اختصارًا (ت)

غنیہ میں ہے:

وكذا ماروى مسلم و غيره عن عبدالله بن الزبير رضى الله تعالٰى عنهما كان رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم اذا سلم من صلٰوته قال بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير ولا حول ولاقوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الّا الله	اسی طرح وُہ حدیث (یعنی حضرت عائشہ کا قول اس حدیث کے بھی منافی نہیں) ہے جس کو مسلم وغیرہ نے حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب نماز سے سلام پھیرتے تو بلند آواز سے کہتے: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے اسکا کوئی شریک نہیں سلطنت اسی کی، حمد اسی کے لئے، اور وہ ہر شے پر قادر ہے، برائی سے پھیرنا نیکی کی

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۹۱

مخلصین له الدین ولوکره الکافرون لان المقدار المذکور من حیث التقریب دون التحدید قد یسع کل واحد من نحو هذه الازکار لعدم التفاوت الکثیرة بینهما[1] الخ	طاقت دینا یہ اللہ کی طاقت و قدرت میں ہے ہم اسکے سوا کسی کی عبادت نہیں کرتے نعمت و فضل اسی کے لئے، ثناء جمیل اسی کی ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، خالص کرنے والے ہیں (اس کے لئے دین کو اگرچہ کافر اسے ناپسند کریں کیونکہ مقدار مذکور تقریبی اعتبار سے ہے نہ کہ تحدیدی اعتبار سے، اس مقدار میں ان اذکار میں سے ہر ایک پڑھا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے درمیان زیادہ تفاوت نہیں الخ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے:

باید دانست آنست کہ تقدیم روایت منافی نیست بعدیتے راکہ درباب بعض ادعیہ و اذکار دراحادیث واقع شدہ است، کہ بخواند بعد از نمازِ فجر و مغرب دہ بار لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علٰی کل شیئ قدیر[2] (مختصرًا)	یہاں اس بات کا جاننا ضروری ہے کہ تقدیم روایت بعدیت روایت کے منافی نہیں کیونکہ بعض دعاؤں اور اذکار کے بارے میں احادیث موجود ہیں ایک روایت میں ہے کہ نماز فجر اور مغرب کے بعد دس مرتبہ یہ کلمات پڑھے جائیں: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ یکتا ہے ذات و صفات میں اسکا کوئی شریک نہیں، سلطنت اسی کی ہے، حمد اسی کی ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ (مختصرًا)۔ (ت)

یہاں سے ظاہر ہوا کہ آیۃ الکرسی یا فرض مغرب کے بعد دس ۱۰ بار کلمہ توحید پڑھنا فصلِ قلیل ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۵۱: از شہر کہنہ محلّہ روہیلہ ٹولہ مسئولہ مولوی رحیم اللہ ۱۹ رجب المرجب ۱۳۳۶ھ

زید بعد ہر نماز جماعت فریضہ قبل از مانگنے دُعا روز ایک مرتبہ کلمہ توحید روز بعد مانگنے دعا کلمہ طیبہ تین مرتبہ اور ایک مرتبہ کلمہ شہادت بآواز بلند بہ نیت مع حاضرین جماعت پڑھا کرتا ہے۔ یہ فعل اسکا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز ہے مگر حاضرین کو ان کی خوشی پر رکھا جائے مجبور نہ کیا جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۴۲

[2] اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ الفصل الاول من باب الذکر بعد الصلوٰۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۴۱۸

باب القرأة

(قرأت کا بیان)

مسئلہ نمبر ۴۵۲: از بریلی مسئولہ سید احمد علی ساکن نوادہ شیخان ۳ صفر ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تلاوت کلام مجید مُصلّی یا غیر مُصلّی پر باترتیب پڑھنا فرض ہے یا واجب یا سنّت یا مستحب؟ اور امام نماز میں بے ترتیب سورہ پڑھے تو اس پر کیا حکم ہے؟

الجواب:

نماز ہو یا تلاوت بطریق معہود ہو دونوں میں لحاظ ترتیب واجب ہے اگر عکس کرے گا گنہگار ہوگا۔ سیّدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خوف نہیں کرتا کہ اللہ عزوجل اس کا دل اُلٹ دے۔

ہاں اگر خارج نماز ہیکہ ایک سورت پڑھ لی پھر خیال آیا کہ دوسری سورت پڑھوں وُہ پڑھ لی اور اس سے اُوپر کی تھی تو اس میں حرج نہیں۔ یا مثلاً حدیث میں شب کے وقت چار ۴ سورتیں پڑھنے کا ارشاد ہوا ہے۔ یسین شریف کہ جو رات میں پڑھے گا صبح کو بخشا ہوا اُٹھے گا۔ سورہ دخان شریف پڑھنے کا ارشاد ہوا ہے کہ جو اسے رات میں پڑھے گا صبح اس حالت میں اُٹھے گا کہ ستّر ہزار فرشتے اس کے لئے استغفار کرتے ہوں گے۔ سورہ واقعہ شریف کہ جو اسے رات پڑھے گا محتاجی اس کے پاس نہ آئے گی۔ سورہ تبارك الذی شریف کہ جو اسے ہر رات پڑھے گا عذابِ قبر سے محفوظ رہے گا۔

ان سورتوں کی ترتیب یہی ہے مگر اس غرض کے لئے پڑھنے والا چار سورتیں متفرق پڑھنا چاہتا ہے کہ ہر ایک مستقل جُدا عمل ہے اسے اختیار ہے کہ جس کو چاہے پہلے پڑھے جسے چاہے پیچھے پڑھے۔

امام نے سورتیں بے ترتیبی سے سہواً پڑھیں تو کچھ حرج نہیں، قصداً پڑھیں تو گنہگار ہوا، نماز میں کچھ خلل نہیں **واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔**

مسئلہ نمبر ۴۵۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت سورہ فاتحہ یا اور کسی سورت کی جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

مذہب حنفیّہ دربارہ قرأت مقتدی عدم اباحت و کراہت تحریمیہ ہے۔ نماز سرّی میں روایت استحباب کہ حضرت امام محمد بن حسن شیبانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی طرف نسبت کی گئی محض ضعیف

کما بسط المحقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد رحمہ اللہ تعالٰی کما قالہ فی الدر المختار۔	جیسا کہ محقق علی الاطلاق فقیہ النفس مولٰنا کمال الملۃ والدین محمد (ابن ہمام) رحمہ اللہ تعالٰی نے اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ جیسا کہ دُرِ مختار میں بیان کیا گیا ہے۔ (ت)

خود تصانیفِ امام محمد میں جابجا عدمِ جواز مصرح آثار میں فرماتے ہیں یہی مذہب ہمارا مختار اور اسی پر عامہ حدیث و اخبار وارد، اور فرمایا ایک جماعتِ صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین قرأتِ مقتدی کو مفسدِ نماز کہتی ہے اور قوی الدلیلین پر عمل کرنے میں احتیاط ہے۔

مؤطا میں بہت آثار روایت فرمائے جن سے عدمِ جواز ثابت قالہ الشیخ مولٰنا عبدالحق المحدث الدہلوی قدس اللہ سرہ العزیز فی اللمعات (یہ بات شیخ محقق حضرت مولانا عبدالحق دہلوی قدس اللہ تعالٰی سرہ نے اشعۃ اللمعات میں کہی ہے۔ ت)

باایں ہمہ خلاف تصریحات امام ایک روایت مرجوحہ مجروحہ سے نماز سری میں جواز خواہ استحباب قرأت اُن کا مذہب ٹھہرانا اور فقہ حنفی میں اس کا وجود سمجھنا محض باطل و وہم عاطل۔ ہمارے علمائے مجتہدین بالاتفاق عدم جواز کے قائل ہیں اور یہی مذہب جمہور صحابہ و تابعین کا ہے حتّی کہ صاحب ہدایہ امام علامہ برہان الملۃ والدین مرغینانی رحمہ اللہ تعالٰی نے دعوٰیِ اجماعِ صحابہ کیا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ احادیث و آثار کہ اس باب میں وارد بیحد و شمار، یہاں خوفِ طوالتِ بیان بعض پر اقتصار:

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں سیّدنا ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: اذا صلّیتم فاقیموا صفوفکم ثم لیؤمکم احدکم فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا[1]۔ یعنی جب تم نماز

---

[1] الصحیح المسلم باب التشہد فی الصلوٰۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۷۴

نوٹ: مسلم میں حدیث کے آخری الفاظ "واذااقراء فانصتوا" اسی جگہ پر قتادہ اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث میں ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

پڑھو اپنی صفیں سیدھی کرو پھر تم میں کوئی امامت کرے وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرے تم چپ رہو۔

حدیث ۲: ابوداؤد و نسائی اپنی سُنن میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: انما الامام لیؤتم بہ فاذا کبر فکبروا واذا قرأ فانصتوا[1] ھذا لفظ النسائی۔ یعنی امام تو اس لئے ہے کہ اس کی پیروی کی جائے پس جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی کہو اور جب قرات کرے خاموش رہو۔ یہ نسائی کے الفاظ ہیں۔ امام مسلم بن حجاج نیشاپوری رحمہ اللہ تعالٰی اپنی صحیح میں اس حدیث کی نسبت فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک صحیح ہے۔

حدیث ۳: ترمذی اپنی جامع میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی: من صلی رکعۃ لم یقرء فیھا بام القراٰن فلم یصل الا ان یکون وراء الامام[2]۔ یعنی جو کوئی رکعت بے سورہ فاتحہ کے پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی مگر جب امام کے پیچھے ہو۔ ھکذا رواہ مالک فی مؤطاہ موقوفا (اسی طرح اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں موقوفًا روایت کیا ہے۔ ت) اور امام ابوجعفر احمد بن سلامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے معانی الآثار میں اسے ورایت کیا اور ارشادات سید مرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے قرار دیا، واللہ تعالٰی اعلم۔ حافظ ابوعیسٰی ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ سیدنا امام الائمہ مالک الازمہ سراج الاُمہ کاشف الغُمہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن مقلدیہ باحسان روایت فرماتے ہیں:

حدیث ۴: حدثنا ابوالحسن موسٰی بن ابی عائشۃ عن عبداللہ بن شداد بن الھاد عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ[3]۔ یعنی حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کا پڑھنا اس کا پڑھنا ہے۔ فقیر کہتا ہے یہ حدیث صحیح ہے رجال اس کے سب رجال صحاح ستّہ ہیں۔ ورواہ محمد ھکذا

---

[1] سنن النسائی تاویل قولہ عزوجل واذاقرئ القرآن الخ حدیث ۹۲۳ مطبوعہ مکتبۃ السّلفیہ لاہور ۱/ ۱۱۲

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی ترک القراۃ خلف الامام اذاجھر بالقراۃ مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۱/ ۴۲

[3] مسند الامام الاعظم کفایۃ قراۃ الامام للماموم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۶۱

مرفوعا من طریق اُخر (اس کو امام محمد نے مرفوعا دوسری سند سے روایت کیا ہے۔ت) حاصل حدیث کا یہ ہے کہ مقتدی کو پڑھنے کی کچھ ضرورت نہیں امام کا پڑھنا کفایت کرتا ہے۔ ھکذا روی عند محمد رحمہ اللہ تعالٰی مختصرا ورواہ الامام تارۃ اخری مستوعبا۔

حدیث ۵: قال صلی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالناس فقرأ رجل خلفہ فلما قضی الصلٰوۃ قال ایکم قرأ خلفی ثلث مرات فقال رجل انا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من صلی خلف الامام فان قرأۃ الامام لہ قرأۃ[1]۔ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لوگوں کو نماز پڑھائی ایک شخص نے حضور کے پیچھے قرات کی سیّد اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ارشاد فرمایا کس نے میرے پیچھے پڑھا، لوگ بسبب خوف حضور کے خاموش ہو رہے، یہاں تک کہ تین بار بتکرار یہی استفسار فرمایا، آخر ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! میں نے۔ ارشاد ہوا کہ جو امام کے پیچھے ہو اس کے لئے امام کا پڑھنا کافی ہے۔

حدیث ۶: ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ایضا عن حماد بن ابراہیم ان عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ لم یقرأ خلف الامام لا فی الرکعتین الاولین ولا فی غیرھما[2] یعنی سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے امام کے پیچھے قرات نہ کی نہ پہلی دو رکعتوں میں نہ ان کے غیر میں۔

فقیر کہتا ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ جو افاضل صحابہ و مومنین سابقین سے ہیں حضر و سفر میں ہمراہِ رکاب سعادت انتساب حضور رسالت مآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رہتے اور بارگاہِ نبوت میں بے اذن لئے جانا اُن کے لئے جائز تھا بعض صحابہ فرماتے ہیں ہم نے راہ وروش سرورانبیاء علیہ التحیۃ والثنا سے جو چال ڈھال ابن مسعود کو ملتی پائی کسی کی نہ پائی، خود حضور اکرم الاولین والآخرین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

---

[1] مسند الامام الاعظم کفایۃ قراءۃ الامام للماموم مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۶۱

[2] المؤطا للامام محمد باب القراءۃ فی الصلوۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

نوٹ: مجھے عبداللہ بن مسعود کی حدیث مسند امام اعظم سے نہیں ملی اس لئے موطا امام محمد سے نقل کی ہے جو متن میں آرہی ہے الفاظ یہ ہیں:۔ ان عبداللہ بن مسعود کان لایقرأ خلف الامام فیما یجھر فیہ وفیما یخافت فیہ الاولیین ولا فی الاخریین واذا صلی وحدہ قرأ فی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئا۔ **نذیر احمد سعیدی۔**

رضیت لا متی ما رضی لہا ابن ام عبد و کرھت لامتی ما کرہ لہا ابن ام عبد[1]۔	میں نے اپنی امت کے لئے وہ پسند کیا جو عبداللہ بن مسعود اس کے لئے پسند کرے اور میں نے اپنی امت کے لئے ناپسند کیا جو اُس کے لئے عبداللہ بن مسعود ناپسند کرے۔

گویا ان کی رائے حضورِ والا کی رائے اقدس ہے اور معلوم ہے کہ جناب ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ جب مقتدی ہوتے فاتحہ وغیرہ کچھ نہیں پڑھتے تھے اور ان کے سب شاگردوں کا یہی وتیرہ تھا۔

حدیث ۷: محمد فی مؤطاہ من طریق سفیانین عن منصور بن المعتمر وقال الثوری نا منصور وھذا لفظ ابن عیینۃ عن منصور بن المعتمر عن ابی وائل قال سئل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن القرأۃ خلف الامام قال انصت فان فی الصلٰوۃ لشغلا سیکفیک ذلك لامام[2]۔ خلاصہ یہ کہ سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دربارہ قرأت مقتدی سوال ہوا، فرمایا خاموش رہ کہ نماز میں مشغولی ہے یعنی بیکار باتوں سے باز رہنا عنقریب تجھے امام اس کام کی کفایت کردے گا یعنی نماز میں تجھے لاطائل باتیں روا نہیں، اور جب امام کی قرأت بعینہٖ اُس کی قرأت ٹھہرتی ہے تو پھر مقتدی کا خود قرأت کرنا محض لغو ناشائستہ ہے۔ فقیر کہتا ہے یہ حدیث اعلٰی درجہ صحاح میں ہے اس کے سب رواۃ ائمہ کبار و رجال صحاح ستہ ہیں۔

حدیث ۸: واما حدیث الامام عن ابن مسعود فوصلہ محمد نا محمد بن ابان بن صالح القرشی عن حماد عن ابراہیم النخعی عن علقمۃ بن قیس ان عبداللہ بن مسعود کان لایقرأ خلف الامام فیما یجھر و فیما یخافت فیہ فی الاولیین ولا فی الاخریین و اذا صلی وحدہ قرأفی الاولیین بفاتحۃ الکتاب وسورۃ ولم یقرأ فی الاخریین شیئا[3]۔ حاصل یہ کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ جب مقتدی ہوتے تو نماز میں جہریہ ہو یا سریہ کچھ نہ پڑھتے تھے نہ پہلی رکعتوں میں نہ پچھلی میں۔ ہاں جب تنہا ہوتے تو صرف پہلیوں میں الحمد و سورت پڑھتے۔

اثر ۱: ابو حنیفۃ عن حماد عن ابراہیم انہ قال لم یقرأ علقمۃ خلف الامام حرفا لا فیما یجھر فیہ القرأۃ ولا فیما لایجھر فیہ ولا قرأفی الاخریین بام الکتاب ولا غیرھا خلف الامام

---

[1] مجمع الزوائد باب ماجاء فی عبداللہ بن مسعود مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۹ /۲۹۰

[2] مؤطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

[3] مؤطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

ولا اصحاب عبدالله جمیعا [1]۔ یعنی علقمہ بن قیس کہ کبار تابعین واعاظم مجتہدین اور افقہ تلامذہ سیّدنا ابن مسعود ہیں امام کے پیچھے ایک حرف نہ پڑھتے چاہے جہر کی قرات ہو چاہے آہستہ کی اور نہ پچھلی رکعتوں میں فاتحہ پڑھتے اور نہ اور کچھ جب امام کے پیچھے ہوتے اور نہ کسی نے حضرت کے اصحاب عبداللہ بن مسعود سے قرات کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

اثر ۲: محمد فی الموطا اخبرنا بکیر بن عامر مرثنا ابرہیم النخعی عن علقمة بن قیس قال لان اعض علی جمرة احب الی من ان اقرأ خلف الامام [2]۔ یعنی حضرت علقمہ بن قیس فرماتے ہیں البتہ آگ کی چنگاری منہ میں لینا مجھے اس سے زیادہ پیاری ہے کہ میں امام کے پیچھے قرات کروں۔

اثر ۳: محمد ایضا اخبرنا اسرائیل من یونس ثنا منصور عن ابراہیم قال ان اول من قرأ خلف الامام رجل اتھم [3]۔ یعنی ابراہیم بن سوید النخعی نے کہ رؤسائے تابعین وائمہ دین متین سے ہیں تحدیث وفقاہت ان کی آفتاب نیمروز ہے فرمایا پہلے جس شخص نے امام کے پیچھے پڑھا وہ ایک مرد متہم تھا۔ حاصل یہ کہ امام کے پیچھے قرات ایک بدعت ہے جو ایک بے اعتبار آدمی نے احداث کی۔ فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے رجال صحیح مسلم ہیں۔

حدیث ۹: امام مالک اپنی مؤطا میں اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ اپنی مسند میں روایت کرتے ہیں: **وھذا سیاق مالك عن نافع ان عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما كان اذا سئل هل يقرأ احد خلف الامام قال اذا صلى احدكم خلف امام فحسبه قرأة الامام واذا صلى وحده فليقرأ قال وكان عبدالله بن عمر رضى الله تعالى عنهما لايقرأ خلف الامام** [4]۔ یعنی سیدنا وابن سیدنا عبداللہ بن امیر المؤمنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جب دربارہ قراتِ مقتدی سوال ہوتا فرماتے جب کوئی تم میں امام کے پیچھے نماز پڑھے تو اسے قرات امام کافی ہے اور جب اکیلا پڑھے تو قرات کرے۔ نافع کہتے ہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما خود امام کے پیچھے قرات نہ کرتے فقیر کہتا ہے۔

---

[1] کتاب الآثار امام محمد باب القرأۃ خلف الامام وتلقینہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ص ۱۶

[2] موطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

[3] موطا امام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۰

[4] مؤطا امام مالک ترک القرأۃ خلف الامام مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۸۶

کہ یہ حدیث غایت درجہ کی صحیح الاسناد ہے حتی کہ مالک بن نافع عن ابن عمر کو بہت محدثین نے صحیح ترین اسانید کہا۔

حدیث ۱۰: محمد اخبرنا عبیداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم بن عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال من صلی خلف الامام کفتہ قرأتہ[1]۔ یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں مقتدی کو امام کا پڑھنا کافی ہے۔ فقیر کہتا ہے یہ سند بھی مثل سابق کے ہے اور اس کے رجال بھی رجال صحاح ستہ ہیں، بلکہ بعض علماء حدیث نے روایات نافع عن عبیداللہ بن عمر کو امام مالک پر ترجیح دی۔

حدیث ۱۱: محمد اخبرنا عبدالرحمن بن عبداللہ المسعودی اخبرنی انس بن سیرین عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما انہ سئل عن القرأۃ خلف الامام قال تکفیك قرأۃ الامام۔[2] یعنی سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دربارہ قرأت استفسار ہوا فرمایا تجھے امام کا پڑھنا بس کرتا ہے۔

حدیث ۱۲: امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی رحمۃ اللہ علیہ معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں: حدثنا ابن وھب فساق باسنادہ عن زید بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سمعہ یقول لایقرأ المؤتم خلف الامام فی شیئ من صلاۃ[3] یعنی سیدنا زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں مقتدی امام کے پیچھے کسی نماز میں قرات نہ کرے یعنی نماز جہر ہو یا سریہ:

حدیث ۱۳: محمد اخبرنا داؤد بن قیس ثنا عمر بن محمد بن زید عن موسٰی بن سعید بن زید بن ثابت الانصاری یحدثہ عن جدہ قال من قرأ خلف الامام فلا صلٰوۃ لہ[4]۔ یعنی حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جو شخص امام کے پیچھے پڑھے اس کی نماز جاتی رہی۔ **فقیر کہتا ہے** یہ حدیث حسن ہے اور دارقطنی نے بطریق طاؤس اسے مرفوعًا روایت کیا۔

حدیث ۱۴: الحافظ بن علی بن عمر الدارقطنی عن ابی حاتم بن حبان ثنی ابراہیم بن سعد عن احمد بن علی بن سلیمان الدوری عن عبدالرحمٰن المخزومی

---

[1] مؤطا الامام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۹۷

[2] مؤطا الامام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۹۸

[3] شرح معانی الآثار باب القرأۃ خلف الامام مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۱۵۱

[4] مؤطا الامام محمد باب القرأۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۲

عن سفیان بن عیینہ عن ابن طاؤس عن ابیہ عن زید عن ثابت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال من قرأخلف الامام فلا صلٰوۃ لہ [1]۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی وعلیہ وسلم فرماتے ہیں: امام کے پیچھے پڑھنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔

حدیث ۱۵: محمد ایضا اخبرنا داؤد بن قیس الفراء المدنی اخبرنی بعض ولد سعد بن ابی وقاص انہ ذکر لہ ان سعدا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال وددت ان الذی یقرأ خلف الامام فی فیہ جمرۃ [2]۔ یعنی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ افاضل صحابہ و عشرہ مبشرہ و مقربانِ بارگاہ سے ہیں منقول ہے انھوں نے فرمایا میرا جی چاہتا ہے کہ امام کے پیچھے پڑھنے والے کے منہ میں انگارہ ہو۔

حدیث ۱۶: محمد ایضا اخبرنا داؤد بن قیس الفراء ثنا محمد بن عجلان ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجرا [3]۔ یعنی حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کاش جو شخص امام کے پیچھے قرات کرے اُسکے منہ میں پتھر ہو۔

فقیر کہتا ہے رجال اس حدیث کے بر شرط صحیح مسلم ہیں۔ **الحاصل** ان احادیث صحیحہ و معتبرہ سے مذہب حنفیّہ بحمد اللہ ثابت ہوگیا اب باقی رہے تمسکات شافعیہ اُن میں عمدہ ترین دلائل جسے اُن کا مدار مذہب کہنا چاہئے حدیث صحیحین ہے یعنی لا صلٰوۃ الا بفاتحۃ الکتاب [4] کوئی نماز نہیں ہوتی بے فاتحہ کے۔ جواب اس حدیث سے چند طور پر ہے یہاں اسی قدر کافی کہ یہ حدیث تمھارے مفید نہ ہمارے مضر، ہم خود مانتے ہیں کہ کوئی نماز ذات رکوع سجود بے فاتحہ کے تمام نہیں امام کی ہو خواہ ماموم کی مگر مقتدی کے حق میں خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس کے لئے امام کی قرات کافی اور امام کا پڑھنا بعینہٖ اس کا پڑھنا ہے۔ کما مر سابقا (جیسا کہ پیچھے گزر چکا ت) پس خلافِ ارشاد حضور والا تم نے کہاں سے نکال لیا کہ مقتدی جب تک خود نہ پڑھے گا نماز اس کی بے فاتحہ رہے گی اور فاسد ہو جائے گی۔

دوسری دلیل: حدیث مسلم من صلی صلاۃ لم یقرأ فیہا بام القراٰن فھی خداج

---

[1] نصب الرایۃ بحوالہ علل متناہیۃ من طریق دار قطنی کتاب الصلوٰۃ مکتبہ اسلامیہ ریاض ۲/ ۱۹، کنز العمال الباب الخامس قراءۃ الماموم مطبوعہ مکتبۃ التراث اسلامی بیروت ۸/ ۲۸۶

[2] مؤطا الامام محمد باب القراءۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۱

[3] مؤطا الامام محمد باب القراءۃ فی الصلوٰۃ خلف الامام مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰۲

[4] اتحاف السادۃ المتقین القراء مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳/ ۴۸-۴۷

ف: بخاری جلد ۱ ص ۱۰۴ اور مسلم ج ۱ ص ۱۶۹ پر لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب کے الفاظ ہیں۔

ھی خداج ھی خداج [1]۔ حاصل یہ کہ جس نے کوئی نماز بے فاتحہ پڑھی وہ ناقص ہے ناقص ہے ناقص ہے۔ اس کا جواب بھی بعینہٖ مثل اول کے ہے نماز بے فاتحہ کا نقصان مسلّم اور قرأتِ امام قرأتِ ماموم سے مغنی خلاصہ یہ کہ اس قسم کی احادیث اگر چہ لاکھوں ہوں تمھیں اس وقت بکار آمد ہوں گی جب ہمارے طور پر نماز مقتدی بے امّ الکتاب رہتی ہو **وھو ممنوع** (اور یہ ممنوع ہے۔ ت) اور آخر حدیث میں قول حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ **اقرأ بھا فی نفسك یا فارسی** [2] (اپنے دل میں پڑھ اے فارسی۔ ت) کہ شافعیہ اس سے بھی استناد کرتے ہیں فقیر بتوفیق الٰہی اُس سے ایک جواب حسن طویل الذیل رکھتا ہے جس کے ذکر کی یہاں گنجائش نہیں۔

تیسری دلیل: حدیث عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ **لا تفعلوا الا بام القراٰن** [3] امام کے پیچھے اور کچھ نہ پڑھو سوائے فاتحہ کے۔

اولاً یہ حدیث ضعیف ہے اُن صحیح حدیثوں کی جو ہم نے مسلم اور ترمذی ونسائی وموطائے امام مالک وموطائے امام محمد وغیرہا صحاح ومعتبرات سے نقل کیں کب مقاومت کرسکتی ہے، امام احمد بن حنبل وغیرہ حفّاظ نے اس کی تضعیف کی، یحیٰی بن معین جیسے ناقدین جس کی نسبت امام ممدوح نے فرمایا جس حدیث کو یحیٰی نہ پہچانے حدیث ہی نہیں فرماتے ہیں استثنائے فاتحہ غیر محفوظ ہے۔

ثانیاً خود شافعیہ اس حدیث پر دو ۲ وجہ سے عمل نہیں کرتے: ایک یہ کہ اس میں ماورائے فاتحہ سے نہی ہے اور ان کے نزدیک مقتدی کو ضمِ سورت بھی جائز ہے۔ **صرح بہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم** (امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں اس کی تصریح کی ہے) دوسرے یہ کہ حدیث مذکور جس طریق سے ابوداؤد نے روایت کی باآواز بلند منادی کہ مقتدی کو جہراً فاتحہ پڑھنا روا اور یہ امر بالاجماع ممنوع **صرح بہ الامام النووی فی شرح صحیح مسلم** (شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات میں اس بات کی تصریح کی ہے اور امام نووی کا کلام

---

[1] الصحیح المسلم باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷۰-۱۶۹

[2] الصحیح المسلم باب وجوب قرأۃ الفاتحۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶۹

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث عبادہ بن الصامت مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۲۲، سنن الدار قطنی باب وجوب قرأۃ ام الکتاب الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۳۱۸

شرح میں بھی اسکا فائدہ دیتا ہے۔ت) پس جو خود اُن کے نزدیک متروک ہم پر اُس سے کس طرح احتجاج کرتے ہیں۔

بالجملہ ہمارامذہب مہذب بحمد اللہ حجج کافیہ و دلائل وافیہ سے ثابت، اور مخالفین کے پاس کوئی دلیل قاطع ایسی نہیں کہ اُسے معاذاللہ باطل یا مضمحل کرسکے مگر اس زمانہ پُرفتن کے بعض جہال بے لگام جنھوں نے ہوائے نفس کو اپنا امام بنایا اور انتظام اسلام کو درہم برہم کرنے کے لئے تقلید ائمہ کرام میں خدشات واوہام پیدا کرتے ہیں جس ساز وسامان پر ائمہ مجتہدین خصوصًا امام الائمہ حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن مقلدیہ کی مخالفت اور جس بضاعت مزجات پر ادعائے اجتہاد وفقاہت ہے عقلائے منصفین کا معلوم اصل مقصود ان کا اغوائے عوام ہے کہ وہ بیچارے قرآن وحدیث سے ناواقف ہیں جو ان مدعیانِ خام کار نے کہہ دیا اُنھوں نے مان لیا اگرچہ خواص کی نظر میں یہ باتیں موجب ذلّت و باعث فضیحت ہوں، اللہ سبحٰنہ وتعالٰی وساوس شیطان سے امان بخشے اٰمین **هذا والعلم عند واهب العلوم العالم بكل سر مكتوم** (اسے قبول فرما اور حقیقی علم اس ذات کے پاس جو تمام علوم عطا فرمانے والا اور تمام مخفی رازوں سے واقف ہے۔ت)

مسئلہ نمبر ۴۵۴: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جو حافظ نماز میں اس طرح قرآن مجید پڑھتا ہو کہ نہ تو صحیح اعراب کا دھیان رکھتا ہے اور نہ اوقاف لازمہ پر وقف کرتا ہے اور ماضی جمع متکلم کے صیغے ایسے ادا کرتا ہے کہ سامعین کو جمع مونث غائب کا شبہ ہوتا ہے اور اکثر جگہ حروف وکلمات بھی فروگذاشت ہوجاتے ہیں تو اس کے سُننے میں کچھ ثواب کی امید یا بالکل نہیں اور نماز اس کے پیچھے درست ہے یا نہیں اور یہ عذر ترک جماعت کے لئے مقبول ہوگا یا نہیں یا دوسری مسجد میں جماعت کے لئے جانا ضروری ہے یا صرف فرض جماعت سے ادا کرے باقی نماز مکان پر پڑھے۔ (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب:

خطا فی الاعراب یعنی حرکت، سکون، تشدید، تخفیف، قصر، مد کی غلطی میں علمائے متاخرین رحمہ اللہ علیہم اجمعین کا فتوٰی تو یہ ہے کہ علی الاطلاق اس سے نماز نہیں جاتی۔

فی الدر المختار وزلة القاری لو فی اعراب لا تفسد وان غیر المعنی به یفتی۔ بزازیہ[1]	دُرمختار میں ہے کہ قرات کرنے والے کی غلطی اگر اعراب میں ہو تو نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ اس سے معنی بدل جائے اسی پر فتوٰی ہے۔ بزازیہ۔ (ت)

---

[1] دُرمختار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۹۰

ردالمحتار میں ہے:

لا تفسد فی الکل وبه یفتی۔ بزازیه وخلاصه[1]	ان تمام صورتوں میں نماز فاسد نہ ہوگی اور اسی پر فتوی ہے۔بزازیہ وخلاصہ (ت)

اگرچہ علمائے متقدین وخود ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم درصورت فساد معنی فساد نماز مانتے ہیں اور یہی من حیث الدلیل اقوی، اور اسی پر عمل احوط واحری۔

فی شرح منیة الکبیر ھو الذی صححه المحققون وفرعواعلیه الفروع فاعمل بما تختار والاحتیاط اولی سیما فی امر الصلوٰۃ التی ھی اول مایحاسب العبد علیھا۔[2] (ملخصا)	شرح منیہ کبیر میں ہے کہ اسی کو محققین نے صحیح قرار دیا اور اسی فروع کو ذکر کیا پس تو اپنے مختار پر عمل کر اور احتیاط بہر صورت ہر مقام پر بہتر ہے خصوصًا نماز میں، کیونکہ یہی وہ عمل ہے جس کے بارے میں بندے سے سب سے پہلے پوچھ ہوگی (ملخصا۔ت)

اور وقف ووصل کی غلطی کوئی چیز نہیں یہاں تک کہ اگر وقف لازم پر نہ ٹھہرا بُرا کیا مگر نماز نہ گئی۔

فی العلمگیریة ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لولم یقف عند قوله اصحٰب النار بل وصل بقوله الذین یحملون العرش لاتفسد لکنه قبیح ھکذا فی الخلاصة۔[3]	فتاوٰی عالمگیری میں ہے اگر قاری نے وہاں وصل کیا جہاں وصل کا مقام نہ تھا جیسا کہ قاری نے وقف نہ کیا اللہ تعالٰی کے ارشاد "اصحٰب النار" پر بلکہ "الذین یحملون العرش" کے ساتھ ملا دیا تو نماز فاسد نہ ہوگی البتہ یہ عمل بُرا ہے۔خلاصہ میں اسی طرح ہے۔(ت)

حلیہ میں ہے:

صرح غیر واحد منھم صاحب الذخیرۃ علی ان الفتوی علی عدم الفساد بکل حال لان فی مراعاۃ الوقف والوصل والابتداء	متعدد علماء جس میں صاحبِ ذخیرہ بھی ہے نے اس بات کی تصریح فرمائی کہ ہر حال میں عدمِ فساد پر فتوٰی ہے کیونکہ وقف، وصل اور ابتداء کی

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی ۱/ ۴۶۷

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فوائد من زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۹۳

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۱

ایقاع الناس فی الحرج خصوصًا فی حق العوام و الحرج مدفوع شرعًا۔[1]	رعایت لازم کرنے سے لوگوں پر خصوصًا عوام پر تنگی لازم آئے گی اور شرعًا تنگی مرفوع ہے۔(ت)

یوں ہی ضمیر "نا" میں الف مسموع نہ ہونا مفسد نہیں۔

لما صرح به القنیة ان من العرب یکتفی عن الالف بالفتحة و الیاء بالکسرة والواو بالضمة تقول اعُذُبالله مکان اعوذ بالله . قلت وعلیه یخرج ماصرح به فی الغنیة ان حذف الیاء من تعالٰی فی تعالٰی جد ربنا لاتفسد اتفاقا۔[2]	کیونکہ قنیہ میں تصریح ہے کہ بعض عرب الف کے عوض فتحہ، یاء کے عوض کسرہ اور واؤ کے عوض ضمہ پر اکتفاء کرتے ہیں مستفاد ہے کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد تعالٰی جد ربنا میں تعالٰی کی یا حذف کرنے سے بالاتفاق نماز فاسد نہ ہوگی۔

اسی طرح حروف و کلمات کا فروگذاشت ہوجانا بھی دوامًا موجبِ فساد نہیں ہوتا بلکہ اسی وقت کہ تغیر کا معنی کرلے کما ھو ضابطة الائمة المتقدمین رحمھم الله تعالٰی (جیسا کہ ائمہ متقدمین رحمہم اللہ تعالٰی کا مسلّمہ ضابطہ ہے۔ت)

بالجملہ اگر حافظ مذکور سے وُہ خطائیں جو مفسد نماز ہیں واقع نہیں ہوتیں تو نماز اسکے پیچھے درست، اور ترک جماعت کے لئے یہ عذر نا مسموع، اور اگر خطایائے مفسدہ صادر ہوتے ہیں تو بے شک وہ نماز نماز ہی نہیں۔ نہ وہاں ثواب کی گنجائش بلکہ عیاذا باللہ عکس کا خوف ہے، نہ اہلِ محلّہ کو دوسری مسجد میں جانے کی حاجت کہ یہی مسجد جوان پر حق رکھتی ہے ہنوز محتاج نماز و جماعت ہے۔ نماز فاسد کا تو عدم وجود شرعًا یکساں، پس اگر ممکن ہو تو دوبارہ جماعت وہیں قائم کرے ورنہ آپ ہی مسجد میں تنہا پڑھ لے کہ حقِ مسجد ادا ہو،

کما افادہ فی الفتاوی الخانیة وفیھا ایضا مؤذن بمسجد لایحضر مسجدہ احد قالوا یوذن ھو یقیم ویصلی وحدہ وذاك احب من ان یصلی	جیسا کہ فتاوٰی خانیہ میں اس کا افادہ کیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ کسی ایسی مسجد کا موذن جہاں کوئی اور نمازی نہیں آتا تو موذن اذان دے، تکبیر کہے اور تنہا نماز ادا کرے۔ اور یہ اس کے لئے دوسری

---

[1] حلیة

[2] قنیہ باب فی حذف الحرف والزیادۃ مطبع مشتہرہ بالمہانندیہ ص ۶۳

فی مسجد اٰخر۔[1]	مسجد میں نماز ادا کرنے سے بہتر ہے۔(ت)

اور اگر یہ صورت ہو کہ حافظ مذکور فرضوں میں قرآن مجید صحیح پڑھتا ہے اور خطا یائے مفسدہ صرف تراویح میں بوجہ عجلت وبے احتیاطی واقع ہوتی ہیں تو فرض میں اس کی اقتدا کرے تراویح میں بھی یہی حکم ہے ورنہ درصورت فسادفرضوں میں بھی اقتداء درست نہیں **کما لا یخفی** (جیسا کہ ظاہر ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۵۵: ۷ ربیع الآخر ۱۳۰۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام یا منفرد تیسری یا چوتھی رکعت میں کچھ قرات جہر سے پڑھ جائے تو سجدہ سہو واجب ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگرامام اُن رکعتوں میں جن میں آہستہ پڑھنا واجب ہے جیسے ظہر وعصر کی سب رکعات اور عشاء کی پچھلی دواور مغرب کی تیسری اتنا قرآن عظیم جس سے فرض قرات ادا ہوسکے (اور وُہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مذہب میں ایک آیت ہے) بھول کر بآواز پڑھ جائیگا تو بلاشبہ سجدہ سہو واجب ہوگا، اگر بلا عذرِ شرعی سجدہ نہ کیا یااس قدر قصداً بآواز پڑھا تو نماز کا پھیرنا واجب ہے، اور اگر اس مقدار سے کم مثلاً ایک آدھ کلمہ بآوازِ بلند نکل جائے تو مذاہب راجح میں کچھ حرج نہیں۔ ردالمحتار میں ہے۔

الاسرار یجب علی الامام والمنفرد فیما یسر فیہ وھو صلٰوۃ الظھر والعصر و الثالثۃ من المغرب و الاخریان من العشاء و صلاۃ الکسوف و الاستسقاء کما فی البحر[2]۔ الخ	سری نمازوں میں امام منفرد دونوں پر اسرار (سراً قرات) واجب ہے اور نماز ظہر، عصر، مغرب کی تیسری رکعت، عشاء کی آخری دورکعت، نماز کسوف اور نماز استسقاء ہیں۔ جیسا کہ بحر میں ہے الخ (ت)

دُرمختار میں ہے:

تجب سجدتان بترك واجب سھواکالجھر فیما یخافت فیہ وعکسہ والاصح تقدیرہ بقدرما تجوز بہ الصلٰوۃ	سہواً ترک واجب سے دوسجدے لازم آتے ہیں مثلاً سری نماز میں جہراً قرات کرلے یا اسکا عکس، اور اصح یہی ہے کہ دونوں صورتوں میں اتنی قرات

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی المسجد مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۲

[2] ردالمحتار باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۴۶

فی الفصلین [1] اھ ملخصًا	سے سجدہ لازم ہوجائے گا جس سے نماز ادا ہوجاتی ہو۔ اھ ۔ملخصا۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

الصحیح ظاہر الروایۃ وھوالتقدیر بما تجوز به الصلٰوۃ من غیر تفرقۃ لان القلیل من الجھر موضع المخافۃ عفوا [2] الخ	صحیح ظاہر الروایۃ میں ہے وہ اتنی مقدار ہے کہ اس کے ساتھ نماز بغیر کسی تفرقہ کے جائز ہوجائے کیونکہ سر کی جگہ جہر قلیل معاف ہے الخ (ت)

حاشیہ شامی میں ہے:

صححه فی الهدایة والفتح والتبیین والمنیة [3] الخ وتمامه فیه۔	اس کو ہدایہ، فتح، تبیین اور منیہ میں صحیح کہا ہے الخ اور اس میں تفصیلی گفتگو ہے۔ (ت)

تنویر الابصار میں ہے:

فرض القرأۃ اٰیۃ علی المذھب [4]۔	(مذہب مختار کے مطابق ایک آیت کی قرات فرض ہے۔ ت)

بحر الرائق وعلمگیری میں ہے:

لا یجب السجود فی االعمد و انما یجب الاعادۃ جبرا لنقصانه [5]۔	عمدًا (ترک واجب سے) سجدہ سہو واجب نہیں کیونکہ اس کے نقصان کو پورا کرنے کے لئے نماز کا اعادہ ضروری ہے (ت)

یہ حکم امام کا ہے اور منفرد کے لئے بھی زیادہ احتیاط اسی میں ہے کہ اس فعل سے عمدًا بچے اور سہوًا واقع ہو تو سجدہ کرلے۔

وذلك لان العلماء اختلفوا فیه اختلافا شدیدا فمنهم من لم یوجب علیه الاسرار فیما یسر کما لا یجب علیه	اور یہ اس لئے ہے کیونکہ اس میں علماء کا شدید اختلاف ہے بعض منفرد پر سری نماز میں سرًا قرات کو واجب قرار نہیں دیتے جیسا کہ جہری نماز میں بالاتفاق جہرًا

---

[1] دُرمختار باب سجود السھو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل باب فی سجود السھو مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۵۸

[3] ردالمحتار باب سجود السھو مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۴۸

[4] درمختار فصل یجھر الامام مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۸۰

[5] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی سجود السھو مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۲۶

الجهر فیما یجهر بالاتفاق و علیه مشی فی الهدایة والمحیط والتتار خانیة و غیرها ونص فی النهایة والکفایة والعنایة ومعراج الدرایة وغیرها من شروح الهدایة والذخیرة وجامع الرموز شرح النقایةوفی کتب اخر یطول عدها انه هو ظاهر الروایة وان خلافه روایة النوادر منهم من جعله فیما یسر کالامام والمنح والملتقی الا بحر والیه اشارفی کنزالدقائق ونورالایضاح وصححه فی البدائع والتبیین والفتح والدرر والهندیة وقال فی البحر والدر انه المذهب یظهر کل ذلک بالمراجعة للبعض الی ردلمحتارو لبعض اخرالی ماسمینا من الاسفار فکان الاحوط ماقلنا واللہ تعالٰی اعلم۔	قرات لازم نہیں، اور یہی ہدایہ، محیط اور تاتار خانیہ وغیرہا میں ہے۔ ہدایہ کی شروح نہایہ، کفایہ، عنایہ اور معراج الدرایہ وغیرہا اور ذخیرہ اور جامع الرموز شرح النقایہ اور دیگر کتب جن کا شمار طویل ہے میں اسے ظاہر الروایۃ کہا ہے اور بعض نے سری نماز میں منفرد کو امام کی طرح قرار دیا ہے حلیہ، منیہ، بحر، نھر، منح اور ملتقی الابحر میں اسی پر جزم ہے، کنزالدقائق اور نورالایضاح میں بھی اسی طرف اشارہ ہے۔ بدائع، تبیین، فتح، درر، اور ہندیہ میں اسی کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ بحر اور در میں ہے کہ مذہب یہی ہے۔ اس مذکورہ گفتگو کا بعض حصہ ردالمحتار سے واضح ہے اور دوسرا حصّہ دیگر معتبر کتب سے جن کا نام ہم نے ذکر کیا ہے پس احوط وہی ہے جو ہم نے بیان کیا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۴۵۶: مسئولہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب دوم جمادی الاولی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جسے لوگوں نے مسجد جامع کا امام معین کیا جمعہ وجماعات میں گروہ مسلمین کی امامت کرتا ہے اور سورہ فاتحہ شریف میں بجائے الحمد والرحمن والرحیم کے الھمد والرھمن والرھیم بہ ہائے ہوز پڑھتا ہے، ایسے شخص کو امام بنانا جائز ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اُسے امام بنانا ہرگز جائز نہیں اور نماز اس کے پیچھے نادرست ہے کہ اگر وہ شخص ح کے ادا پر بالفعل قادر ہے اور باوجود اس کے اپنی بے خیالی یا بے پروائی سے کلمات مذکورہ میں ھ پڑھتا ہے۔

توخود اس کی نماز فاسد و باطل، اوروں کی اسکے پیچھے کیا ہوسکے، اور اگر بالفعل ح پر قادر نہیں اور سیکھنے پر جان لڑا کر کوشش نہ کی تو بھی خود اس کی نماز محض اکارت، اور اس کے پیچھے ہر شخص کی باطل، اور اگر ایک ناکافی زمانہ تک کوشش کرچکا پھر چھوڑ دی جب بھی خود اس کی نماز پڑھی بے پڑھی سب ایک سی، اور اُس کے صدقے میں سب کی گئی اور برابر حد درجہ کی کوشش کئے جاتا ہے مگر کسی طرح ح نہیں لکلتی تو اُس کا حکم مثل اُمّی کے ہے کہ اگر کسی صحیح پڑھنے والے کے پیچھے نماز مل سکے اور اقتداء نہ کرے بلکہ تنہا پڑھے تو بھی اسکی نماز باطل، پھر امام ہونا تو دوسرا درجہ ہے اور پر ظاہر ہے کہ اگر بالفرض عام جماعتوں میں کوئی درست خواں نہ ملے تو جمعہ میں تو قطعاً ہر طرح کے بندگان خدا موجود ہوتے ہیں پھر اس کا اُن کی اقتدا نہ کرنا اور آپ امام ہونا خود اس کی نماز کا مبطل ہوا، اور جب اس کی گئی سب کی گئی۔

بہر حال ثابت ہوا کہ نہ اس شخص کی اپنی نماز ہوتی ہے نہ اسکے پیچھے کسی اور کی تو ایسے کو امام بنانا حرام ہے، اور ان سب مسلمانوں کی نماز کا وبال اپنے سر لیتا ہے **والعیاذ باللہ تعالٰی** البتہ اگر ایسا ہو کہ تا حدادنٰی امید کہ یہ شخص ہمیشہ برابر رات دن تصحیح حرف میں کوششِ بلیغ کئے جائے اور باوصف بقائے امید واقعی محض طول مدّت سے گبھرا کر نہ چھوڑے اور واجب الحمد شریف کے سوا اوّل نماز سے آخر تک کوئی آیت یا سورۃ یا ذکر وغیرہ اصلاً ایسی چیز نام کو نہ پڑھے جس میں ح آتی اور اسے ھ پڑھنے سے نماز جاتی ہو بلکہ قرآن مجید کی دو سورتیں اختیار کرے جن میں ح نہیں جیسے سورہ کافرون و سورہ ناس اور ثناء اور تسبیحات رکوع و سجود و تشہد و درود وغیرہ کے کلمات میں جن میں ایسی ح آئی اُن کے مرادفاتُ مقاربات سے بدل لے مثلاً بجائے **سبحٰنك اللھم وبحمدك اقدسك اللھم مثنیا علیك و علٰی ھذا القیاس** اور اسے کوئی شخص صحیح خواں ایسا نہ ملے جس کی اقتدا کرے اور جماعت بھر کے سب لوگ اسی طرح ح کو ھ پڑھنے والے ہوں تو البتہ جب کوشش کرتا رہے گا اس کی بھی صحیح ہوگی اور اُن سب اس کے مانندوں کی بھی اسکے پیچھے صحیح ہوگی اور جس دن باوصف تنگ آکر کوشش چھوڑی یا صحیح القراءۃ کی اقتداء ملتے ہوئے تنہا پڑھی یا امامت کی اُسی دن اس کی بھی باطل، اور اسکے پیچھے سب کی باطل، اور جبکہ معلوم ہے کہ یہ شرائط متحقق نہیں تو حکم وہی ہے کہ جمعہ وغیر جمعہ کسی میں نہ اس کی نماز درست نہ اسکے پیچھے کسی کی درست۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا یہی صحیح ہے یہی راجح ہے یہی مختار ہے یہی مفتی بہ ہے اسی پر عمل اسی پر اعتماد۔ **واللہ الھادی الی سبیل الرشاد**۔ دُر مختار میں ہے:

لا یصح اقتداء غیر الالثغ بہ و حرر	غیر تو تلے کی اقتداء تو تلے کے پیچھے درست نہیں (الثغ اس

الحلبی و ابن الشحنة انه بعد بذل جهده دائما حتما کالامی فلو یؤم الامثله ولا تصح صلوته اذاامکنه الاقتداء بمن یحسنه او ترک جهده او وجد قدرالفرض مما لالثغ فیه هذا هو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1] اھ ملتقطا	شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے) حلبی اور ابن شحنہ نے لکھا ہے کہ ہمیشہ کی حتمی کوشش کے بعد توتلے کا حکم اُمّی کی طرح ہے پس وُہ اپنے ہم مثل کا امام بن سکتا ہے (یعنی اپنے جیسے توتلے کے سوا دوسرے کی امامت نہ کرے) جب اچھی درست ادائیگی والے کی اقتداء ممکن ہو یا اس نے محنت ترک کردی یا فرض کی مقدار بغیر توتلے پن کے پڑھ سکتا ہے ان صورتوں میں اسکی نماز درست نہ ہوگی توتلے کے متعلق یہی مختار اور صحیح حکم ہے اور اسی طرح اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حروفِ تہجی میں سے کوئی حرف نہ بول سکے یعنی صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو اھ ملخصًا۔

فتاوٰی محقق علّامہ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی میں ہے:

الراجح المفتی به عدم صحة امامة الالثغ لغیره[2]۔	راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ توتلے کی امامت غیر کے لئے جائز نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

من لا یقدر علی التلفظ بحرف من الحروف کالرھٰن الرھیم والشیتان الرجیم والاٰلمین وایاك نابد وایاك نستئین السرات انأمت فکل ذلك حکمه مامر من بذل الجهد دائما والا فلاتصح الصلٰوة به[3] ملخصا۔	جو شخص حروفِ تہجی میں سے کسی حرف کے صحیح تلفّظ پر قادر نہ ہو مثلًا الرحمن الرحیم کی جگہ الرھٰن الرھیم، الشیطان کی جگہ الشیتان، العالمین کی جگہ الآلمین، ایاك نعبد کی جگہ ایاك نابد، نستعین کی جگہ نستئین، الصراط کی جگہ السرات، انعمت کی جگہ انأمت پڑھتا ہے، ان تمام صورتوں میں اگر کوئی ہمیشہ درست ادائیگی کی کوشش کے باوجود ایسا کرتا ہے تو نماز درست ہوگی ورنہ نماز درست نہ ہوگی۔ ملخصا (ت)

---

[1] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۸۵

[2] ردالمحتار بحوالہ فتاوٰی امام غزی مطلب فی الالثغ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۳۰

[3] ردالمحتار بحوالہ فتاوٰی امام غزی مطلب فی الالثغ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۳۱

حاشیہ طحطاویہ میں زیر قولہ بذل جھدہ دائما ہے۔

قوله دائما ای اناء اللیل واطراف النهار کما مر عن القهستانی[1]۔	ان کے قول دائمًا کا مطلب یہ ہے کہ وہ رات کے حصّوں اور دن کے اطراف میں بھرپور کوشش کرے جیسا کہ قہستانی کے حوالے سے گزرا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله دائما ای فی اٰناء اللیل واطراف النهار فمادام فی التصحیح والتعلم ولم یقدر علیه فصلاته جائزة و ان ترك جهده فصلاته فاسدة کما فی المحیط وغیرہ قال فی الذخیرة وانه مشکل عندی لان ما کان خلقة فالعبد لا یقدر علی تغییرہ اھ وتمامه فی شرح المنیة[2]	ان کے قول دائمًا سے مراد یہ ہے کہ رات اور دن کے اطراف میں تصحیح کی بھرپور کوشش کرے، پس اگر وہ ہمیشہ تصحیح و تعلم میں بھرپور کوشش کے باوجود اس پر قدرت نہ رکھے تو اس کی نماز درست، اور اگر وہ کوشش ہی ترک کردے تو اس کی نماز فاسد ہوگی جیسا کہ محیط وغیرہ میں ہے، ذخیرہ میں کہا یہ میرے نزدیک مشکل ہے کیونکہ جو چیز فطری اور خلقی ہو بندہ اس کی تبدیلی پر قادر نہیں ہوسکتا اور اس پر تفصیلی گفتگو شرح منیہ میں ہے (ت)

غنیہ میں ہے:

قال صاحب المحیط المختار للفتوٰی انه ان ترك جهده فی بعض عمرہ لایسعه ان یترك فی باقی عمرہ ولو ترك تفسد صلٰوته قال صاحب الذخیرة انه مشکل عندی الخ وذکر فی فتاوٰی الحجة مایوافق المحیط فانه قال علی جواب الفتاوٰی الحسامیة مادام فی التصحیح والتعلم باللیل	صاحب المحیط نے کہا ہے یہ مختار للفتوٰی ہے اور اگر اس نے عمر کے بعض حصّے میں یہ کوشش ترک کردی ہو تو باقی عمر میں ترک کی گنجائش نہیں اگر ترک کرے گا تو نماز فاسد ہوگی، صاحب الذخیرہ نے کہا میرے نزدیک یہ بہت مشکل ہے الخ فتاوٰی حجہ میں جو کچھ ہے وہ محیط کے موافق ہے کیونکہ انہوں نے فتاوٰی حسامیہ کے جواب پر کہا ہے کہ

---

[1] حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۵۱

[2] ردالمحتار مطلب فی الالثغ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۳۱

والنہار جازت صلٰوتھم واذا ترکو االجھد فسدت اھ[1]، وبمعناہ فی فتاوٰی قاضی خان فالحاصل ان اللثغ یجب علیھم الجھد دائما ھذا ھوالذی علیہ الاعتماد[2] اھ ملخصا	جب وہ دن رات اس کی تصحیح اور سیکھنے میں کوشاں رہیں تو ان کی نماز درست ہوگی، اور جب کوشش ترک کردیں گے تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ اھ، فتاوٰی قاضی خان میں بھی اسی معنی میں ہے الغرض توتلے پر دائمی کوشش لازم ہے اور اسی پر اعتماد ہے اھ ملخصا۔ (ت)

خلاصہ میں ہے:

ان کان یجتھد اٰناء اللیل والنہار فی تصحیحہ ولا یقدر علی ذلك فصلاتہ جائزۃ وان ترك جھدہ فصلاتہ فاسدۃ الا ان یجعل العمر فی تصحیحہ ولا یسعہ ان یترك جھدہ فی باقی عمرہ[3]۔	تصحیح میں ہے جب دن رات کوشش کرتا رہا مگر وہ قدرت حاصل نہ کرپایا تو اس کی نماز درست ہے اگر اس نے کوشش ترک کردی تو نماز فاسد ہوگی۔ ہاں اگر عمر کا کچھ حصّہ تصحیح میں صرف کرے اور درست کی قدرت حاصل نہ ہو تو باقی عمر میں تصحیح کی کوشش ترک کرنے کی گنجائش نہیں (ت)

اسی طرح فتح القدیر فصل القراٰت اور اسی کے قریب مراقی الفلاح میں ہے: حلیہ میں ہے:

الا ان ھذاالشق الثانی کما قال صاحب الذخیرۃ مشکل لان ماکان خلقۃ فالعبد لایقدر علی تغییرہ **قلت** وکذا اذاکان لعارض لیس ممایزول عادۃ واذاکان کذلك لا یعول فی الفتوی علی مقتضی ھذاالشرط ومن ثمہ ذکر	البتہ یہ دوسری صورت جیسا کہ صاحبِ ذخیرہ نے کہا مشکل ہے کیونکہ فطری اور خلقی شے کے تبدیل کرنے پر بندہ قادر نہیں ہوسکتا۔ **میں کہتا ہوں** ایسا ہی حکم ہے اس وقت جب کسی ایسے عارضہ کی وجہ سے ہو جس کا ازالہ عادۃً نہ ہو پائے اور جب اس طرح کی صورت ہو تو فتوٰی میں اس

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۳

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثانی عشر فی زلۃ القاری مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ص ۱۱۰

فی خزانة الاکمل فی سیاق النقل عن فتاوی ابی اللیث لو قال الحمدللّٰه اوکل ھو اللّٰه احد جاز اذالم یقدر علی غیر ذلك او بلسانه عقلة قال الفقیه فان لم تکن بلسانه عقلة ولکن جری علی لسانه ذلك لا تفسد انتهی فلم یذکر ھذا الشرط وان کان بعد ذلك ذکرہ عن ابراھیم بن یوسف والحسین بن مطیع۔[1]	شرط کے مقتضی کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ خزانۃ الاکمل میں فتاوی ابواللیث سے نقل کرتے ہوئے کہا اگر نمازی نے الحمدللہ یا کل ھواللہ احد پڑھ لیا تو جائز ہے بشرطیکہ وہ اس کے غیر پر قادر نہ ہو یا اس کی زبان میں رکاوٹ (لکنت) ہو فقیہ (ابواللیث) نے کہا اگر زبان میں رکاوٹ (لکنت) نہ تھی لیکن اس کی زبان پر یہ چیز ازخود جاری ہوگئی تو نماز فاسد نہیں ہوگی انتہی پس انھوں نے یہ شرط ذکر نہیں کی اگرچہ اس کے بعد والوں نے ابراہیم بن یوسف اور حسین بن مطیع کے حوالے سے ذکر کی ہے (ت)

اُسی میں ہے:

قد عرفت اٰنفا انه لاینبغی اشتراط الاجتهاد فی ذلك لمن ھو فیه خلقة او لعارض لیس ممایزول عادة۔[2]	ابھی آپ نے پڑھا کہ اس شخص کے لئے کوشش کرنے کی شرط لگانا مناسب نہیں جس میں وہ چیز خلقۃً (فطرۃً) ہو یا ایسے عارضہ کی وجہ سے جو عادۃً زائل نہیں ہوتا۔ (ت)

طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے:

کلام ابن امیر الحاج یفید ان ھذاالشرط فیه خلاف والاکثرلم یذکروہ لان فیه حرجا عظیما[3] اھ اقول ورأیتنی کتبت علی ھامش حاشیته علی المراقی مانصه اقول رب ماکان خلقة یتبدل بالتکلف ورب مالا یتوقع یاتی الجهد فیه بالفرج، ولعل القول الفصل	ابن امیر الحاج کے کلام سے پتا چلتا ہے کہ اس شرط میں اختلاف ہے اور اکثر علماء نے اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ اس میں حرج عظیم ہے اھ میں کہتا ہوں مجھے یاد آرہا ہے کہ مراقی الفلاح پر طحطاوی کے حاشیہ پر میں نے حاشیہ لکھا ہے عبارت یہ ہے میں کہتا ہوں بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز خلقۃً و فطرۃً ہوا سے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۵۸

ایجاب الجھد ماکان یرجی التعلم ولو رجاء ضعیفا. فاذاأیس تحقیقا لاتبر ماوسعه الترك لا یکلف الله نفسا الا وسعها و فیه رعایة الجانبین ویؤید عدم خزانة الاکمل اذا قرأمکان الظاء ضاداومکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن یقال ان تعمد ذلك تبطل صلٰوته عالما کان او جاهلا وان جری علی لسانه اولم یکن یمیز بین الحرفین فظن انه ادی الکلمة کما هی جازت صلاته وهو قول محمد بن مقاتل وبه کان یفتی الشیخ اسمعیل الزاهد لان السنة الاکراد و اهل السوادوالاتراك غیر طائعة فی مخارج هذه الحروف وفی ذلك حرج عظیم والظاهر ان هذامجمل مافی جمیع الفتاوٰی[1] اھ باختصار فقد عذرهم بعجزهم ولم یلزمهم ادامة جهد. لئن تبتعت فعساك تجد شواهده بوفر وکثر والله یحب الیسر ویقبل العذر وهو سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

تکلفاً بدلا جاسکتا ہے اور بعض غیر متوقع چیزوں کو آسانی سے بجالایا جا سکتا ہے شاید قول فیصل یہ ہو کہ اس وقت تک کوشش واجب ہے جب تعلّم کے ذریعے تبدیلی کی امید ہو اگرچہ ضعیف سی امید ہی سہی، اور جب یقینا ناامیدی ہوجائے تو اب ترک کی گنجائش کا نہ ہونا زیادتی ہے، اللہ تعالٰی کسی ذات کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا، اور اس میں جانبین کی رعایت ہے اور دائمی طور پر کوشش کاواجب نہ ہونا بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ حلیہ میں خزانۃ الاکمل کے حوالے سے ہے کہ ظاء کی جگہ ضاد یا ضاد کی ظاء پڑھا تو قاضی محسن نے کہا کہ احسن یہ ہے کہ اگر ایسا عمداً کیا تو کہا جائے نماز باطل ہوگئی خواہ وہ شخص عالم ہو یا جاہل، اور اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا وہ ان دونوں حروف کے درمیان امتیاز نہیں کرسکتا کہ وہ سمجھ رہا ہے کہ کلمہ اسی طرح ادا ہوگیا جس طرح ہونا چاہئے تھا تو اسکی نماز درست ہوگی، اور یہی محمد بن مقاتل کا قول ہے، اور اسی پر شیخ اسماعیل الزاہد نے فتوٰی جاری کیا، کیونکہ کرد، اہل سواد (عراق) اور ترک کے لوگوں کی زبانیں ان حروف کے مخارج کی صحیح ادائیگی نہیں کرسکتیں، اور اس میں حرج عظیم ہے اور ظاہر یہ ہے یہ تمام فتاوٰی کے بیان کا اجمال ہے اھ مختصراً پس ان کو عجز کے پیش نظر معذور گردانا اور ان پر دائمی کوشش لازم نہیں کی، اگر آپ محنت سے تلاش کریں گے تو بہت سے اسکے شواہد آپ کو مل جائیں گے۔ اللہ تعالٰی آسانی کو پسند کرتا ہے اور عذر قبول فرماتا ہے، اور وُہ پاک ذات ہی سب سے زیادہ جاننے والی ہے۔ (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

صغیری میں ہے:

لو قرأالھمدللّٰہ بالھاء مکان الحاء الحکم فیه کالحکم فی الالثغ علی ما یاتی قریبا[1] اھ ملخصا	اگر کوئی حاء کی جگہ ھاء کہتے ہوئے الھمدُللّٰہ پڑھے تو اس کا حکم توتلے کے حکم کی طرح ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا اھ ملخصًا (ت)

پھر فرمایا:

المختار فی حکمه یجب علیه بذل الجهد دائما فی تصحیح لسانه ولا یعذر فی ترکه وان کان لاینطق لسانه فان لم یجد اٰیة لیس فیها ذلك الحرف الذی لایحسنه تجوز صلاته به ولا یؤم غیره فهو بمنزلة الامی فی حق من یحسن ما عجز هو عنه واذا امکنه اقتداؤه بمن یحسنه لاتجوز صلاته منفردا وان وجد قدرما تجو زبه الصلاة ممالیس فیه ذلك الحرف الذی عجز عنه لاتجوز صلاته مع قرأة ذلك الحرف لان جواز صلاته مع التلفظ بذلك الحرف ضروری فینعدم بانعدام الضرورة هذا هو الصحیح فی حکم الالثغ ومن بمعناه ممن تقدم اٰنفا[2]۔	مختار یہی ہے کہ اس پر تصحیح زبان کے لئے ہمیشہ کوشش کرنا ضروری ہے اور اس کے ترک پر معذور نہیں سمجھا جائے گا اگرچہ اس کی زبان کا اجراء درست نہ ہو جس کو وُہ اچھی طرح ادا نہیں کرسکتا تو اب اس کی نماز اس آیت سے درست ہوگی البتہ وُہ غیر کی امامت نہ کروائے، پس وہ صحیح ادائیگی کرنے والے کے حق میں اُمّی کی طرح ہوگا اس آیۃ میں جس سے عاجز ہے، اور جب مذکورہ شخص کو ایسے آدمی کی اقتدا ممکن ہو جو صحیح ادا کرسکتا ہے، تو اس کی تنہا نماز نہ ہوگی، اور اگر وہ ایسی آیۃ پر قادر ہے جس میں مذکورہ حرف نہیں تو اس حرف والی آیۃ پڑھنے کی وجہ سے نماز نہ ہوگی کیونکہ اس حرف کا درست پڑھنا نماز کے لئے ضروری تھا جب وہ تقاضا معدوم ہے تو نماز کا وجود بھی نہ ہوگا۔ توتلے اور اس جیسے شخص کے لئے یہی حکم ہے اور یہی صحیح ہے۔ (ت)

ولوالجیہ میں ہے:

ان کان یمکنه ان یتخذ من القراٰن	اگر توتلے کے لئے قرآن مجید کے دیگر مقامات سے

---

[1] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۲۴۹

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۲۵۰

اٰیات لیس فیھا تلک الحروف یتخذ الا فاتحة الکتاب فانه لا یدع قرأتھا فی الصلٰوۃ [1] انتھی اقول ولا منشأ لاستثناء الفاتحه الا الاختلاف فی رکنیتھا فیترأای لی تقیید ذلک فی المکتوبات بالاولیین حتی لو قرأفی الاخریین فسدت واللہ تعالٰی اعلم۔	آیات کا پڑھنا ممکن ہو جن میں ایسے حروف نہیں تو وہ انھیں پڑھ لے ماسوا فاتحہ کے، کیونکہ اس کی قرات نماز میں ترک نہیں کی جاسکتی انتھی۔ میں کہتا ہوں یہاں فاتحہ کا استثناء اس لئے ہے کہ اس کی رکنیت میں اختلاف ہے پس مجھ پر یہ بات واضح ہوئی کہ اسے فرض کی ابتدائی دو۲ رکعتوں کے ساتھ مقید کرنا ضروری ہے حتٰی کہ اگر آخری دو۲ رکعتوں میں پڑھے گا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۵۷: از سہسرام مرسلہ مولوی محمد نور صاحب ولایتی ۱۳۰۹ھ

خلاصہ فتوٰی مرسلہ مولوی صاحب مذکور کہ بہر تصدیق نزد فقیر آمدہ

ماہرین شریعت پر پوشیدہ نہ رہے کہ ضاد کا مشتبہ الصوت ہونا ساتھ ظائے معجمہ کے جملہ کتب تفسیر و فقہ و صرف و تجوید سے ثابت ہے کہ بخلاف دال کے ضاد اور دال میں سات صفتوں کا فرق ہے اور قاعدہ کلیہ جملہ کتبِ فقہیہ کا یہ ہے کہ جن دونوں حرفوں میں فرق بآسانی ممکن ہے اُس کے بدل جانے سے نماز فاسد ہوتی ہے اور اگر فرق دو حروف میں مشکل ہے تو اکثر کا مذہب یہ ہے نماز فاسد نہیں ہوتی اور یہی مذہب متاخرین کا معتدل و پسندیدہ ہے اور مذہب متقدمین کا یہ ہے کہ ضاد کے ظاء پڑھنے سے بھی نماز فاسد ہوتی ہے پس لفظ ولاالضالین کی جگہ دالین پڑھنے سے سب کے نزدیک نماز فاسد ہوتی ہے اور ظاء پڑھنے سے اکثر کے نزدیک فاسد نہیں ہوتی، اور اسی پر فتوٰی ہے، حاصل یہ کہ جس شخص سے مخرج ضاد کا نہ آوے وہ ظاء پڑھے ھذاھوالحق والصواب تو مسلمانوں کو چاہئے کہ بہت جلد اس کے عامل ہوجائیں واللہ اعلم بالصواب فی الواقع بمذہب مختار جمہور ضاد کی ظاء پڑھے یا ذال نماز فاسد نہ ہوگی واللہ اعلم۔

ابوالحسنات محمد عبدالحیٔ لکھنوی

الجواب:

اللھم ھدایة الحق والصواب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس قدر تجوید جس کے باعث حروف کو حرف سے امتیاز اور تلبیس و تبدیل سے احتراز حاصل ہو واجبات عینیہ واہم مہمات دینیہ سے ہے آدمی پر تصحیح مخارج میں سعی تام اور ہر حرف میں اُس کے مخرج سے ٹھیک ادا کرنے کا۔

---

[1] ولوالجیہ

قصد واہتمام لازم کہ قرآن مطابق ماانزل اللہ تعالٰی پڑھے، نہ معاذاللہ مداہنت وبے پروائی کہ آجکل کے عوام بلکہ یہاں کے کثیر بلکہ اکثر خواص نے اپنا شعار کرلیا، فقیر نے بگوشِ خود بعض مولوی صاحبوں کو پڑھتے سنا **قل ھو اللہ اھد** حالانکہ نہ ہر گز اللہ الاحد نے اھد فرمایا نہ امین وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اھد پہنچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اھد پڑھایا، پھر اسے قرآن کیونکر کہا جائے فانا للہ وانا الیہ راجعون حاشا فتوی متاخرین پروانہ بے پروائی نہیں، باوصف قدرتِ تعلیم تعلّم نہ کرنا اور براہ سہل انگاری غلط خوانی قرآن پر مصر ومتمادی رہنا کون جائز رکھے گا، اتقان شریف میں ہے۔

من المهمات تجويد القراٰن وهواعطاء الحروف حقوقها وردالحرف الى مخرجه واصله ولاشك ان الامة كما هم متعبدون بفهم معانى القراٰن واقامة حدوده هم متعبدون بتصحيح الفاظه واقامة حروفه على الصفة المتلقاة عن ائمة القرأة المتصلة بالحضرة النبوية وقد عد العلماء القرأة بغير تجويد لحنا[1]۔	اہم چیزوں میں سے تجوید قرآن سیکھنا بھی ہے اور تجوید حروف کو ان کے حقوق دینا اور ان کو ان کے اصل اور مخرج کی طرف لوٹانا ہے، اور اس میں کوئی شک نہیں جس طرح امّت مسلمہ معانیِ قرآن کے فہم اور اسکی حدود کے قیام کو عبادت جانتے ہیں اسی طرح اس کے الفاظ کی تصحیح اور اسکے حروف کی اس صفت جوائمہ قراء سے منقول ہے پر ادائیگی کو بھی عبادت جانتے ہیں اور ان قراء کی قرأت کا سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک پہنچتا ہے، اور علماء نے تجوید کے بغیر قرآن پڑھنے کو غلط پڑھنا قرار دیا ہے (ت)

اس احسن الفتاوٰی فتاوٰی بزازیہ وغیرہا میں ہے: **ان اللحن حرام بلا خلاف**[2] غلط پڑھنا بالاجماع حرام ہے۔

ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے اگر کوئی حرف غلط ہوتا ہو تو اس کی تصحیح وتعلّم میں اس پر کوشش واجب بلکہ بہت علماء نے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ عمر بھر روز وشب ہمیشہ جہد کئے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا۔ علامہ ابراہیم حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

يجب عليه بذل الجهد دائما فی تصحيح لسانه ولايعذر	غلط لفظ کی تصحیح کے لئے ہمیشہ کوشاں رہنا ضروری ہے ترک کی صورت میں معذور نہیں

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن الفصل الثانی من المہمات تجوید القرآن مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۰۰

[2] فتاوٰی بزازیہ علی حاشیۃ الفتاوی الہندیہ الثانی فی العبادات من کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نورانی کتب خانی پشاور ۶/ ۳۵۳

فی ترکہ[1]۔	سمجھا جائے گا (یعنی اس میں جهد کو ترک کرنا قابل قبول نہیں (ت)

قہستانی وطحطاوی وغیرہما میں ہے:

قولہ دائما ای اٰناء اللیل واطراف النہار[2]۔	دائمًا سے رات کا کچھ حصّہ اور دن کے اطراف مراد ہیں۔ (ت)

اسی طرح اور کتب کثیرہ میں ہے، تو کیونکر جائز کہ جهد وسعی بالائے طاق سرے سے حرف منزلِ فی القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عملًا اسے متروک و مہجور، اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کردیں۔ **فقیر کہتا ہے** غفراللہ تعالٰی بعد اسکے کہ عرشِ تحقیق مستقر ہوچکا کہ قرآن اسم نظم و معنی جمیعا بلکہ اسم نظم من حیث الارشاد الی المعنی ہے اور نظم نام حروف علٰی ہٰذاالترتیب المعروف اور حروف باہم متباین اور تبدیل جز قطعًا مستلزم تبدیل کل کہ مؤلف من مبائن یقینا غیر مؤلف من مبائن آخر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل عمدی اور تحریف کلام اللہ میں کتنا تفاوت مانا جائے گا۔ لاجرم امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی وامام برہان الدین محمود بن الصدر السعید وغیرہما اجلہ کرام نے تو یہاں تک حکم دیا کہ جو قرآن عظیم میں عمدًا ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے۔

اقول: ولا حاجة الی استثناء (وماهو علی الغیب بضنین) فان ههنا لیس مقام الضاد خاصة بل مقامهما جمیعا لان اللفظ قرئ بهما فی القراٰن فکان مثل صراط وسراط وبسطة وبصطة ویبسط ویبصط ومصیطر ومسیطر الی اشباه ذلك بخلاف ضالین وظالین وسجیل وصجیل فانه تبدیل۔	**میں کہتا ہوں** "**وماهو علی الغیب بضنین**" کے استثناء کی حاجت نہیں ہے کیونکہ اس مقام پر ضاد کی جگہ ظاء کو رکھنا نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ مقام ضاد کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ دونوں کا مقام ہے کیونکہ قرآن میں یہ لفظ دونوں قراءتوں کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ ان الفاظ کی طرح ہے۔ صراط اور سراط، بسطۃ اور بصطۃ، یبسط اور یبصط، مصیطر ار مسیطر، اور ان کی طرح کے دوسرے الفاظ بخلاف ضالین کی جگہ ظالین اور سجیل کی جگہ صجیل کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۳

نوٹ: غنیۃ کی عبارت جو مجھے ملی ہے وہ اس طرح ہے: یجب علیہم الجهد دائما وصلوٰتھم جائزۃ ماداموا علی الجهد۔ اور اس سے کچھ قبل یہ الفاظ ہیں: ینبغی ان یجتهد ولایعذر فی ذلک الخ۔ البتہ صغیری شرح منیۃ المصلی مطبوعہ دہلی بعینہٖ یہی الفاظ متن ص ۲۵۰ پر موجود ہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۵۱

محیط میں ہے:

سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمة مکان الضاد المعجمة او علی العکس فقال لا تجوز امامته ولو تعمد یکفر[1]۔	امام فضلی سے سوال کیا گیا کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جس نے ضاد کی جگہ ظاء یا اس کے بالعکس پڑھا تو انہوں نے (جواب میں) فرمایا ایسے شخص کی امامت جائز نہیں، اور اگر ایسا عمدًا کرے تو کافر ہوگا۔ (ت)

منح الروض میں ہے: کون تعمدہ کفر الاکلام فیه[2] (ایسا عمدًا کرنا کفر ہے اس میں کسی کو کلام نہیں الخ۔ ت)

پس جزمًا لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من عند اللہ ہی کی ادا کا قصد کریں اُسی کے مخرج سے اسے نکالنا چاہیں پھر بوجہ عسر حرف و قصور لسان اگر غلط ادا ہو تو مثل ض میں کہ اعسر الحروف ہے۔ تیسیرًا علی الامۃ فتوٰی بعض متاخرین پر عمل کرکے صحتِ نماز کا حکم دینا معیوب نہیں بلکہ محبوب ہے کہ شارع علیہ السلام کو یسر و آسانی مطلوب و مرغوب ہے۔

قال المولی سبحنه وتعالٰی یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ[3] وقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یسروا ولاتعسروا وبشروا ولاتنفروا[4] اخرجه الائمة احمد و الشیخان عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔	اللہ سبحانہ وتعالٰی کا ارشاد ہے اللہ تمھارے ساتھ آسانی کا ارادہ کرتا ہے اور وہ تمھارے ساتھ تنگی کا ارادہ نہیں کرتا اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ آسانی پیدا کرو، مشکل و تنگی پیدا نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت نہ پھیلاؤ۔ اس حدیث کو امام احمد، امام بخاری اور مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

پھر ایسی حالت میں عندالانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی

---

[1] منح الروض شرح فقہ اکبر لملّا علی قاری فصل فی القراءۃ والصّلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۷

[2] منح الروض شرح فقہ اکبر لملّا علی قاری فصل فی القراءۃ والصّلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۶۷

[3] القرآن ۲/ ۱۸۵

[4] صحیح البخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا الخ مطبوعہ اصح المطابع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۴

کہ جو خلاف قصد ہے اختیاری نہیں اور جو اختیاری نہیں اس پر حکم جاری نہیں اور اگر اپنی طرف سے خاص ارادہ احد الاغلاط کا حکم دیجئے تو یہ وہی تعمد غلط ہے کہ یقیناً ممنوع ولہٰذا علامہ شامی قدس سرہ السامی نے عبارت تاتارخانیہ:

اذالم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولا قربه الا ان فیه بلوی العامة کالذال مکان الضاد والزاء المحض مکان الذال والظاء مکان الضاد ولا تفسد عند بعض المشائخ اھ	جب دو[۲] حرفوں کے درمیان اتحاد مخرج اور قرب مخرج نہ ہو مگر اس صورت میں جب عمومِ بلوی ہو مثلاً ذال ضاد کی جگہ اور زا ذال کی جگہ اور ظاء ضاد کی جگہ پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ اھ (ت)

نقل کرکے فرمایا

قلت فینبغی علی هذا عدم الفساد فی ابدال الثاء سینا والقاف همزة کما هو لغة عوام زماننا فانهم لایمیزون بینهما و یصعب علیهم جدا کالذال مع الزاء ولا سیما علی قول القاضی ابی عاصم وقول الصفار وهذا کله قول المتأخرین و قد علمت انه اوسع وان قول المتقدمین احوط قال فی شرح المنیة وهوالذی صححه المحققون وفرعوا علیه فاعمل بماتختار والاحتیاط اولی سیما فی امر الصلوٰة التی هی اول مایحاسب العبد علیها[1]۔	میں کہتا ہوں اس کے مطابق ان صورتوں میں فساد نہیں ہونا چاہئے جبکہ کوئی شخص ثاء کی سین، قاف کی جگہ ہمزہ پڑھے جیسا کہ ہمارے دور کے عوام کی زبان ہے وہ ان کے درمیان کوئی امتیاز نہیں کرتے اور یہ ان پر نہایت دشوار ہے جیسا کہ ذال اور زا میں فرق کرنا خصوصاً قاضی ابو عاصم اور صفار کے قول پر، اور یہ تمام متاخرین کا قول ہے اور آپ جان چکے کہ اس میں کافی وسعت ہے اور متقدین کا قول احوط ہے، شرح منیہ میں فرمایا اسی کو محققین نے صحیح کہا اور اسی پر انہوں نے تفریع بٹھائی پس مختار پر عمل کرو، اور احتیاط اولیٰ ہے خصوصاً نماز کے معاملات میں کیونکہ بندے سے اسی کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا (ت)

اس تحقیق انیق سے ظاہر ہوا کہ تعمد نہ ظاد کا جائز نہ دُواد کا کہ نہ وہ ظا ہے نہ دال مفخم اور بعد قصد ض وارادہ حرف صحیح واستعمال مخرج معین براہ غلط جو کچھ ادا ہو تیسیراً صحت نماز پر فتوٰی لتعسر

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۶۸

المرمی و تکثر البلوی ھذا ماعندی فلتنظر نفس ماذاتری (کیونکہ ادائیگی مشکل اور استعمال زیادہ ہے یہ میری رائے ہے پس تمہاری رائے اس میں کیا ہے اس پر خود غور و خوض کرو۔ت) ہندیہ و حلیہ وخزانۃ الاکمل میں ہے:

ان جری علی لسانه او لا یعرف التمیز لاتفسد هو المختار[1]۔	اگر زبان پر ازخود جاری ہوگیا یا امتیاز کی معرفت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی یہی مختار ہے۔(ت)

وجیز کردری میں ہے:

هو اعدل الاقاویل وهو المختار[2]۔ والله سبحنه وتعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم عز شانه احکم۔	یہ سب سے معتدل قول ہے اور یہی مختار ہے۔(ت) اور اللہ سبحانہ تعالٰی سب سے بہتر جاننے والا ہے اس کا علم سب سے کامل اور اسکی شانِ حاکمیت سب سے اعلٰی و مستحکم ہے (ت)

مسئلہ نمبر ۴۵۸: مرسلہ جناب نواب مولوی سیّد سلطان احمد خان صاحب سلمہ اللہ تعالٰی از بریلی ۳ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

چہ مے فرمایند علمائے کرام دریں مسئلہ کہ درصور ذیل حکم نماز چیست عام ازانکہ فرض بود یا نفل کہ در ہر رکعت ہماں سورت تکرار کردن۔	درج مسائل نماز میں علماء کرام کی کیا رائے ہے خواہ نماز فرض ہو یا نفل کہ ہر رکعت میں ایک سورت کا تکرار کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

بے ضرورت در فرائض مکروہ تنزیہی است پس نشاید در اولی قرات ناس راتعمد کردن تاحاجت بتکرار نیفتند اما اگر خواند بسہو یا عمد ناچار درثانیہ تیر ہموں باید خواند کہ قرأتِ معکوسہ سخت تراز تکرار است بخلاف ختم کنندہ قرآن عظیم کہ اورا باید در رکعت اولی تاناس خواندن و درثانیہ از	بغیر ضرورت فرائض میں مکروہ تنزیہی ہے، پس پہلی رکعت میں سورۃ الناس عمداً نہیں پڑھنی چاہیئے تاکہ تکرار کی ضرورت نہ پڑ جائے اگر سہواً یا عمداً پڑھ چکا تو اب دوسری رکعت میں وہی سورت یعنی سورۃ الناس دوبارہ پڑھے، کیونکہ ترتیب بدل کر پڑھنا تکرار سے بھی سخت ہے بخلاف

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الخامس فی زلۃ القاری نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۷۹

[2] فتاوٰی بزازیۃ علی ہامش الفتاوٰی الہندیۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲

الم تا مفلحون لحدیث الحال المرتحل[1] کذا فی النھر وردالمحتار **اقول:** وانچہ مراد اینست کہ بحالت ختم قرآن مجید ایں خود نکس و عکس نیست بلکہ از سر گفتن باشد چنانکہ لفظ حال و مرتحل نیز برآں دلیل است **فافھم واللہ تعالٰی اعلم۔**	ختم قرآن کی صورت کے کہ اس میں پہلی رکعت میں سورۃ الناس تک پڑھنا اور دوسری رکعت میں الم تا مفلحون پڑھنا جائز اور درست ہے۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے: ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! اللہ تعالٰی کے ہاں پسندیدہ عمل کیا ہے؟ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: منزل میں اُترنے والا اور کوچ کرنیوالا (یعنی جو شخص قرآن شریف ختم کرے فوراً شروع کرے اور یوں ہی کرتا رہے) جیساکہ نہر اور ردالمحتار میں ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے مراد یہ ہے کہ ختم قرآن کی صورت میں یہ عکس اور ترتیب کا بدلنا نہیں بلکہ قران کو نئے سرے سے شروع کرنا ہے جیساکہ لفظ حال و مرتحل بھی اسی پر دلیل ہے **فافھم واللہ تعالٰی اعلم** (ت)

مسئلہ نمبر ۴۵۹: دریک رکعت چند سورت خواند (ایک رکعت میں متعدد سورتیں پڑھنا کیسا ہے؟۔ (ت)

الجواب:

دو رکعتے زیادہ بریک سورت خواندن در فرائض نباید اما اگر کند مکروہ نباشد بشرط اتصال سور و اگر سور متفرقہ در رکعتے جمع کند مکروہ باشد کما فی الغنیۃ ثم ردالمحتار اقول و بحالت امامت شرطے دیگر نیز است وآں عدم تثقیل بر مقتدی ورنہ کراہت تحریمی است۔ **واللہ تعالٰی اعلم**	فرائض کی ایک رکعت میں ایک سے زائد سورتیں نہیں پڑھنی چاہئیں اگر کوئی پڑھ لیتا ہے تو کراہت نہیں بشرطیکہ وہ سورتیں متصل ہوں، اگر کوئی متفرق سُورتیں کسی ایک رکعت میں جمع کرتا ہے تو اس میں کراہت ہے۔ جیساکہ غنیۃ میں اور پھر ردالمحتار میں ہے میں کہتا ہوں امام ہونے کی صورت میں ایک اور شرط بھی ہے وہ یہ کہ مقتدی اسے بوجھ محسوس نہ کرے ورنہ کراہت تحریمی ہوگی **واللہ تعالٰی اعلم۔** (ت)

مسئلہ نمبر ۴۶۰: یک سورت فرو گزاشتہ خواندن (ایک سُورت چھوڑ کر پڑھنا کیسا ہے؟ (ت)

الجواب:

سورت متروکہ اگر مدیداست کہ برتقدیر قرائتش در ثانیہ اطالت ثانیہ براولی لازم آید پس ازاں گزشتہ	اگر متروکہ سورت اتنی لمبی ہے کہ اس کی قرات سے دوسری رکعت پہلی رکعت سے طویل ہوجائے گی تو

---

[1] الجامع الترمذی ابواب القراۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۸

سورت ثالثہ خواندن باکے ندارد چنانکہ دراولی والتین ودر ثانیہ قدر ورنہ در فرائض مکروہ چنانچہ نصر واخلاص واگر دو سورت درمیان باشد مضائقہ نے ہمچو نصر وفلق- واللہ تعالٰی اعلم	ایسی سورت کو ترک کرکے تیسری سورت پڑھنے میں کوئی حرج نہیں مثلاً پہلی رکعت میں سورہ والتین اور دوسری رکعت میں سورہ قدر پڑھے اور اگر ایسی صورت نہیں تو فرائض میں ایسا کرنا مکروہ ہے جیسا کہ سورہ نصر اور سورہ اخلاص کا پڑھنا اور اگر درمیان میں دو۲ سورتیں ہوں تو پھر کوئی مضائقہ نہیں مثلاً سورہ نصر اور سورہ فلق- واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر۴۶۱: دریک رکعت یک سورت یا یک رکعت یک آیت چند بار خواندن (ایک رکعت میں کسی سورت یا آیت کا تکرار کے ساتھ پڑھنا کیسا ہے؟۔ت)

الجواب:

چوں تکرار یک سورت در دو۲ رکعت و دو۲ سورت در یک رکعت ہر دو در فرائض نا بائستہ بود تکرار یک سورت در یک رکعت اولی نبابائستگی باشد وہمچناں تکرار آیت خلاصہ موجب اطالت ثانیہ براولی باشد وکل ذلك خلاف الماثور المتوارث فی الفرائض فاما کراہت تحریم راوجہے نیست جزدر فاتحہ کہ درر کعتین اولین پیش ازقرأت سورۃ اعادہ کل یا اکثر او کند **اقول:** لتفویت واجب الضم پس اگر عامد است اعادہ کند واگر ساہی است سجدہ سہو بخلاف تکرار فاتحہ دراخرین اقول لعدم الضم فیھما یا بعد سورت در اولیین اقول لحصول الضم من قبل ولایجب الرکوع اثر السورۃ بل کلماتلامن القراٰن کان لہ ان یتلوہ **اقول:** وازصورت تثقیل بر مقتدی غافل نباید بود کہ ہمچو سور زائد بر قدر مسنون است پس اگر گرانی آرد مطلقاً ناجائز ومکروہ تحریمی باشد وایں حکم عام است مرفریضہ ونافلہ ہمہ راپس ہر جاز	جب فرائض کی دو رکعتوں میں ایک سورت کا تکرار یا ایک رکعت میں دو سورتوں کا مناسب نہیں تو ایک رکعت میں ایک سورت کا تکرار بطریق اولٰی مناسب نہ ہوگا، اسی طرح کسی مخصوص آیت کا تکرار دوسری رکعت کے پہلی رکعت کے طویل ہونے کی وجہ بن سکتا ہے، اور یہ تمام باتیں فرائض کے بارے میں منقول ماثور کے خلاف ہیں لیکن اس کو مکروہ تحریمی قرار دینے کی کوئی وجہ نہیں ماسوائے پہلی ۲دو رکعات میں قرأتِ سورت سے پہلے کل سورہ فاتحہ یا اکثر کا اعادہ کرنا کیونکہ یہ مکروہ تحریمی ہے۔ میں کہتا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ سورت ملانا واجب تھا، اعادہ کی صورت میں وُہ فوت ہوجاتا ہے، پس اگر کسی شخص نے عمداً ایسا کیا تو اعادہ نماز کرے اور اگر سہواً کیا تو سجدہ سہو ہوگا بخلاف آخری دو رکعت میں سورہ فاتحہ کے تکرار کے۔ میں کہتا ہوں کیونکہ ان میں ضمِ سورت واجب نہیں یا ضمِ سورت کے بعد پہلی دو رکعات میں، کیونکہ

صورت جواز مستثنٰی باید ش فہمید۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ضمِ سورت (واجب) پہلے حاصل ہو چکا اور سورت کے بعد رکوع فوراً واجب نہیں ہوتا بلکہ جب تک نمازی تلاوت کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ میں کہتا ہوں مقتدی پر بوجھ ہونے کی صورت سے غافل نہیں ہو جانا چاہئے کیونکہ مثلاً قدر مسنون قرات سے زائد پر اگر نمازی بوجھ محسوس کرتا ہے تو ایسی صورت مطلقاً ناجائز اور مکروہ تحریمی ہے اور یہ حکم ہر مقام پر ہوگا خواہ نماز فرض ہو یا نفل، البتہ ہر جا صورت جواز کو مستثنٰی سمجھ لینا چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۶۲:

از یک سورۃ طویلہ آیات متفرقہ در رکعات خواندن مثلاً در اولٰی آیت الکرسی و در ثانیہ اٰمن الرسول	طویل سورت سے مختلف رکعات میں متفرق آیات پڑھنا کیسا ہے؟ مثلاً پہلی رکعت میں آیت الکرسی اور دوسری میں اٰمن الرسول۔

الجواب:

ایں چنیں قرات در دو رکعت جائز است و کراہت ندارد بشرط آنکہ میان ہر دو موضع فصل کم ز دو آیت نباشد فاما بہتر آنست کہ بے ضرورت ایں ہم نکند **لانہ یوھم الاعراض عن البعض والعیاذ باللہ تعالٰی** واگر ہمیں فصل یک آیت است یا در رکعت واحدہ بے ضرورت ارتکاب ایں معنی کرد مکروہ است اگرچہ فصل چندیں آیات باشد **اقول:** وگمان دارم کہ نفل دریں باب مخالف فرض نباشد **لما ذکر فی فتح القدیر من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لبلال رضی اللہ تعالٰی عنہ اذا ابتدأت بسورۃ فاتمھا علی نحوھا قالہ حین سمعہ ینتقل فی التھجد من سورۃ الٰی سورۃ**[1] **کما رواہ ابوداؤد وغیرہ فقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا کما کان نھیا عن**	یہ قرات دو رکعت میں بلا کراہت جائز ہے بشرطیکہ دونوں قرات کے درمیان دو آیات سے کم مقدار نہ ہو اور بہتر یہ ہے کہ بغیر ضرورت ایسا بھی نہ کرے کیونکہ بعض آیات سے اعراض کا وہم ہوگا العیاذ باللہ تعالٰی، اگر یہ فاصلہ ایک آیت کی مقدار ہو یا ایک رکعت کی مقدار ہو یا ایک ہی رکعت میں بغیر ضرورت کے ایسا کرے تو مکروہ ہے اگرچہ فاصلہ متعدد آیات کا ہو۔ اقول (میں کہتا ہوں) میں یہ سمجھتا ہوں اس معاملہ میں نوافل، فرائض کے مخالف نہیں کیونکہ فتح القدیر میں ہے: نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد فرمایا جب تُو کوئی سورۃ شروع کرے تو اسے مکمل کر، آپ نے یہ اس وقت فرمایا جب انھیں تہجد میں ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہوتے ہوئے سنا، جیسا کہ

---

[1] فتح القدیر باب الامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ ۱/ ۹۹۲

الانتقال من سورۃ الی سورۃ کذلك افاد النھی عن الانتقال من اٰیۃ الی اخری ایضا بالاولی ولکن لی فیه کلام سیاتی واللہ تعالٰی اعلم۔	ابوداؤد وغیرہ نے اسکو روایت کیا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی جس طرح ایک سورت سے دوسری سورت کی طرف منتقل ہونے سے منع پر دال ہے اسی طرح ایک آیت سے دوسری آیت کی طرف انتقال کے منع ہونے پر بھی بطریقِ اولیٰ دال ہے، لیکن اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آرہا ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۴۶۳: سورۃ معکوس خواندن (الٹی سورت پڑھنا کیسا ہے؟۔ت)

الجواب:

بالقصد ناجائز وممنوع است در حدیث براں تہدید شدید فرمودہ اند واگر سہوا باشد چنانکہ در اولی نصر خواندہ در ثانیہ قصد فلق داشت کہ بجائے **قل اعوذ** کلمہ قل یا بر زبان رفت انگاہ ہمیں سورت کافرون باتمام رساند ونکند ایں را گزاشتہ بسورت دیگر گزشتن بے ضرورت مکروہ اس پس ایں رجوع باشد از عدمِ کراہت بکراہت وھو کما تری سخن گفتنی ماند از آنکہ ایں معنی در نقل ہم مکروہ باشد یا خیر در مختار بتبیعت خلاصہ ایں راو چیزے چند از جنس ایں را کہ در فرائض کراہت داشت ذکر کردہ مبگوید **ولا یکرہ فی النفل شیئ من ذلك اما** امام محقق حیث اطلق فرمود عندی فی ھذہ الکلیۃ نظر علّامہ حلبی محشیٰ در ہم در مسئلہ دائرہ بریں کلیہ معترض آمد کہ قرات منکوس بیروں نماز مکروہ وممنوع است در نفل چناں مکروہ نباشد **اقول:** وھوحسن ظاھر وما اجاب عنه العلامۃ الطحطاوی واقرہ للعلامۃ الشامی وبالجملۃ فالاحوط الاحتراز واللہ تعالٰی اعلم وعلمه جل مجدہ اتم واحکم۔	ارادۃً ایسا کرنا ممنوع وناجائز ہے حدیث میں اس پر سخت وعید ہے اگر یہ سہواً ہوا جیسا کہ پہلی رکعت میں سورہ نصر پڑھی دوسری میں سورہ فلق پڑھنے کا قصد تھا مگر قل اعوذ کی جگہ زبان پر قل یا ایھا الکٰفرون) جاری ہوگیا، ایسی صورت میں سورہ کافرون مکمل کرلے، اسے چھوڑ کر دوسری طرف نہ جائے، کیونکہ بغیر ضرورت کے ترک مکروہ ہے، پس یہ عدم کراہت سے کراہت کی طرف رجوع ہوگا اور وہ اسی طرح ہے جس طرح تم جانتے ہو اب اس معاملہ میں یہ گفتگو رہ گئی کہ کیا نفل میں بھی کرنا مکروہ ہے یا مکروہ نہیں بلکہ درست ہے اور دُرمختار میں خلاصہ کی اتباع کرتے ہوئے اسے اس کے علاوہ اسی طرح کی چیزیں جو فرائض میں مکروہ ہیں ذکر کرکے فرمایا البتہ ان میں سے کوئی شے بھی نوافل میں مکروہ نہیں، لیکن امام محقق علی الاطلاق نے اظہار کرتے ہوئے کہا مجھے اس کلیہ میں اعتراض ہے۔ علامہ حلبی محشیٰ نے بھی مذکورہ مسئلہ میں اسی کلیہ پر اعترض کیا، اور کہا کہ الٹی قرات نماز سے باہر جب مکروہ وممنوع ہے تو نوافل میں کیوں نہ مکروہ ہوگی۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں)

یہ ہی بہتر ہے۔ اور علامہ طحطاوی نے ان کی طرف سے اسکا جواب نہیں دیا۔ اور علامہ شامی نے اسے ثابت رکھا الغرض اس طرح قرأت سے احتراز ہی بہتر ہے۔ و اللہ تعالٰی اعلم و علمہ جل مجدہ اتم و احکم۔ ت)

مسئلہ نمبر ۴۶۴: کمی و بیشی در قرأت رکعات کردن (رکعتوں میں قرأت کی کمی بیشی کیسی ہے؟۔ ت)

الجواب:

اطالت ثانیہ بر اولے در فرائض مکروہ است بالاتفاق و در نوافل علی الاصح و عکس آں را در نوافل کراہتے نیست و در صبح نیز نائز است بالاتفاق و الاطلاق یعنی ہر چہ تطویل کند پاک نباشد و بقدر ثلث خود مستحب است و بعضے تا نصف گویند و زیادہ بر آں باوصف جواز خلاف اولی است و در غیر فجر از فرائض اختلاف است نزد امام محمد ہمہ جا اطالت اولٰی باید و شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما بہ تسوید رفتہ اند و فتوی مختلف است باید کہ ارجح و اوجہ قول شیخین باشد فان کلام الامام امام الکلام۔ و اللہ تعالٰی اعلم۔	فرائض کی دوسری رکعت کو پہلی پر لمبا کرنا بالاتفاق مکروہ ہے اور اصح قول کے مطابق نوافل میں بھی مکروہ ہے اس کے برعکس قرأت کرنا نوافل میں کراہت نہیں رکھتا، اور نمازِ فجر (کی رکعت اولی) میں بھی بالاتفاق اور بالاطلاق جائز ہے یعنی جس طرح بھی طویل کرے کوئی حرج نہیں، تہائی کی مقدار مستحب ہے اور بعض نصف مقدار تک کا قول بھی کرتے ہیں اور اس سے زیادہ لمبا کرنا جائز ہونے کے باوجود خلافِ اولٰی ہے۔ فرائض فجر کے علاوہ دیگر نمازوں میں اختلاف ہے۔ امام محمد کے نزدیک ہر مقام پر پہلی رکعت کا لمبا کرنا اولٰی ہے شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما برابری کی طرف گئے ہیں اور فتوی بھی مختلف ہے لیکن شیخین کا قول راجح ہونا مناسب لگتا ہے کیونکہ کلامِ امام، امامِ کلام ہے۔ و اللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۴۶۵: پس سورت اسمائے الٰہی ضم کرد (سورت کے ساتھ اسمائے الٰہی کا ملانا کیسا ہے؟۔ ت)

الجواب:

در فرائض مکروہ ست ہمچو سوال و استعاذہ نزد آیات ترغیب و ترہیب و در نوافل نیز لتغییر نظم الصلٰوۃ وانچہ وارد و ثابت باشد کما فی صلٰوۃ و قال فی ردالمحتار والطعن فی ندبھا بان فیھا تغییرالنظم الصلٰوۃ انما یتأتی علی ضعف حدیثھا فاذا ارتقی الی درجۃ	فرائض میں مکروہ ہے اسی طرح آیاتِ ترغیب و ترہیب میں رحمت کا سوال اور عذاب سے پناہ مانگنا بھی مکروہ ہے اور یہ نوافل میں بھی مکروہ ہے کیونکہ ایسے عمل سے نظمِ نماز میں تبدیلی آجاتی ہے اور جو معمولات کے بارے میں احادیث میں وارد ہے جیسا کہ نمازِ تسبیح میں ہے ردالمحتار میں کہا اس کے

الحسن أثبتها وان كان فيها ذلك [1] اھ واللہ تعالٰی اعلم	مستحب ہونے پر یہ اعتراض کہ نظمِ نماز میں تبدیلی کا باعث بنیں گے تب ہو سکتا ہے جب اس کی حدیث ضعیف ہو، پس جب اس کی حدیث درجہ حسن پر فائز ہوچکی تو اس کا اثبات ہوگیا اگرچہ اس میں وہ معمولات ہوں (جو اس نماز میں مذکور ہیں) اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۶۶: ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو متولی صاحب اور اہلِ محلّہ نے جو نماز پڑھنے مسجد میں آتے ہیں امام کیا اور زید حرفوں کو مخارج سے ادا کرتا ہے اب اس میں چند آدمی یہ کہتے ہیں کہ تم ضاد نہیں پڑھتے بلکہ ضاد کو مشابہ ظاء کے پڑھتے ہو، اور زید کہتا ہے کہ میں مخارج سے ادا کرتا ہوں اور تم لوگ زبان کو دانتوں سے لگا کر نکالتے ہوئے "د" ہے اور میں داڑھ سے زبان کی نوک لگا کر نکالتا ہوں وہ "ضاد" ہے اور ایک شخص کبھی نماز پڑھا دیتا ہے وہ ضاد کو مخارج "د" سے ادا کرتا ہے آیا ان میں کس کے پیچھے نماز جائز ہوگی صاف صاف فرمائیے کلام اللہ وحدیث رسول اللہ سے **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

ظاد اور دُواد محض غلط ہیں اسکا مخرج بھی نہ زبان کو دانتوں سے لگا کر ہے نہ زبان کی نوک داڑھ سے لگا کر بلکہ اس کا مخرج زبان کی ایک طرف کی کروٹ اُسی طرف کی بالائی داڑھوں سے مل کر درازی کے ساتھ ادا ہونا اور زبان اوپر کو اُٹھ کر تالو سے ملنا اور ادا میں سختی وقوت ہونا ہے اس کا مخرج سیکھنا مثل تمام حرفوں کے ضروری ہے، جو شخص مخرج سیکھ لے اور اپنی قدرت تک اس کا استعمال کرے اور ظ یا د کا قصد نہ کرے بلکہ اسی حرف کا حق جو عزوجل کی طرف سے اُترا ہے پھر جو کچھ نکلے بوجہ آسانی صحتِ نماز پر فتوٰی دیا جائے گا۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۶۷: کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں ضاد کو مشتبہ بظاء پڑھے تو اس کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور اس شخص کا کیا حکم ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب

یہ حرف دشوار ترین حرف ہے اور اس کی ادا خصوصًا عجم پر کہ اُن کی زبان کا حرف نہیں، سخت مشکل،

---

[1] ردالمحتار مطلب فی صلٰوۃ التسبیح مطبوعہ مصطفی البابی ۱/۵۰۸

مسلمانوں پر لازم کہ اُس کا مخرج صحیح سے ادا کرنا سیکھیں اور کوشش کریں کہ ٹھیک ادا ہو اپنی طرف سے نہ ظاد کا قصد کریں نہ دواد کا دونوں محض غلط ہیں اور جب اس نے حسبِ وسع وطاقت جہد کیا اور حرف صحیح ادا کرنے کا قصد کیا پھر کچھ نکلے اس پر مواخذہ نہیں **لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا**ؕ[1]۔ (اللہ تعالٰی کسی ذی نفس کو اسکی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں ٹھہراتا۔ ت) خصوصًا ظاء سے اس حرف کا جُدا کرنا تو سخت مشکل ہے پھر ایسی جگہ ان سخت حکموں کی گنجائش نہیں تکفیر ایک امرِ عظیم ہے۔ **لا یخرج الانسان من الاسلام الاحجود ما ادخله فیه** (انسان کو اسلام سے خارج نہیں کرتی مگر جب اس چیز کا انکار کرے جو اسے دین میں داخل کرتی ہے (ت)۔ اور جمہور متاخرین کے نزدیک فساد نماز کا بھی حکم نہیں۔

فی ردالمحتار ان کان الخطأ بابدال حرف بحرف فان امکن الفصل بینهما بلا کلفة کالصاد مع الطاء فاتفقوا علی انه مفسد و ان لم یکن الا بمشقة کالظاء مع الضاد فاکثرهم علی عدم الفساد لعموم البلوی[2]۔ اھ ملخصا۔ وفی الدر المختار الامایشق تمیزہ کالضاد والظاء فاکثرهم لم یفسدها[3]۔	ردالمحتار میں ہے اگر ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر خطا کرے تو ان دو کے درمیان بغیر مشقت کے امتیاز ممکن ہو جیسا صاد اور طاء کے درمیان تو سب کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد ہو جائے گی اور اگر امتیاز کرنے میں مشقت ہو مثلًا ظاء اور ضاد، تو اکثر علماء کی رائے یہی ہے عموم بلوی کے پیشِ نظر نماز فاسد نہ ہوگی اھ ملخصا۔ اور در مختار میں ہے مگر جن حروف میں امتیاز مشکل ہو جیسے ضاد اور ظاء تو اکثر کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

اور ائمہ متقدمین بھی علی الاطلاق حکم فساد نہیں دیتے عجب کی بات ہے کہ ابنائے زمانہ ان باتوں میں بے طور جھگڑتے اور ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں حالانکہ اصول ایمان وامہات عقائد میں جو فتنے طوائف جدید ملار ہیں ہے ان سے کام نہیں رکھتے اور لطف یہ ہے کہ وہ جہال جن سے سہل حرف بھی ٹھیک ادا نہیں ہوتے ضاد اور دواد پر کٹے مرتے ہیں۔ اللہ تعالٰی ہم اہل اسلام کو نیک توفیق عطا فرمائے۔ ہاں اگر کوئی معاند بد باطن بقصد تغییر کلام اللہ و تبدیل وحی منزل من اللہ اس حرف خواہ کسی حرف کو بدلے گا تو وہ بے شک اپنے اس قصد خبیث کے سبب حکمِ کفر کا مستحق ہوگا۔ اس میں ظاد و دواد

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۶

[2] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۶۶

[3] دُرمختار ، باب مایفسد الصلوٰۃ الخ، مجتبائی دہلی، ۱/ ۹۱

وسین ساد سب برابر ہیں وھذا ھو محمل التعمد المذکور فی کلام الامام الفضلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ (امام فضلی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے کلام میں مذکور تعمد کا محمل یہی ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۴۶۸: ۱۶ جمادی الاولی ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مغرب میں رکوع لقد صدق اللہ رسولہ پڑھ رہا تھا جب فی الانجیل تک پڑھ لیا آیت پارہ ۲۲ تشابہ لگا اُس کے بعد یہ آیت انما یرید اللہ لیذھب تک پڑھی پھر جب یاد آیا اُسے چھوڑ کر مقام اصل سے شروع کیا اور نماز ختم کی اور سجدہ سہو نہ کیا اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب: نماز ہوگئی اور سجدہ سہو کی بھی حاجت نہ تھی اگر بقدر ادائے رکن سوچتا نہ رہا ہو، ہاں اگر بھولا اور سوچنے میں اتنی دیر خاموش رہا جس میں کوئی رکن نماز کا ادا ہوسکتا ہے تو سجدہ سہو لازم آیا **کما فی الدر المختار وغیرہا**[1] (جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اگر نہ کیا تو نماز جب بھی ہوگئی مگر ناقص ہوئی پھیرنا واجب ہے **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۶۹: ۶ شعبان المعظم ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ امام جب نماز میں کھڑا ہو کر قرات شروع کرے اگر اس وقت بعذر یعنی قرات بند ہونے کی وجہ گلا صاف کرنے کے لئے کھانسا تو نماز جائز ہو جائے گی۔ عمرو کہتا ہے نہیں کہ نہیں خواہ کسی حالت میں ہو یا عذر یا بلاعذر اگر پے در پے تین مرتبہ کھانسا تو نماز باطل ہوجائے گی، اس مسئلہ میں کون حق پر ہے۔ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مذکورہ میں نماز میں اصلاً کوئی خلل نہ آیا کھانسنا کھنکارنا جبکہ بعذر یا کسی غرض صحیح کے لئے ہو جیسے گلا صاف کرنا یا امام کو سہو پر متنبہ کرنا تو مذہب صحیح میں ہر گز مفسدِ نماز نہیں۔

فی الدرالمختار فی المفسدات (والتنحنح بلاعذر) اما به بان نشأمن طبعه فلا (او) بلا (غرض صحیح) فلو لتحسین	درمختار وغیرہ کے باب نماز کے مفسدات میں ہے (اور بغیر عذر کے کھانسنا) ہاں اگر عذر کی بناپر ہو مثلاً طبعًا ایسا ہُوا تو فاسد نہیں (یا) بغیر (غرض صحیح کے ہو

---

[1] دُرمختار باب سجود السہو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱۰۲/۱

صوتہ او لیہتدی امامہ اوالاعلامہ انہ فی الصلاۃ فلا فساد علی الصحیح[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	پس اگر تحسین آواز یا امام کی رہنمائی یا اس اطلاع کے لئے کھانسا کہ وہ نماز میں ہے تو صحیح یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۴۷۰: مرسلہ جناب حافظ مولوی امیر اللہ صاحب ۲۳ شعبان ۱۳۱۵ھ

بیضاوی مین قرات **بضنین** کو بتایا اور ضاد کا مخرج اور ظاء کا اس سے محشیٰ اشارہ بتاتا ہے قرائتین واحدنہ کی جائیں اس کے متعلق جو جو حاشیے یا شرح ہوں ان میں سے یہ بات بتائی جائے کہ کوئی باوجود مخرجین جدا ہونے کے اور استعلا واطباق میں ایک ہونے کو مشتبہ الصوت کون کون بتاتا ہے اور اس قضیہ کا کیا حال ہے صرف مشتبہ الصوت مان لینے سے ظواد یا دواد صحیح ہوسکتا ہے فقہانے دواد مفخم اور ظواد ودواد مستہجن کا صریح حکم کیا بتایا ہے؟ بینوا توجروا

الجواب: ض وظ قدر مشتبہ الصوت ہونا یقینی ہے یہاں تک کہ تمیز دشوار مگر نہ یہ ظ جو عامہ عوام نکالتے ہیں یہ ذ مفخم جب اپنے مخرج سے صحیح طور پر برعایت استعلا واطباق لسان ادا کی جائے گی ضرور مشابہ الصوت بض ہوگی یہاں تک کہ اگر استطالہ واقع ہو ض ہوجائے ذواد نہ مستحسن نہ مستہجن بلکہ محض غلط اسی طرح دواد اور صحیح ظواد بھی نہیں فقہائے کرام سب کا ایک حکم دیتے ہیں کہ بحالت فساد معنی نماز فاسد جیسے معظوب اور معذوب اور بحالت صحت معنی صحیح جیسے ظالین دوالین[2] **کما فی الغنیۃ وغیرھا** (جیسا کہ غنیۃ وغیرہ میں ہے) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۴۷۱: از شہر کٹک ضلع اڑیسہ بخشی بازار مرسلہ شیخ طاہر محمد عثمان ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرح متین اس مسئلہ میں کہ آنریری مجسٹریٹ کی امامت جائز ہے یا نہیں، اور جو ترتیل سے نہ پڑھے اس کی امامت جائز یا ناجائز اور نیز ترتیل کی حد معلوم ہو۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

ترتیل کی تین حدیں ہیں ہر حد اعلٰی میں اسکے بعد کی حد ماخوذ وملحوظ ہے۔

حد اوّل: یہ کہ قرآن عظیم ٹھہر ٹھہر کر بآہستگی تلاوت کرے کہ سامع چاہے تو ہر کلمے کو جدا جدا گن سکے

---

[1] دُرمختار، باب مایفسد الصلٰوۃ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۸۹/۱

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۶

کما قال اللہ تعالٰی وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ [1] ای انزلناہ نجما نجما علی حسب ما تجددت الیہ حاجات العباد ومثلہ قولہ تعالٰی وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ [2]۔	جیسا کہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے ورتلناہ ترتیلا یعنی ہم نے اسے بندوں کی ضرورت کے مطابق تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا ہے، اسی طرح اللہ تعالٰی کا یہ فرمان ہے ہم نے قرآن کو تھوڑا تھوڑا کرکے نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں پر پڑھیں ٹھہر ٹھہر کر اور ہم نے اسے تدریجًا نازل فرمایا۔ (ت)

الفاظ بہ تفخیم ادا ہوں حروف کو اُن کی صفات شدّت وجہر وامثالہا کے حقوق پورے دئے جائیں اظہار واخفاو تفخیم وترقیق وغیرہا محسنات کالحاظ رکھا جائے یہ مسنون ہے اور اسکا ترک مکروہ وناپسند اور اسکا اہتمام فرائض وواجبات میں تراویح اور تراویح میں نفل مطلق سے زیادہ جلالین میں ہے: رتل القراٰن تثبت فی تلاوتہ [3] (رتل القراٰن کا معنی قرآن کی ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کرنا ہے۔ ت) کمالین میں ہے:

ای تان واقرأ علی تؤدۃ من غیر تعجل بحیث یتمکن السامع من عداٰیاتہ وکلماتہ [4]۔	یعنی قرآن مجید کو اس طرح آہستہ اور ٹھہر کر پڑھو کہ سننے والا اس کی آیات والفاظ گن سکے۔ (ت)

اتقان امام سیوطی میں برہان امام زرکشی سے ہے:

کمال الترتیل تفخیم الفاظ والابانۃ عن حروفہ وان لایدغم حرف فی حرف وقیل ھذا اقلہ [5]۔	کمال ترتیل یہ ہے الفاظ میں تفخیم (حرف کو پُر کرکے پڑھنا) اور حروف کو جدا جدا کرکے پڑھا جائے، ایک حرف کو دوسرے حرف سے نہ ملایا جائے۔ بعض نے کہا یہ ترتیل کا کم درجہ ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

یسن الترتیل فی قرأۃ القراٰن قال اللہ تعالٰی	قراءت قرآن میں ترتیل سنّت ہے جیسا کہ اللہ تعالٰی کا

---

[1] القرآن ۲۵/۳۲

[2] القرآن ۱۷/۱۰۶

[3] تفسیر جلالین زیر آیۃ ورتل القرآن الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۴۷۶

[4] کمالین علی حاشیہ جلالین زیر آیۃ مذکورہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۴۷۶

[5] الاتقان فی علوم القرآن، النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوتہ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۰۶

وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ﴿۴﴾ وروی ابو داؤد وغیرہ عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا نعتت قرأۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قرأۃ مفسرۃ حرفا حرفا[1]۔	ارشاد ہے قرآن کو خوب ترتیل کے ساتھ پڑھو، اور ابو داؤد نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے حوالے سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی قراۃ کی صفت کے بارے میں یوں بیان کیا ہے کہ آپ اس طرح تلاوت فرماتے کہ قرات مفسر ہوتی اور ایک ایک حرف جدا جدا معلوم ہوتا تھا الخ (ت)

حدیث میں ہے:

لاتنثروہ نثر الدقل ولا تھذوہ ھذا الشعر قفوا عند عجائبہ وحرکوہ بہ القلوب ولا یکون ھم احدکم اٰخر السورۃ[2]۔	یعنی قرآن کو سُوکھے چھوہاروں کی طرح نہ جھاڑو (جس طرح ڈالیاں ہلانے سے خشک کھجوریں جلد جلد جھڑ جھڑ پڑتی ہیں اور شعر کی طرح گھاس نہ کاٹو،

عجائب کے پاس ٹھہرتے جاؤ اور اپنے دلوں کو اُس سے تدبر سے جنبش دو اور یہ نہ ہو کہ سورت شروع کی تو اب دھیان اسی میں لگا ہے کہیں جلد اسے ختم کریں۔

رواہ ابوبکر الآجری فی کتاب حملۃ القراٰن وعن طریقہ البغوی فی المعالم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ من قولہ والدیلمی مثلہ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ والعسکری فی المواعظ من حدیث امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ انہ سئل النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قولہ وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ﴿۴﴾ قال فذکرہ۔	اسے امام ابوبکر آجری نے "کتاب حملۃ القرآن" میں نقل کیا ہے، اور امام بغوی نے معالم میں اسے حضرت عبداللہ بن مسعود کا قول اور دیلمی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا عسکری نے المواعظ میں حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم کے حوالے سے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی ورتل القراٰن ترتیلا کے بارے میں پُوچھا گیا تو آپ نے مذکورہ الفاظ میں تشرح فرمائی (ت)

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن النوع الخامس والثلاثون فی آداب تلاوۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۶

[2] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ الاخری فی حملۃ القرآن فی آداب تلاوۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۶

دُرمختار میں ہے:

یقرأ فی الفرض بالترتیل حرفا حرفا وفی التراویح بین بین وفی النفل لیلاله ان یسرع بعدان یقرأ کما یفھم[1]۔	فرض نماز میں اس طرح تلاوت کرے کہ جدا جدا ہر حرف سمجھ آئے، تراویح میں متوسط طریقے پر اور رات کے نوافل میں اتنی تیز پڑھ سکتا ہے جسے وہ سمجھ سکے۔ (ت)

اُس کے بیان تراویح میں ہے: **ویجتنب ھذرمۃ القرأۃ**[2]۔ (اور جلدی جلدی قرات سے اجتناب کرے۔ت)

دوم: مدوقف ووصل کے ضروریات اپنے اپنے مواقع پر ادا ہوں کھڑے کھڑے کالحاظ ہے حروف مذکورہ جن کے قبل نون یا میم ہوان کے بعد غنّہ نہ نکلے **انّا کُنّا** کو **ان کن** یا **انّاں کنّاں** نہ پڑھا جائے باوجیم ساکنین جن کے بعد "**ت**" ہو بشدت ادا کئے جائیں کہ پ اور چ کی آواز نہ دیں جہال جلدی میں **ابتر** اور **تجتنبوا** کو **اپتر** اور **تچتنبوا** پڑھتے ہیں حروف مطبقہ کا کسرہ ضمہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔ جہاں جب صراط و قاطعہ میں ص و ط کے اجتماع میں مثلاً "**یستطیعون**" "**لاتطع**" بے خیالی کرنے والوں سے حرف تا بھی مشابہ طا ادا ہوتا ہے بلکہ بعض سے "**عتو**" میں بھی بوجہ تفخیم عین وضمہ تا آواز مشابہ طا پیدا ہوتی ہے بالجملہ کوئی حرف وحرکت بے محل دوسرے کی شان اخذ نہ کرے نہ کوئی حرف چھُوٹ جائے نہ کوئی اجنبی پیدا ہو نہ محدود و مقصود ہو نہ ممدود اسی زیادت اجنبی کے قبیل سے ہے وہ الف جو بعض جہال "**واستبقات**" "**دعوا اللہ**" "**وقال الحمدللہ**" "**ذاقا الشجرۃ**" کے قیاس پر "**کلتاالجنتین**" "**قیل ادخلو النار**" میں نکالتے ہیں حالانکہ یہ محض فاسد اور زیادت باطل وکاسد وواجب واجماعی مد متصل ہے منفصل کا ترک جائز و لہٰذا اس کا نام ہی مد جائز رکھا گیا اور جس حرف مدہ کے بعد سکون لازم ہو جیسے **ضالین**، **الٓمّٓ** وہاں بھی مد بالاجماع واجب اور جس کے بعد سکون عارض ہو جیسے **العالمین**، **الرحیم**، **العباد**، **یوقنون** بحالت وقف یا **قَالَ اَللّٰھُمَّ** بحالت ادغام وہاں مدوقصر دونوں جائز، اس قدر ترتیل فرض و واجب ہے اور اس کا ترک گنہگار، مگر فرائضِ نماز سے نہیں ترک مفسد صلاۃ ہو۔ مدارک التنزیل میں ہے:

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ④ **ای قرأعلی تؤدۃ**	قرآن کو آہستہ آہستہ ٹھہر کر پڑھو، اس کا معنی یہ ہے۔

---

[1] درمختار باب الامۃ فصل ویجھر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۸۰

[2] درمختار باب الوتروالنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۹

بتبتیین الحرف و حفظ الوقوف و اشباع الحرکات ترتیلا ھو تاکید فی ایجاب الامر بہ وانه لا بد منه للقاری [1]۔	کہ اطمینان کے ساتھ حروف جدا جدا، وقف کی حفاظت اور تمام حرکات کی ادائیگی کا خاص خیال رکھنا "ترتیلا" اس مسئلہ میں تاکید پیدا کررہا ہے کہ یہ بات تلاوت کرنے والے کے لئے نہایت ہی ضروری ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

یمد اقل مدقال بہ القراء والاحرم لترك الترتیل الماموربہ شرعا ط [2]۔	اسے تھوڑا لمبا کرکے پڑھا جائے قراء کا یہی قول ہے ورنہ ماموربہ ترتیل کی خلاف ورزی ہوگی اور یہ شرعاً حرام ہے ط (ت)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک شخص کو قرآن عظیم پڑھارہے تھے اس نے انما الصدقٰت للفقراء کو بغیر مد کے پڑھا، فرمایا: ماھٰکذا اقرأنیھا رسول اللہ تعالٰی علیه وسلم (مجھے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں نہ پڑھایا) عرض کی: آپ کو کیا پڑھایا؟ فرمایا: اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ [3]۔ مد کے ساتھ ادا کرکے بتایا رواہ سعید بن منصور فی سنتة و الطبرانی فی الکبیر بسند صحیح (اسے سعید بن منصور نے اپنی سنن اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ت) اتقان میں ہے:

قد اجمع القراء علی مد نوعی المتصل و ذی الساکن اللازم وان اختلفو ف مقدارہ واختلفو فی النوعین الاخریین و ھما المتفصل وذو الساکن العارض وفی قصرھما [4]۔	تمام قراء مد تصل کی دونوں انواع مد متصل اور ساکن لازم پر متفق ہیں اگرچہ ان کی مقدار میں انھوں نے اختلاف کیا ہے مد کی آخری دوانواع میں اور وہ مد منفصل اور ساکن عارض میں اور ان دونوں کی قصر میں بھی اختلاف ہے۔ (ت)

---

[1] تفسیر مدارک التنزیل المعروف بتفسیر سورۃ مزمل زیرِ آیت ورتل القرآنا لخ دارالکتاب العربیہ بیروت ، ۳۰۳/۴

[2] ردالمحتار فصل فی القراءِہ مطبوعہ مصطفٰی البابی، ۴۰۰/۱

[3] الاتقان فی علوم القرآن النوع الثانی والثلاثون الخ ۹۶/۱

[4] الاتقان فی علوم القرآن بحوالہ سنن سعید بنن سعید ابن منصور ۷۹/۱

ہندیہ میں ہے:

اذاوقف فی غیر موضع الو قف اوابتدأ فی غیر موضع الابتداء ان لم یتغیر به المعنی تغیرا فاحشانحو ان یقرأ ان الذین اٰمنو اوعلموا الصّٰلحٰت ووقف ثم ابتدأ بقوله اولئك هم خیر البریةلاتفسدبالاجماع بین العلمائنا هکذافی المحیط ،وکذا ان وصل فی غیر موضع الوصل کما لو لم یقف عند قوله اصحٰب النّار بل وصل بقوله الذین یحملون العرش لا تفسد لکنه قبیح هکذا فی الخلاصة وان تغیربه المعنی تغیرافاحشانحوان یقرأ اشهد الله انه لا اله ووقف ثم قال الاهولا تفسد صلاته عندعامة علمائنا وعندالبعض تفسد صلاته والفتوی علی عدم الفساد بکل حال هکذا فی المحیط[1]	جب کسی نے غیر وقف کی جگہ وقف کیا یا مقام ابتدا کے غیر سے ابتدا کی تو اگر معنی میں فحش تبدیلی نہیں، مثلاً پڑھنے والے نے اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ پڑھ کر وقف کیا پھر اُولٰٓئِکَ ھُمۡ خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ سے ابتدا کی تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہو گی، محیط میں اسی طرح ہے، اسی طرح اگر وصل کی جگہ کے علاوہ میں وصل کر لیا جیسا کہ اللہ تعالٰی کے قول اصحٰب النار پر وقف نہ کیا بلکہ اسے الزین یحملون العرش کے ساتھ ملا لیا نماز فاسد نہ ہوئی لیکن ایسا کرنا سخت ناپسند ہے۔ خلاصہ میں اسی طرح ہے، اور اگر معنی میں فحش تبدیلی ہو مثلاً کسی نے اشھد اللہ انہ لا الٰہ پر کرکے پڑھا "الّا ھو" تو ہمارے اکثر علماء کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی بعض کے ہاں فاسد ہوجائے گی اور فتوٰی اسی پر ہے کہ ہر صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

جو شخص اس قسم ترتیل کی مخالفت کرے اس کی امامت نہ چاہئے مگر نماز ہو جائے گی اگرچہ بکراہت عالمگیریہ میں ہے:

من یقف فی غیر مواضعه ولا یقف فی مواضعه لا ینبغی له ان یؤم وکذا من یتنحنح عندالقرأة کثیرا[2]۔	جو شخص مقاماتِ وقف میں وقف نہیں کرتا بلکہ مقاماتِ وقف کے غیر میں وقف کرتا ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے اسی طرح اس کو امام نہ بنایا جائے جو اکثر کھانستا رہتا ہو۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ ، الفصل الخامس فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۱

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۶

سوم: جو حروف وحرکات کی تصحیح اع، ت ط، ث س ص، ح ہ، ذ ز ظ وغیرہا میں تمیز کرے غرض ہر نقص وزیادت و تبدیل سے کہ مفسد معنی ہو احتراز یہ بھی فرض ہے اور علی التفصیل فرائض نماز سے بھی ہے کہ اسکا ترک مفسد نماز ہے جو شخص قادر ہے اور بے خیالی یا بے پروائی یا جلدی کے باعث اسے چھوڑتا ہے یا سیکھے تو آجائے مگر نہیں سیکھتا ہمارے ائمہ کرام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک اس کی نماز باطل اور اس کی امامت کے بطلان اور اسکے پیچھے اوروں کی نماز فاسد ہونے میں تو کلام ہی نہیں علمائے متاخرین نے بنظرِ تیسیر جو توسیعیں کیں وُہ عندالتحقیق صورت لغزش وخطا سے متعلق ہیں کہ صحیح جانتا ہے اور صحیح پڑھ سکتا ہے مگر زبان سے بہک کر غلط ادا ہو گیا نہ کہ معاذاللہ فتوٰی بے پروائی واجازت غلط خوانی وترک تعلم و کوشش، جیسا کہ عوام زمانہ بلکہ اکثر خواص میں بھی وبائے عالمگیر کی طرح پھیلا ہوا ہے اور نہ بھی سہی تو وہ عوام کی نمازیں ہیں نہ کہ غلط خوانوں کو امام بنانے کے لئے وہی علماء جو وہ توسیعات لکھتے ہیں بطلان امامت کی تصریح فرماتے ہیں اور جو قادر ہی نہیں کوشش کرتا ہے محنت کرتا ہے مگر نہیں نکلتا جیسے پکی زبان والے گنوار کہ قاف کو کاف، ذال کو جیم پڑھیں۔ صحیح مذہب میں صحیح خواں کی نماز ان کے پیچھے بھی نہیں ہوسکتی تفصیل اس مسئلہ جلیلہ کی جس سے آج کل نہ صرف عوام بلکہ بہت علماء و مشائخ تک غافل ہیں ۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ، کے فتاوٰی میں ہے در مختار میں ہے:

لا یصح اقتداء غیرالالثغ بہ ای بالالثغ علی الاصح کما فی البحرعن المجتبٰی وحررالحلبی وابن الشحنۃ انہ بعد بذل جہدہ دائما حتما کالامی فلا یؤم الامثلہ ولاتصح صلاتہ اذا امکنہ الاقتداء بمن یحسنہ اوترک جہدہ اووجد قدر الفرض مما لالثغ بہ فیہ ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذامن لایقدر علی التلفظ بحرف من الحروف من[1] ۔	اور غیر توتلے کی اقتداء توتلے کے پیچھے اصح قول کے مطابق درست نہیں ہے جیسا کہ البحر الرائق میں مجتبٰی سے منقول ہے (الثغ بروزن افعل اس شخص کو کہتے ہیں جس کی زبان سے ایک حرف کی جگہ دوسرا نکلے مثلاً "ر" کی جگہ "ل" بولے) حلبی اور ابن شحنہ نے تنقیح کی ہے کہ توتلا پن رکھنے والا شخص ہمیشہ صحتِ حروف کے لئے کوشاں رہے، اس کے بعد وُہ اُمّی کی طرح ہے یعنی وہ اپنے ہم مثل کا امام بن سکتا ہے اور اس کی نماز صحیح نہ ہوگی جب اسے صحیح پڑھنے والے اقتدا ممکن ہو یا اس نے کوشش ترک کردی ہو یا بقدر فرض قرات کی وہ

---

[1] دُر مختار، باب الامۃ، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۸۵/۱

آیتیں حاصل کرلے جن میں توتلا پن نہ ہو، توتلا پن رکھنے والے شخص کے بارے میں یہی صحیح و مختار قول ہے، اسی طرح حکم ہے اس شخص کا جو حروف تہجی میں سے کسی حرف پر صحیح تلفظ کی قدرت نہ رکھتا ہو۔ (ت) اور جو شخص خلاف شریعتِ مطہرہ کے فیصلہ کرے اُسے امام بنانا جائز نہیں قال اللہ تعالٰی وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۴۷ [1] (اللہ تعالٰی نے فرمایا جو لوگوں کے درمیان اللہ تعالٰی کی تعلیمات کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے وہ لوگ فاسق ہیں۔ت) غنیۃ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون [2] (اگر فاسق کو لوگوں نے امام بنایا تو وہ تمام گنہگار ہوں گے۔ت) اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ

کما حققہ المحقق الحلبی فی الغنیۃ والعلامۃ الشرنبلالی فی المراقی وفی غیرھما فقد بینا فی غیر موضع من فتاوٰنا وھو فضیۃ الذیل فعلیہ فلیکن التعویل واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وحکمہ جل مجدہ اتم واحکم	جیسا کہ محقق حلبی نے غنیہ اور علامہ شرنبلالی نے مراقی میں اس کی تحقیق کی اور ان دونوں کے غیر نے اپنی کتابوں میں تحقیق کی ہے ہم نے اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر اسے بیان کیا ہے اور یہی اس کا خلاصہ ہے اور اسی پر اعتماد ہونا چاہیے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وحکمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

---

[1] القرآن ۵/۴۷

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

رسالہ
نِعم الزّاد لِرَوم الضاد
(ضاد پڑھنے کا بہترین طریقہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ نمبر ۲۷۴ تا ۲۷۶: از ریاست رام پور محلّہ کنڈہ متصل مسجد میاں گاماں مرسلہ مولوی محمد یحیٰی صاحب ۲۴ شوال ۱۳۱۵ھ

چہ مے فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین دریں باب کہ در قراءت **غیر المغضوب علیھم ولاالضاۤلین** درچند اشخاص نزاع مے مانند واکثر رسائل وفتاوٰی دریں باب مختلف ہستند بعضے خواندن ضاد رابدال توراث بین الناس دلیل مے آرند و بعضے برائے تبدیل ظا وزا تشابہ صورت رادلیل مے گردانند وقاری عبدالرحمان مرحوم پانی پتی درسائل و فتاوٰی خلاصہ تحقیق بدیں نہج رقم کردہ اند کہ بجائے ضاد دال یاحرف خواندن محض غلط است ہر حرف خصوصًا ضادرااز مخرج خود مع صفاتش اداکردن برہمہ شخص واجب است دریں ہنگام شور و شغب	علمائے شرع متین اس بارے میں کیافرماتے ہیں کہ **غیر المغضوب علیھم ولا الضاۤلین** کے پڑھنے میں کچھ لوگوں کا اختلاف ہے اکثر رسائل و فتاوے اس بارے میں مختلف ہیں بعض لوگ توارث بین الناس (معمول) کو دلیل بناتے ہوئے ضاد کو دال کے ساتھ پڑھنے کا کہتے ہیں اور بعض اسے ظا اور زاکے ساتھ تبدیلی کے قائل ہیں اور آواز میں مشابہ ہونے کی دلیل پیش کرتے ہیں قاری عبدارحمان مرحوم پانی پتی نے کہاکہ رسائل اور فتاوٰی میں اس بارے میں خلاصہ تحقیق یوں بیان کیا گیا ہے کہ ضاد کی جگہ دال یا کوئی

بعضے خواص و عوام سند خواندن دال از شرح کبیر بیان کردہ اند از استماعش درچند امور خلجان واقع گردید ترصد از علمائے ماہرین و معتبرین کہ ازجواب رافع خلجان احقاق حق و ابطال باطل فرمایند اجرکم اللہ تعالٰی فی الدارین امرے چند موجب اشتباہ و خلجان مخصوص ادائے ضاد شبیہ بدال مہملہ یا ظامعجمہ دریافت طلب از علمائے دین۔

اوّل: فصل زلّۃ قاری کہ درکتبِ فقہ علیحدہ ذیل حکم قراءت فی الصلٰوۃ موضوع شدہ آیا حکم مسائل آں مخصوص بداں صورت است کہ از قاری بلاقصد وارادہ حرفے بجائے حرفے فجأۃً برزبان جاری شدہ باشد یا علی العموم است قاری وتالی بالقصد و ارادہ حرفے بجائے حرف خواندہ باشد۔ برتقدیر تسلیم شق عموم ہرگاہ حکم قراءت بالارادہ نوشتہ شدہ باعث معنون کردن فصل بہ زلۃ القاری چیست حالانکہ درزلۃ کہ معرب لغزش است ارادہ مفقود است۔

دوم: درصورت عموم صرف بر اتحاد مخرج و تشابہ صورت عموم وسہولت ادااکتفا کردہ خواہد شد یالحاظ معنی ہم داشتہ خواہد شد و بصورتِ تبدیل معنی آں حکم فساد نماز دادہ، خواہد شد ودریں صورت کسے کہ درابدال ضاد

اور حرف پڑھنا محض غلط ہے، ہر حرف خصوصًا ضاد کو اپنے مخرج سے اس کی صفات کے ساتھ ادا کرنا ہر شخص پر لازم ہے، اس معاملہ میں بڑا اختلاف اور شور ہے بعض خواص اور عوام اسے دال پڑھنے پر شرح کبیر سے سند ذکر کرتے ہیں، اس معاملہ میں چند امور سے خلجان واقع ہو رہا ہے ماہرینِ شریعت اپنے جواب سے انہیں رفع کریں تاکہ حق ثابت ہو اور باطل کا بطلان ہو جائے، اللہ تعالٰی دارین میں تجھے اجر سے نوازے، ضاد کو دال یا ظا پڑھنے کی صورت میں جن امور میں اشتباہ و خلجان واقع ہو رہا ہے وُہ علماء سے دریافت طلب ہیں۔ (وہ یہ ہیں)

اوّل: کتبِ فقہ میں نماز کی قراءت کے ضمن میں "زلۃ القاری" (قاری کا پھسلنا) کی جو فصل قائم کی گئی ہے اس کے مسائل کا حکم صرف اسی صورت کے ساتھ مخصوص ہے جب قاری سے بلاقصد وارادہ ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف اچانک زبان پر جاری ہو جائے، یا حکم عام ہے خواہ قاری اور تلاوت کرنے والا عمدًا اور قصدًا کسی حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھ لے اگر عموم حکم والی (شق) تسلیم کرلی جائے تو جب اس میں قصدًا قراءت کا حکم بھی تحریر ہوا ہے تو پھر اس فصل کا عنوان زلۃ القاری کیوں رکھا گیا؟ حالانکہ لفظ زلۃ لغزش سے معرب ہے جس میں قصد اوارادہ مفقود ہوتا ہے۔ بذال توارث بین الناس رامطلقًا دلیل گردانیدہ توجیہ صحت قولش چہ خواہد شد۔

دوم: عموم کی صورت میں صرف اتحادِ مخرج یا قربِ مخرج اور تشابہ کی صورت میں عام وآسان ادائیگی پر اکتفا کرلیا جائے گا یا معنی کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے اور بصورتِ تبدیل معنی وفساد حکم فساد نماز کا ہوگا اس صورت میں جو شخص ضاد کو ذال سے

بدل کر پڑھنے پر مطلقًا لوگوں کے معمول کو دلیل بناتا ہے اس کے قول کی صحت کی توجیہ کیسے ہوگی؟

سوم: چنانکہ صاحب غنیۃ المستملی شرح منیہ در فصل زلۃ قاری بمقام حکم ابدال حرفے بحرفے مدار بر صحت و فساد معنی داشتہ بصورتیکہ معنی صحیح از بدل می شود حکم صحت نماز نگاشتہ وجائیکہ ازبدل فساد معنی شدہ حکم فساد نماز دادہ ہمیں حکم در ابدال ضاد بدال مہملہ ہم جاری خواہد ماند و بہر جاکہ ضاد بدال مہملہ فساد معنی لازم است حکم فساد نماز دادہ خواہد شد یا نہ اگر شق اول مسلم است پس ابدال ضاد بدال مہملہ وبصورت دال خواندن عمومًا ومطلقًا چگونہ صحیح خواہد شد واگر شق ثانی است مخصص آں و موجب تخصیص کدام دلیل است۔

چہارم: کسیکہ از عبارت شرح کبیر **ولاالضالین بالظاء المعجمة اوالدال المهمله لا تفسد** الخ خواندن دال بجائے ضاد بدون لحاظ تخالف و تباعد معنی علی العموم قیاس کردہ قیاس فاسد خواہد شد یا نہ زیرا کہ دریں آیہ کریمہ **هل ندلكم على رجل**۔۔۔الخ صاحب شرح کبیر از بدل قرب معنی ثابت کردہ وحکم صحت نماز دادہ وممکن است کہ بدے گر مقام از ابدال ضاد بدال فساد معنی شود معنی آں خواہد شد تباہ شوند یا در "**اکواب موضوعه**" کہ بمعنی بی ترتیب چیدہ شدہ است ہرگاہ، **مودوعه** خواند شود معنی آں پدور کردہ شدہ خواہد شد کہ مشعر پر انقطاع آں ست علی ہذا بسیارے

سوم: جس طرح صاحب غنیۃ المستملی نے شرح منیہ کی فصل زلۃ القاری میں ایک حرف کو دوسرے حرف سے بدلنے کی صورت میں مدارِ معنی کی صحت وفساد پر رکھا ہے تو جس صورت میں تبدیلیِ حرف کے باوجود معنی درست ہوگا نماز کی صحت کا حکم دیا جائے گا اور جہاں تبدیلیِ حرف کی وجہ سے معنی فاسد ہوگا وہاں نماز کے فاسد ہونے کا حکم جاری ہوگا اور جب ضاد کو دال پڑھا جائے تو پھر بھی یہی حکم جاری ہوگا جہاں ضاد کو دال پڑھنے سے فسا معنی لازم آئے وہاں نماز کے فساد کا حکم جاری ہوگا یا نہیں؟ اگر شق اوّل مسلم ہے تو ضاد کو دال سے بدل کر دال کی آواز میں پڑھنا عمومًا و مطلقًا کیسے ہوگا اور اگر دوسری شق ہے تو اس کا مخصص اور موجبِ تحصیص کون ہے۔

چہارم: جس شخص نے شرح کبیر کی عبارت **ولاالضالین بالظاء المعجمه اوالدال المهمله لا تفسد** الخ۔ سے ضاد کی جگہ دال پڑھنا بغیر لحاظ مخالفت تباعد معنی علی العموم قیاس کیا ہے وہ قیاس فاسد ہے یا نہیں؟ کیونکہ آیۃ کریمہ **هل ندلكم على رجل**۔۔۔الخ میں صاحب شرح کبیر نے تبدیلی سے قربِ معنٰی ثابت کیا ہے اور صحتِ نماز کا حکم دیا ہے اور ممکن ہے کہ دوسرے مقام ضاد کو دال سے بدلنے سے فسادِ معنی لازم آئے اور اسکا معنی یہ ہوگا کہ وہ تباہ ہوگئے، یا "**اکوابِ موضوعه**" میں کہ اس کا معنی ہے وہ برتن جو ترتیب سے رکھے گئے ہوں، اگر اسے "**مودوعة**" پڑھا جائے جس کا

آیات ہستند کہ حالش بر متفقش خبیر پوشیدہ نخواہد ماند پس دراں صورت لامحالہ حکم فساد نماز دادہ خواہد شد وہرگاہ مدار حکم صحت و فسادِ نماز بصورت ابدال ضاد وبظاء ودال خود حسبِ تحریر صاحب شرح کبیر بر صحت وفساد معنی بدل شدہ چگونہ قیاس مذکور بسبیل عموم بلوی بخصوص عدم فساد صلاۃ چنانکہ درحق عوام است کہ ہیچ امتیاز درصحت لفظ وفرق معنی نمے دارند ہمنیاں درحق خواص کہ امتیاز ہر گونہ دارند جاری خواہد شد یانہ۔ **پنجم:** ہرگاہ ازعبادت تمہید جزری و شرح شیخ الاسلام زکریا انصاری بر مقدمہ جزری دہم از شرح مّلا علی قاری برآں ثابت است کہ السنہ ناس درادائے ضاد مختلف است بعضے ظائے معجمہ مے خوانند وایں ہمہ حضرات از قراءِ عرب معدودند دریں صورت دعوی توارث ادائے ضاد بصوت دال چگونہ قابل تسلیم خواہد شد۔ بینواتوجروا۔	معنٰی یہ بنے گار خصت کیا ہوا، یہ معنٰی وہ ہے جو اس کے انقطاع کی طرف مشعر ہے علٰی ہذاالقیاس بہت سی آیاتِ قرآنی ہیں جن کا حال ہر صاحب مطالعہ اور باخبر شخص سے مخفی نہیں ہیں، پس اس صورت میں یقینًا نماز کے فساد کا حکم ہی دیا جائے گا، جب ضاد کو ظا اور دال سے بدل کر پڑھنے میں نماز کی صحت و فساد کے حکم کا مدار خود صاحبِ شرح کبیر کی تحریر کے مطابق صحتِ معنی و فساد معنی کی تبدیلی پر ہے، تو پھر عمومِ بلوی کی بنیاد پر عوام کے حق میں عدمِ فسادِ نماز کا قول جس کی وجہ یہ ہے کہ صحت لفظ اور تبدیلیِ معنی کا فرق عوام نہیں کرسکتے اسی طرح خواص جو ہر قسم کا فرق کرسکتے ہیں تو کیا ان پر بھی یہ حکم جاری ہوگا یانہ؟ **پنجم:** جب امام جزری کی تمہید عبارت، شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح مقدمہ جزری اور شرح مّلا علی قاری میں ہے کہ لوگوں کی زبانیں ضاد کی ادائیگی میں مختلف ہیں بعض ظا، بعض دال، بعض ذال اور بعض اسے زا کی بودے کر پڑھتے ہیں اور یہ تمام حضرات قراءِ عرب میں شمار ہوتے ہیں اس صورت میں ضاد کو دال مہملہ پڑھنے پر توارث کا دعوی کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل علی نبیہ صٓ والصلٰوۃ والسلام علی افصح من نطق بضٓ وعلی اٰلہٖ وصحبہ الذین اقتدوہ وھم لسفر الاٰخرۃ زاد صلی اللہ تعالٰی وبارك وسلم علیہ و،	تمام حمد اللہ کے لئے جس نے اپنے نبی پر صٓ (قرآن عظیم روشن عربی زبان میں) نازل کیا اور صلٰوۃ والسلام اس ذات پر جس نے ضٓ کو فصیح زبان سے ادا کیا (قرآن کی تلاوت سب سے اعلٰی فرمائی) اور آپ کی آل و

علیهم وزاد حق جل وعلا و تبارک قرآن عظیم بلسان عربی مبین بر نبی عربی قرشی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فرستاد برائے تلاوت و استماع و استفاضه وانتقاع عباد آں صفت کریمه قدیمه خود را بکسوت حروف واصوات تجلّی داد سید عالم صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم کماانزل الیه بصحابه کرام رسانید وصحابه بتابعین و تابعین به تبع وہمچناں قرنًا بقرنًا وطبقۃ بطبقۃ ہرہر حرف وحرکت و صفت وہیئت براقصی غایات تواتر که موفوق آں متصور نیست بمارسید والحمدللّٰه العلی المجید وذلک قوله تعالٰی

اِنَّانَحۡنُ نَزَّلۡنَاالذِّکۡرَوَاِنَّالَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ ﴿۹﴾ [1]۔

بس بحمداللّٰه چنانکه درہیچ کلمه از کلمات کریمه اش اصلا محل توہمے نیست که شاید بجائے الحمد الشکر نازل شده باشد، ہمچناں بمنّت مولٰی عزوجل درہیچ حرفے از حروف طیبه اش زنہار جائے تردد نیست که شاید بجمل لام تعریف میم تعریف بوده باشد پس بنحیکه بیقین قاطع میدانیم که ا و ع و ق درزبان عربی جداگانه است درقرآن عظیم الاوعلا وفلا برمعانی مختلف برہماں وجه بتیقن جازم می شناسم که ض وظ و د نیز لسانِ عرب سه حرف متباین است و درفرقان کریم و ضل و ظل و دل بمبدلولات متخالفه پس ض راظ یا د خواندن بعینه بہماں ماند که کسے "ا" راع یا ف خواندا دعائے دعائے توارث درادائے بجائے

اصحاب پر جنہوں نے آپ کی اقتداء کی جبکه وه سفر آخرت کے لئے سامان ہیں۔ اللّٰه جل جلاله، رحمتیں، برکتیں اور سلامتی آپ پر اور ان سب پر نازل فرمائے اور زیاده کرے، قرآن عظیم روشن عربی زبان میں اللّٰه عزوجل نے اپنے عربی قریشی نبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم پر نازل فرمایا اور اسکی تلات و سماعت اور اس سے استفاضه و نفع کے لئے اللّٰه تعالٰی نے اپنی صفت کریمه قدیمه کو حروف و تجلّی اصوات کا لباس پہنا کر اپنے بندوں کو عنایت فرمایا نبی اکرم صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم نے صحابه تک قرآن پاک کو اسی طرح پہنچا دیا جس طرح وه نازل ہوا تھا۔ صحابه نے تابعین تک تابعین تبع تابعین تک، اور اسی طرح ہر دور اور ہر طبقه میں اس کا حرف ہر حرکت صفت اور ہیئت تواتر کے اعلٰی درجه کے ساتھ ہم تک منقول ہے اس سے بڑھ کر تواتر کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، حمد ہے اللّٰه کے لئے جو بلند بزرگی والا ہے اسی سے متعلق اللّٰه تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: " بلاشبه ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں"۔ الحمدللّٰه قرآن مجید کے کلمات میں سے کسی ایک کلمه کے بارے میں بھی ہرگز کسی قسم کا وہم نہیں کیا جاسکتا که شاید **الحمد** کی جگه الشکر نازل ہوا تھا، اسی طرح اللّٰه تعالٰی کا شکر ہے که قرآن کے کسی حرف کے بارے میں کوئی شک وتردد نہیں که شاید الف لام کی جگه تعریف کے لئے میم نازل ہوا تھا، جس طرح ہمیں قطعی یقین ہے که ا، ع، ۔ق

---

[1] القرآن ۹/۱۵

ض سخنے است بس غلط و پر بیمزہ۔ توارث اگر در علمائے معتمدین قراءت مقصود، خود باطل و مردود و اگر در عوام ہند مراد، ازیں چہ کشاد سکتات سورۃ فاتحہ از صدہا سال در عامیاں رائج است وجہلہ برائے توجیہ آنہا ہفت نام شیطان دروئے تراشیدہ اند **دلل هرب کیو کنع کنس تعلی بعلی** بعض دیگر فرمودند مماو مصرا، **وكذلك كان ينبغى على مزعومهم** شدت تحفظ ایشاں بریں سکتات بیشتر و فزود تراز تحفظ بر واجبات اجماعیہ تجوید مے بینم، وہر کہ مراعات آنہاں نکند ایں ناداں اورا از تجوید قرآن جاہل و غافل دانند **فانظر كيف صارفيهم المعروف منكرا والمنكر معروفا**۔ ایں اختراعاتِ باطلہ را حقیقت بیش ازاں نیست کہ **ان هى الا اسماء سميتموها**۔ علماء ایں سکتاتِ باطلہ را تقبیح کردہ اند و بطلان آنہا تصریح، علامہ ابراہیم حلبی در غنیۃ المستملی فرماید **قال فى فتاوى الحجة، المصلى اذا بلغ فى الفاتحة اياك نعبد و اياك نستعين لا ينبغى ان يقف على قوله اياك ثم يقول نعبد**

عربی زبان میں جدا جدا حروف ہیں اور قرآن میں الا، علا اور فلا کے الگ الگ مختلف معانی ہیں، اسی طرح ہم اس پر بھی حتمی یقین رکھتے ہیں کہ ض، ظ اور د زبان عرب میں آپس میں متبائن حروف ہیں اور فرقان عظیم میں ضل، ظل اور دل کے معانی مختلف اور متبائن ہیں پس ض کو بعینہٖ ظ یا د پڑھنا اسی طرح ہے جیسے کوئی الف کو عین یا فا پڑھا کرے باقی اس توارث کا دعوی کہ ض کی جگہ دال ہے سخت غلط ہے کیونکہ اس توارث سے مراد قابلِ اعتماد قراء کا مقصود ہو تو یہ از خود باطل و مردود عوامِ ہند کا توارث ہے تو اس سے مقصد کیسے حاصل ہو سکتا ہے! عوام کا حال تو یہ ہے کہ صدہا سال سے سورۃ فاتحہ میں سات سکتے رائج ہیں اور جاہل ان کی توجیہ میں سات یاطین کا نام لیتے ہیں دلل، حرب، کیو، کنع کنس، تعلی، بعلی، اور بعض ان دو ناموں مما اور مصرا کا اضافہ کرتے ہیں انکے زعم پر انہیں یونہی مناسب نظر آیا اپنے غلط زعم کے مطابق ان سات سکتات کا تحفظ تجوید کے اجماعی واجبات سے بڑھ کر کرتے ہیں، اور جو ان کی پابندی نہیں کرتا یہ بے وقوف اسے تجوید قرآن سے جاہل اور غافل قرار دیتے ہیں آپ غور سے دیکھیں کیسے عوام کے ہاں معروف منکر اور منکر معروف بن چکا ہے۔ ان خرافاتِ باطلہ کی کوئی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ یہ ان کے خود ساختہ نام اور تصورات ہیں، اہلِ علم نے ان باطل سکتوں کی سخت تقبیح کی ہے اور ان کے باطل ہونے کی تصریح کی ہے علّامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی میں فرماتے ہیں فتاوی الحجہ میں ہے۔

وانما الاولی والاصح ان یصل ایاك نعبد وایاك نستعین انتھٰی فلا اعتبار بمن یفعل ذلك السکت من الجہال المتفقھین بغیر علم اھ[1] علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری در منحۃ الفکریہ بعد ایراد عبارت فتاوی الحجۃ ے فرمایند **اقول**: وماشتھر علی لسان بعض الجھلۃ من القراٰن فی سورۃ الفاتحۃ للشیطان کذا من الاسماء فی مثل ھذہ التراکیب من البناء فخطاء فاحش و اطلاق قبیح ثم سکتھم عن نحو دال الحمد وکاف ایاك وامثالھا غلط صریح[2] علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی در رد ایں مزعوم رسالہ مستقلہ نوشت کما ذکرہ کشف الظنون فی ذکر الرسائل ۔ من فقیر در عنفوان امر خودم پیش از وقوف بریں کلمات ایں سکتات باطلہ را ابطال می کردم و منشاء اختراع آنہامی دانم کہ اگر غرابت سخن مانع نبودے بقلم می سپردم ، علماء کہ اختلاف السنہ ناس در ادائے ض بیان فرمودہ اند

کہ جب نمازی فاتحہ میں ایاک نعبد وایاک نستعین پر پہنچے تو یہ نہ کرے کہ ایاک پر رک جائے پھر نعبد کہے بلکہ اولٰی اور اصح یہی ہے کہ ایاک نعبد وایاک نستعین کو متصل پڑھے انتہی اگر بعض جاہل ان پڑھ لوگ بغیر کسی دلیل کے سکتہ کرتے ہیں تو ان کا ہر گز اعتبار نہیں کیا جائے گا اھ۔ علامہ علی قاری علیہ الرحمۃ الباری منحۃ الفکریہ میں فتاوی الحجہ کی عبارت ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں میں کہتا ہوں بعض جاہل لوگوں کی زبان پر یہ جو مشہور ہے کہ قرآن کی سورۃ فاتحہ میں اس ترکیب سے شیطان کے نام ہیں ، یہ بات صراحۃً غلط ہے اور اسکا قبیح پر اطلاق ہے، اور پھر ان کے سکتوں سے مراد الحمد کی "د" اور ایاك کی "کاف" ہے اور ان کی مثل وسرے مقامات ہیں جو نہایت ہی غلط اور باطل ہیں علامہ محمد بن عمر بن خالد قرشی حنفی اس باطل خیال کے رد میں ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا ذکر صاحبِ کشف الظنون نے رسائل میں کیا ہے۔ فقیر نے اپنے ابتدائی دور میں علماء کے مذکورہ ارشادات پر اطلاع نہ ہونے کے باوجود ان سکتوں کا رَد کیا اور ان خرافات کے منشاء سے بھی آگاہی حاصل ہے اگر غرابتِ سخن مانع نہ ہوتی تو میں اسے احاطہ تحریر میں ضرور لاتا۔ علماء نے ضاد کی ادائیگی میں لوگوں کی مختلف

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیہ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۱

[2] منح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریہ بیان الوقف علی رؤس الایۃ سنۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۶۳

حاشا مرادنه آنست که ایں طریق ادا قرآءِ عرب است بلکه مقصود بیان غلط و خطائے عوام در ادائے ایں حرف و تبنیہ بر بطلان و تحذیر ازآن ست، عبارت مولانا قاری در شرح مقدمه جزریہ زیر قول ماتن ،والضاد باستطالة و مخرج میز من الظاء وکلہا تجی::فی الظعن ظل ظهرعظم الحفظ ::ايقظ وأنظر عظم ظهر اللفظ چنان ست قدانفرد الضاد بالاستطالة حتى تتصل بمخرج اللام لما فيه من قوة الجهر والاطباق والاستعلاء وليس فى الحروف مايعسر على اللسان مثله وألسنة الناس فيه مختلفة فمنهم من يخرجه ظاء ومنهم من يخرجه دالا مهملة او معجمة ومنهم من يخرجه طاء مهملة كالمصريين ومنهم من يشمه ذالا ومنهم من يشير بها بالظاء المعجمة لكن لماكان تمييزه عن الظاء مشكلا بالنسبة الى غيره امرالناظم بتمييزه عنه نطقا ثم بين ماجاء فی القراٰن بالظاء لفظًا[1] الخ

ایں شدّت تحفّظ علما است بر تمایز حروف وآنچنانکه امام ناظم رحمہ اللہ تعالٰی کلمات قرآنیہ وارده بظائے معجمہ راضبط

زبانوں کا جو تذکرہ کیا ہے اس سے مراد یہ ہر گز نہیں ہے کہ قراءِ عرب کی ادائیگی کا یہ طریقہ ہے بلکہ اس سے مقصود صرف اسی حرف کی ادائیگی کے بارے میں عوام کی خطا اور غلطی کی نشان دہی کرنا ہے اور اس کے بطلان پر تنبیہ اور اس سے پرہیز پر متوجہ کرنا ہے عبارت ملا علی قاری شرح مقدمہ جزریہ میں ماتن کے اس قول "ضاد میں استطالہ ہے اور اسکا مخرج ظا سے الگ ہے اور ظا ان تمام میں ہے: ظعن، ظل، ظهر، عظم الحفظ: : ایقظ ،انظر، عظم، ظهراللفظ: : کے تحت یوں ہے کہ ضاد استطالہ میں منفرد ہے حتی کہ وہ لام کے مخرج کے ساتھ متصل ہے کیونکہ اس میں قوتِ جهر، اطباق اور استعلاء پایا جاتا ہے اور حروف میں کوئی حرف ایسا نہیں جس کی ادائیگی ضاد کی طرح مشکل ہو اس کی ادائیگی میں لوگوں کی زبان مختلف ہے بعض اسے ظا اور بعض دال یا ذال کے مخرج سے اور بعض طا کے مخرج سے پڑھتے ہیں جیسے مصری لوگ، اور بعض اسے ذال کی بو دیتے ہیں بعض ظا سے ملا کر پڑھ دیتے ہیں لیکن چونکہ اس کا امتیاز دیگر حروف کی بنسبت ظا سے مشکل ہے اس لئے ناظم (ماتن) نے صراحةً اس سے ممتاز کرنے کی بات کی ، پھر وہ مقامات بیان کئے جہاں قرآن مجید میں ظاء لفظًا استعمال ہوا ہے الخ یہ شدّت حروف کے امتیاز کے تحفظ پر علماء کے کاربند ہونے کے لئے ہے اور وہ جو امام ناظم رحمہ اللہ تعالٰی نے کلماتِ قرآنی ذکر کردئے

---

[1] منح الفکریہ شرح المقدمة الجزریة مطلب ادغام المتجانسین مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۳۸

فرمودہ تابدانند کہ ایں حرف بقرآن عظیم درہمیں مواداست وآنچہ غیرایںہاست ہمہ بضاد است ہمچنان فاضل ادیب حریری درمقامہ حلبیہ عامہ لغات عرب وارادہ بظارا مظبوط نمود جائیکہ فرمود۔ ایّها السّائلی عن الضّاد والظّاء:: لکیلا تضلّه الالفاظ:: اِنَّ حفظ الظّاء آت یغنیك فاسمعها استماع امرئٍ له استیقاظ[1] غیرطائفة فی مخارج هذه الحروف وفی ذلك حرج عظیم والظاہر ان هذا مجمل مافی جمیع الفتاوی باز فرمود۔ ثم فی الخزانة ایضالو قرء ولاالضاۤلین بالظاء فسدت صلٰوته وعلیه اکثر الائمة منهم ابو مطیع ومحمد بن مقاتل ومحمد بن سلام وعبداللہ بن الازهری وعلی هذالقیاس فی جمیع القرٰان ولو قرأ بالظاء مکان الضاد تفسد صلاته الا فی قوله تعالٰی وماهو علی الغیب بضنین بالظاء والضاد فهما قرأتان[2]۔ ببیں چہ قدر نصوص روشن است کہ ایں تبدیلہا از کج مج زبانی ہائے کُردیاں وترکیاں و دہقانیان کوفہ وغیرہم عوام واعجام است ولہٰذا

ہیں جن میں ظا ہے تاکہ ہر کوئی جان لے کے قرآن کریم میں ظا کے ساتھ یہی کلمات ہیں اور ان کے علاوہ میں ضاد ہے اسی طرح فاضل ادیب حریری نے مقامہ حلبیہ میں ظا کے الفاظ عربی ذکر کرتے ہوئے کہا جس جگہ کہا اے ضاد اور ظا کے بارے میں پوچھنے والے تاکہ الفاظ میں خلط ملط نہ ہو، اگر تو ظاء کے تمام مقامات محفوظ کرے تو بے نیاز ہوجائیگا پس اب تو انھیں غور سے سن جس طرح ایک بیدار آدمی سنتا ہے۔ ایک گروہ نے ان حروف کے مخارج میں تغیر و تبدل کیا ہے اور اس میں حرج عظیم ہے اور ظاہر یہ ہے کہ تمام فتاوٰی کا اجمال یہی ہے، پھر فرمایا کہ خزانہ میں بھی ہے اگر ولاالضالین میں ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہوجائے گی اکثر ائمہ اسی پر ہیں ان میں ابو مطیع، محمد بن مقائل، محمد بن سلام، عبداللہ بن الازھری بھی ہیں اسی پر قیاس کرتے ہوئے کہا کہ تمام قرآن میں ضاد کہ جگہ اگر ظاء پڑھی تو نماز فاسد ہوجائے گی البتہ اللہ تعالٰی کا قول وماھو علی الغیب بضنین مستثنٰی ہے کیونکہ اس میں ظا اور ضاد دونوں کے ساتھ دو قرائتیں آئی ہیں آپ نے دیکھا کس قدر واضح تصریحات ہیں کہ یہ تبدیلی کُرد، ترک اور کوفہ کے بادیہ نشین وغیرہ عام اور عجمی لوگوں کی زبانیں گڈمڈ ہونے کی وجہ سے ہے، یہی وجہ ہے کہ

---

[1] مقامات حریری مقامہ سادسہ ولاربعون الموامہ الحلبیہ مطبوعہ مصطفٰی البابی ص ۳۹۳

[2] خزانة

اکثر علماء متاخرین کہ در محفل مشقت روبہ تیسیر کردہ اند ایں ترخیص راہم بحق عامیاں مقصود داشتند باز حکم جمہور ائمہ نظر کن کہ بریں ابدال ہنگام فساد معنی حکم بفساد نماز فرمودند وہمیں است مذہب ائمہ ثلاثہ سیدنا الامام الاعظم و امام ابی یوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین علی خلاف بینھم فی ما اذاکان مثلہ فی القراٰن اولا کما فصلہ فی الغنیۃ باحسن تفصیل فاللہ یجزیہ الجزاء الجلیل ۔ در خانیہ وخلاصہ و بزازیہ وغنیہ وحلیہ وخزانۃ المفتین وغیرہا کتب معتمدہ مذہب بکثرت فروع ایں تبدیلہا است کہ دروے حکم بفساد نماز دادہ اند من شاء فلیراجعھا فان فی نقلھا طولا کبیرا۔ وخود علامہ قاری در شرح جزریہ فرمود (وان تلاقیا) ای الضاد الظاء (البیان) ای فبیان کل منھما لازم ولا یجوز الا دغام لبعد مخرجھما قال الیمنی فلو قرأبالادغام تفسد الصلاۃ وقال ابن المصنف وتبعہ الرومی ولیتحرز من عدم بیانھما فانہ لوأبدل ضادا بظاء او بالعکس بطلت صلاتہ لفساد المعنی و قال المصری فلو بدل ضادا بظاء فی الفاتحۃ لم تصح قراء تہ بتلك الکلمۃ (ملخصًا)[1] باز کلام ابن الہمام و کلام مذکور منیہ

اکثر علمائے متاخرین جو مشقت کے مقام پر آسانی کی طرف گئے ہیں انھوں نے بھی اس رخصت کو عوام کے حق میں جائز رکھا ہے پھر جمہور ائمہ کا حکم دیکھو انھوں نے اس تبدیلی پر فساد معنی کے وقت فساد نماز کا حکم دیا ہے اور یہی مذہب ائمہ ثلاثہ سیّدنا امام اعظم، امام ابویوسف اور امام محمد رضی اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کا ہے اس اختلاف کے ساتھ کہ اس کی مثل قرآن مجید میں ہے یا نہیں اس کی پُوری اور عمدہ تفصیل غنیہ میں ہے پس اللہ تعالٰی انھیں جزائے خیر عطا فرمائے ۔

خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، غنیۃ، حلیہ، خزانۃ المفتین اور دیگر کتب معتمدہ مذہب میں ایسی تبدیلی کہ متعدد جزئیات کا ذکر کرکے نماز کے فساد کا حکم بیان کیا گیا جو شخص تفصیل چاہتا ہے ان کی طرف رجوع کرے کیونکہ ان تمام کے نقل کرنے میں طوالت کا خدشہ ہے خود علامہ علی قاری شرح جزریہ میں فرماتے ہیں (اور اگر یہ دونوں اکٹھے ہوں) یعنی ضاد اور ظاء تو ہر ایک کا امتیاز ضروری ہے، ان کے بعد مخرج کی وجہ سے ادغام جائز نہیں، یمنی نے کہا کہ اگر کسی نے مدغم کرکے پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی۔ ابن مصنف اور ان کی اتباع میں رومی نے کہا ان دونوں کے عدمِ امتیاز سے احتراز چاہئے، کیونکہ اگر ضاد کو ظاء سے بدلا یا اس کا عکس کہا تو فساد معنی کی وجہ سے نماز باطل ہوجائے گی، اور مصری نے کہا اگر کسی نے فاتحہ میں ضاد کو ظا سے بدل کر پڑھا تو اس کلمہ کی قراءت درست نہ ہوگی، پھر ابن الہمام اور منیہ کی مذکورہ

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ، باب التخذیرات ، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۴۳

آوردہ گفت قال الشارح وھذا معنی ماذکر فی فتاوی الحجۃ انہ یفتی فی حق الفقھاء باعادۃ الصلاۃ وفی حق العوام بالجواز اقول وھذا تفصیل حسن فی ھذا الباب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

وفی فتاوٰی قاضیخان ان قرأغیر المغضوب بالظاء او بالدال تفسد صلاتہ ولا الضالین بالظاء المعجمۃ اوالدال المھملۃ لاتفسد ولو بالذال المعجمۃ تفسد (ملخصا)[1] ۔ در شرح امام شیخ الاسلام زکریا انصاری است (وان تلاقیا) ای الضاد والظاء فقل (البیان) لاحدھما من الاخر لازم للقاری لئلا یختلط احدھما بالاخر فتبطل صلاتہ[2] سبحٰن اللہ اگرایں نہج اداقرائے عرب را بودے حکم فساد دراچہ گنجائش بود بلکہ قطعاً ادغام روا بود ونماز مطلقاً اجماعاً صحیح ماندے چنانکہ در ماھو علی الغیب بضنین وہمچنیں در قول او تعالٰی

اِنَّکُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ ؕ

حصب وحضب وحطب وحظب لصاد وضاء طاء وظاء ہرچہ خواند نماز قطعاً صحیح است کہ ایں کلمہ بہرچار حروف منطبقہ در قراء ت آمدہ است کما فی المنح الفکریۃ وغیرھا۔

گفتگو کے بعد کہا شارح نے کہا فتاوٰی حجہ میں جو کچھ مذکور ہے اس کاخلاصہ یہی ہے کہ علماء وفقہاء کے حق میں نماز کے لوٹانے کا فتوٰی دیا جائے گا اور عوام کے حق میں جواز کا، میں کہتا ہوں اس معاملہ میں یہی تفصیل احسن ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

اور فتاوٰی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیر المغضوب میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوگی اور ولاالضالین میں ظاء یا دال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ذال سے بدل کر پڑھا تو نماز فاسد ہوجائیگی۔ امام شیخ الاسلام زکریا انصاری کی شرح میں ہے (اور اگر یہ دونوں متصل ہوں) یعنی ضاد اور ظاء تو قاری کے لئے دونوں کو الگ الگ کرکے پڑھنا ضروری ہے تاکہ ایک دوسرے کے ساتھ مختلط ہوجائے ورنہ اس کی نماز باطل ہوجائے گی سبحان اللہ اگر اس کی ادائیگی کا یہ طریقہ قراء عرب کا ہوتا تو فساد کے حکم کی یہاں کیا گنجائش تھی بلکہ ادغام یقیناً جائز اور نماز مطلقاً بالاتفاق درست ہوتی جیسا کہ ماھو علی الغیب بضنین میں ہے یہی حکم اللہ تعالٰی کے اس ارشاد گرامی میں ہے۔

اِنَّکُمۡ وَمَا تَعۡبُدُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ ؕ۔ یہاں حصب، حضب، حطب، حظب صاد، ضاد، طاء اور ظاء کے ساتھ جس طرح بھی پڑھ لیا جائے نماز درست ہوگی کیونکہ اس کلمہ کی ان چاروں حرفوں کے ساتھ قراء ت ثابت ہے جیسا کہ منح الفکریہ وغیرہ میں ہے۔ (ت)

---

[1] المنح الفکریۃ شرح المقدمۃ الجزریۃ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۳

[2] شرح المقدمۃ الجزریۃ ابوزکریا الانصاری مع المنح الفکریہ باب التحذیرات مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۳

اقول: وبالله التوفیق بتحقیقنا هذا ظهرلك انخساف مازعم بعض النحاۃ وهو ابن الاعرابی الکوفی حیث کان یقول جائز فی کلام العرب ان یعاقبوا بین الضاد والظاء. فلایخطیئ من یجعل هذه فی موضع هٰذه، وینشد

"الی الله اشکو من خلیل اودّه
ثلث خلال کلها لی غائض بالضاد"۔

ویقول: هکذا اسمعته من فصحاء العرب[1] ۔ نقله ابن خلکان فی وفیات الاعیان و ذلك لانه لوکان مازعمه صحیحا لما حکم ائمة الفقة وهم ماهم فی جمیع فنون العربية وغیرها من العلوم الدینیة بفساد الصلوٰۃ فی غیر المغضوب وامثاله ممایفسد به المعنی، ولما فرقوا بینه وبین ضنین وظنین فاین هذا ممامر عن الحلیة عن الخزانة عن الائمة ان فی جمیع القرآن تفسد به الصلوٰۃ ما خلاضنین، ومن سوغ فانما نظر الی التیسیر علی العوام لانه صحیح فی فصیح الکلام. اما البیت فلا حجة له فیه فقد یکون

اقول: (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی کی توفیق وعنایت سے جو ہم نے تحقیق کی ہے اس سے ایک نحوی ابن الاعرابی کوفی کے اس قول کی کمزوری بھی واضح ہو جاتی ہے جو اس نے کہا تھا کہ ضاد اور ظاء کو ایک دوسرے کی جگہ کلامِ عرب میں پڑھا جا سکتا ہے تو جو ایک کی جگہ دوسرے کو پڑھ دے اسے خطاوار نہیں کہا جائیگا اور اس نے یہ شعر پڑھا: اللہ کے ہاں یہی میری شکایت ہے اپنے محبوب دوست کی تین عادتوں کی، جو مجھے ناپسند ہیں۔

(اس شعر میں غائض ضاد کے ساتھ ہے)

اور یونہی میں نے فصحاء عرب سے سُنا ہے،

اسے ابن خلکان نے وفیات الاعیان میں نقل کیا ہے اور یہ اس لئے ہے کہ اگر ان کا قول درست ہوتا تو یہ تمام ائمہ فقہ جو علومِ دینیہ اور فنون عربیہ کے ماہر ہیں غیر المغضوب اور اس جیسے دیگر الفاظ جن میں فسادِ معنی لازم آتا ہے سے نماز فاسد ہونے کا حکم جاری نہ کرتے اور ضنین وظنین اور مذکورہ لفظ کے درمیان فرق نہ کرتے، یہ اس میں سے کہا ہے حلیہ سے خزانہ سے ائمہ کے حوالے سے گزرا کہ ضنین کے علاوہ تمام قرآن میں (جب فسادِ معنی ہو) تو نماز فاسد ہو جائیگی، اور جن لوگوں نے اسے جائز قرار دیا تھا انہوں نے عوام پر آسانی کی خاطر ایسا کیا یہ نہیں کہ ایسا کرنا فی الواقع فصیح کلام میں صحیح ہے، رہا معاملہ شعر کا وہ اس سلسلہ

---

[1] وفیات الاعیان ترجمہ محمد بن زیاد ابن الاعرابی ۶۳۳ مطبوعہ دار الثقافۃ بیروت ۴/ ۳۰۷

من غاضه اذا نقصه قال الاسود بن يعفرـ

اما تريني قد فنيت وغاضني
ما نيل من بصري ومن اجلادي

قال فی تاج العروس معناه نقصنی بعد تمامی وهذا ابن الاعرابی قد انشد بنفسهٖ

ولو قد عض معطسه جريری
لقد لانت عريكته وغاضا

وفسره فقال اثرنی انفه حتی يذل وقد قال ابن سيده فی ذلك البيت يجوز عندی ان يكون غائض غير بدل ولكنه من غاضه ای نقصه ويكون معناه حينئذ انه ينقصنني ويتهضمنی[1] نقلها فی التاج ايضا وعن هذا حكم علماؤنا بعدم الفساد فيما لو قرأ ليغيض بهم الكفار بالضاد مكان الظاء[2] كما فی الخانية، قال فی الغنية لان معناه مناسب ای لينقص بهم الكفار[3] اھ وكذا قال فی قوله تعالٰی قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ط[4] و

میں ان کی حجت نہیں بن سکتا تو کبھی یہ غاضہ سے آتا ہے اس وقت اس کا معنی نقص ہوتا ہے چنانچہ اسود بن یعفر نے کہا کیا تُو دیکھتی نہیں کہ میں فنا ہوچکا ہوں اور میری آنکھوں اور اعضاء کے عوارض نے مجھے ناقص کردیا ہے۔ تاج العروس میں ہے: اس کا معنی یہ ہے اس نے مجھے کمال تک پہنچنے کے بعد ناقص کردیا، اور اس ابن اعرابی نے خود یہ شعر کہا: اگر جریری نے اس کی ناک کو کاٹا ہے تو ضرور اس کی ناک ہڈی نرم اور ناقص ہوگی۔ اور اسکی شرح کرتے ہوئے کہا کہ اس نے اس کی ناک کو داغدار کردیا حتٰی کہ وہ ذلیل ہوگیا۔ اور ابن سیدہ نے اس (پہلے) شعر کے متعلق کہا کہ اس میں "غائض" غا، ظ، ط سے نہیں بدلا بلکہ وہ غاض سے ہے جس کا معنی نقص ہے، لہٰذا اب معنی یوں ہوگا اس نے مجھے ناقص کردیا، اس کو تاج العروس نے بھی نقل کیا ہے، اور اسی بناء پر ہمارے علماء نے فرمایا کہ اگر کسی نے ليغيظ بهم الكفار میں ظاء کی جگہ ضاد پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، جیسا کہ خانیہ میں ہے۔

غنیۃ میں ہے کہ اس کا معنی مناسب ہی رہتا ہے یعنی ان سے کافروں میں نقص و اضطراب ہو اھ اور اسی طرح اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی۔ قُلْ مُوْتُوْا

---

[1] تاج العروس فصل العین من باب الضاد مطبوعہ احیاء التراث العربی ۵/۶۵-۶۴

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطائً مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۸

[4] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء مطبوعہ لکشور لکھنؤ ۱/۶۹

بالجملة فالفقه لایوخذ من قول نحوی خالف نصوص الائمة بل الانصاف عند من نوراللّٰه بصیرته تقدیم قولهم علی اقوال النحاة فی العربیة ایضا فان الاجتهادلا یتاتی الا لمتصلح منها مقذوف فی قلبه نور الالهی فاعرف ذلك فانه نفیس مهم آرے مارا انکار نیست کہ در کلام عرب معاقبہ میان ض وظ اصلاً نیامدہ کلمات عدیدہ بہر دو حرف وارد شدہ چوں عض الحرب والزمان وعظ الزمان جنگ گزید و گزد رسانید وتماضوا و تماظوا باہم بجنگ افتاد ند وبریک دگر زبان گفتن کشادند وفاض فلاں وفاظ مرد و بظ الضارب اوتارہ و بض چنگ زن اوتار را برائے زدن جنبانید و مہیا نمود و تقریظ و تقریض مدح کردن و بیض وبیظ خایہ مور وبظر و بضر خروسہ الٰی غیر ذلک مماعداہ ابن مالک فی کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظاء والضاد اما ایں معنی مستلزم آں نباشد کہ ہرجا ابدال روا بود چنانکہ میان لام و راجاہا معاقبہ است، در مجمع بحار الانوار آورد فیه کان یکره تعطر النساء تشبهن بالرجال ارادعطرا یظهر ریحه کما یظهر عطر الرجل وقیل اراد تعطل

بِغَیۡظِکُمۡ ؕ میں کہا، بالجملہ دین و فقہ کا مسئلہ نحوی کے ایسے قول سے نہیں لیا جاسکتا جو ائمہ کی تصریحات کے خلاف ہو، بلکہ ہر شخص جسے اللہ نے نورِ بصیرت سے نوازا ہے وُہ ائمہ کے اقوال کو فنون عربیہ میں بھی نحاۃ کے اقوال پر مقدم رکھے گا کیونکہ اجتہاد وہ کرسکتا ہے جس میں اسکی کامل صلاحیت ہو اور اسکا دل نورِ الٰہی سے پُر ہو اسے اچھی طرح محفوظ کرلو کیونکہ یہ نہایت ہی اہم اور قیمتی تحقیق ہے، البتہ ہمیں اس بات سے ہرگز انکار نہیں کہ کلامِ عرب میں ضاد اور ظا ایک دوسرے کی جگہ آ ہی نہیں سکتے بہت سے کلمات ان دونوں حروف کے ساتھ وارد ہیں مثلاً عض الحرب والزمان وعظّ زمان (دونوں کا معنی یہ ہے کہ جنگ نے کاٹا اور تکلیف پہنچائی) تماضوا اور تماظوا آپس میں جنگ وغیرہ کرنا اور ایک دوسرے پر زبان کھولنا "فاض فلاں'' اور "فاظ "فلاں فوت ہوا ، بظ الضارب اوتارہ اور بض صاحبِ موسیقی کا تار کو بجانے کے لئے حرکت دینا۔ تقریظ اور تقریض تعریف کرنا۔ بیض اور بیظ مور کا انڈا ۔بظر وبضر عورت اور شرمگاہ الی غیر ذلک یہ وہ ہیں جنھیں ابن مالک نے "کتاب الاعتضاد فی معرفۃ الظا والضاد" میں شمار کیا ہے۔ لیکن یہ اس بات کو مستلزم نہیں کہ ابدال ہر جگہ جائز ہوگا مثلاً لام اور را کئی مقام پر ایک دوسرے کی جگہ آتے ہیں ۔ مجمع بحار الانور میں ہے کہ اس حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواتین کو خوشبو لگانے اور مردوں کے ساتھ مشابہت کرنے کو

النساء باللام وھی من لاحلی علیھا ولاخضاب واللام والراء یتعاقبان[1] وزنہار جائز نبود کہ ہر جا خواہند یکے بجائے دیگرے خوانند، علماء تصریح فرمودہ اند کہ یوم تبلی السرائر سرائل یادر یوم ترجف الارض والجبال بجائے جبال جبار خواند نماز فاسد شو[2] کما فی الخانیة والمنیة وغیرھما باز ایں جملہ کہ گفتہ آمدیم در خصوص ظائے معجمہ است وحاشا کہ جاہلے وکنیزے ودہقانے از عرب بجائے ض، د یاطا مہملتین یاذ یاز معجمتین برزباں راند سخن من در عرب خالص است نہ در قومے کہ باعجم مخالطہ شدہ ودر زبان نیز خالط ومالط شدند رجعت قہقری را گہگری گویند وثلثہ عشر را تلتعشر وخذ کذا راخد کِداخد کدا بکسر کاف ودال مہملۃ الٰی غیر ذلک من التغیرات المہملۃ وبابعضے ازاعراب واطرافِ یمن ملاقی شدم کہ ہکذا را ہچامی گفتند ومنک خطاب بانثی رامنچ بجیم فارسی وبعضے دیگر ویدم کہ جیم راکاف فارسی مسجد را مسگدا وجمال راگمال مے گفتند

قال الرضی الباء التی کالفاء قال السیرفی ھی کثیرۃ فی لغۃ العجم واظن

ناپسند فرماتے تھے۔ یہاں عطر سے وہ خوشبو مراد ہے جو اس طرح مہکدار ہو جو مرد لگاتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ لام کے ساتھ را کی جگہ لام ہے یعنی تعطل النساء لام کے ساتھ یعنی عورت کا بغیر زیور اور مہندی کے ہونا مراد ہے کہ لام اور را ایک دوسرے کی جگہ مستعمل ہوتے ہیں (یہ اگرچہ جائز ہے) مگر یہ بعض مقام پر جائز نہیں ہوتا کہ جہاں چاہیں ایک کو دوسرے کی جگہ پڑھ لیں۔ علمانے تصریح کی ہے کہ یوم تبلی السرائر کی جگہ سرائل یا یوم ترجف الارض والجبال کی جگہ جبال کی جگہ جبار پڑھنے سے نماز فاسد ہو جائے گی، جیسا کہ خانیہ اور منیہ وغیرہا میں ہے پھر یہ تمام گفتگو جو میں نے کی ہے یہ صرف ظاء معجمہ کے لئے خاص ہے ہوسکتا ہے کوئی جاہل، لونڈی یا دیہاتی از عرب ضاد کی جگہ دال، طا، ذال یازا اپنی زبان پر جاری کردے کیونکہ ہماری گفتگو عرب خالص میں ہے نہ کہ اس قوم میں جو عجم کے ساتھ ملی ہو اور اس کی زبان خلط ملط ہوگئی ہو مثلاً رجعتِ قہقری کی جگہ رجعتِ گہگری اور ثلثہ عشر کی جگہ تلتعشر، خذ کذا کو خد کِداخد کدا کاف کے کسرہ اور دال کے ساتھ پڑھتے ہیں ان کے علاوہ دیگر بے مقصد ولایعنی تغیرات یا ایسے بدوی اور یمنی لوگوں سے ملا ہوں جو ہکذا کو ہچامی

---

[1] مجمع بحار الانوار لفظ عطر کے تحت مذکور ہے مطبوعہ مطبع عالی منشی نولکشو لکھنؤ ۲/۳۹۷

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطائً مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

ان العرب انما اخذوا ذلك من العجم لمخالتطهم ایاھم[1] باز اخراج ز معجمہ بجائے ض خالصًا یا اشمامًا در کلام علماء نقلش از عوام جہالی نیز بیاد نیست البتہ بعض عامیاں زماں کہ تشابہ صورت شنیدہ اند بجائے ض ظ بر آور دن مے خواہند و بعض دیگر کہ تحفظ کنند و نتواں چیزے بین الضاد والظاء برمی آرند واولئك امثلهم طریقا نسأل الله ان یرزقنا الحق فی کل باب تحقیقا۔

بالجملہ حق واضح ہمیں است کہ ایں ہمہ حروف باھم متبائن است و برہمہ مخرج جدا وابدال ضبا ہر حرفیکہ باشد مردود و ناروا ایں حرفے است کہ حق جل وعلا اورا تنہا آفرید وہیچ حرفے را قرینش نگردانید و لہٰذا سیبو گفت ودر صفت لو لا الاطباق فی الصاد لکان سینا وفی الظاء

پڑھتے تھے مونّث کو خطاب کرتے ہیں منک کہ جگہ منچ پڑھتے ہیں، بعض دیگر ایسے لوگ بھی میں نے دیکھے کہ جیم کو گاف کے ساتھ مثلاً مسگد، جمال کو گمال بولتے ہیں۔ رضی نے کہا وہ باء جو فاء کی طرح ہے سیرفی کہتا ہے یہ لغت عجم میں کثرت کے ساتھ مستعمل ہے اور میرا گمان ہے کہ عرب نے عجم سے اختلاط کی وجہ سے یہ اخذ کیا ہے پھر ضاد کی جگہ خالصًا یا اشمامًا زا پڑھنے کے بارے میں جاہل لوگوں نے علماء کے کلام سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ بھی محفوظ نہیں البتہ جن بعض عوام زمان سے متشابہ صوت سُنا گیا ہے کہ وہ ض کی جگہ ظاء پڑھنا چاہتے ہیں اور بعض دوسرے لوگ ادائیگی کی طاقت نہ رکھتے ہوئے بھی کوشاں رہتے ہیں ضاد اور ظا کے درمیان پڑھتے ہیں یہ لوگ بہتر اور اوسط راہ پر ہیں، ہم اللہ تعالٰی سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ہر معاملہ تحقیقی حق پر چلنا نصیب کرے (آمین)

بالجملہ: حق واضح یہی ہے کہ تمام حروف آپس میں متبائن اور ان کے مخارج الگ الگ ہیں لہٰذا ضاد کسی بھی حرف کے ساتھ بدل کر پڑھنا مردود اور ناجائز ہے۔ اس حرف (ضاد) کو اللہ تعالٰی نے اتنا جدا پیدا کیا ہے کہ کوئی حرف بھی اسکا قریبی نہیں گردانا جاسکتا اسی لئے سیبویہ نے کہا اور خوب کہا اگر صاد میں اطباق نہ ہو تو سین بن جائے، اگر ظاء میں نہ ہو تو

---

[1] شرح شافیہ للرضی صفات الحروف مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۵۶/۳

کان ذالا وفی الطاء کان دالاو لخرجت الضاد من الکلام لانه لیس شیئ من الحروف من موضعها غیرها[1] نقله الرضی وآنکه ازقاری پانی پتی نقل کردند۔

اقول: تحقیق آنست کہ در صفات حروف بعضے صفات لازمہ است کہ فقدانش مستلزم فقدان ذات باشد چنانچہ اطباق درط وانفتاح درت اوقطعًا واجب المراعاۃست وبعضے نہ چنان ست اگر بجا نیارند ذات حرف درہم نخورد چوں تہوّع در ہمزہ وتفشّے در ش وهو کما فی المنح انتشار الصوت عند خروجها حتی تتصل بحروف طرف اللسان منها مخرج الظاء المشالة والحال ان مخرجها حافة اللسان من محاذات وسطه[2] ۔پس مراعات صفات مطلقًا واجب نیست بلکہ از صفات حروف آنست کہ ترکش واجب است وآں صفت تکریر دررائے مخفف مطلقًا و در مثقلہ بیش ازیکبار معنی ایں صفات دررآنست کہ قابلِ تکرار است نہ آنکہ تکرارش باید بایں معنی بتوفیق اللہ تعالٰی بخاطرم خطور کردہ بود کہ تصریحش در کلام مولٰنا

وُہ ذال بن جائے اگر طاء میں نہ ہو تو وہ دال بن جائے اور ضاد کلام سے ہی خارج ہو جائے کیونکہ اس کے متبادل کوئی حرف ہی نہیں اھ اسے رضی نے نقل کیا اور جو انہوں نے قاری پانی پتی سے نقل کیا ہے۔اس کے بارے **میں کہتا ہوں** تحقیقی بات یہ ہے کہ حروف کی صفات میں بعض ایسی صفات لازمہ ہیں جن کے فقدان سے حروف کی ذات کا فقدان لازم آتا ہے مثلًا "طاء "میں اطباق اور "تاء "میں انفتاح اس کی رعایت نہایت ضروری ہے اور بعض حروف ایسے نہیں یعنی اگر انھیں ان صفات سے ادا نہ کیا جائے تو ان کی ذات ختم نہیں، مثلًا ہمزہ میں تہوّع اور شین میں تفشی ، یہ وہی ہے جو المنح میں ہے کی اس کے خروج کے وقت آواز کا اس طرح انتشار یہاں تک ہو کہ حروف کے ساتھ طرف لسان متصل ہو جائے ، ایسے حروف میں ظاء کا مخرج بھی ہے حالانکہ اس کا اصل مخرج اس کے محاذاتِ وسط سے اور حافہ زبان ہے۔پس صفاتِ حروف کی رعایت ہر جگہ لازم نہیں بلکہ بعض حروف کی صفات ایسی ہیں جن کا ترک ضروری ہے اور وُہ رائے مخففہ میں مطلقًا اور راءِ مثقلہ میں ایک بار سے زائد تکرار ہے یعنی را میں اس صفت کی موجودگی کا معنی یہ ہے کہ را قابل تکرار ہے یہ نہیں کہ اس میں تکرار ضروری ہے ، یہ معنی اللہ تعالٰی کی توفیق سے میرے ذہن میں آیا اور اس کی تصریح

---

[1] شرح شافیہ للرضی صفات الحروف مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۶۲

[2] المنح الفکریۃ مطلب بیان الحروف المھموستہ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص۱۹

علی قاری چھرہ کشودحیث قال تحت قول الماتن والرا بتکریر جعل ، معنی قولھم ان الرا مکرر ھو ان الراء لہ قبول التکرار لارتعاد طرف اللسان بہ عند التلفظ کقولھم لغیر الضاحك انسان ضاحك یعنی انہ قابل للضحك وفی جعل اشارۃ الی ذلك ، وتکریرہ الحسن فیجب معرفۃ التحفظ عنہ للتحفظ بہ کمعرفۃ السحر لیتجنب عن تضررہ ولیعرف وجہ رفعہ قال الجعبری وطریقۃ السلامۃ انہ یلصق اللافظ ظھر لسانہ باعلی حنکہ لصقا محکما مرۃ واحدۃ ومتی ارتعد حدث من کل مرۃ راء وقال مکی لابد فی القرأۃ من اخفاء التکریر وقال واجب علی القاری ان یخفی تکریرہ ومتی اظھر فقد جعل من الحرف المشدد حروفا ومن الحرف المشدد حروفا ومن المخفف حرفین [1] اھ ببعض اختصار ودروجوب ادا از مخرج بر معنی کہ مسلم است جملہ حروف متساویہ الاقدام است ہیچ خصوصیت ض رانیست بلکہ تواں گفت کہ چوں ادائے صادق درو اعسر

مولانا علی قاری کے اس کلام میں ظاہر ہوئی جو انہوں نے ماتن کے قول "والراء بتکریر جعل" کے تحت کی ہے کہ قراء کے قول "را میں تکرار ہے" کا معنی یہ ہے کہ را تکرار کو قبول کرتا ہے کیونکہ اس کے تلفظ کے وقت طرفِ زبان حرکت کرتی ہے جیساکہ غیر ضاحک کو انسان ضاحک کہا جائے کہ وہ ضحک کے قابل ہے، اس جعل میں اسی طرف اشارہ ہے اور اس کا تکرار غلط ہے، پس اس کے ساتھ تلفظ کے لئے اس سے بچنے کی معرفت ضروری ہے تاکہ غلطی سے بچاجاسکے، جیسا کہ جادُو کا علم اس لئے حاصل کیا جائے تاکہ اس کے نقصان سے بچاجائے اور اس سے دفاع کی معرفت ہوجائے اور اس کو اٹھایا جاسکے جعبری نے کہا سلامتی کا طریقہ یہ ہے کہ تلفظ کرنے والا اپنی زبان کے اوپر والے حصے کو تالو کے بلند حصے کے ساتھ ایک دفعہ مضبوط طریقہ سے ملائے اب جب وہ حرکت کرے گی تو ہر دفعہ، را پیدا ہوگا مکی نے کہا ہے قرات میں اخفاءِ تکریر ضروری ہے اور فرمایا قاری پر لازم ہے کہ اس کے تکرار میں اخفاء کرے اور جب اظہار کرے گا تو حرفِ مشددہ میں کئی حروف پیدا کرے گا اور مخفف میں دو حروف سے کرے اھ اھ یہ عبارت کچھ اختصار کے ساتھ ہے ہر حرف کو اس کے مخرج سے اس طرح ادا کرنے کا وجوب اس معنی پر ہے کہ تمام حروف کا متساوی الاقدام ہونا مسلم ہے اس میں ضاد ہی کی کوئی خصوصیت نہیں بلکہ یہ

---

[1] المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان الحروف المھموسۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۸

از جملہ حروف است حکم وجوب بعارض مشقت دروے بنسبت سائر حروف درو بتخفیف است **فان المشقة تجلب التیسیر وماضاق امر الااتسع** و لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا[1] وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ[2] یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ[3] **والحمدللہ رب العٰلمین** آرے خصوصیت ض بوجہ عسر مراودرشدت احتیاج باہتمام درآں تحفظ وتیقظ درادائے آنست۔	کہا جاسکتا ہے کہ جب اس کی صحیح ادائیگی دیگر حروف کی نسبت زیادہ مشکل ہے تو اس مشقت کے پیشِ نظر دیگر حروف کے اعتبار سے اس کے حکم وجوبی میں تخفیف ہوگی کیونکہ مشقت آسانی لاتی ہے۔ ہر مشکل معاملہ میں گنجائش ہے، اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر حکم تکلیف نہیں دیتا، اللہ تعالٰی نے تم پر دین کے معاملے میں تنگی نہیں رکھی، اللہ تعالٰی تم پر آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں فرماتا، اور تمام خوبی اللہ تعالٰی کے لئے جو تمام جہانوں کا رب ہے، ہاں ضاد میں تنگی کی وجہ سے اس کی ادائیگی کے لئے خوب اہتمام اور تحفظ ہونا چاہئے اور ادائیگی میں ہوش سے کام لیا جائے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/ ۲۸۶

[2] القرآن ۲۲/ ۸۷

[3] القرآن ۲/ ۱۸۵

الجام الصّاد عن سُنن الضّاد ۱۳۱۷ھ

(ضاد کے طریقوں سے روکنے والے منہ میں لگام دینا)

مسئلہ نمبر ۴۷۷: از در بھنگہ محلّہ اسمٰعیل گنج ڈاک خانہ لہریا سرائے مرسلہ مولوی محمد یسین صاحب ۱۰ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

کیافرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ان اطراف بنگالہ وغیرہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ ض معجمہ کو قصداً ظ یاذ بلکہ ز معجمات پڑھتے ہیں اور اسی کا دوسروں کو امر کرتے ہیں اور عام عوام ہندوستان میں جس طرح یہ حرف ادا کیا جاتا ہے جس سے بوئے دال مہملہ پیدا ہوتی ہے اُس سے نماز مطلقاً فاسد و باطل بتاتے ہیں اور اپنے دعووں کی سند میں اہل ندوہ وغیرہ ہندیان زمانہ کے چھ ۶ فتوے دکھاتے ہیں جن کا خلاصہ کلام و محصل مرام نماز میں ض کو مشابہ د مہملہ پڑھنے پر حکمِ فساد اور اس پر ان دو وجہ سے استناد ہے:

اوّلاً: فی فتاوٰی قاضی خان:

ولو قرأالظآلین بالظاء وبالذال لاتفسد صلاتہ ولوقرأالدالین بالدال تفسد۔[1]	اگر الضآلین کو الظآلین یا الذآلین پڑھا جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی اگر دآلین میں دال کے ساتھ پڑھا تو فاسد ہو جائے گی۔(ت)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطاء الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۹

ثانیا: ضاد مشابہ ظاکے، نہ دال کے، میان ضاد ودال کے صفتوں کافرق ہے جب ضاد و دال میں صوتًا تغایر ہے تو فصل اُن میں بلا مشقت ممکن۔

فتوٰی ندوہ کی عبارت یوُں ہے: ایسی صورت میں نماز فاسد ہوجائے گی کہ ضاد ودال دو حرف متغایر المعنٰی ہیں جن میں امتیاز بلا مشقت ممکن اور ایسی صورت میں فقہاء فسادِ نماز کو لکھتے ہیں شامی کہتے ہیں:

اذا ذکر حرفا مکان حرف وغیرالمعنی ان امکن الفصل بینھما بلا مشقۃ تفسد والایمکن الا بمشقۃ کالظاء مع الضاد قال اکثرھم لا تفسد[1]۔ (ملخصًا)	جب کسی حرف کی جگہ دوسرا بولا جائے اور معنی بدل جائے اگر ان کے درمیان امتیاز بغیر مشقت ممکن نہ ہو جیسا کہ ظا اور ضاد کا معاملہ ہے، تو اکثر علماء نے کہا ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

پانچ فتووں کا حاصل تو صرف اسقدر ہے اور ایک یعنی پانچویں میں اتنا بیان اور ہے کہ ظآلین پڑھنا بھی غلط ہے لیکن چونکہ ان میں تشابہ صوتی ہے اور امتیاز متعسر اکثر فقہاء کے نزدیک نماز فاسد نہیں ہوتی لیکن تعمد یہاں بھی مفسد ہے، یہی مذہب مختار ہے کما فی البزازیۃ (جیسا کہ بزازیہ میں ہے۔ت) ان فتووں کا کیا حال ہے اور یہ ان لوگوں کے موافق وموید ہیں یا نہیں، اور جولوگ ض ہی کا قصد کریں اور ض سمجھ کر پڑھیں مگر بوجہ عدم قدرت صاف ادانہ ہو اور سننے میں دال سے مشابہ ہو توان کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور جو قصدًا ض کو ز پڑھے اُس کی نماز کا کیا حکم ہے؟ اور ہنگام تغیر حرف وتفاوت معنی میں جو حکم فساد ہے وہ صرف ض ود وظ ہی خاص ہے یا باقی حروف مثل (ا، ع، ت، ط، س، ث، ص، ح، ہ) کو بھی عام ہے اگر عام ہے تو آج کل یہ جھگڑا اسی حرف میں کیوں ہے جواب مختصر ہو کہ عوام مطول کو نہیں پڑھتے۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

اللھم ھدایۃ الحق والصواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی نزہ سبیل الرشاد عن تحریف کل صاد، وعد بالعذاب من حاد وضاد والصلٰوۃ والسلام علی الکریم الجواد علی مولی العباد مولی المراد واٰلہ الاسیاد وصحبہ الامجاد ما اھملت الصاد واعجمت الضاد، کشف صواب وایضاح جواب کو چند مجمل جملے

---

[1] ردالمحتار، مطلب مسائل زلۃ القاری، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۶۸

ملحوظ ہیں:

اوّل: ض ظ ذ ز معجمات سب حروف متبائنہ متغائرہ ہیں ان میں کسی دوسرے سے تلاوت قرآن میں قصداً بدلنا اس کی جگہ اسے پڑھنا نماز میں خواہ بیرونِ نماز حرام قطعی وگناہِ عظیم، افتراء علی اللہ و تحریفِ کتاب کریم ہے۔ فقیر نے اپنے رسالہ نعم الزاد لروم الضاد اس پر دلائل قاہرہ باہرہ قائم کئے ہیں یہاں تک کہ امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل فضلی وامام برہان الدین محمود صاحبِ ذخیرہ وغیرہ وعلامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ جو قصداً ض کی جگہ ظ پڑھے کافر ہے، محیط برہانی میں ہے:

سئل الامام الفضلی عمن یقرأ الظاء المعجمہ مکان الضاد المعجمۃ اوعلی العکس فقال لایجوز امامۃ ولو تعمد یکفر[1]۔ (ملخصا)	امام فضلی سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے ضاد کی جگہ ظا یا ظا کی جگہ ضاد پڑھا تو فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے قصداً ایسا کیا تو یہ کفر ہے۔ (ت)

منح الروض الازہر میں ہے: امّا کون تعمدہ کفر فلا کلام فیہ[2] (عمداً ایسا کرنا کفر ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ت)

عالمگیری میں ض کی جگہ ز عمداً پڑھنے کو کفر لکھا:

حیث قال سئل عمن یقرأ الزاء مقام الضاد وقرأ اصحاب الجنۃ مقام اصحب النار قال لایجوز امامتہ ولو تعمد یکفر[3] اھ فی النسخۃ الھندیۃ الضاد المعجمۃ وفی المصریۃ الصاد وکلا ھما محتمل والحکم واحد لایتبدل۔	عبارت یہ ہے سوال یہ کیا گیا کہ کوئی ضاد کی جگہ زا اور اصحب النار کی جگہ اصحب الجنتہ پڑھے تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر اس نے ایسا عمداً کیا تو اسے کافر قرار دیا جائے گا اھ اس فتاوٰی کے ہندوستانی نسخہ میں ضاد اور مصری میں صاد ہے اور ان دونوں کا احتمال ہے حکم ایک ہی ہوگا اس میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ (ت)

اس طائفہ حادثہ کا حکم تو یہیں سے ظاہر ہوگیا۔

---

[1] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر بحوالہ محیط فصل فی القراءۃ والصلوٰۃ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ص ۲۰۵

[2] منح الروض الازہر شرح فقہ اکبر فصل فی القراءۃ والصلوٰۃ مطبوعہ مطبع قیومی کانپور ص ۲۰۵

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۸۱

دوم: قاری سے بے قصد تبدیل اگرض مشابہ د بلکہ عین دہُوا تو اس پر مطلقًا فسادِ نماز کا حکم غلط و فاسد ہے، عبارت امام قاضی میں اگر ذکر ہے تو صرف ایک لفظ کا نہ کہ بر بنائے تباین صوت و سہولت تمیز، حکم مطلق، حنفیّہ کرام کا اصل مذہب یعنی مذہب مہذب امام محمد رضی اللہ عنہ کہ جماہیر محققین نے اُسی کی تصحیح کی اُس پر اعتماد فرمایا، خود واضح و آشکار کہ اس میں صرف اصلاح و فساد معنی پر بنائے کار تو جہاں ض کی جگہ ڈ پڑھ جانے سے معنی نہ بگڑیں فساد ہرگز نہ ہوگا

مثل افید وابتضمین معنی المن والانعام فی قوله تعالٰی افیضوا علینا من الماء ومثل اکواب مود وعة موضع موضوعة ورادیة مردیة مکان راضیة مرضیة کما بیناه فی نعم الزاد۔	جیسا کہ اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی افیضواعلینا من الماء میں افیضوا کی جگہ افیدوا جو احسان وانعام کے معنی پر مشتمل ہے اور اکواب موضوعۃ کی جگہ اکواب مودعۃ اور راضیۃ مرضیۃ کی جگہ رادیۃ مردیۃ پڑھنا جس پر تفصیلی گفتگو ہم نعم الزاد میں کرچکے ہیں۔ (ت)

یہ علمائے متاخرین کہ عوام کی ہر آسانی کے لئے عسر و یسر تمیز کا لحاظ رکھتے ہیں کیا آسانی تمیز کی حالت میں مطلقًا حکم فساد دیں گے اگرچہ معنی معتبر نہ ہوں یہ اصل مذہب سے آسانی ہوئی یا اور شدت و گرانی نہیں، ان کا حکم قطعًا اس صورت میں مقصود جہاں معنی بگڑیں اور ان حرفوں میں تمیز آسان ہو، دیکھنے والے اگر کلمات علما پر نظر رکھتے اس امر کے نصوص واضح ملتے، یہی امام اجل قاضی خان اپنے اس فتاوٰی میں فرماتے ہیں:

اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف کلمة ولم یتغیر المعنی بان قرأ ان المسلمون ان الظالمون وما اشبه ذلك لم تفسد صلٰوته لانه لا یغیر المعنی، وان ذکر حرفا مکان حرف وغیرالمعنی فان امکن الفصل بین الحرفین من غیر مشقة کالطاء مع الصاد فقرأ الطالحات مکان الصلحٰت تفسد صلٰوته عند الکل، وان کان لایمکن	جب خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف ایک کلمہ میں پڑھ دیا لیکن معنی میں تبدیلی واقع نہ ہوئی مثلًا ان المسلمون اور ان الظالمون اسی کی طرح دیگر مقامات، تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اس سے معنی متغیر نہیں ہوتا اور اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنے سے معنی میں تبدیلی آجائے تو اگر دونوں حروف کے درمیان بغیر مشقت کے امتیاز ممکن تھا جیسے طا اور صاد یعنی صالحات کی جگہ طالحات پڑھا تو تمام کے نزدیک اس کی نماز فاسد ہوجائیگی اور اگر

الفصل بین الحرفین الا بمشقة قال اکثرھم لاتفسد صلوته [1] اھ مختصرا	دونوں حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ تھا تو اکثر علماء کا قول یہی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصارا۔ (ت)

اسی طرح فتاوٰی ہندیہ میں فتاوٰی خانیہ سے منقول، ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

فی الخانیة والخلاصة انه ان لم یتغیر المعنی جاز مطلقا وان تغیر المعنی فان لم یشق التمییز بین الحرفین فسدت عند الکل وان شق فاکثرھم لاتفسد [2]۔	خانیہ اور خلاصہ میں ہے اگر معنی میں تبدیلی نہیں آئی تو نماز (مطلقًا) ہر حال میں جائز، اور اگر معنی میں تبدیلی آجائے تو اب ان دونوں حروف کے درمیان امتیاز مشکل نہیں تو تمام کے نزدیک نماز فاسد، اور اگر امتیاز میں مشقت ہے تو اکثر کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

سوم: قطع نظر اس سے کہ دال و مشابہ دال میں فرق بدیہی دعوٰی میں یہ تھا اور سند میں وہ۔ اور قطع نظر اس سے عبارتِ خلاصہ میں اگر دال مہملہ ہے تو مستدل کے صریح خلاف، اور معجمہ ہے تو مہملہ کا ذکر اصلاً نہیں، تو سند دعوٰی سے بے علاقہ صاف، ہمیں عبارت قاضی خان سے بحث کرنی ہے جس سے فتوٰی ندوہ نے بھی استناد کیا اس عبارت میں دال و ذال کے صرف اسماء لکھے ہیں انھیں صفت مہملہ و معجمہ سے مقید نہ فرمایا اور نقول خصوصًا مطابع میں نقاط کا تغیر کوئی نئی بات نہیں مگر علامہ محقق ابرہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ اور علامہ محقق مولانا علی قاری مکی نے منح فکریہ مقدمہ جزریہ میں یہی عبارت قاضی خان بتصریح اہمال و اعجام نقل فرمائی جس میں صراحۃً مذکور کہ ضالین کی جگہ دالین بہ دال مہملہ پڑھے تو نماز نہ جائیگی اور ذالین بہ ذال معجمہ پڑھے تو جاتی رہے گی، اول نے فرمایا ہے:

ھذا فصل وھو ابدال احد ھذہ الاحرف الثلثة اعنی الضاد والظاء والذال من غیرہ فلنورد ماذکرہ فی فتاوٰی قاضی خان من ھذہ القبیل قرأ ولا الضالین بالظاء المعجمة والدال المھملة لا تفسد لوجود لفظھما	اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان تین حروف یعنی ضاد، ظاء اور ذال کو کسی دوسرے حرف سے تبدیل کرکے پڑھنا اس سلسلہ میں فتاوٰی قاضی خان میں جو کچھ بیان ہوا اس کا عنقریب ہم تذکرہ کرتے ہیں اگر ضالین کی جگہ ظالین اعجاما یا دالین اہمالا پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ان

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطاء الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فی القرآن وقرب المعنی ولوقرأبالذال المعجمة تفسد لبعد معناه[1] ملتقطا۔	دونوں کا وجود قرآن میں ہے اور معنی بھی قریب ہی ہے اور اگر ذالین ذال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوگی کیونکہ اس کے معنی میں بُعد ہے ملخصًا (ت)

ثانی نے فرمایا:

فی فتاوی قاضی خان ان قرأغیرالمغضوب بالظاء اوبالدال المهملة لا تفسد ولو بالذال المعجمة تفسد[2]۔	فتاوٰی قاضی خان میں ہے اگر کسی نے غیرالمغضوب کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور ولا الضالین کو ظاء یا دال کے ساتھ پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوجائے گی۔ (ت)

اب اس سے استناد کرنے والے دیکھیں کہ عبارت قاضی خان ان دونوں اکابر کی نقل پر اُن کے صریح مخالف وعکس مراد ہے، ندوے کا دارالافتاء اپنا مبلغ علم دکھائے ورنہ تحقیق بالغ وتنقیح بازغ کے لئے بحمداللہ تعالٰی فقیر کا رسالہ نعم الزاد ہے۔

چہارم: ض و ظ میں دشواری تمیز اس طائفہ حادثہ کا اصلًا مفید نہیں وہ ایک گروہِ متاخرین کے نزدیک ہنگام لغزش، وخطا سبیل آسانی ہے نہ کہ معاذاللہ قصدًا بتبدیل کلام اللہ کی دستاویز جو بالقصد **مغضوب** کی جگہ **مغظوب**، **مغذوب**، **مغزوب** پڑھے اُس کی نماز بلاشبہہ فاسد اور وہ پڑھنے والے **مغضوب** ومفسد، تو یہ سب فتوی اس کے حق میں بیکار ونامؤید۔ علامہ طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں فرماتے ہیں۔

محل الاختلاف فی الخطأ والنسیان اما فی العمد فتفسد به مطلقا بالاتفاق اذا کان مما یفسد الصلاة اما اذکان ثناء فلا یفسد ولو تعمد ذلك افاده ابن امیرالحاج[3]۔	محلِ اختلاف خطاء ونسیان کی صورت میں ہے، رہا عمدًا کا معاملہ تو اس صورت میں مطلقًا بالاتفاق نماز فاسد ہوگی بشرطیکہ وہ ایسی قرات میں ہو جس سے نماز فاسد ہوسکتی ہو اور اگرایسا معاملہ ثناء میں ہوا تو نماز فاسد نہ ہوگی اگرچہ عمدًا ہو ابن امیر الحاج نے اس طرح بیان کیا ہے۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۸

[2] المنح الفکریۃ شرح مقدمہ جزریۃ باب التحذیرات مطبوعہ تجارت الکتب بمبئی ص ۴۳

[3] حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی باب مایفسد الصلوٰۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ ص ۱۸۶

حلیہ میں ہے:

ثم ما سنذکر من الخلاف من المتقدمین والمتاخرین فی ھذا علی مافی الخانیۃ ینبغی ان یکون محلہ ما اذا لم یتعمد فتنبہ لہ[1]۔	پھر اس مسئلہ میں متقدمین و متاخرین کا جو اختلاف خانیہ کے حوالے سے بیان کریں گے اس کا محل و مقام اسی صورت میں ہے جو عمدًا نہ ہو، تو اس پر توجّہ کرو (ت)

پانچویں فتوی کی عبارت سوال میں مذکور، اس میں تو صراحۃً تعمد ظ پر حکم فساد مسطور، پھر اُسے مفید سمجھنا کس قدر عقل و فہم سے دور، اس خاص جزئیہ کی عبارتیں بکثرت ہیں، حلیہ میں خزانۃ الفتاوی وغیرہا سے منقول:

غیر المغضوب بالظاء والظلمین بالذال او بالضاد قال بعضھم لا تفسد، ھم ابوالقاسم الصفار ومحمد بن سلمۃ وکثیر من المشائخ افتوا بہ لعموم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف وقال الامام ابوالمحسن والقاضی الامام ابو عاصم ان تعمد ذلك تفسد وان جری علی لسانہ او لم یکن ممن یمیز بین الحرفین لا تفسد وھو المختار[2]۔	اگر غیر المغضوب کو ظاء کے ساتھ، الظالمین کو ذال یا ضاد کے ساتھ پڑھا تو علماء کی رائے یہ ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی ان کے اسماء یہ ہیں ابوالقاسم الصفار، محمد بن سملہ اور متعدد مشائخ نے عموم بلوی کی وجہ سے اسی پر فتوی دیا ہے کیونکہ عوام مخارج حروف سے آگاہ نہیں ہوتے اور امام ابوالم حسن اور قاضی امام ابوالعاصم نے کہا اگر ایسا عمدًا کیا تو نماز فاسد ہوگی اور اگر زبان پر از خود جاری ہوگیا تو دونوں حروف میں امتیاز کرنے والا نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہی مختار ہے (ت)

اسی میں خزانۃ الاکمل سے ہے:

اذاقرأ مکان الظاء ضادا او مکان الضاد ظاء فقال القاضی المحسن الاحسن ان یقال ان تعمد ذلك تبطل صلاتہ عالما کان اوجاھلا اما لو کان مخطئا اراد الصواب	جب کسی نے ظاء کی ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو قاضی محسن نے کہا احسن یہ ہے کہ اگر اس نے عمدًا ایسا کیا تو کہا جائے کہ نماز باطل ہے خواہ وہ عالم ہو یا جاہل، لیکن اگر خطاءً ایسا ہوا یعنی درست پڑھنے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فجری هذا علی لسانه اولم یکن ممن یمیز بین الحرفین فظن انه ادی الکلمة کما هی فغلط جازت صلٰوته وهو قول محمد بن مقاتل وبه کان یفتی الشیخ اسمٰعیل الزاهد وهو احسن لان السنة الاکراد واهل السواد والاتراك غیرطائعة فی مخارج والظاهر ان هذامجمل ما فی جمیع الفتاوٰی[1]۔ **اقول:** انما یشیر الی اطلاق الفساد فی العمد انه مطمح انظارهم جمیعا والا فاطلاق عدمه فی الخطاء لایمکن ان یحمل علیه ما فی جمیع الفتاوٰی فان منهم من یفصل بعسر الفصل ومنهم من یفرق بقرب مخرج۔	کا ارادہ تھا مگر زبان پر از خود جاری ہوگیا یا وہ دونوں حرفوں میں امتیاز نہ کرنے والا ہو اور اس کا گمان یہی ہو کہ اس نے کلمہ صحیح ادا کیا ہے لیکن درحقیقت غلط تھا تو اس کی نماز ہوجائیگی۔ یہی محمد بن مقاتل کا قول ہے اور شیخ اسمٰعیل الزاہد نے اسی پر فتوی دیا ہے اور یہی احسن ہے کیونکہ کرد، عراقی اور ترکی لوگوں کی زبانیں ان حروف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہیں اور اس میں بہت تنگی ہے، اور ظاہر یہی ہے کہ تمام فتاوٰی جات کی گفتگو کا اجمال بھی یہی ہے۔ (ت) **میں کہتا ہوں** یہ جو مطلقًا فساد کی طرف اشارہ ہے یہ قصد کی صورت میں ہے کیونکہ ان تمام کی آراء کی مطمح یہی ہے ورنہ خطا کی صورت میں عدمِ فساد کا اطلاق ہوگا اور اس پر ان کے کلام کو محمول نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بعض ان میں سے عسرِ امتیاز کے ساتھ اور بعض قربِ مخرج کی بناء پر فرق کرتے ہیں۔ (ت)

منیہ میں ہے:

اما اذاقرأمکان الذال ظاء اومکان الضاد ظاء اوعلی القلب فتفسد صلٰوته وعیله اکثرالائمة وروی عن محمد بن سلمة رحمة الله تعالٰی انها لاتفسد لان العجم لایمیزون بین هذه الحروف و کان القاضی الامام الشهید المحسن یقول الاحسن فیه ان یقول ان جری	جب کسی نے ذال کی جگہ ظاء یا ضاد کی ظاء یا اس کا عکس کیا تو اسکی نماز فاسد ہوجائیگی، اور اکثر ائمہ اسی پر ہیں محمد بن سلمہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے مروی ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ عجمی لوگ ان حروف میں امتیاز نہیں کرسکتے، اور قاضی امام الشہید المحسن فرمایا کرتے تھے کہ احسن یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ اگر زبان پر اس طرح از خود جاری ہوگیا۔

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

علی لسانه ولم یکن ممیزاوفی زعمه انه ادی الکلمة علی وجهها لا تفسد و کذا روی عن محمد بن مقائل والشیخ الامام اسماعیل الزاہد [1]۔	اور وہ امتیاز کرنے والا نہ تھا اور اس کا گمان یہی تھا اس کلمہ کو صحیح طور پر ادا کیا ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی، محمد بن مقاتل اور شیخ اسمٰعیل الزاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (ت)

بزازیہ میں دربارہ مغظوب ذالین وظالین ہے:

قال القاضی ابوالمحسن والقاضی ابو عاصم ان تعمد فسد وان جری علی لسانه اوکان لا یعرف التمیز لایفسد وھواعدل الاقاویل وھو المختار [2]۔	قاضی ابوالحسن اور قاضی ابو عاصم نے کہا کہ اگر ایسا عمداً کیا تو نماز فاسد ہوجائے گی اور اگر زبان پر ازخود اس طرح ہوگیا یا وہ امتیاز نہ کر سکتا تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور یہ تمام اقوال میں معتدل ہے اور یہی مختار ہے۔ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں اس سے منقول۔

اقول: والظاھر ان ھذه الاختیارات ترجع الی شق الجواز عند الخطأ اما الفساد عند العمد فینبغی الاتفاق علیه کما تقدم ما یفیده عن الحلیة والتصریح به عن الطحطاوی وھومعنی استظھار الاکمل انه مجمل ما فی جمیع الفتاوی کیف واذا جعلوا التعمد من الردة فما بقاء الصلوٰة ھذا واضح جدا۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں) ظاہر یہ ہے کہ تمام اختلافات میں مختار اقوال جواز کی طرف اسی صورت میں راجع ہوتے ہیں جب ایسا معاملہ خطاءً واقع ہو۔ رہا معاملہ عمداً کا تو اس صورت میں فساد نماز پر اتفاق ہے جیسا کہ حلیہ کے حوالے سے افادہ کے طور پر گزرا۔ اور طحطاوی کی تصریح گزری، اور اکمل کا بطور استظہار کہنا کہ فتاوی جات کا اجمال یہی ہے --"کا معنی بھی یہی اور یہ کیسے نہ ہو حالانکہ انہوں نے عمداً ایسا کرنے سے ارتداد کا حکم لگایا تو نماز کے باقی رہنے کا کیا معنی! اور یہ نہایت ہی واضح ہے۔ (ت)

---

[1] منیۃ المصلی فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامع نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۴۱

[2] فتاوی بزازیہ علٰی حاشیۃ فتاوی ہندیۃ فصل فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۲

پنجم: ضاد و دال میں فرق صفات کا ذکر لغو و فضول اور محل بحث سے یکسر معزول، متقدمین کا مسلک معلوم ہے کہ اُن کے یہاں تشابہ و عدم تشابہ پر اصلاً نظر نہیں اور متاخرین قرب مخرج یا عسر تمیز پر لحاظ کرتے ہیں صفات سے انہیں بھی بحث نہیں، نہ صفات خواہی نہ خواہی آسانی تمیز کو مستلزم، نہ اُن کا تشارک دشواری پر حاکم ط مہملہ دال مہملہ سے سوائے اطباق کے کچھ فرق نہیں اور فرق تمیز کی آسانی مبین اور تائے مثناۃ سے متعدد صفات میں تباین تام اور دشواری فصل منصوص اعلام، ط مجہورہ و مستعلیہ مطبقہ قلقلہ ہے اور ت مہموسہ مستفلہ منفتحہ بے قلقلہ خانیہ و خلاصہ و حلیہ و ہندیہ و ردالمختار وغیرہا میں ہے:

ان کان لا یمکن الفصل بین الحرفین الا بمشقۃ کالطاء مع التاء[1]۔الخ	اگر دو[2] حرفوں کے درمیان مشقت کے بغیر امتیاز ممکن نہ ہو جیسے طاء اور تاء الخ (ت)

شرح جزریہ میں ہے:

قال الرمانی وغیرہ لولا الاطباق لصارت الطاء دالالانہ لیس بینھما فرق الا الاطباق۔[2]	رمانی وغیرہ نے کہا کہ اگر اطباق نہ ہو تو طاء دال ہو جائے گی اس لئے کہ اطباق کے علاوہ ان دونوں کے درمیان کوئی فرق ہی نہیں۔ (ت)

ششم: فتوی ندوی کا قول کہ ضاد و دال دو حروف متغایر المعنی عجیب، الفاظ متغایر المعنی ہیں اگر مسمّٰی مراد تو ان ک لئے معنی کہاں، بھلا بتایئے تو کہ مجرد حرف ض کے کیا معنی ہوئے، اور اگر اسماء مقصود یعنی حدود دال تو نہ دو حرف نہ اُن میں مقال، شاید یہ کہنا چاہا اور کہنا نہ آیا کہ ض و د دو حرف جداگانہ ہیں، کسی کلمے میں اُن کا تغیر معنی کے لئے مستلزم تغایر، یہ معنی فی البطن اگر مقصود بھی ہوں تو اوّلاً اطلاق ممنوع، ثانیاً ہر تغیر میں تغییر بحدِ فساد مدفوع، دیکھو ضالین و دالین میں کس قدر تغایر معنی ہے مگر محقق حلبی نے تغیر نہ مانا وھذا ببداھتہ غنی عن ابانۃ (یہ بات بدیہی ہونے کی وجہ سے محتاج بیان نہیں۔ ت)

ہفتم: دونوں حرفوں میں تغایر صوت ہر گز سب کے لئے سہولت تمیز کو مستلزم نہیں ح، خ کی آوازیں کتنی جدا ہیں مگر ترک کو ان میں تمیز سخت دشوار۔ غنیہ میں ہے:

ذکر محمد بن الفضل فی فتاواہ ان الترك لایمکنہ اقامۃ الحاء الا بمشقۃ[3]۔الخ	محمد بن فضل نے اپنے فتاوٰی میں تحریر کیا کہ ترک لوگوں کے لئے حاء کی ادائیگی مشقت کے بغیر ممکن نہیں الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفی البابی ۴۶۶/۱

[2] المنح الفکریہ شرح المقدمۃ الجزریۃ مطلب بیان ان الاسنان علی اربعۃ اقسام مطبوعہ تجارت الکتب حاملی محلّہ بمبئی ص ۱۵

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۱-۸۲

ان سے زیادہ ہمزہ وق کی آوازوں کا تباین ہے مگر علامہ شامی فرماتے ہیں ہمارے زمانے کے عوام پر اُن میں تمیز کمال مشکل ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

فی التتار خانیة اذالم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولاقربه الا انه فیه بلوی العامة کالذال مکان الصاد والظاء مکان الضاد لاتفسد عند بعض المشائخ اھ قلت فینبغی علی ھذا عدم الفساد فی ابدال القاف ھمزة کما ھو لغة عوام زماننا فانھم لا یمیزون بینھما ویصعب علیھم جدا کالذال مع الزاء وھذا کله قول المتاخرین[1] اھ باختصار	تتار خانیہ میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحادِ مخرج نہ ہو اور نہ ہی قرب مخرج ہو مگر اس صورت میں ضرورت عامہ ہو مثلاً صاد کی جگہ ذال یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو بعض مشائخ کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اھ میں کہتا ہوں اس بناء پر قاف کو ہمزہ کے ساتھ بدلنے میں جیسا کہ ہمارے زمانے کے عوام کی زبان ہے بھی فساد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ وہ ان دونوں کے درمیان امتیاز نہیں کرسکتے جیسے ذال اور زاء کے درمیان فرق کرنا ان پر نہایت ہی دشوار و مشکل ہے، یہ تمام متاخرین کے قول پر ہے اھ باختصار (ت)

ان عبارات سے واضح ہُوا کہ دشواری تمیز میں ہر قوم کے لئے اُس کا حال معتبر ہے۔ قرب مخرج یا تشابہ وغیرہ کچھ ضرور نہیں، تو عوام ہند اگر ض و د میں تمیز پر قادر نہیں تو وہ اُن کے لئے اسی مشقت فصل کی فصل میں ہیں جس میں ض و ظ و ت ۔ ط کا شمار ہوا اب عبارت شامی منقولہ، فتوی ندوہ اور اس کے مثل تمام عبارات بحث سے محض بیگانہ بلکہ استناد کرنے والوں کے صریح خلاف مراد ہوں گی اور دالین پر بطور متاخرین حکمِ جواز دیا جائے گا اور قصداً معظوب پڑھنے والے پر باتفاق متقدمین و متاخرین حکم بطلانِ نماز۔

ہشتم: یہاں تک مدارک ابنائے عصر پر کلام تھا مگر جانِ برادر عربی عبارت میں "مِنْ، عَلٰی، فِیْ" کا ترجمہ سمجھ لینا اور بات ہے اور مقاصد و مراد و مرام علمائے اعلام تک رسائی اور ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مشقت جس سے فتوی ندوہ نے استناد کیا اس بحث سوال سے اصلاً متعلق ہی نہیں علماء کا وہ قول صورت

---

[1] ردالمحتار ، مطلب مسائل زلۃ القاری، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ١/٤٦٨

خطا وزلّت میں ہے کہ لغزش زبان سے باوصف قدرت ایک حرف کی جگہ دوسرا نکل جائے اور یہاں صاف صورت عجز ہے کہ یہ ظالین یا اس کے مشابہ دالین پڑھنے والے ہرگز ادائے "ض" پر قادر نہیں جس طرح خزانۃ الاکمل و حلیہ کی عبارت گزری کہ

ان السنة الاکراد واھل السواد والاتراك غیر طائعة فی مخارج ھذہ الحروف[1]۔	کرد، عراقی، ترک لوگوں کی زبانیں ان حروف کی ادائیگی پر قادر نہیں۔ (ت)

فتاوٰی امام قاضی خان وغیرہ کی عبارت اوپر گزری کہ اس قول کو **اذا اخطأ بذکر حرف مکان حرف**[2]۔ (یعنی اگر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف خطاءً زبان سے نکل گیا۔ ت) میں ذکر فرمایا اب محقق علی الاطلاق کا ارشاد اجل واجلی سنیے، فتح میں فرماتے ہیں:

اما الحروف فاذاوضع حرفا مکان غیرہ فاماخطأ واماعجزا فالاول ان لم یغیر المعنی لاتفسد و ان غیرفسدت فالعبرة فی عدم الفساد عدم تغیر المعنی، وحاصل ھذا ان کان الفصل بلا مشقة تفسد وان کان بمشقة قیل تفسد واکثرھم لا تفسد ھذاعلی رأی ھو لاء المشائخ، ثم لم تنضبط فروعھم فاورد فی الخلاصة ما ظاھرہ التنافی للمتامل فالاولی قول المتقدمین والثانی وھو الاقامة عجزا کالحمدلله الرحمٰن الرحیم بالھاء فیھا اعوذ بالمھملة الصمد بالسین ان کان یجھداللیل و النھار فی تصحیحه ولا یقدر فصلٰوته جائزة ولو ترك جھدہ ففاسدة ولا	رہا معاملہ حروف کا، تو جب ایک حرف کو کسی دوسرے حرف کی جگہ رکھ دیا جائے تو یہ خطاءً ہوگا یا عجزاً، پہلی صورت میں اگر معنی نہیں بدلا تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور اگر معنی بدل گیا ہو تو نماز فاسد ہوجائے گی، پس نماز کے عدمِ فساد میں معنی کے تبدیل نہ ہونے کا اعتبار ہے اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ اگر حروف میں امتیاز بغیر مشقت کے ممکن ہو تو نماز فاسد ہوگی، اور اگر اس میں مشقت ہو تو بعض نے کہا نماز فاسد ہوگی لیکن اکثر کے نزدیک فاسد نہ ہوگی یہ ان مشائخ کی رائے کے مطابق ہے، پھر ان کی تمام فروعات و جزئیات کو منضبط نہیں۔ پس خلاصہ میں ایسی چیز کو وارد کیا گیا ہے جو بظاہر صاحب غور و فکر کے ہاں منافی ہے، پس متقدمین کا قول اولٰی ہے اور دوسری صورت

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطاءً الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ۱/ ۶۸

یسعه ان یترك فی باقی عمرہ اھ مختصرا[1]۔	کہ یہ عمل عجزًا ہو مثلًا الحمدﷲ ، الرحمٰن الرحیم میں "ھا" کے ساتھ ،اعوذ میں دال کے ساتھ اور الصمد میں سین کے ساتھ پڑھتا ہے،اس صورت میں اگر اس نے تصحیح کے لئے شب وروز محنت کی اور قادر نہ ہوسکا تواسکی نماز درست ہوگی اور جدو جہد ترک کردی تو نماز فاسد ہوگی اور اس کے لئے باقی عمر میں جدوجہد ترک کرنے کی گنجائش نہیں۔اھ اختصارًا (ت)

دیکھوخطا وعجز کو صاف دو صورتیں متقابل قرار دیا اور وہ فرق مشقت کا قول صرف صورت خطا میں ذکر کیا صورتِ عجز میں اس تفرقے کا اصلًا نام نہ لیا بلکہ س وص ود وذ کی مثالوں سے صرف متشابہ الصوت وغیر متشابہ دونوں کا یکساں حکم ہونا صراحۃً ظاہر فرما دیا تو بحالت عجز مغضوب مغذوب بلکہ بالفرض مغلوب مغموب سب کو قطعًا ایک حکم شامل اور حرف ودوحرف کا فرق باطل۔

نہم: مانا کہ نہ ظاء طائفہ جدیدہ کی قصدیت پر نظر ہوئی نہ دال عوام پر نہ اقوالِ علماء میں فرق عجز وخطا وغیرہ پر اور باتباع بعض علمائے متاخرین ارشاد اقدس اصل ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم مصحح ومختار جمہور محققین بھی پسند نہ آیا،یہ سب مسلّم مگر متاخرین کا صرف ایک ہی قول تفرقہ مشقت نہ تھا متعدد اقوال تھے ازانجملہ امام قاضی ابوعاصم وامام محمد ابن مقاتل و امام اسمٰعیل زاہد وغیرہم اکابر اماجد کا قول بہت قوّت تھا جس پر امام زاہد نے فتوٰی دیا،امام محسن وصاحبِ خزانۃ الاکمل نے احسن کہا،خزانۃ الفتاوٰی وحلیہ وغیرہما میں مختار بتایا،وجیز کردری وہندیہ وغیرہما میں اعتدال الاقاویل فرمایا کہ یہ سب عبارات زیرِ امر چہارم گزریں یعنی اگر خطاءً ایک حرف کی جگہ دوسرا زبان سے نکل گیا یا تمیز نہیں جانتا تو نماز فاسد نہیں،اس قول میں مشقت وغیرہ کا کچھ تفرقہ نہ تھا صرف خطاءً یا عدم تمیز پر حکم ہے اس تقدیر پر واجب تھا کہ ظ ود کا ایک حال ہو اور بحال عدم تعمد صحت نماز پر فتوٰی دیا جائے کون سی فقہی نظر موجب ہوئی کہ قولِ متاخرین ہی لینا تھا تو یہ قول جلیل نہ لیا جائے حالانکہ اس کی قوت جلیلہ،شانے دارد،پھر جس مصلحت کے لئے قول ائمہ متقدمین سے عدول ہوا یعنی عوام پر آسانی،وہ بھی اسی میں اتم وازید،ہاں اگر منظور ہی یہ ہو کہ وہابیہ غیر مقلدین ندوی کے برادران معظمین کی نماز میں درستی پائیں اور عوام اہلسنت کی نمازیں برباد ہوجائیں،اس لئے وہ قول تفرقہ اختیار کیا تو اختیار ہے۔

دہم: بلکہ یہاں ایک اور قول باقوّت تھا جسے امام ابوالقاسم صفار وامام محمد سلمہ وغیرہما اجلّہ ائمہ نے اختیار فرمایا اور بہت مشائخ نے اُس پر فتوٰی دیا کہ نظر عموم بلوی پر ہے جہاں ابتلائے عام ہو صحت پر فتوٰی دیں گے اسی شامی میں یہیں تھا:

---

[1] فتح القدیر شرح ہدایہ فصل فی القرأۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۸۱

وفی التاتار خانیة عن الحاوی حکی عن الصفار انه کان یقول الخطاء اذا دخل فی الحروف لایفسد لان فیه بلوی عامة الناس لانهم لایقیمون الحروف الابمشقة اھ وفیها اذالم یکن بین الحرفین اتحاد المخرج ولاقربه الاان فیه بلوی العامة لا تفسد عند بعض المشائخ[1] اھ مختصرا وقد مر تمامه۔	تاتار خانیہ میں حاوی سے منقول ہے کہ امام صفار کہا کرتے تھے کہ حروف میں خطا ہو جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی کیونکہ اس میں عوام الناس کو شدید ضرورت ہے کیونکہ وہ مشقت کے بغیر ان حروف کو ادا نہیں کر سکتے اھ، اسی میں ہے جب دو حرفوں کے درمیان اتحاد مخرج اور قرب مخرج نہ ہو البتہ اس میں عموم بلوی ہو تو بعض مشائخ کے ہاں نماز فاسد نہ ہوگی اھ اختصاراً اور تمام عبارت پیچھے گزر چکی ہے۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

قال بعضهم لاتفسد منهم ابوالقاسم الصفار ومحمد بن وسلمة وکثیر من المشائخ افتوابه لعموم البلوی فان العوام لا یعرفون مخارج الحروف[2]۔	بعض علماء نے کہا کہ نماز فاسد نہیں ہوگی، انہی میں شیخ ابوالقاسم الصفار اور محمد بن سلمہ ہیں، اور کثیر مشائخ نے ضروریاتِ عامہ کی بناپر اسی پر فتوٰی دیا ہے کیونکہ عوام مخارج حروف سے واقفیت نہیں رکھتے۔ (ت)

اس قول پر تو صراحۃً عکس مراد ہوتا تھا۔ یہاں ظ خاص طائفہ قلیلہ ذلیلہ وہابیہ پڑھتے ہیں اور د یا مشابہ د میں عام ابتلا خود انہیں فتووں سے سائل نے نقل کیا کہ ایک بلا عام اس زمانے میں یہ ہو گئی ہے کہ ض کو بصورت د پڑھتے ہیں اب تو لازم تھا کہ ان ظائیوں ندویوں کے بھائیوں کی نماز فاسد کرتے اور عامہ عوام کی نماز صحیح الحمد للہ تلك عشرة کاملة وقد بقی خبایا فی زوایا لو لا ان السائل اوصی بالاجمال لاتینابها (تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے یہ دس ۱۰ کامل دلائل مکمل ہیں، ابھی کچھ دلائل خفا کے گوشے میں رہ گئے ہیں اگر سائل نے اجمالاً لکھنے کا نہ کہا ہوتا تو ہم ان کا بھی تذکرہ کر دیتے۔ ت) یہاں تک ان فتووں کی حالتیں ظاہر ہو گئیں اور یہ بھی کہ وہ اس طائفہ حادثہ کو مفید اصلاً نہیں، امور مسئولہ میں صرف اس کا جواب رہا کہ یہ نزاع خاص اس حرف میں کیوں ہے جہل اور عوام اہلسنت کے جہلا کا علم ض کا دشوار ترین

---

[1] ردالمحتار، مطلب مسائل زلۃ القاری ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ،۱/۴۶۸

[2] حلیۃ المحلی منیۃ المصلی

حروف ہونا تو ظاہر ادا نہ ہوسکنے میں وُہ علما اور یہ جہلا برابر مگر فرق یہ ہے کہ ہمارے عوام نے معاذاللہ کلام اللہ و تحریف حرف منزل من اللہ کا قصد نہ کیا، وہ یہی چاہتے ہیں کہ جو حرف یہاں اللہ عزّوجل نے اتارا ہے اسی کو پڑھیں اُسی کا ارادہ کرتے اُسی کی نیّت رکھتے اور اپنے زعم میں یہی سمجھتے کہ یہ حرف جہاں تک ہم سے ادا ہوسکتا ہے اس کی یہی آواز ہے۔ مگر علمائے وہابیہ کو کہاں تاب کہ عجز و جہل کے طعنے سمجھیں، دقّتوں دشواریوں کی کشاکش میں رہیں وہاں تو مذہب کی بناہی آرام پروری ہے۔ تراویح کی آٹھ، وتر کی ایک رکعت میں قسمت سے انھیں اوروں کے قول مل گئے ورنہ اصل مقصود ہی آرامِ نفس ہے۔ جاڑا لگتا ہے تیمّم کرلو، جماع میں انزال نہ ہو غسل نہ کرو، سال دو سال عورت کی خبر نہ آئے عورت کا نکاح کردو، تین طلاقیں ایک جلسہ میں کہیں بے حلالہ سمجھو، چھ چیز کے سواسب میں سود روا، خون و مردار وغیرہ دو ایک چیزیں ناپاک، باقی تمام اشیاء حتی کہ شراب بھی طاہر۔ بے باک رفع ضرورت کو زنا سے خود اپنی بیٹی رضاعی، بھتیجی، سوتیلی خالہ سب حلال بلکہ سگی پھوپھی کے لئے بھی یہی خیال۔ انتہائے آرام طلبی یہ کہ وضو میں سر سے عمامہ دشوار اوپر ہی سے مسح کرلو، مولٰی سبحٰنہ تعالٰی نے **وَامۡسَحُوۡا بِرُءُوۡسِکُمۡ** فرمایا تم **بعمامتکم** سمجھو، وہ تو وہ مشکل یہ ہے کہ ہاتھوں کے لئے حکمِ غسل آیا اور ان کے دھونے سے آستین دھونا دشوار تر کہ پہنچے بھی بھیگے اور کپڑا بھی تر، ورنہ انہیں **ایدیکم** کی جگہ **آستینکم** بنالینا کیا دُشوار تھا، یہاں ایک غیر مقلد صاحب کا قول تھا صاحبو تم نے تہجد میں آپ دشواریاں لگالی ہیں ہماری تو جاڑے میں جب آنکھ کُھلی تکیے پر ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لئے اور چارپائی پر بیٹھے بیٹھے دو ۲ رکعتیں پڑھیں اور لحاف میں دُبک رہے۔ مسلمانو کریمہ "**لم تجدوا ماء**" کے معنی سمجھے یعنی جب چارپائی پر رکھا ہوا گھڑا نہ ملے تو تکیہ پر ہاتھ مار لو اگرچہ نام کو مٹی نہ غبار، نہ تکیہ دار کو مرض نہ آزار، **ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ الواحد القھار**۔ یوں بھی جبکہ وہ قصدی تحریف ہے اور یہ عجز یا جہل یا خطا کی تصحیف، تو وہی احق بالانکار ہے اور عوام کا ان کے علماء سے اعلم ہونا واضح آشکار، اصل اس قدر ہے، آگے افراط و تفریط واجب الحذر۔ یہ جواب امور مسئولہ ہے اور اس مسئلہ خاص میں حق تحقیق حقیق بالقبول و عطر تنقیح اکابر فحول یہ ہے کہ مولٰی عزوجل و تبارک و تعالٰی نے قرآنِ عظیم اتارا اور ہمیں بحمداللہ اس کے نظم و معنی دونوں سے متعبد کیا ہر مسلمان پر حق ہے کہ اُسے جیسا اترا ویسا ہی ادا کرے، حرف کی آواز بدلنے میں بیشمار جگہ الفاظ مہمل رہتے یا معنی کچھ سے کچھ ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ معاذاللہ کفر و اسلام کا فرق ہوجاتا، آواز صحیح سے جو معنی تھے ایمان تھے اور بدلنے پر جو پیدا ہوئے ان کا اعتقاد صریح کفر تو معاذاللہ وہ کلام اللہ کیونکر ہوا، آجکل یہاں عوام بلکہ کثیر بلکہ اکثر خواص نے اس امر خطیر میں مداہنت و بے پروائی اپنا شعار کرلی فقیر نے بگوشِ خود مولوی صاحبوں، اصحابِ وعظ و درس و فتوٰی کو خاص پنچایت میں برملا پڑھتے سنا **قل ھو اللہ اھد** حالانکہ ہرگز نہ اللہ نے **اھد** فرمایا نہ امینِ وحی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اھد پہنچایا نہ صاحب قرآن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اھد پڑھایا پھر یہ قرآن کیونکر ہوا، **احد** کے معنی ایک اکیلا

شریک و نظیر سے پاک نرالا اور اھد کے معنی معاذاللہ بزدل کمزور فی القاموس الاھد الجبان زادفی تاج العروس الضعیف[1] (قاموس میں ہے الاھد بزدل، تاج العروس میں کمزور کا اضافہ کیا ہے۔ ت)

ببین تفاوت رہ از کجاست بکجا

(ان میں بڑا فرق ہے یہ کہاں اور وہ کہاں)

لاجرم اس قدر تجوید کہ ہر حرف سے ممتاز اور تبدیل و تلبیس سے احتراز ہو ہر مسلمان پر لازم ہے تصحیح مخارج واقامۃ حروف کا اہتمام فرض متحتم، علمائے متاخرین کا فتوٰی معاذاللہ پروانہ بے پروائی نہیں کہ قرآن کو کھیل بنائے اور خلاف ما انزل اللہ جو جی میں آئے پڑھ لینا مناسب، باوصف قدرتِ تعلم، تعلّم نہ کرنا اور اس امر اہم کو ہلکا سمجھنا غلط خوانی قرآن پر جمے رہنا کون جائز کہے گا، اس سہل انگاری کی ایک نظیر سُن چکے، اللہ کو احد ماننا عین اسلام اور معاذاللہ اھد کہنا صریح دشنام، مانا کہ تمہیں قصدِ دشنام نہیں پھر اس سے کیا ہُوا کفر سے بچ گئے بات کی شناعت کیا جاتی رہے گی، تعریف کیجئے اور اسی کا قصد ہو مگر لفظ وُہ نکلیں جو صریح ذم ہوں کیا علمائے متاخرین اسے حلال بتاتے ہیں؟ کلّا، واللہ، حاشاللہ، صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا نعس احدکم وھو یصلی فلیرقد حتی یذھب عنه النوم فان احدکم اذاصلی وھوناعس لا یدری لعله یذھب لیستغفر فلیسب نفسه[2]۔ رواہ مالك و البخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی وابن ماجة عن ام المؤمنین الصدیقة رضی اللہ تعالٰی عنھا۔	جب تم میں کسی کو نماز میں اونگھ آئے تو سو جائے یہاں تک کہ نیند چلی جائے کہ اونگھتے میں پڑھے گا تو کیا معلوم شاید اپنے لئے دعائے مغفرت کرنے چلے اور بجائے دعا بددعا نکلے اسے امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

جب اونگھتے میں نماز سے منع کیا کہ احتمال ہے شاید اپنے لئے دعائے بد نکل جائے اگرچہ قصدِ دعا ہے تو خود جاگتے میں خود اللہ عزوجل کی شان میں سخت گستاخی کا کلمہ نہ فقط احتمالاً بلکہ تجربۃً بارہا منہ سے نکالنا کیونکر گوارا ہوسکے اگرچہ قصد ثنا ہے۔ اتقان شریف میں ہے:

من المھمات تجوید القراٰن وھوا عطاء	تجوید قرآن اہم امور میں سے ہے وہ حروف کو

---

[1] تاج العروس شرح قاموس فصل الھاء من باب الدال مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۴۴

[2] مؤطاالامام مالک ماجاء فی صلوٰۃ اللّیل مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۰۰، صحیح البخاری باب الوضو من النوم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۴

الحروف حقوقها ورد الحرف الى مخرجه واصله ولا شك ان الامة كما هم متعبدون بفهم معانى القراٰن واقامة حدوده هم متعبدون بتصحيح الفاظه واقامة حروفه على الصفة المتلقاة من ائمة القرأة المتصلة بالحضرة النبوية وقد عد العلماء القرأة بغير تجويد لحنا[1] ملخصا۔	انکے حقوق دینا اور ہر حرف کو اسکے مخرج اور اصل کی طرف لوٹانا ہے، بلاشبہ امت مسلمہ جس طرح معانی قرآن کے فہم اور حدود قرآنی کے نفاذ میں پابند ہے اسی طرح وہ قرآن کے الفاظ کی تصحیح اور انہیں اسی طریقہ وصف پر ادا کرنے کی بھی پابند ہے جس طرح ان کو قرات کے ائمہ نے ادا کیا جس کا سلسلہ سند نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہے اور علما نے بغیر تجوید کے قرآن پڑھنے کو لحن قرار دیا ہے ملخصاً (ت)

دیکھو کیسی تصریح ہے کہ علمائے کرام قراءت بے تجوید کو لحن بتاتے ہیں اور احسن الفتاوی فتاوی بزازیہ میں فرمایا: **ان اللحن حرام بلا خلاف**[2] لحن سب کے نزدیک حرام ہے۔ ولہذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ آدمی سے کوئی حرف غلط ادا ہوتا ہے تو اس کی تصحیح و تعلم میں اُس پر کوشش واجب، اگر کوشش نہ کرے گا معذور نہ رکھیں گے اور نماز نہ ہوگی، بلکہ جمہور علما نے اس سعی کی کوئی حد مقرر نہ کی اور حکم دیا کہ تاعمر شبانہ روز ہمیشہ جہد کئے جائے کبھی اس کے ترک میں معذور نہ ہوگا، یہی قول امام ابراہیم ابن یوسف وامام حسین بن مطیع کا ہے محیط میں اسی کو مختار الفتوی فرمایا، خانیہ وخلاصہ وفتح القدیر ومراقی الفلاح وفتاوی الحجۃ وجامع الرموز ودر مختار وردالمحتار وغیرہا میں اسی پر جزم کیا، علامہ ابن الشحنہ نے اسی کو محرر بتایا، علامہ ابراہیم حلبی نے غنیہ میں اسی کو معتمد فرمایا، اگرچہ امام برہان محمود نے ذخیرہ میں اس کو مشکل بتایا، امام بن الحاج نے اسی پر تعویل کی، علّامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں اسی طرف میل کیا **كما بيناكل ذلك فی فتاوٰنا** (جیسا کہ یہ سارے کا سارا ہمارے فتاوٰی میں بیان کیا گیا ہے۔ت) تو کیونکر جائز کہ جہد و سعی بالائے طاق سرے سے حرف منزل من القرآن کا قصد ہی نہ کریں بلکہ عمداً اسے متروک و مہجور اور اپنی طرف سے دوسرا حرف اس کی جگہ قائم کردیں **هذا مما لايبيحه شرع ولا دين والعياذ بالله رب العالمين** (شریعت اور دین اس کی ہر گز اجازت نہیں دیتے اللہ تعالٰی کی پناہ جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ت) فقیر کہتا ہے غفراللہ تعالٰی لہ بعد اس کے عرش تحقیق مستقر ہوچکا کہ قرآن نظم و معنی جمیعا بلکہ نظم دال

---

[1] الاتقان فی علوم القرآن الفصل الثانی من المہمات تجوید القرآن مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۰۰

[2] فتاوی ہندیہ بحوالہ بزازیۃ الباب الرابع فی الصلوۃ والتسبیح وقرأۃ القرآن الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷

علی المعنی کا نام ہے اور نظم یہ حروف بہ ترتیب معروف اور باہم متبائن اور تبدیل جز مستلزم تبدیل کل فان المولف من مبائن مبائن للمولف من مبائن اٰخر (ایک مبائن حروف کا مجموعہ دوسرے مبائن حروف کے مجموعے کے مبائن ہوتا ہے۔ت) میں نہیں جانتا کہ اس تبدیل قصدی و تحریف کلام اللہ میں کیا تفاوت مانا جائے گا۔ یہی منشا ہے امام فضلی و امام محمود و علامہ قاری وغیرہم کے اُس حکم کا جو قرآن مجید میں ض عمداً ظ سے بدلے کافر ہے۔

اقول: ولا حاجة الی استثناء وما ھو علی الغیب بضنین ، فان ھھنا لیس اقامة الظاء مقام الضاد لان المکان لیس مکانھا خاصة بل مکانھما جمیعا علی التوارد حیث قرئ بھما فی القرآن فکان مثل صراط و سراط وبسطة و بصطة ویبسط ویبصط ومصیطر ومسیطر الی اشباہ ذلك بخلاف مغضوب مغظوب وبخلاف سجیل وصجیل فانہ تبدیل۔	**اقول:** میری رائے یہ ہے کہ وماھو علی الغیب بضنین کو مستثنٰی کرنے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہاں ظاء کو ضاد کی جگہ رکھنا لازم نہیں آتا کیونکہ یہ صرف ضاد ہی کا مقام نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے دونوں کی جگہ ہے کیونکہ ان دونوں حروف کے ساتھ قراتِ قرآنی ثابت ہے جیسے صراط اور سراط، بسطة اور بصطة، یبسط اور یبصط، مصیطر اور مسیطر اور ان کے ہم مثل دیگر الفاظ ، بخلاف مغضوب اور مغظوب کے اور بخلاف سجیل اور صجیل کے کیونکہ یہاں تبدیلی ہے۔ (ت)

پس جزماً لازم کہ ہر حرف میں خاص حرف منزل من اللہ ہی کا قصد کریں اور اسی کے مخرج سے اسے نکالنا چاہئے۔

مخرج ضاد زبان کی دہنی یا بائیں کروٹ ہے یوں کہ اکثر پہلوئے زبان حلق سے نوک کے قریب تک اسی جانب کی اُن بالائی داڑھوں کے طرف جو وسط زبان کے محاذی ہیں قریب ملاصق ہوتا ہوا کچیلوں کی طرف دراز ہو یہاں تک کہ شروع مخرج لام تک بڑھے زبان کی کروٹ داڑھوں سے متصل ہوتی باقی زبان اس حرکت میں اوپر کو میل کرکے تالُو سے نزدیکی پائے دانتوں یا زبان کی نوک کا اُس میں کچھ حصہ نہیں وہ ان قوی حرفوں میں ہے جو ادا ہوتے وقت اپنے مخرج پر اعتماد قوی مانگتے ہیں جس قدر سانس ان کی آواز میں سینے سے باہر آتی ہے سب کو اپنی کیفیت میں رنگ لیتے ہیں کہ کوئی پارہ سانس کا اُن کے ساتھ جُدا چلتا معلوم نہیں ہوتا جب تک ان کی آواز ختم نہ ہولے سانس بند رہے گی ایسے حرفوں کو مجہورہ کہتے ہیں اور ان کے خلاف کو مہموسہ جن کا جامع فَحثَّہ شَخْصٌ سَکَتَ ہے یا سَتَشْحَثُكَ خَصَفَہٗ مثلاً ثائے مثلثہ کو مکرر کرکے بولے ثلث تو آواز ثا کے ساتھ ایک حصہ ساکن کا جُدا معلوم ہوگا نفس بند نہ ہوا مجہورہ میں ایسا نہیں بلکہ تمام سانس جو

شروع تلفّظ کے وقت موجود ہوا اُنھیں کی آواز سے بھر جاتی ہے اور جب تک اُس کا تلفّظ ختم ہو دوسری نہیں آتی جیسے ز ز ز ظ ظ ظ یونہی ضضض یہ امر قوت اعتماد کولازم ہے کہ دہن یا حلق کے کسی حصے پر اعتماد قوی بے آواز بھی حابس دم ہے کما لایخفی جب اس جگہ سے اس طور پر حرف نکلے گا تو وہ ض ہی ہوگا نہ اس کا غیر۔ فرق جو پڑتا ہے اُس کا منشا انھیں سے کسی بات کا رہ جانا ہے مثلاً زبان اگلے دانتوں کو لگی یا زبان کی نوک سے کام لیا کہ وہ آغاز مخرج لام کی طرف جھکی۔ پہلوئے زبان کا وسط داڑھوں کی جانب خلاف کو چلا حالانکہ اُن کی طرف میل درکار تھا یا زبان تالو کی طرف نہ اُٹھائی یا اُٹھانا چاہی مگر حرف کی دشواری و غرابت آڑے آئی کہ زبان دب گئی کما ینبغی اطباق نہ ہُوا جس طرح لڑائی میں ناتجربہ کار کا ہاتھ باوصف قصد جھجک کر اوچھا پڑتا ہے یا اعتماد میں ضعف رہا یا مخرج لام تک استطالہ نہ ہُوا یہ بیان دکہ آدمی صرف منزل من اللہ ہی کا کا خیال کرکے پر لکھنے اور عمل میں رکھنے کا ہے کہ ان شاء اللہ تعالٰی صحت ادا میں بہت مددگار ہے **وباللہ التوفیق**۔ اب بعد اس کے اسکا مخرج و طریقہ استعمال جان بھی لے ادا کرنے والے مشابہت دے تو اس تقریر آخری کا خیال کرکے بچ سکتے ہیں اور اگر آدمی تا آخر جو کچھ ہم نے محررہ صفات مین بیان کیا اُس سب کے مراعات ٹھیک طور پر ہو جائے تو یقیناً اب جو حروف نکلے گا وہ خالص صحیح و فصیح ض ہوگا اگرچہ ناواقف سننے والا اپنی ناشنائی کے باعث اسے کچھ سمجھے یا کچھ نہ سمجھے اور بقدر قدرت اُس کے برتنے میں کمی بھی نہ کرے تو اب جو کچھ بھی ادا ہوگا صحتِ نماز کا فتوٰی دیں گے کہ عسر متحقق ہولیا اور عذر واضح ہوچکا اور عسر جانب یسر ہے۔

قال اللہ تعالٰی لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ[1] وقال اللہ تعالٰی یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَ لَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ؗ[2] وقال اللہ تعالٰی مَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ[3] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا بشروا ولا تنفروا[4] رواہ الشیخان عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ دوسرا فرمان ہے اللہ تعالٰی تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔ تیسرے مقام پر فرمایا اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے آسانی پیدا کرو، مشکل میں نہ ڈالو، محبتیں پیدا کرو، نفرت نہ دلاؤ۔ اسے بخاری و مسلم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶

[2] القرآن ۲/۱۸۵

[3] القرآن ۲۲/۷۸

[4] صحیح بخاری باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا ولا تعسروا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۴

پھر ایسی حالت میں عند الانصاف اشتراک صفات خواہ اشتباہ اصوات کسی کی تخصیص نہیں ہو سکتی کہ براہِ عجز ہے اختیاری نہیں اور غیر اختیاری پر حکم جاری نہیں **کما قدمنا فی جعل الاتراك الحاء خاءً وعوام عصر العلامة الشامی القاف همزة** (جیسا کہ ہم نے پیچھے بیان کیا کہ ترک لوگ حاء کو خاء اور علامہ شامی کے زمانہ کے لوگ ق کو ہمزہ بنادیتے ہیں۔ت) واضح ہوا کہ یہ طائفہ جدیدہ جس نے قصداً ضاد پڑھنا ٹھہرالیا ان کی نماز تو باجماع ائمہ متقدمین واتفاق اقوال مذکورہ متاخرین کبھی ولاالضالین تک نہیں پہنچنے پاتی، پہلی ہی رکعت میں **مغضوب** کی **مغظوب** پڑھا اور نماز رخصت ہوئی اب افعال بے معنی کئے جاؤ۔ اسی طرح اگر کوئی جاہل حرف منزل ض کا قصد نہ کرے بلکہ عمداً اس کو دال خواہ کوئی حرف پڑھنا ٹھہرالے اس کی نماز بھی مغدوب سے آگے نہ چلے گی تعلم مخروج طریق ادا و قصد صحیح بقدر قدرت ہر شخص پر لازم پھر جو کچھ ادا ہوا فتوی تیسیر صحت پر حاکم۔

نسأل الله تیسیر کل عسیر انه ولیه وعلیه قدیر وصلی الله تعالٰی علی البشیر والنذیر واٰله وصحبه۔	ہم اللہ تعالٰی سے سوال کرتے ہیں وہ ہر مشکل کو آسان فرمادے کیونکہ وہی مالک ہے اور اس پر وہ قادر ہے، اللہ کی رحمتیں نازل ہوں اس ذاتِ اقدس پر جو بشیر و نذیر ہے آپ کی آل اور اصحاب پر بھی۔(ت)

بالجملہ عمداً ظا یا داد دونوں حرام، جو قصد کرے کہ بجائے ض ظ یا د پڑھوں گا ان کی نماز کبھی تام فاتحہ تک بھی نہ پہنچے گی مغدوب و مغظوب کہتے ہی بلاشبہہ فاسد و باطل ہوجائے گی اور جو حروف منزل ہی کا قصد رکھتا اور اسی کو ادا کرنا چاہتا ہے پھر اگر ایسی جگہ غلطی پڑے جس سے معنٰی نہ بدلے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل گئے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو یہ شخص ادائے حرف پر قادر تھا براہ لغزش زبان یا جہلاً یا سہواً زبان سے نکل گیا تو ہمارے مذہب سیدنا امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی و محرر مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک نماز مطلقاً فاسد، اور اگر یہ بدلا ہوا کلمہ قرآن مجید میں نہیں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا بھی اتفاق ہو کر اجماع ائمہ متقدمین کہ نماز باطل ہے اور متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں۔

مسئلہ نمبر ۴۷۸: از دلیر گنج پرگنہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر جہلا کو قواعدِ تجوید سے انکار ہے اور ناحق جانتے ہیں۔

الجواب:

تجوید بنص قطعی قرآن و اخبار متواترہ سید الانس والجان علیہ وعلٰی آلہٖ افضل الصلوٰۃ والسلام واجماع تام صحابہ و تابعین وسائر ائمہ کرام علیہم الرضوان المستدام حق وواجب اور علم دین شرع الٰہی ہے قال اللہ

تعالٰی وَ رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ۝۴ [1] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو۔ ت) اسے مطلقًا ناحق بتانا کلمہ کفر ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ ہاں جو اپنی ناواقفی سے کسی قاعدے پر انکار کرے وہ اسکا جہل ہے اسے آگاہ و متنبّہ کرنا چاہئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۷۹: از بریلی محلّہ ذخیرہ مرسلہ محبت حسین یکم ربیع الاوّل ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر نمازی معنٰی نماز کے نہیں جانتے ہیں اور نہ کلمہ شریف کے معنٰی جانتے ہیں پس جاننا معنی کلمہ شریف اور نماز کے اوپر عمل کرنا بہت ضروری ہے پس اگر اہلِ عرب اور عربی جاننے والے عربی میں پڑھیں اور باقی اہل زبان اپنی اپنی زبان میں عربی کا ترجمہ کرکے پڑھیں تو نماز درست اور صحیح ہے یا نہیں یعنی انگریزی خواں انگریزی میں اور ناگری والے ناگری میں اور اردو والے اردو میں پنجگانہ نماز پڑھیں؟ **بینوا توجروا** (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

مراہی کہہ کر نہیں آتی، گمراہی کا پہلا پھاٹک یہی ہے کہ آدمی کے دل سے اتباع سبیل مومنین کی قدر نکل جائے تمام امّت مرحومہ کو بیوقوف جانے اور اپنی رائے الگ جانے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں یہی عجمی لوگ مشرف باسلام ہوئے حضرت بلال حبشی تھے۔ حضرت صہیب رومی، حضرت سلمان فارسی وابوہریرہ وغیرہم رضی اللہ تعالٰی عنہم جمیعا اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے زمانہ میں جو ہزاروں بلادِ عجم فتح ہوئے لاکھوں عجمی مشرف باسلام ہُوئے کبھی بھی حکم فرمایا؟ کہ تم لوگ اپنی زبان میں نماز پڑھا کرو، اب تیرہ سو برس کے بعد یہ مصلحت بعض ہندی بے علموں کو سوجھی اس قدر کا ملاحظہ اتنا سمجھنے کو کافی ہے کہ الہامِ رحمٰن نہیں بلکہ وسوسہ شیطان ہے، قراءتِ قرآن فرض ہے اور وہ خاص عربی ہے غیر عربی میں ادا نہ ہوگی اور نماز نادرست ہوگی اور اس کے ماورا میں گنہگاری ہے، ہاں جو عاجز محض ہو تو مجبوری کی بات جُدا ہے **واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۴۸۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی عادت ہمیشہ نمازِ مغرب میں باقراءت ایک یا نصف رکوع یا سورہ **والضحٰی** یا **الھٰکم** یا **والشمس** حالتِ امامت میں پڑھنے کی ہے بعض مقتدی اس کو ناپسند کرتے ہیں اور بعض اس طریقہ کو ناپسند بوجہ طوالت، ایسی صورت میں امام اپنی عادت کے موافق کرے یا مقتدیوں کی تابعداری اختیار کرے اور یہ سورتیں ایسے وقت میں کچھ زیادہ تو نہیں، ایک روز نمازِ مغرب میں زید نے ۱۶ پارہ کا ۳ رکوع

---

[1] القرآن ۵/۷۳

اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اور دوسری رکعت میں ۲۹ پارہ کا آخری رکوع "ان المتقین فی ظلٰل" پڑھا اس سے زیادہ پڑھنے پر مقتدی نہایت شاکی ہوئے، اور ایک مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ امام گنہگار ہوتے ہیں اتنا بڑا رکوع پڑھنے سے ایسی صورت اور ایسے وقت میں نہیں چاہئے منع آیا ہے، پست ہمّت مقتدیوں کی شکایت شرعًا جائز ہے یا نہیں؟ اور امام صاحب پر شرعًا کیا الزام اور گناہ ہے؟ سو آدمی کی جماعت میں دو مقتدی علیل پیرانہ سالی کی وجہ سے زیادہ شکایت اور امام کو بُرا جانیں وہ بھی الزام دینے سے گناہگار ہیں یا نہیں؟

الجواب:

نمازِ حضر یعنی غیر سفر میں ہمارے ائمہ سے تین روایتیں ہیں:

اوّل: فجر و ظہر میں طوال مفصل سے دو سورتیں پوری پڑھے ہر رکعت میں ایک سورت اور عصر و عشاء میں اوساطِ مفصل سے دو سورتیں اور مغرب میں قصار مفصل سے۔ مفصل قرآن کریم کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو سورہ حجرات سے اخیر تک ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال، بروج سے **لم یکن** تک اوساط، **لم یکن** سے **ناس** تک قصار

دوم: فجر و ظہر میں سورہ فاتحہ کے علاوہ دونوں رکعت کی مجموع قرات چالیس پچاس آیت ہے اور ایک روایت میں ساٹھ آیت سے سو تک۔ اور عصر و عشاء کی دونوں رکعت کا مجموعہ پندرہ بیس آیت، اور مغرب میں مجموعہ دس آیتیں۔

سوم: کچھ مقرر نہ رکھے جہاں وقت و مقتدیان و امام کی حالت کا مقتضی ہو ویسا پڑھے، مثلًا نمازِ فجر میں اگر وقت تنگ ہو یا مقتدیوں میں کوئی شخص بیمار ہے کہ بقدر سنّت پڑھنا اس پر گراں گزرے گا یا بوڑھا ضعیف ناتواں یا کسی ضرورت والا ہے کہ دیر لگانے میں اُس کا کام حرج ہوتا ہے اُسے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوگا تو جہاں تک تخفیف کی حاجت سمجھے تخفیف کرے، خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ فجر میں ایک بچے کے رونے کی آواز سن کر اس خیال رحمت سے کہ اُس کی ماں جماعت میں حاضر ہے طولِ قرات سے اُدھر بچہ پھڑکے گا اِدھر ماں کا دل بیچین ہوگا صرف **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ بربّ النّاس** سے نماز پڑھادی صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ واصحابہ وبارک وسلم اجمعین، اور اگر دیکھے کہ وقت میں وسعت ہے اور نہ کوئی مقتدیوں میں بیمار نہ ویسا کامی تو بقدر سنّت قرات ان روایات میں پہلی اور تیسری روایت مختار و معمول بہ ہے **وانا اقول لاخلاف بینہما وانما الثالثۃ تقیید الاولی کما لا یخفی** (میری رائے میں ان دونوں روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں تیسری پہلی کو مقید کررہی ہے جیسا کہ واضح ہے۔ ت) تو حاصل مذہب معتمدیہ قرار پایا کہ جب گنجائش بوجہ وقت خواہ بیماری وضعف وحاجت مقتدیان کم دیکھے تو قدرِ گنجائش

پر عمل کرے ورنہ وہی طول واوساط وقصار کا حساب ملحوظ رکھے اور قلّت گنجائش کے لئے زیادہ مقتدیوں کا ناتواں یاکام کا ضرورت مند ہونا درکار نہیں بلکہ صرف ایک کا ایسا ہونا کافی ہے یہاں تک کہ اگر ہزار آدمی کی جماعت ہے اور صبح کی نماز ہے اور خوب وسیع وقت ہے اور جماعت میں ۹۹۹ آدمی دل سے چاہتے ہیں کہ امام بڑی بڑی سورتیں پڑھے مگر ایک شخص بیمار یا ضعیف بوڑھا یا کسی کام کا ضرورت مند ہے کہ اس پر تطویل بار ہوگی اسے تکلیف پہنچے گی توامام کو حرام ہے کہ تطویل کرے بلکہ ہزار میں سے اس ایک کے لحاظ سے نماز پڑھائے جس طرح مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صرف اس عورت اور اسکے بچے کے خیال سے نمازِ فجر معوذتین سے پڑھادی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ پر تطویل میں سخت ناراضی فرمائی یہاں تک کہ رخسارہ مبارک شدّتِ جلال سے سرخ ہوگئے اور فرمایا:

افتان انت یامعاذ افتان انت یامعاذ افتان انت یا معاذ[1] کما فی الصحاح وغیرھا وفی الھدایة مرفوعاً لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام من ام قوما فلیصل بھم صلوٰۃ اضعفھم فان فیھم المریض والکبیر وذالحاجة[2]۔	کیاتو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے، کیاتو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے کیاتو لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے والا ہے اے معاذ! جیسا کہ صحاح وغیرہا میں ہے ہدایہ میں ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جو شخص کسی قوم کا امام بنے وہ انھیں ان کے ضعیف کے اعتبار سے نماز پڑھائے کیونکہ ان میں مریض، بوڑھے اور صاحب حاجت بھی ہوں گے (ت)

اس بیان سے واضح ہوا کہ امام کا مغرب میں سورہ والشمس یا والضحٰی یااول میں افحسب الذین کفروا دوسری میں ان للمتقین یہ دونوں رکوع پڑھنا خلاف سنّت اور تینوں سے الگ ہوا کہ نہ یہ قصار مفصل سے ہے نہ دونوں رکعت میں صرف دس۱۰ آیت نہ یہی کہ مقتدیوں پر گراں نہ گزرا ایسی حالت میں مقتدیوں کی شکایت بر محل ہے اور امام پر ضرور لازم ہے ہاں الھٰکم التکاثر ایک رکعت میں اور اس سے پہلی میں القارعة یا دوسری میں والعصر پڑھنا مطابق سنّت ہے یہاں مقتدیوں کی شکایت حماقت ہے مگر اُس حال میں کہ کوئی بیمار یا بوڑھا ناتواں اس قدر کا تحمل نہ رکھتا ہو تو وہاں اس سے بھی تخفیف کا حکم ہے

فی فتح القدیر قد بحثنا ان التطویل ھو	فتح القدیر میں ہے ہم نے اس پر بحث کی ہے کہ قرأۃ

---

[1] صحیح بخاری باب اذاطول الامام الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۹۸-۹۷، ۲/۹۰۲

[2] الہدایۃ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۰۱

الزیادۃ علی القرأۃ المسنونۃ فانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم نهی عنه وکانت قرأته هی المسنونة فلا بد من کون مانهی عنه غیر ماکان دابه الالضرورۃ[1] اھ وباقی ماذکرنا من المسائل معرفة فی الدر المختار وردالمحتار وغیرهما من الکتب المتداولة فلا حاجة بایراد العبارات۔ والله سبحانه وتعالٰی اعلم۔	میں طوالت وہ زیادتی ہے جو قرات مسنونہ پر ہو، کیونکہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسی ہی زیادتی سے منع فرمایا ہے اور آپ کی قرات قراۃ مسنونہ ہی تھی لہٰذا جس سے آپ نے روکا وہ اس مسنونہ کے علاوہ ہوئی مگر ضرورت کے وقت اھ اور دیگر مسائل جو ہم نے ذکر کئے وہ درمختار، ردالمحتار اور دیگر متداول کتب میں معروف ہیں اس لئے تمام عبارات کے تذکرے کی ضرورت نہیں (ت)

مسئلہ نمبر ۴۸۱: ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز میں بعد الحمدللہ اور تین یازائد آیتوں کے کہا قال رسول اللہ پھر رکوع کردیا یاقرآن مجید اور تلاوت کی تو اس صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اور سجدہ سہو حاجت ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر اس لفظ سے اُس نے کسی شخص کی بات کا جواب دینے کا قصد کیا مثلاً کسی نے پوچھا فلاں حدیث کس طرح ہے اُس نے کہا قال رسول اللہ اور معًا نماز کا خیال آگیا خاموش ہو رہا یا ابتداءً کسی سے خطاب کا ارادہ کیا مثلاً کسی کو کوئی فعلِ ممنوع کرتے دیکھا اسے حدیثِ ممانعت سنانی چاہی اس کے خطاب کی نیت سے کہا قال رسول اللہ پھر یاد آگیا آگے نہ کہا تو ان دو۲ صورتوں میں ضرور نماز فاسد ہوجائیگی۔

کما نصواعلیه فیماهو ذکر و ثنا محض کلا اله الااللہ ولا حول ولاقوۃ الّا باللہ وانا الیه راجعون و غیرذلك اذا قصد به الجواب اوالخطاب فکیف مالیس کذلک۔	جیسے کہ فقہاء نے ان الفاظ کے بارے میں تصریح کی ہے جو کہ فقط ذکر و ثناء ہی ہیں مثلًا لا الٰہ الا اللہ، لاحول ولا قوۃ الا باللہ اور انّا للہ وانا الیہ راجعون اور دیگر کلمات جب ان سے مقصد کسی کا جواب یا کسی کو خطاب ہو تو ان کلمات کا کیا حال ہوگا جو محض ذکر و ثنا نہیں (ت)

---

[1] فتح القدیر شرح ہدایہ باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۵

اور اگر یہ صورتیں نہ تھیں تو اس کا جزئیہ اس وقت نظر میں نہیں اور ظاہر کلامِ علمائے کرام سے یہ ہے کہ اگر یہ شخص حدیث خوانی کا عادی تھا اُس عادت کے مطابق زبان سے **قال رسول اللّٰه** نکلا تو نماز فاسد ہو گئی **لا نه من کلامه و لیس ثناء اودعاء بل اخبار** (کیونکہ یہ اس کا اپنا کلام ہے ثنا اور دعا نہیں بلکہ خبر دینا ہے۔ت) اور اگر ایسا نہ تھا تو نماز فاسد نہ ہوگی کہ یہ جملہ آیت کریمہ کا ٹکڑا ہے **قال اللّٰه تعالٰی** فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ﴿۱۳﴾ [1] (اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے تو ان سے اللہ کے رسول نے فرمایا اللہ تعالٰی کے ناقہ اور اس کی پینے کی باری سے بچو۔ت) بحر الرائق و در مختار وغیرہما میں ہے:

لو جری علی لسانه نعم ان کان هذا الرجل یعتاد فی کلامه نعم تفسد صلٰوته و ان لم یکن عادة له لا تفسد لان هذه الکلمة فی القراٰن فتجعل منه [2]	اگر کسی زبان پر لفظ نعم جاری ہوگیا تو اگر وہ آدمی ایسا ہے جو اپنے کلام میں لفظ نعم کو اکثر لاتا رہتا ہے تو نماز فاسد ہوگی، اور اگر اس کلمہ کو ذکر کرنا اس کی عادت نہیں تو نماز فاسد نہ ہوگی، کیونکہ یہ کلمہ قرآن پاک میں موجود ہے لہٰذا اسے کلام کی بجائے قرآن پاک کا حصہ ہی سمجھا جائے گا (ت)

اور سجدہ سہو کی کسی حالت میں حاجت نہیں مگر یہ کہ صورت اخیرہ پائی گئی ہو جس میں جوازِ نماز ہے اور بوجہ سہو اتنی دیر تک چپکا کچھ سوچتا رہا ہو جس قدر دیر میں ایک رکن ادا ہوسکے تو اس سقوط کے باعث سجدہ سہو لازم آئے گا **کما فی التنویر** (تنویر میں اسی طرح ہی ہے۔ت) **واللّٰه تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۴۸۲ تا ۴۸۷: ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

۱۔ اللہ کے الف کو حذف کرکے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

۲۔ الف کے لام کو پُر کرنا سنّت ہے یا نہیں؟

۳۔ الف اللہ کو تکبیرات میں کچھ دراز کرکے پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

۴۔ قعدہ اولٰی میں شک ہُوا مگر یقین نہیں اور سجدہ سہو کا کیا تو نماز جائز یا نہیں؟

۵۔ جس نماز میں سہو نہ ہوا اور سجدہ سہو کا کیا تو نماز جائز ہے یا نہیں؟

۶۔ ہاتھ ملا کر دُعا چاہئے یا علیحدہ علیحدہ کرے۔ **بینوا توجروا۔**

---

[1] القرآن ۹۱/ ۱۳

[2] البحر الرائق باب یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۸

الجواب:

(۱) نماز جائز مگر قصداً کرے تو حرام وگناہ۔

(۲) ہاں سنّت متوارثہ ہے جبکہ اس سے پہلے فتحہ یا ضمہ ہو۔

(۳) تھوڑادراز کرنا تو مستحب ہے اسے مدِ تعظیم کہتے ہیں اور زیادہ دراز کرنا کہ حدِاعتدال سے خروج فاحش ہو مکروہ اور اگر معاذ اللہ تان کے طور پر ہو کہ کچھ حروف زوائد پیدا ہوں مثل اَاَ تو مفسد نماز ہے۔

(۴) جائز ہے

(۵) بے حاجت سجدہ سہو نماز میں زیادت اور ممنوع ہے مگر نماز ہوجائے گی۔ہاں اگر یہ امام ہے تو جو مقتدی مسبوق تھا یعنی بعض رکعات اس نے نہیں پائی تھیں وُہ اگراس سجدہ بے حاجت میں اسکا شریک ہوا تواس کی نماز جاتی رہے گی لانہ اقتدی فی محل الانفراد (کیونکہ اس نے محل انفراد میں اس کی اقتدا کی۔ت)

(۶) دونوں ہاتھوں میں کچھ فاصلہ ہو،

فی الدرالمختار یبسط یدیہ حذاء صدرہ نحوالسماء لانھا قبلۃ الدعاء ویکون بینھما فرجۃ[1] فی ردالمحتار ای وان قلت قنیۃ[2] واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	دُرمختار میں ہے وہ اپنے دونوں ہاتھ اپنے سینہ کے برابر آسمان کی طرف پھیلائے کیونکہ آسمان دُعا کا قبلہ ہے اور ان کے درمیان فاصلہ ہو۔ردالمحتار میں ہے اگرچہ تھوڑا فاصلہ ہی ہو ،قنیہ (ت)

مسئلہ نمبر ۴۸۸: ازشہر کہنہ بانس بریلی کانکرٹولہ ۱۷شوال ۱۳۱۹ھ

نماز چار رکعت میں زید اس طرح پڑھتا ہے اول رکعت میں بعد سورہ فاتحہ سورہ یٰس شریف، دوسری میں سورہ دخان شریف، تیسری میں سورہ تنزیل، چوتھی میں سورہ ملک، اس طرح سے یہ نماز پڑھنا خلافِ ترتیب ہوگا یا نہیں اور تنزیل سے کون سی سورۃ مراد ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

یہ نماز اسی ترتیب سے حدیث میں حفظِ قرآن کے لئے ارشاد ہوئی ہے، جامع ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے سورہ تنزیل سورہ الم تنزیل السجدۃ ہے۔

---

[1] درمختار فصل واذاراد لشروع فی الصلٰوۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۷

[2] ردالمحتار فصل فی بیان تالیف الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۳۷۵

روایت ترمذی میں یہی پُورا نام آیا ہے اس میں خلافِ ترتیب اصلاً نہیں کہ نفل کا ہر شفع نماز جداگانہ ہے اور شک نہیں کہ ترتیبِ قرآن عظیم سورہ یسین شریف حم الدخان سے مقدم ہے اور تنزیل السجدہ سورہ ملک سے، تو رعایت ترتیب ہر شفع میں ہو گئی اگرچہ چاروں کے لحاظ سے سب سے پہلے تنزیل السجدہ ہے پھر یس پھر دخان پھر ملک یہ مخالف ترتیب نہیں کہ ہر شفع صلاۃ علیحدہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۴۸۹: ۲ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں سورہ فاتحہ میں لفظ **نستعین** اور **مستقیم** کی جگہ **نسعین** اور **مسقیم** بدون تاء کے پڑھے تو اس کی نماز باطل ہو گی یا مکروہ یا نہیں؟ جواب دیجئے مُوجبِ ثواب ہے۔

الجواب:

نماز ہوجائے گی **لاجل الادغام** (ادغام کی وجہ سے۔ ت) مگر کراہت ہے۔ **لاجل الاحداث فلا ادغام صغیرا فی الفاتحۃ کما نص علیہ فی غیث النفع** (کیونکہ اس نے یہ خود ایجاد کیا ہے فاتحہ میں ادغام نہیں ہے جیسا کہ غیث النفع میں اس پر تصریح موجود ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۹۰: ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین ان مسائل میں کہ سورہ فاتحہ سے ایک آیت کا تلاوت کرنا نماز میں فرض ہے یا اس کے ماسوا دوسری سورت میں سے ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلاً زید نے نماز پڑھی اور فقط **الحمد للہ رب العٰلمین** پڑھ کر بھُول گیا اور رکوع و سجود کیا اور سجدہ سہو کیا سلام پھیرا اس حالت میں نماز زید کی ہوئی یا نہیں؟ اور نیز دوسری صورت یہ ہے کہ امام صاحب نے نماز پڑھائی اور وہ تشہد کرنا اول کا بھول گئے اور مقتدی نے دو مرتبہ کھڑے ہونے امام سے پیشتر کہا **التحیات للہ** مگر امام صاحب کھڑے ہوگئے اور قرات بالجہر پڑھی اور فقط سورہ فاتحہ پڑھ کر رکوع کیا اور سجدہ سہو کیا اس صورت میں مقتدی کی نماز میں کوئی نقصان آیا یا نہیں؟ اور نیز اس صورت میں کہ امام صاحب قرات بھول گئے اور مقتدی نے لقمہ دیا اور امام صاحب نے نہیں لیا تو نماز مقتدی میں کوئی نقصان آیا یا نہیں؟ اور وقتِ ظہر میں اگر جماعت ہو رہی ہو تو شریک ہو جاوے اور چار رکعت سنّت جو رہیں ان کا پڑھنا کس وقت اولٰی ہے آیا دو پہلے پڑھے یا چار؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب:

قرآن مجید کی ایک آیت سورہ فاتحہ سے ہو خواہ کسی سورت سے پڑھنا فرض ہے نہ خاص فاتحہ کی تخصیص ہے نہ کسی سورت کی، جو فقط **الحمد للہ رب العٰلمین** پڑھ کر بھول گیا اور رکوع کر دیا نماز کا فرض ساقط ہو جائیگا

مگر ناقص ہوئی کہ واجب ترک ہوا الحمد شریف تمام وکمال پڑھنا ایک واجب ہے اور اس کے سوا کسی دوسری سورت سے ایک آیت بڑی یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب ہے، اگر الحمد للہ بھولا تھا اور واجب اول کے ادا کرنے سے باز رکھا گیا تو واجب دوم کے ادا سے عاجز نہ تھا فقط ایک ہی آیت پر قناعت کرکے رکوع کردینے میں قصداً ترک واجب ہوا،

علی ماھوالظاھر وترتیب السورۃ علی الفاتحۃ واجب ثالث کماان ترك الفصل بینھما باجنبی واجب رابع فاسقاط وجوب السورۃ للعجز عن الفاتحۃ لایظھر فیمایظھر واللہ تعالٰی اعلم۔	جیسا کہ واضح ہے فاتحہ اور سورت میں ترتیب تیسرا واجب جس طرح ان کے درمیان اجنبی کے ساتھ ترک فصل چوتھا واجب ہے پس بظاہر فاتحہ سے عاجز آنا وجوبِ سورت کے اسقاط کا سبب نہیں بن سکتا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور جو واجب قصداً چھوڑا جائے سجدہ سہو اس کی اصلاح نہیں کرسکتا تو واجب ہے کہ نماز دوبارہ پڑھے، ہاں اگر ایسا بھولا کہ نہ بقیہ فاتحہ یاد آتا ہے نہ قرآن عظیم سے کہیں کی آیتیں اور ناچار رکوع کردیا اور سجدے میں جانے تک فاتحہ وآیات یاد نہ آئیں تو اب سجدہ سہو کافی ہے اور اگر سجدہ کو جانے سے پہلے رکوع میں خواہ قومہ بعد الرکوع میں یاد آجائیں تو واجب ہے کہ قرات پوری کرے اور رکوع کا پھر اعادہ کرے اگر قرات پُوری نہ کی تو اب پھر قصداً ترک واجب ہوگا اور نماز کا اعادہ کرنا پڑے گا اور اگر قرات بعد الرکوع پُوری کرلی اور رکوع دوبارہ نہ کیا تو نماز ہی جاتی رہی کہ فرض ترک ہوا۔

وذلك لان الرکوع یرتفض بالعود الی القرأۃ لانھا فریضۃ وکل مایقرأ ولوالقراٰن العظیم کلہ فانما یقع فرضا کمانصوا علیہ۔	اس لئے کہ قرات کی طرف لوٹنے کی وجہ سے رکوع ختم ہوگیا کیونکہ قرات فرض ہے اور قرات جتنی بھی کی جائے خواہ تمام قرآن پاک کی قرات ہو اس سے ایک ہی فرض ادا ہوگا جیسا کہ اس پر فقہاء نے تصریح کی ہے۔ (ت)

(۳) جبکہ امام پہلا قعدہ بھول کر اُٹھنے کو ہوا اور ابھی سیدھا نہ کھڑا ہوا تھا تو مقتدی کے بتانے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بتانا ہی چاہئے، ہاں اگر پہلا قعدہ چھوڑ کر امام پُورا کھڑا ہوجائے تو اس کے بعد بتانا جائز نہیں اگر مقتدی بتائے گا تو اس کی نماز جاتی رہے گی اور اگر امام اس کے بتانے پر عمل کرے گا تو سب کی جائیگی کہ پُورا کھڑا ہوجانے کے بعد قعدہ اولٰی کے لئے لوٹنا حرام ہے تو اب مقتدی کا بتانا محض بیجا بلکہ حرام کی طرف بلانا اور بلاضرورت کلام ہُوا وہ مفسد نماز

ہے قرات میں صحیح لقمہ دینا مطلّقا جائز ہے نماز فرض ہو خواہ نفل امام تین آیات سے زائد پڑھ چکا ہو خواہ کم تو اس صورت میں لقمہ دینے سے مقتدی کی نماز میں کچھ نقصان نہیں، ہاں اگر وہ غلطی کہ امام نے کی مغیر معنی مفسد نماز تھی اور مقتدی نے بتایا اور اس نے نہ لیا اُسی طرح غلط پڑھ کر آگے چل دیا تو امام کی نماز جاتی رہی اور اس کے سبب سے سب مقتدیوں کی بھی گئی اور اگر غلطی مفسدِ نماز نہ تھی تو سب کی نماز ہو گئی اگرچہ امام غلطی پر قائم رہا اور لقمہ نہ لیا اور امام نے صحیح پڑھا مقتدی کو دھوکا ہُوا کہ اس نے غلط بتایا تو اس مقتدی کی نماز ہر طرح جاتی رہی پھر اگر امام نے نہ لیا تو امام اور دیگر مقتدیوں کی نماز صحیح رہی اور اگر لے لیا تو سب کی گئی۔ ظہر کی پہلی سنتیں نہ پڑھی ہوں تو علماء کے دونوں قول ہیں اور دونوں باقوّت ہیں ایک یہ کہ فرض کے دو سنتیں پہلے پڑھے پھر وہ چار سنتیں پڑھے دوسرے اس کا عکس کہ فرض کے بعد پہلے چار پہلی پڑھے پھر دو، اور پہلا قول زیادہ قوی ہے **لمطابقة لنص الحديث الصريح** (کیونکہ وہ حدیث صریح کے الفاظ کے مطابق ہے۔ت) **واللہ سبحٰنہ و تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ نمبر ۴۹۱: ۱۴ شوال ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نمازِ فجر و عشاء میں سورہ طوال پڑھنا مسنون ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسے وقت کہ ابتدائی وقت ہو اور طولٰی بآسانی پڑھی جائے گی اور الم تر وغیرہ سے پڑھا دے اور مقتدی جماعت سے محروم رہیں تو جماعت خلاف سنت اور مخالفت سے جماعت مکروہ ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب:

قرآن عظیم سورہ حجرات سے آخر تک مفصل کہلاتا ہے اس کے تین حصے ہیں حجرات سے بروج تک طوال مفصل، بروج سے **لم یکن** تک اوساط مفصل، **لم یکن** سے ناس تک قصار مفصل۔ سنّت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں ہر رکعت میں ایک پوری سورت طوال مفصل سے پڑھی جائے اور عصر و عشاء میں ہر رکعت میں ایک کامل سورت اوساط مفصل سے اور مغرب کے ہر رکعت میں ایک سورت کاملہ قصار مفصل سے۔ اگر وقت تنگ ہو یا جماعت میں کوئی مریض یا بوڑھا یا کسی شدید ضرورت والا شریک جس پر اتنی دیر میں ایذا و تکلیف و حرج ہوگا تو اس کا لحاظ کرنا لازم ہے جس قدر میں وقت مکروہ نہ ہونے پائے اور اس مقتدی کو تکلیف نہ ہو اسی قدر پڑھیں اگرچہ صبح میں **انا اعطینا** و **قل ھو اللہ احد** ہوں یہی سنت ہے اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس طریقہ مذکورہ کا ترک کرنا صبح یا عشاء میں قصار مفصل پڑھنا ضرور خلاف سنت و مکروہ ہے مگر نماز ہو جائے گی **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۴۹۲: ۲۱ ربیع الاخر ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام کے پیچھے لفظِ آمین کو کس قدر آواز سے کہے اگر برابر والے نمازی جو اس سے دوسرے یا تیسرے درجے پر ہیں سنیں تو کوئی حرج ہے یا نہیں؟

(۲) سوائے لفظ اٰمین کے اور کچھ پڑھے تو کس قدر آواز سے پڑھنا چاہئے؟

(۳) حقّہ، تمباکو کو پینے والے کے منہ کی بُو نماز میں دوسرے نمازی کو معلوم ہوئی تو کوئی قباحت تو نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱-۲) اٰمین سب کو آہستہ کہنا چاہئے امام ہو خواہ مقتدی خواہ اکیلا یہی سنّت ہے، اور مقتدی کو سب کچھ آہستہ ہی پڑھنا چاہئے آمین ہو خواہ تکبیر، خواہ تسبیح ہو خواہ التحیات ودرود، خواہ سبحنك اللھم وغیرہ۔ اور آہستہ پڑھنے کے یہ معنٰی ہیں کہ اپنے کان تک آواز آنے کے قابل ہو اگرچہ بوجہ اس کے یہ خود بہرا ہے یا اس وقت کوئی غُل وشور ہورہا ہے کان تک نہ آئے اور اگر آواز اصلًا پیدا نہ ہوئی تو صرف زبان ہلی تو وہ پڑھنا پڑھنا نہ ہوگا اور فرض وواجب وسنّت ومستحب جو کچھ تھا وہ ادا نہ ہوگا فرض ادا نہ ہوا تو نماز ہی نہ ہوئی اور واجب کے ترک میں گنہگار ہوا اور نماز پھیرنا واجب رہا اور سنت کے ترک میں عتاب ہے اور نماز مکروہ اور مستحب کے ترک میں ثواب سے محرومی پھر جو آواز اپنے کان تک آنے کے قابل ہوگی وہ غالب یہی ہے کہ برابر والے کو بھی پہنچے گی اس میں حرج نہیں ایسی آواز آنی چاہئے جیسے راز کی بات کسی کے کان میں منہ رکھ کر کہتے ہیں ضرور ہے کہ اس سے ملا ہُوا جو بیٹھا ہو وہ بھی سُنے مگر اسے آہستہ ہی کہیں گے، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) منہ میں بدبو ہونے کی حالت میں نماز مکروہ اور ایسی حالت میں مسجد میں جانا حرام ہے جب تک منہ صاف نہ کرلے، اور دوسرے نمازی کو ایذا پہنچی حرام ہے اور دوسرا نمازی نہ بھی ہو تو بدبو سے ملٰئکہ کو ایذا پہنچتی ہے، حدیث میں ہے:

ان الملئکة تتاذی بما یتاذی به بنو اٰدم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	کیونکہ ملائکہ ہر اس شے سے اذیّت پاتے ہیں جس سے بنی آدم اذیت پاتے ہیں۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۴۹۵: الحمد شریف قرآن شریف سے ہے نماز میں کیوں واجب کی گئی؟ اور سورت کا ملانا کیوں فرض رکھا گیا؟ اور اگر مصلّی الحمد بھُول جائے تو اس پر سجدہ سہو واجب ہوتا ہے اور آیتیں پڑھنا بھُول جائے تو نماز جاتی رہتی ہے اُس کے بدلے سجدہ سہو نہیں رکھا گیا اس کی کیا وجہ ہے اور الحمد واجب ٹھہری اور مقتدی پیچھے امام کے الحمد نہیں پڑھتا ہے اور الحمد کے نہ پڑھنے سے سجدہ سہو لازم آتا ہے تو اُس مقتدی کی نماز بغیر سجدہ سہو کئے ہوئے کیونکر صحیح ہو جاتی ہے؟ **بینوا توجروا**

---

[1] صحیح مسلم باب نہی من اکل ثوماً او بصلاً الخ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۲۰۹/۱

الجواب:

سورۃ ملانا بھی فرض نہیں، نہ اس کے ترک سے نماز جائے وہ بھی مثل فاتحہ واجب ہی ہے اور اس کے ترک کی بھی سجدہ سہو سے اصلاح ہو جاتی ہے جبکہ بھُول کر ہو، یہی حال فاتحہ کا ہے، تو یہ مسئلہ ہی سائل کو غلط معلوم ہے جس کی بنا پر طالب فرق ہے، فرض صرف ایک آیت کی تلاوت ہے سورہ فاتحہ سے ہو یا کسی سورت سے۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ؕ[1]۔	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے جو آسان ہو وہ پڑھو۔ (ت)

سورہ فاتحہ اور فرضوں کی پہلے دو۲ رکعتوں میں ضم سورت کا وجوب سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مواظبت اور بعض احادیث احاد قولیہ سے ثابت ہُوا یہ وجوب ہمارے ائمہ کے نزدیک صرف امام و منفرد پر ہے مقتدی پر نہیں تو لزوم سجدہ کی کوئی وجہ نہیں نہ ترک قصدی میں نہ سہو مقتدی سے اُس پر سجدہ لازم آئے گا اگرچہ دس واجب ترک ہوں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۹۶: ۲۶ صفر ۱۳۱۷ھ

امام نے جمعہ میں ایک آیت پڑھی بسبب بھول جانے کے اُس کو دوسری بار پڑھ کر دوسری آیتوں کی طرف منتقل کیا ایسی صورت میں نماز مکروہ تحریمی یا تنزیہی یا جائز بلا کراہت یا سجدہ لازم ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جبکہ بمجبوری سہو تھا کچھ کراہت نہیں اور اگر آیت کے یاد کرنے میں بقدر رکن ساکت نہ رہا تو سجدہ سہو بھی نہیں ورنہ سجدہ لازم ہے۔ کما فی الدرالمختار[2] (جیسا کہ دُرمختار میں ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۴۹۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ نماز میں مثل سورہ والّیل کے درمیان چھوڑ کر پڑھنا اگرچہ سہواً ہو کیسا ہے مثلاً رکعت اولٰی میں والشمس اور رکعت ثانیہ والضحٰی پڑھے۔

الجواب:

فرضوں میں قصداً چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے اور سہواً اصلاً کراہت نہیں والّیل والشمس سے پانچ آیت زائد ہے ایسی صورت میں کراہت نہیں،

فی الدرالمختار یکرہ الفصل بسورۃ قصیرۃ[3] اھ۔	درمختار میں ہے کہ چھوٹی سورت کے ساتھ فاصلہ (چھوڑ دینا) مکروہ ہے اھ۔

---

[1] القرآن ۷۳/ ۲۰

[2] درمختار باب السجود سہو مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۲

[3] درمختار فصل ویجھر الامام مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۸۱

فی ردالمحتار اما بسورة طویلة بحیث یلزم منه اطالة الرکعة الثانیة فلا یکره شرح المنیة[1] الخ ۔ فی الدر اطالة الثانیة علی الاولی یکره تنزیها اجماعا ان بثلث اٰیات ان تقاربت طولا وقصرا والا اعتبر الحروف الکلمات واعتبر الحلبی فحش الطول لاعدد الایات ، واستثنی فی البحر ماوردت به سنة واستظهر فی النفل عدم الکراهة مطلقا وان باقل لایکره لانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم وصلی بالمعوذتین[2] والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم ۔

ردالمحتار میں ہے کہ اگر وہ چھوڑی جانے والی سورت اتنی بڑی ہے کہ اس سے دوسری رکعت کا پہلی رکعت سے نہایت ہی طویل ہونا لازم آتا ہو تو پھر مکروہ نہیں شرح المنیۃ الخ۔ درمختار میں دوسری رکعت کو پہلی پر تین آیتوں کی مقدار لمبا کرنا بالاجماع مکروہ تنزیہی ہے اگر دونوں رکعتوں کی آیتیں بڑی اور چھوٹی ہونے میں قریب قریب ہوں اگر آیتیں ایک سی نہ ہوں تو حروف اور کلمات کا اعتبار ہوگا۔ اور حلبی نے فحشِ طول کا اعتبار کیا ہے نہ کہ آیتوں کے شمار کا۔ اور بحرالرائق میں ان سورتوں کو مستثنٰی کہا ہے جن کے متعلق حدیث وارد ہے (یعنی ان کے پڑھنے میں کراہت نہیں ہے) اور نفلوں میں مطلقاً (یعنی اس کے متعلق حدیث وارد ہو یا نہ ہو) عدم کراہت کو ترجیح ہے اگر دوسری رکعت کی زیادتی تین آیات سے کم ہو تو مکروہ نہیں، کیونکہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معوذتین سے فجر کی نماز پڑھائی ہے واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۴۹۸: اس میں کیا حکمت ہے کہ فرضوں کی دو رکعت خالی اور دو رکعت بھری پڑھی جاتی ہیں اور سنّت اور نفلوں میں قرات لازم ہو کر چاروں بھری ہو گئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

الجواب:

نماز میں صرف دو ہی رکعت میں تلاوتِ قرآن مجید ضرور ہے سنّت و نفل کی ہر دو رکعت نماز جداگانہ ہے لہٰذا ہر دو رکعت میں قرات لازم ہو کر چاروں بھری ہو گئیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۴۹۹: زید نے اوّل وقت نماز پڑھی اور بعد فراغ سنن مغرب سے دو رکعت نفل جماعت سے بالجہر سوا پارے سے پڑھے پھر اُس کے متصل نمازِ عشاء کا وقت آیا یہ دونوں نفل جو مابین عشاء و مغرب باجماعت جہر سے پڑھے جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب:

اگر اس جماعت نفل میں صرف دو یا زیادہ سے زیادہ تین مقتدی تھے اور ان میں کسی پر اتنی قرات

---

[1] ردالمحتار ، فصل ویجہر الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۰۴

[2] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۸۰

طویل گراں تکلیف دہ نہ تھی تو یہ جماعت وقرات جائز بلامنع وکراہت ہوئی ورنہ مکروہ وممنوع، بحر الرائق میں ہے:

قال شمس الائمة الحلوائی ان کان سوی الامام ثلثة لایکرہ بالاتفاق وفی الاربع اختلف المشائخ والاصح انه یکرہ اھ ھکذا فی شرح المنیة[1]۔	امام شمس الائمہ حلوائی فرماتے ہیں جماعت نفل میں اگر امام کے علاوہ تین افراد ہوں تو بالاتفاق کراہت نہیں، چار میں مشائخ کا اختلاف ہے، اصح یہی ہے کہ مکروہ ہے اھ شرح المنیہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

والظاھر انها فی تطویل الصلوٰة کراھة تحریم للامر بالتخفیف وھو للجواب الا لصارف ولادخال الضرر علی الغیر[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔	ظاہر یہی ہے کہ نماز میں طوالت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ تخفیف کے لئے امر وارد ہے جو سوائے صارف کے اور اس لئے کہ یہاں غیر کو نقصان ہوتا ہے اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۵۰۰: از بنارس تھانہ بھلو پورہ محلّہ احاطہ روہیلہ مرسلہ عبدالرحمٰن رفوگر ۲۸ محرم ۱۳۳۲ھ

حضرت کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اذاجاءکے آخر میں جو پڑھا کرتے ہیں انہ کان توابا کے پاس پڑھا کرتے تھے مولٰینا امجد علی صاحب تو وہ ذرا سا لکھ دیجئے گا، فقط۔

الجواب:

مستحب طریقہ یہ ہے کہ آخر سورہ میں اگر نامِ الٰہی جیسے سورہ اذا جاء میں انہ کان توابا تو اس پر وقف نہ کرے بلکہ رکوع کی تکبیر اللہ اکبر کا ہمزہ وصل گرا کر اس سورہ کا آخری حرف لام اللہ سے ملادے جیسے اذاجاء میں توابانِ اللہ اکبر، ب قیام کی حالت میں اور دونوں لام سے ملتا ہوا رکوع کے لئے جھکنے کی حالت میں اس طرح کہ رکوع پورا نہ ہونے تک اکبر کی ر ختم ہوجائے یونہی سورہ والتین میں احکم الحاکمین کے ن کو زبر دے کر اللہ اکبر کے ل میں ملادے، اور جس سورہ کے آخر میں نامِ الٰہی نہ ہو اور کوئی لفظ نامِ الٰہی کے مناسب بھی نہ ہو وہاں یکساں ہے چاہے وصل کرے یا وقف، جیسے الم نشرح میں فارغب اللہ اکبر اور جہاں کوئی لفظ اسمِ الٰہی کے نامناسب ہو جیسے سورہ کوثر کے آخر میں ھو الابتر وہاں فصل ہی چاہئے وصل نہ چاہئے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] البحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۵

[2] البحرالرائق، باب الامامۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۵۱

مسئلہ نمبر ۵۰۱: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صبح کی نماز طلوع آفتاب سے کس قدر پہلے ہونا چاہئے اور کتنی آیتیں پڑھنا چاہئے اور اگر کوئی خرابی نماز میں ہوجائے تو کیا اسی آیت کو جو کہ پہلے پڑھی گئی اُس کی مقدار پڑھنا چاہئے یا کم، **بینواتوجروا۔**

الجواب: نماز صبح میں بحال گنجائش وقت و عدمِ عذر چالیس سے ساٹھ تک آیت پڑھنا چاہئے اور طلوع آفتاب سے اتنے پہلے ختم ہوجانا چاہئے کہ اگر نماز میں کوئی خرابی ظاہر ہو تو چالیس آیتوں سے قبل طلوع اعادہ ہوسکے اور اس کے لئے دس منٹ کافی ہیں اور اگر وقت کم رہ گیا اور خرابی ظاہر ہوئی تو بقدر گنجائش وقت آیات پڑھے اگرچہ سورہ کوثر واخلاص ہو، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۰۲: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے نماز پڑھائی **والعصر ان الانسان لفی خسر الا الذین** میں **الّا** پڑھ کر وقف کیا پھر **الا الذین اٰمنو** سے آخر تک ختم کیا نماز درست ہے یا نہیں **وقیل من** (سکتہ) **راق وظن انہ الفراق** میں سکتہ کیسا ہے اور لفظ **من** کے نون کو راق کی را میں ادغام نہ کرنا کیسا ہے؟

الجواب:

نماز ہوگئی ہر آیت پر وقف جائز ہے اگرچہ آیت لاہو ہماری یعنی امام حفص کی قرات میں نون پر سکتہ ہے کہ ادغام سے کلمہ واحدہ نہ مفہوم ہو۔ **مراق** بر وزن **براق** اور تمام باقی قراءادغام کرتے ہیں، تو دونوں ہیں مگر یہاں عوام کے سامنے ادغام نہ کرے کہ وہ معترض نہ ہوں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۵۰۳: از موضع گھورنی ڈاکخانہ کرشن گڑھ ضلع انڈیا ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

ض را مشابہ صوت ظ معجمہ باید خواند یا مماثل صوت دال مہملہ، و ہر کہ دال محض خواند نمازش روا بود یا نہ و دریں ملک را تقریبًا ہمہ خواص و عوام مشابہ دال می خوانند و خوائندہ ض مشابہ ظا از بس قلیل **بینوا توجروا۔**	ض کو ظاء معجمہ کی آواز یا دال مہملہ کی آواز کے مشابہ پڑھنا چاہئے اور جو اسے محض دال پڑھے اس کی نماز درست ہوگی یا نہ؟ ہمارے ملک میں تقریبًا تمام خواص و عوام اسے دال سے مشابہ پڑھتے ہیں ظاء کے مشابہ بہت قلیل لوگ پڑھتے ہیں جواب دے کر اجر پاؤ۔ (ت)

الجواب:

صوت ایں حرف را خالق عزوجل از ہمہ حروف جدا	اللہ تعالٰی نے اس حرف کی ادائیگی اور آواز کو دوسرے

آفریدہ است حقیقۃً ہیچ حرف مشابہ باو نیست فرض قطعی آنست کہ مخرجش آموز و طرز ادایش یادگیرد و قصد حرف منزل من اللہ کند واز پیش خویش نہ ظا خواند نہ دال کہ ہر دو مباین اوست و شبانہ روز سعی موفور بجائے آورد تا آنکہ می کوشد چہ برآید روا باشد لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ؕ[1] فاما اگر بر صحیح قادر نہ شود امامت صحیح نتواں کرد در فتاوٰی خیریہ است امامۃ الثغ با تفصیح فاسدہ فی الراجح الصحیح[2] وبراد فرض باشد کہ تا پس صحیح خواند نماز تواں یافت تنہانہ گزارد کہ دراقتدا از قرأت بے نیاز باشد وآنکہ مخرج نیا موخت یا در صحیح او سعی نہ کرد اگر از زبانش ظا یا دال ادا شود ہرچہ بافساد معنی شود نماز فاسد شود ورنہ نے واگر بہر دو فساد نعنی رونماید چنانکہ معظوب و مغذوب بہر دو فاسد شود ایں ہم آنگاہ ہست کہ قصد حرف منزل من اللہ کند وزبان یادری نہ دہد ظا یا دال ادا شود چنانکہ صورت اخیرہ در عوام ہند و بنگالہ است واگر بالقصد بجائے او حرفے دیگر نشاندن خواہد حکم او سخت تر شود زیرا کہ تبدیل کلام اللہ میکند چنانکہ بعض نامقلدان تصریح کردہ اند کہ ضاد نتواں ظا خواند امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ دریں صورت حکم کفر فرمودہ است کمافی منح الروض الازہر ومارا دریں مسئلہ رسالہ ایست مختصرہ جامعہ الجام الصاد عن سنن الضاد آنجا ایں را رنگ تفصیل

تمام حروف سے جُدا پیدا فرمایا ہے حقیقی طور پر کوئی بھی اس کے مشابہ نہیں اس لئے فرض قطعی یہ ہے کہ اس کا مخرج سیکھا (جانا) جائے، اس کی ادائیگی کا طریقہ یاد کیا جائے اور اس حرف کا ارادہ کیا جائے جو اللہ کی طرف سے نازل ہے، اپنی طرف سے نہ اسے ظا پڑھا جائے اور نہ ہی دال، کیونکہ یہ دونوں اس کے مخالف ہیں شبانہ روز کی محنت و کوشش کے بعد جو پڑھا جاسکے وہ درست ہوگا کیونکہ اللہ تعالٰی کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر۔ اگر حرف کی صحیح ادائیگی پر قادر نہ ہوا تو اس کو امامت کرانا درست نہیں، فتاوٰی خیریہ میں ہے کہ توتلے کا فصیح کی امامت کرنا راجح اور صحیح مذہب میں فاسد ہے اور ایسے شخص پر فرض ہے کہ وہ کسی صحیح کی اقتداء میں نماز ادا کرے اگر اقتداء ممکن ہو تنہا نہ پڑھے کیونکہ اقتداء کی صورت میں وہ قرأت سے بے نیاز ہوجائے گا، اور وہ شخص جس نے ض کا مخرج نہ سیکھا یا اس کی صحت کے لئے کوشش نہ کی ہو اگر اس کی زبان سے ضاد کی جگہ ظا یا دال ادا ہو جس کے ساتھ فسادِ معنی ہوگا اس سے نماز بھی فاسد گی اور جس کے ساتھ فساد معنٰی نہ ہوگا تو اس سے نماز ہوجائیگی اور اگر دونوں صورتوں میں فساد معنی ہو مثلاً معظوب اور مغذوب تو دونوں صورتوں میں نماز فاسد ہوگی۔ یہ تمام اس وقت ہے جب اس سے

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶

[2] فتاوٰی خیریۃ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰

دادہ ایم وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔	قصداسی حرف کا ہو جو اللہ تعالٰی کی طرف سے نازل کردہ ہے مگر زبان معاون نہ بنی اور ظا یا دال ادا ہوگیا جیسے کہ عوام اہل ہند و بنگالہ کا معاملہ آخری صورت میں اسی طرح ہے اور اگر قصداً اس کی جگہ کوئی دوسرا حرف پڑھا تو اسکا حکم شدید ترین ہوگا کیونکہ یہ تو اللہ تعالٰی کے کلام میں تبدیلی کرنا ہے جیسا کہ بعض غیر مقلدین نے تصریح کی کہ ضاد کو نہ پڑھا جاسکے تو ظاء پڑھے۔ امام ابوبکر محمد بن فضل رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے مذکورہ صورت میں کفر کا حکم جاری فرمایا ہے جیسا کہ منح الراض الازہر میں موجود ہے، ہم نے اس موضوع پر ایک مختصر مگر جامع رسالہ لکھا ہے جس کا نام الجامع الصاد عن سنن الضاد رکھا ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل وہاں خوب کی ہے وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۵۰۴: از رادھن پور گجرات قریب احمد آباد مرسلہ حکیم محمد میاں صاحب ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

جمعہ کی اذان کے بعد بہت آدمی مسجد میں جمع ہو کر سورہ کہف پڑھتے ہیں بلند آواز سے اور بغیر پڑھے جو لوگ ہیں یعنی اَن پڑھ نمازی بھی ہوتے ہیں جن کو کلام مجید پڑھنا ہی نہیں آتا وہ نمازی سورہ کہف شوق سے سنتے ہیں اور بعض نمازی جو دیر سے آتے وہ نفل پڑھ کر سنتے ہیں نفل پڑھنے والے کہتے ہیں سورہ کہف بلند آواز سے مت پڑھو ہمارے نفل میں خرابی آتی ہے نفل کا ثواب زیادہ ہے یا سورہ کہف پڑھنے کا، بعد ختم سورہ کہف کے تمام نمازی سنتیں پڑھتے ہیں مولوی مذکور فرماتے ہیں زور سے ہر گز مت پڑھو نفل نماز میں خرابی آتی ہے آیا سورہ کہف کو بلند آواز پڑھیں یا نہیں یا نفل نماز چھوڑ دیں؟

الجواب:

حدیث صحیح میں قرآن مجید باآواز ایسی جگہ پڑھنے سے جہاں لوگ نماز پڑھ رہے ہوں ممانعت فرمائی ہے اور قرآن عظیم نے حکم فرمایا ہے کہ قرآن پڑھا جائے کان لگا کر سنو اور چُپ رہو[1]، تو ایسی جگہ جہر سے پڑھنا ممنوع اور دو یا زیادہ آدمیوں کا باآواز پڑھنا اور شدید ممنوع کہ مخالف حکم قرآن اور قرآن عظیم کی بے حرمتی ہے ان لوگوں کو چاہئے کہ آہستہ پڑھیں اور نفل پڑھنے والے نفل سے نہیں روکے جاسکتے نفل نماز مستحب تلاوت سے افضل ہے کہ اُس میں تلاوت بھی ہے رکوع سجود بھی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۰۵: از کھنوڑہ ڈاکخانہ خاص ضلع ہوشیار پور مرسلہ امجد علی خان صاحب معرفت مولوی شفیع احمد صاحب متعلّم مدرسہ اہلسنّت ۱۲ جمادی الاخری ۱۳۳۶ھ

زید کہتا ہے کہ مخارج حروف معلوم کرنا اور ان سے حروف نکالنا فرض ہے ہاں باوجود کوشش کے اگر

---

[1] القرآن ۷/ ۲۰۴

ماینبغی ادانہ ہوئے تواس قدر میں معذور رہے گااور اگر مخارج ہی نہیں معلوم یا معلوم ہیں نکالتا نہیں تو نماز ہر گزنہ ہوگی اگر صحیح ہے تو اکثر مسلمان فرض کو چھوڑدیں یا کسی حرام کے مرتکب ہوں تو اس فعل سے ساقط یاحلال نہ ہوجائے گا یوں تو اکثر مسلمان نماز ہی نہیں پڑھتے اور جوپڑھتے ہیں اُن میں اکثر مواضبت نہیں کرتے سَو میں ننانوے ۹۹ یااس کے قریب غیبت سے پرہیز نہیں کرتے تو قول زید صحیح ہے یانہیں؟

الجواب: زید کے اقوال مذکورہ سب صحیح ہیں سوائے اتنے لفظ کے کہ اگر مخارج معلوم نہیں تو نماز صحیح نہ ہوگی مخارج معلوم ہونا ضرور نہیں حروف صحیح ادا ہونا ضرور ہے بہتیرے ہیں کہ سُن سُن کر صحیح پڑھتے ہیں اگراُن سے پوچھا جائے تو مخارج بتا نہیں سکتے اردو زبان والاہر جاہل اپنی زبان کے حروف ٹھیک ادا کرتا ہے اور مخارج نہیں بتا سکتا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر۵۰۶: ازبریلی مرسلہ حضرت محمد میاں صاحب مدظلہ العالی

یہ ارشاد فرمائیں کہ قرآن کریم کی اس قدر تجوید کہ حرف اپنے غیر سے ممتاز رہے فرض عین ہے کتب فقہ میں مذکور ہے اگر ہے تو کس کتاب میں کس جگہ ؟ جناب کی نظر میں اس بارہ میں صرع تصریح کس کتاب کی ہے؟ اور اگر کوئی حدیث اس بارہ میں اس وقت پیشِ نظر ہو تو اُس کا ارشاد ہو۔

الجواب:

تمام کتابوں مین تصریح ہے کہ ایک حرف کی جگہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزاً ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں اور خطئًا ہو تو ہمارے ائمہ مذہب کے نزدیک مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے نزدیک جبکہ وُہ کلمہ قرآن کریم میں نہ ہو اور اس سے بچنا بے تعلم تمایز حروف ناممکن اور فساد نماز سے بچنا فرض عین ہے۔ قال اللہ تعالٰی وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ۞[1] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے تم اپنے اعمال باطل نہ کرو۔ت) مقدمہ امام جزری میں ہے:

اذواجب علیھم محتم قبل الشروع اوّلا ان یعلموا مخارج الحروف والصفات، لینطقوا بافصح اللغات[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	قرآن پاک میں شروع ہونے سے پہلے اوّلا قاریان قرآن پر حروف کے مخارج و صفات (ذاتیہ و عرضیہ) کا جاننا قطعًا ضروری ہے تاکہ قاریان قرآن صحیح ترین لغات کے ساتھ قرآن پاک کا نطق کرسکیں (یعنی پڑھ سکیں)۔ (ت)

---

[1] القرآن ۴۷/ ۳۳

[2] مقدمہ جزریہ خطبۃ الکتاب مطبوعہ سعیدیہ کتب خانہ قصہ خوانی بازار پشاور ص ۴

مسئلہ نمبر ۵۰۷: از مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ شریف مرسلہ صاحبزادہ حضرت سیّد شاہ محمد میاں صاحب دامت برکاتہم

والا نامہ میں متعلق تجوید ارشاد جناب ہے دو ایک حرف کہ دوسرے سے تبدیل اگر عجزًا ہو تو مذہب صحیح و معتمد میں مفسد نماز ہے جبکہ مفسد معنی ہو یا امام ابی یوسف کے الخ مجھے اس میں تامل ہے کہ الثغ کی نماز صحیح ہے جبکہ وہ اپنی سعی و کوشش اور صحیح حروف نکالنے میں کوتاہی نہ کرتا ہو اس کوشش کے بعد کوئی تقیید مفسد معنی یا غیر مفسد معنی کی خود جناب نے بھی اپنے اصلاح رسالہ مباحث امامت میں نہیں زائد فرمائی۔

الجواب:

الثغ کی نماز جبھی تو صحیح ہے کہ وہ تصحیح حرف میں کوشش کئے جائے یہ بھی بے تعلیم صحیح ناممکن، یہی تعلیم تجوید ہے تو اس کی فرضیت قطعًا ثابت، اگر صحیح کو نہ سیکھے یا سیکھے اور اس کے ادا کرنے کی کوشش نہ کرے تو نماز ضرور باطل ہوگی تو علم و عمل دونوں فرض ہوئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۰۸: از اردہ نگلہ ڈاکخانہ اچھیزہ ضلع آگرہ

حرف ضاد کو بصورتِ دواد یعنی دال پر پڑھتے ہیں یہ صحیح ہے یا غلط؟ اگر غلط ہے تو نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟ اور اکثر لوگ ض اور ظ میں بسبب ہونے مشابہت کے فرق نہیں کرسکتے ان کی نماز درست ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ حرف نہ د ہے نہ ظ صورتیں تین ہیں:

(۱) قصدًا حرف منزّل من اللہ کی تبدیل کرے یہ دواد والوں میں نہیں وُہ اپنے نزدیک ضاد ہی پڑھتے ہیں نہ یہ کہ اس سے ہٹ کر دال مفخم اُس کی جگہ بالقصد قائم کرتے ہیں البتہ ظا والوں میں ایسا ہے ان کے بعض نے تصریحًا لکھ دیا کہ ض کی جگہ ظ پڑھو اور سب مسلمانوں اس پر عمل پیرا ہو جاؤ یہ حرام قطعی ہے اور اشد اخبث کبیرہ بلکہ امام اجل ابوبکر فضلی وغیرہ اکابر ائمہ کی تصریح سے کفر ہے **کما فی منح الروض الازھر والفتاوی عالمگیریۃ وغیرھما** (جیسا کہ منح الروض الازہر، فتاوٰی عالمگیری اور دیگر کتب میں ہے۔ ت) ان کی نماز پہلی ہی بار مغظوب پڑھتے ہی ہمیشہ باطل ہے۔

(۲) خطئًا تبدیل ہو یعنی ادائے ض پر قادر ہے اُسی کا قصد کیا اور زبان بہک کر دال یا ظ ادا ہوئی اس میں متاخرین کے اقوال کثیرہ و مضطرب ہیں اور ہمارے امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ مذہب ہے اگر فساد معنی ہو تو نماز فاسد ورنہ صحیح۔

(۳) یہ کہ عجزًا تبدیل یعنی قصد توض کا کرتا ہے مگر ادا نہیں کرسکا د یا ظ ادا ہوتی ہے اور ہندوستان

میں اکثر دُواد والے ایسے ہی ہیں ان پر فرض عین ہے کہ ض کا مخرج اور اسکا طریقہ ادا سیکھیں اور شبانہ روز حد درجے کی کوشش اُس کی تصحیح میں کریں جب تک کوشاں رہیں گے اُن کی نماز صحیح کہی جائے گی، جبکہ صحیح خواں کے پیچھے اقتداء پر قادر نہ ہوں اُن کی اپنی بھی باطل اور ان کے پیچھے اوروں کی بھی باطل، یہی حکم ظائیوں کا ہے جبکہ قصداً تبدیل نہ کرتے ہوں یہ خلاصہ حکم ہے اور تفصیل ہمارے رسالہ الجام الصاد عن سنن الضاد میں ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۵۰۹: از جڑودہ ضلع میرٹھ مرسلہ سیّد صابر جیلانی صاحب

کیا سورہ تبّت کا نماز میں پڑھنا بہتر ہے؟

الجواب:

سورہ تبّت کے پڑھنے میں استغفر اللہ اصلاً کوئی حرج نہیں۔

مسئلہ نمبر ۵۱۰: از شہر بریلی محلّہ سود گران مدرسہ منظر الاسلام مولوی محمد افضل صاحب ۶ جمادی الاخری ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ در لَمَا یتفجر منه الانْھٰر خواندہ شد لمّا نماز شد بغیر کراہت یا نہ؟	اس مسئلہ میں علمائے دین کی کیا رائے ہے کہ ایک شخص نے لما یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْھٰر میں لَمَّا شد کے ساتھ پڑھا نماز بغیر کراہت کے درست ہوگی یا نہیں؟

الجواب:

نماز درست باشد وبحال سہو وزلت کراہت نیست وحذف جزا برائے دلالت بر عظمت شانش شائع است قال اللہ تعالٰی فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۚ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾[1] جزا ذکر نفر مود ہمچناں ایں جا تاویل شود کہ وان منها ما یکون منه شیئ عجیب لمّا یتفجّر منه الانھٰر بالجملہ	نماز درست ہوگی، بھُول اور پھسل جانے کی صورت میں کراہت نہیں، اس کی عظمتِ شان کے پیشِ نظر جزا کا حذف مشہور و معروف ہے، اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۚ ﴿۱۰۳﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ یہاں جزا کو ذکر نہیں فرمایا اسی طرح مذکورہ مقام میں تاویل ہو سکتی ہے کہ

---

[1] القرآن ۳۷/ ۱۰۳

دریں صورت فساد معنی نیست۔ واللہ تعالٰی اعلم	ان میں بعض وہ ہیں جس سے شیئ عجیب صادر ہوتی ہے کہ جب وہ پھٹتے ہیں تو اس سے نہریں جاری ہوتی ہیں، الغرض اس صورت میں فساد معنی نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۵۱۱: از الہ آباد محلّہ نخاس کہنہ بر مکان دھوم شاہ صاحب مرسلہ محمد ناظم آزاد حقانی مظفر پوری مقیم حال الہ آباد ۱۱ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ مین کہ نمازِ جمعہ میں امام **الحمد** کی تین آیتوں سے زیادہ پڑھ چکا ہو اور قرات سے رک گیا ہو پیچھے سے کسی مقتدی نے لقمہ دیا اس نے بجائے لقمہ لینے کے خود سورت کو اعادہ کیا، جس آیت پر رُکا تھا اس آیت کو نکال کر سورت کو پُورا کیا بعد ازاں رکوع و سجود وغیرہ کیا بعد میں لقمہ دینے والے مقتدی سے امام نے کہا کہ تمہاری نماز باطل ہو گئی اب سوال یہ ہے کہ اس صورت میں مقتدی کو لقمہ دینا چاہیئے یا نہیں؟ اور ایسی صورت میں لقمہ دینا جائز ہے یا نہیں؟ اور صورت مسئولہ میں مقتدی کی نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب:

مقتدی وامام سب کی نماز ہو گئی مقتدی لقمہ دے سکتا ہے اگرچہ امام سَو آیتیں پڑھ چکا ہو یہی صحیح ہے، امام نے جس خیال پر نمازِ مقتدی باطل مانی امام کی خود کب ہوئی، اگر وہ خیال صحیح ہو تو امام کی بھی باطل ہوئی کہ لقمہ دینا کلام ہے اور وہ باجازتِ شرع رکھا گیا، اگر تین آیتوں کے بعد اجازتِ شرع نہ تھی تو مقتدی کی نماز گئی اور اس کے لقمہ دینے سے امام کو یاد آگیا تو اس نے خارج از نماز سے تعلیم پا کر آیت پڑھی اور شروع سورت سے اعادہ کرنا اس یاد دہانی کو باطل نہیں کرسکتا تو امام کی اپنی بھی گئی اور اس کے سبب سے سب کی گئی۔ رہا یہ کہ صرف اس مقتدی کی نماز باطل ہوئی امام وجماعت کی ہو گئی یہ محض باطل ہے اور صحیح وہ ہے کہ سب کی ہو گئی۔ دُرمختار میں ہے:

فتحه علی امامه فانه لا یفسد مطلقا لفاتح واٰخذ بکل حال الا اذا سمعه المؤتم من غیر مصل ففتح به تفسد صلاۃ الکل[1]۔	مقتدی کا اپنے امام کو لقمہ دینا نماز کے لئے مطلقاً ہر حال میں فاسد نماز نہیں ہوتا، مطلقاً کا مطلب یہ ہے کہ نہ لقمہ دینے والے کی نماز ٹوٹتی ہے اور نہ لینے والے کی اور ہر حال میں اسکا مطلب یہ ہے کہ برابر ہے امام اس قدر بڑھ چکا ہو جس سے نماز درست ہوتی ہے یا نہ پڑھ چکا ہو

---

[1] دُرمختار باب مایفسد الصلٰوۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۰

البتّہ اس صورت میں تمام کی نماز فاسد ہوجائے گی جب مقتدی نے کسی غیر نمازی سے سنا اور اپنے امام کو لقمہ دے دیا اور امام نے لے لیا۔ (ت) ردالمحتار میں ہے:

قولہ بکل حال ای سواء قرأ الامام ماتجوز بہ الصلاۃ ام لا انتقل الی اٰیۃ اخری ام لا تکرر الفتح ام لا ھو الاصح نھر، قولہ الا اذا سمعہ المؤتم الخ فی البحر عن القنیۃ یحب ان تبطل صلاۃ الکل لان التلقین من خارج اھ واقرہ فی النھر [1] واللہ تعالٰی اعلم۔	مصنف کے قول "بکل حال" سے مراد یہ ہے کہ خواہ امام نے اتنی قرات کرلی ہو جس سے نماز ہوجاتی ہے یا نہ کی ہو، وہ کسی دوسری آیت کی طرف منتقل ہوگیا یا نہ، خواہ لقمہ بار بار دیا گیا ہو یا نہ، اصح یہی ہے نھر۔ اس کا قول الا اذا سمعتہ المؤتم الخبحر میں قنیہ سے ہے کہ تمام کی نماز باطل ہوجانا ضروری ہے کیونکہ اس صورت میں خارج نماز شخص سے تلقین پائی گئی، اور اسے نھر میں چابت رکھا گیا، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۵۱۲: از ضلع سیونی چھپّرہ محلقاضی قریب مسجد حنفیّہ مرسلہ ظہور الحسن طالب علم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ تجوید سے پڑھنا فرض ہے کیونکہ قرآن کا صحیح طور سے پڑھنا فرض ہے، تو صحیح پڑھنا بغیر تجوید کے آہی نہیں سکتا تو اس وجہ سے تجوید بھی فرض ہے بتائیے کہ کون حق پر ہے؟ فقط محمد ظہور الحسن طالب علم

الجواب:

بلاشبہ اتنی تجوید جس سے تصحیح حرف ہو اور غلط خوانی سے بچے فرض عین ہے۔ بزازیہ وغیرہ مین ہے **اللحن حرام بلا خلاف** [2] (لحن بلاخلاف حرام ہے۔ ت) جو اسے بدعت کہتا ہے اگر جاہل ہے اسے سمجھا دیا جائے، اور دانستہ کہتا ہے تو کفر ہے فرض کو بدعت کہتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۵۱۳: جو شخص حافظ ہو قاری نہ ہو اعراب میں غلطی کرتا ہو یعنی زیر کا زبر جے سے **غیر المغضوب** کے غ پر زیر پڑھتا ہو اور ایّاك کے کاف پر زیر پڑھتا ہو نماز مکروہ تحریمی ہو سکتی ہے یا نہیں اور معنی بدلتے ہیں یا نہیں اور داڑھی بھی کترواتا ہے۔ اور مغرور و متکبّر جو جس ہو اپر کھڑا زیر جیسے ربّہٖ اس کو آیت پر وقف آجانے پر وقف کے وقت ربّہ پڑھے یا ربّہ۔

الجواب:

ایّاك نعبد و ایّاك نستعین میں اگر کاف کو زیر پڑھے گا معنی فاسد ہوں گے اور نماز

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۶۰

[2] فتاوٰی ہندیۃ بحوالہ بزازیۃ الباب الرابع فی الصلٰوۃ والتسبیح وقراءۃ القرآن الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۱۷

باطل، غیر المغضوب کے غ کو لوگ زیر پڑھتے بلکہ صحیح ادا پر قادر نہ ہونے کے سبب بُوئے کسرہ پیدا ہوتی ہے اور یہ مفسدِ نماز نہیں، داڑھی کتروانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اور مغرور متکبر اس سے بھی بدتر جبکہ وہ علی الاعلان تکبّر سے معروف و مشہور ہو۔ وقف کی حالت میں ربّہ پڑھا جائے گا اور ربّہٖ کوئی چیز نہیں، اور ربّہ میں سنّت یہ ہے کہ محض کسرہ نہ ہو بلکہ خفیف بوئے یا پیدا ہو نہ یہ کہ بالکل ہی اس کا فرق ادا زبان سے سُن کر معلوم ہو سکتا ہے تحریر میں آنے کا نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۵۱۴-۵۱۵: از شہر مسئولہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۵ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پارہ دوم ۲نواں رکوع تیسری آیت یعنی کَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً کو باظہار تنوین پڑھنا چاہیے یا وقف کے ساتھ یعنی واحدةً یا واحدہ

(۲) اوّل رکعت میں ایک بڑی آیت اور دوسری رکعت میں دو تین چار چھوٹی آیتیں پڑھ سکتے ہیں یا نہیں جیسے آیت مذکور کو پُوری اوّل رکعت میں پڑھا اور دوسرے میں اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ سے دو ۲ آیتیں وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ تک، تو جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:

دونوں صورتیں جائز ہیں یہاں علامت قف ہے اوت وصل اولٰی ہے۔

(۲) بے شک جائز بلا کراہت ہے اور یہ صورت خاصہ ان خاص آیتوں سے کہ سورۃ میں لکھی عین عدل ہے کہ یہ دو ۲ آیتیں اُس آیت کے تقریبًا بلکل مساوی ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۵۱۶: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مولوی احسان علی صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیافرماتی ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آیت مایجوز بہ صلٰوۃ کتنی مقدار ہے؟

الجواب:

وُہ آیت کہ چھ حرف سے کم نہ ہو اور بہت نے اُس کے ساتھ یہ بھی شرط لگائی کہ صرف ایک کلمہ کی نہ ہو توان کے نزدیک مُدْهَآمَّتٰنِ اگرچہ پُوری آیت اور چھ ۶ حرف سے زائد ہے جوازِ نماز کو کافی نہیں، اسی کو منیہ وظہیریہ وسراج وہاج وفتح القدیر وبحر الرائق ودر مختار وغیرہا میں اصح کہا اور امام اجل اسبیجابی وامام مالک العلماء ابو بکر مسعود کاشانی نے فرمایا کہ ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک صرف مدهآمّتٰن سے بھی نماز جائز ہے اور اس میں اصلاً ذکر خلاف نہ فرمایا دُر مختار میں ہے:

اقلها ستة احرف ولو تقدير اكلم يلد	اس آیت کے کم از کم چھ حروف ہوں اگرچہ وُہ

الا اذا کانت کلمة فالاصح عدم الصحة [1]۔	لفظًا نہ ہوں بلکہ تقدیرًا ہوں مثلًا لم یلد (کہ اصل میں لم یولد تھا) مگر اس صورت میں کہ جب وُہ آیت صرف ایک کلمہ پر مشتمل ہو تو اصح عدمِ صحتِ نماز ہے (ت)

ہندیہ میں ہے:

الاصح انه لا یجوز کذافی شرح المجمع لابن ملك وهکذا فی الظهیریة والسراج الوهاج وفتح القدیر [2]۔	اصح یہی ہے کہ اس سے نماز جائز نہیں شرح مجمع لابن مالک میں اسی طرح ہے۔ ظہیریہ، السراج، الوہاج اور فتح القدیر میں بھی یوں ہی ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

لو کانت کلمة اسمًا او حرفًا نحو مدهامتٰن ص ق ن فان هذه اٰیات عند بعض القراء اختلف فیه علی قوله والاصح انه لا یجوز لانه یسمی عادا لا قارئا [3]۔	اگر وُہ آیت ایک کلمہ پر مشتمل ہے خواہ اسم ہو یا حرف مثلًا مدهامتٰن، ص، ق، ن کیونکہ یہ بعض قراء کے نزدیک آیات ہیں ان کے قول پر اس میں اختلاف ہے اور اصح یہی ہے کہ یہ جوازِ نماز کے لئے کافی نہیں کیونکہ ایسے شخص کو قاری نہیں کہا جاتا بلکہ شمار کرنے والا کہا جاتا ہے۔ (ت)

بحر الرائق میں اسے ذکر کرکے فرمایا:

کذا ذکره الشارحون وهومسلم فی ص و نحو امافی مدها متٰن فذکر الاسبیجابی وصاحب البدائع انه یجوز علی قول ابی حنیفة من غیر ذکر خلاف بین المشائخ [4]۔	شارحین نے اسے یوں ہی بیان کیا ہے اور یہ بات ص وغیرہ میں تو مسلم مگر مدھامتٰن کے بارے میں اسبیجابی اور صاحبِ بدائع نے کہا کہ امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق یہ جوازِ نماز کے لئے کافی ہے اور انہوں نے مشائخ کے درمیان کسی اختلاف کا ذکر نہیں کیا۔ (ت)

بدائع میں ہے:

فی ظاهر الروایة قدر ادنی المفروض	ظاہر الروایہ کے مطابق فرض قرأۃ کی مقدار کم از کم

---

[1] در مختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الرابع فی صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶۹

[3] فتح القدیر شرح الہدایۃ، فصل فی القرأۃ، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر، ۱/۲۸۹

[4] البحر الرائق شرح کنزالد قائق فصل واذاارادالدخول فی الصلٰوۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۳۸

بالاٰیۃ التامۃ طویلۃ کانت اوقصیرۃ کقولہ تعالٰی مدھامّٰتن وماقالہ ابوحنیفۃ اقیس [1]۔	ایک مکمل آیت ہے وہ آیت لمبی ہو یا چھوٹی۔ جیسے اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے مدھامّٰتن اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی نے جو کچھ فرمایا ہے وہی زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ (ت)

اقول: اظہر یہی ہے مگر جبکہ ایک جماعت اُسے ترجیح دے رہی ہے تو احتراز ہی میں احتیاط ہے خصوصًا اس حالت میں کہ اس کی ضرورت نہ ہوگی مگر مثل فجر میں جبکہ وقت قدر واجب سے کم رہا ہو ایسے وقت ثم نظر کہ بالاجماع ہمارے امام کے نزدیک ادائے فرض کو کافی ہے مدھامّٰتن سے جلد ادا ہو جائے گا کہ اس میں حرف بھی زائد ہیں اور ایک مد متصل ہے جس کا ترک حرام ہے، ہاں جسے یہی یاد ہو اُس کے بارے میں وُہ کلام ہوگا اور احوط اعادہ۔ واللہ تعالٰی۔

مسئلہ نمبر ۵۱۷: مسئولہ احسان علی مظفرپوری طالب علم مدرسہ منظر الاسلام بریلی بتاریخ ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ آیت (ۘ ۙ) پر ٹھہرنا یا رکوع یا وقف کرنا کیسا ہے کیا قباحت ہے اگر جس آیت پر (لا) ہے اُس پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا نہیں، مثلًا اُوپر سے پڑھتا آیا اور صم بکم عمی فھم لا یرجعون پر رکوع کر دیا تو جائز ہے یا کچھ حرج بھی ہے؟

الجواب:

ہر آیت پر وقف مطلقًا بلا کراہت جائز بلکہ سنت سے مروی ہے، رہا رکوع اگر معنی تام ہو گئے جیسے آیت مذکورہ میں اس کے بعد دوسری مستقل تمثیل ارشاد ہے جب تو اصلًا حرج نہیں، اگر معنی بے آیت آئندہ کے ناتمام ہیں تو نہ چاہئے خصوصًا امثال فَوَیۡلٌ لِّلۡمُصَلِّیۡنَ ۙ﴿۴﴾ میں نہایت قبیح ہے اور ثُمَّ رَدَدۡنٰہُ اَسۡفَلَ سٰفِلِیۡنَ ۙ﴿۵﴾ میں قبیح اس سے کم ہے نماز بہر حال ہو جائے گی۔

مسئلہ نمبر ۵۱۸: ازمانیاوالا ڈاکخانہ قاسم پور گڑھی ضلع بجنور مرسلہ سیّد کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاوّل شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام نے پہلی رکعت میں قل اعوذ برب الناس پڑھی دوسری میں قل اعوذ برب الفلق پڑھی اور آخر میں سجدہ سہو کیا اس مسئلہ کا حکم بیان فرمائیے۔ بیّنوا توجروا

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی ارکان الصلوٰۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۱۲

الجواب:

اگر بھول کر ایسا کیا نماز میں حرج نہیں اور سجدہ سہو نہ چاہیۓ تھا اور قصدًا ایسا کیا تو گنا ہگار ہوگا نماز ہوگئی سجدہ سہو اب بھی نہ چاہیۓ تھا توبہ کرے، پہلی میں اگر سورہ ناس پڑھی تھی تو اُسے لازم تھا کہ دوسری میں بھی سورہ ناس ہی پڑھتا کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں ایک ہی سُورت پڑھنا خلافِ اولیٰ ہے اور ترتیب اُلٹا کر پڑھنا حرام۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۵۱۹: از بیکانیر مارواڑ محلّہ مہاوتان مرسلہ قاضی تمیز الدین صاحب ۹ ربیع الاوّل شریف ۱۳۳۸ھ

میں نے ایک معلم صاحب کی زبانی سنا ہے کہ نماز میں تین آیت شریف سے کم مضمون پڑھا جائے گا یعنی دو ۲ آیت شریف پڑھی جائے گی تو نماز نہیں ہوگی اگر غلطی سے پڑھی گئی تو نماز دہرانا چاہیۓ۔ ایک امام نے پہلی رکعت میں ایک رکوع پڑھا دوسری رکعت میں **وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ ۝٥١** تو قبلہ وکعبہ یہ دوسری رکعت میں جو پڑھا گیا وُہ میں نے لکھا ہے یہ صرف دو آیت شریف ہیں آیا نماز صحیح ہوگئی یا نہیں یا دُہرانا پڑے گی۔

بینوا توجروا

الجواب:

نماز مین ایک آیت پڑھنا فرض ہے مثلًا **الحمد للہ رب العٰلمین** اس کے ترک سے نماز نہ ہوگی اور پُوری سورہ فاتحہ اور اس کے بعد تین آیتیں چھوٹی چھوٹی یا ایک آیت تین چھوٹی آیتوں کے برابر ہو پڑھنا واجب ہے، اگر اس میں کمی کرے گا نماز تو ہوجائے گی یعنی فرض ادا ہوجائے گا مکروہ تحریمی ہوگی، بھول کر ہے تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور قصدًا ہے تو نماز پھیرنی واجب ہوگی، اور بلا عذر ہے تو گناہگار بھی ہوگا مثلًا تین آیتیں ہیں **ثُمَّ نَظَرَ ۝٢١ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ۝٢٢ ثُمَّ اَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ۝٢٣**[1] یا یہ **اَلرَّحْمٰنُ ۝١ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝٢ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝٣**[2] ظاہر ہے کہ وہ دو۲ آیتیں وان یکاد الذین کفروا بلکہ اس میں کی پہلی ہی آیت ان تین چھوٹی آیتوں سے بڑی ہے تو نماز مع واجب ادا ہوگئی دُہرانے کی حاجت نہیں **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۵۲۰: ۲۴ ربیع الاوّل شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

---

[1] القرآن ۷۴/ ۲۱، ۲۲، ۲۳

[2] القرآن ۵۵/ ۱

(۱) امام کو قرأت میں مغالطہ لگا اور امام ایک آیت کلاں یا ایک چھوٹی تین آیت سے زیادہ پڑھ چکا ہے باوجود اس کے کوئی مقتدی امام کو لقمہ دے اور بتادے تو امام کو لقمہ لینے یا مقتدی کو لقمہ دینے میں کوئی نماز میں فساد یا نقصان نہ آوے گا؟

(۲) امام کو تشابہ لگا اور اوپر کی دو ایک آیت کو لوٹایا اور دُہرایا تو اس صورت میں دُہرانے سے نماز میں کچھ خلل تو نہ آئے گا؟ اور آئے گا تو کیا سجدہ سہو کرنے سے جبر نقصان ہوجائیگا یا نہیں؟

الجواب:

کسی کے نماز میں صحیح بتانے سے کچھ فساد نہ آئے گا اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو دہرانے سے کچھ نقصان نہیں، ہاں اگر تین بار سبحان اللہ کہنے کی قدر چُپکا کھڑا رہا تو سجدہ سہو آتا **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ نمبر ۵۲۲: از ریاست رام پور دُکان مُلّا حمید محلّہ کنڈہ مرسلہ **محمد** اسدالحق صاحب ۱۳ رمضان ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ **قل ھو اللہ احد** میں دال پر تنوین ہے اس کو کسرہ دے کر مابعد سے وصل کرکے نماز میں پڑھے، ہوگئی یا نہیں؟ اور گناہ تو نہیں؟ ضروری ہے یا جائز یا منع؟

الجواب: نون تنوین کو کسرہ دے کر لام میں ملا کر پڑھنا جائز ہے کوئی حرج نہیں، نہ اس سے نماز میں کوئی خلل، اور یہاں وقف بھی ج کا ہے جو وصل کی اجزت دیتا ہے۔ **وھو اللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۲۳: از سرائے چھبیلہ ضلع بلند شہر مرسلہ راحت اللہ امام مسجد جامع ۱۹ رمضان ۱۲۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام قرأت میں **مما قالوا وکان عنداللہ وجیھا** کی جگہ **وکان** الخ پڑھ جائے تو نماز درست ہوگی یا نہیں مگر اوّل **مما قالو** پڑھا پھر خیال ہو کہ **کانوا** ہے۔

الجواب:

کہ نماز ہر طرح ہوگئی کہ فساد نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۲۴: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہاں راجکوٹ میں الرحمٰن پڑھتے ہیں اور ۲۰ رکعت تراویح سورۃ الرحمٰن میں ختم کرتے ہیں پہلی رکعت میں چار آیت اور دوسری میں دو آیت تو اس سے نماز فاسد ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

یو سولھویں رکعت میں یہ دونوں آیتیں واقع ہوں گی **فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِۙ﴿۴۷﴾ ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍۚ﴿۴۸﴾** بہتر یہ ہے کہ ان کے ساتھ ایک آیت اور ملائے جائے کہ ان میں صرف ستائیس حروف ہیں اور ردالمحتار میں

کم از کم تیس حرف درکار بتائے **وان کان فیه کلام بیناه علی ھامشه مع ان المروات فیھما ثلثون** (اگرچہ اس میں کلام ہے جیسے ہم نے حاشیہ ردالمحتار میں تحریر کیا گیا ہے علاوہ ازیں ان آیات میں مفردات تیس ۳۰ ہیں۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۲۵: از نوشہرہ تحصیل جامپور ضلع ڈیرہ غازنوں مرسلہ عبدالغفور صاحب ۱۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کی نمازِ ظہر و عصر میں جو قرات باجسر نہیں پڑھی جاتی باقی شام اور عشاء و فجر کی نماز میں بالجسر پڑھی جاتی ہے اس کی وجہ اور رموزات سے مطلع فرمایئے؟

الجواب:

یہ احکام ہیں بندے کو حکم ماننا چاہیئے حکمت کی تلاش ضرور نہیں۔ اس کے دو ۲ سبب بتائے جاتے ہیں ایک ظاہری کہ کفار قرآن عظیم سُن کر بیہودہ بکا کرتے تھے ظہر و عصر دونوں ان کی بیداری کے تھے اس لئے ان میں قرات خفی کوئی کہ وہ سُن کر کچھ بکیں نہیں، فجر و عشا کے وقت وہ سوئے ہوتے تھے اور مغرب کے وقت کھانے میں مشغول، لہٰذا ان میں قرات بالجسر ہوئی، مگر یہ سبب چنداں قوی نہیں۔ دوسرا سبب صحیح و قوی باطنی وہ ہے جو ہم نے اپنے رسالہ **انہار الانوار** میں ذکر کیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ نمبر ۵۲۶: از شہر کہنہ محلّہ کانکرٹولہ مسئولہ ننھے خان صاحب ۱۵ محرم ۱۳۳۹ھ

قرات کتنی فرض ہے اور واجب اور سنّت اور مستحب کہاں تک؟

الجواب:

قرات ایک آیت فرض ہے اور **الحمد** اور اس کے بعد اُس کے متصل ایک بڑی آیت یا تین آیتیں چھوٹی پڑھنا واجب، اور فجر و ظہر میں حجرات سے بروج تک دونوں رکعتوں میں دو ۲ سورتیں، اور عصر و عشاء میں بروج سے لم یکن تک، اور مغرب میں لم یکن سے ناس تک سنّت، یا ان کی مقدار دوسرے مقام سے، اور جماعت میں کوئی مریض یا ضعیف وغیرہ ایسا ہو کہ طویل سے مشقّت ہوگی تو اسکے حالت کی رعایت واجب اور نوافل میں جس قدر تطویل اپنے اوپر شاق نہ ہو مستحب ہے، **واللہ تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ نمبر ۵۲۷: از شہر محلّہ ملوکپور مسئولہ شفیق احمد خان صاحب ۲۶ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہر نماز میں کتنی مرتبہ اور کس کس مقام پر **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** پڑھنا چاہیئے؟

الجواب:

سورہ فاتحہ لے شروع میں **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** سنّت ہے اور اس کے بعد اگر کوئی

سورت اوّل سے پڑھے تو اس پر بسم اللہ کہنا مستحب ہے اور کچھ آیتیں کہیں اور سے پڑھے تو اس پر کہنا مستحب نہیں، اور قیام کے سوا رکوع و سجود و قعود کسی جگہ بسم اللہ پڑھنا جائز نہیں کہ وہ آیہ قرآنی ہے اور نماز میں قیام کے سوا کسی جگہ کوئی آیت پڑھنی ممنوع ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۵۲۸: از شہر محلّہ سوداگران مسئولہ مولوی احسان علی مرحوم کا طالب علم مدرسہ منظر الاسلام ۱۸ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اوّل رکعت میں ایک رکوع یا سورہ پڑھی دوسری رکعت میں اگر اس سے مقدم کی سورہ یا رکوع زبان پر سہواً جاری ہو جائے تو اس کو پڑھے یا مؤخر کی سورہ یا رکوع پڑھے اس کو چھوڑ کر، اگر پڑھ کر نماز تمام کر لی تو ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

زبان سے سہواً جس سورہ کا ایک کلمہ نکل گیا اسی کا پڑھنا لازم ہو گیا مقدم ہو خواہ مکرر، ہاں قصداً تبدیلِ ترتیب گناہ ہے اگرچہ نماز جب بھی ہو جائے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۵۲۹: از تحصیل اترولی ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد حسین محرر جوڈیشل ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ایک مسئلہ پر بحث درپیش ہے اور آپس میں مباحثہ لفظی ہو رہا ہے وہ یہ کہ امام نے بوقتِ نمازِ مغرب رکعت اوّل میں سورہ دھر قرأت کی اور اس قدر پڑھا اور سہوہ ہو گیا پھر رکوع کر دیا

وَ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِاٰنِیَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّ اَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِیْرَا۠ۙ﴿۱۵﴾ قَوَارِیْرَاۡ مِنْ فِضَّةٍ نشانی آیت پر حرف لا موجود ہے امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں اس قدر قرأت پڑھنے سے نماز ہو گی یا نہیں؟

الجواب:

نماز بے تکلف بلا کراہت ہو گئی، تین آیات کی قدر واجب ادا ہو جاتا ہے اور یہ تو پندرہ آیتیں ہو گئیں بلکہ مغرب میں اتنی تطویل مناسب بھی نہ تھی کہ اس میں قصار مفصل یعنی لم یکن سے آخر تک ہر رکعت میں ایک سورت پڑھنے کا حکم ہے یہ اُس سے زائد ہو گیا، تنویر و درمختار میں ہے:

یسن فی الحضر الامام ومنفرد طوال المفصل فی الفجر والظہر واوساطه فی العصر والعشاء و قصارہ فی المغرب ای فی کل	(مقیم ہونے کی صورت میں امام و منفرد دونوں کی) نمازِ فجر اور ظہر کی نماز میں طوال مفصل اور عصر و عشاء میں اوساط مفصل اور نمازِ مغرب میں قصار مفصل پڑھنا مسنون ہے یعنی ہر رکعت میں

رکعۃ سورۃ[1]۔	ایک سورۃ ان سورتوں میں سے جو مذکور ہوئےں پڑھے(ت)

دُرمختار میں ہے:

من الحجرات الی اٰخری البروج ومنھا الی اٰخر لم یکن اوساطہ وباقیہ قصارہ[2] واللہ تعالٰی اعلم۔	حجراتا(سے آخر بروج تک طوال مفصّل اور سورتوں کا بقیہ حصہ قصار مفصل کہلاتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۵۳۰: از محلّہ سوداگران مدرسہ منظر الاسلام ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو تین آیتوں کے بعد غلطی ہوئی معنٰی بگڑ گیا جبکہ سورہ یوسف شریف میں چار آیت بعد رَأَیْتُھُمْ کی جگہ رَأَیْتَھُمْ پڑھا اس حالت میں نماز ہو گئی یا نہیں؟

الجواب فسادِ معنی اگر ہزار آیت کے بعد ہو نماز جاتی رہے گی، مگر یہاں رایئتھم میں ت کا زبر پڑھنا مفسدِ نماز۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۵۳۱: ازہ.بروگ مسئولہ محمد علی ۶ رجب المرجب پنجشنبہ ۱۳۳۶ھ

قبلہ وکعبہ جناب مولوی صاحب دام اظلالکم، السلام علیکم بعد ادائے آداب دست بستہ تسلیمات گزارش خدمت میں یہ ہے کہ نمازِ ظہر وعصر کے وقت امام کے پیچھے مقتدی کو حسبِ معمول پڑھنا چاہئے یا سکوت واجب ہے؟

(۲) نمازِ مغرب وعشاء کے فرضوں کی ادائیگی میں مقتدی کو چاروں رکعتوں میں سکوت لازم ہے یا اوّل کی دو۲ میں اور آخری دو میں نہیں؟ بیّنوا توجروا

الجواب:

مطلقًا کسی نماز کی کسی رکعت میں مقتدی کو قرأت اصلًا جائز نہیں نہیں قطعًا خاموش کھڑا رہے، صرف سبحٰنك اللّٰھم شامل ہوتے وقت پڑھے جبکہ امام نے قرأت بجہر شروع نہ کی ہو۔ دُرمختار میں ہے:

المؤتم لا یقرأ مطلقا ولا الفاتحۃ فی	مقتدی مطلقاً قراءت نہ کرے نہ جہری نماز میں نہ

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۹/۱

[2] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۹/۱

السریۃ اتفاقاً بل یستمع اذاجھر وینصت اذا اسر[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	سری نماز میں، اور نہ ہی سری نماز میں فاتحہ بالاتفاق (یعنی اس پر ائمہ ثلثہ کا اتفاق ہے) بلکہ جب امام جہرًا پڑھے تو سُنے اور جب امام سِرًّا پڑھے تو مقتدی چُپ رہے۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۵۳۳، ۵۳۴: از ہزار ضلع بلذانہ اسٹیشن بسوہ متعلق ملکہ پور مسئولہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) آیت قرآن شریف کے ٹکڑے ٹکڑے کرکے نماز میں پڑھنے کے متعلق شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

(۲) سورہ یٰسٓ شریف میں سلم قول کی جگہ سلام قولا پڑھنا یا سلام پر آیت کرنا صحیح کس طرح پر ہے؟

الجواب:

(۱) سائل نے صاف بات نہ لکھی کہ ٹکڑے کرنے سے کیا مراد ہے، اگر آیت بڑی ہے اور ایک سانس میں نہیں پڑھ سکتا تو جہاں سانس ٹوٹ جائے مجبورًا وقف کرے گا موقع موقع پر ٹھہرتا ہوا چلا جائے گا، ہاں بلاضرورت بے موقع ٹھہرنا خلافِ سنت ہے، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) دونوں صحیح اور دونوں جائز ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۵۳۵: از جے پور بیرون اجمیری دروازہ مکان عبدالواحد خان مسئولہ حامد حسین قادری ۱۴ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ زید کا خیال ہے کہ عام لوگ تکبیر انتقال نماز میں اللہ اکبر کی را کو اس قدر کھینچتے ہیں کہ اُس کی وجہ سے نماز میں نقصان واقع ہوتا ہے اللہ اکبر کی را کو اس طرح خارج کرنا کہ عام لوگ بجائے ر کے دال محسوس کریں کیسا ہے؟

الجواب:

اکبر میں ر کو دپڑھنا مفسد نماز ہے کہ فسادِ معنی ہے، اور یہ بات کہ وہ ر پڑھتا اور سب سننے والے د سنتے ہیں بہت بعید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۵۳۶: از شہر ممباسہ ضلع مشرقی افریقہ دکان حاجی قاسم اینڈ سنز مسئولہ حاجی عبداللہ حاجی یعقوب ۲۶ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اول رکعت میں سورہ کُفرون پڑھی دوسری میں

---

[1] درمختار، فصل ویجہر الامام مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۱

کوثر کی ایک آیت پڑھی پھر اس کو چھوڑ کر اخلاص پڑھی، ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور نماز میں کچھ خلل واقع ہوگا یا نہیں **بینوا توجروا**

الجواب:

نماز تو ہوگئی مگر ایسا کرنا ناجائز تھا، جس سورت کا ایک لفظ زبان سے نکل جائے اُسی کا پڑھنا لازم ہوجاتا ہے خواہ وہ قبل ہو یا بعد کی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۳۷: ازمانا دوارہ کاٹھیاواڑ مرسلہ ماسٹر اسمٰعیل صاحب ۲ شوال ۱۳۳۹ھ

نماز مین قرآن شریف اس طرح پڑھنا کہ اول میں **الم ترا**، دوسری میں **قل ھواللہ**، تیسری میں **لا یلف**، چوتھی میں پھر **قل ھواللہ** مکرہ تنزیہی ہے یا نہیں حالانکہ لایلف اور پھر ترتیب وار بھی پڑھ سکتا ہے۔

الجواب:

نوافل میں مکروہ نہیں کہ اس کی ہر دو رکعت نماز علیحدہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۳۸: از دھمی پور ضلع بیھڑی مرسلہ مستقیم خان ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی حافظ مسجد میں تراویح میں کلام مجید صحیح پڑھتا ہو اور اچانک اس کے پیچھے دُوسرا کوئی حافظ اس کو بہکانے آجائے تو ایسا کرنا اور نماز میں آکر فساد ڈالنا جائز ہے یا ناجائز؟ **بینوا توجروا**۔

الجواب:

اگر فی الواقع اس نے دھوکا دینے اور نماز خراب کرنے کے لئے قصداً غلط بتایا تو سخت گناہِ عظیم میں مبتلا ہوا اور شرعاً سخت سزا کا مستحق ہے، ایسے لوگ مسجد میں آکر فساد ڈالیں اور ناجائز غل مچائیں اور بلاوجہ فوجداری پر آمادہ ہوں جیسا کہ سائل نے بیان کیا موذی ہیں اور موذی کی نسبت حکم ہے کہ اُسے مسجد میں نہ آنے دیا جائے **کما نص علیہ العلامۃ البدر العینی فی عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری وعنہ فی الدر المختار وغیرہ** (جیسا کہ علامہ بدرالدین عینی نے عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری میں تصریح کی ہے اور اس کے حوالے سے درمختار وغیرہ میں بھی مذکور ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۳۹: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چہ می فرمایند جوہر شناسان نکات فرقانی و دقیقہ رسان علم حبیب رحمانی اندریں باب کہ امام در قرأت نماز	قرآنی نکات اور حبیبِ خدا کے ارشادات عالیہ سے آگاہ وواقف اہلِ علم و دانش اس بارے میں

مغرب و خفتن وفجر وجمعه و عیدین در میان قرات سه آیة یازائد از سه آیة سهو کرد و مقتدی اورامیان نماز مذکوره بالا لقمه داد و مقتدی خود گرفت نماز امام و مقتدی درست شد یانه۔ بینوا توجروا	کیافرماتے ہیں کہ امام نمازِ مغرب، عشاء، فجر، جمعہ اور عیدین میں قراءت کرتے ہوئے تین آیات سے زائد پڑھ کر بھول گیا ایسی صورت میں مقتدی نے لقمہ دیا اور امام نے اس کا لقمہ قبول کرلیا تو امام اور مقتدی کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

صحیح است مطلقا در ہر نماز و بہر حال اگرچہ بعد سہ آیت باسد ہمیں است قول صحیح الدر المختار فتحه علی امامه لایفسد مطلقا بفاتح واٰخذ بکل حال[1] الخ فی ردالمحتار ای سواء قرأ الامام قدر مایجوز به الصلٰوۃ ام لا انتقل الی اٰیة اخری ام لا تکرر ام لاھو الاصح نھر[2] واللہ سبحٰنه تعالٰی اعلم۔	نماز مطلقاً درست ہے ہر نماز میں ہر حال میں رضی اللہ عنہ لقمہ اگرچہ وُہ تین آیات کے بعد ہو درست اور صحیح قول یہی ہے۔ دُرمختار میں ہے امام کو لقمہ دینے سے نماز فاسد نہیں ہوتی نہ لقمہ دینے والے کی اور نہ لینے والے کی ہر حال میں الخ ردالمحتار میں ہے خواہ امام نے اتنی قراءت کرلی ہو جس سے نماز ہوجاتی ہے یانہ کی ہو امام کسی اور آیت کی طرف منتقل ہوچکا ہو یانہ ہوا ہو، لقمہ بار بار ہو یانہ ہو، اصح یہی ہے نہر۔ واللہ سبحٰنه تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۵۴۰: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کا اناشانئك یابلہ، کولاہ یالھم کولاھم مغفرۃ باشباع فتحہ یا الحمد للہ الحمد لیله باشباع کسرہ یاقل کوقول باشباع ضمہ پڑھنا عمداً یا سہواً مفسد صلٰوۃ ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

عمداً گناہِ عظیم ہے اور سہواً معاف اور فسادِ نماز کسی حالت میں نہیں لان الاشباع لغة مرقوم من العرب کالاکتفاء عن المدۃ بالحرکة کما نص علیه فی الغنیة و غیرھما (کیونکہ اشباع عرب کی معروف لغت ہے جیسا کہ مدہ کی جگہ حرکت پر اکتفا کیا جاتا ہے غنیہ اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۹۰/۱

[2] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ ومایکرہ فیہا مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۶۰/۱

مسئلہ نمبر ۵۴۱: مسئولہ احمد شاہ صاحب از موضع نگریا سادات ضلع بریلی　　یکم ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

اگر امام نماز پڑھاتا ہو اور وُہ کسی صورت میں درمیان کے دو ایک لفظ چھوڑ گیا ہو تو وہ نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر ان کے ترک سے معنی نہ بگڑے تو صحیح ہوگی ورنہ نہیں، پھر اگر یہ سورۃ فاتحہ ہے تو اس میں مطلقاً کسی لفظ کے ترک سے سجدہ سہو واجب ہوگا جبکہ سہواً ہو ورنہ اعادہ۔ اور اور کسی صورت سے اگر لفظ یا الفاظ متروک ہوئے اور معنی فاسد نہ ہوئے اور تین آیت کی قدر پڑھ لیا گیا تو اس چھوٹ جانے میں کچھ حرج نہیں **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۴۲: مسئولہ مولوی عبدالجلیل صاحب متوطن بنگال　　۱۵ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے دو ۲ رکعت فجر کی فرض پڑھائی بعد الحمد شریف کے ضم سورت میں کسی لفظ کو تین مرتبہ تکرار کیا بوجہ مشتبہ ہونے کے، اب اس کی نماز شرعاً درست ہے یا نہیں؟ اگر اُس کا بقول شخصے اعادہ کیا جائے اگر لوگ آکر اقتدا کریں بعد والوں کی نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

لفظ کے تکرار سے نماز میں فساد نہیں آتا اعادہ میں جو نئے لوگ ملیں گے ان کی نماز نہ ہوگی لانھم مفترضون خلف متنفل (کیونکہ وہ نفل پڑھنے والے کے پیچھے فرض ادا کر رہا ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۴۳، ۵۵۴: از جنوبی افریقہ ٹرنسوال مقام کروگرس ڈروپ بکس نمبر ۳۳ مرسلہ ایم ایم داؤد احمد موسٰی جی سالوجی ۱۴ رمضان ۱۳۳۶ھ

اوّلاً تحریر حال ملک ٹرنسوال کرتاہُوں کہ اسئلہ ذیل کے جواب میں سہولت ہو یہاں پر حکومتِ کفار ہے اور یہاں کے باشندے بھی کفّار ہیں، ہاں کچھ لوگ مسلمان شافعی المذہب بھی ہیں باقی مسلمان انڈیا کے تاجر وغیرہ ہیں مگر مجموعہ مسلمان کفار کی نسبت بہت کم ہیں، گاؤں کا تو میں ذکر نہیں کرتا مگر اس ملک کے شہرں میں تخمیناً مفصلہ ذیل تعداد ہوگی کسی جگہ دس ۱۰ بیس ۲۰ کسی جگہ تیس ۳۰ چالیس ۴۰ کسی جگہ اسی ۸۰ سو ۱۰۰ سوائے ایک شہر کے میرے خیال کے موافق کہیں چارسو ۴۰۰ پانچ سو ۵۰۰ کا مجمع نہ ہوگا، مساجد کا یہ حال ہے کہ کہیں تو کرایہ میں مکان لیا ہوا ہے اور اُس میں نمازِ جمعہ و عید ادا کی جاتی ہے اور کسی جگہ مسجد ہے مگر بوجہ قلّت وہ بھی نہیں بھرتی البتہ ایک جگہ تین مسجدیں ہیں اور مسلمانوں کی جماعت بڑی ہے تخمیناً پانچ سو ۵۰۰ سے کم نہ ہوگی نماز جمعہ و عید سب جگہ ادا کی جاتی ہے عید کے موقع پر گاؤں کے مسلمانان وُہ شریک نماز ہو کر تعداد بڑھا دیتے ہیں میرے علم میں یہاں کبھی اسلامی حکومت نہیں ہوئی اور حکام کی طرف سے کوئی حکم شرعی یہاں جاری نہیں مگر نمازِ جمعہ و عید کو منع نہیں کرتے جس جگہ کے لئے یہ تحریر کی جاتی ہے وہ بھی شہر ہے اور ایک مسجد بھی ہے تعداد مسلمانان

ساٹھ ستّر سے زیادہ نہیں مسجد نہیں بھر سکتی مگر عید کے موقع پر گاؤں والے شریک ہوتے ہیں اور مسجد بھر جاتی ہے۔

(۱) جمعہ کی ادا کے لئے شہر شرط ہے یا نہیں؟

(۲) شہر کس کو کہتے ہیں اکبر مساجد کی تعریف روایت مذہب ہے یا نہیں؟

(۳) جب قدرت اجرائے حدود شرط ہے اور بالفعل ضرور نہیں تو توانی کی وجہ سے تعریف مذکور کو اختیار کرنا اور ظاہر مذہب کو ترک کرنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے؟

(۴) علمائے حنفیّہ کے اختلاف کی وجہ سے احتیاطی ظہر تجویز ہوئی مگر جہاں حنفی مذہب کے موافق تحقیق شروط نہ ہو اور دیگر مذاہب کے موافق ہو وہاں کیونکر جائز نہیں۔ خروج اختلاف کی علت دونوں جگہ موجود ہے اعنی وہاں بھی جمعہ اور احتیاطی ظہر پڑھ لینا چاہئے؟

(۵) کل موضع لہ امیر و قاض الخ (ہر وہ مقام جہاں کوئی ایسا امیر اور قاضی ہو الخ۔ت) سے استدلال عدم جواز جمعہ دار حرب پر ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(٦) کیفیتِ مذکور کی رو سے کہاں جمعہ جائز ہے اور کہاں نہیں؟

(۷) جہاں ناجائز ہے انھیں منع کیا جائے یا نہیں، اور ان کی ظہر کا کیا حکم ہے؟

(۸) جہاں بادشاہ مسلمان نہ ہو وہاں جمعہ کا کیا حکم ہے اور حکومت کفار میں جمعہ کیوں جائز ہے؟

(۹) یہ ملک دارِ حرب ہے یا نہیں؟

(۱۰) دارِ حرب کی کیا تعریف اور کس طور سے دارِ حرب دارِ اسلام بنتا ہے اور دارِ اسلام دارِ حرب بنتا ہے؟

(۱۱) جہاں شروطِ جمعہ نہ پائے جائیں وہاں عید کی نماز کا کیا حکم، اگر جائز نہیں تو پڑھ لینے سے کیا خرابی ہے اگر اپنے مذہب کے طور پر واجب نہیں تو دوسرے مذہب مثل شافعی رحمہ اللہ تعالٰی علیہ کے تو واجب ہے اور خروج عن الاختلاف ہوجائے گا؟

(۱۲) ہماری جگہ شہر گنا جاتا ہے اور ایک مسجد ہے مصلی باشندے اسے بھر نہیں سکتے، یہاں جمعہ کا کیا حکم ہے **بینوا توجروا**۔

الجواب:

جمعہ کے لئے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے اتفاق واجماع سے شہر شرط ہے شہر کی صحیح تعریف مذہب حنفی میں یہ ہے جو خود امامِ مذہب سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ارشاد فرمائی، وہ آبادی جس میں متعدد محلّے اور دوامی بازار ہوں اور وہ ضلع یا پرگنہ ہو اُس کے متعلق دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم با اختیار ایسا ہو کہ اپنی شوکت اور اپنے یا دوسرے کے علم کے ذریعہ سے مظلوم کا انصاف ظالم سے لے سکے۔

امام علاء الدین سمرقندی نے تحفۃ الفقہاء اور امام ملک العلماء ابوبکر مسعود نے بدائع میں اسی کی تصریح فرمائی۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

صرح فی تحفۃ الفقہاء عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ بلدۃ کبیرۃ فیہا سکک واسواق ولہارساتیق وفیہا والٍ یقدر علی انصاف المظلوم من الظالم بحشمۃ وعلمہ او علم غیرہ یرجع الناس الیہ فیما یقع من الحوادث و ھذا ھوالاصح[1]۔	تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے تصریح ہے کہ بڑے شہر سے مراد وہ آبادی ہے جس میں محلے اور بازار ہوں، اس کے متعلق کچھ دیہات ہوں، وہاں کوئی ایسا بااختیار شخص ہو جو اپنی حشمت اور علم یا دوسرے کے علم کے ذریعے مظلوم کو ظالم سے انصاف دلا سکے اور لوگ حوادثات کی صورت میں اس کی طرف رجوع کریں اور یہی اصح ہے۔ (ت)

کتبِ جلیلہ معتمدہ میں ظاہر الروایہ یعنی مذہب مہذب حنفی سے بالالفاظِ مختلفہ جتنی نقول ہیں سب کا مآل یہی ہے مثلاً ہدایہ ومتنِ کنز میں فرمایا:

ھو کل موضع لہ امیر وقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود[2]۔	ہر وہ مقام جہاں کوئی ایسا امیر یا قاضی ہو جو احکام نافذ کرسکے اور حدود کا اجرا کرسکے۔ (ت)

اس میں سکک واسواق ورساتیق کا ذکر نہیں اور عبارت آتیہ غیاثیہ میں بجائے سکک جماعات ہیں اور رساتیق مذکور نہیں، اُسی کی دوسری عبارت میں فتاوٰی سے رساتیق کا ذکر فرمایا سکک واسواق کو ترک کیا کہ

فی الفتاوی الوصلی الجمعۃ فی قریۃ بغیر مسجد جامع والقریۃ کبیرۃ لہا قری وفیہا وال وحاکم جازت الجمعۃ بنوا المسجد اولم یبنوہ وان کان بخلاف ذلك لایجوز وھذاقول ابی القاسم	فتاوٰی میں ہے اگر کسی نے قریہ میں بغیر جامع مسجد کے جمعہ پڑھا اور قریہ اتنا بڑا ہو جس کے کچھ دیہات ہوں اور اس میں کوئی حاکم ووالی بھی موجود ہو تو نمازِ جمعہ درست ہوگی خواہ وہ مسجد بنائیں یا نہ بنائیں، اور اگر اس کے خلاف ہو تو جمعہ درست نہ ہوگا یہ شیخ ابوالقاسم الصفار

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

[2] کنزالدقائق باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۴۷

الصفار و هذا اقرب الاقاویل الی الصواب ۔[1]	کے قول کے مطابق ہے اور تمام اقوال میں سے یہ رائے صواب کے زیادہ قریب ہے۔ (ت)

اور محصل ایک ہے کہ عادۃً والی و قاضی ایسی جگہ ہوتے ہیں جس میں آبادی کثیر ہو اور اسے تعدد محلّہ و وجود اسواق لازم اور ہر گاؤں میں نیا حاکم مقرر کرنا نہ معہود ہے نہ متیسر بلکہ گرد و پیش کے دیہات آبادی کبیر کے حاکم کے متعلق کردئے جاتے ہیں اسے ضلع یا کم از کم پرگنہ ہونا لازم، غنیہ میں ہے:

صاحب الهداية ترك ذكر السكك والرساتيق بناء علی الغالب اذالغاب ان الامير والقاضی شانه القدرة علی تنفيذ الاحكام واقامة الحدود لايكون الا فی بلد كذلك فالحاصل ان اصح الحدود ما ذكره فی التحفة لصدقة علی مكة والمدينة وانهما الاصل فی اعتبار المصرية ۔[2]	صاحبِ ہدایہ نے محلوں اور بازاروں کا ذکر اس لئے ترک کیا کہ غالب یہی ہے کہ ایسے حاکم اور قاضی جو احکام کا نفاذ اور حدود کا قیام کرسکتے ہیں وہ ایسے شہر میں ہی ہوتے ہیں جو بڑا ہو، حاصل یہ ہے کہ تحفہ میں بیان کردہ شہر کی تعریف اصح ہے کیونکہ وہ مکّہ اور مدینہ پر صادق آتی ہے اور شہر ہونے میں یہ دونوں اصل ہیں۔ (ت)

پھر ظاہر ہے کہ ان کتب میں تنفیذ و اقامت سے قدرت مراد ہے کہ حاکم کا خلافِ حکم حکم کرنا شہر کو شہر ہونے سے خارج نہیں کرتا و لہٰذا علامہ محقق ابراہیم حلبی نے اسی سے پہلے غنیہ میں فرمایا:

الحد الصحيح ما اختاره صاحب الهداية انه الذی له امير وقاض ينفذالاحكام ويقيم الحدود والمراد القدرة علی اقامة الحدود ماصرح به فی تحفة الفقهاء عن ابی حنيفة رضی الله تعالٰی عنه ۔[3]	صحیح تعریف وُہ ہے جسے صاحب ہدایہ نے اختیار کیا ہے وُہ یہ ہے کہ ایسا شہر ہو جس میں حاکم و قاضی ہو جو احکام کا نفاذ اور حدود کا قیام کرے اور اس سے مراد قیامِ حدود پر قدرت ہے جیسا کہ تحفۃ الفقہاء میں امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے منقول ہے (ت)

امام اکمل نے عنایہ میں فرمایا: **المراد بالامير وال يقدر علی انصاف المظلوم من الظالم**[4]۔ (امیر سے

---

[1] فتاوٰی غیاثیہ، باب الجمعۃ وشرائطہا، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۹

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۱

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

[4] العنایۃ مع فتح القدیر، باب صلوٰۃ الجمعۃ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر ۲/ ۲۴

ایسا والی مراد ہے جو ظالم سے مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو۔ ت) اسی طرح در مختار میں بلفظ یقدر تعبیر کیا اور خود نص امام مذہب سے اُس کی تصریح گزری۔ لہٰذا امام شمس الائمہ سرخسی نے مبسوط میں یوں تعبیر فرمایا:

ظاہر المذہب (عندنا) ان یکون فیہ سلطان وقاضی لاقامۃ الحدود وتنقیذ الاحکام[1]۔	(مصر جامع کی تعریف میں) ہمارے ہاں ظاہر مذہب کے مطابق وہاں اقامت حدود اوراحکام کے نفاذ کے لئے کسی حاکم یا قاضی کا ہونا ضروری ہے (ت)

پھر ہدایہ وغیرہا میں امیر وقاض اور مبسوط میں سلطان وقاضد ولفظ ہیں کہ عادۃ والی شہر اور ہوتا ہے اور وہ قاضی مقرر کرتا ہے اور مقصود فیصلہ مقدمات ہے ولہٰذا امام مذہب نے ذکر والی پر اقتصاد فرمایا اور وہی سلطان سے مراد اس پر اس حدیث سے استناد **اربع الی الولاۃ منہا الجمعۃ**[2] (چار چیزیں حکمرانوں کی ذمی داری ہے ان میں سے ایک جمعہ ہے۔ ت) جواہر خلاطی وغیرہ میں نائب والی بھی اضافہ فرمایا کہ **وفیہا وال اونائبہ یقدر علی انصاف المظلوم الی قولہ وھو الاصح**[3] (وہاں والی یا اس کا ایسا نائب ہو جو مظلوم کو انصاف دلانے پر قادر ہو، آگے چل کر فرمایا اور یہی اصح ہے۔ ت) اور علّامہ قاسم نے تصحیح القدوری پھر علامہ حصکفی میں در منتقی پھر علامہ شامی نے ردالمحتار میں کہا: **یکتفی بالقاضی عن الامیر**[4] (امیر کی جگہ قاضی ہی کافی ہے۔ ت) یہاں قاضی کے ساتھ مفتی کی شرط نہ کی کہ اُن زمانوں میں قاضی نہ ہوتے مگر علماء۔ ردالمحتار میں ہے:

لم یذکر المفتی اکتفاء بذکر القاضی لان اقضاء فی الصدر الاول کان وظیفۃ المجتہدین[5]۔	ذکر قاضی پر اکتفا کرتے ہوئے مفتی کا ذکر نہیں کیا کیونکہ صدر اول میں قضاء (فیصلہ کرنا) ائمہ مجتہدین کی ہی ذمہ داری ہوتی تھی۔ ت)

اور بعض نے شرطِ مفتی اضافہ کی۔ جامع الرموز میں ہے۔

ظاہر المذہب ان مافیہ جماعت الناس	ظاہر مذہب یہ ہے کہ شہر وہ جہاں کچھ محلے

---

[1] مبسوط سرخسی باب صلاۃ الجمعۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۳

[2] مبسوط سرخسی باب صلاۃ الجمعۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۵

[3] جواہر الاخلاطی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ غیر مطبوعہ نسخہ ص ۲۴

[4] ردالمحتار ، باب الجمعۃ، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۹۰ ردالمحتار ،

[5] ردالمحتار ، باب الجمعۃ، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۹۰

وجامع واسواق ومفت وسلطان اوقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام و قریب منه ما فی المضمرات وفیه انه الاصح[1]۔	جامع مسجد، بازار، مفتی، حاکم یا ایسا قاضی ہو جو حدود کا قیام اوراحکام کا نفاذ کرسکے۔ مضمرات کے الفاظ بھی اس کی تائید کرتے ہیں اوراسی میں ہے کہ یہی اصح ہے۔ (ت)

اکابر نے اس کی یہ توجیہ فرمائی کہ حاکم عالم نہ ہو تو عالم کا ہونا بھی لازم۔ غیاثیہ میں ہے۔

قال الشمس الائمة السرخسی ظاہر المذہب ان المصر الجامع مافیه جماعت الناس واسوق التجارات وسلطان اوقاض یقیم الحدود وینفذ الاحکام ای یقدر علی ذلك و یکون فیه مفت ان لم یکن القاضی او السلطان بنفسه مفتیا[2]۔	شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ ظاہر مذہب یہ ہے کہ جامع شہر وُہ ہوگا جس میں کچھ محلے ہوں اور بازارِ تجارت، سلطان یا قاضی جو حدود کو قائم اور احکام کو نافذ کرے یعنی اس میں ان کے قیام اور نفاذ کی قدرت ہو اور اگر قاضی یا سلطان خود مفتی نہ ہوں تو وہاں کسی نہ کسی مفتی کا ہونا بھی ضروری ہے (ت)

امام طاہر بخاری نے فرمایا:

قال امام السرخسی فی ظاہر المذہب عندنا ان یکون فیه سلطان وقاض لاقامة الحدود وتنفیذ الاحکام ویشترط المفتی اذالم یکن القاضی اوالو لی مفتیا[3]۔	امام سرخسی نے فرمایاہ کہ ظاہر مذہب میں ہمارے ہاں یہی ہے کہ وہاں اقامتِ حدود اور تنفیذِ احکام کے لئے قاضی یا سلطان کا ہونا ضروری ہے اور جب قاضی یا والی خود مفتی نہ ہو تو وہاں امام سرخسی نے مفتی کا ہونا شرط قرار دیا ہے (ت)

امام مذہب نے اس طرف خود ہی اشارہ فرمایا تھا کہ **لعلمه علم غیرہ** (وہ قاضی خود عالم ہو یا عالم اس کا معاون ہو۔ ت) فتح میں فرمایا:

اذ کان القاضی یفتی ویقیم الحدود اغنی عن التعدد[4]۔	جب قاضی خود فتوٰی دیتا ہواور حدود نافذ کرتا ہو تو وہاں الگ مفتی کا ہونا ضروری نہیں۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز فصل صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۲۶۲

[2] فتاوٰی غیاثیہ باب الجمعۃ وشرائطھا مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۳۸

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الثالث والعشرون فی صلاۃ الجعۃ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹۃ ۱/۲۰۷

[4] فتح القدیر، باب الصلوٰۃ المجعۃ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر ۲/۲۵

بالجملہ عبارات مختلف ہیں اور مقصود واحد۔ ان تمام عبارات اور ان کے امثال صدہا اور خود نص صریح امام مذہب سے جس طرح جمعہ کے لئے اشتراط مصر ظاہر یونہی احکام وو حدود مفتی کے الفاظ اور ان کی تفاریع مذکورہ کتب مذہب سے روشن کہ شہر سے یقیناً اسلامی شہر مراد ہے نہ یہ کہ مثلاً بت پرستوں کا کوئی شہر ہو بادشاہ بت پرست اور دس لاکھ کی ابادی سب بت پرست، چار پانچ مسلمان وہاں تاجرانہ جائیں اور پندرہ بیس دن ٹھہرنے کی نیت کریں اُن پر وہاں جمعہ قائم کرنا فرض ہوجائے گا جبکہ وہ بادشاہ مانع نہ آتا ہو ہرگز شرح مطہر سے اُس کا کوئی ثبوت نہیں عمومات قطعاً اجماعاً مخصوص ہیں اور ظاہر الروایہ و اصل مذہب کی تعریفات یقیناً اسلامی شہر سے خاص بلکہ وُہ ضعیف روایت نادرہ مرجوحہ مہورہ **مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ** (اس مقام کی سب سے بڑی مسجد وہاں مقیم لوگوں کے لئے ناکافی ہو۔ت) کہ محققین کے نزدیک اصلاً وجہ صحت نہی رکھتی اور بعذر توانی فی الحدود اس کے اختیار کی راہ اُسی ارادہ قدرت سے مسدود اور ظاہر الرایۃ و نص صریح امام اعظم مصح و مرجح کے ہوتے ہوئے روایت نوادر کی طرف رجوع بوجوہ ممنوع ومدفوع **کما حققنا کل ذلك فی فتاوٰئنا** (جیساکہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کردی ہے۔ت) اس سے زیادہ اُس کی غلطی کیا ہوگی کہ اس پر مکّہ معظّمہ و مدینہ طیبہ ہی گاؤں ہوجاتے ہیں اور اُن میں زمانہ اقدس سے آج تک جمعہ ناجائز و باطل قرار پاتا ہے، مجمع الانہر میں ہے:

قالو ان ھذاالحد غیر صحیح عند المحققین [1]۔	بلاشبہ یہ تعریف محققین کے نزدیک صحیح نہیں ہے۔(ت)

غنیہ میں ہے:

الفضل فی ذلك ان مكة والمدینةمصران تقام بھما الجمعة من زمنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم الی الیوم فكل موضع كان مثل احدھما فھو مصر وكل تفسیرلا یصدق علی احدھما فھو غیر معتبر حتی الذی اختارہ جماعة من المتأخرین حتی الذی اختارہ جماعة من المتاخرین وھو مالو اجتمع اھله فی اكبر مساجد لایستعھم فانه منقوض بھما اذ مسجد كل منھمایسع	اس میں تفصیل یوں ہے کہ مکّہ اور مدینہ دونوں شہر ایسے ہیں جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ظاہری حیات سے لے کر آج تک جمعہ ادا کیا جاتا رہا ہے تو جس جگہ اس طرح کے انتظامات ہوں گے وہ شہر ہے اور جو تعریف ان میں سے کسی ایک پر صادق نہیں آئے گی وہ معتبر نہیں ہوسکتی حتی کہ متاخرین کی ایک جماعت نے جو اختیار کیا ہے شہر کی تعریف یہ ہے کہ وہاں کے لوگ سب سے بڑی مسجد میں اگر جمع ہوں تو وہ مسجد لوگوں کے لئے کافی

---

[1] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الجمعۃ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ١٦٦/١

اھله وزیادة[1]۔	نہ ہو، یہ درست نہیں کیونکہ مکہ اور مدینہ دونوں کی مساجد وہاں کے لوگوں اور مزید دوسرے لوگوں کے لئے کافی ہیں (ت)

اسے ابن شجاع ثلجی نے امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ ہی سے روایت کیا، ہدایہ میں تعریف ظاہر الراویۃ بیان کرکے فرمایا:

ھذا عند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی وعنه انھم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجد ھم لم یسعھم والاول اختیار الکرخی وھو الظاھر والثانی اختیار الثلجی[2]۔	یہ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک ہے اور انہی سے مروی ہے کہ جب وہاں کے وہ لوگ جن پر جمعہ فرض ہے سب سے بڑی مسجد میں جمع ہوں تو وہ مسجد ناکافی ہو، پہلے قول کو امام کرخی نے پسند فرمایا اور یہی ظاہر ہے اور دوسرے امام ثلجی نے پسند فرمایا۔ (ت)

خود امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے الفاظ کہ امام ملک العلماء نے بدائع پھر امام ابن امیر الحاج نے حلیہ میں ذکر کئے یہ ہیں کہ فرمایا:

اذا اجتمع فی قریة من لا یسعھم مسجد واحد بنی لھم جامعا ونصب لھم من یصلی بھم الجمعة[3]۔	جب کسی قریہ کے لوگ ایک مسجد میں جمع ہوں اور وہ مسجد انکے لئے ناکافی ہو تو ان کے لئے جامع مسجد بنائی جائے اور وہاں کوئی ایسا شخص مقرر کیا جائے جو انھیں جمعہ پڑھائے۔ (ت)

بدیہی ہے کہ بنی او نصب کی ضمیریں سلطانِ اسلام کی طرف ہیں اور اسی پر وُہ حدیث ناطق جس سے طبقۃً فطبقۃً ہمارے ائمہ و علماء اسی باب شرائط جمعہ میں استدلال فرماتے رہے کہ لہ امام عادل او جائر (اس کے لئے امام عادل یا ظالم ہو۔ت) مبسوط امام سرخسی میں ہے:

لنا ماروینا من حدیث جابر رضی الله تعالٰی عنه وله امام جائر اوعادل فقد شرط رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم	ہماری دلیل وہ روایت ہے جو حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ اس کے لئے امام ظالم یا عادل کا ہونا ضروری ہے تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۰

[2] الہدایۃ باب صلوۃ الجمعۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۴۸

[3] بدائع الصنائع فصل فی بیان شرائط الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۲۵۹

الامام لا لالحاقه الوعيد بتارك الجمعة [1]۔	علیہ وسلم نے تارک جمعہ پر وعید لاحق ہونے کو امام کے ساتھ مشروط فرمایا ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

الحديث رواه ابن ماجة وغيره حيث شرط فى لزومها الامام كما يفيده قيد الجملة الواقعة حالا [2]۔	اس حدیث کو ابن ماجہ وغیرہ نے روایت کیا ہے اس میں جمعہ کے لزوم کے لئے امام کا ہونا شرط قرار دیا ہے جیسے کہ اس کا فائدہ بطور حال واقع ہونے والے جملہ کی قید سے حاصل ہو رہا ہے۔ (ت)

غرض بوجوہ ظاہر ہُوا کہ محلیت جمعہ کو اسلامی شہر ہونا لازم **ومن ادعی خلافه فعليه البيان** (اور جو شخص اس کے خلاف کا مدعی ہے اس پر دلیل کا لانا ضروری ہے۔ ت) شہر کی نسبت عرفاً بھی باعتبار آبادی ہوتی ہے یا بلحاظ سلطنت، مثلاً جس شہر کا میں نہ سیّد آباد ہیں نہ اُن میں سیّدوں کی عملداری ہے، یہ تھی اُسے سیدوں کا شہر نہیں کہہ سکتے، یونہی جبکہ وہاں عام آبادی کفار ہیں اور اسلامی سلطنت نہ اب ہے نہ کبھی تھی تو اگرچہ اس بنا پر حکام کی طرف سے مسلمانوں کو پناہ اور نماز وغیرہ کی اجازت ہے انھیں امان کے شہر کہیں مگر مسلمانوں کے شہر نہ کہلائیں گے تو اعم منتفی ہے چہ جائے اخص، لہٰذا محلِ جمعہ وعیدین نہیں ہو سکتے، عیدین کے لئے بھی سوائے خطبہ وہی شرائط ہیں جو جمعہ کے واسطے تنویر الابصار و در مختار باب العیدین میں ہے:

تجب صلاتهما على من تجب عليه الجمعة بشرائطها المقدمة سوى الخطبة [3]۔	عیدین کی نماز جمعہ کی سابقہ شرائط کے ساتھ سوائے خطبہ کے انہی لوگوں پر واجب ہے جن پر نمازِ جمعہ واجب ہے۔ (ت)

ہاں جہاں ثابت نہ ہو کہ پہلے کبھی اسلامی سلطنت تھی مسلمانوں کا آزاد خود مختار شہر تھا اور دونوں صورتوں میں غیر مسلم نے مسلط ہو کر شعائر اسلام بند نہ کئے وہ بدستور اسلامی شہر و ملک رہے گا جیسے تمام بلادِ ہندوستان، اور وہاں حسبِ سابق جمعہ فرض اور عیدین واجب رہیں گے لیکن جمعہ وعیدین کی اقامت کو یہ ضرور ہے کہ بادشاہ یا والی خود امامت فرمائے یا دوسرے کو ان نمازوں میں اپنا نائب ٹھہرا کر امام بنائے، جہاں یہ صورت میسر نہ رہے۔

---

[1] مبسوط سرخسی باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۲۵

[2] فتح القدیر، باب صلوٰۃ الجمعۃ، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکّھر، ۲/ ۲۷

[3] در مختار، باب العیدین، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۱۱۴

وہاں بضرورت مسلمان جمع ہو کر جسے ان تین نمازوں کا امام مقرر کرلیں گے پڑھائے گا اور یہ فرض وواجب ادا ہو جائے گا، متنِ کنز میں ہے: شرط ادائها السلطان ونائبه[1] (جمعہ کی ادائیگی کے لئے حاکم یا اس کے نائب کا ہونا شرط اور ضروری ہے۔ت) غنیہ میں ہے:

الشرط الثانی کون الامام فیها السلطان اومن اذن له السلطان[2]۔	دوسری شرط یہ ہے کہ جمعہ کا امام خود سلطان یا ایسا شخص ہو جسے سلطان نے اجازت دی ہو۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے:

اقامة الجمعة حق الخلیفة الا انه لم یقدر علی ذلك فی کل الامصار فیقیم غیره نیابة[3]۔	جمعہ کا قیام خلیفہ وقت کی ذمہ داری ہے چونکہ وہ تمام شہروں میں امامت پر قادر نہیں ہو سکتا لہٰذا اسکے حکم پر اسکا کوئی نہ کوئی نائب ہونا چاہئے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

ونصب العامة الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر. امامع عدمهم فیجوز للضرورة[4]۔	اشخاص مذکورہ کے ہوتے ہوئے عوام کا خطیب مقرر کرنا معتبر نہیں، ہاں اگر اشخاص مذکورہ (خلیفہ و قاضی یعنی سلطان یا قاضی) نہ ہوں تو ضرورتًا عوام کا خطیب مقرر کرلینا جائز ہوگا (ت)

جامع الفصولین میں ہے:

کل مصر فیه وال من مسلم من جهة الکفار تجوز فیه اقامة الجمع والاعیاد وامافی بلاد علیها ولاة کفار فیجوز للمسلمین اقامة الجمع والاعیاد[5]۔ (ملخصا)	ہر وہ شہر جہاں کافروں کی طرف سے مسلمان والی مقرر ہو وہاں جمعہ اور عیدین قائم کرنا جائز، رہا معاملہ ان شہروں کا جہاں کافر حاکم ہوں تو وہاں عامۃ المسلمین جمعہ اور عیدین کی نمازیں قائم کر سکتے ہیں۔ (ت)

ایسی ہی جگہ جہاں تحقیق بعض شرائط میں شبہہ ہو احتیاطی رکعتیں رکھی ہیں نہ بربنائے مراعات خلاف

---

[1] کنزالدقائق باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۸

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۳

[3] جامع الرموز، فصل صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۲۶۳

[4] درمختار، باب الجمعۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۱۱۰

[5] جامع الصفولین الفصل الاول فی القضاء الخ مطبوعہ اسلامی کتب خانہ علّامہ بنوری ٹاؤن کراچی ۱/ ۱۴

فی المذہب کافی ومحیط وعالمگیریہ میں ہے:

فی کل موضع وقع الشك فی جواز الجمعة لوقوع الشك فی المصر وغیرہ واقام اھله الجمعة ینبغی ان یصلوا بعد الجمعة اربع رکعات الخ۔[1]	ہر وہ مقام جہاں شہر وغیرہ کسی شرط کے ہونے میں شک کی بناء پر جوازِ جمعہ میں شک ہوا اور وہاں کے لوگ نمازِ جمعہ پڑھتے ہوں تو وہاں کے لوگوں کو چاہیئے کہ وُہ جمعہ کے بعد چار رکعت (بنیّتِ ظہر) ادا کریں الخ (ت)

فتح القدیر وبحر الرائق میں ہے:

قد وقع شك فی بعض قری مصر ممالیس فیها وال وقاض نازلان بهابل لها قاضی یسمی قاضی الناحیة وهو قاض یولی الکورة باصلها فیاتی القریة احیانا فیفصل ما اجتمع فیها من التعلقات وینصرف ووال کذلك هل هومصر نظراالی ان لها والیا وقاضیا اولا نظرا الی عدمهما بهاواذااشتبه علی الانسان ذلك ینبغی ان یصلی اربعا بعد الجمعة[2] الخ۔	شک واقع ہوا ہے مصر کے بعض علاقوں میں جہاں والی اور قاضی مستقل نہیں بلکہ ان کے لئے ایک عارضی قاضی ہو جسے "قاضی ناحیہ" کہا جاتا ہے یعنی وہ بالاصل ضلع کا قاضی ہے جو اس قریہ میں کبھی کبھی آتا ہے اور جمع شدہ معاملات کے فیصلے کرکے واپس چلا جاتا ہے اسی طرح کا والی ہے کیا انھیں شہر کہا جائے گا؟ اس بنا پر کہ انکا والی اور قاضی ہے یا شہر نہیں کہا جائیگا؟ اس بنا پر کہ وہ دونوں یہاں رہتے نہیں لہٰذا جب اس طرح کا کسی انسان پر اشتباہ پیدا ہو جائے تو اسے وہاں جمعہ کے روز چار رکعت (بنیت ظہر) ادا کرنی چاہئیں الخ (ت)

شہر میں متعدد جمعے ہوں اور سابق نامعلوم تو اس میں احتیاطی رکعات کا حکم جنھوں نے دیا وہ بھی مجرد رعایت خلاف کے لئے نہیں کہ ایک امر مستحب ہے بلکہ شدّت قوت خلاف کے باعث جس کے سبب براءۃ عہدہ بالیقین نہیں ان کے نزدیک یہاں احتیاط اسی معنی پر ہے۔ حلیہ میں ہے:

قد یقع الشك فی صحة الجمعة بسبب فقد شروطها ومن ذلک	بعض اوقات شرائطِ جمعہ نہ پائے جانے کی وجہ سے صحتِ جمعہ میں شک واقع ہوجاتا ہے ان میں یہ صورت

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشرفی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۴۵

[2] فتح القدیر باب صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر ۲/۲۵

ما اذا تعددت فی المصر الواحد وجهل اسبق او علمت المعية على القول بعدم جواز التعدد وهی واقعة اهل مَرَوْ فيفعل ما فعلوه قال المحسن امرتهم بأداء الاربع بعد الجمعة حتما احتیاطا[1]۔	بھی ہے کہ ایک شہر میں متعدد مقامات پر جمعہ ہوتا ہے اور سب سے پہلے ہونے والے سے آگاہی نہیں یا معیت کا علم ہے لیکن اس قول پر ہے جس میں متعدد مقامات پر جمعہ جائز نہیں اور اہل مرو کا معاملہ اسی طرح کا ہے پس آدمی انہی کی طرح کرے۔ محسن نے فرمایا کہ ایسی صورت میں جمعہ کے بعد چار رکعت کی ادائیگی انکے لئے احتیاطًا ضروری ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

امامن حیث جواز التعدد وعدمه فالاول هو الاحتیاط لان فيه قوى اذا الجمعة جامعة للجماعات ولم تكن فی زمن السلف تصلى الافی موضع واحد من المصر وكون الصحيح جوازالتعدد للضرورة للفتوى لايمنع شرعية الاحتیاط للتقوى[2]۔	رہا مسئلہ جواز تعداد اور عدم جواز تعدد کا تو پہلے قول میں احتیاط ہے کہ اس میں قوّت ہے کیونکہ جمعہ نام ہے تمام جماعتوں کے جمع کرنے کا، اور زمانہ اسلاف میں شہر میں فقط ایک ہی جگہ جمعہ ادا کیا جاتا رہا ہے ضرورت کے لئے متعدد جگہ جمعہ کے جواز پر فتوی کا صحیح ہونا اس بات سے مانع نہیں کہ تقوی کے پیش نظر شرعًا احتیاطًا چار رکعت کا ادا کرنا جائز نہ ہو۔ (ت)

منحۃ الخالق میں ہے:

هو مبنی علی ان ذلك الاحتیاط ای الخروج عن العهدة بيقين لتصريحه بأن العلة اختلاف العلماء فی جوازها اذا تعددت وفيه شبهة قوية[3]۔	وہ اسی احتیاط پر مبنی ہے یعنی آدمی کے ذمے سے فریضہ بالیقین ساقط ہوجائے کیونکہ ان کی تصریح ہے کہ اس کی علت متعدد مقامات پر جوازِ جمعہ میں علماء کا اختلاف ہے اور اس میں اشتباہ قوی ہے۔ (ت)

ظاہرًا عیدین کی نماز مذہبِ امام شافعی میں سرے سے واجب ہی نہیں نہ شہر نہ گاؤں میں اگرچہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۵۲

[3] منحۃ الخالق مع البحر الرائق باب صلاۃ الجمعۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۴۳

اسلامی ہو، ہاں سنّت ہے، اور غیر اسلامی آبادی اُن کے نزدیک بھی محلِ جمعہ وعیدین نہیں، اور سب سے قطع نظر ہو تو رعایت خلاف وہاں تک ہے کہ اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے نہ کہ فاسد وناجائز محض۔ ایک گناہ تو یہ ہوا، پھر جمعہ کہ صحیح نہیں نفل بتداعی ہوئے اور یہ بدعت ہے، پھر جہاں ظُہر فرض ہے اور جماعت واجب اگر جمعہ کے سبب ظہر اصلاً نہ پڑھیں تارک فرض ہوں، اور تنہا تنہا بلکہ بذریعہ رکعات احتیاطی پڑھیں تو ترک جماعت کے سبب تارک واجب کہ اول ہر بار اور ثانی بعد تکرار کبیرہ ہے۔ دُرمختار میں ہے:

یندب للمخرج عن الخلاف لکن بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذهبه[1]۔	اس طرح عمل کرنا خلاف نہ رہے مستحب ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہاں ایسی چیز کا ارتکاب لازم نہ آئے جواسکے مذہب میں مکروہ ہو۔ (ت)

بااین ہمہ اپنا یہ مسلک ہے کہ ایسی جگہ عوام جس طرح بھی اللہ اور رسول کا نام لیں روکا نہ جائے نہ خود شرکت کی جائے اگر عدمِ شرکت میں فتنہ نہ ہو ورنہ بہ نیتِ نفل مشارکت ممکن کہ اختار اھونھما (دونوں میں سے آسان کا اختیار رکھا گیا ہے۔ ت) درمختار میں ہے:

کرہ تحریما وکل مالایجوز مکروہ صلاۃ مع شروق الا العوام فلا یمنعون من فعلها لانهم یترکونها والاداء الجائز عند البعض اولی من الترک کما فی القنیۃ وغیرھا[2]۔	یہ مکروہ تحریمہ طلوع آفتاب کے وقت مطلق نماز اور ہر وہ عمل جو جائز نہیں وہ مکروہ ہے، مگر عوام لوگوں کو اس وقت نماز کی ادائیگی سے روکا نہ جائے کیونکہ وہ بکلی ہی ترک کردیں گے، اور اداء جائز بعض علماء کے نزدیک بالکل چھوڑ دینے سے بہتر ہے۔ جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وعزاہ صاحب المصفی الی الامام حمیدالدین عن شیخه الامام المحبوبی والی شمس الائمۃ الحلوانی وعزاہ فی القنیۃ الی الحلوانی والنسفی[3]۔	صاحب مصفی نے اس قول کی نسبت امام حمید الدین کی طرف کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے اسے اپنے استاد امام محبوبی کے حوالے سے بیان کیا اور شمس الائمہ حلوانی کی طرف بھی اسے منسوب کیا ہے اور قنیہ میں اسے حلوانی اور نسفی کی طرف منسوب کیا ہے۔ (ت)

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۷

[2] درمختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۶۱

[3] ردالمحتار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۷۳

نیز درمختار باب العیدین میں ہے:

لا یکبر فی طریقھا ولا یتنفل قبلھا مطلقا وکذا بعدھا فی مصلاھا فانہ مکروہ عندالعامۃ وھذا للخواص اما العوام فلا یمنعون من تکبیر ولا تنفل اصلالقلۃ رغبتھم فی الخیرات بحروفی ھامشہ بخط ثقۃ ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ رأی رجلا یصلی بعد العید فقیل اما تمنعہ یا امیرالمومنین فقال اخاف ان ادخل تحت الوعید قال اللہ تعالٰی ارأیت الذی ینھی عبدا اذاصلی[1]۔	نماز عید کے لئے عیدگاہ کو جاتے ہوئے راستے میں تکبیرات نہ کہے اوراس سے پہلے نفل نہ پڑھے کیونکہ یہ اکثر علماء کے نزدیک مکروہ ہیں اور یہ معاملہ خواص کا ہے، رہا عوام کا معاملہ تو انھیں نہ تکبیر سے روکا جائے اور نہ ہی نفل پڑھنے سے کیونکہ بھلائی میں ان کی رغبت بہت کم ہوتی ہے بحر اور اسکے حاشیہ میں ثقہ تحریر میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کو عید کے بعد نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا آپ سے عرض کیا گیا اے امیر المومنین! اسے آپ منع کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے فرمایا: مجھے خوف آتا ہے کہ کہیں میں اللہ تعالٰی کی بیان کردہ اس وعید کے تحت داخل نہ ہوجاؤں ارشاد باری تعالٰی ہے:۔ کیا آپ نے اس کو نہیں دیکھا جو بندے کو نماز سے منع کرتا ہے۔ (ت)

دارِ حرب حکومت اسلام سے دارالاسلام ہوجاتی ہے اور عیاذًا باللہ عکس کے لئے فقط حکومت کفر کافی نہیں بلکہ شرط ہے کہ وہ جگہ کسی طرف دارالحرب سے متصل ہو اور کوئی مسلم ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور شعائر اسلام اُس سے بالکل بند کردیے جائیں والعیاذ باللہ تعالٰی جب شعائر اسلام سے کچھ بھی باقی ہے بدستور دارالاسلام رہے گی۔ تنویر میں ہے:

لا تصیر دارالاسلام دارحرب الا باجراء احکام الشرک وباتصالھا بدارالحرب وبان لایبقی فیھا مسلم او ذمی بالامان الاول ودارالحرب تصیر دارالاسلام باجراء احکام اھل الاسلام فیھا وان بقی فیھا کافر اصلی وان لم تتصل بدارالاسلام[2]۔	دارالاسلام اس وقت دارالحرب بنتا ہے جب وہاں احکامِ شرک جاری ہوں (یعنی معاذاللہ وہاں شعائر اسلام بالکل ختم کردیے جائیں) اور وہ جگہ کسی طرف سے دارالحرب سے متصل ہو اور وہاں کوئی مسلمان اور ذمی پہلے امان پر نہ رہے اور دارالحرب اس وقت دارالاسلام بنتا ہے جب وہاں احکامِ اسلام جاری ہوں اگرچہ وہاں کافراصلی موجود ہوں اور اگرچہ وہ کسی طرف سے دارالاسلام کے ساتھ متصل بھی نہ ہو۔ (ت)

---

[1] درمختار شرح تنویر الابصار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۱۴

[2] درمختار شرح تنویر الابصار فصل فی استیمان الکافر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۴۷

جامع الرموز میں ہے:

لا خلاف ان دارالحرب یصیر دارالاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیھا واما صیر ورتھا دارالحرب نعوذ باللّٰه منه فعندہ بشروط احدھا اجراء احکام الکفر اشتھارا بان یحکم الحاکم بحکمھم ولا یرجعون الی قضاۃ المسلمین کمافی الخیرۃ والثانی الاتصال بدار الحرب والثالث زوال الامان الاول وقال شیخ الاسلام والامام الاسبیجابی ان الدار محکومة بدارالاسلام ببقاء حکم واحد فیھا کما فی العمادی وغیرہ[1]۔	اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ بعض احکامِ اسلامی کے اجراء سے دارالحرب دارالاسلام بن جاتا ہے لیکن دارالاسلام کا نعوذ باللہ دارالحرب بننے کے لئے امام صاحب کے ہاں کچھ شرائط ہیں، ان میں سے ایک یہ ہے کہ احکامِ کفر اعلانیہ جاری ہوں مثلاً حاکم کفر کے مطابق فیصلہ کرے اور لوگ مسلمان قاضیوں سے رجوع نہ کر سکیں جیسا کہ خیرۃ میں ہے، دوسری یہ کہ وہ جگہ دارالحرب کے ساتھ متصل ہو، تیسری یہ کہ پہلی امان ختم ہوجائے، شیخ الاسلام اور امام اسبیجابی کہتے ہیں اگر وہاں ایک حکم بھی اسلام کا باقی ہے تو اسے دارالاسلام ہی کہا جائے گا جیسا کہ عمادی وغیرہ میں ہے۔ (ت)

طحطاوی علی الدر میں ہے:

ذکر الاستروشنی فی فصوله عن ابی الیسر ان دارالاسلام لا تصیردارالحرب مالم یبطل جمیع مابه صارت دارالاسلام، ذکرہ فی احکام المرتدین وذکر الاسبیجابی فی مبسوطه ان دارالاسلام محکوم بکونھا دارالاسلام فیبقی ھذاالحکم ببقاء حکم واحد فیھا ولا تصیر دارحرب الا بعد زوال القرائن ودارالحرب تصیر دارالاسلام بزوال بعض القرائن وھو ان	شیخ استروشنی نے اپنی فصول میں شیخ ابوالیسر سے بیان کیا ہے کہ دارالاسلام اس وقت تک دارالحرب نہیں بن سکتا جب تک وہ تمام احکام باطل نہ ہو جائیں جن کی وجہ سے وُہ دارالاسلام بنا تھا اس کو احکامِ مرتدین میں ذکر کیا ہے۔ اور اسبیجابی نے اپنی مبسوط میں ذکر کیا ہے کہ دارالاسلام اس وقت تک دارالاسلام ہی رہے گا جب تک اس میں کوئی ایک حکمِ اسلام موجود ہو اور تمام قرائن اور شعائر کے زوال کے بعد ہی دارالحرب بنے گا لیکن دارالحرب بعض قرائن کے زوال سے دارالاسلام بن جاتا ہے وہ اس طرح کہ

---

[1] جامع الرموز کتاب الجہاد مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۵۶

تجری فیھا احکام اھل الاسلام وذکر اللامشی فی واقعاتہ انھا صارت دارالسلام بھذہ الاعلام الثلثة فلا تصیردارحرب مابقی شیئ منھا وذکرالامام ناصرالدین فی المنشور ان دارالحرب صارت دارالاسلام باجراء احکام الاسلام فما بقیت علقة من علائق الاسلام یترجح جانب الاسلام[1] انتھی وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم۔	اس میں بعض احکامِ اسلامی کا اجرا ہو جائے، اور لامشی نے واقعات میں ذکر کیا ہے کہ ان تین علامات کے پائے جانے پر وُہ دارالاسلام بن جاتا ہے لیکن وہ دارالحرب اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک ان میں سے ایک کا وجود وہاں باقی رہے اور امام ناصر الدین نے منشور میں کہا ہے کہ احکامِ اسلامی کے اجرا سے وہ دارالاسلام بن جاتا ہے اور جب تک قرائنِ اسلام میں سے کوئی ایک پایا جائے تو جانب اسلام کو ہی ترجیح ہوگی انتہی اور تمام تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۵۵۵: از قلعہ چھرہ ضلع علی گڑھ مسئولہ مقبول احمد صاحب ۴رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ صاحب نے نماز میں پڑھا ورحمة للمؤمنین ولایزید نون کو ساکن پڑھااور سانس توڑ دی پُورا وقف کیا یہ خیال تھا کہ یہاں آیت ہے پھر اپنے کئے پر اصرار کیا، دوسرے صاحب نے کہا یہاں لا ہے وصل ضرور تھا حافظ صاحب نے خیال نہ کیا انھوں نے نماز کا اعادہ کیا حافظ صاحب نے کہا اعادہ درست نہیں گو عمداً غلط پڑھا لیکن معنی میں کچھ فساد نہیں ہوا نماز صحیح ہے انھوں نے کہا عمداً کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن کو جان کر غلط پڑھو یہ تو سخت گناہ ہوگا، حافظ نے کہا گناہ ہوگا لیکن نماز صحیح ہے ارشاد فرمایئے کہ اعادہ درست ہوا یا وہی نماز صحیح ہے جس کتاب سے سند ہو اُس کا پورا پتہ تحریر ہو۔ بینوا توجروا۔

الجواب:

وقف ووصل میں اتباع بہتر ہے مگر اس کے نہ کرنے سے نماز میں اصلاً کچھ خلل نہیں آتا خصوصًا ایسی جگہ کہ کلام تام ہے قصدًا وقف میں بھی حرج نہیں اعادہ محض بے معنی تھا ہاں قصد مخالفت البتہ گناہ بلکہ بعض صورتوں میں سب سے سخت تر حکم کا مستوجب ہوگا مگر وہ مسلمان سے متوقع نہیں، عالمگیریہ میں ہے:

اذوقف فی غیر موضع الوقف اوابتداء فی غیر موضع الابتداء ان لم	جب ایسی جگہ وقف کی جگہ تھی یا وہاں سے شروع کیا جو شروع کا مقام نہ تھا، اگر معنی میں

---

[1] حاشیة الطحطاوی علی الدر المختار فصل فی استیمان الکافر مطبوعہ دارالمعرفة بیروت ۲/۴۶۱

یتغیر به المعنی تغیرا فاحشا نحوان یقرأ ان الذین اٰمنو وعملوالصلحت ووقف ثمّ ابتدأ بقوله اولئك هم خیر البریة لاتفسد بالاجماع بین علمائنا هکذا فی المحیط[1] والله تعالٰی اعلم۔	فحش تبدیلی نہیں آئی مثلًا ان الذین اٰمنو وعملوا الصّٰلحٰت پڑھ کر وقف کیا پھر اولئك الخ (سے ابتداء کی تو ہمارے علماء کا اتفاق ہے کہ نماز فاسد نہ ہوگی، محیط میں اسی طرح ہے۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۵۵۶، ۵۵۷: از ککرالہ ضلع بدایوں مرسلہ یٰسین خان ۷ ذی الحجہ ۱۳۳۶ھ

(۱) درمیان میں ایک سُورت ترک کرنے سے نماز میں کچھ حرج ہے یا نہیں؟

(۲) امام نے آٹھ دس آیتیں پڑھ کر ایک یا دو آیتیں ترک کرکے پھر قرات شروع کی اور دس۱۰ بارہ۱۲ آیتیں پڑھ کر رکوع کیا نماز میں کچھ حرج ہوا؟

الجواب:

(۱) چھوٹی سورت بیچ میں چھوڑنا مکروہ ہے جیسے اذا جاء کے بعد قل هو الله اور بڑی سورت ہو تو حرج نہیں جیسے والتین کے بعد انّا انزلنا۔ والله تعالٰی اعلم۔

(۲) اس سے نماز میں حرج نہیں جبکہ سہوًا ہو اور قصدًا دو ایک آیت بیچ میں چھوڑ دینا مکروہ ہے، والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۵۵۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نماز فرض میں تین آیت کے بعد لقمہ دینا چاہئے یا نہیں؟ اور تراویح نماز ایک مسجد میں دو۲ مصلّے جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:

امام جہاں غلطی کرے مقتدی کو جائز ہے کہ اُسے لقمہ دے اگرچہ ہزار آیتیں پڑھ چکا ہو، یہی صحیح ہے، ردالمحتار میں ہے: الفتح علی امامه غیر منهی عنه بحر[2] (اپنے امام کو لقمہ دینا منع نہیں، بحر۔ ت) اُسی میں ہے:

سواء قرأالامام قدر مایجوزبه الصلٰوة ام لا انتقل الی اٰیة اخری ام لا تکرر الفتح ام لا هو الاصح نهر[3]۔	خواہ امام نے اتنی قرات کرلی ہو جو نماز کے لئے کافی تھی یا نہ کی ہو، خواہ وُہ دوسری آیۃ کی طرف منتقل ہوگیا یا نہ ہوا ہو، لقمہ بار بار دیا ہو یا ایک ہی بار دیا ہو اصح یہی ہے نہر۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الخامس فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۱

[2] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۹۰

[3] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۹۰

تراویح کی دو یازائد جماعتیں ایک مسجد میں ایک وقت میں جبکہ ایک کی آواز سے دوسرے کو اشتباہ نہ ہو، دُور دُور فاصلے پر ہوں جیسی مکّہ معظمہ مسجد الحرام شریف میں ہوتی ہیں جائز ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے نماز میں آخر سورہ بقرہ پڑھا اور بجائے **ربنا لا تواخذنا**، **ربنا ولا تواخذنا** یعنی بازدیاد حرف واؤ سہواً پڑھ گیا تو نماز اس کی ہوئی یا نہیں؟

الجواب:

ہوئی **لانھا لم توثر خللا فی المعنی** (کیونکہ اس سے معنی میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۶۰: امام نے **غیر المغضوب** پڑھا اور **علیھم** از راہِ سہو چھوٹ گیا نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟

الجواب:

نماز صحیح ہو گئی فرض اُتر گیا **لصحۃ المعنی فان حذف امثال الصلات شائع کثیرا ومنہ المغفور بمعنی المغفور لہ کما فی ط بل رأیتہ فی حدیث عن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ** (معنی درست ہونے کی وجہ سے، کیونکہ صلہ کا حذف مشہور و کثیر ہے، اسی طرح لفظ مغفور ہے اصلاً مغفور لہ ہے جیسا کہ ط میں ہے بلکہ میں نے اس حدیث میں بھی دیکھا ہے جو سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔ ت) مگر واجب کہ قرأت سورہ فاتحہ بتمامہا تھی اس کی ادا میں قصور ہوا سجدہ سہو چاہیے تھا اگر نہ کیا اعادہ نماز چاہیے۔ ردالمحتار میں علّامہ رحمتی سے ہے:

بترک شیئ منہا ایۃ او اقل ولو حرفا لا یکون اٰتیا بِکُلِّہا الذی ہو الواجب۔[1]	فاتحہ سے کوئی آیت چھوٹ گئی یا اس سے کم اگرچہ ایک حرف ہو تو ایسے شخص کو تمام فاتحہ (جو واجب تھی) کا پڑھنے والا قرار نہیں دیا جاسکتا۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۵۶۱، ۵۶۲: ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس ۱ لفظ کے بارے میں اگر **یرزقکم** کو **یرزکم** پڑھا جائے تو کیا خرابی اور کس قسم کا گناہگار ہوگام خطبہ اولٰی میں لکھا ہے **یرزقکم** اور قاری صاحب پڑھتے ہیں **یرزکم** اسلئے میں غلطی پکڑا ہوں اس میں اگر میرا قصور ہو تو میں تسلیم کروں اور قاری صاحب کی غلطی ہو تو ان پر کیا؟ ۲ لفظ **فاطمۃ الزھراء** مد چار الف ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی ۱/ ۳۳۸

قاری صاحب نے بے مد کے ادا کیا، کیا یہ لفظ خطا ہے؟ اس کے اول لفظ شدائد میں چار الف اس نے دراز نہیں کیا اس میں کیا ہے؟

الجواب:

اگر[۱] خطبہ میں اس نے **یرزقکم** کی جگہ **یرزکم** بلا تشدید کاف پڑھا تو ضرور غلط پڑھا اور گرفت صحیح ہے مگر خطبہ میں ایسی غلطی کا اثر نماز پر نہیں پڑتا نماز ہوجائے گی اور یرزکم بہ تشدید کاف پڑھا تو غلطی بھی نہیں **کقولہ تعالٰی** اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ مِّنۡ مَّآءٍ مَّهِيۡنٍ ﴿۲۰﴾ **واللہ تعالٰی اعلم۔** [۲] یہ مد متصل ہے اور متصل واجب ہے تلاوت میں اس کا ترک حرام ہے کما نص علیہ فی ردالمحتار جیسے کہ ردالمحتار میں اس پر تصریح ہے۔ت) مگر خطبہ کا حکم تلاوت کا سا نہیں ہوسکتا وہ ایک بات چیت ہے کہ امام مقتدیوں سے کرتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۶۳ : از جوناگڑھ سرکل مدار المہام مرسلہ مولوی امیر الدین صاحب ۲۰ رجب ۱۳۱۶ھ

ایک مسجد کا امام آیہ **اذا نودی للصّلٰوۃ من یوم الجمعۃ** کو **جموعۃ** مع الواؤ صاف پڑھتا ہے اور **فی لیلۃ القدر** کو **پی لیلۃ الکھدر** صاف پڑھتا ہے اب نماز ہوئی یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو امام بنانا چاہئے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

یہ سوال دو مسئلوں پر مشتمل ہے:

مسئلہ اولٰی: اشباع حرکات کہ اُن سے حروف پیدا ہوجائیں مثلاً فتحہ سے الف، ضمہ سے واو، کسرہ سے یاء۔ اس میں متاخرین سے روایات مختلف ہیں۔ عین الائمہ کرابیسی وجاراللہ زمحشری نے کہا اگر **والصلوات** کی جگہ **واصلاوات** پڑھا نماز فاسد نہ ہوگی۔ عین الائمہ نے کہا **نؤمن** کو **نؤمین** پڑھنے میں فساد نہیں۔ زمحشری نے کہا **ھدیت** کو **ھادیت** پڑھنا مفسد نہیں، اور انھیں عین الائمہ نے کہا **لم یلد** کو **لم یالد** پڑھا تو اعادہ نماز احوط ہے، انہیں نے کہا اگر **نشکرك** یا **نکفرك** یا **نترك** میں اشباع کرکے **نشکروك، نکفروك، نتروك** پڑھا نماز کا اعادہ کرے۔ قنیہ میں ہے:

عك وجاراللہ والصلاوات لاتفسدعك ولو قرأنستعینك اونؤمین بك لا تفسدجاراللہ لوقرأ فی من ھادیت لاتفسدلانہ اشباع للفتحۃ عك فی الاخلاص لم یالد فالاعادۃ احوط وفی	عین الائمہ کرابیسی اور جاراللہ زمحشری نے کہا کہ اگر کسی نے **والصلوات** کی جگہ **والصلاوات** پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی، عین الائمہ نے کہا اگر کسی نے **نستعینك** اور **نؤمین بك** پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جاراللہ نے کہا اگر **ھدیت** کو **ھادیت** پڑھا تو اس میں نماز فاسد

قوله نشكروك ونكفروك ونتروك يعيد[1] انتهى مختصرا	نہ ہوگی کیونکہ اس میں حرکت فتحہ کا اشباع ہے۔ عین الائمہ نے کہا اگر کسی نے سورہ اخلاص میں لم یالد پڑھا تو اعادہ نماز احوط ہے اور اگر کوئی نشکروک، نکفروک اور نتروک پڑھے تو وہ اعادہ کرے انتہی مختصرا (ت)

اور ہمارے ائمہ متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قضیہ مذہب پر تفصیل ہے اگر وُہ محل محل اشباع ہے جیسے مقاماتِ وقف مثلاً نعبدُ کی جگہ نعبد، (اگرچہ وہاں وقف نہ ہو جیسے اللہ اکبر میں اللہ، باشباعِ ھاکہ وقف ووصل کی تبدیلی اصلاً مفسد نہیں کما فی الهندية والدر المختار وغيرهما (جیسا کہ ہندیہ، دُرمختار اور دیگر کتب میں ہے۔ت) یا فیہ، عنہ، منہ، یدخلہ، تشکروہ وانُہمیں اشباع ھا تو قطعاً مفسد نہیں ورنہ اگر اشباع سے معنی بتغیر فاحش متغیر ہوجائیں جیسے ربّنا کی جگہ رابّنا یا اللہ اکبر میں کلمہ جلالت کے عوض اللہ اکبر کی جگہ اٰکبر یا قول اصح میں اکبار یا کلمہ مہمل ہوجائے جیسے بجائے نعبد ناعبود یا الحمد کی جگہ الحامد بسکون میم تو فساد ہے ورنہ نہیں، خانیہ میں ہے:

لو قرأ أياك نعبد واشبع ضم الدال حتى يصير واوًا لم تفسد صلاته[2]۔	اگر کسی نے ایاک نعبد کو اس طرح پڑھا کہ ضمہ دال میں اشباع کیا حتی کہ وہ واؤ ہوگیا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی۔ (ت)

وجیز کردری میں ہے:

لوزاد حرفا لايغير المعنى لاتفسد عندهما وعن الثاني روايتان كما لوقرأ وانهى عن المنكر بزيادة الياء أو انارادوه واليك بزيادة واو أو رودوها علىّ بزيادة الواو أو يتعد حدوده يدخله نارًا وان غير افسد الخ[3]۔	اگر کسی حرف کا اضافہ کردیا مگر معنی نہ بدلا تو صاحبین کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی اور دوسرے (یعنی امام ابویوسف) سے دو۲ روایتیں ہیں جیسا کہ کسی نے وانه عن المنكر کو وانهى عن المنكر الف کی زیادتی کے ساتھ یا انا رادوه اليك میں واؤ کی زیادتی کے ساتھ یا رودھا علیّ میں واؤ کی زیادتی کے ساتھ یا يتعد حدوده يدخله ونارًا میں یدخله کی ہ کے بعد واؤ یتعدی کو یٔ پڑھا اور اگر معنی بدل جائے تو نماز فاسد ہوجائے گی الخ (ت)

---

[1] قنیۃ، فتاوٰی قنیۃ باب فی الحذف والزیادۃ المطبعۃ المشتہرہ بالمھانیدۃ ص ۶۳

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قرأۃ القرآن خطاء الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۶۸

[3] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الھندیۃ الثانی عشر فی زلۃ القاری مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۴۵

دُرمختار میں ہے:

كبر بالحذف اذمد احدالهمزتين مفسدو تعمده كفر وكذا الباء فى الاصح[1]۔	شروع میں اللہ اکبر کہے ہمزوں کوحذف کرنے کے ساتھ (یعنی بڑھا کر لمبا کرکے نہ پڑھے) کیونکہ دونوں ہمزوں میں سے کسی ایک کو لمبا کرنا نماز کو فاسد کردیتا ہے اور اگر عمداً لمبا کرتا ہے تو کفر ہے، اوراصح قول کے مطابق اکبر میں باء کو کرنا بھی مفسد نماز ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المد فى الله فان كان فى اوله لم يصربه شارعاوافسد الصلٰوة لوفى اثنائها وان فى وسطه كره وفى اخره فهوخطأ ولا يفسد ايضا والمد فى اكبر فى اوله مفسد فى وسطه افسد وقال الصدر الشهيد يصح وفى اٰخر قد قيل يفسد كذا فى الحليه ملخصا اقول وينبغى الفساد بمدالهاء لانه يصير جمع لاه كما صرح به بعض الشافعية تامل[2] اهمافى ردالمحتار ملخصا۔ ورأيتنى كتبت على قوله قد قيل يفسد مانصه: **اقول:** لايظهر الفراق بين	لفظ اللہ میں مد کا معاملہ یُوں ہے کہ اگر اول میں ہو تو اس سے نماز شروع کرنے والا نہ ہوگا اور وہ نماز کو فاسد کردے گا اگر ایسا دورانِ نماز ہو، اور اگر مد لفظ اللہ کے درمیان میں ہو تو مکروہ ہے اور لفظ اللہ کے آخر میں ہو تو وہ خطا ہے اور نماز کو بھی فاسد نہیں کرتا، اگر مد لفظِ اکبر میں ہو اگر مد ابتداء میں ہو تو نماز فاسد، اور اگر وسط میں ہو تو وہ نماز کو فاسد کردے گا۔ اور صدر الشہید کہتے ہیں کہ نماز صحیح ہوگی اگر مد آخر میں ہو تو کہا گیا ہے کہ نماز فاسد کردے گا کذافی الحلیۃ تلخیصًا، میں کہتا ہوں ہاء کی مد سے بھی فسادِ نماز ہونا چاہئے کیونکہ اس صورت میں وہ لاہ کی جمع ہوجاتا ہے جیسے کہ اس پر بعض شوافع نے تصریح کی ہے اچھی طرح غور کرو اھ یہ ردالمحتار کی عبارت کا خلاصہ ہے مجھے یاد آرہا ہے کہ میں نے اس کی عبارت قد قیل یفسد پر یہ حاشیہ لکھا ہے الفاظ یہ ہیں: **اقول:** (میں کہتا ہوں) اکبر کی راء کی

---

[1] درمختار فصل واذاارادالشروع فی الصلٰوۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۷۴/۱

[2] ردالمحتار فصل واذاارادالشروع فی الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۳۵۴/۱

مدالراء من اکبر والهاء من الجلالة وقد قال فی البحر عن المبسوط لومدهاء الله فهوخطأ لغة وکذالومدراءه[1] اھ۔ **اقول:** ویؤیده مایاتی فی الدرمن المفسدات عن البزازیة شرعا ان القراءة بالالحان تفسد ان غیر المعنی والالا اھ وکتبت علی قوله تأمل مانصه فانه خلاف المنقول عندناکما علمت وغایته ان یکون مترددا بین الاشباع وهو غیر مفسد للمعنی کما قدمنا عن الخانیة وبین جمع اللاهی و هو مغیر وبالاحتمال لم یثبت التغیر کما تدل علیه فروع جمة لاتکاد تحصی وسیصرح به المحشی فی المفسدات[2]، حیث یقول عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم تیقن الخطا[3] اھ فالوجه ماهوالمنقول۔	مد اور اسم جلالت کی ہا میں مد کے درمیان کوئی فرق ظاہر نہیں ہورہا۔ بحر میں مبسوط کے حوالے سے ہے اگر لفظ اللہ کی ھا میں مد کی تو یہ لغۃً غلط ہے، اگر اکبر کی را میں مد کی تو اس کا معاملہ بھی یوں ہی ہے اھ۔ **اقول:** (میں کہتاہوں) شرعی طورپر اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے جو بزازیہ کے حوالے سے دُرمختار میں نماز کے مفسدات میں آرہاہے کہ الحان کے ساتھ قرات نماز کو فاسد کردیتی ہے اگر معنی میں تبدیلی آجائے ورنہ نہیں اھ اور میں نے ان کے لفظ "تامل" پر یہ حاشیہ لکھا جس کے الفاظ یہ ہیں یہ ہمارے نزدیک خلاف منقول ہے جیساکہ آپ جان چکے زیادہ سے زیادہ اس میں تردّد پیدا ہوتا ہے درمیان اشباع کے، اور اشباع کی صورت میں معنی میں فساد پیدا نہیں ہوتا جیساکہ ہم خانیہ کے حوالے سے بیان کرچکے ہیں اور درمیان لاھی کی جمع کے، اور وہ مغیرالمعنی ہے، مگر محض احتمال کے ساتھ تبدیلی ثابت نہیں ہوجاتی جیساکہ اس پر بے شمار جزئیات دال ہیں اور عنقریب محشی آگے مفسداتِ نماز میں اس بات کی تصریح کررہے ہیں، عبارت یہ ہے احتمال کے وقت فسادِ نماز نہ ہوگا کیونکہ غلطی کا یقین نہیں اھ پس بہتر وہی ہے جو منقول ہے۔

اُس میں ہے:

---

[1] جدالممتار فصل اذاارادالشروع المجمع الاسلامی مبارک پور ۱/۳۳۸

[2] جدالممتار فصل اذاارادالشروع المجمع الاسلامی مبارک پور ۱/۳۳۸

[3] ردالمحتار فصل واذاارادالشروع فی الصلوٰۃ مصطفی البابی مصر ۱/۳۶۸

قوله بالالحان ای بالنغمات وحاصلها کما فی الفتح اشباع الحرکات لمراعات النغم (قوله ان غیرالمعنی) کما لو قرأ ألحمد لله رب العلمین واشبع الحرکات حتی اتی بواوبعد الدال وبیاء بعد اللام والهاء وبألف بعد الراء ومثله قول المبلغ رابنالك الحامد بالالف بعد الراء لان الراب هو زوج الام کمافی الصحاح والقاموس[1] اھ۔ **اقول:** ذکر اتیان الواو بعد الدال والیاء بعد الهاء وقع فی غیرموقعه لما علمت انهما محل الاشباع. ولا یتغیر فیه المعنی وانما مشی المحشی رحمة الله تعالٰی علی ماظن سابقا فی اشباع هاء الجلالة وقد علمت انه خلاف المقصود۔	اس کی عبارت بالحان سے مراد نغمات ہیں اور فتح کے مطابق اس کا حاصل یہ ہے " نغمہ کی رعایت کرتے ہوئے حرکات میں اشباع پیدا کرنا" اور اس کی عبارت "ان غیرالمعنی" سے مراد یہ ہے جیسا کہ کسی نے الحمد لله رب العلمین پڑھتے ہوئے حرکات میں اتنا اشباع کیا کہ دال کے بعد واو، لام اور ہاکے بعد یا اور راء کے بعد الف بڑھا دیا اسی طرح کسی مبلغ (آواز پہنچانے والے) نے رابنالک الحامد پڑھا یعنی راکے آگے الف بڑھا دیا کیوں کہ راب کا معنی ماں کے شوہر کے ہیں، جیسا کہ صحاح اور قاموس میں ہے اھ (ت) **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہاں دال کے بعد واؤ اور ھا کے بعد یا کا تذکرہ اس محل ومقام کے مناسب نہیں کیونکہ ان دونوں حرفوں میں اشباع ہے مگر معنی تبدیل نہیں ہوتا۔ محشی رحمہ الله تعالٰی اپنے سابقہ گمان پر چلے ہیں جو انھیں اسم جلالت کی ہاء کے بارے میں ہوا تھا اور آپ نے جان لیا کہ یہ خلاف مقصود ہے (ت)

مختار محققین قول ائمہ متقدمین ہے کما بینه فی الغنیه (جیسا کہ غنیہ میں بیان کیا ہے۔ ت) اور ظاہر الفظ جموعۃ شق ثانی سے ہے کہ اس کے معنی معلوم نہیں والله تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ثانیہ: حروف کو کچّی زبان سے ادا کرنا یہ اگر ایسی جگہ ہو کہ فسادِ معنی لازم نہ آئے جیسے لا تقھر کی جگہ لا تکھر تو امام اعظم وامام محمد کے نزدیک مطلقاً مفسد نہیں ورنہ معتمد ائمہ مذہب، مطلقاً فساد ہے اور پ یا چ یا گ بولنے میں فساد اظہر کہ یہ حروف کلام اللہ تو کلام اللہ، کلام عرب ہی میں نہیں۔ قنیہ میں:

سألت استاذنا برهان الائمة المطرزی عمن قرأفی صلاته کلمة فیها جیم بالچیم	میں نے اپنے استاذ برہان الائمہ المطرزی سے اس شخص کے بارے میں پُوچھا جو نماز میں جیم کی جگہ چ یا

---

[1] ردالمحتار باب یفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی ۱/۴۶۸

اوالباء پاء ھل تفسد فتأمل فیہ کثیرا ثم تقرر رأیہ علی انہ لحن مفسد قلت ینبغی ان لاتفسد علی ما اختارہ المتأخرون انہ اذا تقارب المخرج لا یکون لحنا مفسدا[1] الخ ملخصا۔	باء کی جگہ پاء پڑھتا ہے کیا اس کی نماز فاسد ہوگی یا نہیں؟ انھوں نے بڑے غور و فکر کے بعد اپنی اس پختہ رائے کا اظہار کیا کہ یہ لحن ہے جو مفسد نماز ہے، میں کہتا ہوں اس صورت میں نماز فاسد نہیں ہونی چاہئے جیسا کہ متاخرین نے اس بنا پر سے اختیار کیا ہے کہ جب مخارج قریب ہوں تو لحن مفسد نہیں ہوتا الخ تلخیصات (ت)

یہ مسئلہ مسئلہ الثغ ہے اور اس کی تفصیل و تحقیق ہمارے فتاوی میں ہے اور عامہ ائمہ کا مفتی بہ یہی ہے اس کی امامت صحیح نہیں اور نماز اُس کے پیچھے فاسد ہے۔

فی الخیریۃ امامۃ الالثغ بالفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح[2]۔	فتاوی خیریہ میں ہے کہ الثغ (توتلا) کا صحیح پڑھنے والے کا امام ہونا راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے۔ (یعنی درست نہیں)۔ (ت)

تو پی لیلۃ الکھدر پڑھنے والے کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل ہے اور اسے امام کرنا حرام، ھذا جملۃ الکلام وللتفصیل غیر ذلک من المقام (یہ خلاصہ کلام ہے اور تفصیل کے لئے اس کے علاوہ مقام ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

---

[1] قنیہ فتاوٰی قنیۃ باب زلۃ القاری المطبعۃ المشتہرہ بالمہانندیۃ ص ۶۲

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ بیروت ۱/۱۰

باب الامامۃ

(امامت کا بیان)

مسئلہ نمبر ۵۶۴: اگر امام رفع یدین کرتا ہے اور آمین پکارتا ہے اور سب مقتدی حنفی المذہب ہیں کہ آمین بالجہر اور رفع یدین نہیں کرتے اور مقتدی اس کی امامت سے پناہ مانگتے ہیں مگر وہ نماز جبراً پڑھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اس فعل کو ہرگز نہیں چھوڑوں گا خواہ میرے پیچھے کوئی نماز نہ پڑھے اور وہ علم بھی رکھتا ہے پس ایسے امام کے واسطے کیا حکم ہے اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ کیا حکم شرع شریف دیتی ہے؟

الجواب:

ان بلاد میں آمین بالجہر ورفع یدین والے غیر مقلدین ہیں اور غیر مقلدین گمراہ بددین اور ان کے پیچھے نماز ناجائز، **کما حققنا فی النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید** (اس کی پُوری تحقیق ہم نے اپنے رسالے **النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید** میں کی ہے۔ت) (جو آگے آرہا ہے) اور اگر بالفرض کوئی سُنّی صحیح العقیدہ شافعی مذہب بھی آگیا ہو تو اسے ہرگز حلال نہیں کہ کراہت جمیع جماعت و نفرت جملہ مقتدیان کے ساتھ بالجبر اُن کی امامت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے بالشت بھر اُوپر نہیں اُٹھتی یعنی مردود ہے قبول بارگاہ کی طرف بلند نہیں کی جاتی **واحد منھم من ام قوماوھم لہ کارھون**[1] اُن میں ایک وہ ہے جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ ناراض ہوں ___ (دوسرا غلام ہے جو اپنے آقا سے بھاگ جائے، تیسری وہ عورت ہے جو رات اس طرح گزارے کہ اس کا شوہر اس پر غضبناک رہے۔

مسئلہ نمبر ۵۶۵: ایک شخص حافظ قرآن ہے مگر آدھا کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتا ہے اور خود ولی بن کر عورتوں مردوں کو نصف

---

[1] المصنّف لعبدالرزاق باب الآبق من سیّدہ مطبوعہ المجلس العلمی بیروت ۱۱/ ۲۴۷

کلمہ پڑھاتا ہے اور **محمد رسول اللہ** بظاہر اس کی زبان سے نہیں سُنا جاتا اور وُہ امامت بھی کرتا ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز امّت محمدیہ حنفیّہ علٰی صاحبہا الصلٰوۃ والسلام کی درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

صوفیہ کرام نے تصفیہ قلب کے لئے ذکر شریف لا الٰہ الا اللہ رکھا ہے کہ تصفیہ حرارت پہنچانے سے ہوتا ہے اور کلمہ طیّبہ کا یہ جز گرم وجلالی ہے اور دوسرا جز کریم سرد خنک جمالی ہے، اگر ایسے ہی موقع پر صرف لاالٰہ الا اللہ کی تلقین کرتا ہے تو کچھ حرج نہیں اور اگر خود کلمہ طیبہ پڑھنے میں صرف لاالٰہ الا اللہ کافی سمجھتا ہے اور محمد رسول اللہ سے احتراز کرتا ہے تو اس کی امامت ناجائز ہے کہ یہ ذکر پاک محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے معاذ اللہ بے پرواہی پر دلیل ہے اور اگر واقعی اسے محمد رسول اللہ کہنے سے انکار ہے یا یہ ذکر کریم اُسے مکروہ و ناگوار ہے تو صریح کافر و مستوجب تخلید فی النار، **والعیاذ باللہ تعالٰی، واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۵۶۶: ۴ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اگر امام نماز پڑھائے جماعت کی اور اللہ آواز سے کہے اور اکبر نہ کہے کہ کسی مقتدی کو نہ سنائی دے جائز ہے یا ناجائز؟

الجواب:

اللہ اکبر پورا باآواز کہنا مسنون ہے سنّت ترک ہوئی نماز میں کراہت تنزیہی آئی مگر نماز ہو گئی، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۶۷: از ورڈ ضلع نینی تال ڈاک خانہ کچھا مرسلہ عبدالعزیز خان ۴ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے رباعی نماز سے ایک رکعت آخری پائی اور وُہ شخص قعدہ اولٰی کے واسطے دُوسری رکعت میں قعدہ کرے گا، یا اس کو چاہئے کہ دوسری میں قعدہ کرے یا تیسری میں اور اگر تیسری میں قعدہ اولٰی کیا تو اُس پر سجدہ سہو آئے گا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

قول ارجح میں اسے یہی چاہئے کہ سلام امام کے بعد ایک ہی رکعت پڑھ کر قعدہ اولٰی کرے پھر دوسری بلا قعدہ پڑھ کر تیسری پر قعدہ اخیرہ کرے، دُرمختار میں ہے:

یقضی اول صلاتہ فی حق قرأۃ واٰخرھا فی حق تشھد فمدرك رکعۃ من غیر فجر یاتی	مسبوق قرات کے باب میں اپنی نماز کا اوّل اور تشہد کے باب میں اپنی نماز کا آخر پڑھے (یعنی فوت شدہ نماز کو قرات کے حق میں شروع نماز سمجھے اور تشہد کے

برکعتین بفاتحة وسورة وتشهد بینهما وبرابعة الرباعی بفاتحة فقط ولایقعد قبلها[1]۔	حق میں امام کے ساتھ پڑھی ہوئی کو بھی ملائے) پس نمازِ فجر کے علاوہ ایک رکعت پانے والا دو رکعت میں فاتحہ اور سورت دونوں پڑھے اور انکے درمیان تشہد بیٹھے اور چار رکعتوں والی نماز کی چوتھی رکعت میں صرف فاتحہ پڑھے اور چوتھی رکعت سے پہلے تشہد نہ بیٹھے۔ (ت)

مگر اس کا عکس بھی کیا کہ دو۲ پڑھ کر بیٹھا پہلی پر قعدہ نہ کیا پھر تیسری پر قعدہ اخیرہ کیا تو یوں بھی نماز جائز ہوگی سجدہ سہو لازم نہ آئے گا۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی شرح المنیة ولو لم یقعد جاز استحسانا لاقیاسا ولم یلزمه سجود السهو لکون الرکعة اولٰی من وجه[2]۔	شرح المنیہ میں ہے کہ اگر وہ پہلی رکعت پر قعدہ نہ بیٹھا تو استحسانًا جائز ہے قیاسًا نہیں اور چونکہ یہ من وجہ پہلی رکعت ہے لہٰذا اس پر سجدہ سہو لازم نہ ہوگا۔ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں۔ ت) یہ فیصلہ بعینہا فتوٰی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ ہے **کما ذکرہ محرر المذہب محمد رحمہ اللہ تعالٰی** (جیسا کہ محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے ذکر کیا ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۶۸: ۱۷ جمادی الاولٰی ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک اندھا ہے لیکن حافظ قرآن اور قاری ہے اور مسائل روزہ و نماز سے بھی اچھی طرح واقف ہے اور نیز آیاتِ قرآن مجید کا ترجمہ کر سکتا ہے اور بہت سی حدیثیں بھی جانتا ہے اور اس لیاقت کا کوئی شخص اس محلّہ میں نہیں ہے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

ہر جماعت میں سب سے زیادہ مستحقِ امامت وہی ہے جو اُن سب سے زیادہ مسائل نماز وطہارت جانتا ہے اگرچہ اور مسائل میں بہ نسبت دوسروں کے علم کم ہو مگر شرط یہ ہے کہ حروف اتنے صحیح ادا کرے کہ نماز میں فساد نہ آنے پائے اور فاسق وبدمذہب نہ ہو، جو شخص ان صفات کا جامع ہو اس کی امامت افضل، اگرچہ

---

[1] دُرمختار، باب الامۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۸۶/۱

[2] ردالمحتار باب الامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴۴۱/۱

اندھا ہو کہ زیادتِ علم کے باعث کراہت نابینائی زائل ہو جاتی ہے، ہاں فاسق وبدمذہب کی امامت بہر حال مکروہ اگرچہ سب حاضرین سے زیادہ علم رکھتے ہوں۔ یوں ہی حرف ایسے غلط ادا کئے کہ نماز گئی تو امامت جائز ہی نہیں اگرچہ عالم ہی ہو۔ درمختار میں ہے:

الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوٰۃ فقط صحۃ وفسادا بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ[1] اھ ملخصا	امامتِ نماز کے زیادہ لائق وہ شخص ہے جو فقط احکامِ نماز مثلاً صحت وفساد نماز سے متعلق مسائل سے زیادہ آگاہ ہو بشرطیکہ وُہ ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہو اھ تلخیصًا (ت)

کافی میں ہے:

الاعلم بالسنۃ اولی الا ان یطعن علیہ فی دینہ[2]۔	جو شخص سنّت سے زیادہ واقف ہو وہ امامت کے لئے سب سے بہتر ہوتا ہے، مگر اس صورت میں نہیں جب اس کے دین پر اعتراض ہو۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

قید کراھۃ امامۃ الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی[3]۔	محیط وغیرہ میں تصحیح امامت اعمٰی کی کراہت اس بات سے مقید کی ہے کہ جب وہ قوم سے افضل نہ ہو، اگر وہ افضل ہو تو اس کا امام بننا بہتر ہے (ت)

ردالمحتار میں ہے:

اما الفاسق فقد عللوا کراھۃ تقدیمہ بانہ لایھتم لامردینہ، وبان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا ولا یخفی انہ اذاکان اعلم من غیرہ لاتزول العلۃ فانہ لایؤمن ان یصلی بھم	فاسق کی امامت کے مکروہ ہونے کی فقہاء نے یہ علّت بیان کی ہے کہ وہ اپنے دین کی تعظیم واہتمام نہیں کرتا اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ امامت کے لئے اس کی تقدیم میں تعظیم ہوگی حالانکہ شرعًا لوگوں پر اسکی اہانت کا حکم ہے۔ واضح رہے کہ جب فاسق دوسروں سے زیادہ

---

[1] دُرمختار، باب الامامۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۸۲/۱

[2] کافی

[3] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۸/۱

بغیر طهارة فهو کالمبتدع تکره امامته بکل حال الخ[1] واللہ تعالٰی اعلم۔	صاحبِ علم ہو تو یہ علت زائل نہیں ہو جاتی کیونکہ ممکن ہے وہ بغیر طہارت کے ہی نماز پڑھا دے بہر حال وہ بدعتی کی طرح ہے۔ جس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۵۶۹: از چھاؤنی کامٹی ضلع ناگپور مرسلہ حافظ محمد یقین الدین صاحب رضوی ۱۹ شعبان ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جن مسجدوں میں کئی درجے ہوں اور ہر درجہ سہ درجہ پنج درجہ امام کو اُن کی ہر محراب ودر میں کھڑا ہونا مکروہ ہے یا صرف اندرونی محرابوں یا وسطانی دروں میں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

محرابیں وہی ہیں جو وسط میں قیامِ امام کی علامت کے لئے بنائی جاتی ہیں باقی جو فرجے دو۲ ستونوں کے درمیان ہوتے ہیں در ہیں اور امام کو بلاضرورت تنگی مسجد، ہر محراب ودر میں کھڑا ہونا مکروہ ہے، پھر اطراف کے دروں میں قیام نافیِ کراہت نہیں بلکہ بسااوقت اور کراہتوں کا باعث ہوگا کہ امام راتب کو محراب چھوڑ کر ادھر اُدھر کھڑا ہونا مکروہ ہے اور اگر مسجد کی صف پوری ہوئی تو اس صورت میں امام وسط صف کے محاذی نہ ہوگا یہ ہر امام کے لئے مکروہ ہے اگرچہ غیر راتب ہو، تنویر الابصار میں ہے: **کرہ قیام الامام فی المحراب مطلقا**[2] **اھ مخلصا** (امام کا محراب میں کھڑا ہونا مطلقًا مکروہ ہے اھ تلخیصًا۔ت) بحر الرائق میں ہے: **مقتضی ظاہر الروایة الکراهة مطلقا**[3] (ظاہر الروایۃ کا تقاضا یہی ہے کہ یہ مطلقًا مکروہ ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

فی معراج الدریة من باب الامامة الاصح ماروی ان یقوم بین الساریتین او زاویة اوناحیة المسجد او الی ساریة لانه بخلاف عمل الامة اھ وفیه ایضا السنة ان یقوم الامام ازاء وسط الصف الا تری ان المحاریب	معراج الدرایہ کے باب الامامت میں ہے کہ امام صاحب سے جو کچھ مروی ہے اس میں اصح یہ ہے کہ امام کا دو ۲ ستونوں کے درمیان یا مسجد کے کسی گوشے میں یا مسجد کی کسی ایک جانب یا کسی ستون کی طرف کھڑا ہونا مکروہ ہے کیونکہ یہ امّت کے عمل کے خلاف ہے۔اھ اور اس میں یہ بھی ہے کہ امام کا وسطِ صف میں کھڑا ہونا سنّت ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ محراب مساجد کے درمیان میں

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[2] درمختار شرح تنویر الابصار باب مایفسد الصلوٰۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۹۲

[3] بحر الرائق، باب مایفسد الصلوٰۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۶

مانصبت الا وسط المساجد وھی قدعینت لمقام الامام اھ وفی التاتارخانیة ویکرہ ان یقوم فی غیر المحراب الالضرورۃ اھ ومقتضاہ ان الامام لو ترک المحراب وقام فی غیرہ یکرہ ولوکان قیامه وسط الصف لانه خلاف عمل الامة وھوظاھرفی الامام الراتب دون غیرہ والمنفرد فاغتنم ھذہ الفائدۃ[1] اھ	ہوتے ہیں اور یہ امام کے کھڑے ہونے کے لئے متعین ہوتے ہیں اھ اور تاتارخانیہ میں ہے امام کا ضرورت کے بغیر محراب کے علاوہ کسی جگہ کھڑا ہونا مکروہ ہے اھ اس کا تقاضا یہ ہے کہ اگر امام محراب چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کھڑا ہوگیا اگرچہ اس کا قیام وسطِ صف میں ہو تب بھی وہ مکروہ ہوگا کیونکہ یہ عمل امّت کے خلاف ہے، اور یہ بات مقرر امام کے بارے میں ہے، اگر امام مقرر نہیں یا تنہا نمازی ہے (توپھر یہ پابندی نہیں) پس اس فائدہ کو قیمتی جان اھ (ت)

اُسی میں ہے:

عن المعراج عن حلوانی عن ابی اللیث لایکرہ قیام الامام فی الطاق عند الضرورۃ بان ضاق المسجد علی القوم[2] اھ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔	معراج سے وہ حلوانی سے امام ابواللیث کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ امام کا ضرورت کے وقت طاق میں کھڑا ہونا مکروہ نہیں مثلاً اگر مسجد نمازیوں کے لئے تنگ ہو تو ایسا کیا جاسکتا ہے اھ واللہ سبحٰنه وتعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۵۷۰: از پیلی بھیت مسجد جامع مرسلہ مولوی احسان صاحب ۳۰ رجب ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کو کہ نہ حافظ قرآن ہے نہ مسائل دان نہ علمِ قرات سے واقف ایک معمولی اردوخواں بلکہ بازار میں کتب فروشی و نعلین فروشی کی دکان کرنے والا ہے ایک مسجد کا امام بنا چاہتا ہے حالانکہ دو عالم متقی ومحتاط اسی مسجد میں اور بھی موجود ہیں اور مہتمم مسجد واکثر نمازی اس شخص کی امامت سے راضی نہیں اس صورت میں ایسے امام کے حق میں کیا حکم ہے اوران علماء کی اقتداء کی نسبت کیاارشاد ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورتِ مسئولہ میں اُس شخص کو امام بنا جائز نہیں اگر امامت کرے گا گنہگار ہوگا جب لوگ اسکی امامت اس وجہ سے ناپسند رکھتے ہیں کہ اُس سے زیادہ علم والے موجود ہیں تواُسے امامت کرنا شرعًا منع ہے۔

---

[1] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۸

[2] ردالمحتار باب مایفسد الصلٰوۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۸

در مختار میں ہے:

لو ام قوماوھم له كارھون ان الكراھة لفساد فيه اولانھم احق بالامامة منه كره له ذلك تحريما[1] الخ	اگر کوئی کسی قوم کا امام بنا حالانکہ وہ لوگ اس کو برا جانتے ہیں تو اگران کی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کی وجہ سے ہے یا اس وجہ سے کہ وہ لوگ بنسبت امام مذکور کے امامت کے زیادہ مستحق ہیں تو اس شخص کو امام ہونا مکروہِ تحریمی ہے الخ۔ (ت)

پس شخص مذکور ہر گز امامت نہ کرے بلکہ جو سنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق کہ حروف بقدر صحت نماز ٹھیک ادا کرتا اور وہاں کے نمازیوں میں سب سے زیادہ مسائلِ نماز کا علم رکھتا ہو اسی کو امام کیا جائے کہ حق صاحبِ حق کو پہنچے اور مقتدیوں کی نماز بھی خوبی و خوش اسلوبی پائے۔ حدیث شریف میں ہے:

ان سركم ان تقبل صلٰوتكم فليؤمكم علماؤكم[2] رواه الطبرانی فی الكبير عن مرثد الغنوی رضی الله تعالٰی عنه وفی الباب عن ابی عمر وعن ابی امامة الباھلی رضی الله تعالٰی عنه۔	اگر تمھیں اپنی نماز مقبول ہونا منظور ہے تو چاہئے کہ تمھارے علماء تمھاری امامت کریں۔ اس کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے اور اس مسئلہ کے بارے میں حضرت ابو عمرو اور حضرت ابو امامہ الباہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی حدیث بیان کی گئی ہے۔

کیا یہ شخص جس کے جہل کے باعث اکثر نمازی اس کی امامت سے ناراض ہیں اُن سخت وعیدوں سے خوف نہیں کرتا جو ایسے امام کے حق میں آئیں۔ حضورِ پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لايقبل الله منهم صلٰوة من تقدم قوماوھم له كارھون۔[3] اخرجه ابوداؤد	تین اشخاص ہیں جن کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند رکھتے

---

[1] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] مجمع الزوائد باب الامامۃ مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۲/۶۴، المعجم الکبیر مااسند مرثد لغنوی مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/۳۲۸

نوٹ: المعجم الکبیر میں فلیؤمکم علماءکم کی جگہ فلیومکم خیارکم ہے اور مجمع الزوائد فلیومکم علماءکم ہے اس لئے مجمع الزوائد سے حوالہ نقل کیا ہے (نزیر احمد سعید)

[3] سنن ابی داؤد باب الرجل یؤم القوم ھم لہ کارھون مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۸

وابن ماجة عن عبدالله ابن عمر رضی الله تعالٰی عنه وفی الباب عن ابن عباس وعن عمرو ابن حارث وعن جنادة ابن امية وعن ابی امامة الباهلی رضی الله تعالٰی عنهم۔	ہوں۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اس بارے میں حضرت ابن عباس، حضرت عمرو بن حارث، حضرت جنادہ بن امیہ اور حضرت ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہم سے بھی حدیث مروی ہے۔

دوسری حدیث میں ہے:

من ام قوما وفیهم اقرأ لکتاب الله منه و اعلم، لم یزل فی سفال الی یوم القیامة[1]۔ اخرجه العقیلی عن ابن عمر رضی الله تعالٰی عنه۔ والله تعالٰی اعلم۔	جو کسی قوم کی امامت کرے اور اُن میں وہ شخص موجود ہو جو اس سے زیادہ قاریٔ قرآن و ذی علم ہے وہ قیامت تک پستی و خواری میں رہے گا۔ اس کو عقیلی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے نقل کیا ہے۔

مسئلہ ۵۷۱: ۱۲ ربیع الاوّل شریف ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں ہمیشہ سے امامت کے واسطے معین ہے اور ایک شخص اس سے افضل کسی شہر سے آیا چند آدمیوں نے چاہا کہ یہ شخص فاضل ہے اس وقت کی نماز یہی پڑھائے، امام قدیم سے پُوچھا کہ آپ کی اجازت ہے یا نہیں؟ اس نے انکار کیا، مگر چند آدمیوں نے اس مسافر کو کھڑا کردیا یہ لوگ اور مسافر امام قدیم کے مؤاخذہ دار ہوئے یا نہیں۔ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

اگر امام قدیم مثل غلط خوانی قرآن بحد افساد نماز بدمذہبی مثل وہابیت وغیر مقلدی یا فسق ظاہر مانند شراب نوشی وزناکاری کوئی خلل ایسا نہ ہو جس کے باعث اُسے امام بنانا شرعًا ممنوع ہو تو اس مسجد کی امامت اُسی کا حق ہوتی ہے اس کے ہوتے دوسرے کو اگرچہ اُس سے زیادہ علم و فضل رکھتا ہو بے اس کی اجازت کے امام بننا بنانا شرعًا ناپسندیدہ وخلاف حکمِ حدیث وفقہ ہے، حضورِ پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یؤمن الرجل فی سلطانه[2] رواه احمد ومسلم عن ابی مسعود رضی الله تعالٰی عنه۔	امام مسجد کی موجودگی میں کوئی دوسرا شخص امامت نہ کرائے۔ اس حدیث کو امام احمد اور امام مسلم نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] کتاب الضعفاء الکبیر ترجمہ نمبر ۱۹۶۳ء الہیثم بن عقاب کوفی مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۳۵۵

[2] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۳۶

دوسری حدیث میں ہے:

من زار قوما فلا یؤمھم ولیؤ مھم رجل منھم رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی والنسائی عن مالك ابن الحویرث رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]	جو شخص کسی قوم کا مہمان ہے وہ ان کی امامت نہ کروائے بلکہ اُس قوم میں سے کوئی شخص ان کا امام بنے۔ اس کو احمد، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

صاحب البیت ومثلہ امام المسجد الراتب اولی بالامامۃ من غیرہ مطلقا[2] الخ	صاحب خانہ اور مقرر امام مسجد کا امامت کروانا دوسرے لوگوں سے مطلقاً بہتر ہے الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ای وان کان غیرہ من الحاضرین من ھو اعلم واقرأ منہ[3]۔	یعنی اگرچہ حاضرین میں سے کوئی شخص اس گھر والے یا مقرر کردہ امام مسجد سے زیادہ عالم اور قاری ہو۔ (ت)

پس صورت متفسرہ میں اگر اس امام قدیم میں اس قسم کا کوئی خلل نہ تھا تو بلاشبہ باوصف اُس کی ممانعت کے اس مسافر کا امام بننا ناحق اسکے حق میں دست اندازی کرنا ہوا اور یہ خود اور وہ چند آدمی جنھوں نے ایسی حالت میں اسے امام بنایا مبتلائے کراہت و مخالف حکم شریعت ہُوئے۔ **واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۷۲: از سیتاپور محلّہ تامس گنج مرسلہ حضور نور العارفین صاحب دام ظلہم المعین ۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ہجری

بخدمت علمائے متبحرین ملتمس ہُوں مثلاً کوئی لڑکا عمر اس کی تیرہ ۱۳ یا چودہ ۱۴ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف پڑھا ہے لیکن کبھی نماز نہیں پڑھتا اور باوجود ہونے متصل مسجد مکان کے بیٹھا رہتا ہے اور نماز جمعہ کی قصداً نہیں پڑھتا اور نابالغ ہے اور اپنے گھر کی عورت کو لے کر میلہ ہنود میں جیسے کہ میلہ کُنبھ اور میلہ ردنا وغیرہ میں جاتا ہے

---

[1] سنن ابوداؤد باب امامۃ الزائر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۸

[2] درمختار، باب الامامۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۸۳

[3] ردالمحتار، باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۳

اور عورتیں اُس گھر کی دھو بلا پوش ہیں اور پرستش رسمِ ہنود کی کرتی ہیں، اُس کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اور اگر ایسا لڑکا نمازِ جنازہ پڑھائے تو درست ہے یا نادرست؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب:

اگر فی الواقع اس کے یہاں کی عورات غیر خدا کو پوجتی ہیں یعنی حقیقۃً دوسرے کی عبادت کہ شرک حقیقی ہے (نہ صرف وہ بعض رسومِ جاہلیت یا افعالِ جہالت کہ حدِ فسق وگناہ سے متجاوز نہیں گو اہلِ تشدد انھیں بنام شرک وپرستش غیر تعبیر کریں) اور وہ اس شرک حقیقی پر مطلع اور اس پر راضی ہے تو خود کافر ومرتد ہے **فان الرضا بالکفر کفر** (کیونکہ کفر کے ساتھ رضامندی بھی کفر ہے۔ت) اس تقدیر پر وُہ بالغ ہو نابالغ کسی بچے کی بھی کوئی نماز اس کے پیچھے صحیح نہیں ہوسکتی نہ اسکے پڑھنے سے نمازِ جنازہ کا فرض ساقط ہو **فان الکافر لیس من اھل العبادۃ اصلا** (کیونکہ کافر عبادت کا ہرگز اہل نہیں۔ت) اور اگر ان عوارت کے افعال حدِ کفر تک نہیں یا ہیں مگر یہ ان پر راضی نہیں تو مسلمان ہے پس اگر فی الواقع نابالغ ہے تو بالغین کی نماز اُس کے پیچھے صحیح نہیں اگرچہ نمازِ جنازہ ہی ہو، ہاں جنازہ میں امامت کرے گا تو ظاہرًا نماز فرض کفایہ تھی ادا ہوجائے گی کہ گو اوروں کی نماز اس کے پیچھے نہ ہو اس کی اپنی توبہ تو ہوگئی سقوطِ فرض کے لئے اسی قدر بس ہے کہ نمازِ جنازہ میں جماعت شرط نہیں، ولہٰذا اس میں عورت کی امامت سے بھی فرض ساقط ہوجاتا ہے۔

فی الدرالمختار لایصح اقتداء رجل بامرأۃ وخنثی وصبی مطلقا ولو جنازۃ[1]۔	درمختار میں ہے کہ کسی مرد کا کسی عورت، خنثٰی یا بچّہ کی اقتداء کرنا صحیح نہیں، اگرچہ وہ نمازِ جنازہ ہی کیوں نہ ہو۔ (ت)

اُسی کے صلاۃ الجنائز میں ہے:

لوام بلا طہارۃ والقوم بہا اعیدت و بعکسہ لاکما لوامت امرأۃ ولوامۃ لسقوط فرضہا بواحد[2]۔	اگر امام نے بغیر طہارت کے نماز پڑھائی اور قوم باطہارت تھی تو نماز لوٹائی جائے گی اگر اس کے برعکس ہو تو نہیں جیسا کہ کسی عورت نے امامت کرائی خواہ وہ لونڈی ہی ہو کیونکہ شخص واحد سے فرض ساقط ہوگیا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

---

[1] درمختار، باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱/۸۴

[2] درمختار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی ۱/۱۲۱

قال الامام الاستروشنی فی کتاب احکام الصغار الصبی اذاغسل المیت جاز[1] اھ ای یسقط به الوجوب فسقوط الوجوب بصلاته علی المیت اولی لانها دعاء وھو اقرب للاجابة من المکلفین۔	امام استروشنی نے کتاب الاحکام الصغار میں تصریح کی ہے کہ بچّہ اگر کسی میت کو غسل دے تو جائز اھ یعنی اس سے وجوب ساقط ہوجائے گا لہٰذا میّت پر بچّے کی نماز سے وجوب نماز بطریقِ اولیٰ ساقط ہوجائے گا کیونکہ نمازِ جنازہ دُعا ہے اور بالغ لوگوں کی بنسبت بچّے کی دُعا جلدی قبول ہوتی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

نقل الاحکام عن جامع الفتاوٰی، سقوطها بفعله کردالسلام[2] اھ وتمام تحقیقه فیه من الامامة ومن الجنائز۔	لیکن احکام میں جامع الفتاوٰی سے منقول ہے کہ بچّے کے نماز جنازہ پڑھانے سے اس کا سقوط ہوجاتا ہے جیسا کہ بچّہ اگراسلام کا جواب دے تو اس کے سلام کا جواب دینا درست ہے اھ اور اس بارے میں تمام تحقیق باب الامامۃ اور باب الجنائز میں ہے۔ (ت)

اور اگر بالغ ہے تو ہر نماز یہاں تک کہ فرائض پنجگانہ بھی اس کے پیچھے ہو توجائیں گے کہ داڑھی مونچھ شرط صحتِ امامت نہیں بلوغ درکار ہے اور وہ ظہور آثار مثل احتلام وغیرہ سے لڑکوں میں بارہ ۱۲ برس کی عمر سے ممکن لیکن جبکہ وُہ تارک الصلوٰۃ اور بلا تاویل تارک جمعہ ہے اور بے عذر صحیح ترک مسجد اور ہنود کے میلوں میں جانے اور اپنی عورات کو لے جانے کا عادی ہے تو بوجوہ کثیر فاسق ہے کہ ان میں ہر امر فسق کے لئے کافی، تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کہ پڑھی جائے تو شرعًا اس کا اعادہ مطلوب۔

لما صرحوا به من کراھة الصلوٰۃ خلف الفاسق وان کل صلوٰۃ ادیت مع کراھة فانها تعاد وجوبا لو تحریمة وندبا لوتنزیهة وقداختار المحقق الحلبی کراھة التحریم فی الفاسق وھو قضیة الدلیل لاسیما اذکان	جیسا کہ فقہانے اس بات کی تصریح کی ہے کہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور ہر وُہ نماز جو کراہت کے ساتھ ادا کی جائے تو مکروہ تحریمی کی صورت میں اس کا لوٹانا واجب اور تنزیہی کی صورت میں لوٹانا مستحب ہے اور محقق حلبی نے اقتداءِ فاسق کے مکروہ تحریمی ہونے کو مختار قرار دیا ہے اور یہی دلیل کا تقاضا ہے خصوصًا جبکہ

---

[1] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۴۱

[2] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنائز مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۶۴۱

معلناً۔	وہ فاسق معلن ہو۔ (ت)

اور نمازِ جنازہ میں اسے امام کرنا اور بھی زیادہ معیوب کہ یہ نماز بغرض دُعا و شفاعت ہے اور فاسق کو شفاعت کے لئے مقدم کرنا حماقت، تاہم اگر پڑھائے گا تو جوازِ نماز و سقوطِ فرض میں کلام نہیں **کما لا یخفی** (جیسا کہ مخفی نہیں ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔**

مسئلہ نمبر ۵۷۳: ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس نے امام کے ساتھ کچھ رکعتیں نہ پائیں بعد سلام امام وُہ اپنی رکعات باقیہ ادا کرتا ہے اس صورت میں کسی نے اس کی اقتدا کی تو اس اقتدا کرنے والے کی نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

نہ۔ **فی تنویر الابصار المسبوق منفرد فیما یقضیہ الا فی اربع لایجوز الاقتداء بہ**[1] (تنویر الابصار میں ہے مسبوق منفرد ہے اس نماز میں کہ قضا کرتا ہے یعنی وہ نماز جو امام کے ساتھ نہیں ملی اس کے پڑھنے میں منفرد ہے مگر چار مسئلوں میں کہ وہ مثل مقتدی کے اوّل مسئلہ یہ ہے کہ اس کی اقتداء جائز نہیں (ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۷۴: یکم جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُود خور کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟ اور اسے امام مقرر کرنا چاہئے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

سود خور فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز ناقص و مکروہ اگر پڑھ لی تو پھیری جائے اگرچہ مدت گزر چکی ہو، ولہٰذا اسے ہرگز امام نہ کیا جائے جہاں امامت کرتا ہو بشرط قدرت معزول کرکے امام متقی صحیح العقیدہ صحیح القرأۃ مقرر کریں، اگر قدرت نہ پائیں تو جمعہ کے لئے دوسری مسجد میں جائیں یونہی پنجگانہ میں خواہ اپنی دوسری جماعت یہیں کرلیں۔ صغیری میں: **یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم**[2] (فاسق کی تقدیم (یعنی امامت) مکروہ تحریمی ہے۔ ت) مراقی الفلاح میں ہے:

---

[1] در مختار شرح تنویر الابصار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۶/۱

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامت مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۲

کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتما مه بالدین فتجب اهانته شرعا فلایعظم بتقدیمه للامامة واذا تعذر منعه ینتقل عنه الی غیر مسجد للجمعة وغیرها[1]۔	فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا لہٰذا شرعًا اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں جب اس کا روکنا دشوار ہو تو ایسے حضرات کو جمعہ وغیرہ کے لئے دوسری مسجد میں چلے جانا چاہئے۔ (ت)

طحطاویہ میں ہے:

تبع فیه الزیلعی ومفادہ کون الکراهة فی الفاسق تحریمیة[2]۔	زیلعی نے اس میں اسی کا اتباع کیا اس کا مفاد یہ ہے کہ فاسق کے امام ہونے میں کراہت تحریمی ہے۔ (ت)

حاشیہ درمختار میں فرمایا:

فی تقدیمه تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا ومفادھذا کراهة التحریم فی تقدیمه[3] اھ ابو مسعود۔	فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعًا اس کی اہانت ان پر لازم ہے، یہ بات اس پر دال ہے کہ فاسق کی تقدیم مکروہِ تحریمہ ہے اھ ابو مسعود (ت)

کبیری میں ہے:

لو استویافی العلم والصلاح واحد هما اقرأ فقدموا الاخراساؤا ولا یاثمون فالاساءة لترك السنة و عدم الاثم لعدم ترك الواجب لانهم قد موارجلا صالحا كذافی فتاوی الحجة و فیه اشارة الی انهم لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کرهة تقدیمه کراهة	اگر دو ۲ شخص علم وصلاح میں برابر ہوں مگر ایک صاحبِ تجوید ہو تو اگر دوسرے کو امام بنالیا تو وہ اساءت کے مرتکب ہوئے البتہ گناہگار نہ ہوں گے۔ اساءت ترک سنّت کے سبب ہے اور عدمِ گناہ عدم ترک واجب کی وجہ سے ہے کیونکہ انہوں نے ایک صالح شخص کو امام بنایا، فتاوٰی حجہ میں اسی طرح ہے، اسی میں اس طرف اشارہ بھی ہے کہ انہوں نے کسی

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ص ۱۶۵

[2] حاشیہ الطحطاوی علی المراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ اصح المطابع کراچی ص ۱۶۵

[3] حاشیہ الطحطاوی علی الدر المختار باب الامامۃ مطبوعہ درالمعرفۃ بیروت ، ۱/ ۲۴۳

تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الایتان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلٰوة وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر الی فسقه ولذا لم تجز الصلوة خلفه اصلا عند مالك وروایة عن احمد[1] الخ والله تعالٰی اعلم	فاسق کو مقدم کردیا تو گنہگار ہوں گے اس بنا پر کہ فاسق کا مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ امورِ دین کی پرواہ نہیں کرتا اور دین کے لوازمات پر عمل کرنے سے تساہل برتتا ہے لہٰذا اس سے بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط فوت کردے اور نماز کے منافی عمل کرے بلکہ اس کے فسق کے پیشِ نظر غالب گمان یہی ہے، یہی وجہ ہے کہ امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز قطعًا جائز نہیں۔ الخ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۵۷۵: مسئولہ مرزا باقی بیگ صاحب رامپوری ۴ صفر ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام کو دَر میں یعنی دو ۲ ستونوں کے بیچ میں کھڑا ہونا کیسا ہے؟ **بیّنوا توجروا۔**

الجواب: مکروہ ہے۔

فی مکروھات الصلوة من ردالمختار عن معراج الدرایة باب الامامة الاصح ماروی عن ابی حنیفه انه قال اکره للامام ان یقوم بین الساریتین (الی قوله) لانه بخلاف عمل الامة انتهی[2]۔	ردالمحتار کے مکروہاتِ صلٰوۃ میں معراج الدرایہ کے باب الامامت کے حوالے سے ہے کہ امام ابوحنیفہ سے اصح طور پر یہی مروی ہے کہ امام کے دوستونوں کے درمیان کھڑے ہونے کو مکروہ جانتا ہُوں (آگے چل کر فرمایا) کیونکہ یہ عملِ امّت کے خلاف ہے انتھی (ت) واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۵۷۶: از اُجین گوالیار مرسلہ مولوی یعقوب علی خاں ۱۵ جمادی الاخری ۱۳۰۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ سنّت وجماعت اس مسئلہ میں کہ زید مسائل فقہ سے محض ناواقف اور نہ عبورِ حدیث وتفسیر، باوجود ان اوصاف کے بلادلائل شرعیہ بیان کرے کہ جو مرد اپنی بی بی سے قربت کرے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] ردالمحتار، مطلب مکروہات الصلٰوۃ فصل فی الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/ ۴۷۸

اور جب تک نہ نہاوے موردِ لعنت ہے اور کہے کہ جو شخص دروازہ مسجد کو بحفاظتِ مسجد بعد نمازِ عشاء مقفل کرے اُس مسجد میں نماز قطعی حرام ہے وُہ آدمی سنگسار کیا جائے اور بغیر علم احادیث و تفسیر ترجمہ قرآن مجید کرے اور فرض کو سنّت اور واجب کو مستحب بیان کرکے جُھوٹے حوالے کتاب کے دے اور بعد ہونے نماز جنازہ بارہ دوم تکبیر پانچ منسوخہ سے نماز جنازہ پڑھاوے اور بلا وقفیت مسائل وارکان نماز پیش امامی کرے نماز اسکے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ اور جائز کو ناجائز کے کہے اُس کے حق میں اور اُس کے مدومعاون کے حق میں شرعاً کیا حکم ہے؟ **احکموا اللہ بحوالۃ الکتاب** (اللہ تعالٰی کا حکم بیان کرو حوالہ کتاب کے ساتھ ۔ت)

الجواب:

زید جاہل، سخت جری، بیباک ہے۔

اوّلاً: اس کا علی الاطلاق کہنا کہ جو اپنی بی بی سے قربت کرے جب تک نہ نہائے معاذاللہ موردِ لعنت ہے شریعتِ مطہرہ پر سخت افترائے ناپاک ہے حکم صرف اس قدر ہے کہ **مھما امکن** (جتنا جلدی ممکن ہو۔ت) نہانے میں تعجیل مندوب ومحبوب ہے اگر نہ نہائے تو وضو کر رکھے کہ جہاں جنب ہوتا ہے وہاں فرشتے آنے سے احتراز کرتے ہیں مگر غسل میں تعجیل نہ کرنے والا معاذاللہ موردِ لعنت ہونا درکنار سرے سے گنہگار بھی نہیں جب تک تاخیر باعثِ فوتِ نماز یا دخول وقت کراہت تحریمی نہ ہو، خود صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تعلیمِ جواز کے لئے بعض اوقات بلکہ خاص شبہائے ماہِ مبارک رمضان میں صبح تک تاخیرِ غسل فرمائی ہے کہ حضورپُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فعل سے امّت کو دو۲ مسئلہ تخفیف ورحمت معلوم ہوں ایک یہی غسل میں تعجیل گو بہتر ہے پر واجب نہیں، نماز تک تاخیر کا اختیار رکھتا ہے دُوسرے یہ کہ بحالتِ جنابت صبح کرنے سے روزے میں کوئی خلل یا نقص نہیں آتا۔ احمد وبخاری ومسلم وام المومنین صدیقہ وام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یصبح جنبا من جماع ثم یغتسل ویصوم زادفی زاویۃ فی رمضان۔[1]	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (بعض اوقات) جماع کی وجہ سے جنبی حالت میں صبح کرتے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے تھے، ایک روایت میں رمضان کا بھی اضافہ ہے۔(ت)

---

[1] صحیح بخاری باب الصائم یصبح جنبا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۸، صحیح مسلم باب صحۃ صوم من طلع علیہ الفجر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵۴، مسند احمد بن حنبل مروی عن عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/۳۱۳

ثانیًا و ثالثًا: مسئلہ مسجد میں خدا ورسول پر دو۲ افترا اور کئے، ایک یہ کہ اس مسجد میں نماز حرام، دوسرا یہ کہ وہ آدمی سنگسار کیا جائے۔ پہلے افترا سے وہ اُن لوگوں میں داخل ہوا جنہیں قرآن عظیم نے فرمایا:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا ؕ[1]۔	اُس سے بڑھ کر ظالم کون جو خدا کی مسجدوں کو ان میں یادِ الٰہی ہونے سے روکے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔ (ت)

اور دوسرے سے وہ بے گناہ مسلم کے ناحق قتل کا فتوی دینے والا ہوا، علماء صاف اجازت دیتے ہیں کہ حاجت کے وقت غیر اوقات نماز میں حفاظت کے لئے دروازہ مسجد بند کرنا جائز ہے۔

کرہ خلق الباب المسجد الالخوف علی متاعه به یفتی[2] درمختار۔ ھذا ھو الصحیح[3] تبیین الحقائق والمسألة فی الفتح والبحر والنھر وغیرھا عامة کتب المذھب۔	مسجد کے سامان کو چوری سے محفوظ کرنے کے لئے مسجد کو بند رکھنا جائز ہے ورنہ بلا ضرورت مسجد کو بند رکھنا مکروہ ہے۔ اسی پر فتوی ہے۔ درمختار (ت) یہی صحیح ہے، تبیین الحقائق۔ اور یہ مسئلہ فتح، بحر، نہر اور دیگر مشہور کتب میں یونہی مذکور ہے۔ (ت)

ہاں بے حاجت یا غیر وقت حاجت خصوصًا اوقاتِ نماز میں بند کرنا ممنوع اور بند کرنے والا گناہگار مگر نہ ایسا کہ سنگسار کرنے کے قابل، اور یہ سخت جہالتِ فاحشہ دیکھئے کہ اُس مسجد میں نماز حرام۔ سبحٰن اللہ! اُس نے تو ایک آدھ وقت دروازہ بند کیا یہ ہمیشہ کو تیغا کٹے دیتا ہے وہ سنگسار کرنے کے قابل ہوا یہ کس سزا کے لائق ہوگا۔

رابعًا: بے علم ترجمہ قرآن مجید میں دخل دینا گناہ کبیرہ ہے، خود قرآن مجید فرماتا ہے:

اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝[4]۔	یا تم اللہ کے بارے میں وہ بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے۔ (ت)

حدیث میں ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من قال فی القراٰن بغیر علم فلیتبوأ مقعدہ من	جو بغیر علم کے قرآن میں زبان کھولے وہ اپنا گھر

---

[1] القرآن ۲/ ۱۱۴

[2] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۳

[3] تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج الخ مطبوعہ المطبعۃ الکبری الامیریۃ بولاق مصر ۱/ ۱۶۸

[4] القرآن ۲/ ۸۰

النار[1]۔ رواہ الترمذی وصححه عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما۔	جہنّم میں بنالے۔اسے ترمذی نے حضرت عبدالله بن عباس رضی الله تعالٰی عنہما سے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔

خامسًا، سادسًا، سابعًا: بے سمجھے بُوجھے مسائل شرعیہ میں مداخلت کرنا غلط سلط جو منہ پر آیا فرض کو سنّت، واجب کو مستحب، ناجائز کو جائز بتادینا بھی گناہ عظیم ہے۔ حدیث شریف میں ہے حضور سیّد عالم صلی الله تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجرؤکم علی الفتیا اجرؤکم علی النار[2]۔ اخرجه الدارمی عن عبیدالله بن ابی جعفر مرسلا۔	جو تم میں فتوی پر زیادہ بیباک ہے آتش دوزخ پر زیادہ جری ہے اس کو دارمی نے عبیدالله بن ابی جعفر سے مرسلاً ذکر کیا ہے۔

ثامنًا تا سعًا عاشرًا کتابوں کے جُھوٹے حوالے دینا کذب وافتراء اور وہ بھی علماء پر اور وہ بھی امورِ دین میں، یہ سب سخت گناہ ہیں، مسائل میں علماء پر افتراء، شرع پر افتراء اور شرع پر افتراء خدا پر افتراء۔

قال الله تعالٰی وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ [3]۔	ارشاد ربّانی ہے اور نہ کہو اسے جو تمھاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ الله تعالٰی پر جھوٹ باندھو، بے شک جو الله تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا۔ (ت)

اور جنازہ کی جب ایک بار ہوچکی تو ہمارے علمائے کرام کے نزدیک اس کا اعادہ جائز نہیں مگر یہ کہ صاحبِ حق یعنی ولی میّت کے بے اذن دیئے عام لوگوں سے کسی نے پڑھادی اور ولی شریک نہ ہُوا تو اُسے اعادہ کا اختیار ہے پھر بھی جو پہلے پڑھ چکے اب نہ ملیں کہ اس کی تکرار مشروع نہیں۔

فی الدرالمختار فان صلی غیرالولی ممن لیس له حق التقدم علی الولی ولم یتابعه الولی اعاد ولو علی قبرہ ان شاء لاجل حقه لاللاسقاط الفرض	درمختار میں ہے اگر نمازِ جنازہ ولی کے علاوہ کسی ایسے شخص نے پڑھادی جس کو ولی پر مقدم ہونے کا حق نہ تھا اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی اگر چاہے تو قبر پر بھی اعادہ کرسکتا ہے یہ اعادہ اس کے

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الذی یفسر القرآن برایه مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۲/۱۱۹

[2] سنن الدارمی باب الفتیا ومافیه من الشدۃ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۵۳

[3] القرآن ۱۶/۱۱۶

ولذا قلنالیس لمن صلی علیها ان یعید مع الولی لان تکرارها غیر مشروع وان صلی من له حق التقدم او من لیس له حق التقدم وتابعه الولی لایعیدوان صلی الولی بحق بان لم یحضر من یقدم علیه لایصلی غیره بعده[1] اھ ملخصاً۔	اپنے حق کی وجہ سے ہے نہ کہ اسقاطِ فرض کے لئے۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ جس نے پہلے جنازہ پڑھ لیا ہو وہ ولی کے ساتھ اعادہ نہ کرے کیونکہ جنازہ کا تکرار مشروع نہیں۔ اگر جنازہ کسی ایسے شخص نے پڑھایا جس کو ولی پر حق تقدم تھا (مثلاً قاضی یا نائب یا امام مسجد) یا اس شخص نے پڑھادیا جس کو ولی پر حق تقدم نہ تھا مگر ولی نے شرکت کرلی تو پھر جنازہ کا اعادہ نہیں کیا جاسکتا اور اگر ولی نے اپنے استحقاق کے بموجب جنازہ پڑھایا بایں طور پر وہاں اور کوئی صاحب حق تقدم نہیں تھا تو اس کے بعد کوئی دوبارہ جنازہ نہیں پڑھ سکتا اھ ملخصاً (ت)

اور پانچ تکبیریں تو ہمارے ائمہ بلکہ ائمہ اربعہ بلکہ جمہور ائمہ کے نزدیک منسوخ ہیں بلکہ امام ابو عمر یوسف بن عبدالبر مالکی نے فرمایا چار پر اجماع منعقد ہوگیا و لہٰذا ہمارے علماء کرام حکم فرماتے ہیں کہ امام پانچویں تکبیر کہے تو مقتدی ہر گز ساتھ نہ دیں خاموش کھڑے رہیں، یہی صحیح ہے، اور بعض روایات میں تو یہاں تک ہے کہ وہ تکبیر پنجم کہے تو یہ سلام پھیر دیں کہ اتباع منسوخ کا رد خوب واضح ہو جائے۔

فی الدرالمختار لو کبرامام خامسالم یتبع لانه منسوخ فیمکث المؤتم حتی یسلم معه اذاسلم به یفتی۔[2]	در مختار میں ہے اگر مقتدی کے امام نے پانچویں تکبیر کہی تو وُہ امام کی اتباع نہ کرے کیونکہ یہ منسوخ ہے پس مقتدی ٹھہرا رہے اور امام کے ساتھ سلام پھیرے، اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

وروی عن الامام انه یسلم للحال ولا ینتظر تحقیقا للمخالفه[3] ط۔	امام اعظم سے یہ بھی مروی ہے کہ مقتدی فی الفور سلام کہہ دے امام کا انتظار نہکرے تاکہ کُھلی مخالفت ہو جائے ط (ت)

زید کہ یہ حرکت بھی وہی جہل وجرأت ہے یا غیر مقلدی کی آفت وعلت۔ بہر حال اس کے اقوال مذکورہ سوال

---

[1] دُرمختار، باب صلوٰۃ الجنازۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۱۲۳

[2] دُرمختار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مطبع مجتبارئی دہلی ۱/ ۱۲۲

[3] ردالمحتار باب صلوٰۃ الجنازۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ٦۴۵

شاہد عدل کہ وہ فاسق وبیباک ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ناقص وخراب ہوتی ہے۔

صرح به فی الغنية شرح المنية واليه اشار فی فتاوی الحجة وربما جنح اليه فی ردالمحتار واوضحناه فی رسالتنا النهی الاکيد عن الصلوة وراء عدی التقليد۔	غنیہ شرح منیہ میں اس پر تصریح ہے اور اسی کی طرف فتاوی الحجہ میں اشارہ ہے اور ردالمحتار میں اسی کی طرف میلان ہے، اور ہم نے اس کی وضاحت اپنے رسالے النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید میں کی ہے۔ (ت)

پس حتی الامکان ہرگز اس کی اقتدا نہ کریں اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھ چکے ہوں سب پھیریں اور ان باتوں پر جو اس کے ممد ومعاون ہیں وہ بھی گناہ میں اُس کے شریک ہیں۔

قال الله تعالٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۪ [1]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا گناہ اور حد سے بڑھنے میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

مسئلہ نمبر ۵۷۷: ۱۸ محرم الحرام ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید حافظ قرآن ہے مگر نوکری خانساماں (بیرا) گیری کرتا ہے اب اس نوکری سے اس نے توبہ کی اور اب اس کے پیچھے لوگ نماز پڑھنے میں کراہت کرتے ہیں آیا کراہت کرنا اُن لوگوں کا جاسے یا بیجا ہے؟ صاف صاف کتاب اللہ وحدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے فرمائیے: **بیّنوا توجروا**

الجواب:

اگر صرف اس وجہ سے کراہت کرتے ہیں کہ اس نے وہ نوکری کی تھی اگرچہ اب توبہ کرلی تواُن کی کراہت بیجا ہے کوئی گناہ بعد توبہ باقی نہیں رہتا۔ حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التائب من الذنب کمن لاذنب له [2]۔	گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہو جاتا ہے جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو۔ (ت)

واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] القرآن ۵/ ۲

[2] سنن ابن ماجہ باب ذکر التوبہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۳۲۳

مسئلہ نمبر ۵۷۸، ۵۷۹: از علی گڑھ کارخانہ مہر مرسلہ حافظ عبداللہ صاحب ٹھیکیدار ۶ جمادی الاولی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کوئی مولوی مقلدین حنفیّہ کو ذریۃً الشیطان اور کتاب و سنّت کا منکر لکھے اور غیر مقلدی کی اشاعت میں ہمہ تن مصروف ہو اور مسائل خلافیہ مقلدین کا سخت مخالف اور غیر مقلدین کا حامی اور معاون ہو اور مسائل حنفیّہ کو مثلاً آمین بالخفا کو اپنی تحریرات میں خرافات لکھے اور بعض اوقات کسی مصلحت دنیوی سے اپنے آپ کو حنفی المذہب ظاہر کرے ایسے شخص کی اقتداء اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور ایسے شخص کو حنفی کہا جائے گا یا نہیں؟

دوم جس امامِ شہر سے شہر کے مسلمان بوجہ شرعی ناراض ہوں اور اسکے پیچھے نماز نہ پڑھیں تو اس حالت میں اُس کا امام ہونا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اللھم انا نعوذ بك من الشیطن الرجیم

جو ذریۃ الشیطان کتاب و سنّت کا منکر حنفیّہ کرام خصہم اللہ تعالٰی باللطف والاکرام کا نام رکھتا ہے پر ظاہر کہ وُہ گمراہ خود کاہے کو حنفی ہونے لگا اگرچہ کسی مصلحت دنیوی سے براہ تقیہ شنیعہ اپنے آپ کو حنفی المذہب کہے کہ اُس کے افعال واقوال مذکورہ سوال اُس کی صریح تکذیب پر دال، منافقین بھی تو زبان سے کہتے تھے: نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ[1]۔ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول ہیں۔ مگر ان ملاعنہ کے گفتار و کردار اس جھوٹے اقرار کے بالکل خلاف تھے، قرآن عظیم نے اُن کے اقرار کو ان کے منہ پر مارا:

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝[2]۔	اللہ خوب جانتا ہے کہ تم بیشک اس کے رسول اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق جھوٹے ہیں۔

ایسے شخص کی اقتداء اور اُسے امام بنانا ہر گز روا نہیں کہ وہ مبتدع گمراہ بدمذہب ہے اور بدمذہب کی شرعًا توہین واجب اور امام کرنے میں عظیم تعظیم تو اُس سے احتراز لازم۔ علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں نقل فرماتے ہیں:

من شذعن جمهور اهل الفقه والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فيما يدخله فى	یعنی جو شخص جمہور اہل علم وفقہ سوادِ اعظم سے جُدا ہوجائے وُہ ایسی چیز میں تنہا ہُوا جو اُسے دوزخ میں لے جائے گی۔

---

[1] القرآن ۱/۶۳

[2] القرآن ۱/۶۳

النار فعليكم معاشر المؤمنين باتباع الفرقة الناجية المسماة باهل السنة والجماعة فان نصرة الله تعالٰی و حفظه وتوفيقه فی مواقتهم وخذلانه وسخطه ومقته فی مخالفتهم وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فی مذاهب اربعة وهم الحنفيون والمالكيون والشافعيون والحنبليون رحمهم الله تعالٰی ومن كان خارجا عن هذه الاربعة فی هذاالزمان فهو من اهل البدعة والنار[1]۔	تو اے گروہ مسلمین! تم پر فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اس کا حافظ و کارساز رہنا موافقت اہلسنت میں ہے اور اس کا چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سُنیوں کی مخالفت میں ہے اور یہ نجات دلانے والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اللہ تعالٰی ان سب پر رحمت فرمائے۔ اس زمانہ میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

اور ان لوگوں کے بدعتی ہونے کا روشن بیان ہم نے اپنے رسالہ **النھی الاکید** میں لکھا **من شاء فلیرجع الیھا** (جو شخص تفصیل چاہتا ہے وہ ہمارے اس رسالہ کا مطالعہ کرے۔ ت) اور حدیث میں ہے حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[2]۔ رواه ابن عساكر وابن عدی عن ام المؤمنين الصديقه و ابو نعيم فی الحلية والحسن بن سفيان فی مسنده عن معاذ بن جبل والسنجری فی الابانة عن ابن عمر وكابن عدی عن ابن عباس والطبرانی فی الكبير و ابونعيم فی الحلية عن عبدالله بن بسر رضی الله تعالٰی عنهم موصولا والبيهقی فی الشعب عن ابراہيم بن ميسرة المكی التابعی الثقة مرسلا۔	جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دینِ اسلام کے ڈھانے میں مدد کی۔ اس کو ابن عساکر اور ابن عدی نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے اور ابو نعیم نے حلیہ میں، حسین بن سفیان نے اپنی سند میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، سنجری نے ابانہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، اور مثل ابن عدی کے حضرت ابن عباس سے، اور طبرانی نے کبیر میں، ابو نعیم نے حلیہ میں حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے متصلاً روایت کیا ہے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ مکی تابعی ثقہ سے اسے مرسلاً روایت کیا ہے (ت)

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الذبائح مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/۱۵۳

[2] شعب الایمان حدیث ۹۴۶۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/۶۱

تو ایسے شخصوں کو امام کرنا گویا دینِ اسلام ڈھانے میں سعی کرنا ہے العیاذ باللہ تعالٰی سنن ابن ماجہ میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یؤمّن فاجر مؤمنا الا ان یقھرہ بسلطانہ یخاف سیفہ اوسوطہ[1]۔	ہر گز کوئی فاجر کسی مومن کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وُہ اُسے اپنی سلطنت کے زور سے مجبور کردے کہ اس کی تلوار یا تازیانہ کا ڈر ہو۔ (ت)

صغیری شرح منیہ میں ہے:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم وعند مالك لایجوز تقدیمہ وھوروایۃ عن احمد وکذاالمبتدع[2]۔	فاسق کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک فاسق کی تقدیم جائز ہی نہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، بدعتی شخص کا حکم بھی یہی ہے۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے:

فتجب اھانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرہا[3]۔	شرعًا فاسق کی اہانت لازم ہے پس امامت کے لئے مقدم کرکے اس کی تعظیم نہ کی جائے، اگر اس کی تقدیم سے روکنا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد کی طرف چلا جانا چاہئے۔ (ت)

حاشیہ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے:

الکرھۃ فی الفاسق تحریمۃ علی ماسبق[4]	(امامۃ فاسق میں کراہت تحریمی ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ ت)

محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں:

روی محمد ابن ابی حنیفہ و ابی یوسف رحمھما اللہ تعالٰی ان الصّلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[5]۔	امام محمد نے امام ابو حنیفہ اور امام ابویوسف رحمہم اللہ تعالٰی سے نقل کیا ہے کہ اہلِ بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب فرض الجمعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۷۷

[2] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۴

[3] مراقی الفلاح شرح نورالایضاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[5] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

غیاث المفتی پھر مفتاح السعادۃ پھر شرح فقہ اکبر میں سیّدنا امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے: **لا تجوز خلف المبتدع**[1] (بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی نے ان حضرات غیر مقلدین کے پیچھے نماز جائز و ممنوع ہونے کے باب میں ایک مفصل رسالہ مسمّٰی بہ **النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید** لکھا اور اس میں مقدمات مذکورہ کو اس وجہ پر تحقیق اور متعدد دلائل قاہرہ سے ان کے پیچھے نماز ممنوع ہونے کا ثبوت دیا۔

ازانجملہ یہ کہ اُنھوں نے نماز وطہارت وغیرہا کے مسائل میں آرام نفس کی خاطر وہ باتیں ایجاد کی ہیں جو مذاہب اربعہ عموماً مذہب مہذّب حنفی خصوصًا کے بالکل خلاف ہیں مسح سر کے عوض پگڑی کا مسح کافی مانتے ہیں، لوٹے بھر پانی میں تولہ بھر پیشاب پڑ جائے اُس سے وضو جائز ٹھہراتے ہیں کہ یہ مسائل اور ان کے امثال ان کی کتب میں منصوص ہیں، پھر دین میں ان کی بیباکی و سہل انگاری و بے احتیاطی و آرام جوئی مشہور و مشہود و عام گروہ اہل حق بالخصوص حضرات حنفیّہ کے ساتھ ان کا تعصّب معروف و معہود تو ہر گز مظنون نہیں کہ یہ برعایت مذہب حنفیّہ اپنے ان مسائل پر عمل سے بچیں بلکہ بحالتِ امامت بنظرِ توصب و عداوت اس کا خلاف ہی مظنون۔ پھر جمہور ائمہ کرام ارشاد فرماتے ہیں کہ شافعی المذہب کی اقتداء بھی اُسی حالت میں صحیح ہو سکتی ہے کہ مواضع خلاف میں مذہب حنفیّہ کی رعایت کرتا ہو حنفیّہ سے بغض نہ رکھتا ہو ورنہ اصلاً جائز نہیں تو یہ بدمذہب کہ چاروں مذہب سے خارج و مہجور اور رعایت مذہب حنفیّہ سے سخت نفور اور بغض و تعصّب میں معروف و مشہور، ان کے پیچھے نماز کیونکر روا ہو سکتی ہے۔ فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الاقتداء بشافعی المذھب انما یصح اذا کان الامام یتحامی مواضع الخلاف بان یتوضأ من الخارج النجس من غیرالسبیلین کالفصد ولایکون متعصباولا یتوضأ فی الماء الراکد القلیل وان یغسل ثوبہ من المنی ویفرك الیابس منہ ویمسح ربع راسہ ھکذا فی النھایۃ والکفایۃ ولا یتوضأ بالماء القلیل الذی وقعت فیہ النجاسۃ کذا فی فتاوٰی قاضی خان[2] اھ ملخصا۔	شافعی المذہب (امام) کی اقتداء اس وقت جائز ہے جب وہ مواضع خلاف سے بچتا ہو مثلاً غیر سبیلین سے خارج نجاست مثلاً رگ کاٹنے کی وجہ سے وضو کرتا ہو، مسلک میں متعصب نہ ہو، کھڑے تھوڑے پانی سے وضو نہ کرنے والا ہو، منی لگنے کی صورت میں کپڑا دھوتا ہو یا خشک ہو جانے کی صورت میں اسے کھرچ دیتا ہو، سر کے چوتھائی حصے کا مسح کرتا ہو، نہایہ اور کفایہ میں اسی طرح ہے اور اس تھوڑے پانی سے وضو جائز نہ سمجھتا ہو جس میں نجاست واقع ہوئی ہو فتاوٰی قاضی خان میں اسی طرح ہے اھ تلخیصًا (ت)

---

[1] شرح الفقہ الاکبر، خطبۃ الکتاب، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر، ص ۵

[2] فتاوی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۴

اسی طرح جامع الرموز ومجمع الانہر وحاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح وغیرہ میں ہے **والتفصیل فی رسالتنا المذکورۃ** (اس کی تفصیل ہمارے مذکورہ رسالے میں ہے۔ ت) **واللہ الموافق سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

جواب سوال دوم: صورت مسؤلہ میں اسے امام ہونا حلال نہیں، جو اسے امام بنائے گا گنہگار ہوگا۔ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا یقبل اللہ منھم صلوۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون[1]۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجۃ عن ابن عمر وابن خزیمۃ عن انس والترمذی وحسنہ عن ابی امامۃ وابن ماجۃ وابن حبان ابن عباس وفی الباب عن طلحۃ التیمی رضی اللہ تعالٰی عنھم عندالطبرانی فی الکبیر۔	تین شخصوں کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک وہ جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند رکھتے ہوں۔ اس کو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، ابن خزیمہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ اور ترمذی نے اسے حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے حسن کہا ہے۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے، اور اس مسئلہ میں طبرانی نے کبیر میں حضرت طلحہ التیمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی روایت کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لو ام قوما وھم لہ کارھون ان الکرھۃ لفساد فیہ اولانھم احق بالامامۃ منہ کرہ لہ ذلك تحریما[2]۔	اگر کسی نے کسی قوم کی امامت کی حالانکہ وہ قوم اسے ناپسند کرتی ہو خود اس میں فساد کی وجہ سے کراہت ہو یا اس لئے کہ دیگر لوگ فاسق سے زیادہ امامت کے اہل تھے اس صورت میں فاسق کا امام بنا مکروہِ تحریمی ہے۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] سنن ابی داؤد باب الرجل یؤم القوم وھم لہ کارھون مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۸

[2] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

مسئلہ نمبر ۵۸۰: از بدایوں مروہی محلّہ مرسلہ شیخ محمد حسین صاحب ۹ جمادی الاخری ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص حنفی ہو کر مسح میں امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا طریقہ عمل میں لائے یعنی چند بال چُھولے نے پر اکتفا کرے اُس وقت میں کہ پگڑی باندھے ہو تو اُس کی نماز اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

الجواب:

صورت مستفسرہ میں اگر یہ شخص واقعی شافعی ہوتا تاہم حنفیّہ کی نماز اُس کے پیچھے محض باطل تھی نہ کہ ایسے آزاد لوگ کہ کن ہی میں نہیں،

فی الهندیة الاقتداء بشافعی المذهب انما یصح اذاکان الامام یتحامی مواضع الخلاف بیان یمسح ربع راسه هکذا فی النهایة والکفایة ولا یتوضا بالماء القلیل الذی وقعت فیه الجناسة کذا فی فتاوٰی قاضی خان ولا بالماء المستعمل هکذا فی السراجیة اھ ملخصا[1]۔	ہندیہ میں ہے شافعی المذہب امام کی اقتدا تب جائز ہے کہ وہ مواضع خلاف سے بچنے والا ہو مثلاً چوتھائی سر کا مسح کرے، اسی طرح نہایہ اور کفایہ میں ہے، اور اس قلیل پانی سے وضو بھی نہ کرتا ہو جس میں نجاست واقع ہوئی ہے، فتاوٰی قاضی خان میں اسی طرح ہے، اور نہ ماءِ مستعمل سے وضو کرتا ہو سراجیہ میں یہی ہے اھ تلخیصًا (ت)

اور اس کی اپنی نماز بھی ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے طور پر تو ظاہر کہ محض باطل ہے اور ہم بلاشبہ یہی حکم دیں گے،

فانا انما نفتی بمذهبنا وان کان مذهب غیرنا ماکان کمانص علیه فی اخلاصة والاشباه وفی الدر المختار وردالمحتار وغیرها من الاسفار۔	ہم تو اپنے مذہب کے مطابق ہی فتوٰی دیں گے اگرچہ غیر کا مذہب جیسا بھی ہو، یہی تصریح خلاصہ، اشباہ، درمختار اور ردالمحتار وغیرہ معتبر کتب میں ہے۔ (ت)

مگر یہاں اور مذاہب پر بھی خیر نہیں سیّدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ تو ہماری ہی طرح باطل ہی فرمائیں گے کہ ان کے یہاں پُورے سر کا مسح فرض ہے، یونہی سیّدنا امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کوان سے بھی اظہر الروایات فرضیت استعیاب ہے۔ کما نقله الامام المولی الاجل القطب سیدی عبدالوهاب

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۸۴/۱

الشعرانی قدس سرہ الربانی فی المیزان (جیسا اسے ہمارے سردار امام اجل والقطب عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی نے میزان میں نقل کیا ہے۔ ت) رہا مذہب سیّدنا امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ اُس پر صحت نماز سمجھ لینا نری ہوس ہی ہوس ہے ایک اس مسئلہ میں ان سے توافق سہی، پھر کیا ان کے یہاں ایک ہی مسئلہ ہے، صدہا مسائل طہارت وصلوٰۃ خلافیہ ہیں جن پر اطلاع تام اُسی مذہب کے عالم متبحر کا کام خصوصًا ان بلاد میں نہ اس مذہب کے علماء نہ کتب، بھلا یوں نہ مانے تو بتائے تو کہ مذہب شافعی میں نواقض وفرائض وضوو غسل وفرائض داخلی وخارجی ومفسدات نماز بتفصیل صور وشقوق وتنقیح اقوال قدیم وجدید ونصوص ووجوہ وتصحیح وترجیح شیخین وغیرہما کبرائے مذہب کس قدر ہیں اور جب نہیں بتا سکتا اور بے شک نہ بتا سکے گا تو مجہول شیئ کی مراعات کیونکر ممکن، پھر کہاں سے اطمینان پایا کہ ان کے مذہب پر نماز صحیح ہی ہوگی، نہیں نہیں بلکہ بوجہ کثرت خلاف وتکثر حوادث موقعہ فی الاختلاف، عادۃً کہیں نہ کہیں وقوع مخالفت ہی مظنون کمالایخفی علی المتدرب ومن لم یقنع فلیجرب (جیسا کہ ہر صاحبِ فہم پر واضح ہے اور اگر کوئی اس پر قناعت نہیں کرتا تو وہ کود تجربہ کرے۔ ت) اور جب ایسا ہوا اور کیوں نہ ہوگا تو بیٹھے بٹھائے ازیں سو راندہ ازاں سو ماندہ، نہ اِدھر کے ہوئے نہ اُدھر کے ہوئے، ایک مذہب پر بھی نماز صحیح نہ ہوئی، درمختار میں ہے:

لا باس بالتقلید عندالضرورۃ لکن بشرط ان یلتزم جمیع مایوجبہ ذلك الامام لما قدمنا ان الحکم الملفق باطل بالاجماع[1]۔	ضرورت کے وقت دوسرے امام کی تقلید میں کوئی حرج نہیں البتہ یہ شرط ہے کہ ان تمام امور کا التزام جن کو اس امام نے اس عمل کے واسطے واجب قرار دیا ہے، کیونکہ ہم پہلے بیان کرچکے کہ وہ حکم جو دو مذہب سے مخلوط ہو وہ بالاجماع باطل ہے۔ (ت)

غرض لااقل اس بیباکی کا اتنا حاصل کہ تین مذہب پر تو دانستہ نماز باطل کرلی چوتھے پر صحت کی خبر نہیں فانّاللہ وانّا الیہ راجعون۔ مولٰی تعالٰی جنھیں توفیق خیر رفیق فرماتا ہے وہ ہر امر میں جہاں تک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے بقیہ مذاہب کا بھی لحاظ رکھتے ہیں مثلًا محتاط حنفی وشافعی ہرگز مسح کل راس وولاودلک ترک نہ کریں گے کہ آخر مسنون تو ہم بھی جانتے ہیں اور امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک ان کے بغیر طہارت ونماز ہی باطل، تو کیا مقتضائے عقل ہے کہ سنت چھوڑے اور ایک امام دین کے نزدیک نماز ہی سے منہ موڑے ولا حول والا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم ولہٰذا علمائے مذاہبِ اربعہ رحمہم اللہ تعالٰی تصریح فرماتے ہیں کہ خروج عن الخلاف بالاجماع مستحب مگر بیباک لوگوں کے نزدیک سنّتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ترک، اپنے امام مذہب کی مخالفت تین مذاہب حقہ پر نمازوں کا بطلان، چوتھے پر صحت شک وجہالت، یہ سب بلائیں آسان ہیں اور بندھی

---

[1] در مختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۲

ہوئی پگڑی کے پیچ ذرا سُست ہو جانا دشوار۔ اللہ عزوجل ہدایت بخشے۔ **واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وحکمہ عزشانہ احکم۔**

مسئلہ نمبر ۵۸۱: از شہر کہنہ بریلی ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو شوق قرآن و حدیث کا نہایت درجہ کا ہے مگر بسبب فکر معاش کے نہیں ہو سکتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ اگر خداوند کریم میری اس فکر کو دُور کر دے تو میں اس شوق کو عمر بھر نہیں چھوڑوں گا اور کبھی بچپن سے شوق راگ وغیرہ کا اس کو زید نہیں تھا اور اب جس وقت سے ایک بزرگ کامل یعنی مولوی فضل الرحمٰن صاحب کا مرید ہُوا ہے اس درجہ کا شوق راگ وغیرہ کا اُس کو ہو گیا کہ بیان سے باہر یعنی رنڈی اگر ناچتی ہو تو وہاں کھڑا ہو جاتا ہے اور ستار کا اس قدر شوق ہے کہ رات کے ۹ بجے فرصت ہوتی ہے فکر معاش سے تو اُس وقت سے لے کر ۲ بجے تک بلکہ بعض روز تمام رات ستار بجاتا ہے، اور اگر منع کرو تو کہتا ہے میرے واسطے دعا کرو تاکہ خداوند کریم مجھے اپنی محبت عنایت کرے، اور اگر دریافت کرو کہ جناب مولوی صاحب نے ان چیزوں کا حکم تم کو دیا ہے؟ تو کہتا ہے کہ نہیں۔

مبادا ہیچ دل بے عشق بازی
اگر باشد حقیقی یا مجازی

(خدا کرے کہ کوئی دل بغیر عشق کے نہ رہے خواہ عشق حقیقی ہو یا مجازی)

اور قرآن مجید اچھا جانتا ہے عمدہ جاننے میں شک نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں اس جگہ پر لوگ غلط پڑھتے ہیں ایسے شخص کے پیچھے نماز صحیح ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

نماز اس شخص کے پیچھے بلاشبہ صحیح ہے۔

لما تقرر فقھا وحدیثا وکلاما من جواز الصلٰوۃ خلف کل بروفاجر [1]۔	کیونکہ فقہی، حدیثی اور کلامی طور پر ثابت ہو چکا ہے کہ ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز جائز ہے (ت)

مگر کراہت رکھتی ہے لہٰذا دوسرے شخص کو جو ایسے امور سے خالی اور باوجود اس کے سُنّی صحیح العقیدہ و قاری صحیح القرات ہو امام مقرر کرلیں، ہاں اگر یہ بیان سچ ہے کہ وہاں اس شخص کے علاوہ سب غلط خواں ہیں یعنی حروف میں

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ وفیھا مباحث مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

تمیز نہیں رکھتے اور قرأت میں وہ غلطیاں کرتے ہیں جن سے نماز فاسد ہوتی ہے جب تک کوئی سنّی صحیح القرأت نہ ملے اسی شخص کی اقتداء کریں **فان تصحیح الصلٰوۃ اھم من دفع الکراھۃ** (کیونکہ نماز کی تصحیح دفع کراہت سے اہم ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

سوال مکرر:

مکرر یہ کہ چونکہ سائل نے یہ سوال اپنے ہاتھ سے لکھا ہے لہٰذا بعض امر پوشیدہ کیا وہ یہ کہ اس شخص کے عقائد بھی کچھ ٹھیک نہیں یعنی عقیدہ غیر مقلدی وغیرہ کا رکھتا ہے سنّی صحیح العقیدہ نہیں ہے اس میں جو حکم ہو تحریر فرمایئے کہ نماز اس کے پیچھے پڑھیں یا نہیں اور جو اس نے لکھا ہے وہاں لوگ قرآن غلط پڑھتے ہیں تو ایسے سب نہیں ہیں کہ اتنی غلطی کریں کہ نماز نہ ہو، ہاں قاری پُورے طور سے نہیں جیسا کہ حق قاری ہونے کا ہے۔

الجواب:

فاسق العقیدہ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے خصوصًا غیر مقلد کہ اُن کی طہارت وغیرہ کسی بات کا کچھ اعتبار نہیں تو ان کے پیچھے نماز محض ناجائز ہے **کما حققناہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید** (جیسا کہ اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ "**النھی الاکید عن الصلٰوۃ واء عدی التقلید**" میں کی ہے۔ ت)

پس اگر حال یوں ہے تو صورت متفسرہ میں مسلمانوں پر واجب قطعی کہ اس شخص کو امامت سے معزول کریں اور اسکے پیچھے ہرگز پرگز اپنی نمازیں برباد نہ کریں **واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۵۸۶: از موضع بکہ حبیبی والاعلاقہ جاگل تھانہ ہری پور ڈاکخانہ نجیب اللہ خان مرسلہ مولوی شیر محمد صاحب۔ ۲۳ رمضان المبارک ۱۳۱۱ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مولوی حافظ ہو کر روزہ نہ رکھے اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔؟

الجواب:

جو بے عذر شرعی روزہ نہ رکھے فاسق اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تو اگر دوسرے شخص متقی کے پیچھے نماز مل سکے تو اس کے پیچھے نہ پڑھے یہاں تک کہ جمعہ بھی۔ **فانہ بسبیل من التحول**[1] **کما افادہ المولی المحقق حیث اطلق فی الفتح** (کیونکہ ایسی صورت میں دوسری مسجد کی طرف منتقل ہونا جائز ہے جیسا کہ فاضل محقق نے فتح میں بیان کیا ہے۔ ت) ورنہ پڑھ لے، **فانہ اولی من الانفراد**[2] **کما فی**

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۳

ردالمحتار عملا بقول من یقول ان الکرھۃ تنزیھیۃ (کیونکہ اقتداء تنہا نماز ادا کرنے سے اولٰی ہے جیسا کہ ردالمحتار میں ہے تاکہ اس کے قول پر عمل ہوجائے جو اسے مکروہ تنزیہی کہتا ہے۔ت)

اور پڑھ کر پھیر لے لما ذھب الیہ کثیر من العلماء ان الکرھۃ تحریمیۃ[1] وھوالذی حققہ فی الغنیۃ وغیرھا وھوالاظھر کما بیناہ فی فتاوٰنا (کیونکہ اکثر علماء کے نزدیک اس میں کراہت تحریمی ہے جیسا کہ غنیہ وغیرہا میں ثابت ہے اور یہی مختار ہے اسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۵۸۳: از کلکتہ دھرم تلہ نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۶ صفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام شافعی المذہب ہو اور مقتدی حنفی تو اُن امور میں جو حنفی کو جائز نہیں جیسے آمین بالجہر کہنا اور رفع یدین اور قومہ میں ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا امام کی متابعت کرے یا نہ کرے؟ اور ایسے ہی مقتدی شافعی المذہب کو اپنے مذہب کے خلاف امور میں امام حنفی المذہب کی متابعت چاہئے یا نہیں؟ اور اگر متابعت کرے تو اس کی نماز کا کیا حال؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب:

حنفی جب دوسرے مذہب والے کی اقتداء کرے جہاں اس کی اقتداء جائز ہو کہ اگر امام کسی ایسے امر کا مرتکب ہو جو ہمارے مذہب میں ناقض طہارت یا مفسد نماز ہے جیسے آبِ قلیل متنجس یا مستعمل سے طہارت یا چوتھائی سر سے کم کا مسح یا خونِ فصد وریم زخم وقَے وغیرہا نجاسات غیر سبیلین پر وضو نہ کرنا یا قدر درم سے زائد منی آلودہ کپڑے سے نماز پڑھنا یا صاحب ترتیب ہو کر باوصف یاد فائتہ ووسعت بے قضائے فائتہ نماز وقتی شروع کردینا یا کوئی فرض ایک بار پڑھ کر پھر اُسی نماز میں امام ہوجانا تو ایسی حالت میں تو حنفی کو سرے سے اُس کی اقتداء جائز ہی نہیں اور اسکے پیچھے نماز محض باطل،

کما نص علیہ فی عامۃ کتب المذھب بل فی الغنیۃ اما الاقتداء بالمخالف فی الفروع کالشافعی فیجوز مالم یعلم منہ مایفسد الصلاۃ علی اعتقاد المقتدی علیہ الاجماع انما اختلف فی الکرھۃ[2] اھ	جیسا کہ اس پر عامہ کتب مذہب میں تصریح ہے بلکہ غنیۃ میں ہے فروعات میں مخالف مثلاً شافعی المسلک کی اقتداء اس وقت جائز ہوگی جب اس سے ایسے عمل کا علم نہ ہو جو اعتقادِ مقتدی میں مفسدِ نماز ہو جواز پر اجماع ہے البتہ کراہت میں اختلاف ہے اھ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المستملی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المستملی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۶

غرض جب وہ ایسے امور سے بری اور اُس کی اقتدا صحیح ہوا س وقت بھی ان باتوں میں اس کی متابعت نہ کرے جو اپنے مذہب میں یقیناً ناجائز و نامشروع قرار پاچکی ہیں اگر متابعت کرے گا تو اُس کی نماز اس نامشروع کی مقدار کراہت پر مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہوگی کہ پیروی مشروع میں ہے نہ غیر مشروع میں۔ ردالمحتار میں ہے:

تکون المتابعة غیر جائزة اذا کانت فی فعل بدعة او منسوخ او ما لا تعلق له بالصلٰوة[1]۔	امام کی متابعت بدعت، عمل منسوخ اور ہر اس عمل میں جائز نہیں جس کا تعلق نماز سے نہ ہو۔ (ت)

پھر خزائن الاسرار پھر حاشیہ شامی میں ہے: **انما یتبعه فی مشروع دون غیرہ**[2] (امام کی متابعت مشروع میں جائز لیکن غیر مشروع میں جائز نہیں۔ ت) مجمع الانہر و حاشیہ طحطاویہ میں ہے: **ماکان مشروعا یتابعه فیه وماکان غیر مشروع لا**[3] (ہر مشروع عمل میں امام کی متابعت ہوگی مگر غیر مشروع میں نہیں۔ ت) اسی طرح ترک سنّت میں امام کی پیروی نہیں بلکہ موجبِ اساءت و کراہت ہے اگر وہ چھوڑے مقتدی بجالائے جبکہ اس کی بجاآوری سے کسی واجب فعل میں امام کی متابعت نہ چھوٹے ولہذا علماء فرماتے ہیں اگر امام وقتِ تحریمہ رفع یدین یا تسبیح رکوع و سجود یا تکبیر انتقال یا ذکر قومہ ترک کرے تو مقتدی نہ چھوڑے

کمانص علیه فی نظم الزندویسی والخانیة والخلاصة والبزازیة والهندیة وخزانة المفتین وفتح القدیر والغنیة والدرالمحتار وحاشیة الدرر للعلامة شرنبلالی وغیرها وهذا نص البزازیة ملخصا. تسعة اشیاء اذا ترك الامام اتی بها المامومر فع الیدین فی التحریمة وتکبیرة الرکوع اوالسجود او التسبیح فیهما اوالتسمیع[4] الخ۔	نظمِ زندویسی، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، ہندیہ، خزانۃ المفتین، فتح القدیر، غنیہ، درمختار اور حاشیہ درر للعلامہ شرنبلالی اور دیگر کتب میں اس پر تصریح ہے۔ عبارت بزازیہ کا خلاصہ یہ ہے کہ نو ۹ ایسی اشیاء جن کو امام ترک کردے تو مقتدی ان کو بجالائے، تکبیر تحریمہ کے موقعہ پر ہاتھوں کا اٹھانا، رکوع یا سجدہ کے لئے تکبیر یا ان دونوں مین تسبیح یا تسمیع (سمع اللہ لمن حمدہ کہنا) الخ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب مہم فی تحقیق متابعۃ الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۸

[2] ردالمحتار مطلب مہم فی تحقیق متابعۃ الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۹

[3] حاشیہ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۸۱

[4] فتاوی بزازیۃ مع الفتاوی الھندیۃ نوع من الثانی صلی المغرب مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۵۸

یوں ہی تکبیراتِ عیدین میں رفع یدین فی الدر یرفع فی الزوائد ان لم یر امامه ذلك[1] الخ (درمختار میں ہے تکبیرات زوائد میں اپنے ہاتھ بلند کرے خواہ امام اس عمل کو جائز نہ سمجھتا ہوالخ۔ ت) اور اگر رکوع و سجود میں ایک ہی تسبیح کہہ کر سر اُٹھائے تو مقتدی بھی ناچار سنت تثلیث ترک کرے ورنہ قومہ و جلسہ کی متابعت میں خلل آئے گا۔

هوالصحیح کما فی الخانیة والخلاصة والخزانة والوجیزوالفتح والبحر وغیرهامن الاسفار الغر وهذا نظم الدرانه مما یبتنی علی لزوم المتابعة فی الارکان انه لو رفع الامام راسه من الرکوع اوالسجود قبل ان یتم الماموم التسبیحات الثلث وجب متابعته[2]۔	یہی صحیح ہے جیسا کہ خانیہ، خلاصہ، خزانہ، وجیز، فتح، بحر وغیرہ معتبر کتابوں میں ہے، درمختار کے الفاظ یہ ہیں ارکانِ نماز میں امام کی پیروی لازم ہونے پر یہ مسئلہ مبنی ہے کہ اگر امام نے اپنا سر رکوع و سجود سے مقتدی کی تین تسبیحات مکمل ہونے سے پہلے اُٹھا لیا تو مقتدی پر متابعتِ امام لازم ہے۔ (ت)

شرح منیہ علامہ ابرہیم حلبی و حاشیہ سیّد ابن عابدین میں ہے:

الاصل عدم وجوب المتابعة فی السنن فعلا فکذا ترکا وکذا الواجب القولی الذی لایلزم من فعله المخالفة فی واجب فعلی کالتشهد وتکبیر التشریق بخلاف القنوت و تکبیرات العیدین اذیلزم من فعلها المخالفة فی الفعل وهو القیام مع رکوع الامام الخ[3] اھ ملخصا۔	اصل یہ ہے کہ سنن میں امام کی متابعت جس طرح فعلاً لازم نہیں اسی طرح ترکاً بھی لازم نہیں، یہی حکم اس واجب قولی کا ہے جس کے بجالانے سے کسی واجب فعلی کی مخالفت لازم نہ آئے مثلاً تشہد اور تکبیراتِ تشریق بخلاف دعا قنوت اور تکبیراتِ عیدین کے کیونکہ ان کے بجالانے سے فعل میں مخالفت لازم آتی ہے، یعنی ایسی صورت میں امام رکوع میں ہوگا اور مقتدی حالتِ قیام میں ہوگا الخ اھ تلخیصاً۔ (ت)

جب یہ اصول معلوم ہولئے تو اُن تینوں فروع کا حکم بھی انھیں سے نکل سکتا ہے رکوع وغیرہ میں رفع یدین ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک منسوخ ہوچکا ہے اور منسوخ پر عمل نامشروع، تو اس میں متابعت نہیں۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں:

لو اقتدی بمن یرفع یدیه عند الرکوع او بمن یقنت فی الفجر او بمن یری خمس	اگر کسی نے ایسے امام کی اقتداء کی جو رکوع کے وقت رفع یدین کرتا ہے یا نمازِ فجر میں قنوت پڑھتا ہے

---

[1] درمختار، باب العیدین، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۱۱۶

[2] درمختار، فصل واذا اراد الشروع الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۵

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۶۸

تکبیرات فی صلٰوۃ الجنازۃ لایتابعہ لظھور خطیئہ بیقین لان ذلك کلہ منسوخ[1] اھ نقلہ فی عیدردالمحتار۔	یا تکبیراتِ جنازہ پانچ کہتا ہے تو مقتدی اس کی اتباع نہ کرے کیونکہ اس کا غلطی پر ہونا یقینی ہے کیونکہ یہ تمام منسوخ ہیں اھ ردالمحتار کے باب العید میں اس کو نقل کیا ہے۔(ت)

جلالی پھر شرح المقدمۃ الکیدانیۃ للقہستانی پھر جنائز حاشیہ شامی میں ہے:

لا تجوز المتابعۃ فی رفع الیدین فی تکبیرات الرکوع[2]۔	تکبیراتِ رکوع کے موقعہ پر امام کے رفع یدین کرنے کی اتباع جائز نہیں۔(ت)

قومہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا شافعیہ کے نزدیک نمازِ فجر کی رکعت اخیرہ میں ہمیشہ وتر کی تیسری میں صرف نصف اخیر شہرِ رمضان المبارک میں ہے کہ وہ ان میں دعائے قنوت پڑھتے ہیں۔ قنوتِ فجر تو ہمارے ائمہ کے نزدیک منسوخ یابدعت، بہرحال یقینا نامشروع ہے۔ لہٰذا اس میں پیروی ممنوع، اور جب اصل قنوت میں متابعت نہیں تو ہاتھ اٹھانے میں کہ اس کی فرع ہے اتباع کے کوئی معنی نہیں مگر اصل قومہ رکوع فی نفسہ مشروع ہے لہٰذا وُہ جب تک نمازِ فجر میں قنوت پڑھے مقتدی ہاتھ چھوڑے چُپکا کھڑا رہے۔ درمختار میں ہے:

یأتی الماموم بقنوت الوتر ولو بشافعی یقنت بعد الرکوع لانہ مجتھد فیہ لا الفجر لا نہ منسوخ بل یقف ساکتا علی الاظھر مرسلا یدیہ[3]۔	مقتدی وتروں میں دعائے قنوت پڑھے اگرچہ اس نے ایسے شافعی المذہب امام کی اقتدا میں نماز شروع کی جو رکوع کے بعد قنوت پڑھنے والا ہو کیونکہ یہ معاملہ اجتہادی ہے البتہ فجر میں قنوت نہ پڑھے کیونکہ وہ منسوخ ہے، بلکہ وہ مقتدی مختار قول کے مطابق ہاتھ چھوڑے خاموش کھڑا رہے۔(ت)

علامہ شرنبلالی نورالایضاح میں فرماتے ہیں:

اذا اقتدی بمن یقنت فی الفجر قام معہ فی قنوتہ ساکتا علی الاظھر	اگر کسی نے ایسے امام کی اقتدا کی جو فجر میں قنوت پڑھتا ہے تو مختار قول کے مطابق اس کے ساتھ خاموش

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان قدر صلٰوۃ العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲۷۸/۱

[2] ردالمحتار، مطلب المراد بالمجتہد فیہ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر، ۳۴۸/۱

[3] درمختار، باب الوتر والنوافل، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۹۴/۱

ویر سل یدیه فی جنبیه[1]	کھڑا رہے اور اپنے ہاتھ پہلوؤں کی طرف چھوڑ دے۔ (ت)

اور نمازِ وتر میں اگر شافعی امام کے پیچھے اقتدا باقی رہے (کہ وہ وتر کے دو ٹکڑے کرتے ہیں پہلے تشہد پر سلام پھیرا اخیر رکعت اکیلی پڑھتے ہیں اگر امام نے ایسا کیا جب تو رکعت قنوت آنے سے پہلے ہی اس کی اقتدا قطع ہو گئی اب نہ وہ امام نہ یہ مقتدی، نہ اس کے وتر صحیح کہ اس کی وسط نماز میں عمداً سلام واقع ہوا فی الدرالمختار **صح الاقتداء فیه بشافعی لم یفصله بسلام لا ان فصله علی الاصح**[2] اھ ملخصا در مختار میں ہے وتر میں حنفی کو اس شافعی کی اقتداء درست ہے جو وتر کو سلام کے ساتھ جُدا نہ کرے (یعنی دو رکعت پر سلام نہ پھیرے) اگر امام نے وتر کو دوگانہ کے بعد سلام پھیر کر جُدا کیا تو اصح قول کے مطابق اس کی اقتدا درست نہیں ہے اھ ملخصًا) جب ایسا نہ ہو اور اقتدا قائم رہے) تو اگرچہ شافعیہ قنوت قومہ میں پڑھتے ہیں اور ہمارے مذہب میں اس کا محل قبل رکوع، مگر ہمارے علماء نے تمام متون و شروح و فتاوٰی میں مقتدی کو حکم دیا کہ یہاں قنوت میں متابعت کرے، اور اس کا منشاء وہی کہ اسے بالکل نامشروع نہیں ٹھہراتے **والمسئلة منصوص علیها بدلیلها فی الهدایة والکافی وسائر الشروح** (اس مسئلہ سے متعلق عبارات بمع دلائل ہدایہ، کافی اور دیگر شروح میں موجود ہیں۔ ت)

رہا یہ کہ مقتدی اس حالت میں اتباع امام کرے یا اتباعِ مذہبِ امام یعنی ہاتھ باندھے یا چھوڑے یا دعا کی طرح اُٹھائے، کیا کرنا چاہئے، اس کی تصریح نظرِ فقیر سے نہ گزری، نہ اپنے پاس کی کتب موجود میں اس سے تعرض پایا، ظاہر یہ ہے کہ مثل قیام ہاتھ باندھے گا کہ جب اسے قنوت پڑھنے کا حکم ہے تو یہ قیام ذی قرار و صاحبِ ذکر، مشروع ہوا اور ہر ایسے قیام میں ہاتھ باندھنا نقلاً و شرعاً سنّت اور عقلاً و عرفاً ادبِ حضرت اور ترک سنّت میں امام کی پیروی نہیں،

وقد یؤید ذلك اطلاقهم قاطبة سنیة الوضع فی حالة القنوت کما فی عامة الکتب المذهبة فیکون متناولا لهذا القنوت المخصوص ایضًا۔	اس کی تائید فقہا کی ان عبارات سے ہوتی ہے جن میں ہے کہ قنوت کے موقع پر ہاتھ باندھنا سنّت ہے جیسا کہ عام کتبِ مذہب مین ہے تو وہ حکم اس مخصوص قنوت کو بھی شامل ہوگا۔ (ت)

---

[1] نورالایضاح باب الوتر، مطبوعہ مطبع علیمی لاہور ص ۳۸

[2] درمختار باب الوتر والنوافل مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۴

بلکہ درمختار میں ہے:

هو ای الوضع سنة قیام له قرار فیه ذکر مسنون فیضع حالة الثناء وفی القنوت لا فی قیام بین رکوع وسجود وتکبیرات العید مالم یطل القیام فیضع، سراجیة[1] اھ ملخصا۔	وہ یعنی ہاتھ باندھنا اس قیام کی سنت ہے جس میں طول اور کوئی ذکر مشروع ہو (یعنی جس کے پڑھنے کا حکم ہو خواہ وُہ ذکر فرض، واجب یا سنت ہو) پس ثنا اور قنوت کے موقع پر ہاتھ باندھے جائیں، رکوع اور سجود کے درمیان (یعنی قومہ میں) اور تکبیراتِ عید کے قیام میں ہاتھ باندھے جب تک قیام کو طویل نہ کرے، اگر طویل کرے تو باندھ لے، سراجیہ اھ ملخصًا (ت)

حاشیہ علامہ طحطاوی میں ہے:

ظاہرہ یعم ای قیام طال وعلیه فیضع فی قیام صلٰوۃ التسبیح الذی بین الرکوع والسجود[2]۔	بظاہر اس میں عموم ہے یعنی ہر وہ قیام جو طویل ہو، تو اسی عموم کی بناء پر نماز تسبیح کے رکوع اور سجدوں کے درمیان ہاتھ باندھ لینے چاہیں کیونکہ یہاں قیام طویل ہے۔ (ت)

یوں ہی ہمارے ائمہ کا اجماع ہے کہ آمین میں سنّت اخفا ہے اور اس کی بجاآوری میں امام سے کسی واجب فعلی میں مخالفت نہیں تو کیوں ترک کی جائے۔

اقول: وتحقیق المقام علی ما علمنی الملك العلام ان السنن لاحظ لها فی المتابعة الا بالتبع ذلك لان معنی متابعك غیرك جعلك نفسك تابعا له والتبعیة انما تتصور بشیئین احدهما فی نفس اتیان شیئ بمعنی انه ان فعله فعلت وان ترکه ترکت والاخر فی وقته فلا تتقدم علیه ولا تسبقه	**اقول:** (میں کہتا ہوں) مالک علام کی عطا سے تحقیق مقام یہ ہے کہ سُنن میں تبعًا اتباع ہوتی ہے یہ اس لئے کہ تیرا غیر کی متابعت کرنے کا معنی یہ ہے کہ تُو نے اپنی ذات کو اس کے تابع بنا دیا ہے، اور یہ تابعیت دو چیزوں کی وجہ سے متصور ہوگی، ایک یہ کہ شَے کو بجالانا اس طریقہ سے کہ اگر اس نے کیا تو تُو بھی کرے اگر اس نے ترک کیا تو تُو بھی ترک کردے دوسری وقت میں کہ تو اسی وقت کرے نہ اس آگے ہو اور نہ اس سے پہلے

---

[1] درمختار فصل واذا اراد الشروع الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی لاہور ۷۴/۱

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار فصل واذا اراد الشروع الخ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲۱۸/۱

الیه وان لم یکن فعلك متوقفا علی فعله ولا متقیدا بتقدمه بل تفعله وان لم یفعل وتبادر الیه وان لم یاخذفیه بعد فماانت تابع له بل انت مستقل بنفسك غیرتابع ولامتابع وھذا ظاھر جدا واذ قد علمت ان اتیان المأموم بالسنن غیر متقید باتیان الامام بل یاتی بھا ان ترکھا کما اسمعناك علیه نصوص الائمة، ومن لازم ذلك جواز التقدم علیه مع الندب الیه لجواز ان یرجع الامام بعد الترك الی الفعل کما اذا رکع فصوب راسه وطبق اکفه اوضم اصابعه او بقی صامتا غیر مسبح والمأموم قد فعل کل ذلك بطلب الشرع ثم عادالامام فسوی واخذ وخرج وسبح فقد تقدم فعل المأموم وھو فیه غیر ملوم بل الیه مندوب وھومنه معتمد محسوب فقد ثبت ان لا مدخل للمتابعة فی السنن والمستحبات بل المأموم مستبد فیھا غیر داخل تحت حکم الامام ولم یتناوله تحکیمه ایاه علی ذاته، والتزامه ان

اور تیرا ایسا فعل جو اس کے فعل پر موقوف نہ ہو اور نہ ہی اس کے تقدم کے ساتھ مقید ہو بلکہ آپ اسے کرسکتے ہیں اگرچہ امام اسے نہ کرے، اسی طرح آپ اسکی طرف بڑھ سکتے ہیں اگرچہ امام ابھی تک اس میں شروع نہیں ہوا۔ تو آپ اس میں کسی معنی میں بھی تابع نہیں بلکہ آپ کی اس میں مستقل حیثیت ہے نہ کہ تابع اور متابع کی، اور یہ بات نہایت ہی ظاہر ہے اور جب آپ یہ جان چکے کہ مقتدی کا سنن پر عمل امام کے بجالانے کے ساتھ مقید نہیں بلکہ امام کے ترک کی صورت میں مقتدی انھیں بجالاسکتا ہے جیسا کہ ہم نے بہت سے ائمہ کے اقوال سے آپ پر واضح کیا ہے اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ مقتدی کے لئے امام پر تقدم جائز جب مقتدی اس عمل کو مستحب بھی جانے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ امام ترک کے بعد اسے بجالائے مثلًا امام نے رکوع میں سرپست کردیا، اپنی دونوں ہتھیلیاں بند کرلیں، یا انگلیاں متصل رکھیں یا تسبیح کہے بغیر خاموش رہا حالانکہ مقتدی ان تمام کو بجالایا، کیونکہ شرعًا یہ تمام مطلوب تھیں پھر امام لوٹا اور اس نے سر برابر کیا، ہتھیلوں سے گھٹنے پکڑے، انگلیوں میں انفصال کیا اور تسبیح کہی تو یہاں اگرچہ مقتدی نے پہلے عمل کیا لیکن یہ غیر مناسب نہیں لہٰذا اسے ملامت نہ جائے بلکہ یہ اس کے لئے مستحب ہے اور اس پر اسے ثواب ملے گا، پس اس سے ثابت ہوگیا کہ سنن اور مستحبات میں متابعت کا کوئی دخل نہیں، بلکہ مقتدی ان میں مستقل ہے اور وہ امام کے حکم کے تحت داخل نہیں اور نہ ہی اس کی تحکیم اس کی ذات،

يصلى بصلاته فيما هو محجور فيه عن التقدم عليه والاستبداد دونه وماهوحقيقة الا الواجبات الفعلية اذ هى موضوع الاقتداء اصالة كما نص عليه فى الغنية واشار اليه فى المرقاة تحت قوله صلى الله تعالٰى عليه وسلم انما جعل الامام ليؤتم به [1] ففيها القدوة حقيقة ومنها يسرى الى غيرها وان سرى كوجوب ترك سنة يلزم من فعلها مخالفة الامام فى واجب فعلى فليس ذلك للمتابعة فى ترك السنة بل فى الواجب المذكور كعدم جوازان ياتى بسنن الركوع قبل ركوع الامام فانه لايفعلها الا فى الركوع ولاركوع له قبل ركوعه فعن هذا امتنع تقديمها على ركوعه لا على فعلية السنن كما علمت وهذا معنى قولنا لا خط لها من المتابعة الابالتبع واذقد تبين هذا ولله الحمد ظهر ان المقتدى ياتى بالسنن على مذهب نفسه دون مذهب الامام فان المستبدانما يعمل

پر جاری ہوگی، رہا یہ معاملہ کہ مقتدی نے امام کی نماز میں اقتدا کاالتزام کیاتھاتو یہ ان امور ہیں ہوگا جن میں امام پر تقدم منع ہے اور جن میں مقتدی امام کے بغیر مستقل حیثیت نہیں رکھتا اور وہ امور حقیقۃً واجباتِ فعلیہ ہی ہیں کیونکہ اصالۃً یہی موضوعِ اقتدا ہیں جیسا کہ اس پر غنیہ میں تصریح ہے۔ مرقات میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی "امام اس لئے بنایاجاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے" کے تحت اسی طرف اشارہ کیا ہے تو ان واجبات میں اقتدا حقیقۃً ہے اور ان کے علاوہ میں ان کی وجہ سے ہے مثلاً اس سنّت کا ترک واجب ہوگا جس کو بجالانے سے واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم آئے تو یہ ترک سنّت میں متانعت کی بناپر نہیں ہے بلکہ واجب مذکور میں مطابقت کی بناپر نہیں ہے بلکہ واجب مذکور میں مطابقت کی بناپر ہے جیسا کہ مقتدی سننِ رکوع کو امام کے رکوع سے پہلے بجا نہیں لا سکتا کیونکہ وہ انھیں رکوع کے علاوہ ادا نہیں کرسکتا، اور امام کے رکوع سے پہلے مقتدی کو رکوع کی اجازت نہیں ہے تو اس وجہ سے ان سنن کا امام کے رکوع سے پہلے بجالانا منع ہوگیا، نہ یہ کہ سنن کو بجالانا منع ہے جیسا کہ تُو جان چکا ہے ہمارے قول کہ "سنن میں اتباعِ امام تبعًا ہی ہے" کا معنی یہی ہے۔ الحمدللہ جب یہ چیز واضح ہوگئی تو یہ بھی واضح ہوگیا کہ مقتدی سنن کی بجاآوری اپنے مذہب کے مطابق کرے گا نہ کہ

---

[1] مراقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ باب ماعلی الماموم الخ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۹۴/۳

برائی نفسه هذا اینبغی التحقیق والله تعالٰی ولی التوفیق اتقن هذا فانك لاتجده فی غیرهذا التحریر وهوعلم عزیز فی کلم یسیر۔	امام کے مذہب کے مطابق، کیونکہ مستقل حیثیت رکھنے والا اپنی رائے کے مطابق عمل کرتا ہے تحقیق کا حق یہی تھا،اللہ تعالٰی ہی توفیق کامالک ہے اسے اچھی طرح پختہ کرلو کیونکہ ایسی تحقیق اس تحریر کے علاوہ تمھیں کہیں نہیں ملے گی،اور یہ آسان ترین کلمات میں نہایت ہی اعلٰی علم ہے۔(ت)

ولہٰذاحرمین طیبین زادہما اللہ تعالٰی شرفاً وتکریمًا میں مرئی ومشاہد ہے کہ ایک امام کے پیچھے چاروں مذہب والے نماز پڑھتے ہیں اوران امور میں سب اپنے مذہب پر عمل کرتے ہیں حنفی امام حنفی کے پیچھے زیر ناف ہاتھ باندھے ہے،اُس کے دہنے بازوپر شافعی سینے پر ہاتھ رکھے، بائیں بازوپر مالکی ہاتھ کھولے ہوئے ہے کوئی کسی پر انکار نہیں کرتا،اور کیوں ہو کہ بحمد اللہ ہم چاروں حقیقی بھائی ایک ماں باپ کی اولاد ہیں باپ ہمارااسلام ماں ہماری سنّت سنیہ سیّدالانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلٰوۃ والسّلام، انکارتوان گمراہوں پر ہے جو تقلید ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو معاذاللہ شرک وحرام بتاتے اور مذاہب حقّہ راشدہ اہل حق کا نام چوراہہ رکھتے ہیں۔ وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ ﴿۲۲۷﴾[1] (عنقریب ظالم جان لیں گے کہ وہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) ولا حول ولا قوۃ الّا باللہ العلی العظیم صلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولانا محمد واٰلہ وصحبہ وعلماء حزبہ اجمعین۔ رہا یہ کہ ایسی صورت میں شافعی کو کیا چاہئے، یہ علماء شافعیہ سےپُوچھا جائے۔ خلاصہ ودرمختار میں ہے:

ولو قیل للحنفی مامذهب الامام الشافعی فی کذاوجب ان یقول قال ابوحنیفة کذا[2] اھ۔ **اقول:** ولا شك ان الرجل بمذهبه ادری وامر الفتیا امر واَدْهٰی فترك اجتراء	اگر کسی حنفی سے سوال کیا جائے کہ امام شافعی کا مسلک فلاں مسئلہ کے بارے میں کیا ہے تو جوابًا یہ کہنا واجب ہے کہ امام ابوحنیفہ کا موقف یہ ہے اھ **اقول:** (میں کہتا ہوں) اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر آدمی اپنے مذہب کو خوب جانتا ہے اور فتوٰی جاری کرنے کا معاملہ نہایت ہی سخت اور دشوار

---

[1] القرآن ۲۲۷/۲۲

[2] درمختار باب العدۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲۵۶/۱

على مذهب غيره احق واحرى والله تعالى اعلم وعلمه اتم واحكم۔	ہے، پس دیگر مذہب پر جرأت کا ترک ہی زیادہ مناسب ولائق ہے، اللہ تعالٰی سب سے بہتر جانتا ہے اس کا علم اتم اور سب سے کامل ہے (ت)

مسئلہ نمبر ۵۸۴: از ملک آسام ضلع جوہاٹ ڈاکخانہ گٹنگا مقام سرائے بہی مرسلہ سیّد محمد صفاء الدین صاحب ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عدیم البصر کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

بلاشبہ جائز ہے مگر اولٰی نہیں مکروہ تنزیہی ہے جبکہ حاضرین میں کوئی شخص صحیح العقیدہ غیر فاسق قرآن مجید صحیح پڑھنے والا اس سے زائد یا اس کے برابر مسائلِ نماز وطہارت کا علم رکھتا ہو ورنہ وہ عدیم البصر ہی اولٰی وافضل ہے جو باوصف صفات مذکورہ باقی حاضرین سے اُسے علم میں زائد ہو۔ ہندیہ میں ہے:

الاولى بالامامة اعلمهم باحكام الصلوٰة هكذا فى المضمرات، وهوالظاهر هكذا فى البحرالرائق، هذا اذاعلم من القرأة قدرماتقوم به سنة القرأة هكذا فى التبيين، ولم يطعن فى دينه كذا فى الكفاية، وهكذا فى النهاية، ويجتنب الفواحش الظاهرة وان كان غيره اورع منه كذا فى المحيط، وهكذا فى الزاهدى، وان كان متبحرا فى علم الصلوٰة لكن لم يكن له حظ فى غيره من العلوم فهو اولى كذا فى الخلاصة[1]۔	امامت کے لئے سب سے بہتر وہ ہے جو احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ مضمرات میں یہی ہے، اور مختار بھی یہی ہے، بحرالرائق میں اسی طرح ہے۔ یہ اس وقت ہے جب اتنی قرأت سے واقف ہو جس سے قرأت مسنونہ ادا ہوجاتی ہو، تبیین میں اسی طرح ہے۔ کفایہ اور نہایہ میں ہے کہ اس کے دین پر طعن نہ ہو۔ محیط اور زاہدی میں ہے کہ وہ فواحشِ ظاہری سے بچنے والا ہو اگرچہ کوئی دوسرا اس سے زیادہ صاحبِ ورع ہو۔ خلاصہ میں ہے اگر وہ مسائلِ نماز کے بارے میں نہایت ہی ماہر ہو لیکن وہ دیگر علوم میں واقفیت نہ رکھتا ہو تو پھر وہی اولٰی ہے (ت)

اسی میں ہے:

تجوز امامة الاعرابى والاعمى والعبد	اعرابی، نابینا اور غلام کی امامت جائز ہے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ہو احق بالامامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۳

الا انها تکرہ[1] اھ ملخصا۔	البتہ مکروہ ہے اھ ملخصاً (ت)

بحر میں ہے: کراہت تنزیہہ۔ خانیہ میں ہے: غیرھم اولی (ان کے علاوہ اولیٰ ہے۔ ت)

حضرت عتبان بن مالک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ باجازت حضور پُر نور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی قوم کی امامت فرماتے،

فی الصحیحین واللفظ لمسلم عن ابن شھاب ان محمود بن الربیع الانصاری حدثه ان عتبان بن مالك وھومن اصحاب رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ممن شھد بدرامن الانصار انه اتی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فقال یارسول الله انی قد انکرت بصری وانا اصلی لقومی[2] الحدیث فی اتیانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم الٰی بیته وصلاته فیه لیتخذه مصلی۔	بخاری و مسلم میں ہے اور مسلم کے الفاظ یہ ہیں ابن شہاب بیان کرتے ہیں کہ محمود بن الربیع انصاری سے مروی ہے کہ حضرت عتبان بن مالک جو انصاری اور بدری صحابیِ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے عرض کیا یارسول اللہ ! میری آنکھیں جواب دے گئی ہیں حالانکہ میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں الی آخر الحدیث تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے نماز ادا فرمائی تاکہ وہ اس جگہ کو اپنی نماز کی جگہ بنالیں۔ (ت)

حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سفر کو تشریف لیجاتے وقت دوبار مدینہ طیبہ پر نیابت عطا فرمائی کہ باقی ماندہ لوگوں کی امامت کرتے،

عزاہ فی البحر الی صحیح ابن حبان[3] **قلت** اخرج احمد وابوداؤد عن انس رضی الله تعالٰی عنه ان النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم استخلف ابن ام مکتوم علی المدینة مرتین یصلی بھم	بحر میں اس کی نسبت صحیح ابن حبان کی طرف ہے، **میں کہتا ہوں** امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دومرتبہ مدینہ طیبہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا

---

[1] فتاوٰی ہندیہ، الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ، مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور، ۸۵/۱

[2] صحیح مسلم، باب الرخصۃ فی التخلف الخ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۲۳۳/۱

[3] بحر الرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۸/۱

وھو اعمٰی [1]۔	حالانکہ وہ نابینا تھے۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں انھیں امام مقرر کرنے کی یہی وجہ ہے کہ حاضرین میں سب سے افضل یہی تھے. بحر الرائق میں ہے:

قید کراھۃ امامۃ الاعمٰی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی وعلی ھذا یحمل تقدیم ابن ام مکتوم لانہ لم یبق من الرجال الصالحین للامامۃ فی المدینۃ احد افضل منہ حینئذ ولعل عتبان بن مالك کان افضل من کان یؤمہ ایضًا اھ [2] **قلت** وقد سمعت انہ کان من الاصحاب البدریین رضی اللہ تعالٰی عنھم اجمعین فان لم یکن فی من کان یؤمھم من شھد بدرا کان افضلھم بالیقین۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔	محیط وغیرہ میں امامتِ اعمٰی کے مکروہ ہونے کے لئے یہ قید لگائی گئی ہے کہ وہ اعمٰی اس قوم سے افضل نہ ہو، اگر وہ دوسروں سے افضل ہے تو وہی بہتر ہوگا، اور حضرت ابنِ مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تقدیم کو بھی اسی بات پر محمول کیا جاتا ہے کہ اس وقت مدینہ منورہ میں ان سے بڑھ کر امامت کا اہل کوئی نہیں تھا، ممکن ہے حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی دوسرے لوگوں سے افضل ہوں۔ **قلت** (میں کہتا ہوں) آپ نے سن لیا ہے کہ وہ اصحاب بد رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین میں سے تھے اگر ان کے مقتدیوں میں کوئی بھی اصحاب بدر میں سے نہ تھا تو وہ بالیقین ان سے افضل ہوئے (ت)

مسئلہ نمبر ۵۸۵، ۵۸۸: از شاہجہانپور محلّہ بابوزئی مرسلہ شاہ فخر عالم صاحب قادری ۲۲ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس باب میں کہ مسجد میں بحکم والی ملک (زید) جو حافظ قرآن و متشرع ہے قدیم سے خدمتِ امامت بجالاتا ہے اور اس کی تنخواہ پاتا ہے لیکن بکر جو دوسرے سررشتہ کا ملازم ہے اور اس کے پاس باوجودیکہ کوئی حکم فسخ امامت کا زید کانہیں ہے اور نہ بکر کو حکم امامت کا والی ملک کے یہاں سے ملا اور عموماً مقتدیان بکر کی امامت سے بوجوہاتِ ذیل ناراضامند ہیں:

(۱) یہ کہ بکر بعض اوقات رقصِ طوائف دیکھ لیتا ہے۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل مروی از مسند انس بن مالک مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۳/ ۱۹۲، سنن ابوداؤد باب امامۃ الاعمٰی مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۸۸

[2] بحر الرائق، باب الامامۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/ ۳۴۸

(۲) کفار و مشرکین کے میلوں ٹھیلوں اور دیوالی کی شب جو ہنود میں صورت لچھمن کی ہوتی ہے اور خبائث دیوتاؤں کی پوجا کی جاتی ہے شریک ہو کر بھی سب کے ساتھ مہورت کا روپیہ چڑھاتا ہے اور علاوہ تنخواہ اپنی مقررہ کے خلاف حکم لوگوں سے نذرانہ بھی لیتا ہے۔

(۳) محفل میلادِ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اور قیام کو بدعت سیئہ بتلاتا ہے اور محفل یازدہم حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی کرنے اور پڑھنے والے بدعتی اور گنہگار کہتا ہے اور شیرنیِ محفل میلاد کو برا جانتا ہے۔

(۴) شرفا و نجبا کی توہین اور غیبت کو فخر سمجھتا ہے اور مولوی ابوالمنصور صاحب دہلوی کی نسبت جو امامِ وقت کہے جاتے ہیں ان کی تصنیف پر جو سب علماء دیکھ چکے ہیں اور کوئی حرف زن نہیں ہوا مگر بکر نے فتوی کفر دے دیا ہے پس مقتدیان وغیرہ کے دلوں میں جو بکر کی طرف سے بوجوہات بالا کراہت آگئی ہے اس واسطے بکر نماز نہ پڑھنے میں کوئی حرج تو نہیں ہے اور بکر اپنی امامت کے باعث مقتدیان وغیرہ کو تارک جماعت دیکھتا مگر پھر بھی اپنی امامت نہیں چھوڑتا اور اس کے امام حکمی کو جس کا ذکر اوپر آچکا امامت کرنے کا موقع نہیں آنے دیتا پہلے خود امام بن جاتا ہے تو بکر کس گناہ کا مرتکب کہا جائے گا، فقط، **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورۃ مستفسرہ میں بکر کا فاسق فاجر مرتکب کبائر بدعتی گمراہ خائب و خاسر ہونا تو بداہۃً ظاہر اور اگر لچھمن کو روپیہ معاذ اللہ بطور عبادت بھینٹ چڑھایا ہے تو قطعًا یقینًا مرتد کافر اور اس فعل ملعون کے بدترین فسق و فجور قریب بکفر ہونے میں تو کلام ہی نہیں بہر حال اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھنے میں کیا حرج ہوتا بلکہ اقتدا میں حرج اور سخت حرج ہے جو اسے امام کرے گا گنہگار ہوگا مسلمان اس فاسق بددین کے پیچھے نماز ہر گز نہ پڑھیں جہاں تک قدرت ہو اُسے امامت سے دفع کریں قدرت نہ پائیں تو اپنی جماعت جُدا کریں اور جبکہ امام معین یعنی زید اور عامہ اہل مسجد انھیں کے ساتھ ہیں تو جماعت اولٰی اِنھیں کی جماعت ہوگی اگرچہ وہ پہلے پڑھ جائے بلکہ جبکہ اس کے اسلام میں شک ہے تو انھیں درجہ اولٰی جائز ہے وہ جس وقت امامت کر رہا ہو اُسی وقت مسجد میں یہ اپنی جماعت قائم کریں اور اگر یہ ایسا کریں تو اس جماعت کے مقتدیوں کو چاہئے فورًا نیت توڑ کر اس میں میں آملیں اگر ایسا نہ کریں گے تو انھیں اپنی نماز پھیرنی ہوگی یُوں ہی آج تک جتنی نمازیں لوگوں نے دانستہ خواہ نادانستہ اس کے پیچھے پڑھی ہیں سب پھیریں، اور اگر مسلمان نہ اُسے امامت سے دفع کر سکتے ہیں نہ اُس مسجد میں اپنی جماعت اس سے پہلے یا ساتھ یا بعد کر سکتے ہیں تو انھیں روا ہے کہ اس مسجد میں نماز نہ پڑھیں دوسری مسجد میں جا کر شریک جماعت ہوں۔ مراقی الفلاح میں ہے:

کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامه بالدین فتجب اھانته شرعا فلا یعظم	فاسق کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ اہتمامِ دین نہیں کرتا پس شرعًا اس کی اہانت ضروری ہے تو امامت میں

بتقدیمہ للامامة واذا تعذر منه ینتقل عنه الی غیر مسجدہ للجمعة وغیرھا[1]۔	مقدم کرکے اس کی تعظیم نہ کی جائے اور جب اسے امامت سے روکنا متعذر ہو تو جمعہ وغیرہ کے لئے آدمی کسی دوسری مسجد میں چلا جائے۔ (ت)

غنیہ میں ہے:

فی فتاوی الحجة اشارة الی انھم لوقدموا فاسقایا ثمون[2] اھ ملخصا۔	فتاوی الحجہ میں ہے اس سے اشارہ ہے کہ لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو تمام گنہ گار ہوں گے اھ ملخصًا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

بقی لوکان مقتدیابمن یکرہ الاقتداء بہ ثم شرع من لاکراھة فیه ھل یقطع ویقتدی به استظھرط ان الاول لوفاسقالایقطع ولو مخالفا وشك فی مراعاته یقطع اقول والاظھر العکس لان الثانی کراھته تنزیھیة کالاعمی والاعرابی بخلاف الفاسق فانه استظھر فی شرح المنیة انھا تحریمیة لقولھم ان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علینا اھانته بل عند مالك و روایة عن احمد لاتصح الصلوٰة خلفه[3] اھ قلت والحکم فیما نحن فیه ابین واظھر علی کلا الاستظھارین کما لایخفی من حال ذلك الافسق الاطغی۔	باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کسی نے اقتداء کی اس شخص کی جس کی اقتداء مکروہ تھی پھر ایسے شخص نے نماز شروع کی جس میں کراہت نہ تھی تو کیا نماز قطع کردے اور دوسرے کی اقتداء کرے؟ ط نے اس کو ترجیح دی ہے کہ اگر اول فاسق ہو (یعنی مخالف نہ ہو) تو نماز قطع نہ کرے اور اگر وہ مُخالف ہو اور رعایتِ نماز میں شک ہو تو قطع کردے، میں کہتا ہوں مختار اس کا عکس ہے کیونکہ دوسری (یعنی مخالف کی) صورت میں کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ نابینا اور اعرابی کی امامۃ میں ہے۔ بخلاف فاسق کے کہ اس کے بارے میں شرح منیہ میں ہے کہ مختار یہی ہے کہ اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فقہا کہتے ہیں کہ اس کو امام بنانے کی بنا پر اس کی تعظیم ہوگی حالانکہ ہم پر اس کی اہانت لازم ہے بلکہ امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں اھ قلّت (میں کہتا ہوں) جس کے بارے

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیہ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[3] ردالمحتار باب ادراک الفریضہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۵۲۵

میں ہم گفتگو کررہے ہیں دونوں مختار اقوال کے مطابق اس کا حکم نہایت ہی واضح ہے جیسا کہ اس بدتر فاسق اور بدتر باغی کے حال سے آشکارا ہے۔ (ت) درمختار میں ہے:

کل صلٰوۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا ۔[1]	ہر وُہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اس کا اعادہ واجب ہوتا ہے۔ (ت)

بکر جیسا کہ اپنے دیگر اقوال وافعال مذکورہ سوال کے باعث خاطی وبزہ کار اور اس بھینٹ کے سبب بدترین و ناپاک ترین اشرار، یوں ہی اس امامت میں بھی کہ بناراضی مقتدیان ہے مخالف شرع و گنہگار ہے۔ حدیث پاک میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لعنھم اللہ من تقدم قوما وھم له کارھون وامرأۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط ورجل سمع حی علی الصلاۃ حی علی الفلاح فلم یجب [2]۔ رواہ الحاکم فی المستدرک۔	تین شخص ہیں جن پر اللہ تعالٰی کی لعنت ہے ایک وہ کہ لوگوں کی امامت کو کھڑا ہو جائے اور وُہ اس سے ناخوش ہوں، دوسری وہ عورت کہ رات گزارے اس حالت میں کہ اس کا شوہر اُس سے ناراض ہے، تیسرا وہ شخص کہ حی علی الصلٰوۃ وحی علی الفلاح سنے اور نماز کو حاضر نہ ہو۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ (ت)

خصوصًا ایسی امامت تو اور بھی سخت ہے کہ بلاوجہ شرعی امامِ متعین کا منصب چھین کر جبرًا لوگوں کی امامت کرے ائمہ دین نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا، ابن حجر مکی زواجر عن اقتراف الکبائر میں فرماتے ہیں:

الکبیرۃ السادسة والثمانون امامة الانسان لقوم وھم له کارھون، عدھذا من الکبائر مع الجزم به وقع لبعض ائمتنا وکانه نظر الی مافی ھذہ الاحادیث وھو عجیب منه ، فان ذلك مکروہ نعم ان حملت تلك الاحادیث	چھیاسیواں ۸۶ کبیرہ گناہ یہ ہے کہ آدمی کا ان لوگوں کی امامت کروانا جو اسے پسند نہ کرتے ہوں اس عمل کو ہمارے بعض ائمہ نے بالجزم کبائر میں شمار کیا ہے، شاید انہوں نے یہ اُن احادیث کی روشنی میں کیا ہو لیکن یہ عجیب ہے کیونکہ یہ عمل مکروہ ہے البتہ ایک صورت ایسی ہے جب ان احادیث کو اس شخص پر محمول کیا جائے جس نے

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۷۱/۱

[2] الزواجر عن اقتراف الکبائر بحوالہ مستدرک الکبیرۃ السادسۃ والثمانون دارالفکر بیروت ۲۳۹/۱

علی من تعدی علی وظیفۃ امام راتب فصلی فیہا قہرا علی صاحبہا وعلی المامومین امکن ان یقال حینئذ ان ذلک کبیرۃ لان غصب المناصب اولی بالکبیرۃ من غصب الاموال المصرح فیہ بانہ کبیرۃ اھ[1] ملخصا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	مقرر امام پر زیادتی کی اور اس پر مقتدیوں پر جبرًا اپنی امامت کو مسلط کیا تو اس وقت کہا جاسکتا ہے کہ یہ عمل کبیرہ گناہ ہے کیونکہ مناصب کا غصب کرنا بطریق اولٰی کبیرہ ہے اس غصب سے جو مال کہو جس کے کبیرہ ہونے پر تصریح موجود ہے اھ ملخصًا (ت)

مسئلہ نمبر ۵۸۹: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۵ جمادی الآخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو امام نماز پڑھانے پر نوکر ہے اس کی اقتداء کی جائے یا جماعت ترک کی جائے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

قطعًا اقتداء کی جائے اس عذر پر ترک جماعت ہرگز جائز نہیں، متقدمین کے نزدیک جو اُجرت لے کر امامت کرنے والے کے پیچھے نماز میں کراہت تھی اس بنا پر کہ اُن کے نزدیک امامت پر اُجرت لینا ناجائز تھا وہ بھی ایسی نہ تھی جس کے باعث ترک جماعت کا حکم دیا جائے، اب کہ فتوٰی جواز اجرت پر ہے تو وہ کراہت بھی نہ رہی طحطاوی میں زیرِ قول درمختار تکرہ خلف من ام باجرۃ قھستانی (اس شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے جو اُجرت لے قہسانی۔ت) فرمایا:

ھذا مبنی علی بطلان الاستئجار علی الطاعات وھی طریقۃ المتقدمین والمفتی بہ جوازہ خوف تعطیل الشعائر حلبی وابومسعود[2]۔	یہ حکم اس پر مبنی ہے کہ عبادات پر اجرت لینا جائز نہیں (باطل ہے) اور یہ متقدمین کا طریقہ تھا اب مفتٰی بہ قول یہ رہے کہ اُجرت لینا جائز ہے ورنہ شعائر اسلامی کے معطل ہونے کا خوف ہے حلبی ومسعود (ت)

اسی طرح ردالمحتار وغیرہا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۵۹۰: از مارہرہ مطہر ضلع ایٹہ مرسلہ سیّد ظہور حیدر میاں صاحب ۱۱ جمادی الآخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کو بہت رکوع اور سورتیں یاد ہیں جن سے وہ نماز پڑھاتا

---

[1] الزواجر عن اقتراف الکبائر الکبیرۃ السادسہ والثمانون مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۰

[2] حاشیہ الطحطاوی باب الامامۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۴

ہے مگر اسے کھڑے پڑے مدو شد وقف رہاؤ پر چنداں خیال عبور نہیں اپنے نسیان کی وجہ سے مجبور ہے حافظ یا قاری کو سنا کر صاف بھی کرتا ہے تاہم بڑے رکوع یا سُورت نقصان حافظہ یا کمی علم عربی قواعد قرأت کے سبب امور مذکورہ کا خیال نہیں رہتاہاں چھوٹے رکوعوں سورتوں پر اکتفا کرے تو کسی قدر عبوررہ سکتا ہے مگر صبح وعشاء وغیرہ میں جو طوال اوساط کا حکم ہے اُس کی رعایت نہ ہوگی زید سین وصاد میں بھی غلطی کرتا ہے اس صورت میں زید کی امامت درست ہے یا مکروہ؟ اور کھڑا پڑا ادا نہ ہونے سے نماز تو مکروہ نہ ہوگی اور اگر ہر نماز میں قصار پر قناعت کرے تو کیا حکم ہے؟ دوسرا شخص بکر ہے جو تمام امورِ قرأت حسبِ قواعد ملحوظ رکھتا ہے مگر بوجہ اپنے کسی فعل ناجائز مثل نشہ ممنوع شرعی میں معلن ہونے کے امامت سے انکار کرکے زید کو جو بوجہ غلطی سین وصاد وعدم رعایت امور مذکورہ معذور ہے امام کرنا چاہتا ہے اور خود انکار کرتا ہے ایسی صورت میں اس کا اپنی امامت سے انکار اور زید کو امام کرنا درست ہے یا نہیں اور ان دونوں میں لائق امامت کون ہے؟ بیّنوا توجروا

الجواب: اس مسئلہ میں جواب سے پہلے چند مسائل کا معلوم کرنا ضرور:

(۱) وقف کی غلطی کہ وصل کی وقف، وقف کی جگہ وصل کرے۔ یہ اصلاً مفسدِ نماز نہیں اگرچہ وقف لازم پر نہ ٹھہرے

کما نص علیه فی الهندیة وفی المنیة وشرحها للعلامة الحلبی الوقف فی غیر موضعه و الابتداء من غیر موضعه لایوجب فساد الصلٰوة عندعامة علمائنا (الٰی ان قال بعد ذکر الامثلة) فالصحیح عدم الفساد فی ذلك کله لماتقدم ولانه نظم القراٰن[1] اھ ملخصا	جیسا کہ ہندیہ، منیہ اور اس کی شرح للعلامہ حلبی میں تصریح ہے کہ ہمارے اکثر علماء کے نزدیک غیر وقف کی جگہ وقف اور غیر شروع کی جگہ شروع کرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی (آگے چل کر مثالیں ذکر کرنے کے بعد کہا) صحیح یہ ہے کہ ان تمام صورتوں میں فساد نہیں، اس دلیل کے پیشِ نظر جو گزرچکی اور اس لئے کہ یہ نظمِ قرآن ہیں اھ ملخصًا (ت)

(۲) جن حروف پر مد ہے جیسے جاۤء ،تنوۤء ،جاۤء ،یاۤ یھا، قالوا۲ انا، فیۤ۲ ایّام، داۤبة. آمین (وہاں مد نہ کرنا بھی اصلاً مفسد نہیں،

فان ذلك من محسنات التجوید ولادخل له فی المعنی بل فی اللفظ ایضا بحیث یتغیر	کیونکہ یہ حسنِ تجویدیوں سے ہے اس کا معنی میں بلکہ الفاظ میں بھی کوئی دخل نہیں کیونکہ اس کے ترک سے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۰

بترکہ اللفاظ فضلا عن المعنی۔	الفاظ میں کوئی تبدیلی نہیں آتی چہ جائیکہ معنی میں تبدیلی آئے (ت)

(۳) جن حروف مد یا لین پر مد نہیں مثلاً قال یقول قیل قول خیر۔ ان پر بھی موجب فساد نہیں جبکہ حد سے زیادہ نہ ہوں، ہاں حد سے متجاوز ہو جیسے گانے میں زمزمہ کھینچا جاتا ہے تو آپ ہی مطلقاً مفسد ہے اگرچہ مد ہی کی جگہ ہو،

فی الخانیة لو قرأ القراٰن فی صلاة بالحان ان غیر الکلمة تفسد صلوٰته لما عرف فان کان ذلك فی حروف المد واللین وھی الیاء والالف والواو لایغیر المعنی الا اذا فحش[1] اھ فی ردالمحتار قوله بالالحان ای بالنغمات وحاصلھا کما فی الفتح اشباع الحرکات لمراعات النغم[2]۔	خانیہ میں ہے اگر نماز میں الحان کے ساتھ قرآن پڑھا اگر کلمہ میں تبدیلی آگئی تو نماز فاسد ہوجائے گی جیسا کہ معروف ہے پس اگر وہ الحان حروف مد اور لین میں ہو جو کہ یاء، الف اور واؤ ہیں تو معنی میں تبدیلی نہیں ہوگی البتہ اس صورت میں آئے گی جب وہ حد سے متجاوز ہو اھ۔ ردالمحتار میں ہے قولہ بالالحان یعنی نغمہ کے ساتھ پڑھنا اور اس کا حاصل فتح کے مطابق نغمہ کی رعایت کی خاطر حرکات میں اشباع کرنا ہے۔ (ت)

(۴) کھڑے کو پڑا پڑھنا بھی مفسد نہیں:

فی القنیة قع حم قرأ وتعال جدك بغیریاء لاتفسد وعن جار اللہ مثله لان العرب یکتفی بالفتحة عن الالف اکتفاء ھم بالکسرة عن الیاء ولو قرأ اعذباللہ لاتفسد صلاته ایضا لاکتفائھم بالضمة عن الواو[3]۔ عک وجار اللہ والصلاوات لاتفسد وکذا لو قرأ وطور سنین بحذف الیاء	قنیہ میں ہے قع حم کے ہاں اگر کسی نے تعالیٰ جدک یائکے بغیر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور جاراللہ سے بھی یہی منقول ہے کیونکہ اہلِ عرب الف کی جگہ فتحہ پر اکتفا کرلیتے ہیں جیسا کہ یاء کی جگہ کسرہ پر اکتفاء کرتے ہیں اور اگر اعوذ باللہ کی جگہ اَعُذُ باللہ پڑھا تو بھی نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ اہلِ عرب واو کی جگہ ضمہ پر اکتفاء کرلیتے ہیں۔ (ت) عین الائمہ کرابیسی اور جار اللہ زمخشری کے نزدیک اگر کسی نے والصلاوات پڑھا

---

[1] فتاوٰی قاضی خان، فصل فی قراءة القرآن خطاء، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ، ۱/۷۵

[2] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۶۶

[3] قنیہ فتاوٰی قنیۃ باب فی حذف الحرف والزیادہ المطبعۃ المشتہرہ بالمہانندیۃ ص ۶۳

لا تفسد عك ولو قرء نَسۡتَعِنُك اوُونُؤمِينُ بك لاتفسد [1] اھ وفی الغنیة اذاکان الحذف علی وجه الترخیم الجائز فی العربیة نحوان یقرأ یا مالك بحذف الکاف فلا تفسد اجماعا وکذا اذالم یکن من اصول الکلمة کما اذا اقرأ الواقعة بغیرها وکذا ان کان من الاصول و لم یتغیر المعنی کان یقرأ تعالٰی جد ربنا باللام مع حذف الیاء فی تعالٰی لا تفسد بالاتفاق [2] اھ	اور اسی طرح اگر کسی نے وطورسنین یاء کوحذف کرکے پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ عین الائمہ کرابیسی کے نزدیک اوراگر " نستعینك ' ' یا "ونؤمین بک"پڑھاتو نماز فاسد نہ ہوگی اھ اور غنیہ میں ہے اگر حذف بطورترخیم ہو جو اہل عرب کے ہاں جائز ہے مثلا یامالک کے کاف کو حذف کرکے پڑھاتو بالاتفاق نماز فاسدنہ ہوگی اسی طرح جب وہ حرف کلمہ کے اصلی حروف میں سے نہ ہو مثلًا لفظ الواقعہ کو ہاء کے بغیرپڑھا اسی طرح اگروہ حرف کلمہ کے حروف اصلی میں سے ہو مگر معنٰی میں تبدیلی نہ آئے مثلًا تعالٰی جدّ ربّنا میں تعالٰی کے یاء کوحذف کرکے صرف لام کے ساتھ پڑھا تو بالاتفاق نماز فاسدنہ ہوگیاھ (ت)

ان چاروں باتوں سے اگرچہ فساد نماز نہیں مگر کراہت ضرور ہے کہ آخر قرآنِ عظیم کاغلط پڑھنا ہے یہاں تک کہ علمائے کرام نے فرمایا: مدکاترک حرام ہے۔ توکھڑے کوپڑاپڑھنا بدرجہ اولٰی حرام ہوگااس میں توجوہر لفظ میں کمی ہوگئی بخلاف مدکہ امرزائد تھا،

فی الدرعن الحجة فی النفل لیلا. له ان یسرع بعد ان یقرأکمایفهم [3] اھ قال السید ان العلامتان الطحطاوی والشامی قوله کمایفهم ای بعد ان یمد اقل مدقال به القراء والاحرم لترك الترتیل المامور به شرعا [4]۔	درمختار میں الحجہ کے حوالے سے ہے کہ رات کے وقت نوافل میں اتنا تیزپڑھ سکا ہے کہ پڑھا ہوا سمجھا جاسکے اھ ہمارے دونوں سید طحطاوی اورشامی فرماتے ہیں اس کا قول کما یفهم سے مراد یہ ہے کہ وہ مدکی کم ازکم مقدار ضروری ہے ۔یہ بات قراء نے بتائی ہے ورنہ یہ عمل حرام ہوگا کیونکہ اس میں اس کاترتیل کاترک لازم آتا ہے جس کاشرعًا حکم ہے۔ (ت)

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیة باب فی حذف الحرف والزیادة مطبعة مشتهرة بالمهانندیة ص ۶۳

[2] غنیة المستملی شرح منیة المصلی فصل فی بیان احکام زلة القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۵

[3] درمختار فصل ویجهر الامام الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[4] ردالمحتار فصل ویجهر الامام الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۰۰

یوں ہی تصریح فرماتے ہیں کہ جو شخص وقف و وصل کی رعایت نہ رکھتا ہو اُسے امام نہ ہونا چاہئے۔

فی الھندیۃ عن المحیط من یقف فی غیر مواضعہ ولایقف فی مواضعہ لاینبغی لہ ان یؤم[1]۔	ہندیہ میں محیط کے حوالے سے ہے کہ وُہ شخص جو غیر وقف کی جگہ وقف کرے اور وقف کی جگہ وقف نہ کرے اسے امام نہیں ہونا چاہئے۔ (ت)

(٦) پڑے کو کھڑا پڑھنے سے اگر معنی فاسد نہ ہوں جیسے اتلُ ادعُ یرضَہ لم یخشَ وَانہ لاتائسَ علیہ لاتمشِ یعباد کو اتل، ادع، یرضٰہ لم یخشٰ وانہ لاتاس علیہ، لاتمشٰ یعباد پڑھنا تو نماز فاسد نہ ہوگی۔

فی الغنیۃ ان زادحرفا ان لم یغیر المعنی بان قرأ وَأمُر بالمعروف وانھی عن المنکر بزیادۃ الالف فی اللفظ بعد الھاء لاتفسد[2] اھ ملخصا۔	غنیہ میں ہے اگر کسی نے ایسے حرف کا اضافہ کیا جس سے معنی میں تبدیلی نہ آئے مثلاً وامر بالمعروف وانہی عن المنر میں ہا کے بعد الف پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اھ ملخصًا۔ (ت)

ورنہ فاسد،

کما قدمنا عن الخانیۃ وفی الدرومنھا ای من المفسدات القراءۃ بالالحان ان غیر المعنی[3] الخ فی ردالمحتار قولہ ان غیرالمعنی کمالو قرأ الحمدللہ رب العٰلمین واشبع الحرکات حتی اتی بواو بعد الدال وبیاء بعد اللام والھاء وبالف بعد الراء ومثلہ قول المبلغ رابنا لك الحامد بالف بعد الراء لان الراب ھوزوج الام کمافی الصحاح والقاموس وابن الزوجۃ یسمٰی ربیبا اھ[4]۔	جیساکہ ہم پہلے خانیہ حوالے سے بیان کرچکے ہیں اور درمختار میں ہے مفسداتِ نماز میں قراءۃ بالالحان بھی ہے بشرطیکہ معنی تبدیل ہوجائے الخ ردالمحتار میں ہے کہ ماتن کے قول ان غیرالمعنی کی مثالیں یوں ہیں کہ الحمد للہ رب العٰلمین میں اگر کسی نے حرکات میں اشباع کیا وہ یوں کہ دال کے بعد واو، لام اور ہاء کے بعد یا اور راء کے بعد الف پیدا ہوگیا اسی طرح ہے مکبّر کا قول "رابنا لك الحامد" یعنی راء کے بعد الف پڑھ دیا کیونکہ راب ماں کے شوہر کو کہا جاتا ہے جیساکہ صحاح اور قاموس میں ہے، اور زوجہ کے بیٹے کو ربیب کہا جاتا ہے اھ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۶

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۴

[3] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۰

[4] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۶۶

اقول: ھذا ھو الموافق لکلام اصحابنا المتقدمین وقاعدتھم الغیر المنخرمة المختارة للمحققین فلا علیك ممایوجد من خلاف ذلك فی بعض الفروع المنقولة عن المتاخرین نعم ماذکر فی الراب فعندی فیه وقفة فانه القیاس فی اسم فاعل الربوبیة وان کان فی الاستعمال بمعنی اخرواھل اللغة لایذکرون المشتقات القیاسیة ولاھی موقوفة علی السماع والا لم تکن قیاسیة والقیاس لایردالابالنص علی ھجر انه لاجرم قال فی تاج العروس ھواسم فاعل من ربه یربه ای تکفل بامره[1] اھ وصحة الصلٰوة تعتمد علی احتمال معنی صحیح ولوکان ثَم احتمالات فاسدة کما نص علیه ھووغیرہ ففی ردالمحتار عند الاحتمال ینتفی الفساد لعدم تیقن الخطأ[2] اھ وفی الغنیة التحقیق فیه العمل بصحة المعنی بوجه محتمل وعدمھا کماقررنا انه قاعدتھم الغیر المنخرمة[3] اھ فافھم۔

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ گفتگو ہمارے متقدمین علماء کے کلام اور محققین کے اختیار کردہ ان کے پختہ ضابطہ کے مطابق ہے لٰہذا متاخرین سے اس کے خلاف جو جزئیات منقول ہیں آپ ان کی طرف متوجہ نہ ہوں البتہ لفظ راب کے بارے میں جو کچھ ذکر ہُوا اس میں مجھے توقف ہے کیونکہ قیاسًا یہ ربوبیت سے اسم فاعل کا صیغہ ہے اگرچہ کسی دوسرے معنی کے لئے بھی مستعمل ہے اور اہلِ لغت مشتقات قیاسیہ کا ذکر کرتے ہی نہیں اور نہ ہی وہ سماع پر موقوف ہوتے ہیں ورنہ وہ قیاسی ہی نہ رہیں اور قیاس کو اس وقت رَد کیا جاسکتا ہے جب اس کے ترک پر نص ہو۔ لاجرم تاج العروس میں ہے کہ راب ربہ یربہ سے اسم فاعل ہے جس کے معنی دوسرے کے معاملے کا کفیل ہونے کے ہیں اھ اور صحتِ نماز کا اعتبار صحتِ معنی کے احتمال پر ہوتا ہے اگرچہ وہاں احتمالاتِ فاسدہ بھی ہوں، جیساکہ اس پر شامی وغیرہ نے تصریح کی ہے۔ ردالمحتار میں ہے احتمال کے وقت فساد منتفی ہوجاتا ہے کیونکہ خطا کا یقین نہیں رہتا اھ غنیہ میں ہے تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ کسی طور صحتِ معنی کے احتمال اور عدمِ احتمال پر ہوگا جیسا کہ نے فقہا کا وہ ضابطہ بیان کیا ہے جو ٹوٹنے والا نہیں اھ فافھم ت)

(۷) یونہی مشدّد کو مخفف، مخفف کو مشدد پڑھنا فساد معنی میں فساد نماز ہے جیسے ظللنا بتخفیف لام

---

[1] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الراء من باب البائ مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۶۲

[2] ردالمحتار مطلب مسائل زلۃ القاری مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۴۶۹

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۴

ایا کبتشدد کاف نہیں ورنہ نہیں جیسے ماودعک بتخفیف دال اکبر بتشدید راء،

فی الغنیة تخفیف المشدد الاصل فیه انه ان کان لا یغیر المعنی کأن قرأ وقتلوا تقتیلا لاتفسد وان غیر بان ترك التشدید فی رب الفلق ونحوه فاختیار عامة المشائخ انها تفسد کذا فی الخلاصة وذلك التفصیل علی قول المتقدمین وتقدم انه الاحوط وحکم تشدید المخفف کحکم عکسه وکذلك اظهار المدغم وعکسه فالجمیع فصل واحد[1] اھ ملخصا۔	غنیہ میں ہے کہ جو لفظ مشدّد کو مخفف پڑھنے میں قاعدہ یہ ہے کہ اسکو مخفف پڑھنے سے اگر معنی یں تبدیلی نہیں آتی، مثلاً قتلو تقتیلا (شد کے بغیر پڑھا تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر معنی بدل جاتا ہے مثلاً رب الفلق وغیرہ میں شد کو ترک کردیا تو عام مشائخ کے ہاں مختار یہی ہے کہ نماز فاسد ہوگی کذافی خلاصہ، اور یہ تفصیل متقدمین کے قول کے مطابق ہے اور پہلے گزر چکا کہ اسی میں زیادہ احتیاط ہے، مخفف کو شد کے ساتھ پڑھنا یا مشدد کو مخفف پڑھنا دونوں کا حکم ایک جیسا ہے۔ اسی طرح مدغم کا اظہار یا اسکا عکس ہو وان تمام صورتوں کا ایک ہی حکم ہے اھ ملخصًا (ت)
اقول: هکذا فی کتب اخری حکم الفساد بتخفیف الرب وعندی فیه وقفه فقد قال فی القاموس قد یخفف[2] اھ ونقله الصاغانی عن ابن الانباری وانشد المفصل۔	**اقول:** (میں کہتا ہوں اسی طرح دیگر کتب میں رب کے مخفف پڑھنے پر فسادِ نماز کا حکم دیا گیا ہے اور میرے نزدیک اس میں توقف ہے، کیونکہ قاموس میں ہے کہ اس میں کبھی کبھی تخفیف کی جاتی ہے اھ اسے صاغانی نے ابن الانباری سے نقل کیا ہے اور مفضل نے یہ شعر کہا ہے:
وقد علم الاقوام ان لیس فوقه رب غیر من یعطی الحظوظ ویرزق[3] نقله فی لسان العرب وغیرها کما فی التاج۔	ان اقوام نے یہ جان رکھا ہے کہ ان سے اوپر رب کے سوا کوئی نہیں جو رزق اور نعمتیں عطا کرے۔ تاج العروس کے مطابق یہ شعر لسان العرب میں وغیرہا میں منقول ہے۔ (ت)

---

[1] غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۸

[2] القاموس المحیط فصل الراء من باب الراء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۷۲

[3] تاج العروس من جواہر القاموس فصل الراء من باب الباء مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۲۶۰

(۸) س ص وغیرہما حروف کی باہم تبدیل میں بھی فساد معنی ہی پر لحاظ ہے بحالت عدم فساد نماز فاسد نہیں خصوصاً جب خاص لفظ زبان عرب میں دونوں طرح ہو جیسے صراط وسراط وہ تبدیل کسی قاعدہ عرب کے موافق ہو جیسے وہ ہر کلمہ جس میں سین کے بعد ط مہملہ یا غین معجمہ یا ق یا خ معجمہ واقع ہو اس سین کو ص پڑھنا صحیح ہے بعض نے قبل و بعد کی قید نہیں لگائی اور ت کی معیت میں بھی سین اور صاد کی باہم تبدیل دونوں جانب سے جائز بتائی، بعض نے کہا جس کلمہ میں کے ص بعد ط مہملہ یا غ معجمہ یا سین کے بعد ق یا خ معجمہ ہو وہاں ان میں ہر ایک کے عوض دوسرا اور ز معجمہ بھی جائز، اور جس ص کے بعد د مہملہ ہو اگر ص ساکن ہے تو اس کی جگہ س یا ز روا اور متحرک ہے تو ناجائز ومفسد نماز، قنیہ میں ہے:

متی سألت جار الله عمن قرأ وصطًا او اصبغ او صقر او مصخرات بالصاد مکان السین فقال لا تفسد لان کل کلمة وقع فیها بعد السین طاء اوغین اوقاف اوخاء جازان یبدل السین صادا[1] اھ۔	جار اللہ سے جب میں نے پوچھا کہ کوئی شخص وسطًا کو وصطًا، اسبغ کو اصبغ، سقر کو صقر اور مسخرات کو مصخرات س کی جگہ ص پڑھتا ہے تو اسکا کیا حکم ہے؟ فرمایا نماز فاسد نہ ہوگی کیونکہ ہر وُہ کلمہ جس میں سین کے بعد طاء، غین، قاف یا خا آجائے تو اس سین کو صاد کے ساتھ بدلنا جائز ہے (ت)

اسی طرح حلیہ میں اُس سے نقل فرمایا:

وضبط الحروف فقال کل کلمة وقع فیها بعد السین طاء مهملة او غین معجمة اوقاف اوخاء معجمة جازان یبدل فیها السین صادا۔[2]	اور حروف کا ضابطہ اس کے متعلق فرمایا ہر وہ کلمہ جس میں سین کے بعد ط مہملہ یا غین معجمہ یا ق یا خ معجمہ واقع ہو وہاں سین کو صاد کے ساتھ بدلنا جائز ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وفی المبتغی ومن قرأمکان الصاد سینا ینظر ان کان صاد بعدھا طاء کالصراط وبعدھا غین کقوله واصبغ اوسین بعدھا قاف کقوله	المبتغی میں ہے وہ شخص جس نے صاد کی جگہ سین پڑھا وہاں غور کیا جائے اگر صاد کی بعد طاء مہملہ ہے مثلاً صراط، یا اس کے بعد غین معجمہ ہو مثلاً واصبغ

---

[1] قنیہ، فتاوٰی قنیۃ باب زلۃ القاری الخ مطبعۃ مشتہرۃ بالمہانندیۃ ص ۶۱

[2] حلیہ المحلی شرح منیہ المصلی

سلقوکم او بعدھا خاکقولہ یسخرون یجوز مکان السین صادا او زاء واماالتی بعدھا دال ان کانت الصاد ساکنة کقولہ یصدر یجوز بالسین والزاء واما التی تکون متحرکة کقولہ الصمد لایجوز قرأته بالسین ولو قرأ بالسین تفسد صلاته وعلی ھذا یخرج کثیر من المسائل انتھی[1]۔	یا کسی کلمہ میں س کے بعد ق ہو جیسے سلقوکم، یا اس کے بعد خاء معجمہ ہو جیسے یسخرون، توایسی صورت میں س کی جگہ ص یا ز پڑھنا جائز ہوگا، لیکن اگر ص کے بعد د مہملہ ہو تو اگر صاد ساکن ہو مثلاً یصدر تو اسے سین یا زاء پڑھنا جائز، اور اگر صاد متحرک ہے جیسے الصمد تو اب اسے سین پڑھنا جائز نہیں، اگر کسی نے سین پڑھا تو اس کی نماز فاسد ہوجائے گی، اسی ضابطہ پر بہت سے مسائل کی تخریج ہوتی ہے انتھی (ت)

خانیہ میں ہے:

عن ابی منصور العراقی کل کلمة فیھا عین اوحاء اوقاف اوطاء اوتاء وفیھا سین اوصاد فقرأ السین مکان الصاد او الصاد مکان السین جاز اھ[2]۔ **اقول:** ھکذا ھو فی الخانیة طابع کلکتة ۱۸۳۵ء المیلادیة باھمال العین والحاء جمیعا وکذا ھو فی الغنیة طابع استامبول ۱۲۹۵ھ الھجریة ومثله فی البزازیة طابع مصر ۱۳۱۰ھ وفی الخانیة طابع مصر من تلك السنة باعجام الخاء واھمال العین وھو الموافق لما فی عنایة القاضی حاشیة العلامة الخفاجی علی البیضاوی طبع مصر ۱۲۸۳ھ تحت قوله	ابو منصور عراقی کہتے ہیں ہر وہ کلمہ جس میں عین، حاء، قاف، طاء یا تاء ہو اس کلمہ میں سین یا صاد ہو توایسی صورت میں اگر کسی نے صاد کی جگہ سین یا سین کی جگہ صاد پڑھا تو جائز ہوگا اھ (ت) **اقول:** (میں کہتا ہوں) خانیہ مطبوعہ کلکتہ ۱۸۳۵ میلادیہ میں یوں ہی عین مہملہ اور حاء مہملہ دونوں کا ذکر ہے، اسی طرح غنیہ مطبوعہ استنبول ۱۲۹۵ھ میں ہے، اور بزازیہ مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ میں بھی اسی طرح کے الفاظ ہیں، مگر خانیہ مطبوعہ مصر سنِ مذکورہ میں خاء معجمہ اور عین مہملہ کا ذکر ہے، اور یہ اس کے مطابق ہے جو علّامہ خفاجی نے عنایۃ القاضی حاشیہ بیضاوی مطبوعہ مصر ۱۲۸۳ھ میں اللہ تعالٰی کے ارشاد گرامی الصراط المستقیم کے تحت لکھا ہے وہ فرماتے ہیں

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی قراءۃ القرآن خطاء مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۸

تعالٰی الصراط المستقیم حیث قال لغة قریش ابدال السین صادا ھنا وفی کل موضع بعدھا عین اوخاء اوقاف باطراد[1] اھ والظاہر ممّا عن القنیة والحلیة مفسرا اعجامھا جمیعا فلیحرر۔	کہ اس مقام پر بلکہ ہر وہ مقام جہاں اس کے عین، خاء معمہ یا قاف ہو وہاں سین کو صاد کے ساتھ بدل کر پڑھنا لغتِ قریش ہے اور یہ مستعمل ہے اھ قنیہ اور حلیہ کے حوالے سے جو کچھ تفصیلاً گزرا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سب معجمہ ہوں، پس اسے اچھی طرح محفوظ کرو (ت)۔

پچھلے تین مسائل میں کہ بحالتِ فسادِ معنی فسادِ نماز کا حکمِ مذکور ہمارے امام صاحب مذہب اور ان کے اتباع ائمہ متقدمین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا مذہب تھا اور وہی احوط و مختار ہے اجلّہ محققین نے اُسی کی تصریح فرمائی

ومعلوم ان الفتوی متی اختلف وجب الرجوع الی قول الامام کما نص علیه فی البحر والدر وحواشیه وغیرھا من اسفار الکرم۔	اور یہ بات معلوم ہے کہ جب اختلاف ہو تو فتوٰی میں قولِ امام کی طرف رجوع کیا جائے گا جیسا کہ اس پر بحر، در اور دیگر مبارک کتب میں تصریح موجود ہے (ت)

غنیہ میں ہے:

الاولی الاخذ فیه بقول المتقدمین لانضباط قواعدھم وکون قولھم احوط واکثر الفروع المذکورۃ فی کتب الفتاوی منزلة علیه[2]۔	بہتر یہ ہے کہ اختلافی صورت میں متقدمین کے قول کو لیا جائے کیونکہ ان کے قواعد نہایت مضبوط ہیں اور انکے اقوال بہت ہی محتاط ہوتے ہیں اور کتب فتاوٰی کی اکثر فروعات اسی پر مبنی ہیں۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ھذا بناء علی مختار المتقدمین وھو المختار[3]۔	یہ متقدمین کے قولِ مختار کی بناء پر ہے اور در حقیقت یہی مختار ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ھذا ملخص قاعدۃ المتقدمین وھو الذی صححه المحققون من اھل الفتاوی	یہ قاعدہ متقدمین کا خلاصہ ہے اور اسی کو اہل فتوٰی محققین مثلاً قاضی خان وغیرہ نے صحیح قرار دیا

---

[1] عنایۃ القاضی حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی تحت الصراط المستقیم مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۱/۱

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۷۷

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۳

کقاضی خان وغیرہ وفرعوا علیه الفروع فافهم ترشد۔[1]	اور اس پر کئی فروعات کی تخریج کی پس اچھی طرح سمجھ لو تو رہنمائی پاؤ گے۔ (ت)

اگرچہ علمائے متاخرین ان تین میں بھی کہیں بعض کہیں اکثر بغرض آسانی جانب جوازِ نماز گئے اور بکثرت فروع ہیں ان کے اقوال خود مختلف ومضطرب رہے،

کما یظهر بالرجوع الی الغنیة والنظر الی اقوالهم المنقولة فی الفتاوی مع سیر الفروع وردها الی الاصول۔	جیسا کہ غنیہ کے مطالعہ سے اور ان کے فتاوی میں منقول اقوال میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے باوجود اصول پر فروعات کے جاری اور رَد ہونے کے۔ (ت)

(۹) س، ص وغیرہما حروف کی تبدیل جس میں آج کل اکثر عوام مبتلا ہیں جب بطور عجز ہو یعنی صکھنا چاہیں تو سہی ادا ہو صنہ نکال سکیں جیسا کہ یہاں آجکل عوام کا جنھوں نے قواعدِ اعداد نہ سیکھے اور اس فرض عین کے تارک رہے یہی حال ہے تو اس صورت میں اگرچہ ان کی اپنی نماز ہو جانے پر فتوی ہے جبکہ سیکھنے پر کوشش کئے جائیں اور جو حرف نہیں نکال سکتے اس سے خالی کوئی صورت یا آیت پاتے ہوئے سوائے فاتحہ ایسا کلام جس میں وُہ حروف آئے ہیں نہ پڑھیں اور صحیح خوان کی اقتدا ملتے ہوئے جُدا نماز ادا نہ کریں مگر یہ حکم صرف اُن کی اپنی نماز ان شرطوں کے ساتھ جائز ہونے کے لئے صحیح خواں کی امامت نہیں کرسکتے نہ اُس کی نماز ان کے پیچھے ہوگی یہی مذہب صحیح ہے اور یہی قول جمہور ائمہ ہے جن میں متاخرین بھی شامل ہیں۔ فتاوٰی خیریہ میں ہے۔

الراجح المفتی به عدم صحة امامة الالثغ لغیرہ ممن لیس به لثغة۔[2]	راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ الثغ (توتلے) کی امامت اس شخص کے لئے جائز نہیں جس میں توتلا پن نہ ہو۔ (ت)

اُسی میں ہے:

امامة الالثغ للفصیح فاسدة فی الراجح الصحیح۔[3]	الثغ (توتلے) کی امامت فصیح کے لئے راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قداباہ اکثر الاصحاب لما لغیرہ من الصواب۔[4]	اس کا اکثر علماء نے انکار کیا ہے جبکہ اس کا غیر اس سے بہتر ودرست پڑنے والا موجود ہو۔ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۹۳

[2] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰

[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰

[4] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰

بزازیہ میں ہے:

ان امکنه ان یتخذ اٰیات خالیة عن تلك الحروف فعل والا سکت وان وجداٰیات خالیة عن لثغته ومع ذلك قرأ ما فیها لثغته لایجوز وعلی قیاس ما ذکرنا فی المسئلة الاولی ان بدل حرفا بحرف ولم یقدر لایفسد وبه نأخذ وکذا المستقین مکان المستقیم الاٰن غیرہ لایقتدی به۔[1]	اگراس کے لئے ممکن ہے تو ایسی آیات پڑھے جو ان حروف سے خالی ہوں ورنہ ساکت رہے اور اگر وہ ایسی آیات (جن میں اس کو توتلا پن نہیں ہوتا) پر قادر ہونے کے باوجود وُہ آیات پڑھتا ہے جن میں توتلا پن ہوتا ہے تو یہ جائز نہیں، اور پہلے مسئلہ میں ہم نے جو کچھ بیان کیا اس پر قیاس کرتے ہوئے اگر اس نے ایک حرف کو کسی حرف کے ساتھ بدل دیا اور درست پڑھنے پر قادر نہ ہو تو فسادِ نماز نہیں آئے گا، اسی پر ہمارا عمل ہے، اسی طرح وہ جس نے مستقیم کی جگہ مستقین پڑھا، مگر کوئی دوسرا اس کی اقتدا نہ کرے۔ (ت)

غنیہ میں محیط، فتاوٰی حجہ، فتاوٰی خانیہ وغیرہا کی عبارات لکھ کر فرمایا:

الحاصل ان اللثغ یجب علیهم الجهددائما وصلٰوتهم جائزة ماداموا علی الجهد، ولکنهم بمنزلة الامین فی حق من یصح الحرف الذی عجزوا عنه لایجوزاقتدائه بهم لاتجوز صلٰوتهم اذا ترکوا الاقتداء به مع قدرتهم وانما تجوز صلاتهم مع قرأة تلك الحروف اذا لم یقدروا علی قرأة تلك الحروف اذا لم یقدروا علی قرأة ماتجوز به صلاة مما لیس فیه تلك الحروف واما لوقدرو امع هذا قرأوا تلك الحروف فصلٰوتهم فاسدة ایضًا هذاهوالذی علیه الاعتماد۔[2]	الحاصل توتلا پن رکھنے والے پر ہمیشہ تصحیح حروف کی جدوجہد کرنا ضروری ہے اور جب تک ایسے لوگ جدوجہد کرتے رہیں گے ان کی نمازیں درست ہونگی اور حروف کو صحیح ادا کرنے والے کے حق میں امّی کی طرح ہیں لہٰذا صحیح ادا کرنے والے کو ان کی اقتداء نہیں کرنی چاہئے اور یہ لوگ صحیح پڑھنے والے کی اقتداء پر قادر ہونے کے باوجود اگراقتدا ترک کریں تو ان کی نماز نہ ہوگی اور ان کی اپنی نماز ان حروف کی قراِت کے ساتھ تبھی ہوگی جب یہ قرآن کے کسی اتنے حصے پر قادر نہ ہوں جتنے میں نماز جائز ہو جائے اور اس حصے میں وہ حروف بھی نہ ہوں اور اگر اتنی قراِت کی قدرت کے باوجود انہی حروف کو پڑھتے ہیں تو بھی ان کی نماز فاسد ہوگی یہ وہ ہے جس پر اعتماد ہے (ت)

---

[1] فتاوٰی بزازیہ مع الفتاوی الهندیہ، الثانی عشر زلۃ القاری، مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۴۴

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی بیان احکام زلۃ القاری مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۸۳

(۱۰) فجر وظہر میں طوال مفصل، عصر وعشاء میں اوساط کا پڑھنا اگرچہ سنّت ہے کما نص علیہ فی المتون (جیسا کہ اس پر متون میں تصریح ہے۔ت) مگر نہ ایسا ضروری کہ عذر سے بھی ترک نہ کیا جائے۔ صحیح حدیث سے ثابت کہ ایک بچّہ جس کی ماں شریک جماعت تھیں اس کے رونے کی آواز سن کر حضور پُر نور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فجر کی نماز صرف معوذتین سے پڑھائی۔ علماء یہاں منجملہ اعذار ملال قوم وبدآوازی امام تک شمار کرتے ہیں کہ کریہہ الصوت ہو تو چھوٹی سورتوں پر قناعت کرے تاکہ مقتدیوں کو ناگوار نہ ہو۔ درمختار میں ہے:

اختار فی البدائع عدم التقدیر وانہ یختلف بالوقت والقوم والامام[1]	بدائع میں مقدار مقرر نہ کرنے کو پسند کیا ہے اور یہ وقت، امام اور قوم کے باعث قرات کا حال مختلف ہو جاتا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ والامام ای من حیث حسن صوتہ وقبحہ[2]۔	قولہ والامام یعنی اس سے امام کی آواز کا اچھا یا برا ہونا مراد ہے۔ (ت)

تو قرآن عظیم کو اپنے اغلاط اور اپنی مقتدیوں کی نماز کو فساد سے محفوظ رکھنا تو اعظم اعذار اور اہم کار ہے۔

(۱۱) فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے بحر الرائق و دُر مختار و معراج الدرایہ و مجتبٰی وغیرہا میں اس کراہت کو تنزیہی اور غنیہ و فتاوٰی حجہ و مراقی الفلاح و فتح اللہ المعین وغیرہا میں تحریمی ٹھہرایا اور یہی کلام امام زیلعی کا مفاد،

کما بیناہ فی رسالتنا النہی الاکید عن الصلوۃ وراء عدی التقلید وغیرھا من تحریراتنا۔	جیسا کہ ہم نے اس کی تفصیل اپنے رسالہ النہی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید اور دیگر تحریرات میں کی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ھو کالمبتدع تکرہ امامتہ بکل حال بل مشی فی شرح المنیۃ علی ان	فاسق بدعتی کی طرح ہے اس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے، بلکہ شرح المنیہ میں ہے کہ اس

---

[1] درمختار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۰

[2] ردالمحتار فصل ویجہر الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۰۰

کراھة تقدیمه کراھة تحریم لما ذکرنا[1]۔	کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے اس دلیل کی بنا پر جو ہم نے ذکر کردی۔ (ت)

(۱۲) جماعت اہم واجبات واعظم شعائرِ اسلام سے ہے، توفسق امام کے سبب ترک جماعت نہ چاہئے ادائے جماعت کے لئے اس کے پیچھے پڑھ لیں اور دفع کراہت کے لئے اعادہ کرلیں۔

فی الفتح عن المحیط وفی البحر عن الفتاوٰی وفی الدر عن النھر عن المحیط، صلی خلف فاسق او مبتدع نال فضل الجماعة[2] اھ فی ردالمحتار افاد ان الصّلٰوۃ خلفھا اولی من الانفراد[3] الخ ومثله فی البحر عن السراج فی الفاسق وفی الفتح، الحق التفصیل بین کون تلك الکراھة کراھة تحریم فتجب الاعادۃ اوتنزیه فتستحب۔	فتح میں محیط سے، بحر میں فتاوی سے اور درمختار میں نہر سے محیط کے حوالے سے ہے فاسق یا بدعتی کی اقتدا میں نماز ادا کرنے سے جماعت کا ثواب مل جاتا ہے اھ ردالمحتار میں ہے کہ اس سے یہ فائدہ حاصل ہوا کہ اُن کی اقتدا میں تنہا نماز پڑھنے سے اولٰی ہے الخ اور بحر میں معراج کے حوالے سے فاسق کے بارے یوں ہی رائے ہے اور فتح القدیر میں بھی اسی طرح ہے حق یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اگر مکروہِ تحریمی ہے تو اعادہ واجب، اور اگر تنزیہ ہے تو اعادہ مستحب ہے۔ (ت)

بلکہ جب اس کے سوا نہ کوئی امامت کے قابل ہو نہ دوسری جگہ جماعت ملے تو اس کے پیچھے کراہت بھی نہ رہے گی

فی الدر ھذا ان وجد غیرھم والا فلا کراھة، بحر بحثًا[4] اھ قال الشامی قد علمت انه موافق للمنقول عن الاختیار وغیرہ[5]۔	درمختار میں ہے کہ یہ کراہت اس وقت ہے جب ان کے علاوہ کوئی دوسرا امام ان سے میسر ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں، بحر میں اسی طرح بحث ہے اھ۔ امام شامی نے فرمایا کہ آپ نے جان لیا کہ یہ اختیار وغیرہ سے منقول کے موافق ہے۔ (ت)

جب یہ مسائل معلوم ہوگئے تو حکمِ مسئلہ منکشف ہوگیا۔ زید وبکر دونوں کے پیچھے نماز کم سے کم مکروہ تو ضرور ہے، پس اگر کوئی تیسرا قابلِ امامت خالی از کراہت ملے تو اس کی اقتدا کریں، اور اگر کوئی نہ ہو تو اگر

---

[1] ردالمحتار، باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۴

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[3] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۵

[4] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[5] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۵

چھوٹی چھوٹی بعض سُورتیں جو زید کو خوب صاف و صحیح یاد ہوں۔ انہیں پر اکتفا کرنے میں زید سے وہ خرابیاں واقع نہ ہوتی ہوں، ان سین وصاد وغیرہما حروف بھی ٹھیک ادا کرلیتا ہو، تو واجب بلکہ لازم ہے کہ ہمیشہ انھیں سورتوں پر قناعت کرے ان کے سوا اور ہر گز ہر گز نہ پڑھے جن میں کراہت درکنار نوبت تابہ فساد پہنچے اور جب اس تدبیر سے وہ خرابیاں زائل ہوں تو اس تقدیر پر زید ہی کی امامت رکھیں کہ ہر نمازیں چھوٹی سورتوں پر اقتصار ترک سنّت سہی مگر بعذر قوی ہے، اور عذر دافع کراہت. بخلاف بکر کہ اس کے پیچھے بسبب فسق کراہت بلکہ سخت کراہت ہے، تو زید ہی اولٰی بامامت ہے۔ اگر کوئی سورت زید کو صاف نہیں یاد قصار پر اقتصار میں بھی وہی خرابیاں پیش آتی ہیں اگرچہ کم ہوں تو اسے ہر گز امام نہ کیا جائے، کہ جب پڑے پر کھڑا، مخفف کو مشدّد، مشدّد کو مخفف، س کو ص، ص کو س پڑھنے کی عادت ہے تو یہ امور ایسی جگہ بھی ضرور واقع ہوں گے جن سے ہمارے ائمہ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک نماز بالکل باطل ہوجائے گی۔ اس کے کوئی معنی نہیں کہ اغلاط کا عادی وہیں غلطی کرے جہاں معنٰی نہ بدلیں اور جہاں فساد معنی ہوتا وہاں نہ کرتا ہو، غلطی اپنے قصد واختیار کی نہیں جہاں چاہی کی جہاں چاہی نہ کی نہ بے علم آدمی یہ سمجھ سکتا ہے کہ کہاں معنٰی بگڑیں گے کہاں نہیں، خصوصًا جبکہ س وص کی تبدیلی بربنائے عجز ہو کہ عاجز لاجرم کہیں ٹھیک نہ پڑھے گا، اس تقدیر پر اس کے پیچھے نماز اصل مذہب اور تصحیح ائمہ محققین پر فاسد وباطل ہے، اور بحالتِ عجز تو جمہور ائمہ کے نزدیک امامت صحیح خواں کی اس میں اصلًا لیاقت نہیں بلکہ فاسق کے ہوتے ہوئے اس کی خود اپنی نماز نہ ہوگی کہ باوصف قدرت اس نے اس کی اقتدا چھوڑ دی، بخلاف بکر کہ اگرچہ فاسق سہی مگر جبکہ صحیح خواں ہے تو اس کے پیچھے نماز باتفاق اصحاب صحیح ہے۔ رہی کراہت اُس کا علاج اعادہ سے ممکن بلکہ جب دوسرا کوئی قابلِ امامت نہیں تو کراہت بھی نہیں کہ عذر و ضرورت نافی کراہت ہیں۔ اور اسی سبب سے احسن واہم یہ کہ بکر اپنے رب جل وعلا سے ڈرے اپنے حال پر رحم کرے فسق و نافرمانی بادشاہ قہار سے تائب ہو کہ اس کے پیچھے نماز بروقت محبوب و مناسب ہو اگر روزِ قیامت کا اندیشہ نہیں تو اس مجلس اسلامی میں صدارت نہ ملنے کی غیرت چاہئے۔ آدمی اگر دنیا والوں کے کسی جلسہ میں جائے تو کوشش کرے گا کہ کوئی حرکت ایسی نہ ہو جو لوگ اچھی جگہ بٹھانے کے قابل نہ سمجھیں اور اگر کسی مجلس میں صدر کی جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اُٹھادیا جائے کس قدر غیرت آئے گی ندامت ہوگی تو یہ اللہ عزوجل کے دربار میں صدر مقام ہے۔ یہاں کیوں نہ غیرت کو کام میں لائیے کہ کارکنانِ بارگاہِ سلطانی صدر جگہ سے ہاتھ پکڑ کر اٹھانہ دیں، اللہ تعالٰی توفیق خیر ارفیق عطافرمائے۔ آمین **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۵۹۱: از ریاست رامپور مولوی امداد حسین برادر مولانا ارشاد حسین صاحب ۱۲۹۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر امام کوئی مستحب ترک کرے تو کیا مقتدیوں پر اس کا ترک بحکم متابعت واجب ہوتا ہے اور دلیل یہ کہ متابعت فرض ہے اور وہ فعل مستحب، اور قاعدہ کلیہ ہے کہ

مستحب مزاحم فرض نہیں ہوسکتا۔ بینوا توجروا

الجواب:

متابعتِ امام ہر فعل وترک میں علی الاطلاق فرض وواجب کیا معنی مسنون اور مستحب بھی نہیں بلکہ بعض صورتیں خلافِ اولیٰ اور بعض میں محض ناجائز ہوتی ہے،

فی ردالمحتار والمتابعۃ لیست فرضا بل تکون واجبۃ فی الفرائض والواجبات الفعلیۃ وتکون سنۃ فی السنن وکذافی غیرھا عند معارضۃ سنۃ وتکون خلاف الاولٰی اذاعارضھاواجب اٰخر اوکانت فی ترك لایلزم من فعلہ مخالفۃ الامام فی واجب فعلی کرفع الیدین للتحریمۃ ونظائرہ وتکون غیرجائزۃ اذا کانت فی فعل بدعۃ اومنسوخ اوما لا تعلق لہ بالصلاۃ اصلا[1] الخ	ردالمحتار میں ہے متابعتِ امام فرض نہیں بلکہ فرائض اور واجباتِ فعلیہ میں واجب، سُنن میں سنت، اور اسی طرح ان کے علاوہ میں سنت کے معارضہ کی صورت میں اور متابعت خلاف اولیٰ ہے جب اس کے ساتھ واجب آخر کا معارضہ ہوجائے، یا ایسی چیز کے ترک میں جس کے فعل سے واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم نہ آئے مثلاً تحریمہ کے لئے رفع یدین کرنا اور اس کی دیگر نظائر اور متابعت فعل بدعت، منسوخہ یا ایسے عمل ہیں جس کا نماز سے کوئی تعلق نہ ہو ناجائز ہے الخ (ت)

پھر اگر اس مستحب متروک الامام کے فعل سے کسی واجب فعلی میں مخالفت امام لازم نہ آئے تو اس کا فعل ہی اولیٰ اور انسب ہوگا۔ اور وہ مستحب درجہ استحباب سے بھی نہ گرے گا، چہ جائیکہ بسبب ترک متابعت، حرام یا ہلکے درجے کا مکروہ ہی ہوجائے۔ کیا اگر امام ادب نظر کی مراعات نہ کرے تو مقتدی بھی آنکھیں پھاڑے دیوارِ قبلہ کو دیکھتے رہیں، کیا اگر امام بحالتِ قیام پاؤں میں فصل زیادہ رکھے تو مقتدی بھی ٹانگیں چیرے کھڑے رہیں۔ کیا اگر ایسا نہ کریں تو بحکم متابعت تارک واجب وآثم وگنہگار ہوں گے لایقول بہ عاقل فضلا عن فاضل (اس کا قول کوئی عاقل نہیں کرسکتا چہ جائیکہ کوئی فاضل کرے۔ت) اسی قبیل سے ہے عمامہ باندھنا مسواک وغیرہ کرنا **'غیر ذلك من الاٰداب والحسنات التی لایستلزم فعلھا مخالفۃ الامام فی واجب فعلی** (اس کے علاوہ آداب وحسنات جن کے بجالانے سے واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم نہیں آتی۔ت) اور یہیں سے ظاہر ہوگئی اس دلیل کی شناعت، اور یہ قاعدہ مسلمہ تعارض واجب وفرض و

---

[1] ردالمحتار مطلب مہم فی تحقیق متابعۃ الامام مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳۴۸/۱

مستحب مانحن فیہ سے محض بیگانہ اور اس کلیہ دلیل کے صریح ناقص، نظم زندویسی کی وُہ روایت ہے جسے علامہ ابن امیر الحاج حلبی نے شرح منیہ میں نقل فرمایا:

حیث قال تسعة اشیاء اذا لم یفعلها الامام لا یترکها القوم رفع یدین فی التحریمة و الثناء مادام الامام فی الفاتحة وتکبیر الرکوع والسجود والتسبیح فیهما والتسمیع وقرأة التشهد والسلام وتکبیرات التشریق[1] اھ (ملخصا)	ان کی عبارت یہ ہے کہ نواشیاء ایسی ہیں اگر امام انھیں نہ کرے تو قوم ترک نہ کرے تحریمہ کے لئے رفع یدین، ثناء کا پڑھنا بشرطیکہ امام فاتحہ میں ہو، رکوع کی تکبیر، سجود کی تکبیر، ان دونوں میں تسبیح، سمع اللہ لمن حمدہ کہنا، قراۃ تشہد، سلام اور تکبیرات تشریق اھ ملخصًا (ت)

کہ اگر ہر فعل میں متابعت امام فرض ہو، تو جس طرح مستحب مزاحم فرض نہیں ہوسکتا، سنن بھی بلکہ واجبات بھی صلاحیتِ مزاحمت نہیں رکھتے تو ان چیزوں میں ائمہ کا یہ حکم کہ اگر امام نہ کرے جب بھی مقتدی نہ چھوڑیں کیونکر صحیح ہوتا **قلت** والاستقراء یمنع الحصر والعدولاینبغی الزائد ولعبارۃ اخرٰی (میں کہتا ہوں تتبع وتلاش نویں حصہ کے منافی ہے لیکن عدد اقل، کثر کے منافی نہیں اور دوسری طرح گفتگو یوں ہے۔ ت) متابعت امام صرف افعال نماز میں منظور ہے یا جو بات نماز سے کچھ علاقہ نہیں رکھتی اس میں بھی ضرور ہے۔ بر تقدیر ثانی اگر امام کھجلائے تو مقتدیوں میں بھی خارش مچ جائے، اگر امام احیانًا ٹھنڈی سانسیں لے تو مقتدیوں کو بھی دھونکنی لگ جائے۔ اور بر تقدیر اول کیا ترک مستحب بھی افعالِ نماز میں معدود ہے جس میں متابعت حتمًا مقصود ہے۔

ثمّ اقول: بلکہ اگر نظر دقیق کو رخصتِ تدقیق دی جائے تو اس لزوم متابعت کے سلب کلیت درکنار کلیت سلب واضح اور آشکار

لما ذکرنا انه لا متابعة فی مالا تعلق له بالصلٰوة وترک المستحب کذلك ومایترا أی من النقص بما اذااستلزم فعله مخالفة الامام فی واجب فعلی فانه ح یجب متابعة	اس بنا پر جو ہم نے ذکر کیا کہ ان چیزوں میں متابعت نہیں ہے جن کا نماز سے تعلق نہیں اور ترک مستحب بھی اسی طرح ہے مجھے یہ ظاہر ہوا ہے کہ اس صورت کے ساتھ اعتراض درست نہیں کہ جس کے فعل سے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الاۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۲۸

ف: ابن امیر الحاج کی شرح منیہ مجھے نہیں مل سکی۔ نذیر احمد سعیدی

الامام فی ترکه کما صرح به العلماء فلیس ینقص فی الحقیقة لانها انما هی فی فعل ذالك الواجب ولزم من اتیانه ترك هذا المستحب فالامام ترکه قصدًا اوسهوًا والمقتدی لایترکه لمحض ان الامام ترکه بل لانه لو فعله فاته ما هو اهم والزم فصح قولنا لا یلزم المتابعة فی ترك المستحب مطلقا ای من حیث هو هو فافهم فانه احری به والله سبحانه وتعالٰی اعلم۔	واجب فعلی میں امام کی مخالفت لازم آرہی ہو کیونکہ اس صورت میں امام کی متابعت اس کے ترک میں واجب ہوگی جیسا کہ علماء نے تصریح کی ہے پس یہ حقیقۃً اعتراض ہی نہیں کیونکہ یہ تو فعل واجب کی متابعت کا معاملہ تھا اور اس کے بجا لانے سے اس مستحب کا ترک ہُوا پس امام اگر مستحب کو قصداً یا سہواً ترک کردے تو مقتدی محض اس لئے ترک نہیں کرسکتا کہ امام نے ترک کیا ہے بلکہ وہ اس لئے ترک کرے گا کہ اگر وہ مستحب کو بجالاتا ہے تو اس سے جو اہم اور زیادہ لازم ہے وہ فوت ہوجائے گا، پس ہمارا قول "مستحب بحیثیت مستحب کے ترک میں امام کی متابعت لازم نہیں" صحیح ٹھہرا پس اسے اچھی طرح سمجھ لو کیونکہ یہی اس مقام کے لائق ہے۔ واللہ سبحٰنہ، وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۵۹۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر کسی مسجد کا امام وہابی المذہب ہو تو اس کی اقتدا کرنا بہتر ہے یا اس مسجد کو چھوڑ کر دوسری مسجد میں نماز پڑھنا **بیّنوا توجروا**

الجواب:

ان دیار میں وہابی اُن لوگوں کو کہتے ہیں جو اسمٰعیل دہلوی کے پیرو اور اس کی کتاب "**تقویۃ الایمان**" کے معتقد ہیں یہ لوگ مثل شیعہ خارجی معتزلہ وغیرہم اہلسنت وجماعت کے مخالف مذہب ہیں ان میں سے جس شخص کی بدعت حدِ کفر تک نہ ہو یہ اُس وقت تھا اب کبرائے وہابیہ نے کھلے کھلے ضروریاتِ دین کا انکار کیا اور تمام وہابیہ اُس میں اُن کے موافق یا کم از کم اُن کے حامی یا اُنھیں مسلمان جاننے والے ہیں اور یہ سب صریح کفر ہیں، تو اب وہابیہ میں کوئی ایسا نہ رہا جس کی بدعت کفر سے گری ہوئی ہو خواہ غیر مقلد ہو یا بظاہر مقلد **نسأل اللہ العفو والعافیۃ** (ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کو سوال کرتے ہیں۔ ت) نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے اور جو اس حد تک پہنچ گئی تو اقتدا اس کی اصلاً صحیح نہیں۔ شرح عقائد نسفی میں ہے:

ما نقل عن بعض السلف من المنع عن الصلوٰة خلف المبتدع فمحمول	بعض اسلاف سے یہ جو منقول ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز منع ہے یہ کراہت پر محمول ہے کیونکہ فاسق

علی الکرھۃ اذلاکلام فی کراھۃ الصلوٰۃ خلف الفاسق والمبتدع ھذااذالم یؤد الفسق والبدعۃ الی حد الکفر اما اذا ادی الیہ فلا کلام فی عدم جواز الصلاۃ خلفہ[1]۔	بعض اسلاف سے یہ جو منقول ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز منع ہے یہ کراہت پر محمول ہے کیونکہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز کے مکروہ ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ اس کا فسق اور بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچے ہوں، اگر حدِ کفر تک پہنچ جائیں تو ان کے پیچھے نماز کا عدمِ جواز میں کوئی کلام نہیں۔ (ت)

اور اسی طرح بحرالرائق میں محیط اور خلاصہ اور مجتبٰی سے منقول ہے:

حیث قال وقیدہ فی المحیط والخلاصۃ والمجتبی وغیرھا بان لا تکون بدعتہ تکفرہ فان کانت تکفرہ فالصلاۃ خلفہ لاتجوز[2]۔	اس کے الفاظ ہیں کہ محیط، خلاصہ اور مجتبٰی وغیرہ میں اسے اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ وہ بدعت حدِ کفر تک نہ پہنچانے والی ہو اگر اس سے وہ کافر ہوگیا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہر گز جائز نہیں (ت)

اور جب امامِ مسجد وہابی المذہب ہو اسے منع کرنے اور امامت سے باز رکھنے پر قدرت حاصل نہ تو اُس مسجد کو چھوڑ چلا جائے اور دوسری مسجد کا امام ایسے خبائث سے پاک ہو نماز پڑھے۔ بحرالرائق میں ہے:

وذکر الشارح وغیرہ ان الفاسق اذا تعذر منعہ یصلی الجمعۃ خلفہ وفی غیرہا ینتقل الی المسجد اخر وعلل لہ فی المعراج بان فی غیر الجمعۃ یجد اماما غیرہ فقال فی فتح القدیر یکرہ الاقتداء بہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد ھو المفتی بہ[3] **قلت** فاذاکان ھذاحکم الفاسقین فی الاعمال فما ظنک بالفاسقین فی العقائد واللہ	شارح وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ جب فاسق کو امامت سے روکنا دشوار ہو تو جمعہ کی نماز اس کی اقتداء میں پڑھ لی جائے اور دیگر نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد میں چلا جائے، معراج میں اس کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ جمعہ کے علاوہ میں دوسرا امام میسر آسکتا ہے، اور فتح القدیر میں ہے اس بناء پر اگر جمعہ شہر میں متعدد جگہ ہوتا ہو تو جمعہ میں بھی اقتداء مکروہ ہوگی، اور امام محمد کے قول کے مطابق ایسا کرنا جائز ہے اور اسی پر فتوی ہے **قلت** (میں

---

[1] شرح عقائد النسفیۃ مسئلہ ان الفاسق لیس من اہل الولایۃ مطبوعہ مطبع شرکۃ الاسلام دارالاشاعت قندھار ص ۱۱۵

[2] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۹

[3] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۹

تعالٰی اعلم	کہتا ہوں) جب اعمال میں فسق رکھنے والوں کا یہ حکم ہے تو عقائد میں فسق رکھنے والوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہوگا! واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۵۹۳ : از اشہر کہنہ. بریلی مرسلہ مولوی غلام محمد صاحب پنجابی ۸ شعبان المعظم ۱۳۱۲ھ

ایک جنازہ وقت غروب شمس کے پاس مسجد کے موجود ہو اور وہ جنازہ اہل سنّت والجماعت کا تھا حال یہ ہے کہ وارث میّت من کل الوجوہ جاہل تھے حتّی کہ نماز سے اور امام اس مسجد کا پانچوں وقت نماز تاکید پڑھاتا ہے اور کتب درسیہ متداولہ میں بھی تعلیم و تعلم رکھتا ہے اور خالص سنت وجماعت ہے خالص حنفی ہے اور اس امام کا یہ عقیدہ منعقد ہوا ہے خدا ایک ہے مثل اس کے متصوّر نہیں ہوسکتا ہے اور سب انبیاء علیہم السلام صادق ہیں خصوصًا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بزرگی میں سب سے زیادہ اور بعد سب انبیاء علیہم السلام کے بزرگی میں سب سے زیادہ حضرت ابوبکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر ہیں پھر حضرت عثمان ہیں پھر حضرت علی ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم، اور کرامت اولیاء اللہ کی بھی برحق ہے خلاصہ جو طریقہ اہلسنت وجماعت کا ہے وہ اُس امام میں موجود ہے اور ایک شخص اور ہے کتب درسیہ پڑھے ہے یا نہیں واللہ تعالٰی اعلم بالصواب مگر دعوی ہے اور تعلیم و تعلم بھی کسی کتاب کا نہیں ہے اُس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ. بزرگی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی سب آدمی سے زیادہ ہے مگر حضرت علی اور بی بی فاطمہ اور حضرت امام حسن و حسین رضی اللہ تعالٰی عنہم سے زیادہ نہیں ہے بلکہ یہ سب پانچ تن بزرگی میں. برابر ہیں اور. بزرگی حضرت علی کی سب اصحاب سے زیادہ ہے اور وہ شخص نماز پانچ وقت جماعت سے نہیں پڑھتا ہے بلکہ محض جمعہ کے دن جماعت سے پڑھتا ہے اور تعزیہ بنانے کو بھی اچھا کہتا ہے وقت جنازہ کے یہ دونوں مولوی مذکور موجود تھے اور دونوں ورثائے میّت نے بلایا تھا اور دونوں حکم جنازہ پڑھانے کا کیا اور سوا امام کے دوسرا مولوی امام بن گیا اس وقت امام نے کہا لائق امامتِ جنازہ کے میں ہوں چونکہ سلطان اور قاضی اس وقت میں نہیں ہیں اور یہی بات شرح وقایہ اور ہدایہ اور سب کتابوں میں موجود ہے عبارت مسئلہ مذکورہ کی یہ ہے:

والاحق بالامامۃ السلطان ثم القاضی ثم امام الحی ثم الولی کما فی العصبات۔	امامت کا زیادہ حقدار سلطان ہے پھر قاضی پھر محلّہ کا امام پھر ولی، اس ترتیب سے جو عصبات میں ہے۔ (ت)

اور وہ مولوی اس مسئلہ کو نہ مانا اور امام بنا اور امام الحہ نے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی اس وجہ سے کہ اس نے اس مسئلہ محررہ کو نہ مانا اور بلحاظ عقائد مذکورہ محررہ کے امام الحہ نے اس کے پیچھے

نماز ترک کی۔ آیا امام ہونا نماز جنازہ کا امام الحہ مولوی کو لائق تھا یا دوسرے مولوی کو، اور نماز کا ترک کرنا امام الحہ کا ایسے شخص کے پیچھے مناسب تھا یا نہ اور سب نماز یعنی پانچ وقتی اور جمعہ کی اور جنازہ کی ان سب نمازوں میں امام ہونا ان دونوں میں سے کون لائق ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

فی الواقع جبکہ ان بلاد میں حکام اسلام سلطان والی و قاضی مفقود ہیں اور جب وہ نہیں تو ان کے نائب کہاں، اور اولیائے میّت حسبِ تصریح سائل محض جاہل تھے تو صورتِ مستفسرہ میں امام مسجد کو سب پر تقدم اور اسی کو امام کرنا مستحب و بہتر تھا۔

تنویر الابصار وردالمحتار یقدم فی الصلاۃ علیہ السلطان (ثم نائبہ کما فی الفتح) ثم القاضی (فی الفتح ثم خلیفۃ الوالی ثم خلیفۃ القاضی ومثلہ فی الامداد عن الزیلعی) ثم امام الحی[1] اھ ملتقطا وفی الدرتقدیم الولاۃ واجب وتقدیم اماالحی مندوب فقط بشرط ان یکون افضل من الولی والافالولی اولی[2] الخ۔	تنویر الابصار اور ردالمحتار میں ہے نمازِ جنازہ مین سلطان مقدم ہے (پھر اس کا نائب جیسا کہ فتح میں ہے) پھر قاضی (فتح میں ہے پھر والی کا نائب پھر قاضی کا نائب اور امداد میں زیلعی کے حوالے سے اسی طرح ہے) پھر محلّہ کا امام اھ تلخیصًا۔ اور در میں ہے حکام کی تقدیم واجب اور محلّہ کے امام کی تقدیم فقط مندوب ہے بشرطیکہ وہ ولی سے افضل ہو ورنہ ولی اولٰی ہوگا الخ (ت)

شخص دیگر کا ترک جماعت تو صرف گناہ تھا کہ بعد اعادہ گناہ کبیرہ موجب فسق ہوا اور تعزیہ رائجہ بنانے کو اچھا جاننا بدعت شیعہ کی تحسین اور حضرت امیر المومنین سیدنا مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو حضرت شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے افضل بتانا رفض و بدمذہبی، یہی وجوہ اس شخص کے پیچھے نماز کے سخت مکروہ ہونے کو کافی تھا۔ خلاصہ و فتح القدیر و ہندیہ وغیرہا میں ہے: **ان فضل علیا علیہما فمبتدع**[3]۔ اگر کوئی شخص سیدنا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دونوں خلفاء پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ت) ارکان اربعہ میں ہے:

اما الشیعۃ الذین یفضلون علیا	وہ شیعہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو

---

[1] ردالمحتار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/۶۴۹

نوٹ: ہلالین کے اندر والی عبارت ردالمحتار کی ہے اور باہر والی تنویر الابصار کی ہے جو حاشیہ ردالمحتار پر موجود ہے۔

[2] در مختار باب صلٰوۃ الجنائز مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۲۳

[3] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس عشر فی الامامۃ الخ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/۱۴۹

علی الشیخین ولایطعنون فیھما اصلا کالزیدیۃ تجوز خلفھم الصلٰوۃ لکن تکرہ کراھۃ شدیدۃ[1]	شیخین (حضرت ابوبکر وحضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما) پر فضیلت دیتے ہیں اور ان پر ہر گز طعن و تشنیع بھی نہیں کرتے مثلاً فرقہ زیدیہ کے لوگ، تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن سخت مکروہ۔ (ت)

مگر بیان سائل اگر سچّا ہے تو حضرات آلِ عبا رضوان اللہ تعالٰی علیہم کو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا معاذ اللہ ہمسر وہم مرتبہ بنانا تو خود کفرِ صریح اور دوسرا کفر صریح یعنی آلِ عبا کو انبیاء سابقین علیہم الصلاۃ والسلام پر تفصیل کو مستلزم اس تقدیر پر توامامت کیسی، وہ شخص اصلاً وقطعاً کسی نماز میں یا عبادت یا نیک کام کی خود لیاقت نہیں رکھتا کہ کفار کا کوئی حسنہ مقبول نہیں بلکہ حقیقۃً اُن سے صدور عبادت معقول نہیں اس صورت میں اس کے پیچھے ترک نماز نہ صرف مناسب بلکہ فرض قطعی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۵۹۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید مسائلِ نماز سے جاہل اور مخارج و صفات و قواعدِ قرات سے محض ناواقف اور اس پر غیر عامل، ایک بڑی مسجد کی امامت کرتا ہے عقیدہ کا بھی سنّی نہیں ہے بلکہ ان لوگوں کی ترویجِ مذہب میں مصروف رہتا ہے جن میں تقیہ ہے اور اُن کے مذہب کی ترویج میں ہر قسم کی چالاکی وبیباکی اور عوام کو مغالطہ دہی گو ارتکاب حرام ہو، بے تکلف کرتا ہے اور اُس مذہب کے علماء وعمائد کی مدح وستائش اور عوام کو ہر طرح اُن کی طرف متوجہ اور مائل کرتا ہے اور ان کے مذہبی مشوروں میں شریک ہوتا ہے اُس مذہب والے کیسی ہی بات کہہ دیں گو حدِ کفر تک پہنچی ہو اُس کو مقبول و مسلّم اور اس کی ترویج ہیں بجان ودل ساعی اور اس مذہب کے اہلِ علم کے پاس مسافت دُور دراز قطع کرکے جاتا ہے اور اگر کوئی سنّی عالم مسجد میں وعظ کہے تو ناخوش ہوتا ہے اور اکثر اوقات شریک نہیں ہوتا اور علمائے اہلسنّت کی اہانت اور ان پر افتراء و بہتان اور خلق کو ان کی عقیدت سے باز رکھنا اس کا شیوہ ہے کہ ان حالات سے رفتہ رفتہ صدہا وہزارہا اہلسنّت واقف ہوگئے ہیں بایں ہمہ اس غرض سے کہ امامت اور جو منافع دنیویہ اُس سے حاصل ہوتے ہیں قائم رہیں اور نیز اس خیال سے کہ سنّیوں میں ملارہ کر عوام کو بتدریج دام میں لائے اور اپنے مذہب کو خفیہ طور پر پھیلائے اس درجہ تقیہ کرتا ہے کہ سُنیوں کے مجامع و مجالس میں بظاہر شریک رہتا ہے اور سُنّیوں کے سامنے دوسرے مذہب پر تبرّا اور اُن کے علماء وعمائد کو خاص مسجد میں فحش گالیاں برملا دیتا ہے اور جب کہا جاتا ہے کہ اگر تو فی الواقع اس مذہب میں نہیں تو اس کے مسائل تجھے کیوں معلوم ہیں اور ان کے بیان کی عوام کے سامنے کیوں تعریف اور

---

[1] رسائل الارکان فصل فی الجماعت مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۹

ان کی طرف راغب اور متوجّہ کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے مجھے تو **قال اللہ وقال الرسول** سے غرض ہے نہ اُن کے مسائل سے، گویا اُس کے نزدیک سنّی علماء جو مسجد میں وعظ کہتے ہیں وعظ اُن کا **قال اللہ وقال الرسول** کے خلاف ہے جو اسے نہیں سنتا اور جب اُن کے مجامع میں شریک ہونے اور مذہب کی تائید و تقویت سے تعرض کیا جاتا ہے تو کبھی انکار کرتا ہے اور جب انکار سے چارہ نہیں پاتا تو توبہ کرتا مگر افعال مذکورہ بدستور رکھتا ہے چنانچہ ایک سال میں تین بار توبہ کی اور ہر بار انھیں افعال کا مرتکب رہا، تیسری بات توبہ کے بعد ایک سنّی واعظ کو بعد نماز جمعہ کے وعظ کے لئے منبر پر بیٹھ لئے تھے وعظ سے روکا اور مذہب کے ایک عیار کو ایک مثنوی پڑھنے کو بٹھا دیا جس کی تصنیف کا باعث عوام کو مغالطہ دہی اور انھیں دامِ فریب میں لینا اور اپنے مذہب کی طرف گرویدہ کرنا ہے اور اس ہیں وہ عیاری وچالاکی کی ہے جس کی حقیقت عوام اور ناواقفوں کی سمجھ میں نہ آسکتی مگر مصنف مثنوی کو سب اہلسنّت پہلے سے اپنا مخالف مذہب جانتے تھے لہٰذا واعظ سنّی کو اُٹھا کر اُس شخص کو بٹھانا اور وعظ سے روک کے اسی کی مثنوی پڑھوانا باعثِ برہمی اہلسنت کا ہوا اور جو لوگ اس کی ظاہری باتوں اور بار بار کی توبہ کے فریب میں تھے اُن پر حال اس کا منکشف ہوگیا اور نماز اُس کے پیچھے چھوڑ دی اور جو واقف ہوتا جاتا ہے اس مسجد میں نماز کو نہیں آتا روز بروز جماعت میں کمی اور مسجد کی ویرانی اور خرابی ہوتی جاتی ہے ہر وہ لوگ کہ احوال واقعی سے آگاہ اور اس کی چالاکیوں اور عیاریوں سے واقف نہیں اُس کی پیچھے نماز پڑھنے آتے ہیں اور بعض اشخاص جنہیں نماز سے کام نہ دین سے غرض بعض وجوہ نفسانی سے مسلمانوں کی نماز اور مسجد کی خرابی گوارا کرکے اس کی حمایت بیجا اور امامت قائم رہنے پر اصرار کرتے ہیں آیا اس شخص کو سنّی کہا جائے گا یا دوسرے مذہب میں شمار کیا جائے گا یا کسی میں نہیں، اور باوجود ان سب امورات کے اس کی توبہ کا اعتبار ہوگا یا نہیں، اور ایسے شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے اور مسلمانوں کو اُسے امامت سے موقوف کرکے کسی شخص سنّی صحیح العقیدہ واقف مسائل و قواعد قرات کو جس کی امامت پر کوئی فتنہ اور اختلاف اور جماعت کی کمی اور مسجد کی ویرانی نہ ہو اس کی جگہ مقرر کرنا اور اس کی حمایت کرنے والوں کو حمایت سے باز آنا ضرور ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جو شخص مسائل نماز سے جاہل ہو اس کی امامت میں احتمال قوی نماز کے فساد وخرابی کا ہے کہ اس سے اکثر باتیں ایسی واقع ہوں گی جن سے نماز فاسد ہوجائے گی یا اس میں نقصان آئے گا۔ اور بسبب جہالت کے اُن پر مطلع نہ ہوگا اور اُن کی اصلاح نہ کرسکے گا اسی طرح جو شخص مخارج وصفات وحروف و قواعد تجوید سے آگاہ نہ ہو عجب نہیں کہ اُس کے پڑھنے میں قرآن میں ایسا تغیّر واقع ہوجائے جو بالاتفاق یا ایک مذہب پر موجب فساد نماز کا ہو کیا بلاضرورت ایسے شخص کو امام کرنا نماز میں کہ عماد اسلام وافضل اعمال ہے بے احتیاطی

اور امر شرع میں مداہنت و سہل انگاری نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان یقبل الله صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانهم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[1] رواه الحاکم فی المستدرک۔	اگر تمہیں خوش آئے کہ خدا تمہاری نماز قبول کرے تو چاہئے کہ تمہارے بہتر امامت کریں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تمہارے اور تمہارے رب کے درمیان۔ اسے حاکم نے مستدرک میں روایت کیا۔ (ت)

زید کے اکثر افعالِ مذکورہ فی السوال فسق وگناہ کبیرہ ہیں اور خدااور رسول کی نافرمانی و ناراضی کے باعث خلقِ خداکو گمراہ کرنا راہِ حق سے پھیرنا علمائے اہلسنت کی اہانت و تحقیر، اُن کی افتراء و بہتان، خداورسول جن کی تعظیم کا حکم دیں خلق خدا کوان کی عقیدت سے باز رکھنا فحش گالیاں خود کبیرہ ہیں موجب فسق مسقط شہادت خصوصًا جبکہ مسجد میں ہوں جہاں دنیا کا مباح کلام بھی نیکیوں کو ایسا کھاتا ہے جیسے[2] آگ لکڑی کو کما ورد فی الحدیث عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم (جیسا کہ حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے منقول ہے۔ت) وعظ علماء سے ناخوش ہونا اور انھیں وعظ سے منع کرنا ظلم عظیم ہے، حق سبحٰنہ، تعالٰی فرماتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا ؕ[3]۔	کون زیادہ ظالم ہے اس سے جو روکے خدا کی مسجدوں کو اس بات سے کہ ان میں ذکر کیا جائے اُس کا نام اور کوشش کرے اُن کے ویران ہونے میں۔

اسی طرح وعظِ علماء کو مکروہ سمجھ کر کہ نہ سُننا اور وہاں چلا جانا، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰیٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِیَ مَا قَدَّمَتْ یَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا	اور کون زیادہ ستم گار ہے اس سے جو نصیحت کیا گیا اپنے رب کی آیتوں سے تو ان سے منہ پھیر لیا اور بھول گیا

---

[1] مستدرک للحاکم کتاب المغازی والسرایا مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۲۲۲

نوٹ: مستدرک میں "ان یقبل اللہ صلٰوتکم" کی جگہ "ان تقبل صلٰوتکم" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] احیاء علوم الدین فضیلۃ المسجد الخ مطبوعہ مطبعۃ المشھد الحسن قاہرہ ۱/ ۱۵۲

نوٹ: احیاء علوم الدین سے کافی جدوجہد کے بعد یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ملی ہے "الحدیث فی المسجد یاکل لحسنات کما تأکل لبھائم الحشیش" مسجد میں دنیاوی گفتگو نیکیوں کو اس طرح کھاجاتی ہے جس طرح جانور گھاس پھوس کھاجاتے ہیں)۔ اس حدیث میں آگ، لکڑی کا ذکر نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم نذیر احمد سعیدی۔

[3] القرآن ۲/ ۱۱۴

عَلٰی قُلُوْبِہِمْ اَکِنَّۃً اَنْ یَّفْقَہُوْہُ وَفِیْۤ اٰذَانِہِمْ وَقْرًا ط[1]	جو آگے بھیجا اس کے ہاتھوں نے، بیشک ہم نے کردے اُن کے دلوں پر پردے اُس کے سمجھنے سے اور ان کے کانوں میں ٹینٹ۔

مسلمانوں کے ساتھ عیاری و چالاکی اور انہیں دھوکے دینا فریب میں ڈالنا ایسے افعال کرکے جن کے سبب لوگوں کی نماز ان کے پیچھے خراب ہو ان کی تسکین کے لئے بظاہر توبہ کرنا اور اُنہیں باتوں کا مرتکب رہنا فتنہ ہے کہ اللہ کے نزدیک قتلِ ناحق سے زیادہ سخت ہے اور عذاب جہنم کا موجب۔

قال اللہ تعالٰی وَالْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط[2] وقال اللہ تعالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَہُمْ عَذَابُ جَہَنَّمَ وَلَہُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ ⑩[3]	اللہ تعالٰی کا ارشادِ گرامی ہے اور فتنہ قتل سے بدتر ہے اور اللہ تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے بلاشبہ وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن خواتین کو فتنہ میں ڈالتے ہیں پھر توبہ نہیں کرتے ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے جلانے والا عذاب ہے۔ (ت)

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے عرشِ خدا کانپ جاتا ہے اور حق سبحنہ، تعالٰی اس کی طرف سے منہ پھیرلیتا ہے[4]"۔

رواہ ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبۃ وابویعلٰی فی مسندہ والبیھقی فی شعب الایمان عن انس بن مالك وابن عدی فی الکامل عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	اس کو ابن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبۃ میں، ابویعلی نے مسند میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابن عدی نے کامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

جب فاسق کی مدح خدا کو اس قدر ناپسند ہے تو رؤسائے اہل بدعت کی تعریف کس قدر موجب اس کی ناراضگی کی ہوگی بدل اہلِ بدعت سے محبت و عقیدت سے دُور دُور سے انکے پاس جانا اُن کی ترویج

---

[1] القرآن ۱۸/۵۷

[2] القرآن ۲/۲۱۷

[3] القرآن ۸۵/۱۰

[4] شعب ایمان باب فی حفظ اللسان، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۲۳۰

مذہب میں ساعی رہنا اور سنّیوں کی تعزیر کو انھیں گالیاں دینا اُس مذہب پر تبرّا کرنا ذوالوجہین ہونا جس پر وعید شدید وارد، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ذوالوجہتین کو قیامت میں دوزبانیں آگ کی دی جائیں گی"[1] قرآن مجید اس حرکتِ شنیعہ کی مذمت سے مشحون ہے۔

قال اللہ عزّوجل یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْاۚ وَ مَا یَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا یَشْعُرُوْنَؕ۝۹ ۔[2]	اللہ تعالٰی نے فرمایا دھوکا دینا چاہتے ہیں خدا اور مسلمانوں کو اور حقیقت میں نہیں فریب میں ڈالتے مگر اپنی جانوں کو اور انہیں خبر نہیں۔

اور فرماتا ہے:

اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّاۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَیٰطِیْنِهِمْۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ۝۱۴ [3]	جب مسلمانوں سے ملیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوں تو کہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو یونہی ٹھٹھا کرتے ہیں۔

الغرض زید کے فاسق ہونے میں کوئی شبہ نہیں اور نماز فاسق کے پیچھے مکروہ ہے۔ علماء حکم دیتے ہیں کہ اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھے بلکہ دوسری مسجد میں چلا جائے، اور جن لوگوں کے نزدیک جمعہ چند مسجدوں میں جائز نہیں ہوتا وہ بضرورت جمعہ اُس کی اقتدا روا رکھتے ہیں اگر اس طرح اُس کا امامت سے روکنا نہ بن پڑے، امام علّامہ محقق علی الاطلاق کمال الدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں جبکہ قولِ مفتی بہ یہ ٹھہرا کہ جمعہ بھی چند مسجدوں میں ہوجاتا ہے تو نمازِ جمعہ میں بھی اُس کی اقتدا مکروہ ہے کہ دوسری مسجد چلا جانا میسر ہے،

فی البحر الرائق وذکر الشارح وغیرہ ان الفاسق اذا تعذر منعه یصلی الجمعة خلفه وفی غیرھا ینتقل الی مسجد اٰخر وعلل له فی المعراج بان فی غیر الجمعة یجد اماما غیرہ فقال فی	بحر الرائق میں ہے شارح وغیرہ نے یہ ذکر کیا ہے کہ جب فاسق کو امامت میں پڑھ لیا جائے البتہ دوسری نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد میں چلا جانا چاہئے، اور معراج میں اس کی علت یہ بیان کی کہ جمعہ کے علاوہ

---

[1] مجمع الزوائد باب فی الوجہین واللسانین مطبوعہ دارالکتاب العرابیہ بیروت ۹۵/۸

[2] القرآن ۹/۲

[3] القرآن ۱۴/۲

فتح القدیر وعلٰی ھذا فیکرہ الاقتداء بہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتھا فی المصر علی قول محمد وھوالمفتی بہ لانہ سبیل من التحول ح (حینئذ)[1]	بقیہ نمازوں میں دوسرا امام میسر آسکتا ہے، تو فتح القدیر میں کہا کہ اس بنا پر نماز جمعہ مین بھی فاسق کی اقتدا مکروہ ہوگی کیونکہ امام محمد کے قول کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ادا کیا جاسکتا ہے۔ اور اسی قول پر فتوٰی ہے لہٰذا جمعہ میں بھی دوسری جگہ منتقل ہونا ممکن ہے (ت)

معہذا تکثیر جماعت شرع کو مطلوب ہے اسی واسطے جن کی امامت میں احتمال لوگوں کی قلّت رغبت وکمی جماعت کا تھا اُنکی اقتداء مکروہ ٹھہری مثل اعرابی وغلام ولدالزنا پس جس شخص سے لوگ اپنے دین کو وجہ سے تنفر تام رکھیں اور جو اُس کے حال سے آگاہ ہوتا جائے نماز چھوڑتا جائے اس کی امامت شرع کو کیونکر پسند آئے گی۔

فی البحر الرائق واما الکرھۃ فمبنیۃ علی قلۃ رغبۃ الناس فی الاقتداء بھؤلآء فیؤدی الی تقلیل الجماعۃ المطلوب تکثیر اللاجر[2]۔	البحر الرائق میں ہے کراہت کی وجہ یہ ہے کہ ان کی اقتدا کی رغبت لوگوں میں کم پائی جاتی ہے اس وجہ سے جماعت میں حاضری کم لوگوں کی ہوگی اور حالانکہ کثرتِ اجر کے پیشنظر جماعت میں کثیر افراد کی حاضری مطلوب ہے (ت)

علاوہ بریں افعال مذکورہ زید مجرد فسق ہی نہیں بلکہ دلیل واضح ہیں اس پر کہ وہ سخت بدعتی غالی مکلب اور مذہب حق کا دشمن اور خلقِ خدا کو گمراہ کرنے والا ہے تواب کراہت بہ نسبت پہلے کے بہت زائد ہوگئی کہ فسق فی الاعمال وفسق فی العقائد میں زمین و آسمان کا فرق ہے، کبیری شرح منیہ میں ہے:

ویکرہ تقدیم المبتداع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھواشد من الفسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع والمراد بالمبتدع من یعتقد شیًا علی خلاف ما یعتقدہ اھل السنۃ والجماعۃ[3]۔	بدعتی کو امام بنانا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہے اور ایسا آدمی عملی فاسق سے بدتر ہے کیونکہ عملی فاسق اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے اور ڈرتا ہے اور اللہ سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے۔ بخلاف بدعتی کے اور بدعتی سے مراد وہ شخص ہے جو اہلسنت وجماعت کے عقائد کے خلاف کوئی دوسرا عقیدہ رکھتا ہوں۔ (ت)

---

[1] البحر الرائق ، باب الامامۃ، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۳۴۹/۱

[2] البحر الرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۸/۱

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

یہاں تک تو مجرد کراہت تھی اب جبکہ اُس کے حالات سے معلوم ہوا کہ اپنا وہ کوئی عقیدہ نہیں رکھتا بلکہ بعض اہلِ بدعت جو بات کہہ دیں وہ اس کے نزدیک مسلّم ہوتی ہے حتّٰی کہ ان کے کفریات کو مسلّم رکھتا ہے اور اس کی ترویج میں بجان ودل ساعی ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ بدعت اس کی حدِ کفر تک پہنچی ہے اور انتہا اس کے عقیدہ زائغہ کی نہیں معلوم ہو سکتی بلکہ جب اپنے اُن پیشواؤں کو بھی گالیاں دیتا اور ان کے مذہب سے تبرّا کرتا ہے تو ظاہر اس کے حال سے یہ ہے کہ وہ محض زندیق ملحد بے دین ہے جسے کسی خاص کسی مذہب سے غرض نہیں بلکہ مجرد مخالفت دینِ اسلام ومذہب اہل سنّت منظور ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز قطعًا باطل وحرام ہے۔

فی البحرالرائق قیدہ فی المحیط والخلاصۃ والمجتبٰی وغیرھا بان لایکون بدعتہ تکفرہ فان کانت تکفرہ فالصلاۃ خلفہ لاتجوز[1]۔	بحرالرائق میں ہے محیط، خلاصہ، مجتبٰی وغیرہ مین ہے اس کی بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہو، اگر اس کی بدعت حد کفر تک پہنچتی تو اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی۔(ت)

کبیری میں ہے:

انما یجوزالاقتداء بہ مع الکراھۃ اذا لم یکن مایعتقدہ یؤدی الی الکفراما لوکان مؤدیا الی الکفر فلایجوز اصلا[2]۔	کراہت کے ساتھ اس کی اقتداء اسی صورت میں جائز ہے جب اس کا اعتقاد حدِ کفر تک نہ پہنچادے اگر وُہ حدِ کفر تک پہنچاتا ہے تو بالکل اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی۔(ت)

اور بعد امتحان و تجربہ کے ظاہر کہ فریبِ مسلماناں کے لئے توبہ کرتا ہے اور ان عقائد ومکائد سے باز نہیں آتا ہرگز اس کی توبہ پر اعتبار نہ ہوگا خصوصًا امرِ نماز میں تمام اعمال سے افضل واتم ہے جو لوگ ایسی توبہ پر اعتماد کرتے ہیں ان سے پوچھا جائے اگر کسی شخص کے چور ہونے کا تمہیں یقین ہوگیا اور وہ بار بار توبہ کرکے پھر چوریاں کرتا ہو، آیا اس کی توبہ پر مطمئن ہوکہ پھر بھی اپنا مال اسے سپرد کردوگے افسوس مالِ دنیوی کہ اللہ کے نزدیک محض حقیر وذلیل ہے تمہاری نگاہ میں ایسا عزیز ٹھہرا کہ جس امر میں اس کے نقصان کا وہم بھی ہو اُس سے پرہیز کرو اور نماز کہ اللہ کو نہایت محبوب اور اس کے نزدیک بس عظیم ہے اس میں یہ مداہنت اگر بالفرض اس کی توبہ سچّی اور صدق باطن سے ہو تاہم جب حال اس کا مشتبہ ہوچکا تو خواہ مخواہ اس کے پیچھے نماز پڑھنے کا کس نے فرض وواجب کیا، کیا ایسا کوئی شخص نہیں ملتا جو ان معائب سے بری اور اس کے پیچھے نماز بلا اشتباہ درست ہو، اور

---

[1] بحرالرائق، باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۳۴۹

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

جو لوگ ایسے شخص کی حمایت کرتے ہیں نماز کے دشمن اور مسجد کی ویرانی اور اہل اسلام کے عمدہ شعار یعنی نماز کی بربادی چاہنے والے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۵۹۵: از رنگون مرسلہ انتظام علی صاحب ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مرجہ ذیل مسئلہ میں: ایک شخص کا دہنا ہاتھ ٹوٹ گیا ہے اس وجہ سے نیت باندھتے وقت ہاتھ اسکا گوش تک نہیں پہنچتا کہ اس کو مس کرے، اس سبب سے بعض لوگ اس کے پیچھے اقتداء کرنے سے انکار کرتے ہیں کیا موافق ان لوگوں کے اس کے پیچھے نماز نہیں ہو سکتی؟

الجواب: خیال مذکور غلط ہے اُس کے پیچھے جوازِ نماز میں کلام نہیں، ہاں غایت یہ ہے کہ اسکا غیر اولٰی ہونا ہے وہ بھی اس حالت میں کہ یہ شخص تمام حاضرین سے علم مسائل نماز وطہارت میں زیادت نہ رکھتا ہو ورنہ یہی احق واولٰی ہے۔

فی ردالمحتار تحت قولہ تکرہ خلف امرد وسفیہ ومفلوج وابرص الخ وکذلك اعرج یقوم ببعض قدمہ فالاقتداء بغیرہ اولی تاتار خانیۃ وکذااجذم برجندی ومجبوب وحاقن ومن لہ ید واحد فتاوی الصوفیۃ عن التحفۃ[1] اھ وفی الدر یکرہ امامۃ الاعمی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولٰی اھ[2] ملخصاواللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔	ردالمحتار میں ماتن کے قول "امرد، بیوقوف، مفلوج اور ابرص کے پیچھے نماز مکروہ ہے" الخ کے تحت ہے یہی حکم اس لنگڑے کا ہے جو اپنے قدم کے بعض حصے پر قیام کرتا ہو، پس اس صورت میں غیر لنگڑے کی اقتداء بہتر ہوگی، تاتار خانیہ صاحبِ جزام کا بھی یہی حکم ہے۔ برجندی، مقطوع الذکر، پیشاب روک رکھنے والا اور وہ شخص جس کا ایک ہی ہاتھ ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ فتاوٰی صوفیہ میں تحفہ کے حوالے سے یہی ہے اھ اور در مختار میں ہے نابینا شخص کی امامت مکروہ ہے سوائے اس صورت کے کہ وہ قوم میں سب سے زیادہ عالم ہو تو اس صورت میں وہی امامت کے زیادہ لائق وافضل ہے اھ ملخصًا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۵۹۶: ایک شخص کی جوان بی بی بے پردہ باہر نکلی ہے بلکہ بازار میں بیٹھ کر کچھ سودا بیچا کرتی ہے پس اُس

---

[1] ردالمحتار مطلب فی امامۃ الامرد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

[2] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

شخص کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے؟

الجواب:

اگر باہر نکلنے میں اس کے کپڑے خلافِ شرع ہوتے ہیں مثلاً باریک کہ بدن چمکے یا اوچھے کہ سترِ عورت نہ کریں جیسے اونچی کُرتی پیٹ کُھلا ہوا یا بے طوری سے اوڑھے پہنے جیسے دوپٹہ سر سے ڈھلکا، یا کچھ حصہ بالوں کا کُھلا، یا زرق برق پوشاک جس پر نگاہ پڑے اور احتمالِ فتنہ ہو یا اسکی چال ڈھال بول چال میں آثار بدوضعی پائے جائیں اور شوہر ان باتوں پر مطلع ہو کر باوصفِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیّوث ہے اور اسکے پیچھے نماز مکروہ،

فان الدیوث من لایغار علی امرأته اومحرمه کما فی الدرالمختار[1] وھوفاسق واجب التعزیر فی الدر لواقرعلی نفسه بالدیاثة او عرف بھا لایقتل مالم یستحل ویبالغ فی تعزیرہ[2] الخ والفاسق تکرہ الصلاة خلفه۔	دیّوث ہر وہ شخص ہے جس کو اپنی بیوی اور محرم پر غیرت نہ آئی ہو (اس کے پاس غیر مرد کے آنے سے) جیساکہ دُرمختار میں ہے ایسا شخص فاسق ہے اور اس پر تعزیر واجب ہے۔ دُرمختار میں ہے اگر کوئی اپنی ذات کے بارے میں دیّوث ہونے کا اقرار کرتا ہے یا اس فعل قبیح میں معروف ہوا تو اسے قتل نہیں کیا جائے گا جب تک وہ دیوثت کو حلال نہ جانے لیکن تعزیر میں مبالغہ کیا جائے گا الخ اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ (ت)

اور اگر ان شناعتوں سے پاک ہے تو اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں،

فان المرأة نفسھالاتفسق بمجرد کونھا برزة تخالط الرجال حتی انھا تصلح مزکیة معدلة للشھود فلا شنعته بذلك علی زوجھا فی الھندیة یقبل تعدیل المرأة لزوجھاوغیرہ اذاکانت امرأة برزة تخالط الناس وتعاملھم کذافی المحیط السرخسی[3] واللّٰه تعالٰی اعلم۔	کیونکہ عورت بذاتہا بے پردہ رہنے اور مردوں سے اختلاط کی وجہ سے فاسق نہیں ہوتی حتی کہ وہ گواہوں کی تعدیل اور تزکیہ کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس بناپر اس کے خاوند پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہندیہ میں ہے کہ اس عورت کی خاوند وغیرہ کے بارے میں تعدیل قبول کی خاوند وغیرہ کے بارے میں تعدیل قبول کی جائے گی جب وہ ایسی ہو کہ باپردہ باہر آئے اور مردوں سے اختلاط اور معاملات کرے، محیط سرخی میں اسی طرح ہے واللّٰه تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] در مختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۸

[2] در مختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۸

[3] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی فی الجرح والتعدیل مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۵۲۸

مسئلہ نمبر ۵۹۷ تا ۵۹۹: از مارہرہ مطہرہ مرسلہ حضرت میاں صاحب قبلہ سیّد شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں مدظلہ الاقدس ۳۰ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) توتلے کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

(۲) ہکلے کے پیچھے نماز کیسی ہے؟

(۳) ایک شخص تھوڑی سی افیون بغرضِ دوا کھاتا ہے اور اسکے سبب اسے نشہ نہیں ہوتا ایسے کی امامت مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) مذہب صحیح میں غیر توتلے کی نماز اُس کے پیچھے باطل ہے، خیریہ میں ہے: امامۃ الالثغ بالفصیح فاسدۃ فی الراجح الصحیح[1] (توتلے کی امامت فصیح (غیر توتلے) کے لئے راجح اور صحیح قول کے مطابق فاسد ہے۔ ت)

(۲) اگر ہکلا نماز میں نہ ہکلائے جیسے بعض لوگوں کا ہکلانا وقت غضب سے مخصوص ہوتا ہے صرف غصہ میں ہکلانے لگتے ہیں ویسے صاف بولتے ہیں یا بعض کا ہکلانا بے پروائی کے ساتھ ہوتا ہے اگر تحفظ واحتیاط کریں تو کلام صاف ادا ہو ایسے لوگوں کو دیکھا گیا کہ باتوں میں ہکلاتے ہیں اور اذان و نماز وتلاوت میں اس کا کچھ اثر نہیں پایا جاتا ایسی صورت میں تو کلام نہیں کہ وہ حق نماز میں خود فصیح ہے اور جو ہو جگہ ہکلائے اس کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ ایک وہ کہ ان کی تکرار میں بعض حروف معین ہیں مثلاً کاف یا چ یا پ کہ جہاں رُکیں گے ان ہی حروف کی تکرار کریں گے یا گھبرا کر ایں ایں کرنے لگتے ہیں ان کے پیچھے فسادِ نماز بدیہی ہے۔

۲۔ دوسرے وہ کہ جس کلمہ پر رُکتے ہیں اُسی کے اوّل حرف کی تکرار کرتے ہیں، اس صورت میں اگرچہ حرف خارج نہیں بڑھتا بلکہ اُسی کلمہ کا ایک جزو مکرر ادا ہوتا ہے مگر ازانجا کہ حرف بوجہ تکرار لغو ومہمل وخارج عن القرآن رہ گیا ان کے پیچھے بھی نماز فاسد ہے، درمختار میں توتلے کے پیچھے فسادِ نماز کا حکم لکھ کر فرماتے ہیں:

ھذا ھو الصحیح المختار فی حکم الالثغ وکذا من لایقدر علی التلفظ	توتلے کے بارے میں مختار اور صحیح حکم یہی ہے اور اسی طرح وہ شخص ہوگا جو حروف تہجی میں سے کسی حرف کی ادا پر

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلوٰۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۰

بحرف من الحروف اولایقدر علی اخراج الفاء الابتکرار[1]۔	قادر نہ ہو یاف کو بدون مکرر کرنے کے ادا نہ کرسکے۔ (ت)

نورالایضاح ومراقی الفلاح میں ہے:

لایصح اقتداء من به الفأفأة بتکرار الفاء والتمتمة بتکرار التاء فلایتکلم الابه[2] اھ ملخصا	اس شخص کی اقتدا درست نہیں جس کو فأفأۃ کا عارضہ ہو یعنی ف کو تکرار سے پڑھتا ہو یا تمتمۃ کا عارضہ ہو یعنی ت کو تکرار سے پڑھتا ہو یعنی جب بھی ایسے حروف کو بولتا ہے تو وہ حرف تکرار سے ادا ہوتا ہے اھ ملخصًا (ت)

۳ تیسرے وہ کہ ہکلاتے وقت نہ کوئی حرف غیر نکالتے ہیں نہ اسی حرف کی تکرار کرتے ہیں بلکہ صرف رک جاتے ہیں اور جب ادا کرتے تو ٹھیک ادا کرتے ہیں ایسوں کے پیچھے نماز صحیح ہے۔ ہندیہ میں ہے:

الذی لایقدر علی اخراج الحروف الابالجھد ولم یکن له تمتمة او فأفاۃ فاذا اخرج الحروف اخرجھا علی الصحة لایکرہ ان یکون اماما ھکذا فی المحیط۔[3]	وہ شخص جو کوشش کے بغیر ادائے حروف پر قادر نہ ہو نہ تو وہ تکرارِ ت کرتا ہو اور نہ ہی تکرارِ ف تو جب حروف ادا کرتا صحیح ادا کرتا ہے، تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ نہیں۔ محیط میں یونہی ہے۔ (ت)

رہا یہ کہ کوئی کراہت بھی ہے یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر اُن کا رُکنا اتنی دیر نہ ہوتا جس میں ایک رکن ادا کرلیا جائے جب تو کراہت کی کوئی وجہ نہیں اور اگر اتنی دیر ہو تو اگرچہ بوجہ سہو اس قدر سکوت موجب سجدہ سہو ہے اور بلا عذر کراہت تحریم **کما یظھر من التنویر والدر والغنیة وردالمحتار** (جیسا کہ تنویر، در، غنیہ اور ردالمحتار میں اس کا بیان واضح ہے۔ ت) اور اگر ان کا رکنا بعذر ہے جس طرح جمائی یا چھینک یا کھانسی وغیرہا اعذار کے باعث بعض اوقات سکوت بقدر ادائے رُکن ہو جاتا ہے تو ظاہرًا یہاں وہ حکم نہیں، ہاں اس میں شک نہیں کہ ان کا غیر ان سے اولٰی ہے جبکہ بہ سبب حاضرین سے اعلم باحکام طہارت و نماز نہ ہوں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) نشہ جو ہمارے محاورہ میں سکر و تفتیر دونوں کو عام ہے اور بنص حدیث دونوں حرام اُس کے یہی معنی نہیں کہ زمین وآسمان یا مرد و عورت میں امتیاز نہ رہے یہ تو اس کی انتہا اور نشہ کی ابتدا انتہا دونوں حرمت میں یکساں پس اگر افیون کے سبب کچھ بھی اس کی عقل میں فتور یا حواس میں اختلال پیدا ہو تو کسی وقت پینک آتی ہو

---

[1] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۵

[2] مراقی الفلاح شرح نورالایضاح مع حاشیہ الطحطاوی باب الامامۃ مطبوعہ نور محمد تجارت کتب کراچی ص ۱۵۷

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۶

بیٹھے بیٹھے اونگھ جاتا ہو کسی وقت گردن ڈھلتے یا آنکھیں چڑھ جاتیں اُن میں لال ڈورے پڑتے ہوں جیسے یہ لوگ اپنی اصطلاح میں کیف و سرور کہتے ہیں تو یہ سب صورتیں حرام ہیں اور اُن کا مرتکب فاسق اور اس کے پیچھے نماز مکروہ بلکہ اگر صاف اتنا ہی ہوتا کہ جس دن نہ کھائے جمائیاں آئیں، اعضاشکنی ہو، دورانِ سر ہو، تاہم حرمت میں شک نہیں کہ ترک پر خمار پیدا ہونا صاف بتارہا ہے کہ استعمال بطور دوا نہیں، نفس اس کا خوگر ہوگیا ہے اور بلا غرض مرض اپنی طلب و شوق سے اُسے مانگتا ہے اور یہ صورت خود ناجائز ہے اگرچہ نشہ نہ ہو بلکہ حقیقۃً یہ حالت اُسی کو پیدا ہوگی جس دماغ میں افیون اپنا عمل ناجائز کرتی ہو ورنہ مجرب دوا کا ترک خمار نہیں لاتا، ہاں اگر ان سب حالتوں سے پاک ہے اور واقعی صرف حالتِ مرض میں بقصد دوا اتنی قلیل مقدار پر استعمال کرتا ہے کہ نہ اُس کے کھانے سے سرور آتا ہے اور نہ چھوڑنے سے خمار، تو اس کے پیچھے نماز مکروہ نہیں۔ ردالمحتار میں ہے:

البنج والافیون استعمال الکثیر المسکر منه حرام مطلقا واما قلیل فان کان لهو حرم وان للتداوی فلا[1] انتهی ملتقطا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	بھنگ اور افیون کا استعمالِ کثیر کہ اس سے نشہ پیدا ہو تو ہر حال میں حرام ہے، اگر قلیل ہو تو لہو کے لئے حرام ہے اور بطور دوائی حرام نہیں انتہی تلخیصًا (ت)

مسئلہ نمبر ۶۰۰: ۲۴ صفر المظفر ۱۳۱۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے ایک زمین اپنی بنام مسجد وقف کی ایک زمانے تک مہتمم مسجد کے قبضہ میں رہی اور کرایہ مسجد میں خرچ ہوتا رہا پھر باغوائے بعض ہنود زید نے ایک کچہری میں کرایہ دار پر خود کرایہ پانے کا دعوی کیا مہتمم مسجد جس کے متعلق اس زمین کا اہتمام تھا اور وہی مسجد کا امام ہے مسجد کے نام کے کرایہ نامہ وغیرہ کاغذات اُس کے پاس تھے اس کچہری میں موافق مسجد رہا کہ دعوی خارج ہوا زید نے پھر دوسری کچہری میں دعوی مالکیت کیا اب وہ مہتمم زید سے مل گیا مقدمہ کی پیروی نہ کی نہ مسجد کی طرف سے کاغذات ثبوت پیش کئے عدمِ پیروی کی وجہ سے مقدمہ خلاف مسجد تجویز ہوا مسلمانوں نے مسجد کی طرف سے اپیل کیا اس کچہری میں کاغذات سے مہتمم نے صاف انکار کردیا کہ زمین قبضہ مسجد سے نکل گئی اس صورت میں مہتمم مذکور مسجد کا مہتمم یا امام رکھے جانے کے قابل ہے یا نہیں؟ اسے امام مقرر کرنا کیسا ہے؟ اور اب کہ مسلمان اس کی حرکت کے باعث ناراض ہیں اُسے امام بنانا کیسا ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

صورت مذکورہ میں مہتمم خائن مجرم فاسق ہے اسے مہتمم رکھنا حرام، امام بنانا گناہ، اسے امام

---

[1] ردالمحتار کتاب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۵

بنانا ناجائز، اگر امامت کرے گا اس کی نماز قبول نہ ہوگی۔ درمختار میں:

ینزع وجوبا بزازیۃ لو الواقف درر فغیرہ بالاولی غیر مامون[1]۔	وقف شدہ مال چھیننا واجب ہے کذافی البزازیہ اگر واقف پر اطمینان نہ ہو یعنی خائن ہو کہ کذا فی الدرر تو خیانت کی صورت میں غیر واقف سے مال چھیننا بطریق اولیٰ جائز ہو گا۔ (ت)

غنیہ میں ہے: **لو قدموا فاسقا یاثمون**[2] (اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لئے مقدم کر دیا تو گنہ گار ہوں گے۔ ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: تین شخصوں کی نماز قبول نہیں ہوتی **من ام قوما وھم لہ کارھون**[3] ایک وُہ جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اس کی امامت سے راضی نہ ہوں یعنی جبکہ یہ ناراضی اُس میں کسی نقص شرعی کی وجہ سے ہو جیسا کہ یہاں ہے **کما فی الدر وغیرہ**[4] (جیسا کہ دُرمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ نمبر ۶۰۱: از مونڈیا ضلع بریلی غرہ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ جو شخص رشوت لیتا ہے اسکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور جو شخص اپنی زوجہ کو باہر نکلنے سے منع نہیں کرتا اور پردہ نہیں کراتا اس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

رشوت لینا حرام رشوت لینے والے کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہے، اور اگر عورت بے ستر نکلتی ہے جیسے بلاد ہندیہ کے ننگے کپڑے اور شوہر اس کا باوصف اطلاع وقدرت باز نہیں رکھتا تو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ نمبر ۶۰۲: از پیلی بھت محلّہ منیر خاں مرسلہ مولانا وصی احمد صاحب محدث سورتی ۲۲ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

میں بعد فرضِ ظہر مغرب و عشاء کے سلام پھیرتے ہی یمین ویسار کی جانب رُخ کرکے **اللھم انت السلام ومنك السلام** پڑھ کر سنّتیں پڑھا کرتا ہوں مولوی حبیب الرحمٰن سہارن پوری نے مجھ سے کہا

---

[1] درمختار، کتاب الوقف، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۸۳

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[3] المعجم الکبیر جنادۃ بن ابی امیۃ ترجمۃ ۲۱۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۲۸۲

[4] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

کہ فقہا بعد ان فرضوں کے جن کے بعد تطوع ہے ترک استقبال قبلہ کو منع لکھتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ ان فرضوں کے بعد اُسی ہیأت پر رہے اور فورًا تطوع میں مصروف رہے اس پر خلیل الرحمان نے یہ کہا کہ تعامل حرمین میں بھی یوں ہی ہے۔ میں نے کتابوں میں دیکھا تو کہیں ممانعت نہ ملی صرف اتنا ملا کہ جن فرضوں کے بعد تطوع ہے مقدار اللّٰھم انت السلام سے زیادہ توقف نہ کرے اس مسئلہ میں جو حضور کے نزدیک صواب ہو افادہ فرمائے تاکہ میں اس کے مطابق عمل کروں بلکہ مناسب تو یہ ہوگا کہ عربی عبارت میں بطور اختصار اس کو قلمبد فرمائیے۔

الجواب:

الحمد ﷲ وحدہ السنۃ المتوارثۃ للامام من لدن امام الانام سید الرسل الکرام علیہ وعلیھم افضل الصلٰوۃ والسلام ھوالانصراف من القبلۃ لمن اراد مکثا مابعد السلام ،کل الصلٰوۃ فی ذلك متساویۃ الاقدام وصرح بذلك وبکراھۃ بقائہ مستقبل القبلۃ بعد التمام غیرواحد من العلماء العظام فالحق معکم ومازعم مخالفکم فقد افتری فیہ علی الفقہاء الفخام قال المولی المحقق محمد بن محمد بن محمد الشھیر بابن امیرالحاج فی الحلیۃ شرح المنیۃ ناقلا عن الذخیرۃ، اذاکان فرغ الامام من صلاتہ اجمعوالی انہ لایمکث فی مکانہ مستقبل القبلۃ ،سائرالصلوات فی ذلك علی السواء قال وقد صرح غیرواحدبانہ یکرہ ذلك اھ [1]،وقد اخرج الامام ابوداؤد	سب تعریف اللہ کے لئے جو وحدہ، لاشریک ہے امام الانام سید الانبیاء نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم افضل الصلٰوۃ والسلام کی ظاہری حیات سے لے کر اب تک امام کے لئے بطور سنّت منقول ہے کہ جو شخص سلام کے بعد کچھ ٹھہرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو قبلہ سے رُخ پھیرے۔ قدیم زمانہ سے یہ حکم تمام نمازوں میں برابر چلا آرہا ہے اور تکمیلِ نماز کے بعد اس کے لئے قبلہ رُخ رہنا مکروہ ہے۔ ان دونوں باتوں کی تصریح بڑے بڑے علمائے اسلام نے فرمائی، پس حق تمہارا ساتھ ہے ، اور تمہارے مخالف نے جو کچھ کہا وہ فقہاءِ کرام پر تہمت ہے، ہمارے نہایت ہی فاضل محقق محمد بن محمد بن محمد المعروف ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے لکھتے ہیں جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو سب علماء کا اتفاق ہے کہ وہ اپنی جگہ قبلہ رُخ نہ ٹھہرا رہے اور اس حکم میں تمام نمازیں برابر ہیں اور فرمایا کہ قبلہ رُخ رہنے کی کراہت پر متعدد علماء نے تصریح کی ہے اھ، اور امام ابوداؤد نے سنن میں، حاکم نے مستدرک میں ابورمثہ رضی اللہ

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

فی سننه والحاکم فی المستدرك عن ابی رمثة رضی الله تعالٰی عنه قال صلیت هذه الصلٰوة اومثل هذه الصلٰوة مع النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم وکان ابوبکر وعمر یقومان فی الصف المقدم عن یمینه ۔ و کان رجل قد شهد التکبیرة الاولی من الصلاة یشفع فوثب الیه عمر فاخذ بمنکبه فهزه ثم قال اجلس فانه لم یهلك اهل الکتاب الا انهم لم یکن بین صلٰوتهم فصل فرفع النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بصره فقال اصاب الله بك یابن الخطاب[1] (ملخصًا) **قلت** فهذا نص عن صاحب الشریعة صلی الله تعالٰی علیه وسلم فی انفتاله عن القبلة بعد صلٰوة یتبعها تطوع فلا وجه للنهی عنه وان خص بعض کراهة المکث مستقبلا بمالاتهوی بعده کما فی الغنیة عن الخلاصة والله سبحنه وتعالٰی اعلم۔

تعالٰی عنہ سے روایت کیا، فرمایا کہ میں نے یہ یا اسکی مثل نماز نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ ادا کی اور فرمایا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما امام کے پاس صفِ اوّل میں کھڑے ہوتے تھے اور ایک آدمی جو تکبیرِ اولٰی سے نماز میں شامل ہوا تھا اُٹھ کر دو۲ رکعت نماز ادا کرنی شروع کردی حضرت عمر اس کی طرف فی الفور بڑھے اور کاندھے سے پکڑ کر حرکت دی اور کہا بیٹھ جاؤ اہل کتاب نہیں ہلاک ہوئے مگر اس لئے کہ وہ اپنی نمازوں کے درمیان فاصلہ نہ کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نظرِ مبارک اٹھا کر دیکھا اور فرمایا اے ابن خطاب اللہ تعالٰی نے تیری رہنمائی فرمائی ہے **قلت** (میں کہتا ہوں) یہ صاحب شریعت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے اس بات پر نص ہے کہ جس نماز کے بعد نوافل ہوں اس میں بھی امام قبلہ سے رُخ موڑے اور قبلہ رخ سے موڑنے پر کوئی نہی وارد نہیں (یعنی انصراف سے منع کرنے کی کوئی وجہ نہیں) اگرچہ بعض حضرات نے قبلہ رُخ بیٹھنے کی کراہت کو اس صورت کے ساتھ خاص کیا جبکہ امام بیٹھنے کے بعد کوئی نماز نہ پڑھنا چاہتا ہو جیسا کہ غنیہ میں خلاصہ کے حوالے سے ہے واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (ت)

---

[1] سنن ابو داؤد باب فی الرجل یتطوع فی مکانہ الخ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۴۴، المستدرک للحاکم کتاب الصلٰوۃ لم یہلک اہل الکتاب الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۷۰

مسئلہ نمبر ۶۰۳: از تحصیل جل گاؤں جامود ضلع آنولہ ملک برار مرسلہ حاجی شیخ عبدالرحیم ولد تاج محمد صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۱۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مبروص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں یعنی جس کا تمام جسم عارضہ برص سے سفید ہوگیا ہو اس کی امامت کے لئے کیا حکم ہے اور اس ملک دکن میں اکثر لوگ ماہ محرم الحرام میں سواری اپنے مکان پر بٹھا لیتے ہیں اور اس کو فعل صاحب کی سواری کہتے ہیں اکثر لوگ اس سے منتیں مانگتے ہیں اور چڑھاوا وغیرہ بہت کچھ چڑھاتے ہیں کیا ایسے شخص کے پیچھے جو اپنے مکان پر سواری بٹھائے نماز جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے **فی الدر المختار تکرہ خلف ابرص شاع برصه**[1] (درمختار میں ہے ایسے برص والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے جس کا برص پھیل گیا ہو۔ ت) سواری مذکور بٹھانا اور اس سے منتیں مانگنا بدعت جہال ہے کہ فسق عقیدہ یا فسق عمل سے خالی نہیں اور اہلِ بدعت وفساق کے پیچھے نماز سخت مکروہ **فی الدر المحتار الفاسق کالمبتدع تکرہ امامته بکل حال**[2] الخ (ردالمحتار میں ہے کہ فاسق بدعتی کی طرح ہے اس کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۶۰۴: از بدایوں مدرسہ قادریہ ۶ جمادی الاخری ۱۳۱۴ھ

کیا فرمایا ہے شرع مطہر نے اس مسئلہ میں کہ بخشش ولد الحرام المومن کی ہوگی یا نہیں اور بشرط قابلیت امامت کے نماز میں امام بنایا جائے گا یا نہیں؟ اور طریقہ ازروئے قواعد طریقت کے بانسبت اور مرتبہ عرفان پاسکتا ہے یا نہیں؟ اور استخلاف اس طریقہ کا جائز ہے یا نہیں؟ یعنی شیخ اپنے کا درصورت حصول قابلیت جانشین ہوسکتا ہے یا نہیں؟ اور شیخ کو سندِ خلافت اُس کو دینا جائز ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہر مومن جس کا خاتمہ ایمان پر ہو اور مومن عنداللہ وہی قابلِ مغفرت ہے اور اس کا انجام یقیناً جنّت **کما نطقت به النصوص واجمعت علیه علماء السنة والجماعة** (جیسا کہ اس پر نصوص کی تصریح اور علماء اہلسنّت وجماعت کا اجماع ہے۔ ت) ولد الزنا کی امامت مکروہ تنزیہی یعنی خلافِ اولٰی ہے جبکہ وُہ سب حاضرین میں مسائلِ طہارت ونماز کا علم زائد نہ رکھتا ہو،

---

[1] درمختار، باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۸۳

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴

فی الدرالمختار کرہ امامۃ عبد واعرابی وولدالزنا الٰی قولہ الا ان یکون اعلم القوم[1]۔	درمختار میں ہے غلام، اعرابی، ولد الزنا کی امامت مکروہ ہے، البتّہ اس صورت میں مکروہ نہیں جبکہ وہ دوسری قوم سے زیادہ صاحبِ علم ہو۔(ت)

پھر یہ بھی اس صورت میں ہے کہ دُوسرا قابل امامت موجود ہو اور اگر حاضرین میں صرف وہی لائقِ امامت ہے تو اُسے امام بنانا واجب ہوگا مرتبہ عرفان اہلِ حق کے نزدیک وہی ہے وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط[2]۔(اور اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے مختص فرمالیتا ہے۔ت) ولد الزنا پر خود اس گناہ کا الزام نہیں الزام زانی اور زانیہ پر ہے،

وقد سئل سید الطائفۃ جنید البغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ ھل یزنی العارف فاطرق ملبیا ثم قال وکان امر اللہ قدرا مقدورا۔	سیّد الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا گیا کیا عارف زنا کرسکتا ہے؟ آپ تلبیہ کہتے ہوئے چل پڑے اور کہا اللہ کا امر مقدر و مقرر ہوچکا ہے۔(ت)

اس کا استخلاف جبکہ وہ اس کا اہل ہو نظر شیخ عارف بصیر پر ہے اگر مصلحت دیکھے تو ممنوع نہیں اگر حال اس کا مشہور اور عامہ خلائق اس سے نفور ہوں اور سمجھے کہ کار دعوت الی اللہ اور ہدایت خلق اللہ بسبب تنفر ناس منتظم نہ ہوگا تو احتراز فرمائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۶۰۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی ایک بی بی زینب غیر منکوحہ اور دو۲ بیبیاں صغرٰی اور کبرٰی منکوحہ ہیں زید عرصہ آٹھ سال سے بی بی زینب غیر منکوحہ سے بلالحاظ و پاس اس کی عدم منکوحیت اور بلا شرم و حجاب اپنے ہمسروں اور ہمچشموں کے مباشر اور ہم صحبت رہتا ہے اس صورت میں زید کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا وجروا**

الجواب:

اگر اس کا زانی ہونا ثابت و متحقق ہو جب تو اُسے امام بنانے کی ہرگز اجازت نہیں کہ زانی فاسق ہے اور فاسق کو امام کرنا منع ہے غنیۃ میں ہے:

لوقدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان الکراھۃ	اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو لوگ گنہگار ہوں گے

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

[2] القرآن ۱۰۵/۲

تقدیمه کراهة تحریم لعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلا یبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاة وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر الی فسقه[1]۔	اس لئے کہ اس کی تقدیم برائے امامت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وُہ امورِ دینیہ میں لاپروائی برتتا ہے اور نماز کے لوازمات کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیتا ہے ممکن ہے وہ نماز کی بعض شرائط ادا نہ کرے (یعنی چھوڑ دے) یا ایسا عمل کردے جو نماز کے منافی ہو، بلکہ ایسا کرنا اس کے فسق کے پیشِ نظر اغلب ہے (ت)

اور اگر وُہ لوگوں میں عام طور پر زانی مشہور ہو جب بھی اس کے امام بنانے سے احتراز چاہئے کہ اس صورت میں لوگ اس کی امامت سے نفرت کریں گے یہ امر باعث تقلیل جماعت ہوگا کہ مقاصد شرع کے خلاف ہے،

کما کرھوا امامة ولدالزنا لاجل ذلك وان لم یکن الاثم منه۔	جیسا کہ فقہاء نے اسی حکمت کے پیشِ نظر ولدِ زنا کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے اگرچہ گناہ اس کی (اپنی ذات کی) طرف سے نہیں ہوا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۶۰۶: ازگھور کھپور محلّہ شاہ معروف مکان مولوی محمد مسعود العاقیۃ محمد عبدالقیوم صاحب مرحوم ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۱۵ھ: بہرے کی امامت جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

عدمِ جواز کی کوئی وجہ نہیں حیث لامانع، ہاں غیر بہرا کہ مرجحات راجیحات امامت میں بہرے سے کم نہ ہو افضل واولٰی ہے کہ نماز میں جس طرح حفظ طہارت بدن وثوب ومصلی وتصحیح جہت قبلہ کے لئے حاسہ بصر کی حاجت ہوتی ہے جس کے سبب بینا کو اندھے بلکہ ضعیف البصر پر ترجیح دی گئی،

فی الدر یکرہ امامة الاعلٰی و نحوه الاعشی نهر[2]۔ فی ردالمحتار ھوسیئ البصر لیلا ونهارا	درمختار میں ہے نابینے کی امامت مکروہ ہے، اسی طرح اعشٰی (ضعیف البصر) کی بھی، نہر۔ ردالمحتار میں اعشٰی کا معنٰی رات اور دن کو کم دیکھنے والا لکھے ہیں۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی امامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

قاموس فھذا ذکرہ فی النھر بحثا اخذا من تعلیل الاعمٰی بانہ لایتوقّی النجاسة [1]	قاموس، اس کا ذکر نہر میں اعمٰی کی علت کی بناء پر کیا گیا ہے کہ یہ بھی نجاست سے محفوظ نہیں رہ سکتا۔ (ت)

یوں ہی حاسہ سمع کی بھی ضرورت پڑتی ہے اگرچہ نہ دوامًا مگر نادر، بھی نہیں کہ انسان سے نسیان نادر نہیں اور وقت سہو امام، اصلاح مقتدیوں کے بتانے سے ہوتی ہے اور وہ سمع پر موقوف، جب اُس کا حس سامعہ موقوف ہے تو ان صورتوں کا وقوع متوقع جن میں اس کے نہ سننے کے سبب نماز فاسد یا مکروہ یا مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو جائے مثلًا قعدہ اخیرہ چھوڑ کر اُٹھا مقتدیوں کا بتانا نہ سُنا، زائد کا سجدہ کرلیا، فرض باطل ہوگئے یا اولٰی چھوڑا اور بتانے پر مطلع نہ ہو کر سلام پھیر دیا سجدہ سہو کے لئے بتایا گیا تو سمجھا کہ کوئی کچھ بات کرتا ہے تکلم کر بیٹھا، نماز بوجہ ترک واجب واجب الاعادہ رہی یا قرأت میں وہ غلطی کی جس سے معنی میں تغیر اور نماز میں فساد ہو فتح مقتدین سُن کر صحیح ارادہ کرلیتا تو اصلاح ہو جاتی

علی ماذکر فی الحلیة من احد القولین وھو الایسر الارفق کما لایخفی۔	اس قول کی بنا پر جو حلیہ میں دو قولوں میں سے ایک ذکر ہے اور یہی آسان اور نرم ہے جیساکہ مخفی نہیں (ت)

اس نے نہ سنا اور نماز فاسد کرلی الی غیر ذٰلک من وجوہ کثیرة (اس کے علاوہ متعدد وجوہ ہیں۔ ت) تو امامت کے لئے اصلح واولٰی وہی ہے جو وجوہ نقص سے خالی ہو لاجرم امام زیلعی نے تبیین الحقائق میں فرمایا **کل من کان اکمل فھو افضل** [2]۔ (جو بھی ہر لحاظ سے اکمل ہوگا وہی افضل ہوگا، ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۶۰۷: ایک شخص کریہہ الصوت اور بہرا ہے، دوسرا شخص کلام شریف اس سے اچھا پڑھتا ہے اور کریہہ الصوت نہیں ہے اور بہرا بھی نہیں ہے یعنی حواسِ خمسہ اس کے صحیح ہیں تو حالت مساوی العلم ہونے کے ان دونوں میں شرعًا مرجح لائق امامت کون ہو سکتا ہے **بینوا بالبراھین والکتاب توجروا یوم الحساب** (دلائل وبراہین اور کتاب اللہ سے بیان کرو اور روزِ حساب اجر پاؤ۔ ت)

الجواب:

اگر اس شخص کے اس سے قرآن مجید اچھا پڑھنے سے مراد یہ حروف مخارج سے صحیح ادا کرتا ہے اور وہ نہیں جیسے آج کل عالمگیر وبا پھیلی ہے ا، ع، ہ، ح، ت، ط، ث، س، ص، ذ، ز، ظ میں تمیز نہیں کرتے جب تو اس بہرے کے پیچھے نماز ہی نہیں ہوتی اگر باوصف قدرت کے سیکھے تو ادا کرسکے مگر نہ سیکھا غلط پڑھتا ہے جب تو نہ اس کی اپنی نماز ہوئی نہ اس کے پیچھے کسی دوسرے کی، اور اگر عاجز ہے جیسے توتلا وغیرہ

---

[1] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/ ۴۱۴

[2] تبیین الحقائق باب الامامة والحدیث فی الصلوٰة مطبوعہ مطبعہ کبرٰی امیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

تواس کی اپنی ہو جائے گی جبکہ کسی صحیح خواں کے پیچھے اقتدا نہ پاسکے نہ ایسی کوئی آیت ملے جسے وُہ صحیح پڑھ سکے اور یہ دونوں بہت نادر نہیں تاہم صحیح مذہب پر صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے کسی طرح صحیح نہیں۔ **کما حققناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں کی ہے۔ت) در مختار:

لاتصح صلاته اذا امكنه الاقتدا بمن يحسنه او ترك جهده او وجدقدرالفرض ممالالثغ فيه هذاهوالصحيح المختار فی حكم الالثغ وكذا من لايقدر علی التلفظ بحرف من الحروف[1]۔	اس کی نماز اس صورت میں صحیح نہ ہوگی جب اسے ایسے شخص کی اقتداء ممکن ہو جوا حسن انداز میں قرآن پڑھ سکتا ہے یا اس نے محنت و کوشش برائے صحتِ حروف ترک کردی یا وہ بقدر فرض قرات وہ آیتیں حاصل کرلے جس میں تتلانا نہیں پایا جاتا، توتلے کے بارے میں یہی صحیح تنقیح و مختار ہے اور اس شخص کا بھی یہی حکم ہے جو حروف تہجی میں کسی حرف کے صحیح تلفظ پر قادر نہ ہو۔(ت)

خیریہ وغیرہا میں ہے:

الراجح المفتی عدم صحة امامة الالثغ لغيره ممن ليس به لثغة[2]۔	راجح اور مفتی بہ قول یہی ہے کہ توتلے کی امامت غیر توتلے کے لئے صحیح نہیں ہے۔(ت)

اور اگر یہ معنی کہ صحیح وُہ بھی پڑھتا ہے مگر اس کی قرات و تجوید اس سے بہتر ہے تو اس صورت میں اگر اس کی کراہت اس حد تک ہے کہ لوگوں میں نفرت پیدا کرے تو اس کی امامت مکروہ ہے۔

فان من مسائل كراهة الامام مفرعة علی هذا الاصل وهوان من كان فيه تنفير الناس وقلة رغبتهم فامامته مكروهة كولد بغی و ابرص شاع برصه وغيرهما۔	کیونکہ کراہتِ امامت کے بعض مسائل اس ضابطہ پر مبنی ہیں وہ ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جس کے ساتھ لوگوں کو نفرت اور قلّتِ رغبت ہو اس کی امامت مکروہ ہے مثلاً ولد الزنا اور برص والا ایسا شخص کہ جس کا مرضِ برص پھیل گیا ہو وغیرہما (ت)

ولہذا تبیین میں فرمایا:

كل من كان اكمل فهو افضل لان	ہر وہ شخص جو ہر لحاظ سے اکمل ہو وہی افضل ہوگا کیونکہ

---

[1] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۵/۱

[2] فتاوٰی خیریہ ، کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ،۱۰/۱

المقصود کثرۃ الجماعۃ ورغبۃ الناس فیہ اکثر[1]۔	مقصود کثرت جماعت اور اس میں اکثر لوگوں کو رغبت ہے۔ (ت)

اور اگر یہ بھی نہیں تاہم تساوی علم یہ غیر بہرا اس سے احق واولٰی ہے۔ اوّلاً تجوید قرات میں اس سے زائد ہے دُرمختار میں ہے:

الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلٰوۃ ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقرأۃ[2]۔	امامت میں آگے بڑھنے کے بلکہ ہمیشہ کے لئے امام مقرر کرنے میں زیادہ مستحق ولائق وہ شخص ہے جو صحت وفسادِ نماز کے مسائل سے زیادہ آگاہ ہو (علم میں اگر برابر ہوں تو) پھر زیادہ لائقِ امامت وہ شخص ہے جو تلاوت اور تجوید قرات کے لحاظ سے اچھا ہو۔ (ت)

ثانیاً اُسکا بہرا ہونا بھی اُس کی ترجیح کی ایک وجہ ہے **کما بیّناہ فی المسئلۃ الاولٰی** (جیسا کہ مسئلہ اولٰی میں ہم اسے بیان کر آئے۔ ت)

ثالثاً یہ نسبت اس کے خوش آوازی اور زیادہ مؤید ہے ولہٰذا وہ بھی مرجحاتِ امامت سے شمار کی گئی۔ نورالایضاح مراقی الفلاح میں ہے: ثم الاحسن صوتا للرغبۃ فی سماعہ للخضوع[3] (پھر وہ شخص جس کی آواز حسین ہو کیونکہ اس کے سننے میں رغبت اور خضوع پیدا ہوتا ہے۔ ت) لوگ اگر اس کے ہوتے ہوئے بہرے کو امام کریں گے شرعًا برا کریں گے، درمختار میں ہے: لوقدموغیرالاولی ساء وا بلا اثم[4] (اگر لوگوں نے غیر اولٰی کو مقدم (پیش امام) کردیا تو بغیر گناہ کے ان لوگوں نے برا کیا (یعنی ترک سنت کی وجہ سے بُرا کیا اور گنہگار نہ ہوئے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۶۰۸: از براہم پور ۲۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ افیونی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، اور اگر اس نماز کے پھیرنے کا حکم ہو تو فقط ظہر وعشاء کی پھیری جائے یا فجر وعصر ومغرب کی بھی، اور افیون کھانی کیسی ہے افیونی فاسق مستحق عذاب ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدیث فی الصلٰوۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۴

[4] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

الجواب:

ضرور فاسق و مستحقِ عذاب ہے، صحیح حدیث میں ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سن کل مسکر و مفتر[1]۔ رواہ امام احمد و ابوداؤد عن ام المؤمنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا بسند صحیح۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر چیز کہ نشہ لائے اور ہر چیز کہ عقل میں فتور ڈالے حرام فرمائی۔ اسے امام احمد، اور امام ابوداؤد نے بسند صحیح ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اگر افیونی پینک کی زور میں ہو جب تو اس کی خود نماز باطل اور اُس کے پیچھے اوروں کی بھی محض باطل۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

لَاتَقْرَبُوا الصَّلٰوۃَ وَاَنْتُمْ سُکٰرٰی حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَاتَقُوْلُوْنَ۔[2]	نماز کے قریب نہ جاؤ اس حالت میں کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ (ت)

اور اگر ہوش میں ہو جب بھی اس کے پیچھے نماز ممنوع ہے:

لان الصلٰوۃ خلف الفاسق تکرہ کراھۃ تحریم[3] کما حققہ فی الغنیۃ وغیرھا	کیونکہ فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جیسا کہ اس مسئلہ کی تحقیق غنیہ وغیرہ میں کی ہے۔ (ت)

اگر پڑھ لی ہو تو نماز پھیرنی ضروری ہے اگرچہ فجر خواہ عصر خواہ مغرب کا وقت ہو،

فان کل صلاۃ ادیت مع کراہۃ تحریم تعاد وجوبا[4] کما فی الدر وغیرہ بل وکذا علی قول من قال بالتنزیہ فان الاعادۃ اکمال لاتنفل کما لایخفی واللہ سبحٰنہ، وتعالٰی اعلم۔	کہ ہر وہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اسکا اعادہ واجب ہوتا ہے جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے بلکہ اس کے قول پر بھی یہی حکم ہے جو اسے مکرہ تنزیہی قرار دیتا ہے کیونکہ اعادہ کمال ہے فالتو اور بے فائدہ نہیں جیسا کہ واضح ہے واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الاشربہ باب ماجاء فی السکر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۶۳

[2] القرآن ۴/ ۴۳

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] درمختار باب صفۃ الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۱

مسئلہ نمبر ۶۰۹تا ۶۱۲: از کلکتہ مسجد دھرم تلہ مرسلہ حافظ محمد عظیم صاحب ۱۲جمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ

تسلیم بصد تکریم کے بعد خدمت عالی میں عرض رساں ہوں اپ کے اصافِ حمیدہ کی تحریر سے بندہ قاصر ہے جناب کی خدمت میں نہ عرض کے لائق نہ طاقت چونکہ اس وقت ایک فتوٰی پر آپ کے دستخط اور مہر کی اشد ضرورت ہوئی خدمت عالی میں عرض رساں ہوں کہ عنداللہ وعندالرسول اپنے خاص دستخط اور مہر سے زینت بخشیں اس عاجز کو آپ کی قدم بوسی کی از حد تمنّا ہے دُعافرمائیں، فتوٰی یہ ہے:

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اندریں کہ بامامت ۱ کدام شخص اولٰی است وامامت ۲ حرام زادہ مکروہ تحریمی است یا نہ ۳ وامامت شخص بد پنداشتہ قوم مکروہ تحریمی است یاچہ واگرکسے ۴ در مسجد از امام حی افضل باشد بامامت کدام اولی است بینوا توجروا	تم پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو اس مسئلہ کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ امامت کے لئے افضل شخص کون ہوتا ہے؟ حرام زادہ کی امامت مکروہ تحریمی ہے یا نہیں؟ جس شخص کو قوم بُرا جانے اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے یا کیا ہے؟ اگر مسجد میں محلّہ کے امام سے کوئی افضل شخص موجود ہو تو امام کس کو بنانا اولٰی ہے (ت)

الجواب:

(۱) ہر کہ عالم تر در سنّت نماز بود در امامت آں اولٰی است پست ازآں اقرإ ثم اورع ثم معمراست کما فی الھدایۃ والعلمگیریۃ وملتقی الابحر وجامع الرموز (۲) امامۃ حرام زادہ مکروہ تحریمی است لما فی الھدایۃ یکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والاعمی وولدالزنا لانہ لیس لہ اب یشفقہ فیغلب علیہ الجھل ولان فی تقدیم ھؤلاء تنفیر الجماعۃ فیکرہ[1] وفی العلمگیریۃ وتجوز امامۃ الاعرابی	(۱) ہر وہ شخص جو طریقہ نماز میں زیادہ عالم وآگاہ ہے وہ امامت کے زیادہ لائق ہے اس کے بعد سب سے اچھا قاری، پھر سب سے صاحب تقوٰی، پھر زیادہ عمر والا لائق امامت ہے ہدایہ، عالمگیری، ملتقی البحر اور جامع الرموز میں اسی طرح ہے۔ (۲) حرام زادہ کی امامت مکروہ تحریمی ہے ہدایہ میں ہے غلام ، اعرابی، فاسق، نابینا اور ولدزنا کی امامت مکروہ ہے کیونکہ اس کا شفیق باپ نہیں جو اسے تعلیم دیتا لہٰذا اس پر جہالت غالب ہوگی اور (دوسری بات یہ ہے) کہ ایسے افراد کی تقدیم سے لوگ جماعت سے نفرت کریں گے لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا امام بننا مکروہ ہے،

---

[1] الہدایۃ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۱۰۱

والاعمی والعبد و ولد الزنا والفاسق کذا فی الخلاصة الا انھا تکرہ[1] وفی ف شرح فالوقایة امامة بندہ واعرابی وفاسق واعمی ومبتدع وولد الزنا جائز بودے مکروہ باشد[2] وفی جامع الرموز فان ام عبد او اعرابی اوفاسق او اعمی او مبتدع او ولد الزنا[3] (ای ولد یحصل من وطئ حرام لعینہ) کرہ وفی ملتقی الابحر تکرہ امامة العبد والاعرابی والاعمٰی والفاسق والمبتدع و ولدالزنا[4] الخ

(۳) اگر بد پنداشتن بباعث امر شرعی باشد امامت شخص بد پنداشتہ قوم مکروہ تحریمی ست لما فی العلمگیریة وقاضی خان رجل ام قوما وھم لہ کارھون فان کانت الکرھة لفساد فیہ اولانھم احق بالامامة منہ کرہ لہ ذلك۔[5]

عالمگیری میں ہے اعرابی، نابینا، غلام، ولدزنا اور فاسق کی امامت جائز ہے، اسی طرح خلاصہ میں ہے مگر مکروہ ہے۔ شرح الوقایہ میں ہے غلام، اعرابی، نابینا، بدعتی اور ولدالزنا کی امامت جائز ہے مگر مکروہ ہے جمع الرموز میں ہے اگر غلام، اعرابی، نابینا، فاسق، بدعتی اور ولد الزنا (یعنی وہ بیٹا جو وطی حرام لعینہ سے حاصل ہو) نے امامت کرائی تو اس کی امامت مکروہ ہے۔ ملتقی الابحر میں ہے غلام، اعرابی، نابینا، فاسق، بدعتی اور ولدزنا سب کی امامت مکروہ ہے الخ۔

(۳) اسے برا جاننے کی وجہ اگر کسی امر شرعی کے باعث ہو تو اس کی امامت مکروہ تحریمی ہوگی، کیونکہ عالمگیری اور قاضی خان میں ہے وہ شخص جس نے کسی قوم کی امامت کرائی حالانکہ وُہ قوم اسے پسند نہیں کرتی پس اگر کراہت خود اس شخص میں کسی فساد کی وجہ سے ہو یا اس وجہ سے کہ اس سے دوسرے افراد امامت کے زیادہ لائق ہوں تو ان دونوں صورتوں میں شخص مذکور کو امامت کرانا مکروہ ہے۔

---

[1] فتاوی ہندیہ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۵

[2] شرح الوقایہ فصل فی الجماعۃ مطبوعہ المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۷۵

[3] جامع الرموز فصل یجہر الامام مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۱۷۲

[4] ملتقی الابحر فصل حکم الجماعۃ مطبوعہ مؤسستہ الرسالۃ بیروت ۱/۹۴

[5] فتاوی ہندیۃ الفصل فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۷-۸۶

ف: مجیب رحمۃ اللہ علیہ نے شرح وقایہ کی عبارت نقل نہیں کی صرف مفہوم بزبان فارسی ذکر کیا ہے نیز بعد والی عبارت میں قوسین کے درمیان جامع الرموز عبارت نقل کی ہے جسے قوسین سے باہر والی عبارت نقایہ یعنی جامع الرموز کے متن کی ہے اور شرح وقایہ کی عبارت بھی نقایہ کی عبارت جیسی ہے۔ (**نذیر احمد سعیدی**)

(۴) امامت امام حی اولٰی بود اگرچہ غیرش در مسجد افضل است لمافی العلمگیریة دخل مسجدامن هواولی بالامامة من امام المسجد فامام المحلة اولٰی [1] وفی المنية :لو دخل فی المسجد من هواولی بالامامة فامام المحلة [2] اولی هکذا حکم الکتاب والیه المرجع والمأب والله اعلم بالصواب۔ المستخرج المذنب ابونعیم محمد نقی عفی عنه اسلام آبادی المجیب المصیب فقیر محمد امانت اللہ غازی پوری۔ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ اصاب من اجاب محمد قادر بخش سہسرامی عفی عنہ صح من اجاب حرر الفقیرابوالبرکات غازیپوری۔ مافیه حق، اماالدین عفی عنه۔	محلّہ کے مقرر امام کو امام بنانا اولٰی ہے اگرچہ کوئی دوسرا شخص افضل موجود ہو جیسا کہ عالمگیری میں ہے ایک ایسا شخص مسجد میں داخل ہُوا جو محلّہ کے امام سے افضل ہے تو محلّہ کے امام ہی کو امام بنانا اولٰی ہے۔ اور منیہ میں ہے اگر مسجد میں ایسا شخص آیا جو امام مقرر سے افضل ہو تو محلے کا امام ہی بہتر ہوگا، کتاب کا حکم بھی یہی ہے اور یہی مرجع اور جائے پناہ ہے واللہ اعلم بالصواب المستخرج المذنب ابونعیم محمد نقی عفی عنہ اسلام آبادی المجیب المصیب فقیر محمد امانت اللہ غازی پوری۔ الجواب صحیح بندہ رشید احمد عفی عنہ اصاب من اجاب محمد قادر بخش سہسرامی عفی عنہ ۔صح من اجاب حرر الفقیر ابو البرکات غازیپوری۔ اس میں جو کچھ ہے وہ حق ہے۔ امام الدین عفی عنہ۔

الجواب:

اولٰی بامامت کسے است کہ مسائل نماز وطہارت داناتر است در تنویر است الاحق بالامامة الاعلم باحکام الصلوٰة [3] در دُرمختار است بشرط اجتنابه للفواحش الظاهرة [4]۔ در ردالمحتار ازکافی وغیرہ است الاعلم بالسنة اولی ان یطعن علیه فی دینه [5]۔	امامت کے لئے وہ شخص اورلائق اور بہتر ہے جو مسائلِ نماز وطہارت میں زیادہ آگاہی رکھتا ہو، تنویر میں ہے امامت کا زیادہ حقدار وُہ ہے جو احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ در مختار میں بشرطیکہ وہ ظاہری گناہوں سے بچنے والا ہو۔ ردالمحتار میں کافی کے حوالے سے ہے سنت (یعنی طریقہ نماز) سے زیادہ آگاہی رکھنے والا شخص امامت کے لئے بہتر ہے بشرطیکہ اس کے دین پر کوئی طعن نہ کرتا ہو (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فی بیان من ہواحق بالامامۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۸۳

[2] منیہ: یہ عبارت سعیِ بسیار کے باوجود مشہور منیۃ المصلی سے نہ مل سکی، معلوم ہوتا ہے اس سے کوئی اور منیہ مراد ہے جو مجھے دستیاب نہیں۔ نذیر احمد سعیدی

[3] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[4] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[5] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۲

جواب و سوال دوم: وہم چنیں غلام ودہقانی وکور اگر درحاضرین غیرانیاں کسے صالح امامت نیست خود واجب بود تقدیم ایناں زیراکہ اگر نکند جماعت است رود واجب فوت شود وایں ناروا بود اگر دیگرے نیز حاضر است اما ایناں در علم مسائل نماز وطہارت برورجحان وزیادت دارند ہم ایناں احق و اولی بامامت باشد چہ جائے کراہت باشد بلکہ کراہت در تقدیم دیگرے باشد کہ کمتر از ایشان است آرے اگر آں دیگر از ایشاں داناتر یاہر دو در علم مذکور ہمسر وبرابر اند آں گاہ امامت ایشاں مکروہ باشد واز مکروھے تنزیہی بیش نیست یعنی خلاف اولیٰ است واگر امام نمایند رواہ باشد وباک ندارد در تنویر الابصار ودرمختار است یکرہ تنزیھا امامۃ عبدواعرابی واعمی الا ان یکون ای غیرالفاسق اعلم القوم فھواولی (وولدالزنا)ھذا ان وجد غیرھم والا فلا کرھۃ بحربحثا[1] ملخصاً۔ در بحرالرائق از مجتبٰی شرح قدوری ومعراج الدرایہ شرح ہدایہ ست ھذہ الکراھۃ تنزیھیۃ لقولہ فی الاصل امامۃ غیرھم احب الی[2]۔ ہمدراں باز در فتاوٰی اسعدیہ وغیرہ است فالحاصل انہ یکرہ لھؤلاء التقدم ویکرہ الاقتداء بھم کراھۃ تنزیہ ان وجد

جواب و سوال دوم: غلام، دیہاتی اور نابینا کا حکم بھی یہی ہے اگر حاضرین میں سے کوئی دوسرا امامت کے لائق نہ ہو تو خود بخود ان کو مقدم کرنا واجب ہوگا اور جماعت فوت ہو جائے گی جو واجب ہے اور جماعت کو فوت کرنا جائز نہیں اور اگر کوئی دوسرا بھی لائقِ امامت حاضر ہو لیکن یہ لوگ مسائلِ نماز و طہارت میں اس پر فوقیت رکھتے ہوں تو پھر بھی انہی کو امام بنانا اولیٰ ہے چہ جائیکہ ان میں کراہت ہو بلکہ ایسی صورت میں دوسرے کو مقدم کرنا مکروہ ہوگا، کیونکہ وُہ دوسرا ان سے ادنٰی ہے البتہ اگر دوسرا ان سے زیادہ دانا اور صاحب علم ہو یا دونوں مذکورہ علم میں ہمسر اور برابر ہوں تو اس وقت ان کی امامت مکروہ ہوگی اور وہ بھی مکروہ تنزیہی، اس سے زیادہ نہیں، یعنی خلاف اولیٰ ہوگی، اگر ان کو امام بنالیا جائے تو جائز ہے، کوئی حرج نہیں، تنویرالابصار اور درمختار میں ہے امامتِ غلام، اعرابی، نابینا، مکروہ تنزیہی ہے مگر جب وہ مذکورہ افراد فاسق کے علاوہ دوسروں سے زیادہ صاحب علم ہوں تو یہی لوگ امامت کے لائق ہیں (اور ولدِ زنا) یعنی ولدزنا کی امامت بھی مکروہ ہے، مذکورہ افراد کی امامت اس وقت مکروہ ہے جب ان کے سوا کوئی شخص لائقِ امامت موجود ہو ورنہ کوئی کراہت نہیں اس مسئلہ کی بحث بحر الرائق میں

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۳۴۹

غیرھم والافلاکراھة[1]۔ در ردالمحتار از اختیار شرح مختار شرح الملتقی للبھنسی وشرح دررالبحاراست لو عدمت ای علة الکراھة بان کان الاعرابی افضل من الحضری والعبد من الحر وولدالزنا من ولدالرشدة والاعمی من البصیر فالحکم بالضد[2] ملخصًا در جامع الرموز است فان ام عبد او اعرابی اوولدالزنا کرہ ذلك کراھة تنزیھة وفی الاختیار لوکانو افضل من ضدھم فالحکم بالصد[3]۔ در خانیه است تجوز امامة لاعرابی والاعمی والعبد و ولد الزنا وغیرھم[4] اولیٰ درشرح نقایه علّامه برجندی است المرادبه الکراھة التنزیھیة علی ماصرح به فی الزاہدی[5] در حاشیه درر وغررللعلامة الشرنبلالی است وکرہ امامة ولد الزنا اقول الکراھة

ہے اھ ملخصًا بحرالرائق میں مجتبیٰ شرح قدوری اور معراج الدرایہ شرح ہدایہ سے ہے یہ کراہت کراہت تنزیہیہ ہے کیونکہ اصل (کتاب) میں ان کا قول ہے ان کے علاوہ کی امامت مجھے زیادہ پسند ہے، پھر اس کے بعد فتاوی اسعدیہ وغیرہ کی عبارت یُوں ہے حاصل یہ ہے کہ ان کی تقدیم مکروہ ہے اور اُن کا غیر موجود ہو تواقتداء مکروہ تنزیہی ہے ورنہ کوئی کراہت نہیں۔ ردالمحتار میں اختیار شرح مختار، شرح الملتقی، للبھنسی اور شرح دررالبحار سے ہے اگر علّتِ کراہت معدوم ہو مثلاً اعرابی شہری سے، غلام آزاد سے، ولدِ زنا ولد رشد سے اور نابینا بینا سے افضل ہو تو حکم اس کے برعکس ہوگا۔ جامع الرموز میں ہے اگر غلام یا اعرابی یا ولد زنا امام بنا تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اختیار میں ہے اگر یہ افراد مذکورہ اپنے مخالف سے افضل ہوں تو حکم اس کے برعکس ہوگا خانیہ میں ہے اعرابی، نابینا، غلام اور ولدِزنا کی امامت جائز ہے اور ان کے علاوہ کی اولیٰ ہے۔ علّامہ برجندی کی شرح نقایہ میں ہے کراہت سے مراد کراہت تنزیہی ہے جیسا کہ اس بات کی تصریح زاہدی

---

[1] بحرالرائق باب الامامة مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۴۹، فتاوی اسعدیہ کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع خیریہ مصر ۱/ ۱۰

نوٹ: اس عبارت کے آخری حصہ یعنی ان وجد الخ میں تلخیص اور تبدیلی ہے تفصیل کے لئے دونوں کتابیں ملاحظہ ہوں۔ نذیر احمد

[2] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۴۱۴

[3] جامع الرموز فصل یجھر الامام مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۷۳-۱۷۲

[4] فتاوی قاضی خان فصل فیمن تصیح الاقتداء الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۴

[5] شرح النقایہ للعلامة البرجندی فصل یجھر الامام فی الجمعة الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۱۱۷

تنزیهیة کما فی البحر[1] در حاشیہ علّامہ سید احمد طحطاوی بر مراقی الفلاح از شرح علامہ سید محمد ازہری از علامہ سید احمد حموی است کراهة الاقتداء بالعبد وماعطف علیه تنزیهیة ان وجد غیرهم والافلا[2] اھ باوصف ایں تصریحات جلیلہ بکراہت تحریم جائے زدن چنانکہ از دوملایان گنگوہی و غازی پوری برخلاف رشد امامت سرزدہ باطل محض است واصلے ندارد و کانهما اغترا باطلاق الکراهة فی الهدایة وغیرها جاهلین بما صرح به الشراح فی خصوص المسألة وغیرها من ان حمل المطلق علی المنع غیرکلیی بل کثیرا مایطلقون والمراد خصوص التنزیه وربما یطلقون والمقصود الاعم اعنی مایشتمل النوعین الا تری انهم یسردون مکروهات الصلاة سردا ویدخلون الکل تحت قولهم کره وفیها من کلا النوعین ولذاقال فی الدر المختار هذه تعم التنزیهیة التی مرجعها خلاف الاولی فالفارق

نے کی، حاشیہ درر وغرر للعلامہ شرنبلالی میں ہے کہ ولد زنا کی امامت مکروہ ہے۔ میں کہتا ہوں اس سے کرہت تنزیہی مراد ہے جیسا کہ بحر میں ہے، مراقی الفلاح کے حاشیہ میں علامہ سید احمد طحطاوی نے شرح علامہ سید محمد ازہری سے اور انہوں نے علامہ سید احمد حموی کے حوالے سے لکھا کہ غلام اور اسکے دیگر معطوفات کی اقتداء کرنا مکروہ تنزیہی ہے بشرطیکہ ان کے علاوہ کوئی دوسرا لائقِ امت موجود ہو ورنہ مکروہ تنزیہی بھی نہیں اھ۔ ان واضح تصریحات کے باوجود کراہت تحریم کے ساتھ فتوی جڑ دینا مناسب نہیں ہے جیسا کہ دو ۲ مُلّا حضرات گنگوہی اور غازی پوری سے درست امامت کے خلاف جو بیان سرزدہُوا وُہ باطل محض ہے اس کی کوئی اصل نہیں، گویا انہوں نے ہدایہ وغیرہ میں کراہت کے اطلاق سے دھوکا کھایا اور خصوصًا اس مسئلہ اور اس جیسے دیگر مسائل کے تحت شارحین کی ان تصریحات سے جاہل رہے کہ مطلق کا منع پر محمول کرنا کُلی نہیں بلکہ اکثر اوقات مطلقًا کراہت ذکر کرتے اور مراد کراہت تنزیہی ہوتی ہے بہت دفعہ کراہت کو مطلقًا ذکر کرتے ہیں اور اس سے مقصود تحریمی اور تنزیہی دونوں کا عموم ہوتا ہے کیا آپ نہیں دیکھتے کہ فقہاء جب مکروہاتِ نماز بیان کرتے ہیں تو تمام کو وہ لفظ "کرہ" کے عنوان کے تحت لاتے ہیں

---

[1] حاشیہ دُرر وغرر للعلامۃ الشرنبلالی فصل فی الامامۃ مطبوعہ مطبعۃ احمد کامل الکائنہ فی دارالسعادۃ مصر ۱/۸۶-۸۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ تجارت کتاب گھر کراچی ص ۱۶۴

الدلیل فان نہیا ظنی الثبوت ولا صارف فتحریمیۃ والا فتنزیہۃ[1] قال الشامی نقلا عن البحر المکروہ تنزیہا مرجعہ الی ما ترکہ اولی وکثیرا ما یطلقونہ کما ذکرہ فی الحلیۃ فحینئذ اذا ذکروا مکروہا فلابد من النظر فی دلیلہ[2] الخ	حالانکہ ان میں دنوں نوعیت کے مکروہات ہوتے ہیں، اسی لئے دُرمختار میں کہا کہ یہ مکروہ تنزیہی کو شامل ہے جس کا انجام و مآل ترک اولیٰ ہوتا ہے، پس ان دونوں میں فرق دلیل کی بنیاد پر ہوگا، یعنی اگر دلیل کراہت وممانعت شرعی ہو جس کا ثبوت ظنی اور نہ ہی تحریم سے استحباب کی طرف پھیرنے والا کوئی امر ہو تو مکروہ تحریمی ورنہ تنزیہی اھ

امام شامی نے بحر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے مکروہِ تنزیہی کا مآل ترک اولیٰ ہوتا ہے اور اکثر اوقات اس کو مطلقاً ذکر کرتے ہیں، حلیہ میں اسی طرح مذکور ہے، لہٰذا جب فقہاء کسی مقام پر مکروہ کا تذکرہ کریں تو اس کی دلیل میں نظر غائر کرنا ہوتا ہے الخ (ت)

جواب سوال سوم: کراہت قوم اگر بلاوجہ شرعی ست چنانکہ امامت عالمی صالح رابسبب بعض منازعات دنیویہ خودشاں مکروہ دارند یا امامت عبد واعمٰی وامثالہمارا بانکہ افضل واعلم قوم باشند بد پندارند نگاہ کراہت ایشاں باشد و درحق امامت اثرے ندارد، واگر بوجہ شرعی است چنانکہ امام فاسق یا مبتدع ست یا بحالِ عدم اعلمیت یکے ازاربعہ مذکورین اعنی عبد واعرابی وولدالزنا واعمٰی است یا آنکہ در قوم کسے ست بوجہ مرجحات شرعیہ مثل زیادت علم وجودت قرأت وغیرہما احق واولٰی ازوست دریں حالت ہیچو کس را باوصف مکروہ داشتن قوم بامامت پیشں رفتن	**جواب سوال سوم:** اگر قوم کی کراہت شرعی عذر کے بغیر ہو جیسا صالح اور عالم کی امامت کو اپنے بعض دنیوی تنازعے کی وجہ سے مکروہ سمجھتے ہوں یاغلام، نابینا وغیرہ کی امامت کو مکروہ سمجھتے ہوں حالانکہ وہ قوم سے افضل ہوں، تو ایسی صورت میں قوم کی اپنی ناپسندیدگی کوئی معنی نہیں رکھتی لہٰذا ان افراد کی امامت میں وہ اثر نہ ہوگی، اگر کراہت کسی شرعی عذر سے ہو مثلاً امام فاسق یا بدعتی ہو یا چار مذکور افراد غلام، اعرابی، ولدزنا اور نابینا دوسروں سے افضل واعلم نہ ہوں یا قوم میں کوئی ایسا شخص موجود ہو جس میں شرعی ترجیحات ہوں ،مثلاً علم زیادہ رکھتا ہے، تجوید وقرأت کا ماہر ہے تو یہ خود امامت کے

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۹۱

[2] ردالمحتار باب مایفسد الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۲

ممنوع ومکروہ تحریمی ست، درمتن محقق غزی وشرح مدقق علائی ست ولوام قوما وھم له کارھون ان الکرھة لفساد فیه اولانھم احق بالامامة منه کرہ له ذلك تحریما لحدیث ابوداؤد ولایقبل اللہ صلٰوة من تقدم قوما وھم له کارھون وان ھواحق لا والکرھة علیھم[1] درمراقی الفلاح علامہ شرنبلالی ازکتاب التجنیس والمزید للامام صاحب الہدایہ ست لو ام قوماوھم له کارھون فھو علی ثلثه اوجه ان کانت الکراھة لفساد فیه اوکانوااحق بالامامة منه یکرہ وان کان ھو احق بھا منھم ولافساد فیه ومع ھذا یکرھونه لایکرہ له التقدم لان الجاھل والفاسق یکرہ العالم والصالح[2]

اقول: تحقیق مقام آنست کہ اینجا دوچیز ست یکے فعل آنکس کہ بخودی خود بناگواری قوم پیش رفت وایشاں رامکروہانہ براقتدائے خودداشت دوم نماز راپس او علماء کہ درصورت مذکورہ حکم بکراہت تحریم فرمودہ اند براطلاق خودش ناظر بہ اول ست یعنی آنکس راایں چنیں کردن روانیست اگرمیکند

زیادہ لائق اور حقدار ہے ایسی صورت میں جس شخص کو امام بنانا قوم مکروہ جانے اس شخص کو امام بننا ممنوع اور مکروہ تحریمی ہے۔ محقق غزی کے متن اور شرح مدقق علائی میں ہے اگر کسی شخص نے قوم کی امامت کی حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اگر لوگوں کی نفرت امام کے اندر کسی خرابی کی بناپر ہو یا وہ لوگ بہ نسبت امام کے امامت کے زیادہ حقدار ہوں تو ایسی صورت میں اس شخص کا امام ہونا مکروہ تحریمی ہے اس کی دلیل حدیثِ ابوداؤد ہے جس میں فرمایا ہے: "اللہ تعالٰی اس شخص کی نماز قبول نہیں فرماتا جو لوگوں کا امام بنا حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے"۔ اور اگر وہ امام ہی امامت کا زیادہ حق رکھتا ہو تو اس پر کراہت نہیں بلکہ لوگوں کا نفرت کرنا مکروہ ہوگا۔ علامہ شرنبلالی نے مراقی الفلاح میں صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس والمزید کے حوالے سے ذکر کیا ہے اگر کسی شخص نے قوم کی امامت کی حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کی تین صورتیں ہیں: (۱) اگر کراہت خود امام میں فساد کی وجہ سے ہو (۲) یا دوسرے لوگ اس سے امامت کے زیادہ حقدار اور لائق ہوں تو اس کا امام بننا مکروہ ہے (۳) اور اگر وہ امام ہی دوسروں سے زیادہ لائقِ امامت ہو اور بذاتِ خود اس میں کوئی فساد بھی نہ ہو اس کے باوجود لوگ اسے ناپسند کرتے

---

[1] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۴

گناہگار می شود و نماز خود او خالی از ثواب رود وہذا معنی قولھم کرہ لہ ذلک ویکرہ لہ التقدم واما ثانی پس تابع آں وجہ شرعی است کہ درآنکس حاصل وایناں رابروجہ حق بر کراہت حامل است کما عددناہ بعضہاآں وجہ حق اگر نماز موجب کراہت تحریم است کالفسق والبدعۃ وغیرھما نماز نیز مکروہ تحریمی باشد ورنہ مجرد تنزیہی کما فی العبد ونظرائہ الا تری انھم یصرحون بکراھۃ امامۃ ھؤلاء تنزیھا ویرسلون ذلك ارسالا ولایقیدونہ بتقدمھم برضی القوم بل یعللونہ بان فیہ تنفیر الجماعۃ وانما النفرۃ تنشؤعن کراھتھم ذلك فدل ان الصلاۃ لاتکرہ الا تنزیھا وان کان التقدم مکروھا لہ تحریما لانھم کارھون ولوان التنزیہ کان مقیدا برضاھم حتی لو کرھوا کرھت الصلاۃ ایضا تحریما لکانت کراھتھم التی نشأت عن وجہ شرعی ایضا عائدۃ علیھم بالوبال حیث وقعتھم فی ارتکاب مأثم لم یکن لولم تکن وھو کما تری وانماالعود علیھم فی کراھۃ لاعن مستند صحیح کماعلمت۔ بالجملہ موجب کراہت دوگونہ است یکے ذاتی کہ خود درآنکس وجہے باشد کہ شرعًا امامت او مطلقًا یا در جماعت حاضرہ ممنوع یا خلاف

ہوں تو اس کا امام ہونا مکروہ نہیں کیونکہ جاہل اور فاسق عالم اور صالح افراد کو ناپسند کرتے ہیں الخ۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) تحقیق مقام یہ ہے کہ یہاں دو۲ چیزیں ہیں، ایک یہ کہ کوئی شخص خود بخود لوگوں کی نفرت کے باوجود آگے بڑھے اور لوگوں کو اپنی اقتدا میں نماز ادا کرنے پر مجبور کرے دوسری چیز ایسے امام کے پیچھے نماز کا معاملہ ہے، علماء نے صورتِ مذکور میں جو مکروہ تحریمی کا حکم لگایا ہے اس کا اطلاق پہلے کی طرف لوٹ رہا ہے یعنی اس شخص کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں، اگر اس نے ایسا کیا تو گناہگار ہوگا اور اسکی نماز ثواب سے خالی رہے گی فقہا کے ذکر کردہ الفاظ "کرہ لہ ذلك ویکرہ لہ التقدم "کا یہی معنی ہے دوسری چیز کہ اس شرعی وجہ کے تابع ہے جو اس آدمی میں حاصل ہے اور لوگوں کو کراہت پر بطریق حق راغب کرتی ہے جیسا کہ ہم نے اس میں بعض کا بیان کیا ہے اگر یہ وجہ نماز میں کراہتِ تحریمی کا موجب ہو مثلاً فسق اور بدعت وغیرہ تو نماز بھی مکروہِ تحریمی ہوگی ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔، جیسا غلام اور اس کے ہم مثل میں تنزیہی ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ فقہا نے ان لوگوں کی امامت کے مکروہ تنزیہی ہونے پر تصریح کی ہے اور فقہا نے اس میں ارسال واطلاق سے کام لیا اور ان کے تقدم کو قوم کی رضا کے ساتھ مقید نہیں کیا بلکہ اس کی علّت یہ بیان کی اس میں جماعت کو متنفر کرنا لازم آتا ہے اور نفرت ان کے ناپسند کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے اب اس بات کو واضح کردیا کہ نماز صرف مکروہ تنزیہی ہوگی اگرچہ اس کا امام بننا مکروہ تحریمی تھا کیونکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے، اگر مکروہ تنزیہی

اولی بود چنانکہ امثلہ اش گزشتہ دوم خارجی وآں مکروہ پنداشتن قوم است مر تقدم اورا، باز ذاتی بر دو صنف است یکے لحق الشرع چوں فسق وابتداع وجہل، دوم لحق الغیر چوں حضور صاحب البیت یا امام الحہ یا قاضی یا سلطان کہ خلو اینکس از مزیتے کہ دیگرے دارد حامل بر کراہت شد ازیں کراہت ذاتی است و وجہ او مرعات حق غیر است پس گویاں ایں صنف برزخ است میان ذاتی وخارجی، ونسبت میان اینہا اعنی ہر دو قسم تقسیم اول عموم و خصوص من وجہ است، جائے ذاتی یافت شود نہ خارجی چوں رضائے قوم بتقدم غلامے عامی وجائے بالعکس چوں کراہت قوم تقدم عالمے تقی را بعداوت نفسانی وجاہا باہم آیند وتاثیر ذاتی در نفس نماز است واثر خارجی بر ذات امام یا قوم نہ بر نماز، و وقوع اثرش بر امام مشروط بوجہ اول ست ورنہ خود بر قوم باز گردد بخلاف اول کہ تاثیرش در نماز موقوف بروجہ ثانی نیست، اگر قوم بتقدیم فاسق وولدالزنا وجاہل راضی شوند نماز از کراہت بری نشود ہمچناں اگر میہماناں برضائے خودشاں یکے از ایشاں را بامامت برگیرند بے رضائے صاحبِ خانہ کراہت نہ رود، وحکم اول متنوع بتحریم وتنزیہ است وحکم دوم در حق امام دائما تحریم دارد ومندفع میشود برضائے قوم لارتفاع العلۃ بخلاف اول کہ در صنف اول اورضائے وعدم رضائے کسے رادخلے نیست **لکونہ حقاللشرع المطہر** آرے در صنف ثانی رضائے صاحبِ حق نافی کراہت شود گو رضائے دیگراں نباشد **لقولہ صلی اللہ تعالٰی**

ان کی رضا کے ساتھ مقید ہو حتّی کہ اگر وہ ناپسند کریں تو نماز بھی مکروہ تحریمی ہوگی، تو قوم کی وُہ کراہت جو کسی وجہ شرعی کی بنا پر پیدا ہوئی اس کا وبال بھی انھی پر ہوگا کیونکہ ایسا نہ ہوتا تو یہ گناہ بھی نہ ہوتا اور جیسا معاملہ آپ نے دیکھ لیا اور ان پر گناہ کا لوٹنا اس کراہت میں ہے جو مستند دلیل سے ثابت ہے۔ جیسا کہ آپ نے جان لیا۔

الغرض کراہت کا سبب دو طرح پر ہے، ایک ذاتی کہ اس شخص کے اندر ایسی بات پائی جاتی ہو کہ اس کی امامت مطلقًا یا جماعت حاضرہ میں ممنوع یا خلافِ اولٰی ہو، جیسا کہ اس کی مثالیں گزریں۔ دوم سبب خارجی ہے وہ یہ کہ قوم خاص اس کے امام بننے کو ناپسند جانتی ہو پھر ذاتی کی دو صورتیں ہیں ایک حق شرع کی بنا پر مثلًا فاسق ہونا، بدعتی ہونا اور جاہل ہونا۔ دوم غیر کے حق کی وجہ سے مثلًا صاحب خانہ، امام محلّہ، قاضی یا سلطان کا موجود ہونا، کیونکہ اس صورت میں یہ شخص اس اضافی چیز سے خالی ہے جو دوسرے میں ہے لہٰذا اس وجہ سے کراہت آئے گی اس وجہ سے یہ ذاتی ہے اور اس کی وجہ حق غیر کی رعایت ہے گویا یہ قسم ذاتی اور خارجی کے درمیان برزخ کی طرح ہے، اور تقسیم اول کی دو ۲ اقسام کے درمیان عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہے، ایک جگہ ذاتی ہو خارجی نہ ہو مثلًا قوم کا عام غلام کے تقدم پر راضی ہونا، اور دوسری جگہ اس کا عکس ہے مثلًا قوم کا عداوتِ نفسانی کی وجہ سے متقی عالم کے تقدم کو ناپسند کرنا، اور بعض مقامات پر ان دونوں کا

علیه وسلم الا باذنه[1] وفی ردالمحتار عن التتارخانیه اضیاف فی دار یرید ان یتقدم احدہم ینبغی ان یتقدم المالك فان قدم واحدا منهم لعلمه وکبرہ فهوافضل[2] الخ اغنتم هذا التحریر فلعلك لاتجدہ هذه التحبیر غیر هذا التحریر پس اعمی مثلاً اعلم قوم نباشد و قوم ہم بتقدیم او راضی نے انگاہ تقدم مر او را مکروہ تحریمی بود و نماز پس او مکروہ تنزیہی واگر قوم بتقدیم او راضی شود کراہت اولی مرتفع شود وثانیه باقی واگر اعلم قوم است پس بحال رضا رضائے قوم ہیچ کراہتے نیست وحال کراہت خود برکاہین است وامام وامامت بری مثله فی ذلك نظرائه الثلثة علی مابحثه فی البحر واختارہ فی الدر وقدثبت منصوصا فی الاختیار وغیرہ کما مروان خالفه فی النهر فلیس مع النص لا حدمقال واللہ تعالٰی اعلم بحقیقة الحال۔

اجتماع ہوتا ہے، ذاتی کا اثر نماز پر پڑتا ہے، خارجی کا اثر ذاتِ امام یا قوم پر ہوگا نماز پر نہیں خارجی کا وقوعِ اثر امام پر وجودِ اول سے مشروط ہے ورنہ خود قوم پر اثر لوٹ جائے گا۔ بخلاف پہلی (یعنی ذاتی) کے کہ اس کی تاثیر نماز پر وجہ ثانی پر موقوف نہیں، اگر کوئی قوم فاسق یا جاہل ولدالزنا کے تقدم پر راضی ہوجاتی ہے تو نماز کراہت سے بری (خالی) نہیں ہوگی۔ اسی طرح اگر مہمان صاحبِ خانہ کی رضا کے بغیر اپنے میں سے کسی ایک کو امام بنائیں تو کراہت ختم نہ ہوگی۔ پہلی صنف کا حکم تحریم و تنزیہی پر منقسم ہے اور دوسری صنف امام کے حق میں دائماً تحریم کا حکم ہے اور قوم کی رضامندی پر یہ حکم مرفوع ہوگا کیونکہ اس صورت میں قوم کی رضامندی سے علت ختم ہوجائے گی۔ بخلاف پہلی صنف کے کہ اس میں کسی کی رضا یا عدمِ رضا کے دخل نہیں کیونکہ وہ شریعت مطہرہ کا حق ہے، ہاں دوسری صنف میں صاحبِ حق کی رضا کراہت کے منافی ہوجائیگی اگرچہ دیگر لوگ راضی نہ ہوں، کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اس کے اذن سے امام ہوسکتا ہے۔

ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے ہے کہ کسی گھر میں اگر مہمان کسی کو امام بنانا چاہیں تو مناسب یہی ہے کہ صاحب خانہ کو امام بنایا جائے، اگر صاحب خانہ ان میں سے کسی کو علم یا بزرگی کی بناپر امام بنائے تو افضل ہے الخ۔ پس اسی تفصیلی گفتگو کو غنیمت جان، کیونکہ اس تحریر کے علاوہ اس مسئلہ سے متعلق تفصیلی گفتگو کہیں نہیں ملے گی، پھر نابینا مثلاً جو قوم سے زیادہ عالم نہ ہو اور قوم اس کے تقدم پر راضی نہ ہو تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی، اگر قوم اس کے تقدم پر راضی ہو تو پہلی کراہت ساقط دوسری باقی رہے گی۔ اور اگر قوم سے زیادہ عالم ہو تو قوم کی رضا کی صورت میں کوئی کراہت نہ ہوگی، اگر قوم ناپسند

---

[1] جامع الترمذی باب من احق بالامامۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۳۲

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۴۱۳

کرتی ہو تو کراہت ان لوگوں پر ہوئی جو ناپسند کر رہے ہیں اور امام اور امامت دونوں اس (کراہت) سے بری ہوں گے، باقی تینوں کا بھی یہی حکم ہے جیسا کہ بحر میں بیان کیا، اور در مختار میں اسے پسند کیا ہے، اور اختیار وغیرہ میں اس پر نص موجود ہے جیسا گزرا، اگرچہ نہر میں اس کی مخالفت ہے مگر نص کے مقابل کسی کا قول نہیں چل سکتا و ر اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال سے زیادہ آگاہ ہے (ت)

جواب سوال چہارم: اگر امام الحہ از وجوہ خلل خالی است ہموں اولی است مگر در حضرت سلطان مسلمین و قاضی شرع و والی اسلام کہ اینان رابر وتقدیم ست فی الدرالمختار، اعلم ان صاحب البیت ومثله امام المسجد الراتب اولی بالامامة من غیره مطلقاالاان یکون معه سلطان اوقاض فیقدم علیه لعموم ولایتهماوصرح الحدادی بتقدیم الوالی علی الراتب[1] اھ قال العلامة الطحطاوی فی حاشیة المراقی قال فی البنایة هذا فی الزمن الماضی لان الولاة کانو علماء وغالبهم کانواصلحاء واما فی زماننا فاکثر الولاة ظلمة جهلة[2] اھ ورأیتنی کتبت علی هامشه مانصه **اقول:** نعم ولکن الفتنة اکبر من القتل ببلی ان رضوا بتقدیم غیرهم فلا کلام وان کانو علماء صلحاء کما اذا اذن صاحب البیت لغیره والله تعالٰی اعلم اھ ماکتبت علیه	جواب سوال چہارم اگر محلّہ کا امام اسباب و وجوہِ خلل سے خالی ہو تو اسی کا امام بنا بہتر ہے مگر اس صورت میں جب مسلمانوں کا حاکم، قاضی شرع اور والیِ اسلام موجود ہوں کیونکہ ان حضرات کو امامِ محلّہ پر تقدیم کا حق حاصل ہے۔ دُر مختار میں ہے، واضح رہے کہ صاحبِ خانہ اور اسی طرح مسجد کا مقررہ امام امامت کے لئے ہر حال میں دوسرے لوگوں سے اولیٰ مگر اس صورت میں کہ جب صاحب خانہ یا امامِ معیّن کے ساتھ سلطان یا قاضی ہو تو بادشاہ اور قاضی کے تصرف وولایت کے عام ہونے کی وجہ سے ان کو مقدم کیا جائیگا اور حدادی نے والی کو امام معیّن پر مقدم کرنے کی تصریح کی ہے اھ۔ اور علامہ طحطاوی نے حاشیہ مراقی میں فرمایا بنایہ میں ہے یہ حکم زمانہ ماضی میں تھا کیونکہ حکمران (اصحابِ اختیار) علماء اور صلحاء ہوتے تھے، ہمارے دور میں والی اکثر ظالم اور جاہل ہیں اھ مجھے یاد آرہا ہے اس پر میں نے حاشیہ لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) یہ ٹھیک ہے لیکن فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے، ہاں اگر

---

[1] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] حاشیہ الطحطاوی علی المراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۳

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔	یہ خود کسی کو امام بنانے پر رضامند ہوں تو کوئی کلام ہی نہیں، اگرچہ یہ حضرات خود علماء و صلحاء ہی ہوں جیسا کہ صاحبِ خانہ اگر اپنے غیر کو اجازت دے دے تو کوئی اعتراض نہیں واللہ تعالٰی اعلم اھ میرا حاشیہ ختم ہوا، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی۔

مسئلہ ۶۱۳: مرسلہ حافظ مولوی امیر اللہ صاحب ۳ شعبان ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے حفظ قرآن شریف کیا اور عمر اس کی تقریبًا ۱۵ برس کی ہے یعنی ۳ ماہ کم ہیں اور احتلام نہ ہونا ظاہر کرتا ہے وللاکثر حکم الکل (اور اکثر کے لئے کُل کا حکم ہوتا ہے۔ت) حدِ بلوغ میں داخل ہو کر امامتِ تراویح بغرض ختم قرآن رجال کی کراسکتا ہے، اور بالغین کی در صورت عدم بلوغ امامت تراویح کرا سکتا ہے مثلًا زید مذکور کے ولی نے کسی حافظ بالغ کو نوکر رکھا اور بعد کہا کہ اس نابالغ کا قرآن شریف تراویح میں سن اس اجیر نے بوجہ اقتدا اس نابالغ کے قصد کیا کہ میں تراویح کا اعادہ کروں گا اس حیلہ سے اس فاعل پر کوئی کراہت ہے یا نہیں، اکثر نابالغین امامتِ تراویح حسبِ تجویزِ مشائخِ بلخ کرتے ہیں در صورت عدمِ جواز کیا ان کا حکم یعنی اُن رجال کا جو تراویح باقتدائے نابالغ ادا کریں اعادہ ہے یا نہیں؟ در صورت اعادہ ان پر کوئی اساءت ہے یا نہیں؟ خصوصًا یہ مقتدی حافظ ہو کر جماعت نابالغ کرے بوجہ استاد ہونے کے اور اعادہ کرے تو اسپر کیا ہجنت وقباحت؟

الجواب:

جبکہ ہنوز پندرہ سال کامل نہیں اور وُہ احتلام نہ ہونا ظاہر کرتا ہے تو اس کی تکذیب کی کوئی وجہ نہیں قول اس کا واجب القبول ہے اور تحدیدات میں وللاکثر حکم الکل نہیں کہہ سکتے ورنہ تحدید باطل ہو جائے اور آٹھ برس میں بھی حکم بلوغ ہو کہ پندرہ کا اکثر وہ بھی ہے غرض پورے تمام پندرہ درکار ہیں ایک دن بھی کم ہو تو بے اقرار یا ظہور آثار حکم بلوغ نہیں ہو سکتا،

فی الدرالمختار فان لم یوجد فیھما شیئ فحتی یتم لکل منھما خمس عشرۃ سنۃ بہ یفتی[1]۔	درمختار میں ہے اگر دونوں (یعنی لڑکا اور لڑکی) میں کوئی علامت نہ پائی جائے تو ہر ایک کے لئے پندرہ سال عمر کا کامل ہونا ضروری ہے اور اسی پر فتوٰی ہے (ت)

نابالغوں کی امامتِ تراویح تو درکنار، فرائض بھی کر سکتا ہے،

فی ردالمحتار غیر البالغ فان کان	ردالمحتار میں ہے غیر بالغ اگر مذکر ہو تو اس کی امامت

---

[1] درمختار فصل ب لوغ الغلام الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۹۹/۲

ذکرا تصح امامته لمثله من ذکر وانثی وخنثی[1]۔	درست ہے یعنی اس کا اپنے ہم مثل مذکر، مونث اور خسرہ کا امام بنا درست ہے (ت)۔

مگر بالغوں کی امامت مذہب اصح میں مطلقاً نہیں کر سکتا حتی کہ تراویح ونافلہ میں بھی۔

فی ردالمحتار لایصح اقتداء الرجل بصبی مطلقا ولو فی نفل علی الاصح[2]۔	ردالمحتار میں ہے اصح قول کے مطابق بالغ مرد کا بچّہ کی اقتداء کرنا ہر حال میں درست نہیں اگرچہ نفل ہوں (ت)

ہدایہ میں ہے:

المختار انه لایجوز فی الصلوات کلها[3]۔	مختار قول یہ ہے کہ سب نمازوں میں اس کی امامت درست نہیں۔ (ت)

اس حافظ بالغ پر اس حیلہ میں بربنائے مذہب اصح ضرور کراہت ہے لاشتغاله بما لایصح (بسبب ایسے عمل میں مشغول ہونے کے جو صحیح نہیں ہے۔ت) درمختار میں ہے:

صلاۃ العید فی القری تکرہ تحریما ای لانه اشتعال بمالایصح[4]۔	دیہاتوں میں عید ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ یہ ایسے عمل میں مصروف ہونا ہے جو نادرست ہے (ت)

مذہب اصح میں ان بالغین پر اعادہ میں اساءت کیا ہوتی بلکہ ترک اعادہ میں اساءت ہے استاذ غیر استاذ سب اس حکم میں برابر ہیں، ہاں اگر حافظ صحیح خواں سوا نابالغ کے نہ ملتا ہو تو باتباعِ مشائخ بلخ سنّت ختم حاصل کرلیں فان الاداعلی قول خیر من الترك مطلقا (کیونکہ ایک قول کے مطابق ادا کرنا مطلقاً ترک کرنے سے بہتر ہے۔ت) درمختار میں ہے:

الاداء الجائز عند البعض اولی من الترك کما فی القنیة وغیرها[5]۔	بعض کے نزدیک جائز ادا، ترک سے اولٰی ہے، جیسا کہ قنیہ وغیرہا میں ہے۔ (ت)

پھر مناسب یہ ہے کہ بلحاظِ مذہب اصح اعادہ تراویح کرلیں لیحصل الاحتیاط بالمقدر المیسور (تاکہ بقدر

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۲۷

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۸۴

[3] الہدایۃ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۱۰۳

[4] درمختار باب العیدین مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۴

[5] درمختار کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۶۱

آسانی احتیاط حاصل ہوجائے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ۱ ہندہ زید کی بیوی کچھ روز علیحدہ رہی اب اس نے زید کو چھوڑ کر بکر سے نکاح کرنا چاہا اور اب ہندہ زید کے پاس جاکر دوچار روز رہی اس سے طلاق نامہ لکھوالائی اس جگہ کے جو صاحب پیش امام ہیں اور وہی قاضی بھی ہیں ان کو طلاق نامہ دکھایا پیش امام صاحب نے خود بھی پڑھا اور لوگوں نے بھی پڑھ کر پیش امام صاحب کو سنایا اور سب نے مع مادر ہندہ پیش امام صاحب سے کہا جب تک عدت کے دن پورے نہ ہوں نکاح نہیں ہوسکتا پیش امام صاحب نے فرمایا کہ تم لوگ نہیں جانتے ہو ضرور نکاح ہوجائے گا۔ چنانچہ رات کو مولوی صاحب پیش امام نے بکر کے خود گھر جاکر نکاح پڑھادیا بلکہ ہندہ کی والدہ اس نکاح میں بلانے سے بھی نہیں آئی نکاح بطمع نفسانی پڑھایا گیا اور پہلے بھی اس قسم کے دوچار نکاح امام صاحب اور پڑھ چکے ہیں۔ امام صاحب مولوی ہیں اور اکثر اس قسم کے فتوے بھی دیتے رہتے ہیں۔ ۲ مسجد کے اندر بوجہ پمپ ہونے کے پانی کی کثرت ہے بازار اور محلّہ کے آدمی اپنے گھروں کے کپڑے دھوتے ہیں پاک ناپاک چھینٹیں مسجد کے گھڑے لوٹے فرشِ مسجد پر پڑتی ہیں دوسرا آدمی کپڑے دھونے والوں کو منع کرتا ہے تو مولوی صاحب منع کرنے والے کو برا کہتے ہیں اور مارنے کو اُس آدمی کے آمادہ ہوتے ہیں مسجد میں روزمرّہ دھوبی گھاٹ رہتا ہے اکثر لوگ مسجد کے اندر خط یعنی حجامت بھی بنواتے ہیں مگر مولوی صاحب کسی کے مانع نہیں آتے، ۳ دو برس سے مولوی صاحب اس مسجد میں مقرر ہیں چار مہینے اس جگہ رہتے ہیں باقی آٹھ ماہ باہر اور شہروں میں وعظ کہتے ہیں اور اپنی اوگھائی کرتے ہیں غرض یہاں سے بھی اپنی تنخواہ سال تمام کی لیتے ہیں۔ جو کوئی ان سے کہتا ہے کہ مولوی صاحب پیچھے آپ کے یہاں پر نماز پڑھانے والا میسر نہیں آتا ہم لوگوں کو بہت تکلیف ہوتی تو فرماتے ہیں ہم تو ایسے ہی رہیں گے اس مسجد کی تنخواہ میں پشم پر مارتا ہوں۔ ۴ اور جن لوگوں کی عورتیں باہر کی پھرنے والی ہیں اُن کو مولوی صاحب نماز پڑھانے کی اجازت فرماتے ہیں۔ فقط، جواب سے مشرف فرمائیے۔

الجواب:

جس شخص کے وہ حالات و عادات واقوال وافعال ہوں وہ نرا فاسق ہی نہیں بلکہ کھلا گمراہ بددین ہے۔ عدّت کے اندر نکاح ناجائز و حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر خود عظیم ناطق:

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ط[1]	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے وہ عورتیں جو مطلقہ ہوجائیں وُہ اپنے آپ کو تین حیض تک روکے رکھیں۔ (ت)

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اُس کو مسجد سے معزول کریں، اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز کم از کم سخت

---

[1] القرآن ۲/ ۲۲۸

مکروہ، جب اس کے فسق وبیباکی کی یہ حالت ہے تو کیا اعتبار کے بے وضو نماز پڑھادیتا ہو یا جاڑے کے دنوں میں خواہ ویسے ہی نہانے کی کاہلی سے بے نہائے امامت کرلیتا ہو، آخر بے غسل کے نماز پڑھنا عدت میں نکاح جائز کردینے سے زیادہ نہیں ہے۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

انهم لوقدموا فاسقايا ثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائه بامور دينه وتساهله فى الاتيان بلوازمه فلايبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلاة وفعل بماينافيها بل هو غالب بالنظر الى فسقه ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه اصلا عند مالك وهورواية عن احمد[1]۔	کیونکہ اگر لوگوں نے کسی فاسق کو مقدم (امام) کردیا تو اس بناپر گنہ گار ہوں گے کہ اس تقدیم کی کراہت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ امورِ دینیہ میں لاپروائی برتتا ہے اور امورِ دینیہ کے تقاضوں اور لوازمات کو پُورا کرنے میں تساہل سے کام لیتا ہے، بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط کو خالی چھوڑنے کا ارتکاب کرتا ہو اور نماز کے منافی بعض اعمال بجالاتا ہو، بلکہ اس کے فسق کے پیش نظر ایسا کرنا غالب گمان ہے اسی لئے امام مالک کے نزدیک اس کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یوں ہی ہے (ت)

اور خود معاملہ نماز میں اس کی بیباکی اور طہارت نجاست سے بے پروائی اُسی بیان سے ظاہر جو سائل نے لکھے کہ ناپاک کپڑے مسجد میں دھونے والوں کو منع نہیں کرتا بلکہ منع کرنے کو بُرا کہتا ہے اور لڑنے پر آمادہ ہوتا ہے تو جس کی یہ حالت ہے اس کے پیچھے نماز کی اصلاً اجازت نہیں ہوسکتی واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۱۵: از بنارس محلّہ کندی گرٹولہ مسجد بی بی راجی متصل شفاخانہ مرسلہ مولوی حکیم عبدالغفور صاحب ۲۰ محرم الحرام ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر بنارس میں ایک مسجد متصل کچہری دیوانی جس میں نماز وقتیہ وجمعہ ہوتا ہے، عرصہ دراز سے ایک جلسہ بایمائے حاکم ضلع بغرض انہدام مسجد مذکور اہل اسلام نے کیا منجملہ اور باتوں کے بیان کیا گیا کہ مسجد کا کھودنا بمعاوضہ مکان دیگر ازروئے کتب فقہ جائز ہے تو یہ مسجد کھود ڈالی جائے بعوض اس کے دوسری مسجد سرکار کی جانب سے تیار کردی جائے حالانکہ مسجد کا کھودنا ازروئے فقہ جائز نہیں ہے۔ عالمگیریہ میں ہے:

لوكان مسجد فى محلة ضاق على اهله ولايسعهم ان يزيدوافيه فسألهم بعض	اگر محلّہ کی مسجد اہل محلّہ پر تنگ ہوگئی ہو اور وہ لوگ اس میں کشادگی نہ کرسکتے ہوں تو اس مسئلہ کے متعلق بعض

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

الجیران ان یجعلوا ذلك المسجد له لیدخله فی دارہ ویعطیهم مکانه عوضا ماھو خیرله فیسع فیه اھل المحلة قال محمد رحمه الله تعالٰی لایسعهم ذلك[1]۔	پڑوسی یہ کہتے ہوں کہ مسجد کو ان میں سے کوئی ایک حاصل کرے اور اپنے گھر میں شامل کرے اور اس کے عوض متبادل بہتر جگہ مسجد کے لئے خریدے تاکہ اہل محلّہ مسجد میں کشادگی حاصل کرسکیں۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا ایسا کرنا ان کے لئے جائز نہیں ہے۔ (ت)

اُس جلسہ میں بعض وہ شریک تھے جو بنارس کے مولوی صاحب کہلاتے ہیں انھوں نے معلوم نہیں کس غرض سے مسجد مذکور کے کھودنے کے واسطے رائے دی اور دستخط بھی کئے بلکہ مولوی صاحب موصوف سے لوگوں نے دریافت کیا تو مولوی صاحب نے جواب دیا کھودنے کے واسطے رائے نہ دیتا تو کیا بیڑیاں پیروں میں ڈالتا، حالت اکراہ میں تو دو خدا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دینا جائز ہیں۔ حالانکہ کسی قسم کا اکراہ حاکمِ ضلع کی جانب سے نہ تھا صرف اہلِ اسلام سے امر مذکور الصدر میں رائے طلب کی گئی تھی، مولوی صاحب نے اکراہ کو قُطِعَ اَوْقُتِلَ کے ساتھ مقید نہیں کیا اور نہ توریہ کو کہا جس کی قید کتبِ فقہ میں ہے۔ الغرض ایسی ایسی باتیں مولوی صاحب نے بیان کیں جس سے عوام کے گمراہ ہوجانے کا خیال ہے۔ حنفیوں پر اکثر طعنے بھی مخالفین کے ہونے لگے کہ تمھارے یہاں ایسے ایسے گندے مسائل ہیں۔ مولوی صاحب کو امام نماز کا ازروئے شرع و مصلحت بنانا چاہیے یا نہیں؟ **بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔**

الجواب:

یہ شخص بنص قطعی قرآن شریف فاسق وفاجر ہے۔ **قال اللہ تعالٰی:**

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ط[2]	اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو باز رکھے خدا کی مسجدوں کو اُن میں نامِ خدا لئے جانے سے اور کوشش کرے ان کی ویرانی میں۔

عذر اکراہ محض جھوٹا ہے، جو کمیٹیاں رائے زنی کے لئے مقرر کی جاتی ہیں ہرگز حکّام کی طرف سے گلے میں چھری نہیں رکھی جاتی کہ اگر تم نے یوں رائے نہ دی تو قتل کردیئے جاؤگے یا زبان کاٹ لی جائے گی یا ہاتھ قلم کردیئے جائیں گے، بلکہ رائے زنی کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص آزادانہ اپنی رائے ظاہر کرے۔ ہاں دنیاپرست جیفہ خور خوشامد میں

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب الحادی عشر فی المسجد الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۴۵۷

[2] القرآن ۲/ ۱۱۴

آکر دین وایمان گنوا کر حکّام پر جبر واکراہ کا طوفان اٹھا کر بحیلہ کاذبہ اکراہ چاہیں مسجد ڈھائیں چاہے خدا اور سول کو گالیاں سنائیں چاہے دو کے آتے تین گائیں وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ (۲۲۷) [1] (عنقریب ظالم لوگ جان لیں گے کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ت) ایسے لوگ نہ عنداللہ معذور ہو سکتے ہیں نہ عندالحکام مجبور۔

مبادا دل آں فرومایہ شاد
کہ از بہر دنیا دہد دیں بباد

(اس کمینے کا دل کبھی خوش نہ ہو جو دنیا کی خاطر دین کو ہوا کے حوالے کر دیتا ہے۔ت)

خرد مند انصاف پسند حاکموں کی نگاہ میں بھی دین فروش نہایت ذلیل وخوار ہوتا ہے کہ جس نے ذرا سی خوشامد کے لئے دین جیسی عزیز چیز کو خیر باد کہا اس سے جو پا جائے تھوڑا ہے، جس نے ادنٰی طمع کے واسطے حاکم حقیقی جل جلالہ، سے روگردانی کی اس حاکم دنیوی کے ساتھ خیر خواہی کی توقع کیا ہے خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ (۱۱) [2] (دنیا وآخرت کا گھاٹا یہی صریح نقصان ہے۔ت) اور مسئلہ اکراہ یوں بے قید الفاظ جو خدا اور رسول کی جانب منہ بھر کر اس شخص نے کہے وہ بھی اسکے سوئے ادب وقلّتِ دین پر دال ہیں شرع مطہر میں خوفِ جان کے وقت بھی حکم عزیمت یہی ہے کہ کسی طرح اصلاً کلمہ کفر زبان سے نہ نکالے اور رخصت یہ کہ حتی الامکان توریہ کر کے پہلو دار بات سے جان بچائیں، اگر توریہ پر قادر تھا اور اسے چھوڑ کر صریح کلمہ کفر بولا قطعًا یقینا کافر ہو جائے گا، دُر مختار میں ہے:

ان اکرہ علی الکفر باللہ تعالٰی اوبسب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بقطع اوقتل رخص لہ ان یظھر ما امر بہ علی لسانہ ویوری وقلبہ مطمئن بالایمان، وان خطر ببالہ التوریۃ ولم یورکفرو بانت دیانۃ وقضاء نوازل وجلالیۃ ویوجر لوصبر لترکہ الاجراء المحرم [3] الخ باختصار۔	اگر کسی کو مجبور کر دیا گیا کہ وہ اللہ تعالٰی کے ساتھ معاذاللہ کفر کرے یا نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ گالی دے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا یا اس کا کوئی عضو کاٹ لیا جائے گا تو اسے اجازت ہے کہ زبان پر ایسے کلمات کو جاری کر دے جن کا مطالبہ کیا گیا ہو لیکن توریہ (یعنی حتی الامکان پہلو دار بات کے ذریعے جان بچائے) سے کام لے اور اس کا دل ایمان پر مطمئن اور قائم رہے اور اگر اس کے دل میں توریہ کا خیال آیا مگر اس نے توریہ نہ کیا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت قضاءً و

---

[1] القرآن ۲۶/ ۲۲۷

[2] القرآن ۲۲/ ۱۱

[3] در مختار کتاب الاکراہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۱۹۶

دیانۃً بائنہ ہوجائیگی نوازل اور جلالیہ، اور اگر صبر وہمت سے کام لے تو اجر پائے گا کیونکہ اس نے حرام کام کے ارتکاب کا ترک کیا ہے الخ اختصارًا (ت) ایسے شدید فاسق کو افضل الاعمال نماز و مناجات بارگاہِ بے نیاز میں اپنا امام بنانا سخت حماقت اور دین میں بے احتیاطی و جرأت ہے، جب وہ ادنٰی طمع یا خوشامد کے لئے مسجد ڈھانے کے لئے موجود ہے تو ادنٰی تکلیف یا کاہلی کے باعث بے نہائے یا بے وضو نماز پڑھاتے اسے کیا لگتا ہے، ایسے کو امام بنانے والے گناہگار ہوں گے، مسلمانوں کو چاہئے ہرگز اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ اگر ناواقفی میں پڑھ لی تو اعادہ کریں۔ غنیہ شرح منیہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علی ان کراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریم لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلٰوۃ وفعل ما ینافیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ۔[1]	اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنادیا تو اس بناپر گناہگار ہوں گے کہ ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ فاسق امور دینیہ میں لاپروائی برتتا ہے اور دین کے لوازمات کو بجالانے میں سستی کرتا ہے۔ پس ایسے شخص سے یہ بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط چھوڑ دے اور نماز کے منافی عمل کو بجالائے، بلکہ ایسا کرنا اس کے فسق کے پیشِ نظر اغلب ہے۔ (ت)

امام بنانا درکنار، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "ایسے کی صحبت سے دور بھاگو، اُسے اپنے سے دُور رکھو کہیں وہ تمہیں بہکانہ دے، فتنہ میں نہ ڈال دے"۔ صحیح مسلم شریف میں ہے: **ایاکم ایاھم لایضلّونکم ولا یفتنونکم**[2] (تم اپنے آپ کو ان فساق سے بچاؤ تاکہ وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ ت) اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت و توفیق بخشے۔ **واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۱۶: ازملک اپر برہما چھاؤنی مٹکینہ مرسلہ حاجی ہادی یار خان ۶ صفر ۱۳۶۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین وحامیانِ دین اس مسئلہ میں کہ اس ملک میں رسم ہے کہ عورتیں بازار میں دُکان کرتی ہیں اور باہر نکلتی ہیں سرکھول کر، اور بجائے پاجامہ کے تہبند باندھتی ہیں، چلنے میں ان کا جسم ران تک معلوم ہوتا ہے مردوں کو، اور مرد اُن کو منع نہیں کرتے، اور جب ان کے شوہروں سے کہا گیا کہ شرع کے

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۱۰

خلاف ہے ایسی عورتوں سے پرہیز کرو۔ تو وہ کہتے ہیں ہم جوان ہیں جب ہم کو شہوت ہوتی ہے تو ہم کیا کریں نکاح پڑھا لیتے ہیں ۔ اور وہاں اکثر آدمی اسی کے موافق پڑے ہوئے ہیں جن عورتوں کا ذکر ہوچکا اس کے پیچھے نماز اور امامت اس آدمی کی کیسی ہے؟

الجواب: ران کھولنا حرام ہے، اور اس آزاد عورت کو سر کھولنا بھی حرام ہے۔ وہ عورتیں ان حرکات کی وجہ سے فاسقہ ہیں اور شوہر پر فرض ہے کہ اپنی عورت کو فسق سے روکے۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا[1]۔	اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ[2]۔	تم سب اپنے متعلقین کے سردار وحاکم ہو اور ہر حاکم سے روزِ قیامت اس کی رعیت کے باب میں سوال ہوگا۔

تو یہ مرد کہ انھیں منع نہیں کرتے خود فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور اسے امام بنانا گناہ ہے۔ غنیہ میں ہے:

لوقدمو فاسقا یاثمون[3]۔	اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو وہ گنہگار ہوں گے (ت)

بلکہ جب اس کی عورت بازار میں ران کھولے پھرتی ہے اور وہ منع نہیں کرتا تو دیوّث ہے۔

فی الدرالمختار دیوث من لا یغار علی امرأتہ او محرمہ[4]۔	دُرمختار میں ہے کہ وہ شخص دیوّث ہوتا ہے جو اپنی بیوی اور کسی محرم پر غیرت نہ کھائے۔ (ت)

ہاں اگر یہ منع کرے روکے جس قدر اپنی قدرت اس رسم شنیع کے مٹانے سے ہے صرف کرے اور پھر عورت نہ مانے تو مرد پر الزام نہ رہے گا، قال اللہ تعالٰی: لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى[5] (کوئی بوجھ اُٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] القرآن ۶۶/ ۶

[2] صحیح بخاری باب الجمعۃ فی القرٰی والمدن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۲۲

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] درمختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۸

[5] القرآن ۶/ ۱۶۴

مسئلہ ۶۱۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ایک مسجد کا امام ہے اور وہ کارہائے مندرجہ ذیل سے روزی پیدا کرتا ہے: مُردہ نہلانا اس کی اجرت لینا، سوم میں قرآن مجید پڑھنا اور ناخواندہ لوگوں سے قرآن مجید پڑھوانا اور اس کی اجرت لینا، مُردے کے کپڑے وغیرہ لینا اور فروخت کرنا، اور سود کھانا خفیہ طور سے۔ اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز؟ اور دوسرا شخص جس کو عام لوگ جانتے ہیں کہ اس کی روزی ناجائز ہے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

سُود لینا گناہ کبیرہ ہے، یوں ہی جس ناجائز طریقہ سے روزی حاصل کی جائے وہ یا تو سرے سے خود ہی کبیرہ ہوگا یا بعد عادت کے کبیرہ ہو جائے گا۔ ناخواندہ لوگوں سے پڑھوا کر اُجرت لیتا ہے کے معنی سائل نے یہ بیان کیا کہ بے پڑھوں کو بلا لاتا ہے اور براہِ فریب اُن کی قرآن خوانی ظاہر کرکے اُجرت لیتا ہے یہ صورت خود کبیرہ کی ہے اور تلاوتِ قرآن کریم پر اُجرت لینا ہی ناجائز ہے كما حققه السيد المحقق الشامی فی ردالمحتار وشفاء العليل (جیسا کہ سیّد محقق شامی نے ردالمحتار اور شفاء العلیل میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے۔ ت) اور مردے کو نہلانے یا اٹھانے یا قبر کھودنے کی اُجرت لینے میں دو صورتیں ہیں اگر یہ فعل اسی شخص پر موقوف نہ ہو اور لوگ بھی ہیں کہ یہ نہ کرے تو وہ کر سکتے ہیں جب تو اُن پر اجرت لینی جائز ہے اور اگر خاص یہی شخص یا جنازہ اُٹھانے کو یہی دو چار اشخاص ہیں کہ یہ نہ کریں تو کام نہ ہوگا اُجرت لینی حرام ہے،

فی الهندية عن الخلاصة رجل استاجر قوما يحملون جنازة اويغلسون ميتا ان كان فی موضع لايجد من يغسله غيرهؤلاء فلا اجرلهم وان كان ثمة اناس فلهم الاجر وحفر الحفار علی هذا وفی موضع لااجرهم لواخذوا الاجر لايطيب لهم[1]۔	ہندیہ میں خلاصہ سے ہے کہ ایک آدمی نے کچھ لوگوں کو جنازہ اُٹھانے یا میّت کو غسل دینے کے لئے کرایہ پر حاصل کیا اگر تو وُہ ایسی جگہ ہے جہاں ان کے علاوہ اور کوئی دوسرا غسل دینے والا نہیں اور نہ ہی جنازہ اٹھانے والا کوئی ہے تو ان کے لئے کوئی کرایہ لینا روا نہیں ہے، اور اگر وہاں دوسرے لوگ ہیں تو پھر ان کے لئے کرایہ لینا جائز ہے۔ قبر کھودنے والے کا معاملہ بھی یہی ہے اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں کرایہ لینا ان کے لئے جائز نہ تھا اور انہوں نے کرایہ لے لیا تو یہ ان کے لئے اچھا کام نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴۵۲/۴

اور مردے کے کپڑے وغیرہ بہ نیت تصدّق دے دیئے جاتے ہیں اگر یہ لینے والا محتاج ہے یا غنی ہے اور دینے والے کو اس کا غنی ہونا معلوم ہے یا وہاں بطورِ رسم امامِ نماز یا ملّائے مسجد کو یہ چیزیں دی جاتی ہیں خواہ محتاج ہو یا نہیں تو لینا جائز ہے اگرچہ غنی کے لئے کراہت سے خالی نہیں، اور اگر یہ شخص غنی ہے اور دینے والا محتاج کو دینا چاہتا ہے اور اس نے اپنے آپ کو محتاج جتا کر اُس سے لے لئے تو حرام ہے۔

كمالايخفى وقد نبه فى الحديقة الندية شرح الطريقة المحمدية على ادق من هذا۔ جیسا	کہ مخفی نہیں کہ اور حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں اس سے بھی بڑھ کر سخت تنبیہ ہے۔(ت)

اور گناہ کبیرہ خواہ ابتداءً کبیرہ ہو یا بعد عادت کبیرہ ہو جائے موجب فسق ہے، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اسے امام بنانا گناہ ہے **كما حققه المحقق الحلبى فى الغنية** (جیسا کہ محقق حلبی نے غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت) ہاں گناہ کبیرہ خفیہ ہو یا اعلانیہ فاسق کردینے میں برابر ہے مگر ایسا خفیہ جس پر بندے مطلع نہ ہوں بندے اس پر حکم نہیں کرسکتے کہ بے جانے حکم کیونکر ممکن **كما اوضحه فى الدرالمختار من الشهادة فى بيان تقييدهم شرب الخمر بالادمان** (جیسا کہ دُرمختار میں شہادت سے متعلق گفتگو میں جہاں انھوں نے فقہاء کا شرب خمر کو دوامِ شرب کے ساتھ مقید کرنے کو بیان کیا ہے۔ت) اور مسلمان پر بدگمانی خود حرام ہے جب تک ثبوتِ شرعی نہ ہو، **واللّٰه تعالٰی اعلم**۔

مسئلہ نمبر ۶۱۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص اسمٰعیل دہلوی مصنف تقویۃ الایمان کو حق جانتا ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر اس کے ضلالت وکفریات پر آگاہی ہو کر اُسے اہلِ حق جانتا ہو تو خود اُس کی مثل گمراہ بددین ہے اور اُس کے پیچھے نماز کی اجازت نہیں، اگر نادانستہ پڑھ لی ہو تو جب اطلاع ہو اعادہ واجب ہے،

كما هو الحكم سائر اعداء الدين من المبتدعين الفسقة المرتدة المفسدين۔	جیسا کہ یہی حکم تمام ان اعداء دین کا ہے جو بدعتی، فاسق، مرتد اور فساد پھیلانے والے ہیں۔(ت)

اور اگر آگاہ نہیں تو اُسے اس کے اقوال ضالہ دکھائے جائیں، اس کی گمراہی بتائی جائے، رسالہ **الكوكبة الشهابية** بطور نمونہ مطالعہ کرایا جائے۔ اگر اب بعد اطلاع بھی اُسے اہلِ حق کہے وہی حکم ہے، اور اگر توفیق پائے حق کی طرف **فاخوانكم فى الدين** (تو وہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔ت) **واللّٰه سبحٰنه تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم**۔

مسئلہ ۶۱۹: ۶ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ بغرض پیشہ کے جو شخص تصاویر دیوتائے اہلِ ہنود کی مثل ٹیسو ورادن ورام چندر وسیتا وغیرہ کی بناتا ہے اور فوٹو گرافر اور مغلم اور حرامی اور علی العموم جن اشخاص کی عورات بے پردہ سرِ بازار پھرتی ہیں تو اس حالت میں اشخاص مذکورین کے پیچھے پڑھنا نماز کا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر پڑھ لی تو اعادہ اس کا چاہئے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

جاندار کی تصویر بنانی دستی ہو یا خواہ عکسی حرام ہے، اور معبودانِ کفار کی تصویریں بنانا اور سخت ترحرام واشد کبیرہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ان اشد الناس عذابا یوم القیمۃ المصورون[1] رواہ الائمۃ والشیخان عن عبداللہ بن مسعود عن ام المؤمنین عائشۃ الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا۔	بیشک سب سے زیادہ سخت عذاب روزِ قیامت مصوّروں پر ہوگا۔ اس کو ائمہ اور بخاری ومسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود کے حوالے سے حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے نقل کیا ہے۔

یوں ہی مغلم، فاسق، فاجر مرتکب کبائر ہے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ملعون من یعمل عمل قوم لوط[2]۔ رواہ احمد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	ملعون ہے جو قومِ لوط کا کام کرے۔ اس کو امام احمد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔

جس کی عورت بے ستر باہر پھرتی ہے کہ بازو یا گلا یا پیٹ یا سر کے بال یا پنڈلی کا حصّہ غرض جس جسم کا چھپانا فرض ہے کُھلا ہوا ہے یا اس پر ایک باریک کپڑا ہو کہ بدن چمکتا ہو اور وہ اس حالت پر مطلع ہو کر عورت کو اپنی حدِ مقدور تک نہ روکتا ہو بندوبست نہ کرتا ہو وہ بھی فاسق و دیّوث ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لایدخلون الجنّۃ العاق لوالدیہ والدیوث ورجلۃ النساء[3]۔ رواہ الحاکم والبیہقی بسند صحیح عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ماں باپ کو ایذا دینے والا اور دیّوث اور مردوں کی صورت بنانے والی عورت۔ اس کو حاکم اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند صحیح روایت کیا ہے۔

---

[1] صحیح البخاری باب عذاب المصورین یوم القیٰمۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۸۰

[2] مسند احمد بن حنبل مروی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۱۷

[3] السنن الکبرٰی للبیہقی باب الرجل یتخذ الفلاح والجاریۃ المغنیین الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۰/۲۲۶

درمختار میں ہے:

دیوث من لایغار علی امرأته او محرمه[1]۔	جو اپنی عورت یا اپنی کسی محرم پر غیرت نہ رکھے وہ دیوّث ہے۔

اسی طرح اگر عورت جوان اور محل فتنہ ہے اور اس کے باہر پھرنے سے فتنہ اٹھتا ہے اور یہ مطلع ہو کر باز نہیں رکھتا جب بھی کھلا دیوّث ہے اگرچہ پورے ستر کے ساتھ باہر نکلتی ہو، ان سب لوگوں کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہِ تحریمی قریب بحرام ہے نہ پڑھی جائے اور پڑھ لی تو اعادہ ضرور ہے۔ **کماحققه فی الغنیة وفصلناه فی فتاوٰنا** (جیسا کہ اس تحقیق غنیہ میں ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تفصیلی گفتگو کی ہے۔ت) اور حرامی کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولٰی ہے جبکہ وہ سب حاضرین سے زیادہ مسائلِ نماز وطہارت نہ جانتا ہو، اگر امام نہ ملے تو ضرور اس کے پیچھے پڑھی جائے۔ اس عذر سے ترک جماعت جائز نہیں **فان الواجب لایترک لاجل** (واجب کو کسی وجہ سے ترک نہیں کیا جاسکتا۔ت) خلافِ اولٰی اور دفع کراہت کے لئے اعادہ مستحب[2] **کما بینه فی الدرالمختار** (جیسا کہ درمختار میں اس کو بیان کیا ہے۔ت) **واللہ سبحنه وتعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۶۲۰: از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۰ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اور مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کو مرض بواسیر کا ہے اور مسّے کثرت سے ہوگئے ان میں سے آلائش رنگ زردی مائل خارج ہوتی ہے ونیز کثرت مسّوں سے اخراج ریح فضلہ براز کا دھبّا بھی کپڑے پر آجاتا ہے کہ جو ہجوم مسّوں کی وجہ سے وقت اجابت کسی جگہ اندر الجھا ہوا رہ جاتا ہے ان دونوں حالتوں میں کپڑا ہر وقت نجس رہتا ہے، زید مذکور ہر طرح انتظام مثل لنگوٹ باندھنا، دو یا تین پاجامے رکھنا اور ان کا وقتاً فوقتاً دھو کر پاک رکھنا یہ سب کچھ کر چھوڑا مگر کچھ نہ ہوسکا خاص کر سفر میں اس سے زیادہ دقتیں پیش آتی ہیں اور خصوصاً امامت کرنا اگرچہ وہ امامت سے درگزر کرتا ہے مگر اس صورت میں وہ کیا کرسکتا ہے کہ ادائے نماز فرض کے واسطے کھڑا ہوا اور بعد کو اور نمازی آکر مقتدی بن گئے بجز اس کے کیا چارہ کہ نماز ادا کرے، ان دقّتوں کی حالت میں زید مذکور کو کیا کرنا چاہئے کہ جس سے بے کراہت نماز ادا کرے اور وہ کپڑا حکم پاکی کا رکھے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر حالت ایسی ہے کہ کپڑا پاک کرے یا بدلے تو فرض نہ پڑھنے پائے گا کہ پھر نجس ہوجائے گا یعنی براز ساڑھے چار ماشہ سے زائد یا وہ زرد پانی روپیہ بھر کی مساحت سے زیادہ آجائے گا تو دھونے کی کوئی ضرورت

---

[1] درمختار باب التعزیرات مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۳۲۸

[2] درمختار، باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۷۱

نہیں ورنہ بے دھوئے خود اس کی اپنی نماز نہ ہوگی اور جبکہ وہ حالتِ معذوری میں ہے یعنی کوئی وقت کامل نماز کا ایسا گزر گیا شروع سے ختم تک کہ اُسے وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی فرصت نہیں ملی اور جب سے برابر ہر وقت نماز میں یہ نجاست آتی رہتی ہے اگرچہ وقت میں ایک ہی بار تو وہ ایسی حالت میں امامت نہیں کرسکتا، لوگ اگر آکر شامل ہوں جہر نہ کرے تکبیر آواز سے نہ کہے وہ لوگ خود الگ ہوجائیں گے۔ اور اس پر بھی جُدا نہ ہوں تو بعد سلام اطلاع کردے کہ میں معذور ہُوں میرے پیچھے نماز جائز نہیں تم اپنی پھر پڑھ لو۔

فی الدرالمختار ان سال علی ثوبه فوق الدرهم جازله ان لا یغسله ان کان لوغسله تنجس قبل الفراغ منها ای الصلاۃ والایتنجس قبل فراغه فلا یجوز ترك غسله هوالمختار للفتوی[1] والله تعالٰی اعلم۔	دُرمختار میں ہے اگر معذور کے کپڑے پر درہم سے زیادہ نجاست بہہ گئی تو اس کے لئے اس کا نہ دھونا اس صورت میں جائز ہے جبکہ اس کو دھوئے تو نماز سے فارغ ہونے سے پہلے کپڑے اس کے نجس ہوجاتے ہیں اگر اس کے فارغ ہونے سے پہلے نجس نہ ہو تو اس کے لیے دھونے کو ترک کرنا جائز نہیں۔ فتوٰی کے لئے یہی قول مختار ہے (ت)

مسئلہ نمبر ۶۲۱: از دلیر گنج پرگنہ جہاں آباد ضلع پیلی بھیت مرسلہ خلیفہ الٰہی بخش ۱۸ رجب ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں جو شخص قواعدِ تجوید سے ناواقف ہو اُس کو امام کیا جائے یا نہیں؟ اور اگر کیا جائے تو اس کے پیچھے قواعد داں کی نماز ہوگی یا نہیں؟ اور عام لوگوں یعنی غیر قواعد داں کی نماز بھی اس کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

اگر ایسی غلطیاں کرتا ہے کہ معنی میں فساد آتا ہے مثلاً حرف کی تبدیل جیسے ع ط ص ح ظ کی جگہ و ت س ہ ز پڑھنا کہ لفظ مہمل رہ جائے یا معنی میں تغیر فاحش راہ پائے یا کھڑاپڑا کی بدتمیزی کہ حرکات. بڑھ کر حروف مدہ ہوجائیں اور وہی قباحتیں لازم آئیں، جس طرح بعض جہال نستعین کو نستاعین پڑھتے ہیں کہ بے معنی یا لا اِلی الله تحشرون بلام تاکید کو لاالی الله تحشرون بلائے نافیہ کہ تغیر معنی ہے تو ہمارے ائمہ متقدمین کے مذہب صحیح ومعتمد محققین پر مطلقاً خود اس کی نماز باطل ہے کما حققه ورجحه المحقق فی الفتح والحلبی فی الغنیة وغیرهما (محقق نے فتح میں اور حلبی نے غنیہ میں اور دیگر لوگوں نے اپنی کتب میں اس کی تحقیق

---

[1] درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۵۳

کی ہے۔ت) اور جب اُس کی اپنی نہ ہوگی تو قوادداں وغیرہ کسی کی اس کے پیچھے نہ ہوسکے گی **فان صلٰوۃ المأموم مبتنیۃ علی صلٰوۃ الامام** (کیونکہ مقتدی کی نماز امام کی نماز پر مبنی ہے۔ت) اور اگر غلطی یوں ہے کہ حرف بروجہ صحیح ادا نہیں کرسکتا جس طرح آج کل عام دہقانوں اور بہت شہریوں کا حال ہے تو اب جمہور متاخرین کا بھی فتوٰی اسی پر ہے کہ اس کے پیچھے صحیح خواں کی نماز باطل **کما افادہ العلامۃ الغزی والعلامۃ الخیر الرملی وغیرھما** (جیسے علامہ غزی اور علامہ خیر رملی اور دیگر علماء نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ت) اور جب اس کی اپنی نہ ہوگی اور اگر عجز یوں ہے کہ سیکھنے کی کوشش نہ کی یا کچھ دنوں کرکے چھوڑ دی اگر لپٹا رہتا تو امید تھی کہ آجاتا جب تو ایسی غلطی ان کے نزدیک بھی خود اس کی اپنی نماز بھی باطل کرے گی **کما فی الخلاصۃ والفتح وغیرھما عامۃ الکتب** (جیسے خلاصہ، فتح اور ان کے علاوہ عام کتب میں ہے۔ت) غرض ایسا شخص امام بنانے کے لائق نہیں **وقد فصلنا القول فی تلک المسائل فی عدۃ مواضع من فتاوٰنا** (ہم نے ان مسائل پر اپنے فتاوٰی میں متعدد جگہ پر تفصیل سے لکھا ہے۔ت) اور اگر ایسی غلطی نہیں کرتا جس سے فسادِ معنی ہو تو نماز خود اس کی بھی صحیح اور اس کے پیچھے اور سب کی صحیح، پھر اگر حالت ایسی ہے کہ تجوید کے امور ضروریہ واجبات شرعیہ ادا نہیں ہوتے جن کا ترک موجب گناہ ہے جیسے مد متصل بقدر ایک الف وغیرہ **فما فصلنا فی فتاوٰی لنا فی خصوص الترتیل** (جس کا ہم نے اپنے فتاوی میں ترتیل کے تحت تفصیلاً ذکر کیا ہے۔ت) جب بھی اُسے امام بنایا جائے گا نماز اس کے پیچھے بشدت مکروہ ہوگی **لاشتمالھا علی امر مؤثم وکونہ فاسقا بتمادیہ علی ترک واجب متحتم** (کیونکہ وُہ ایسے امر پر مشتمل ہے جو گناہ ہے اور اسکا فاسق ہونا اس شک ہیں ڈالتا ہے کہیں وہ حتمی واجب کا ترک نہ کر بیٹھے۔ت) اور اگر ضروریات سب ادا ہولیتے ہیں صرف محسنات زائد و مثل اظہار اخفا وروم واشمام وتفخیم وترقیق وغیرہا میں فرق پڑتا ہے تو حرج نہیں، ہاں قواعدان کی امامت اولٰی ہے **لان الامام کلما کان اکمل کان افضل** (وہ شخص جو ہر لحاظ سے اکمل ہو وہی افضل امام ہوگا۔ت) **واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۶۲۲: از بنگالہ سہلٹ موضع پیام مرسلہ جناب سورج میاں صاحب معرفت مولوی سلطان الدی ۱۳ شعبان ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو سے زید دربارہ جائداد مشترک فیہ بینھما نزاع مقدمہ کچہری کیا عمرو فتح یاب ہُوا زید اس گاؤں کا امام ہے العمرو نے بوجہ تعصب ومخاصمت کے تمام اس کے مقتدیوں کو کہا کہ زید نے کچہری میں واسطے فتحیابی اپنے مقدمہ کرکے جھوٹ بولا تم لوگ اب اسکے پیچھے نماز مت پڑھو وہ اب امامت کے قابل نہیں رہا، تب مقتدیوں نے عمرو سے کہا کہ تم اس کے جھوٹ بولنے کا کوئی ثبوت پیش کرو ہنوز کوئی شاہد پیش نہیں کیا گیا، دعوی بلا دلیل ہے اور آج تک کبھی زید نے جھوٹ کلمہ اپنی زبان سے

نہ نکلا اور نہ کسی نے اس پر دروغ گوئی کا کبھی شک کیا، اگر بالفرض اس کی کذب گوئی پر کوئی گواہ ثابت ہو جائے تو زید قابلِ امامت رہے گا یا نہیں؟ اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

نماز اس کے پیچھے ہوجانے میں تو اصلاً شبہ نہیں بحدیث **صلوا کل بر وفاجر**ف اور کچہری میں مقدمہ ہار جانے سے جھوٹا ہونا ثابت نہیں ہوتا،

کچہریوں میں ہزاروں بار جھوٹے سچّے اور سچّے جھوٹے ٹھہرتے ہیں، انگریزی کچہریاں تو شرع مطہر سے علاقہ رکھتی ہی نہیں بلاکلہ یہاں کے اسلامی محکمے ہی پوری پابندی شرع سے صراحۃً کنارہ گزیں، جہاں کامل شرعی عدالتیں تھیں وہاں بھی باآنکہ قاضی شرع جس کے خلاف حکم فرمادے اُسے فقہاء دفع تناقض کے لئے صار مکذب باشرعاً لکھتے ہیں مگر کسی مدعی یا مدعا علیہ کو صرف اس بناپر کاذب وفاسق ومرتکب کبیرہ نہیں کہہ سکتے کہ حکمِ حاکم بنظرِ ظاہر ہوتا ہے اُس سے واقع میں کذب لازم نہیں آتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما انا بشر وانکم تختصمون الی ولعل بعضکم ان یکون الحن بحجتہ من بعض فاقضی لہ علی مانحوما اسمع منہ فمن قضیت لہ بشیئ من حق اخیہ فلا یاخذنہ فانما اقطع قطعۃ من النار[1]۔ رواہ الشیخان عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	میں ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے مقدمات لے کر آتے ہو ممکن ہے تم میں سے کوئی آدمی دلیل پیش کرنے میں ہوشیار ہو اور دلیل کی وجہ سے دوسرے پر غالب آجائے اور میں دلائل سننے کے بعد اس کے مطابق فیصلہ کردوں، تو جس کے حق میں فیصلہ ہوا ہو وہ اس کو نہ لے کیونکہ وہ ایک آگ کا ایک ٹکڑا ہے۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ (ت)

علاوہ بریں بعض وقت آدمی کسی شبہ یا سہو یا جہل کے باعث اپنے آپ کو حق پر جان کر دعوٰی یا جواب دہی کرتا ہے تو بات واقع میں اگرچہ خلاف ہے مگر اس نے قصدِ کذب نہ کیا حکمِ فسق اس پر نہ ہوا،

ومثل ذلك كثیر فی خصومات الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم بل ھو المتعین فیھم۔	اس کی مثالیں مقدماتِ صحابہ میں بہت ہیں بلاکلہ یہی ان میں متعین ہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب من اقام البینۃ بعد الیمین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰

ف: حدیث کے الفاظ تفصیلاً یوں ہیں: صلوا خلف کل بر وفاجر صلوا علی کل بر وفاجر وجاھدوا مع کل بر وفاجر۔ نذیر احمد سعیدی

علاوہ بریں جب آدمی کا حق مارا جاتا ہو اور وُہ بغیر کسی ایسے اظہار کے جو بظاہر خلاف واقع ہے حاصل نہ ہو سکتا ہو تو اپنے احیائے حق کے لئے ایسی بات کا بیان شرعًا جائز ہے اگرچہ سامع اُسے کذب پر محمول کرے۔ درمختار میں ہے:

الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه الخ[1] وتمام تحقیقه فی ردالمحتار عن تبیین المحارم عن الامام حجة الاسلام۔	اپنے حق کے حصول اور اپنے آپ سے ظلم کو دُور کرنے کے لئے کذب مباح ہے الخ اور اس کی پُوری تفصیل امام حجۃ الاسلام کی تبیین المحارم کے حوالے سے ردالمحتار میں ہے۔ (ت)

بالجملہ صورت مذکورہ میں صرف بیان مدعا علیہ کوئی چیز نہیں اگر کسی گواہ سے بھی ثابت ہو کہ زید نے اپنے دعوی یا تائید دعوی میں کئی بات خلاف کہی تو اس سے واقعی کاذب وفاسق ہونا ثابت نہیں ہوتا، ہاں اگر شہادتِ شرعیہ سے زید کا کذاب فاسق بے حرمت ہونا پایہ ثبوت کو پہنچے تو بے شک اُسے امام بنانا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہوگا **کما ھو حکم الفاسق** (جیسا کہ فاسق کا حکم ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۶۲۳: از شہر کہنہ مرسلہ سید عبدالواحد متھراوی ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

عورت کا اپنے خاوند کے ساتھ ایک ہی مصلّے پر فرض نماز پڑھنا بایں صورت کہ خاوند امام ہو اور عورت مقتدی، کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب:

اگر عورت اس قدر پیچھے کھڑی ہے کہ اس کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی نہیں تو اقتدا صحیح ہے اور دونوں کی نماز ہوجائے گی اور اگر برابر ہے کہ بیچ میں کوئی حائل ہے نہ کوئی اتنا فاصلہ جس میں ایک آدمی کھڑا ہوسکے اور عورت کی ساق مرد کی ساق یا کسی عضو کے محاذی ہے تو اس صورت میں اگر مرد نے اُس کی امامت کی نیت نہ کی تو مرد کی نماز صحیح ہے اور عورت کی فاسد، اور اگر مرد نے تحریمہ نیتِ امامتِ زن کی تھی تو دونوں کی گئی۔ فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

المرأة اذاصلت مع زوجها فی البیت ان کان قدماها بحذاء قدم الزوج لاتجوز صلاتهما بالجماعة وان کان قدماها	کسی خاتون نے جب اپنے خاوند کے ساتھ گھر میں نماز ادا کی ہو اگر اس کے قدم خاوند کے قدم کے مقابل ہوں تو دونوں کی نماز باجماعت جائز نہ ہوگی اور اگر اس کے قدم

---

[1] درمختار فصل فی البیع من کتاب الحظر والاباحت مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۴

خلف قدم الزوج الا انها طویلة تقع رأس المرأة فی السجود قبل رأس الزوج جازت صلاتهما لان العبرة للقدم[1]۔	خاوند کے قدم سے پیچھے اگر خاتون کا قد لمبا ہونے کے وجہ اس کا سر حالتِ سجدہ میں خاوند کے سر سے آگے ہوتا تو پھر بھی دونوں کی نماز درست ہوگی کیونکہ اعتبار قدموں کا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

الزیلعی قال المعتبر فی المحاذاة الساق والکعب فی الاصح وبعضهم اعتبرالقدم اھ فعلی قول البعض لو تأخرت عن الرجل ببعض القدم تفسد وان کان ساقها وکعبها متاخرًا عن ساقه وکعبه وعلی الاصح لاتفسدوان کان بعض مها محاذیا لبعض قدمه[2] الخ	زیلعی کہتے ہیں کہ اصح قول کے مطابق محاذات میں پنڈلی اور ٹخنے کا اعتبار ہے اور بعض نے قدم کا اعتبار کیا ہے اھ تو بعض کے قول پر اگر قدم کا کچھ حصہ مرد سے پیچھے ہوا نماز فاسد ہوگی اگرچہ اس کی پنڈلی اور ٹخنے مرد کی پنڈلی اور ٹخنے سے پیچھے ہوں، اور اصح یہ ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی اگرچہ بعض قدم عورت کا مرد کے بعض قدم کا محاذی ہو الخ (ت)

درمختار میں ہے:

حاذته مشتهاة ولاحائل بینهما اقله قدرذراع فی غلظ اصبع اوفرجة تسع رجلا فی صلاة مطلقة مشترکة تحریمة واداء واتحدت الجهة فسدت صلاته لومکلفا ان نوی الامام وقت شروعه لابعده امامتها والا ینوها فسدت صلاتها[3] اھ مختصرا	مرد کے محاذی ایسی خاتون ہوگئی جو صاحبِ شہوت ہو اور ان کے درمیان کوئی مرد اور آڑ حائل نہ ہو، آڑ کم از کم بلالندی میں ایک ہاتھ کے برابر موٹائی میں ایک انگلی کے برابر کا اعتبار ہے یا یہ کہ دونوں کے درمیان فاصلہ اتنا چھوٹا ہو جو ایک آدمی کی گنجائش رکھتا ہو (کہ آڑ اور فاصلہ کی صورت میں نماز فاسد نہ ہوگی) اور یہ کہ نماز مطلق (یعنی رکوع سجدہ والی) ہو۔ تکبیر تحریمہ وادا میں دونوں مشترک ہوں اور جہت بھی ایک ہو تو مرد کی فاسد ہوجائے گی اگر وہ مکلّف ہو (یعنی عاقل بالغ ہو) اور امام نے شروع نماز کے وقت اس خاتون کی امامت کی نیت کی ہو نہ کہ نماز شروع کرنے کے بعد، اور اگر امام نے عورت کی امامت

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیمن یصح الاقتداء الخ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۵

[2] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۲۳

[3] درمختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۴

کی نیت نہیں کی تو اس خاتون کی نماز فاسد ہوگی اھ اختصارًا (ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۶۲۴: ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُود خور اور رشوت خور اور جس شخص کی بی بی بے حجاب رہتی ہے اور جو شخص جھوٹی گواہی دیتا ہے اور جو شخص بعض اوقات نماز پڑھتا ہے ان سب کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ جواز وعدم جواز کی کیا دلیل ہے؟

الجواب:

سود خور اور رشوت خور اور جھوٹی گواہی دینے والا اور قصدًا بعض اوقات نماز چھوڑ دینے والا یہ سب فاسق ہیں اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

کما فی الغنیۃ عن الحجۃ واقرہ فی ردالمحتار وتفصیلہ فی رسالتنا النھی الاکید عن الصلاۃ ورای عدی التقلید۔	جیسا کہ غنیہ میں فتاوٰی حجہ سے مروی ہے ردالمحتار میں اسے ثابت رکھا، اور اس کی تفصیل ہمارے اپنے رسالے "النھی الاکید عن الصلاۃ ورای عدی التقلید" میں ہے۔ (ت)

اور جس کی عورت بے پردہ نکلتی ہے اسی طرح کہ جن اعضاء کا چھپانا فرض ہے ان میں سے کچھ ظاہر ہوتا ہے مثلًا سر کے بال یا بازو یا کلائی یا گلا یا پیٹ یا پنڈلی کا حصہ خواہ یُوں کہ ان مواقع پر کپڑا ہی نہ یا ہو تو باریک کہ ستر نہ کرسکے یا باہر نہیں نکلتی مگر گھر میں غیر محرم بکثرت آتے جاتے ہیں اور وُہ ایسی ہی حالت میں رہتی ہے اور شوہر ان امور پر مطلع نہیں کرتا تو وہ خود دیوث ہے فاسق ہے۔

فان الدیوث کما فی الحدیث وکتب الفقہ کالدر وغیرہ من لایغار علی اھلہ[1]۔	حدیث اور کتب فقہ مثل درمختار وغیرہ کے مطابق دیّوث وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی بیوی پر غیرت نہیں کھاتا۔ (ت)

اور اگرت ایسا نہیں بلاکہ تمام بدن کے پورے ستر عورت کے ساتھ گھر میں کسی نامحرم مثلًا جیٹھ، دیور، بہنوئی یا اپنے چچا خالہ ماموں پھوپھی کے بیٹوں کے سامنے ہوتی ہے یا کم قوم لوگوں کی عورات جو خوب موٹے اور ڈھیلے کپڑے پہنے سارا بدن ڈھانکے اپنی ضرورتوں کے لئے باہر آتی جاتی ہیں یا عورت تو بے حجابی اسی طرح کرتی ہے مگر مرد اسے اپنی حدِ قدرت تک روکتا ہے منع کرتا ہے اور وہ یونہی نہیں مانتی، توان صورتوں میں شوہر پر کچھ الزام نہیں اور اس وجہ سے

---

[1] درمختار، باب التعزیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۲۸

اسکے پیچھے نماز میں کراہت نہیں ہو سکتی۔ قال اللہ تعالٰی لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی[1]۔ (اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اُٹھائے گا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۶۲۵،۶۲۶: از بسولی ضلع بدایوں مرسلہ خلیل الرحمٰن صاحب ۹ شعبان المعظم ۱۳۱۹ہجری

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) وہ کون کون شخص ہیں مسلمانوں میں جن کے پیچھے نماز درست نہیں؟

(۲) کون سی صورت میں نابینا کے پیچھے نماز درست ہے یا بالکل ناجائز؟

الجواب:

(۱) بہت لوگ ہیں ازانجملہ غیر مقلدین اور رافضی اور وُہ وہابی جن کی بدعت حدِ کفر تک پہنچی ہے، سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: الصلٰوۃ خلف اھل الھواء لاتجوز (اہل ہواء کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت) جو قرآن مجید غلط پڑھتا ہو جس سے فسادِ معنٰی ہو، جس کی طہارت صحیح نہ ہو اگرچہ معذوری کی وجہ سے، مثلاً جسے معاذاللہ سلس البول یا ہر وقت ریح خارج ہونے کا عارضہ ہے یا زخم یا پھوڑے سے خون یا زرد آب بہتا ہے۔ اسی طرح وہ شافعی المذہب مثلاً جس نے اپنے طور پر طہارتِ صحیحہ کی مگر مذہب حنفی میں صحیح نہ ہوئی، مثلاً سر کے صرف ایک بال کا مسح کرلیا یا فصد لگوا کر وضو کا اعادہ نہ کیا کہ حنفی کی نماز اس کے پیچھے نہ ہوگی۔ ان کے سوا اور بکثرت صوتیں ہیں کہ کتبِ مذہب میں اس کی تفصیل ہے۔

(۲) نابینا کے کپڑے پر اگر نجاست بقدر منعِ نماز لگی ہے اور اسے خبر نہیں یا اس کے زخم یا پھوڑے سے خون بہا اور اس نے نہ دیکھا تو اس صورت میں اس کے پیچھے نماز ناجائز ہے ورنہ صرف مکروہ تنزیہی اور خلافِ اولٰی ہے جبکہ سب حاضرین سے زیادہ علم نہ رکھتا ہے ورنہ وہی امام کیا جائے گا۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۶۲۷: از گورا بازار ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۸ھ

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حافظ کریم بخش امام مسجد گورا بازار یتیموں کا مال پوشیدہ لے جانے میں شریک ہوئے اور اقرار بھی کیا اور ماسوا اس کے اور کچھ بھی نہیں اس سبب سے مقتدیوں نے اقتدا کرنا چھوڑ دیا اور امام دوسرے کی اقتدا کی تب امام اوّل ایک مولوی کو بلا کر لایا اور کچھ دے کر اور یہ بھی سنا گیا کہ آٹھ آنہ ماہواری بھی دینے کا اقرار کیا، مولوی صاحب سے کچھ بیان کرایا اور اس نے کچھ حق بھی بیان کیا

---

[1] القرآن ۶/ ۱۶۴

اور کچھ طرف داری بھی کی، آیا مولوی صاحب اس آیت کے حکم میں داخل ہوئے یا نہیں ولا تشترو بایتی ثمنا قلیلا، اور مولوی صاحب نے مقتدیوں کو سمجھایا اور ان کی امامت قائم کرادی اور امام نے مقتدیوں سے معافی چاہی مقتدیوں نے دونوں اماموں کو قائم رکھا اور امام اول کی خطا مقتدیوں کے معاف کرنے سے یتیموں کی حق تلفی جو کی وہ بھی معاف ہوئی یا نہیں یا امام اوّل کو یتیموں کا حق دینا پڑے گا اور دلوانا پڑے گا یا نہیں، اور ایک آدمی خوش الحانی کو ضروریات سے جاننے والا ہے امام کی آیا یہ شرط ہے ازروئے شرع شریف کے یا نہیں؟ اور ایک شخص پابندی نماز نہیں کرتا ہے فارسی میں دخل بہت ہے وہ امام اوّل کو چاہتے ہیں کہ یہ رہے اور دوسرے کو نہیں چاہتے، اور امام دوسرے کی حقیقت یہ ہے کہ علم حدیث وتفسیر وفقہ واصولِ عربی میں دخل ہے اب اقتدا واسطے مقتدیوں کے کس کی امامت افضل اور بہتر ہے اور عالم کے پیچھے نماز پڑھنا ایسی ہے جیسے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی، آیا اس کا ثبوت شرع شریف میں ہے یا نہیں؟ اور امام اول کی اقتداء ابھی تک بعض لوگ مکروہ جانتے ہیں۔ بینوا توجروا مع حوالہ کتاب۔

الجواب:

پرایا مال بے اذن شرعی لینا چوری اور گناہِ کبیرہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں **لایسرق السارق حین یسرق وھو مومن**[1] چور چوری کرتے وقت ایمان سے الگ ہوجاتا ہے، اور یتیموں کا مال ناحق لینا سخت ترکبیرہ ہے، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَاۡکُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡیَتٰمٰی ظُلۡمًا اِنَّمَا یَاۡکُلُوۡنَ فِیۡ بُطُوۡنِہِمۡ نَارًا ؕ وَ سَیَصۡلَوۡنَ سَعِیۡرًا ﴿۱۰﴾[2]	جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں نری آگ کھاتے ہیں اور عنقریب دوزخ میں جائیں گے۔

یتیموں کا حق کسی کے معاف کئے معاف نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ خود یتیم کا دادا یا ماں کسی نابالغ کے ماں باپ اس کا حق کسی کو معاف کردیں ہرگز معاف نہ ہوگا **فان الولایۃ للنظر لاللضرر** (کیونکہ ولایت نگرانی کے لئے حاصل ہوتی ہے نقصان دینے کے لئے نہیں۔ت) بلاکہ خود یتیم ونابالغ بھی معاف نہیں کرسکتے نہ ان کی معافی کا کچھ اعتبار ہے **للحجر التام عماھو ضرر** (کیونکہ نقصان دہ معاملہ میں تصرف کرنے سے انہیں مکمل روک دیا گیا ہے۔ت) محض یتیموں کا حق ضرور دینا پڑے گا اور جو نکلوا سکتا ہے اسے چاہیے کہ ضرور دلادے، ہاں یتیم بالغ ہونے کے بعد معاف کرے تو اس وقت معاف ہوسکے گا۔ مقتدیوں نے کہ ایسی حرکات نشائستہ کے باعث

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۳۶/۲

[2] القرآن ۱۰/۴

امام اول کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی بہت اچھا کیا انھیں اسی کا حکم تھا **کما حققه فی الغنية عن فتاوی الحجة واقره فی ردالمحتار وقد تکرر بیانه فی فتاونا** (جیسا کہ فتاوی حجہ کے حوالے سے غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور ردالمحتار میں اسے برقرار رکھا۔ اس مسئلہ کا بیان ہمارے فتاوی میں متعدد جگہ پر موجود ہے۔ ت) جس شخص نے کچھ لے کر بعض ناحق باتیں امامِ اوّل کی طرفداری کے حق میں ملادیں وہ ضرور آیہ کریمہ **وَلَاتَشْتَرُوْابِاٰیٰتِیْ ثَمَنًاقَلِیْلًا**[1] اور آیہ کریمہ **لَاتَلْبِسُواالْحَقَّ بِالْبَاطِلِ**[2] کا مورد ہوا، امام کے لئے خوش الحانی کچھ ضرور نہیں جو اسے ضروری و شرط بتائے، شرع مطہر پر افتراء کرتا ہے، بلاکہ خوش الحانی بعض وقت مضر ہوتی ہے کہ اس کے سبب آدمی اتراتا ہے یا کم سے کم اتنا ہوتا ہے کہ نماز میں خشوع و خضوع کے بدلے اپنے الحان بنانے کا خیال رہتا ہے۔ فتاوی قاضی خان و فتاوی عالمگیری میں ہے:

لا ینبغی للقوم ان یقدموا فی التراویح الخوشخوان ولکن یقدموا الدرستخوان فان الامام اذاقرأ بصوت حسن یشغله عن الخشوع والتدبر والتفکر[3]۔	قوم کے لئے ایسے شخص کو تراویح میں امام بنانا جو خوش الحان ہو مناسب نہیں البتہ درست پڑھنے والے کو امام بناسکتے ہیں کیونکہ امام جب قرات کرے گا تو اس کو اچھی آواز خشوع، تدبر اور تفکر سے غافل کردے گی۔ (ت)

مامت عالم کا خاص حق ہے اس کے ہوتے ہوئے دوسرے کو ترجیح نہیں جبکہ وہ عالم صحیح خواں و صحیح العقیدہ ہو، فاسق نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم علماؤکم فانهم وفدکم فیمابینکم وبین ربکم[4]۔ **رواه الطبرانی فی الکبیر عن مرثد بن ابی مرثدالغنوی رضی الله تعالٰی عنه**۔	اگر تمہیں اپنی نمازوں کا قبول ہونا پسند ہو تو چاہئے کہ تمہارے علماء تمہاری امامت کریں وہ تمہارے واسطہ سفیر ہیں تمہارے اور تمہارے رب عزوجل کے درمیان۔ اس کو طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت مرثد بن ابی الغنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/۴۱

[2] القرآن ۲/۴۲

[3] فتاوی ہندیہ فصل فی التراویح مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۱۶

[4] المعجم الکبیر مروی عن مرثد الغنوی مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۳۲۸

نوٹ: اصل کتاب میں **فلیؤمکم علماؤکم** کی جگہ **فلیؤمکم خیارکم** ہے۔ **نذیر احمد سعیدی**

خاص یہ لفظ کہ عالم کے پیچھے نماز ایسی ہے جیسے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پیچھے کسی حدیث میں نظر سے نہیں گزری، ہاں یہ صحاح کی حدیث ہے کہ: العلماء ورثۃ الانبیاء[1] (علماء انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام کے وارث ہیں) اور ہدایہ میں ہے:

من صلی خلف عالم تقی فکانما صلی خلف نبی[2] لکن لم یعرفه المخرجون وقال الزیعلی هو غریب	جس نے کسی عالم متقی کے پیچھے نماز پڑھی گویا نبی کے پیچھے پڑھی۔ (لیکن اصحابِ تخریج کے ہاں یہ حدیث معروف نہیں امام زیلعی نے اسے غریب قرار دیا ہے۔ ت)

امام اول اپنی اُس حرکت سے ضرور فاسق ہوا اور فاسق کے پیچھے نماز ضرور مکروہ ہے جبکہ سچی توبہ نہ کرے اور مال لینے والے کی توبہ بغیر مال واپس دیئے ہرگز صحیح نہیں تو جب تک وہ یتیموں کا حق نہ پھیرے نماز اس کے پیچھے بیشک مکروہ۔

مسئلہ نمبر ۶۲۸: ۳ شعبان المعظم ۱۳۱۸ھ:

ندویوں کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ندویوں میں کچھ نیچری ہیں کچھ منکران ضروریاتِ دین رافضی یہ بالاجماع کافر مرتد ہیں اور ان کے پیچھے نماز محض باطل، کچھ غیر کافر رافضی وہابی تفضیلی غیر مقلد وغیرہم بدمذہب ہیں کچھ وہ نئے بگڑے گمراہ ہیں جنہوں نے اب ندوہ جماکے اپنے دین کی بیخ کنی کی، ندوے کی رُودادوں لکچروں میں جن کے کلمات ضلالت چھاپے گئے یہ سب ضال مفضل گمراہ بددین ہیں اور ان کے پیچھے نماز ناجائز جیسے عامہ غیر مقلدین،

کما حققناہ فی النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید۔	جیسا کہ ہم نے اس کی تحقیق "النھی الاکید عن الصلٰوۃ وراء عدی التقلید" میں کی ہے (ت)

یا گناہ ومکروہ تحریمی، کما بیناہ فی غیر موضع من فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوی میں متعدد جگہ بیان کیا ہے۔ ت) یوں ہی وہ خود نہ پہلے بدمذہب تھے اور نہ اب کلمات بدمذہبی کہے مگر ان لیکچراروں کے

---

[1] صحیح البخاری باب العلم قبل العلم والعمل الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] الہدایہ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱/۱۰۱

اقوال ضلالت سُنے، پسند کئے اور ان پر راضی ہوئے، ان کی اشاعت کی حمایت کی، یہ سب کل بوجہ رضا ونصرت باطل اہلِ باطل وار بابِ ضلال اور اسی حکم میں ان کے شریک حال ہوگئے، کچھ وہ ہیں جن بیچاروں کو اطلاع نہیں کہ ان ظلمہ نے کیا کہا ہے صرف مولویوں کا جلسہ سُن کر شریک ہوگئے جب تک مطلع نہ ہوئے معذور ہیں بعد اطلاع پھر شریک رہے تو اقل درجہ فاسق ضرور ہیں اور فاسق کے پیچھے بھی نماز مکروہ۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ شرح منیہ وغیرہما میں تصریح فرمائی کہ یہ کراہت تحریم ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۶۲۹: از بریلی محلّہ سرخہ ۲۷ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ

علمائے دین ومفتیان شرع متین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ گروہ وہابیین یعنی فرقہ غیر مقلدین داخل ہے اہل سنت وجماعت میں خارج ان سے اور فرقوں ضالہ سے اور ہم مقلدوں کو ان کے ساتھ مخالطت اور مجالست کرنا اور ان کو اپنی مساجد میں باوجود خوفِ فساد کے آنے دینا درست ہے یا نہیں، اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ **بینوا بالتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔**

الجواب:

فی الواقع فرقہ غیر مقلدین گمراہ بددین ضالین مفسدین ہیں انھیں امام بنانا حرام ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہے، ان کی مخالطت آگ ہے۔ صورت مذکورہ سوال میں انھیں مساجد میں ہر گز ہر گز نہ آنے دیا جائے۔ **قال اللہ تعالٰی:**

وَعَہِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ اَنۡ طَہِّرَا بَیۡتِیَ[1]	ہم نے ابراہیم واسمٰعیل سے یہ وعدہ لیا کہ وہ میرے گھر کو صاف رکھیں گے۔ (ت)

حدیث میں ہے:

امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تنظف وتطیب۔[2]	حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے محلوں میں مساجد بنانے اور انھیں ستھرا ونظیف اور خوشبودار رکھنے کا حکم دیا۔ (ت)

نجاستیں درکنار قاذورات مثل آب دہن وآب بینی باآنکہ پاک ہیں مسجد سے ان کو دور کرنا واجب تو بدمذہب گمراہ لوگ کہ ہر نجس سے بدتر نجس ہیں۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] القرآن ۲/ ۱۲۵

[2] سنن ابوداؤد باب اتخاذ المساجد فی الدور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۶

اهل البدع شر الخلق والخليقة۔[1]	بدمذہب تمام مخلوق سے بدتر تمام جہان سے بدتر ہیں۔

دوسری حدیث میں ہے:

اصحاب البدع کلاب اهل النار۔[2]	بدمذہب لوگ جہنمیوں کے کُتّے ہیں۔

تو ایسے لوگوں کو خصوصًا بحال فتنہ وفساد وہابیہ کی عادت قدیم ہے باوصف قدرت مساجد میں کیونکہ آنے دیا جاسکتا ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ [3]۔	فتنہ قتل سے بھی سخت تر ہے۔

عینی شرح بخاری و درمختار وغیرہما میں تصریح ہے کہ مسجد سے موذی نکال دیا جائے ولو بلسانها اگرچہ صرف زبانی ایذ دیتا ہو۔ نجاستیں دھونے سے پاک ہوجاتی ہیں اور بدمذہب ع

ہرچہ شوئی پلید تر باشد

(جتنی بار دھویا جائے پلید ہی رہتا ہے)

اعاذنا الله منهم ومن حالهم وعقائدهم و اعمالهم بجاه نبيه الكريم عليه وعلٰی اٰله افضل الصلٰوة والتسليم۔	اللہ تعالٰی اپنے پیارے نبی علیہ وآلہ افضل الصلٰوۃ والسلام کے صدقے میں ان سے ان کے حال اور عقائد اعمال محفوظ رکھے۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۶۳۰: از جائس ضلع بریلی محلّہ زیر مسجد مکان حاجی محمد ابراہیم مرسلہ حاجی ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس کی عورت بے پردہ عام عورتوں کی طرح پھرتی ہو اور اس کا شوہر اسے منع نہ کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اس کو دیوّث کہنا جائز ہے یا نہیں؟ **بينوا توجروا**۔

الجواب:

عورت اگر باہر بے پردہ باریک کپڑوں میں پھرتی ہو کہ ان سے بدن چمکے یا گلے یا بازو یا پیٹ یا پنڈلیوں

---

[1] کنزالعمال البدع والرفض من الاکمال مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۲۳ و جامع الصغیر مع فیض التقدیر مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۶۴

[2] کنزالعمال فصل فی البدع مطبوعہ موسستہ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۱۸ و جامع الصغیر مع فیض القدیر مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۵۲۸

[3] القرآن ۲/ ۱۹۲

یا سر کے بالوں کا کوئی حصہ کھولے پھرتی ہے اور شوہر مطلع ہے اور شوہر باوصف قدرت منع نہیں کرتا تو دیوّث ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ورنہ نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۶۳۱: از جائس ضلع رائے بریلی محلّہ زیر مسجد مکان حاجی ابراہیم مرسلہ ولی اللہ صاحب ۲ ربیع الاول شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دو شخص ہیں اور دونوں عالم اور پابند صوم وصلٰوۃ کے ہیں مگر ایک رذیل ایک شریف، دونوں میں سے کس کو ترجیح ہوگی مرتبہ اور امارت وغیرہ میں۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

امامت میں بعد اس کے دو۲ شخص جامع شرائطِ امامت سُنّی العقیدہ غیر فاسق مجاہر ہوں، قرآن عظیم صحیح پڑھتے حروف مخارج سے بقدر تمایز ادا کرتے ہوں، سب سے مقدم وہ ہے کہ نماز وطہارت کے مسائل کا علم زیادہ رکھتا ہو پھر اگر اس علم میں دونوں برابر ہوں تو جس کی قرأت اچھی ہو، پھر جو زیادہ پرہیزگار ہو شبہات سے زیادہ بچتا ہو، پھر جو عمر میں بڑا ہو، پھر جو خوش خلق ہو، پھر جو تہجد کا زیادہ پابند ہو، یہاں تک شرف نسب کا لحاظ نہیں۔ جب ان باتوں میں برابر ہوں تو اب شرافت نسب سے ترجیح ہے۔

فی التنویر والدر اَلْاَحَقُّ بالامامۃ الاعلم باحکام الصلٰوۃ بشرط اجتنابہ للفواحش الظاہرۃ ثم الاحسن تجویدا ثم الاورع ثم الاسن ثم الاحسن خلقا بالضم الفۃ بالناس ثم اکثرھم تہجدا ثم الاشرف نسبا[1] اھ مختصرا۔	تنویر اور درمختار میں ہے امامت کا زیادہ حقدار وہ ہے جو احکامِ نماز سے زیادہ آگاہ ہو بشرطیکہ وہ فحش گناہوں سے اجتناب کرنے والا ہو، اس کے بعد جو قرأت وتلاوت کی تجوید میں زیادہ اچھا ہو، پھر صاحبِ تقوی، پھر عمر میں بڑا، پھر جو اخلاق میں سب سے اچھا ہو، شارح نے کہا خُلق ضمہ خاء کے ساتھ لوگوں سے ملنساری کو کہتے ہیں۔ پھر زیادہ تہجد گزار، پھر خاندانی شرف والا اھ اختصارًا (ت)

ہاں اگر رذیل اس درجہ کا ہے کہ اس کی امامت سے عام لوگ نفرت کرتے ہیں، جماعت میں خلل پڑتا ہے تو اس کی امامت نہ چاہئے،

لان التنفیر من اشد مایحترز عنہ	کیونکہ یہاں سب سے زیادہ جس بات سے بچنا ضروری ہے

---

[1] ردمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۲

ھھنا وقد قال صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم مطلقا بشروا تنفروا[1]۔	وہ لوگوں میں نفرت سے بچنا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا (ہر حال میں) خوشخبری دینے والے بنو نفرت پھیلانے والے نہ بنو۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۵۳۲: ۲۲ جمادی الاولٰی ۱۳۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس امر میں کہ میلاد شریف کی مجلس کے حاضر نہ ہونے والے کے پیچھے اور قیام سے کراہت کرنے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

مجلس مبارک کی عدمِ حاضری اور قیام سے کراہت اگر بر بنائے وہابیّت نہ ہو مثلاً اس وقت حاضری کی فرصت نہیں کسی امرِ اہم میں مصروف ہے یا وہاں پڑھنے والا روایات بے اصل یا نظم و نثر خلافِ شرع پڑھے گا یا صاحب مکان سے دینی یا دنیوی مخالفت ہے جس کا الزام شرعًا اسی صاحب مکان پر ہے وغیر ذلک من الموانعان کے علاوہ دیگر موانع سے۔ت) اور قیام سے کراہت صرف اس مسئلے میں خطا کے باعث ہے نہ اصولِ وہابیت مان کر، تو ان صورتوں میں اُس کے پیچھے درست بلا کراہت ہے، مگر ان بلاد میں صورت انکار و کراہت بے ضلال اصول وہابیت نہیں پائی جاتی مجلس مبارک و مقدس سے یہاں وہی منکر ہیں جو وہابی گمراہ خاسر ہیں اور وہابیہ کے پیچھے نماز ناجائز و گناہ۔ **کما حققناہ فی عدۃ مواضع من فتاوٰنا ورسالتنا النھی الاکید وغیرھما** (ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوٰی میں متعدد مقامات پر اپنے رسالے **النھی الاکید** وغیرہ میں خوب کی ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۳۳۳: ۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک حافظ نور باف نماز کے چند مسائل جانتا ہے چند مدّت سے ایک مسجد کا امام ہے لوگوں نے اسے تعزیوں میں مرثیے پڑھتے دیکھا ہے دوسرا حافظ شیخ صدیقی پنجابی کُل مسائلِ نماز سے واقف ہے مگر مسجد میں آتا ہے اور اس کی موجودگی میں اسی معیّن امام کے پیچھے نماز میں کچھ قصور تو نہ ہوگا اور دونوں ہوں تو کون امامت کرے؟

الجواب:

تعزیوں اور آج کل مرثیوں کا پڑھنا بدعت یا فسق سے خالی نہیں اور دونوں صورتوں میں

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان محمد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یتخولھم بالموعظۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ اور وہ دوسرا حافظ اگر بلاعذر شرعی جماعتِ مسجد میں کبھی آتا ہے کبھی نہیں تو ترک جماعت بھی فسق ہے اس کے پیچھے بھی نماز مکروہ۔ ایسی صورت میں تیسرے شخص کو امام کیا جائے جو عقیدۃً پورا سنّی ہو، قرآن مجید صحیح پڑھتا ہو، فاسق نہ ہو مسائل نماز وطہارت سے خوب واقف ہو۔ اور اگر دوسرا حافظ سنّی صحیح العقیدہ صحیح خواں غیر فاسق ہے جماعت کو جس وقت اس مسجد میں نہیں آتا دوسری مسجد میں جاتا ہے یا کسی عذر صحیح شرعی کے سبب ترک کرتا ہے تو اس کی اقتداء میں حرج نہیں، اس کے ہوتے ہوئے وہ امامِ مقرر نماز نہ پڑھائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۳۴: ۲۲ شعبان المعظم ۱۳۳۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس مسجد میں امام مقرر موجود ہو اس کی بغیر اجازت دوسرا شخص نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

بے اس کی اجازت کے دوسرے کو امامت نہ چاہئے جبکہ وہ امام معیّن صالح امامت ہو یعنی سنّی صحیح العقیدہ کہ قرآن عظیم صحیح پڑھے اور اس کا فسق ظاہر نہ ہو۔ دُرمختار میں ہے:

امام المسجد الراتب الاولی بالامامة من غیرہ ملطقا[1] الخ وفی ردالمحتار من التتارخانیة مایفید المنع ان ام بلااذن[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	مسجد کا مقررہ امام ہر حال میں دوسروں سے افضل ہوتا ہے الخ ردالمحتار میں تتارخانیہ سے جو کچھ مذکور ہے وہ مفید منع ہے اگر دوسرا بلااجازت امامت کرائے (ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۶۳۵: ۲۸ رجب ۱۳۲۱ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص مسجد میں رہتا ہے اور امامت پر مقرر ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ امرد لڑکوں سے محبت رکھتا ہے اور ایک لڑکا ضرور رکھتا ہے جب اس کو چھوڑ دیتا ہے دوسرا تجویز کرلیتا ہے، خلوت میں بھی لڑکے اس کے پاس بیٹھتے ہیں، بعض وقت انھیں پیار کرتے دیکھا گیا اس کی شکایت میں شخص مذکور کو پولیس تک بھی پہنچنا ہُوا مگر پولیس کی دھمکی پر بھی باز نہ آیا، آخر مسلمانوں نے اپنی مسجد سے نکال دیا کہ ہم مسجد میں ایسی ناشائستگی پسند نہیں کرتے۔ اب دوسری مسجد میں آیا، یہاں بھی وہی حال ہے ایسی صورت میں اسے امام بنانا اُس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

---

[1] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

[2] ردالمحتار بحوالہ تاتارخانیہ باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۴۱۳/۱

الجواب:

ایسے شخص کو کہ متہم ہے امام بنانا نہ چاہئے **لان التھمة توجب تقلیل الجماعة وھو عکس مقصود الشریعة** (کیونکہ تہمت جماعت کی قلّت کا سبب ہے اور وہ مقصود شریعت کے خلاف ہے۔ت) مسلمانوں کو چاہئے کہ دوسرے شخص سنّی صحیح العقیدہ غیر فاسق وغیر متہم کو کہ قرآن عظیم صحیح پڑھاتا ہو اور نماز وطہارت کے مسائل سے آگاہی رکھتا ہو امام مقرر کریں، اور یہ شخص کہ کسی طرح اُس عادت سے باز نہیں آتا امامت سے جُدا کردیا جائے، نہ مسجد میں سکونت کرے **لان الخلوة القبیحة بالامرد اخبث من الخلوة بالاجنبیة فینزہ المسجد عنه** (کیونکہ بے ریش لڑکے کے ساتھ خلوت قبیحہ، اجنبیہ خاتون سے بھی بدتر ہے، لہٰذا اس سے مسجد کو پاک کرنا ضروری ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۳۶: از حیدرآباد دکن یاقوت پورہ مسجد کمیلہ مکان ۲۸۹۰ مرسلہ سید عبداللطیف صاحب بتوسط مولوی ابوالمساکین محمد ضیاء الدین صاحب مہتمم تحفہ حنفیّہ ۲ربیع الآخر شریف ۱۳۲۲ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دینِ محمدی ومستفیدانِ شریعتِ مصطفوی وتابعینِ مذہب حنفی اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب نوجون، خوبصورت، لائقِ امامت، قرات سے بخوبی واقفیت رکھتے ہیں اور مسائل ماتجوزبہ الصلٰوۃ سے واقف مذہب حنفی کے تابع ہیں، دوسرے صاحب حال میں مذہب حنفی ترک کرکے مذہب حنبلی اختیار فرمائے ہیں، فنِ قرات سے بمقابلہ صاحب اوّل کے ناواقف ہیں مگر مسائل ماتجوزبہ الصلٰوۃ اور قدرے ریش بھی رکھتے ہیں پس حالت مندجہ بالا میں حسبِ قواعدِ حنفیّہ بغرضِ امامت بلا کسی علّت وکراہت کے ہر دو صاحب میں سے کس کو ترجیح دی جاسکتی ہے جس مقام پر کثرت سے مقتدی تابعین مذہب حنفی کے بوقتِ جماعت موجود ہوں۔ السائل حسین خاں حنفی

الجواب:

عبارت سوال ابہام واجمال وتعداد احتمال رکھتی ہے دوسرے صاحب فنِ قرات سے بمقابلہ صاحب اوّل کے ناواقف ہیں ممکن یہ ناواقفی صرف امور زائدہ میں ہو جن پر صحت وفسادِ نماز مبنی نہیں اگرچہ واجباتِ تجوید بلاکہ واجباتِ شرع سے بھی ہوں یا شرعًا خواہ تجویدًا بھی صرف محسّنات ومستحسنات ہوں جیسے وقف ووصل ومدوقصر واظہار واخفاء وتفخیم وترقیق وروم واشمام وغیرہا کہ اکثر ان میں واجباتِ تجوید سے ہیں اور امثال ومد متصل کی رعایت شرعًا بھی واجب اور ترک حرام مگر ان میں کسی کا ترک اصلًا مفسدِ نماز نہیں اور ممکن کہ امور لازمہ میں ہو جیسے تمایزِ حروف جہاں تغیر موجبِ فساد معنی ہو، صورتِ ثانیہ میں صاحب دوم کے پیچھے نماز باطل وفاسد ہوگی بخلاف صورت اولٰی، اور دوسرے صاحب قدرے ریش بھی رکھتے ہیں اس میں بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ان کے تھوڑی داڑھی نکلی ہے، پہلے صاحب محض امرد ہیں اس تقدیر پر پہلے صاحب کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہوگی،

فی الدرالمختار تکرہ خلف امرد[1] فی ردالمحتار الظاہر انہا تنزیھیة والظاھر ایضا کما قال الرحمتی ان المراد به الصبیح الوجه لانه محل الفتنة[2]۔	درالمختار میں ہے بے ریش لڑکے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ردالمحتار میں ہے ظاہر یہی ہے کہ یہ مکروہِ تنزیہی ہے۔ اور یہ بھی ظاہر ہے جیسے کہ شیخ رحمتی نے کہا کہ وہ لڑکا مراد ہے جو خوبصورت چہرے والا ہو کیونکہ وہ فتنے کا محل ہے۔ (ت)

دوسرے یہ کہ دوسرے صاحب قدرے ریش باقی رکھتے ہیں اگرچہ زیادہ کتروا دیتے ہیں بخلاف صاحب اول کہ اصلاً نہیں رکھتے اس تقدیر پر دونوں کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور انھیں امام بنانا گناہ کہ داڑھی منڈانا اور کتروا کر حدِ شرع سے کم کرانا دونوں حرام وفسق ہیں اور اس کا فسق بالاعلان ہونا ظاہر کہ ایسوں کے منہ پر جلی قلم سے فاسق لکھا ہوتا ہے اور فاسق معلن کی امامت ممنوع وگناہ ہے **کما نص علیه فی الغنیة عن الحجة وحققناہ فی فتاوٰنا** (غنیہ میں حجہ کے حوالے سے اس پر تصریح ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور مذاہب اربعہ حقّہ سے کسی دوسرے مذہب والے کے پیچھے حنفی کی اقتداء میں بھی چند صورتیں ہیں:

(۱) اس خاص نماز میں معلوم ہو کہ امام نے کسی فرض یا شرطِ وضو یا نماز یا امامت مطابق مذہب حنفی کی رعایت نہ کی **وقد المسنابیبان بعضه مع ماله وعلیه فی فتاوٰنا** (ہم نے اپنے فتاوٰی میں اس پر کچھ تفصیل سے اعتاضات مع جوابات ذکر کئے ہیں۔ ت) اس صورت میں اُس کے پیچھے حنفی کی نماز محض باطل۔

(۲) خاص نماز کا حال معلوم نہ ہو مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ غالبًا امور مذکورہ میں مذہب حنفی کی مراعات نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

(۳) عادت بھی معلوم نہیں تو اس کی امامت مکروہ ہے اور ارجح یہ کہ اب یہ کراہت تحریمی نہیں۔

(۴) عادت یہ معلوم ہے کہ ہمیشہ مراعات کا التزام کرتا ہے تو صورت سوم سے حکم اخف ہے مگر ایک گُونہ کراہت سے ہنوز خالی نہیں۔

(۵) خاص اس نماز کا حال معلوم ہے کہ اس بار اس نے جمیع امور مذکورہ کی رعایت کی ہے تو اب عندالجمہور کراہت اصلاً نہیں اگرچہ پہلے عادت عدم مراعات رکھتا ہو پھر بھی افضل یہی ہے کہ مل سکے تو موافق المذہب کی اقتداء کرے۔

---

[1] درمختار باب الامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

[2] ردالمحتار باب الامامة مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۵

فی الدرالمختار تکرہ خلف مخالف کشافعی لکن فی وترالبحر ان تیقن المراعاۃ لم یکرہ او عدمہالم یصح وان شك کرہ[1] اھ وقد فصلنا القول فیہ فیما علی ردالمحتار۔	دُرمختار میں ہے مخالف مذہب کے پیچھے نماز مکروہ ہے مثلاً شافعی المسلک -------بحرالرائق کی وتر کی بحث میں یوں تفصیل ہے اگر مقتدی کو اس بات کا یقین ہو کہ شافعی المذہب دوسرے مسلک کی شرائط وارکان کی رعایت کرتا ہے تو اقتداء میں کراہت نہیں، اور عدم رعایت کا یقین ہو تو اقتداء صحیح نہیں ہے اور اگر رعایت اور عدمِ رعایت میں شک ہو تو مکروہ اھ اس بارے میں ہم نے ردالمحتار پر اپنے حاشیہ میں تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قولہ فی وتر البحر الخ ھذا ھوالمعتمد لان المحققین جنحوا الیہ وقواعد المذھب شاھدۃ علیہ وقال کثیرمن المشائخ ان عادتہ مراعاۃ مواضع الخلاف جاز والا فلا. قولہ ان تیقن المراعاۃ ای فی الفرائض من شروط وارکان فی تلك الصلاۃ وان لم یراع فی الواجبات والسنن کماھوظاھر سیاق کلا م البحر وظاھر کلام شرح المنیۃ ایضا وفی رسالۃ الملّا علی قاری ذھب عامۃ مشائخنا الی الجواز اذاکان یحتاط فی موضع الخلاف والا فلاوالمعنی انہ یجوزفی المراعی بلاکراھۃ وفی غیرمعھا[2] اھ مختصرا	ماتن کا قول فی وترالبحرالخ یہی قول معتمد ہے کیونکہ محققین کا اس کی طرف میلان ہے اور قواعد مذہب بھی اسی پر شاہد ہیں اور کثیر مشائخ کا قول ہے اگر اس امام کی عادت موضع اختلاف میں رعایت کرنا ہو تو اقتداء جائز ورنہ جائز نہیں، ماتن کا قول ان تیقن المراعاۃ سے مراد یہ ہے کہ وہ فرائضِ نماز یعنی شروط و ارکان کی رعایت کرتا ہوا اگرچہ واجبات و سنن کی رعایت نہ کرتا ہو جیسا کہ بحرالرائق کے سیاقِ کلام سے ظاہر ہے شرح المنیہ کی عبارت سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ ملّا علی قاری کے رسالے میں ہے کہ جو امام مواضع اختلاف میں احتیاط اور رعایت کرتا ہو تو ہمارے اکثر مشائخ جوازِ اقتداء کے قائل ہیں ورنہ اقتداء جائز نہیں اور معنی یہ ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتداء بلاکراہت جائز اور نہ رعایت کرنے والے کی اقتداء کراہت کے ساتھ جائز ہے اھ مختصراً (ت)

---

[1] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی ۱/۴۱۶

امام بحر الرائق (نے) مجتبٰی سے (نقل کیا) ہے:

وذاکان مراعیافالاقتداء به صحیح علی الاصح ویکره والا فلا یصح اصلا[1] اھ (ملخصا) **اقول:** والتوفیق بنفی کراهة التحریم فی المراعی واثبات کراهة التنزیه۔	اگر وہ شافعی المذہب رعایت کرنے والاہو تو اصح قول کے مطابق اسکی نماز صحیح اور مکروہ ہے ورنہ بالکل صحیح نہیں اھ ملخصًا (ت) **اقول:** (میں کہتا ہوں) ان میں موافقت یُوں ہے کہ رعایت کرنے والے کی اقتداء میں کراہت تحریمی کی نفی اور کراہت تنزیہی کا اثبات ہو۔ (ت)

نیر بحر میں ہے:

الاقتداء بالشافعی علی ثلثة اقسام الاول ان یعلم منه الاحتیاط فی مذهب الحنفی فلا کراهة الثانی ان یعلم منه عدمه فلاصحة ، لکن اختلفوا هل یشرط ان یعلم منه عدمه فی خصوص مایقتدی به او فی الجملة صحح فی النهایة الاول وغیره اختار الثانی ، وفی فتاوی الزاهدی (اذا راه احتجم) ثم غاب فالاصح انه یصح (الاقتداء به لانه یجوزان یتوضأ احتیاطًا) وحسن الظن به اولی، الثالث ان لایعلم شیئا فالکراہة[2]۔	شافعی امام کی اقتداء کی تین صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ شافعی سے مذہب حنفی کی رعایت کرنا معلوم ہو تو اس کی اقتداء میں کراہت نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اس سے عدمِ رعایت معلوم ہو تو اسکی اقتداء درست نہیں، لیکن فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا یہ شرط ہے کہ اس سے عدمِ رعایت کا علم خاص اس نماز کے اعتبار سے ہے جس میں اقتداء مطلوب ہے یا فی الجملۃ کا اعتبار ہے۔ نہایہ میں پہلے قول کو صحیح قرار دیا ہے اور دیگر کتب نے دوسرے قول کو اختیار کیا ہے اور فتاوٰی زاہدی میں ہے کہ جب کوئی حنفی شافعی کو دیکھے کہ اس نے پچھنے لگوائے پھر وہ غائب ہوگیا تو اصح مذہب یہ ہے کہ اس کی اقتداء درست ہے کیونکہ ممکن ہے اس نے احتیاطًا وضو کرلیا ہو اور اس کے ساتھ حسنِ ظن رکھنا بہتر اور اولٰی ہے۔ تیسری

---

[1] بحر الرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۵۱/۱

[2] بحر الرائق باب الوتر والنوافل مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۴۶/۲

ف: اس عبارت میں قوسین کے درمیان والی عبارت کا اضافہ ضرورت کے تحت کیا ہے اصل میں عبارت ملخصًا مذکور ہے جو قوسین سے باہر ہے۔

نذیر احمد

صورت یہ ہے کہ امام کے بارے میں کسی قسم کا علم نہ ہو (یعنی رعایت کا نہ عدمِ رعایت کا) تو اس صورت میں اس کی اقتداء مکروہ ہوگی۔ (ت)

پس صورت مستفسرہ میں اگر صاحب دوم میں کوئی امر مفسد نماز ہے مثلًا قرآن عظیم کی غلط خوانی بحدِ افساد معنی یا اس خاص نماز کے وقتِ طہارت وغیرہا کسی شرطِ نماز یا شرطِ امامت کا فوت، جب تو ظاہر ہے کہ اس کی امامت کے کوئی معنی ہی نہیں۔ اب اگر صاحب اول میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج نہیں، مگر بوجہ اجتماع امردیت و حسنِ صورت اولٰی یہ ہے کہ کسی اور صحیح العقیدہ صحیح خواں کو امام کریں جس میں اصلًا کوئی وجہ کراہت نہ ہو اور اگر صاحب اول میں کراہت تحریم ہے تو واجب کہ دونوں کو چھوڑیں اور کسی اور صالح امامت کی اقتداء کریں، اسی طرح اگر صاحب دوم میں کوئی امر موجب کراہت تحریم ہے مثلًا داڑھی حدِ شرع سے کم کرنا یا فرائض و شرائطِ نماز میں مذہب حنفی کی پروانہ کرنا اگرچہ یہ دو[2] یا ایک بار اس کے افعال سے مشاہدہ ہوا ہو اور صاحب اول میں کوئی تحریم نہیں جب بھی یہی حکم ہے کہ صاحبِ اول سے بہتر امام نہ ملے تو اسی کو امام کرنا لازم اور دونوں میں کوئی وجہ کراہت تحریم ہے تو دونوں کے سوا تیسرا امام پیدا کریں، اور اگر صاحب دوم میں کوئی وجہ کراہت تحریم نہیں اور صاحب اول میں ہے تو حکم بالعکس ہوگا کہ اگر کوئی حنفی صالح امام نظیفہ ملے تو اُسی کی اقتداء کی جائے ورنہ صاحب دوم ہی کے پیچھے پڑھیں جبکہ اُس کی عادت سے معلوم ہے کہ مذہب حنفی کی رعایت کا التزام رکھتا ہے یا معلوم ہو کہ اس خاص وقت میں جامع جملہ شرائط امامت مطابق مذہبِ حنفی ہے اور اگر دونوں میں کوئی کراہت تحریم نہیں تو اگر معلوم ہو کہ صاحب دوم خاص اس وقت شرائط حنفیّہ ہے تو اور کوئی حنفی صالح نہ ملنے کی حالت میں اُسی کی امامت اولٰی کہ اس تقدیر پر اس کی امامت بلا کراہت ہے اور اگر حنفی ہوتا تو افضل ہوتا اور صاحب اول میں بوجہ امردیت و حسن کراہت ہے اور اگر خاص اس وقت شرائط جامعیت معلوم نہیں اور عادت مراعاۃ معلوم نہیں تو اور کوئی امام نظیف نہ ہونے کی حالت میں صاحب اول ہی کو ترجیح چاہئے کہ اب مذہب جمہور و مشرب منصور پر کراہت تنزیہ میں دونوں شریک ہوئے اور مخالف المذہب میں اس قدر زیادت ہے کہ اس کے پیچھے ایک قول پر مطلقًا نماز مکروہ تحریمی ہے اگرچہ مراعاۃ شرائط بھی کرے یہاں تک کہ اُس کی اقتدا پر تنہا نماز پڑھنے اور جماعت چھوڑنے کو بعض نے ترجیح دی۔ دالمحتار میں ہے:

خالفهم العلامة الشيخ ابراہيم البيری بناء علی كراهة الاقتداء بهم لعدم مراعاتهم فی الواجبات والسنن وان الانفراد افضل لولم يدرك امام مذہبه وخالفهم ايضا العلامة الشيخ رحمه الله السندی تلميذ ابن الهمام فقال الاحتياط فی	علامہ شیخ ابراہیم البیری نے ان حضرات کی اس بناء پر مخالفت کی ہے کہ ان کی اقتداء مکروہ ہے کیونکہ یہ واجبات و سنن میں رعایت نہیں کرتے اور اگر اپنے مذہب کا امام نہ ملے تو تنہا نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام ابن ہمام کے شاگرد شیخ سندی رحمہ اللہ تعالٰی نے بھی ان حضرات کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ

عدم الاقتداء به ولو مراعیا[1]۔ واللّٰه سبحنه و تعالٰی اعلم۔	اگرچہ مخالف رعایت کرنے والا ہو پھر بھی اقتدانہ کرنے میں احتیاط ہے (ت)

مسئلہ ۶۳۷: از مانوگاچہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خان بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمیع اہل اسلام شافعی مذہب میں عام جن میں ایک مرتبہ اور چند مرتبہ حج بھی کرآئے ہیں مگر تارک نماز سنّت ہیں کوئی بھی کسی وقت کی نمازِ سنت ادا نہیں کرتا صرف فرض ادا کرلیتے ہیں، ان کی امامت واسطے پیر وامام حنفی کے کیسی ہے؟

الجواب:

شبانہ روز میں بارہ رکعتیں سنّت موکدہ ہیں، دو۲ صبح سے پہلے، اور چار۴ ظہر سے پہلے اور دو بعد، اور دو مغرب وعشاء کے بعد، جوان میں سے کسی کو ایک آدھ بار ترک کرے مستحقِ ملامت وعتاب ہے اور ان میں سے کسی کے ترک کا عادی گناہگار وفاسق ومستوجبِ عذاب ہے اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، اور اس کو امام بنانا گناہ ہے۔ صرح به الغنية عن الحجة (اس کے بارے میں حجہ کے حوالے سے غنیہ میں تصریح ہے۔ ت) واللّٰه تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۶۳۸: از مانوگاچہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الآخر یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ عام دستور اور رواج اس ملک کا ہے کہ مستورات باہر نکلتی ہیں ڈولی یا پالکی کا نہ دستور ہے نہ جانتی ہیں غرضکہ پردہ قطعی نہیں ہے کسی تقریب یا عیادت یا کسی ضرورت کو پاپیادہ جانا، پوشش ان کی بجائے پاجامہ ایک تہبند مثل غلاف تکیہ کمر سے گھٹنوں تک بدن پر مثل ہندوستانی چھوٹے کپڑے یا دوپٹہ کے استعمال میں نہیں، ایک چُغہ کے مثل پہنتی ہیں جو نیچا پیر کے تلے تک ہوتا ہے۔ رہا سر کا پردہ، جب گھر سے نکلنا ہوُا تو ایک تہبند مثل بالا تحریر کے اندر جسم میں پہن لیا، سر اور کمر تک کا پردہ ہوجاتا ہے۔ مگر چہرہ کُھلے رکھنے کی عادت ہے، ہاتھ البتہ بحفاظت پردہ میں رہتے ہیں، ان کا نکلنا عام وارثوں کی اجازت سے ہے بلکہ خاوند یا وارث ہمراہ ہوتے ہیں، یہ طریقہ عام ہے خواہ نواب ہو خواہ غریب، ان لوگوں کی امامت کیسی ہے؟

الجواب:

عورت اگر نامحرم کے سامنے اس طرح آئے کہ اُس کے بال گلے اور گردن یا پیٹھ یا کلائی یا پنڈلی کا کوئی حصہ ظاہر ہو یا لباس ایسا باریک ہو کہ ان چیزوں سے کوئی حصہ اُس میں سے چمکے تو یہ بالاجماع حرام اور ایسی وضع ولباس کی عادی عورتیں فاسقات ہیں، اور ان کے شوہر اگر اس پر راضی ہوں یا حسبِ مقدور

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۷

بندوبست نہ کریں تو دیوّث ہیں، اور ایسوں کو امام بنانا گناہ۔ اور اگر تمام بدن سر سے پاؤں تک موٹے کپڑے میں خوب چُھپا ہُوا ہے صرف منہ کی ٹکلی کُھلی ہوئی جس میں کوئی حصہ کان کا یا ٹھوڑی کے نیچے کا یا پیشانی کے بال کا ظاہر نہیں تو اب فتوٰی اس سے بھی ممانعت پر ہے اور یہ امر شوہروں کی رضا سے ہو تو اُن کی امامت سے بھی احتراز انسب کہ سد فتنہ اہم واجبات شرعیہ سے ہے **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۶۳۹: از مانوگاجہ ملک پیراگ مرسلہ نیاز محمد خاں بدایونی ۳ ربیع الاخری یوم سہ شنبہ ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ استنجاء کلوخ سے نہیں اسی وقت پیشاب کیا اور فورًا پانی سے استنجاء لے لیا ان کی امامت کیسی ہے؟

الجواب:

اس صورت میں ترک سنّت ضرور ہے مگر صرف پانی اگر انقطاع قطرہ ہو جاتا اور ان لوگوں کو اطمینان مل جاتا ہے تو یہ امر اس حد کا نہیں جس کے ترک پر ان کی امامت کو ناجائز کہا جائے جبکہ ان کا منشاء کوئی امر قبیح مثل استخفاف سنت حضرت امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۶۴۰: از حیدرآباد دکن مرسلہ حسین خان بوساطت مولوی ضیاء الدین صاحب ۵ ربیع الآخر ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متینِ مصطفٰی اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب نے مذہب حنفی ترک کرکے مذہب حنبلی اختیار کیا ہے اور وجہ تبدیل مذہب یہ بتاتے ہیں کہ قریب زمانہ وقت حضرت جناب سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے مذہب حنبلی اختیار فرمایا اس لئے میں نے بھی تبدیل مذہب کیا، بس بصورت صحت بیان مولوی صاحب نسبت تبدیل مذہب اقتدائے مولوی صاحب حسب اصول حنفیّہ درست ہے یا نہیں جبکہ وہاں کثرت سے حنفی لوگ لائقِ اقتدا موجود ہوں۔

الجواب: ان بلاد میں کہ جہاں نہ حنبلی مذہب کے عالم ہیں نہ کتابیں، حنفیت چھوڑ کر حنبلیت اختیار کرنا ہرگز جائز نہیں، انتقال کرنے والا مذہب حنفی کا عالم تھا تو یہ انتقال صراحۃً مراد شرع کے مضاد ہوگا کہ شرع نے طلب علم کا حکم فرمایا اور یہ ترک علم وطلب جہل کرتا ہے حاشاللہ حنبلیت جہل نہیں چاروں مذہب حق وہدی ورشاد ہیں مگر جہاں نہ جس مذہب کے عالم نہ کتابیں وہاں اس کا اختیار صراحۃً اپنے جہل کا اختیار ہے اور اگر اول سے جاہل تھا تو اپنے لئے علم و عمل کا دروازہ بند کرتا ہے احکامِ حنفیت سے آگاہ نہ تھا تو فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ[1] (اہل ذکر سے پوچھو۔ ت) کے امتثال پر تو قادر تھا اب کہ وُہ مذہب اختیار کرتا ہے جس کے اہلِ ذکر بھی یہاں نہیں تو صراحۃً جہل کے ساتھ عجز ملتا اور اپنے منہ پر شریعت مطہرہ کا بند کرتا ہے **واللہ الهادی**

---

[1] القرآن ۱۶/۴۳

مسئلہ نمبر ۶۴۱: از کلی ناگر پرگنہ پورن ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی ۵ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ منکوحہ زید کو لفظ طلاق کہنے کا ثبوت نہ پا کر پندرہ بیس مردمانِ اہلِ اسلام نے مشورہ کرکے اپنا پیش امام مقرر کیا اور مسئلہ دیکھا کہ جس پر مواہیر علمائے دین چسپاں تھیں اور علمائے دین نے نماز پڑھانے کی اجازت زید کو دی اور پیش امام مدّت دراز سے امامت کرتے ہیں اور نمازِ جمعہ بھی پڑھاتے ہیں اور پیش امام حرام کاروں کو بھی نصیحت کرتے ہیں اور حرام کاروں نے نصیحت کرنے کے سبب سے دو جماعتیں کرلی ہیں۔ اب ایک مولوی صاحب ان کے یہاں وارد حال مقیم ہیں کہ جو غیر اللہ کا جانور ذبح کرتے ہیں مولوی صاحب بھی انکے یہاں کھاتے ہیں جمعہ کے روز وہ لوگ جو امام سے برگشتہ تھے مولوی صاحب کو مسجد میں لائے اور بروقت آنے مولوی صاحب کے پیش امام اُٹھے اور منبر پر بیٹھ گئے اور اذان کا حکم دیا کہ اذان پڑھو، اور جو لوگ پیش امام سے برگشتہ تھے اور مولوی صاحب کو لائے تھے پیش امام سے کہا منبر سے تم اترو یہ مولوی صاحب نماز پڑھائیں گے، جن مردمانِ اہل اسلام نے کہ پیش امام اپنا مقرر کیا تھا اور جو پیش امام منبر پر بیٹھے تھے اُن کے روبرو اذان کہی گئی اس پر مولوی صاحب بولے کہ یہ پیش امام طلاقی ہے اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے، پیش امام نے اسی وقت مسئلہ باجازت نماز بمواہیر علمائے دین پیش کیا مولوی صاحب نے مسئلہ دیکھ کر پھینک دیا اور کہا کہ یہ مسئلہ درست نہیں، یہ کلام مولوی صاحب کا سن کر جن اہلِ اسلام نے اپنا پیش امام مقرر کیا تھا پیش امام سے کہا کہ نماز پڑھاؤ اور مولوی صاحب سے کہا کہ ہم کو اعتبار اس مسئلہ کا ہے کہ جس پر مواہیر علمائے دین موجود اور چسپاں ہیں اگر یہ مسئلہ غلط ہوتا تو مواہیر علمائے دین کیونکر اس پر چسپاں کرتے، اگر تمہاری نماز ان کے پیچھے نہیں ہوسکتی ہے تو نہ ہو ہماری نماز ہوسکتی ہے، یہ کلام اہلِ اسلام کا سُن کر مولوی صاحب مسجد سے باہر چلے گئے اور بعد ہوجانے نمازِ جمعہ کے پھر مسجد میں آئے اور دوسری مرتبہ مولوی صاحب نے خطبہ پڑھا اور جمعہ کی نماز پڑھائی، تو حاصل کلام یہ کہ اول جمعہ کی نماز ہوجانے کے بعد دوسری نماز جمعہ کی ہوسکتی ہے اور مولوی صاحب جدید وارد حال امامت کے لائق ہیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جمعہ کے لئے امام وہی ہوسکتا ہے جس کا تقرر بادشاہِ اسلام سے چلا آتا ہے یا وہ کہ جسے بضرورت عام مسلمان مقرر کرلیں نمازِ جمعہ قصداً چھوڑ کر چلا جانا اور پھر بعد ختمِ جماعت اپنے چند آدمیوں کو لاکر اُسی مسجد میں دوبارہ خطبہ ونماز قائم کرنا ہر گز جائز نہیں، یہ پچھلی نماز نہ ہوئی، اور یہ دوسرا شخص گنہگار ہُوا، اور فتوی شرعی کو زمین پر پھینک دینے سے اُس کا حکم بہت سخت ہوگیا۔ عالمگیری وغیرہ میں اسے کفر تک لکھا ہے۔ یہ جدید شخص امام بنانے کے لائق نہیں، **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۶۴۲: از کلی ناگر پرگنہ پُورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی صاحب ۵ جمادی الآخرہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص مدّتِ دراز سے امامت کرتا ہے اور بہ مشورہ اہلِ اسلام پیش امام ہے اور بعد اس امامت کرنے کے پیش امام نے اپنے گھر میں حرام کرایا اور ایک عورت کا حرام پیٹ اپنے گھر میں گروایا تو اب اس کو امامت کرنی چاہئے یا نہیں؟

الجواب:

اگر ثابت ہو کہ اس نے حرام کروایا یا حرام کا سامان جمع کیا یا حرام میں کسی طرح ساعی ہوا یا اس پر راضی ہوا تو وہ فاسق ہے اُسے ہر گز امامت نہ کرنی چاہئے اور اگر ان میں سے کچھ نہ تھا بلاکلہ عورت کسی طرح معاذاللہ حرام میں مبتلا ہوئی اور اُسے حمل رہا اُس نے اس کی پردہ پوشی کے لئے اسقاط حمل کروایا جبکہ بچہ میں جان نہ پڑی تھی تو اس پر الزام نہیں بلاکلہ پردہ پوشی امر حسن ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۶۴۳: از کلی ناگر پرگنہ پُورن پور ضلع پیلی بھیت مرسلہ اکبر علی خان ۵ جمادی الاخری ۱۳۲۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ پیش امام نے اپنے نفس کے واسطے جھوٹ بولا اور یہ کہا میرے گھر آگ لگ گئی ہے تو اس سے پیش امام کی امامت میں فرق تو نہیں آیا اور یہ پیش امام امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر اس نے جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکہ دیا اُن سے کچھ مال وصول کیا تو وہ فاسق ہے امامت سے معزول کیا جائے اور اگر مراد یہ نہیں تو مراد واضح کی جائے کہ اُس کا جواب دیا جائے، ایسے گول الفاظ سوال میں لکھنا نادانی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۶۴۴: از پیلی بھیت محلّہ منیر خاں مرسلہ جناب مولانا مولوی وصی احمد صاحب محدّث سُورتی رحمہ اللہ تعالٰی: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) کیا امامت میں شرعًا وراثت جاری ہے کہ امام مرجائے تو اُس کے بعد اُسی کی اولاد یا خاندان سے امام ہونا ضرور ہے، غیر شخص امام ہو تو اُن کے حق میں دست اندازی ہو۔

(۲) کیا اہلسنّت کے مذہب میں امامت حق خاندانی ہے کہ امام کے بعد اُس کے خاندان سے باہر جانا اُن کی حق تلفی ہے۔

(۳) امامت اصل حق علمائے دین کا ہے یا جاہلوں کا۔

(۴) اگر امامت کے شرعًا احق ولائق علماء ہیں تو جو لوگ عالم دین، صالح، متدیّن، جامع جملہ شرائط امامت کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امام بنائیں یا بنانا چاہیں یا اس میں کوشش کریں اُن پر شرعًا الزام ہے یا نہیں۔

(۵) امامت پنجگانہ وامامت جمعہ وعیدین کا ایک ہی حکم ہے یا کیا فرق ہے۔

(۶) اگر کسی گھرانے میں سابق سے امامت رہی پھر ان کے ایک شخص سے مسلمانوں نے ناراض ہو کر اسے امامت سے معزول کیا ہو اور باآنکہ اس خاندان میں دو تین شخص اور اسی کے مثل موجود ہوں اُن کے ہوتے ہوئے ایک عالم دین کو امامت کے لئے منتخب کیا اور برسوں اس عالم یا اُس کے نائب نے جمعہ پڑھایا اور اس گھرانے والوں نے بھی بلانزاع اُس کے پیچھے نمازِ جمعہ پڑھی ہو پھر کئی سال کے بعد دفعۃً وہ لوگ مدعی ہوں کہ امامت ہمارا حق خاندانی ہے اور اس بناپر عالم کی امامت چھیننا چاہیں تو اُن کا یہ فعل محمود یا مذموم و ممنوع، اور یہ دعوٰی مسموع ہے یا ممنوع و مدفوع، اور اگر اب یہ لوگ زمانہ ریاست اسلام کی کوئی سند مہری ظاہر کریں کہ امامت ہمارے ہی خاندان کی ہے تو وہ سند شرعًا مستند ہے یا نہیں۔

(۷) اگر یہ لوگ اپنے اوپر علمِ دین کی ترجیح دفع کرنے کو حدیث **صلوا خلف کل بر و فاجر** (ہر نیک اور فاجر کے پیچھے نماز ادا کرلو۔ت) پیش کریں تو ان کا استدلال صحیح ہے یا باطل۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) امامت میں وراثت جاری نہیں ورنہ سہام فرائض پر تقسیم ہو اور بحکم آیہ کریمہ **يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ**[1] اللہ تعالٰی تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتا ہے کہ دو بیٹیوں کے برابر بیٹے کا حصہ ہوگا۔ت) دوہرا حصہ بیٹوں کو ملے اور اکہرا بیٹیوں کو اور بحکم آیہ کریمہ **فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ**[2] (ان بیویوں کے لئے آٹھواں حصہ ہے اگر خاوند اولاد چھوڑ گئے ہوں۔ت) آٹھویں دن کی امامت بی بی کو ملے بلالکہ پیٹ کے بچّے بھی امامت کا حصہ پائیں کہ شرعًا وارث تو وہ بھی ہیں، عورات واطفال کا اصلًا اہلِ امامت نہ ہونا ہی دلیل واضح کہ امامت میں وراثت نہیں کہ وراثت خاندانی اُسی شیئ میں جاری ہو سکتی ہے جو ہر وارث کو پہنچ سکے بلالکہ سب کو معًا پہنچنا لازم، اور امامت میں تعدد محال، تو کس بناپر کہا جاسکتا ہے کہ امام کے بعد اُس کے وارثوں ہی میں امامت ضرور ہے، یہ صریح جہل مبین ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعتقادھم ان خُبزالاب لابنه لایفید لمافیه من تغیر حکم الشرع ومخالفة شرط الواقف واعطاء الوظائف من تدریس وامامة وغیرھا الی غیر مستحقھا[3] وکذلك اعتقادھم ان الارشد اذا	ان کا یہ اعتقاد کہ باپ کی روزی بیٹے کے لئے ہے مفید نہیں، کیونکہ اس میں حکمِ شرع کی تبدیلی ہے اور واقف کی شرط کی مخالفت ہے اور تدریس، امامت وغیرہ پر غیر مستحق کے لئے وظائف کا عطا کرنا ہے۔ اسی طرح ان کا یہ اعتقاد کہ زیادہ صاحب عقل اپنی مرضِ موت میں جب اپنی

---

[1] القرآن ۴/ ۱۱

[2] القرآن ۴/ ۱۲

[3] ردالمحتار مطلب فیما شاع فی زماننا من تفویض نظرالاوقاف للصغیر مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۴۲۲

فوض واسند فی مرض موته لمن اراد صح لان مختار الارشد ارشد فهو باطل لان الرشد صفة قائمة بالرشید لاتحصل له بمجرد اختیار غیره له کما لا یصیرالشخص الجاهل عالما بمجرد اختیار الغیرله فی وظیفة التدریس وکل هذه امورنا شئة عن الجهل واتباع العادة المخالفة لصریح الحق بمجرد تحکیم العقل المختل ولاحول ولا قوة الا بالله العلی العظیم [1] (ملخصا) والله تعالٰی اعلم	مرضی کے مطابق کسی کو ک حقوق تفویض کردیتا ہے تو صحیح ہے کیونکہ عقلمند کا اختیار درست ہی ہوتا ہے، پس یہ باطل کیونکہ وقف کے معاملات میں رشد ایسی صفت ہے جو رشید کے ساتھ قائم ہوتی ہے، یہ محض غیر کی پسندیدگی کی وجہ سے کسی کو حاصل نہیں ہوجاتی، جیساکہ جاہل شخص کے لئے غیر کے محض وظیفہ تدریس پسند کرنے سے جاہل عالم نہیں بن سکتا، یہ تمام امور جہالت اور ایسی عادت پر مبنی ہیں جو عقل میں خلل کی بنا پر صریح حق خلاف حکم جاری کرتی ہے لاحول لاقوۃالّا باللہالعلی العظیم (ملخصًا) واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۲) اہلسنت کے مذہب میں امامت حق خاندانی نہیں کہ یہ رافضیوں میں جاہل رافضیوں کا خیال ہے۔ اسی بنا پر ان کے نزدیک امامت بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ تھی۔ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کو معاذ اللہ ناحق پہنچی کہ مولٰی علی حضور کے خاندان اقدس میں سے تھے نہ شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین، آج تک اُن کے جہال عوام کو یہی بہکاتے ہیں کہ خاندان کی چیز خاندان سے باہر نہیں جاسکتی صدیق وفاروق کیونکر مستحق ہوگئے، اور اہلسنت یہی جواب دیتے ہیں کہ یہ دنیوی وراثت نہیں دینی منصب ہے اور میں وہی مستحق ومقدم رہے گا جو افضل ہو۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) امامت اصل حق حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ہے کہ نبی اپنی امّت کا امام ہوتا ہے قال اللہ تعالٰی **اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ** [2] (اللہ تعالٰی کا فرمان ہے بلاشبہ میں آپکو لوگوں کا امام بنانے والا ہوں۔ ت) (۲)

اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تو نبی الانبیاء وامام الائمہ ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، اور ہر عاقل جانتا ہے جہاں اصل تشریف فرمانہ ہو وہاں اُس کا نائب ہی قائم ہوگا نہ کہ غیر اور تمام مسلمان آگاہ ہیں کہ علمائے دین ہی نائبانِ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں نہ جہال، تو امامت خاص حقِ علماء ہے اس میں جہال کو اُن سے منازعت کا اصلًا حق نہیں، ولہذا علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے احق بالامامۃ اعلم قوم ہے:

---

[1] ردالمحتار مطلب فیما شاع فی زماننا من تفویض نظر الاوقاف للصغیر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۲۲

[2] القرآن ۲/ ۱۲۴

تنویر الابصار و دُرمختار وغیرہما میں ہے:

الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا مجمع الانہر الاعلم باحکام الصلوٰۃ[1]۔	امامت کے لئے مقدم ہونے بلکہ مقرر کرنے میں زیادہ حقدار وہ ہے مجمع الانہر جو شخص احکام نماز سے زیادہ آگاہ ہو۔ (ت)

(۴) بیشک جو عالمِ دین کے مقابل جاہلوں کو امام بنانے میں کوشش کرے وہ شریعتِ مطہرہ کا مخالف اور اللہ ورسول اور مسلمانوں سب کا خائن ہے۔ حاکم، وعقیلی، طبرانی وابن عدی وخطیب بغدادی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھوارضی اللہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ و المؤمنین[2]۔	جو کسی جماعت سے ایک شخص کو کام مقرر کرے اور اُن میں وُہ موجود ہو جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسندیدہ ہے بیشک اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی۔ (ت)

(۵) امامت جمعہ وعیدین وکسوف، امامت نماز پنجگانہ سے بہت تنگ تر ہے۔ پنجگانہ میں ہر شخص صحیح الایمان، صحیح القراۃ، صحیح الطہارۃ، مرد عاقل، بالغ، غیر معذور امامت کر سکتا ہے یعنی اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی اگرچہ بوجہ فسق وغیرہ مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہو **تجوز الصلاۃ خلف کل بر وفاجر** (نماز ہر نیک وفاجر کے پیچھے جائز ہے۔ ت) کے یہی معنی ہیں مگر جمعہ و عیدین وکسوف میں کوئی امامت نہیں کرسکتا اگرچہ حافظ قاری متقی وغیرہ وغیرہ فضائل کا جامع ہو مگر وُہ جو بحکم شرع عام مسلمانوں کا خود امام ہو کہ بالعموم اُن پر استحقاقِ امامت رکھتا ہو، یا ایسے امام کا ماذون و مقرر کردہ ہو اور یہ استحقاق علی الترتیب صرف تین طور پر ثابت ہوتا ہے۔

اوّل: وہ سلطان اسلام ہو۔

ثانی: جہاں سلطنت اسلام نہیں وہاں امامتِ عامہ اس شہر کے اعلم علمائے کو ہے۔

ثالث: جہاں یہ بھی نہ ہو وہاں بمجبوری عام مسلمان جسے مقرر کرلیں، بغیر ان صورتوں کے جو شخص نہ خود

---

[1] دُرمختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۸۲

[2] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/۹۲

ف: مستدرک میں فیھم کی جگہ فی تلک العصابۃ کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

ایسا امام ہے نہ ایسے امام کا نائب وماذون ومقرر کردہ، اس کی امامت ان نمازوں میں اصلاً صحیح نہیں، اگر امامت کرے گا نماز باطل محض ہوگی، جمعہ کا فرض سر پر رہ جائے گا، ان شہروں میں کہ سلطانِ اسلام موجود نہیں اور تمام ملک کا ایک عالم پر اتفاق دشوار ہے، اعلم علمائے بلد کہ اس شہر کے سنّی عالموں میں سب سے زیادہ فقیہ ہو، نماز کے مثل مسلمانوں کے دینی کاموں میں ان کا امام عام ہو اور بحکم قرآن عظیم اُن پر اُس کی طرف رجوع اور اسکے ارشاد پر عمل فرض ہے، جمعہ وعیدین وکسوف کی امامت وہ خُود کرے یا جسے مناسب جانے مقرر کرے اُس کے خلاف پر عوام بطور خود اگر کسی کو امام بنالیں گے صحیح نہ ہوگا کہ عوام کا تقرر بمجبوری اس حالت میں روا رکھا گیا ہے جب امام عام موجود نہ ہو، اُس کے ہوتے ہوئے اُن کی قرارداد کوئی چیز نہیں۔ تنویر الابصار ودر مختار باب الجمعہ میں ہے:

یشترط لصحتها سبعة اشیاء الاول المصر وفناءہ والثانی السلطان اوماموره باقامتها[1]۔	جمعہ کی صحت کے لئے سات ۷ اشیاء کا ہونا شرط ہے پہلی شہر اور فناءِ شہر، دوسری خود بادشاہ یا وُہ شخص جس کو بادشاہِ وقت نے جمعہ قائم کرنے کی اجازت دی ہو۔ (ت)

فتاوٰی امام عتابی پھر حدیقہ ندیہ شرح محمدیہ مطبوعہ مصر جلد اول ص ۲۴۰ میں ہے:

اذاخلی الزمان من سلطان ذی کفایة فالامور مؤکلة الی العلماء ویلزم الامة الرجوع الیهم یصیرون ولاة فاذاعسر جمعهم علی واحد استقل کل قطر باتباع علمائه فان کثروا فالمتبع اعلمهم فان استووا اقرع بینهم[2]۔	جب زمانہ ذی کفایت سلطان سے خالی ہوجائے تو معاملات علماء کے سپرد کئے جائیں اورامت پر ان علماء کی طرف رجوع لازم ہوگا اور وہی حکمران کہلوائیں گے اگر کسی معاملہ پر سب کا اتفاق مشکل ہوجائے تو ہر علاقہ والے اپنے علماء کی اتباع کریں، اگر زیادہ علماء ہوں تو جوان میں سب سے زیادہ صاحب علم ہو اس کی اتباع کریں، اگر سب برابر ہوں تو قرعہ اندازی کرلی جائے (ت)

اللہ عزّوجل فرماتا ہے:

اَطِیْعُوااللّٰهَ وَ اَطِیْعُواالرَّسُوْلَ وَ اُولِی	اللہ کی اطاعت کرواور اس کے رسول کی اطاعت کرو

---

[1] در مختار باب الجمعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۹

[2] حدیقہ ندیۃ شرح طریقہ محمدیۃ النوع الثالث فی بیان العلوم المندوب الیها مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۳۵۱

لْاَمْرِ مِنْكُمْ [1]	اور اپنوں میں سے اولی الامر کی اطاعت کرو۔ (ت)

آئمہ دین فرماتے ہیں صحیح یہ ہے کہ آیہ کریمہ میں اولی الامر سے مراد علمائے دین ہیں نص علیہ العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب وغیرہ فی وغیرہ (اس پر علامہ زرقانی نے شرح المواہب اور دیگر علماء نے اپنی کتب میں تصریح کی ہے۔ ت) دُرمختار میں ہے:

نصب العامۃ الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر اما مع عدمھم فیجوز للضرورۃ [2]۔	عوام کا خطیب مقرر کرنا اس وقت معتبر نہیں ہے جبکہ مذکورہ افراد موجود ہوں، اگر مذکورہ افراد نہ ہوں تو عوام کا خطیب مقرر کرنا ضرورت کے تحت جائز ہے۔ (ت)

فتاوٰی قاضی خان ودُرمختار وغیرہا میں ہے:

خطیب بلا اذن الامام والامام حاضر لم یجز [3] الا ان یکون الامام امرہ بذلك [4] واللہ تعالٰی اعلم ۔	اگر کسی نے امام کی اجازت کے بغیر خطبہ دیا حالانکہ امام حاضر تھا تو یہ جائز نہیں البتہ اس صورت میں جائز ہوگا جب امام نے اسے اس بات کا حکم دیا ہو۔ (ت)

(۶) عالم سے اُن کی منازعت مذموم وممنوع اور ان کا دعوی مردود ونامسموع، جوابات سابقہ میں واضح ہولیا کہ امامت میں وراثت نہیں، نہ وہ کسی کا حقِ خاندانی ہے بلاکہ حقِ علمائے دین ہے اور انھیں کو تقدیم وترجیح ہے خصوصًا امامت جمعہ وعیدین کہ یہاں بے اُن کے اذن کے محض باطل ہے اور سالہاسال تک عالم کا امامت کرنا اور ان کا معترض نہ ہونا دلیل واضح ہے کہ وہ عامیانہ خیالات کے طور پر بھی کوئی استحقاق محکم اس کا نہ رکھتے تھے کہ ان کے خاندانی سے باہر کوئی امام نہ ہو، نہ اس وقت ان کے پاس کوئی سند تھی ورنہ ضرور ظاہر کرتے، امامت اگر ان کا خاندانی حق ہوتی ہرگز سالہاسال دوسرے کو اُس میں تصرّف کرتے دیکھ کر ساکت نہ رہتے، اب کہ منازعت تازی بات (نیا معاملہ) ہے جس طرح ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جب ایک شخص کسی شے ئ میں برسوں تصرف کرے اور دوسرا دیکھے اور مانع نہ ہو پھر دعوی کرے کہ میرا حق ہے تو اس کا دعوی ہرگز مسموع نہ ہوگا۔ عقود الدریہ میں فتاوٰی علّامہ غزی سے ہے:

سئل عن رجل له بیت فی داریسکنه	ایک ایسے آدمی کے بارے میں پُوچھا گیا جس کا ایک

---

[1] القرآن ۴/ ۵۹

[2] در مختار باب الجمعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۰

[3] ردالمحتار باب الجمعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۹۴

[4] فتاوٰی قاضی خان باب صلوٰۃ الجمعہ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۸۶

مدة تزيد على ثلث سنوات وله جار بجانبه والرجل المذكور يتصرف فى البيت المذبور هدما وعمارة مع اطلاع جاره على تصرفه فى المدة المذكورة تسمع دعواه ام لا اجاب لا تسمع دعواه على ما عليه الفتوى[1]۔	گھر ہے وہ اس میں تین سال سے زائد عرصہ سے قیام پذیر ہے اور اس کی ایک جانب پڑوسی بھی ہے مذکورہ شخص اس گھر میں گرانے اور بنانے ہر طرح کا تصرف کرتا ہے اور مدّت مذکورہ میں اس کا پڑوسی اس کے تصرف سے آگاہ بھی ہے تو کیا اس کا دعوی قابل سماعت ہوگا یا نہیں؟ اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مفتی بہ قول کے اس کا دعوی قابل سماعت نہیں۔ (ت)

اسی میں ہے:

مجرد الاطلاع على التصرف مانع من الدعوى[2]۔	تصرف پر محض اطلاع ہی دعوی سے مانع ہوتی ہے۔ (ت)

اور مجرد سند اگرچہ مہری ہو کوئی حجّت شرعی نہیں، نہ ہرگز ثبوت میں پیش ہونے کے قابل۔ فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے:

احضر صکًا فيه خطوط العدول والقضاة الماضيين وطلب من القاضى القضاء بذلك الصك قالوا ليس للقاضى ان يقضى بذلك الصك لان القاضى انما يقضى بالحجة والحجة ھ البينة اوالاقرار واما الصك فلا يصلح حجة لان الخط يشبه الخط[3]۔	کسی شخص نے ایسا اشٹام پیش کردیا جس میں ماضی کے حکمران اور قاضیوں کے دستخط تھے اور قاضی سے اس اشٹام کے مطابق فیصلہ چاہا تو فقہاء کہتے ہیں کہ قاضی اس اشٹام کے مطابق فیصلہ نہیں کرسکتا کیونکہ قاضی دلیل وحجّت کا پابند ہوتا ہے اور حجت گواہ یا اقرار کا نام ہے، رہا معاملہ اشٹام کا وہ قابل حجت نہیں کیونکہ تحریر ایک دوسرے سے مشابہ ہوسکتی ہے۔ (ت)

اشباہ والنظائر میں ہے: لایعتمد على الخط ولایعمل به[4] (تحریر پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس کے

---

[1] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الدعوی حاجی عبدالغفار وپسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار (افغانستان) ۴/۲

[2] العقود الدریۃ فی تنقیح الفتاوی الحامدیۃ کتاب الدعوی حاجی عبدالغفار وپسران تاجران کتب ارگ بازار قندھار (افغانستان) ۴/۲

[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فی دعوی الوقوف والشہادۃ علیہ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۷۴۲/۴

[4] الاشباہ والنظائر، کتاب القضاء، مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۳۳۸/۱

طابق عمل کیا جائے گا۔ت) فتاوٰی عالمگیری میں ہے۔

الکتاب قد یفتعل ویزور والخط یشبہ الخط والخاتم یشبہ الخاتم [1] واللہ تعالٰی اعلم۔	تحریر کبھی جعلی اور جھوٹی ہوتی ہے اسی طرح کبھی تحریر تحریر کے اور مُہر مُہر کے مشابہ ہوتی ہے۔(ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۷) زمانہائے خلافت میں سلاطین خود امامت کرتے اور حضور عالمِ مکان ومایکون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان میں فسّاق و فجّار بھی ہونگے فرمایا کہ **ستکون علیکم امراء یؤخرون الصلٰوۃ عن وقتھا**[2] (تم پر ایسے امراء وارد ہوں گے جو نمازوں کو وقت سے مؤخر کرینگے۔ت) اور معلوم تھا کہ اہل صلاح کے قلوب ان کی اقتداء سے تنفر کریں گے اور معلوم تھا کہ اُن سے اختلاف آتشِ فتنہ کو مشتعل کرنے والا ہوگا اور دفع فتنہ دفع اقتداء فاسق سے اہم واعظم تھا۔ **قال اللہ تعالٰی وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ**[3]۔ (فتنہ قتل سے بڑا وبدتر ہوتا ہے۔ت) لہذا دروازہ فتنہ بند کرنے کے لئے ارشاد ہوا: **صلوا خلف کل بر وفاجر**[4] (ہر نیک وفاجر کے پیچھے نماز ادا کرو۔ت) یہ اس باب سے ہے: **من ابتلی بلیتین اختار اھونھما** (جو شخص دو مصیبتوں میں مبتلا ہوجائے توان میں آسان کو اختیار کرے۔ت) اور فقہا کا قول **تجوز الصلاۃ خلف کل بر وفاجر** (ہر نیک وفاجر کے پیچھے نماز ادا کرنا جائز ہے۔ت) اُسی معنی پر ہے جو اوپر گزرے کہ نماز فاسق کے پیچھے بھی ہوجاتی ہے اگرچہ غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے مکروہِ تحریمی ہوگی مگر ان مدعیوں کے لئے اس حدیث ومسئلہ فقہ میں کوئی حجت وسند نہیں نفسِ جواز وصحت سے مساوات کیونکر نکلی کہ منافی ترجیح ہو، اللہ تعالٰی فرماتا ہے: **اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ كَالْفُجَّارِ ۝۲۸**[5] (کیاہم صاحب تقوٰی کو فاجر لوگوں کے برابر کردیں گے۔ت) یہی فقہاء برابر تصریح فرماتے ہیں کہ امامت کا احق اعلم قوم کو ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ، پھر جواز بھی غیر نماز جمعہ وعیدین وکسوف میں ہے ان نمازوں کی شرط وہ تنگ ہے کہ بے امامت عامہ بمعنی مذکور کسی صالح متقی کے پیچھے بھی نہیں ہوسکتی "**کما تقدم بیانہ**" پھر عجب تناقض ہے کہ اپنا استحقاق جتانے کے لئے تو امامت خاص اپنے خاندان کے لئے محصور کردیں کہ خاندان سے باہر کسی عالمِ دین کو بھی اُس کا استحقاق نہ مانیں اور عالمِ دین کی ترجیح رفع کرنے کو کل بر وفاجر کا دامن تھامیں اور اسی امامت کو

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثالث والعشرون فی کتاب القاضی الی القاضی مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۳۸۱

[2] مسند الامام احمد بن حنبل مروی عن عبادہ بن الصامت، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۵/ ۳۱۴

[3] القرآن ۲/ ۲۱۷

[4] سنن الدار قطنی باب صفۃ من تجوز الصلوٰۃ الخ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۵۷

[5] القرآن ۳۸/ ۲۸

ہر نیک وبد کا مساوی حق قرار دیں۔ جب صالح وطالح اُس میں یکساں ہیں تو تمھارے خاندان کی خصوصیت کہاں ہے اور جب ہر فاسق وبدکار کے پیچھے روا بتاتے ہو تو عالم دین صالح ثقہ متقی سے کیوں اُلجھتے ہو، معلوم ہُوا کہ اپنے ہوائے نفس کے پیرو ہیں باقی بس، اللہ تعالٰی اتباع شرع واطاعت علمائے دین کی توفیق بخشے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۶۵۱: ۲۱ ذی قعدہ ۱۳۲۲ھ: اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تنزیہی یا تحریمی ہے یا نہیں اور یہ امامت کے واسطے سزاوار ہے یا نہیں اور مولانا روم کے اس شعر کا کیا مطلب ہے:

در شریعت ہست مکروہ اے کیا در امامت پیش کردن کور را
گرچہ حافظ باشد وچست وفقیہ چشم روشن بہ دگر باشد سفیہ

الجواب:

اندھا اگر تمام موجودین میں سب سے زیادہ مسائل کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القرات صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن حاضر جماعت ہے تو اندھے کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر وہی سب سے زیادہ علم نماز رکھتا ہے تو اسی کی امامت افضل ہے، اگر حاضرین میں دوسرا صحیح خواں بدمذہب یا فاسق ملعن ہے اور اندھا ان سب عیبوں سے پاک ہے تو اسی کی امامت ضرور ہے، اور اگر صحیح خواں صرف وہی ہے جب تو اصلاً دوسرا قابلِ امامت ہی نہیں۔ دُرمختار میں ہے:

یکرہ تنزیہا امامۃ اعمی الا ان یکون اعلم القوم فھو اولٰی اھ[1]	نابینے شخص کی امامت مکروہ تنزیہی ہے البتہ اس صورت میں اس کی امامت اولٰی ہوگی جب وہ دوسروں سے زیادہ صاحب علم ہو اھ مختصراً (ت)

حضرت مولوی قدس اللہ تعالٰی اسرارنا بسرہ النوری اُن آنکھوں میں کلام فرتے ہیں جن سے انھیں کام ہے جس کی چشم باطن روشن ہے اگرچہ علم بطور رسمی حاصل نہ کیا ہو علم رسمی کے عالم غیر عارف سے افضل واحق بالتقدیم ہے علمِ لدنّی علمِ رسمی سے بدرجہا اجل واکمل ہے۔

قال اللہ تعالٰی وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ[2] وقال اللہ تعالٰی قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے اور اللہ سے تقوٰی اختیار اور اللہ تعالٰی ہی تمھیں علم کی دولت سے نوازتا ہے، اللہ

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

[2] القرآن ۲/ ۲۸۲

وَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ؕ [1] واللہ تعالٰی اعلم۔	تعالٰی کا یہ فرمان ہے کیا علم والے اور بے علم برابر ہو سکتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ نمبر ۶۵۲: از گندہ نالہ مرسلہ وزیر احمد ۹ جمادی الاخری یوم شنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید تمسکات میں سُود لکھوادیتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ میں صرف لکھوالیتا ہوں اور چار پانچ برس ہوئے کہ اُس نے مع سود نالش کرکے ڈگری کرائی تھی اس صورت میں اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہر گز نہیں، جس طرح سُود لینا حرام ہے یونہی سُود لکھوانا حرام ہے بلاکہ حدیث میں دوسرے کے لئے سُود کاکاغذ لکھنے پر لعنت فرمائی [2]، اور ارشاد فرمایا کہ وہ اور سود لینے والا دونوں برابر ہیں [3]، تو خود اپنے لئے سود لکھوانا کیونکر موجبِ لعنت نہ ہوگا اور یہ زعم کہ میں لیتا نہیں محض اس کا اپنا ادعا ہے کہ قبول نہ ہوگا اور اگلی نالش مع سود اس کے کذب پر گواہ ہے غرض وہ فاسق ہے اور اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام واجب الاعادہ ہے یعنی نادانستہ پڑھ لی جب معلوم ہو جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں سب کا دُہرانا واجب ہے اور دانستہ پڑھی تو نماز دُہرانا جدا واجب، اور اسکے پیچھے پڑھنے کا گناہ علاوہ۔ لہٰذا توبہ کرے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۶۵۳: ۹ رجب المرجب یوم یکشنبہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس میں اوصاف حسب ذیل ہوں وُہ شخص لائقِ امامت ہے یا نہیں؟

(۱) نماز میں قرآن شریف جو پڑھتے ہیں اس میں کبھی نیچے کی آیت اوپر پڑھ جاتے ہیں کبھی آیت چھوٹ جاتی ہے۔

(۲) فجر کی نماز اکثر قضا پڑھا کرتے ہیں۔

(۳) ظہر کا وقت کبھی سونے میں گزر جاتا ہے ایسے تنگ وقت میں نماز پڑھتے ہیں کہ فرض پڑھتے ہی عصر کا وقت آجاتا ہے۔

(۴) مغرب کا وقت سیرِ بازار میں گزرتا ہے تنگ وقت میں واپس آتی ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے

---

[1] القرآن ۳۹/ ۹

[2] صحیح مسلم باب الرباء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

[3] صحیح مسلم باب الرباء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۷

کہ آپ مسجد کے امام ہیں اور نماز اور لوگوں کو پڑھانا پڑتی ہے تو اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ نماز کا میں کُچھ پابند نہیں ہوں۔

(۵) اپنے وضو کا لوٹا اور گھڑا نہانے کا علیحدہ رکھتے ہیں۔

(۶) ایک رافضی سے بے تکلفی ہے کہ اس کے ساتھ کھانا کھاتے ہیں اور مسجد باہم دونوں کے مذاق بے تکلفانہ اور معشوقانہ ہُوا کرتا ہے۔

(۷) نماز کے مسائل معلوم نہیں ہیں۔

الجواب:

سہوًا کسی آیت میں تقدیم وتاخیر یا کسی آیت کا چھوٹ جانا اگر نادرًا ہو تو مضائقہ نہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے تو ایسے شخص کی امامت سے احتراز اولٰی ہے جبکہ دوسرا صحیح خواں صحیح العقیدہ صحیح الطہارت غیر فاسق معلن قابلِ امامت موجود ہو، نماز فجر اتفاقًا قضا ہوجانے پر مواخذہ نہیں جبکہ اپنی طرف سے تقصیر نہ ہو، مگر اکثر قضا ہونا بے تقصیر نہیں ہوتا، اگر کوئی علّت صحیح شرعی قابلِ قبول نہ رکھتا ہو تو بے پروائی ضرور اسے حدِ فسق تک پہنچائے گی، اور فاسق کو امام بنانا منع ہے۔ جو شخص آفتاب ڈھلنے ظہر کا وقت شروع ہونے سے پہلے سوئے اور کسی مرض یا ماندگی کے سبب اتفاقًا ایسا سوجائے کہ ظہر کا وقت گزر جائے تو اس پر الزام نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتفریط فی النوم انما التفریط فی الیقظۃ۔[1]	سونے میں قصور نہیں، قصور جاگنے میں ہے۔

اور اگر ظہر کا وقت آگیا یعنی آفتاب دائرہ نصف النہار سے ڈھل گیا اس کے بعد سویا اور وقت بلکل گزار دیا تو اس پر الزام ہے کما نص علیہ فی ردالمحتار (جیسا کہ اس پر ردالمحتار میں تصریح کی ہے۔ ت) اور جبکہ اس کا عادی ہو، بارہا ایسا واقع ہو تو ضرور فاسق ہے اُسے امام بنانا گناہ، یونہی اگر اتنے سونے کا عادی ہو کہ فرض ظہر پڑھتے ہی وقت عصر واقعی آجاتا ہے سنّت کا وقت نہیں ملتا تو اس صورت میں بھی ترک سنّت مؤکدہ کی عادت کے سبب آثم وگنہ گار اور امام بنانے کا ناسزاوار ہے، مغرب کا وقت سیرِ بازار میں تنگ کردینا اگر اتنا ہو کہ چھوٹے چھوٹے ستارے بھی ظاہر ہوجائیں کہ حقیقۃً تنگ وقت یہی ہے جب تو اُس کا مکروہ وممنوع ہونا ظاہر اور اگر اتنا بھی نہ ہو تو اس قدر میں شک نہیں کہ جماعت یا اقل درجہ جماعت اولٰی ضرور متروک ہوئی وقد حققناہ فی فتاوٰنا ان الواجب ھو ادراك الجماعۃ الاولی (ہم نے فتاوٰی میں اس کی تحقیق یہ کی ہے کہ

---

[1] سنن ابوداؤد باب فی من نام عن صلوٰۃ اونسیہا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۶۳

جماعت اولٰی کا پانا واجب ہے۔ ت) تو اُس کے ترک کی عادت بھی فسق ہے اور ایسے کی امامت ممنوع، اور وُہ لفظ کہ میں نماز کا کچھ پابند نہیں ہوں اپنے ظاہر پر بدتر و شنیع تر فسق ہے، اپنے وضو اور نہانے کے لئے برتن علیحدہ رکھنا اگر براہِ تکبّر ہو تو سخت کبیرہ اور براہِ وہم و وسوسہ ہو جب بھی ممنوع، اس کا مرتکب فاسق افسق ہے یا وہمی احمق، دین اسلام میں نہ چھوت ہے نہ وساوس پروری۔ روافض زمانہ علی العموم کفار و مرتد ہیں **کما حققناہ فی ردالرفضۃ** (جیسا کہ ہم نے ردالرفضہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور مرتدین سے میل جول حرام۔ اور مسجد میں ایسا مذاق سُنّی صحیح العقیدہ سے بھی حرام۔ لاجرم شخص مذکور سخت فاسق وفاجر مرتکب کبائر ہے اور اُس کی امامت ممنوع۔ اُسے امام بنانا حرام، اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ، اور نماز کے مسائلِ ضروریہ کا نہ جاننا بھی فسق ہے، بہر حال شخص مذکور کی امامت کی ہرگز اجازت نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۷۵۴: از فیض آباد ڈاکخانہ شہزاد پور مرسلہ عبداللہ طالب علم ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں ومفتیان شرع متین آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہو گیا ہے یہاں تک کہ حالت گزر گئی کہ نمازِ جماعت میں تفرق ہو گیا ہے، حدیث اور کتاب کی سند ہونا چاہئے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

زانی فاسق اور فاسق کے پیچھے نماز منع ہے، اُسے امام بنانا گناہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ (یعنی الفاسق) کراھۃ تحریمہ[1]۔	شرح المنیہ میں ہے کہ اس (فاسق) کی تقدیم مکروہ تحریمی ہے (ت)

درمختار میں ہے:

کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[2]۔	ہر وُہ نماز جو کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی جائے اُس کا اعادہ واجب ہے۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۷۵۵: از گونڈہ ملک اودھ مرسلہ مسلمانانِ گونڈہ عموماً وحافظ عبدالحفیظ صاحب مدرس مدرسہ انجمن اسلامیہ گونڈہ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ

زید صاحب علم متین ہے یعنی عالم ہے اور سیّد و معمر و پابندِ صلوٰۃ ہے مگر اکثر جماعت سے نماز

---

[1] ردالمحتار، باب الامامۃ، مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر، ۱/ ۴۱۴

[2] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۱

ادا نہیں کرتا اپنے گھر پر پڑھ لیتا ہے لیکن جمعہ کے روز مسجد میں امامت کرتا ہے اور کثرت سے لوگ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں مگر بعض اشخاص اس کے پیچھے نماز سے اعتراض کرتے ہیں مگر اعتراض کنندہ زید سے ہر بات میں کم رتبہ ہیں اور محتاط و متقی بھی نہیں ہیں اور نفسانیت و ضد بھی ہے اور پیشتر یہ معترض بھی اس کے پیچھے نماز پڑھتے تھے تو پس زید کے پیچھے نماز پڑھنی ایسے اشخاص مذکورہ بالا کی درست ہے یا نہیں **بینوا توجروا**۔

الجواب:

زید کا ترک جماعت کرنا اگر کسی عذر صحیح شرعی کے سبب ہے تو زید پر مواخذہ نہیں اور اس کے پیچھے ہر نماز بلا کراہت درست ہے جبکہ کوئی مانع شرعی نہ ہو اشخاص مذکورین کا اس کی اقتداء سے احتراز اس صورت میں محض جہالت و بیجا ہے، اور اگر وہ بلا عذر شرعی ترک جماعت کا عادی ہے تو یہ ضرور فسق ہے اور اس تقدیر پر اس کی اقتدا سے بچنا بجا ہے جبکہ جمعہ دوسری جگہ صالح امامت متقی کے پیچھے مل جاتا ہو ورنہ صرف اس عذر سے کہ امام تارک جماعت ہے ترک جمعہ کی اجازت نہیں ہوسکتی۔ ردالمحتار میں ہے:

فی المعراج قال اصحابنا لا ینبغی ان یقتدی بالفاسق الا فی جمعة لانه فی غیرها یجد امام غیرہ اھ۔ قال فی الفتح و علیه فیکرہ فی الجمعة اذا تعددت اقا متها فی المصر علی قول محمد المفتی به لانه بسبیل الی التحول۔[1]	معراج میں ہے ہمارے اصحاب احناف نے کہا ہے کہ جمعہ کے علاوہ فاسق کی اقتداء نہ کی جائے کیونکہ جمعہ کے علاوہ باقی نمازوں میں دوسرا امام میسر آسکتا ہے اھ۔ فتح میں ہے اس بناپر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جمعہ بھی اس وقت مکروہ نہ ہوگا جب امام محمد کے قول جو مفتی بہ ہے کے مطابق شہر میں متعدد جگہ جمعہ ہوتا ہو، کیونکہ ایسی صورت میں دوسرے امام کی اقتداء میسر ہوسکتی ہے (ت)

در مختار میں ہے:

الجماعة سنة مؤکدة للرجال وقیل واجبة وعلیه عامة مشائخنا وھو الراجح عند اھل المذھب فتسن او تجب ثمرته تظھر فی الاثم بترکھا مرة[2] اھ ملتقطا۔ واللہ سبحٰنه وتعالیٰ اعلم	مردوں کے لئے جماعت سنت موکدہ ہے بعض نے واجب کہا ہے اور اکثر مشائخ اسی پر ہیں اور اہل مذہب کے ہاں بھی یہی راجح ہے پس جماعت سنت ہو یا واجب اس کا ثمر کسی ایک دفعہ ترک کی صورت میں ظاہر ہوگا اھ ملتقطا۔ (ت) واللہ سبحٰنہ وتعالیٰ اعلم

---

[1] ردالمحتار، باب لامامة، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴

[2] در مختار باب لامامة مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۲

مسئلہ ۶۵۶: از ریاست جاورہ مکان عبدالمجید خان صاحب سررشتہ دار ۱۳۱۵ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ذابح البقر کی امامت کیسی ہے؟

الجواب:

جائز ہے جبکہ غلط خوانی یا بدمذہبی یا فسق وغیرہا موانع شرعیہ نہ ہوں ذبح بقر کوئی مانع نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۵۷: حیات النبی ہونے سے خالد کو انکار ہے اور مدینہ طیبہ کی زیارت سے بھی، حافظ قرآن مذکور کو انکار ہے یہاں تک کہ بہت سے مسلمانوں کو خانہ کعبہ سے لوٹا لایا اور نہ جانے دیا ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

خالد گمراہ بددین ہے اسے امام بنانا جائز نہیں، حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاکہ جمیع انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی حیات قرآن و حدیث واجماع سے ثابت ہے اور زیارت مدینہ طیبہ سے انکار رکھنا مسلمانوں کو لوٹا لانا کار شیطان وخلاف رائے مسلمانان ہے،

قال اللہ تعالٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا۠(۱۱۵)[1]۔ **واللہ تعالٰی اعلم**	اللہ تعالٰی کافرمان ہے جو مومنین کے علاوہ کسی کے راستے کی پیروی کرتا ہے ہم اسے اس طرف پھیر دیتے ہیں جس طرف وہ پھرتا ہے اور اسے ہم جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے (ت)

مسئلہ ۶۵۸: مسئولہ عبدالرحیم صاحب ٹھلیا موہن پور ضلع بریلی ۵ محرم الحرام یوم یکشنبہ ۱۳۲۶ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص دونوں کانوں سے بہت بہرا ہے تکبیر اولی کانوں سے نہیں سنتا ہے اور قرآن شریف بھی اس کو صحیح یاد نہیں ہے، بیوی اس کی بے پردہ دکان پر چونے فروخت کرتی ہے، دوپٹہ موسم سرما میں گاڑھے کا اوڑھتی ہے اور موسم گرمی میں خاصہ وتن زیب کا اوڑھتی ہے اور کرتی دس گیارہ گرہ لانبی پہنتی ہے مگر کلائیاں ہر دو کھلی چوڑی آستینوں کے باہر رکھتی ہے اور اس کے شوہر کا کلیا حال معلوم ہے بچشم خود دیکھتا ہے مگر کچھ ہدایت نہیں کرتا ہے اگر وہ ہدایت اپنی بیوی کو پردے کی کرے تو اس کی حالت بہرے ہونے سے اور صحیح نہ پڑھنے سے قابل پیش امام ہونے کے ہے یا نہیں؟ علاوہ گزارش مندرجہ بالا کے نہایت بدآواز بھی ہے اور جو شخص اُس کو ہدایت کرتا ہے تو اس حجت و تقریر

---

[1] القرآن ۴/ ۱۱۵

جہالت کے ساتھ کرتا ہے۔ بینوا توجروا

الجواب:

جبکہ اس کی عورت کی کلائیں کھولے باہر پھرتی دکان کرتی ہے یا گرمیوں میں باریک کپڑے پہنے نکلتی ہے جن سے بدن چمکتا ہے اور اس کا شوہر ان احوال سے واقف ہو کر حسب مقدور کامل بندوبست نہیں کرتا تو وہ دیوّث ہے، اس کے پیچھے نماز پڑھنا اور اسے امام بنانا گناہ ہے اور اگر وہ عورت کو ہدایت بھی کرے اور اس الزام سے توبہ کرکے پاک ہوجائے تو اس حالت میں بھی جبکہ وہ قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہوتی ہے تو اس کی امامت بلکل باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز اصلًا نہ ہوگی مگر یہ الزام وہی لگا سکتے ہیں جو خود صحیح پڑھتے ہوں ورنہ ان کی خود بھی نماز نہیں ہوسکتی وہ سب ایک سے ہوئے، ان سب پر فرض ہے کہ حرفوں کی اتنی صحت کرلیں جس سے نماز صحیح ہوجائے، جب تک ایسا نہ کریں گے ان سب کی نماز باطل ہوگی اور اگر غلطی وہ ایسی نہیں کرتا جس سے نماز فاسد ہو اور اس کے سوا اور کوئی صحیح پڑھنے والا وہاں نہیں تو لازم ہے کہ وہی امام کیا جائے اور بہرا ہونے کی پروانہ کی جائے جبکہ وہ عورت کا بندوبست کرلے اور اگر اور بھی صحیح العقیدہ وغیرہ فاسق صحیح پڑھنے والا وہاں موجود ہے تو یہ اگرچہ صحیح بھی پڑھے اور عورت کا بندوبست بھی کرلے اس دوسرے صحیح خواں کی امامت اولٰی ہوگی کہ جب یہ ایسا بہرا ہے کہ تکبیر کی آواز نہیں سنتا تو نماز میں اگر اس سے کہیں بھول یا غلطی واقع ہوئی مقتدیوں کا بتانا نہ سنے گا **واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ وجل مجدہ اتم واحکم**

مسئلہ ۶۵۹: از بھیکن پور ضلع علی گڑھ مرسلہ جعفر علی صاحب ۲۴ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین متین بیچ امامت اس شخص کے کہ جو صرف حفظ قرآن وفارسی خواں ہو اور ایک مسجد کا امام تنخواہ دار لیکن بازار میں مسلمان سے لڑتا شور مغلظات الفاظ زبان پر لاتا ہو اور کبھی مسجد میں مؤذن سے سخت کلامی اور اس کی حسب ونسب پر مجمع مقتدیان میں الزام لگاتا ہو امؤذن وبعض مقتدیوں سے عرصہ سے کدورت وکینہ رکھتا ہو تنبیہ کرنے پر مقتدیوں پر الزام لگاتا ہو کہ تم میری غیبت کرتے اور میری روزی چھیننے کی کوشش کرتے ہو اور اپنے قصور کا ہنوز اعتراف نہ کرتا ہو اور مؤذن سے سلام علیک ترک کردی ہو ایسے امام کی اقتداء بلا کراہت جائز ہے یا کچھ کراہت ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

مسلمان سے بلاوجہ شرعی کینہ وبغض رکھنا حرام ہے اور بلا مصلحت شرعیہ تین دن سے زیادہ ترک سلام وکلام بھی حرام ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرمائے ہیں:

لا تبا غضوا ولاتحا سدوا ولا تدابروا وکونوا عباداللہ اخوانا[1]۔	بغض نہ رکھو، حسد اور غیبت نہ کرو اور اللہ کے بندے بن کر بھائی بھائی ہوجاؤ۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب الہجرۃ حدثنا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۷

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم:

لایحل لمسلم ان یھجر اخاہ فوق الثلث[1]۔	کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ دوسرے بھائی سے تین دن سے زائد سلام وکلام قطع کرے۔ (ت)

اور فحش بکنا خصوصًا برسرِ بازار معصیت وفسق ہے حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس المومن بالطعان ولا الفحاش ف[2]۔	مومن طعن کرنے والا نہیں ہوتا اور نہ ہی فحش بکتا ہے (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الحیاء من الایمان والبذاء من النفاق[3]۔	حیاء ایمان کا حصہ ہے اور بے حیائی نفاق کا حصہ ہے۔ (ت)

خصوصًا اگر اس فحش میں کسی مسلمان مرد یا عورت کو زنا کی طرف نسبت کرتا ہو جیسے آج کل فحش لوگوں کی گالیوں میں عام طور پر رائج ہے جب تو اشد کبیرہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِہٖۤ اَبَدًا اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۚ﴿۱۷﴾[4]۔	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اللہ تعالٰی تمھیں حکم دیتا ہے تم آئندہ کبھی ایسی بات نہ کرو اگر تم اہل ایمان ہو (ت)

بالجملہ شخص مذکور فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکرہ تحریمی یعنی پڑھنی منع ہے اور پڑھ لی ہو تو پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ پھر غنیہ پھر ردالمحتار میں ہے: **لو قدموا فاسقا یاثمون**[5]۔ (اگر لوگ نے فاسق کو مقدم کر دیا تو وہ گنہ گار ہونگے۔ ت)

مسئلہ ۶۶۰: از سیتاپور ذی الحجہ ۷ ۱۳۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص پر رفض کا شبہ ہے اس کی نشست ان لوگوں کے

---

[1] صحیح البخاری، الھجرۃ حدثنا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۷

[2] جامع الترمذی باب ماجاء فی اللعنۃ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۱۹ و مسند احمد بن حنبل باب سند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۰۵

[3] جامع الترمذی، باب ماجاء فی العیّ، مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۲۳

[4] القرآن ۲۴/ ۱۷

[5] غنیۃ المتملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

ف: اعلحضرت کی ذکر کردہ عبارت میں ''الفحاش'' کا لفظ ہے جبکہ کتب احادیث جن سے حوالہ منقول ہے ان میں ''الفاحش'' کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

پاس ہے اور ان کی خاص مجلسوں میں جاتے بھی اسے دیکھا اور اس سے توبہ کو کہا جائے تو توبہ بھی نہیں کرتا اور حالت اس کی یہ ہے کہ رافضیوں میں رافضی، سنّیوں میں سُنی اور اسے بعض لوگوں نے اپنے لڑکوں کا معلم اور مسجد کا امام مقرر کیا ہے اس صورت میں اس کا اور اس کے مقرر کرنے والوں کا کیا حکم ہے اور اس کا معزول کرنا بوجہ شبہ کے واجب ہے یا نہیں اگر ہے تو کس دلیل سے، حالانکہ وہ اہلسنت کے سامنے کوئی بات عقیدہ روافض کی زبان سے نہیں نکالتا اور اگر وہ توبہ کرلے تو اس کے بعد بھی رکھا جائے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

جبکہ ثابت و محقق ہو کہ رافضیوں رافضی اور سنیوں میں، سُنی بنتا ہے جب تو ظاہر ہے کہ وہ رافضی بھی ہے اور منافق بھی اور اس کے پیچھے نماز باطل محض، جیسے کسی یہودی نصرانی ہندو مجوسی کے پیچھے کما بیناہ فی النہی الاکید (جیسا کہ ہم نے اسے النہی الاکید میں بیان کیا ہے۔ت) بلاکہ تبرائی روافض زمانہ ان سے بھی بدتر ہیں کہ وہ کافران اصلی ہیں اور یہ مرتد، اور مرتد کا حکم سخت تر و اشد کما حققناہ فی المقالۃ المسفرۃ (اس کی تحقیق ہم نے اپنے مقالے مسفرہ میں کی ہے۔ت) اور اگر صرف اسی قدر ہو کہ اس کی حالت مشکوک و مشتبہ ہے جب بھی اسے امامت سے معزول کرنا بدلائل کثیرہ واجب ہے۔

فاقول: وباللہ التوفیق (پس میں اللہ کی توفیق سے کہتا ہوں)

دلیل اول: علماء تصریح فرماتے ہیں کہ جب کسی امر کے بدعت وسنت ہونے میں تردد ہو تو وہاں سنت ترک کی جائے۔

بحر الرائق پھر ردالمحتار مکروہات الصلاۃ میں ہے:

اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترك السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ[1] ۔ مختصرًا	جب حکم سنت اور بدعت کے درمیان متردد ہو تو بدعت پر عمل کی بجائے ترک سنت راجح ہے (ت)

المحیط پھر فتح القدیر اواخر سجود السہو میں ہے:

ما تردد بین البدعۃ والسنۃ ترکہ لان ترك البدعۃ لازم واداء السنۃ غیر لازم[2] ۔	جب بدعت اور سنت کے درمیان تردد ہو تو سنت کو ترک کردیا جائے کیونکہ ترک بدعت لازم اور اداء سنت غیر لازم ہے۔ (ت)

ظاہر ہے کہ اگر یہ شخص واقع میں سُنی ہو تو خاص اسی کو امام کرنا کچھ سنت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اسے امام کرنا حرام قطعی

---

[1] ردالمحتار مطلب اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعت مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۵

[2] فتح القدیر باب سجود السہو مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۴۵۵

جب سنت ومکروہ کے تردد میں ترک سنت کی علم ہوا تو جائز وحرام قطعی کے تردد میں وہ جائز کیوں نہ واجب الترک ہوگا۔

دلیل دوم علماء فرماتے ہیں کہ جب کسی بات کے واجب وبدعت ہونے میں تردد ہو تو ترک نہ کی جائے۔ فتح وحلیہ وبحر وردالمحتار وغیرہ میں ہے:

واللفظ لھذا فی النوافل قد تقرر ان مادار بین وقوعه بدعة اوواجبا لا یترك[1]۔	بیان نوافل میں اس (ردالمحتار) کے الفاظ یہ ہیں کہ یہ بات مسلمہ ہے جس کام کا وقوع بدعت اور واجب کے درمیان متردد ہو تو اسے (یعنی واجب کو) ترک نہیں کیا جائے گا۔ (ت)

ظاہر ہے کہ یہ شخص سنی ہو تو اس کی جگہ دوسرا امام مقرر کرنا کچھ بدعت بھی نہیں اور رافضی ہو تو اسے معزول کرنا فرض قطعی جب بدعت وواجب کے تردد میں فعل ضروری ہوتا ہے تو جائز وفرض قطعی کے تردد میں اسے معزول کرنا کیوں نہ اشد ضروری ہوگا۔

دلیل سوم: شرع مطہر کا قاعدہ مقرر ہے کہا **اذا اجتمع الحلال والحرام غلب الحرام**[2]۔ جب ایک چیز میں حلت وحرمت دونوں وجہیں جمع ہوں تو غلبہ حرمت کو رہے گا اور وہ شے حرام سمجھی جائے گی۔ کما فی الاشباہ والنظائر (جیسا کہ اشباہ والنظائر میں ہے۔ت) یہ سنی ہو تو امامت حلال اور رافضی ہو تو حرام، تو غلبہ حرمت ہی کو دیا جائے گا۔

دلیل چہارم: عبادات میں احتیاط مطلقاً واجب ہے نہ کہ نماز کہ اہم واعظم عبادات ہے جس کے لئے علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس کی صحت وفساد میں اشتباہ پڑے ایک وجہ سے فاسد ہوتی ہو اور متعدد وجوہ سے صحیح تو اس ایک ہی وجہ کا اعتبار کرکے اس کے فساد ہی کا حکم دیں گے، فتح القدیر صلاۃ المسافر میں ہے:

ھذہ مسائل الزیادات، مسافر ومقیم ام احد ھما الاخر فلما شرعا شکافی الامام استقبلا لان الصلوۃ متی فسدت من وجه وجازت من وجوہ حکم بفسادھا وامامة المقتدی مفسدۃ، واحتمال کون کل منھما	یہ مسائل زیادات کے ہیں مسافر اور مقیم میں سے ایک نے دوسرے کی امامت کی جب دونوں نے نماز شروع کی تو انھیں امام کے بارے میں شک ہوگیا کہ میں امام ہوں یا دوسرا تو نماز نئے سرے سے ادا کریں کیونکہ نماز جب ایک جہت سے فاسد اور کئی وجوہ کی

---

[1] ردالمحتار، باب الوتر والنوافل، مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ۱/ ۵۱۶

[2] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثانیۃ اذا اجتمع الحلال الخ ادارۃ القرآن کراچی ۱/ ۴۴

مقتدیا قائم فتفسد علیھما[1]۔	بناء پر صحیح ہو تو نماز کے فاسد ہونے کا حکم دیا جائیگا، اور مقتدی کا امام ہونا مفسد نماز ہے اور ایسی صورت میں یہاں ہر ایک کے مقتدی ہونے کا احتمال باقی ہے لہذا دونوں کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (ت)

ظاہر ہے کہ بر تقدیر سنیّت اس کے پیچھے نماز صحیح اور بر تقدیر رفض فاسد، تو اس کی امامت کیونکر جائز ہو سکتی ہے،

دلیل پنجم: علماء فرماتے ہیں قاضی محض تہمت و حصول ظن پر تعزیر دے سکتا ہے، بحر و نہر و در مختار وغیرہا میں ہے: **للقاضی تعزیر المتھم وان لم یثبت علیہ**[2]۔ (قاضی محض تہمت کی بناء پر تعزیر جاری کر سکتا ہے اگرچہ ثبوت نہ ہو۔ ت)

جب تہمت ایسی چیز ہے جس کے سبب بے ثبوت صریح ایک مسلمان کو سزا دینے کی اجازت ہو جاتی ہے جس میں اصل حرمت ہے تو نماز کے لئے احتیاط کرنی کیوں نہ واجب ہو جائیگی جس کی اصل فرضیت ہے جس شخص نے اس کے حال سے مطلع ہو کر اسے مسلمانوں کا امام یا اپنے لڑکوں کا معلم مقرر کیا حالانکہ اہلسنت میں صاف و پاک امام و معلم بکثرت مل سکتے ہیں اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی وہ مسلمانوں کا بدخواہ ہے اس پر اپنے فعل سے توبہ اور اپنے مقرر کئے ہوئے کو معزول کرنا لازم حاکم صحیح مستدرک میں ہے اور ابن عدی و عقیلی و طبرانی و خطیب حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابۃ وفیھم من ھو ارضی للہ منہ فقد خان اللہ ورسولہ والمومنین[3]۔	جس نے کسی جماعت سے ایک شخص کو کام پر مقرر کیا اور ان میں وہ شخص موجود تھا جو اس سے زیادہ اللہ کو پسند ہے تو اس نے اللہ و رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی۔ (ت)

تیسیر شرح جامع صغیر میں اسی حدیث کی شرح میں ہے:

ای نصبہ علیھم امیرا اوقیما اوعریفا اواماما للصلوٰۃ[4]۔	یعنی اس نے لوگوں پر امیر، نگہبان، محاسب یا نماز کے لئے امام بنایا۔ (ت)

پھر اگر یہ شخص توبہ بھی کر لے تو بمجرد توبہ اسے امام نہیں بنا سکتے بلاکلہ لازم ہے کہ ایک زمانہ ممتد تک اسے معزول رکھیں اور اور اس کے احوال پر نظر رہے، اگر خوف و طمع و غضب و رضا وغیرہا حالات کے متعدد تجربے ثابت کر دیں کہ واقعی یہ

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ نوریہ رجویہ سکھر ۲/ ۱۴

[2] در مختار باب التعزیر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۲۹

[3] المتدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ مطبوعہ دار الفکریہ بیروت ۴/ ۹۲

ف: مستدرک میں فیھم کی جگہ فی تلک العصابۃ کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر حدیث مذکور کے تحت مکتبہ الامام الشاجعی الریاض ۲/ ۳۹۶

سنی صحیح العقیدہ ثابت قدم ہے اور روافض سے اصلًا میل جول نہیں رکھتا بلاکلہ ان سے اور سب گمراہوں بددینوں سے متنفر ہے اس وقت اسے امام کرسکتے ہیں فتاوٰی قاضی خاں پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الفاسق اذا تاب لایقبل شهادته مالم یمض علیه زمان یظهر علیه اثر التوبة والصحیح ان ذلك مفوض الی راء القاضی[1]۔	فاسق جب تاب ہوجائے تو اس وقت تک اس کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی جب تک اتنا زمانہ نہ گزر جائے جس میں توبہ کا اثر ظاہر ہوجائے اور صحیح یہی ہے کہ یہ قاضی کی رائے کے سپرد کیا جائے۔(ت)

امیر المومنین غیظ المنافقین امام العادلین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب صبیغ سے جس پر بوجہ بحث متشابہات بدمذہبی کا اندیشہ تھا بعد ضرب شدید توبہ لی ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمان بھیجا کہ مسلمان اس کے پاس نہ بیٹھیں اس کے ساتھ خرید وفروخت نہ کریں بیمار پڑے تو اس کی عیادت کو نہ جائیں مرجائے تو اس کے جنازے پر حاضر نہ ہوں، تعمیل حکم احکم ایک مدت تک یہ حال رہا کہ اگر سو آدمی بیٹھے ہوتے اور وہ آتا سب متفرق ہوجاتے جب موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض بھیجی کہ اب اس کا حال اچھا ہوگیا اس وقت اجازت فرمائی۔

اخرج ابو الفتح نصر بن ابراهیم المقدسی فی کتاب الحجة وابن عساکر عن ابی عثمان النهدی عن صبیغ انه سال عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه عن المرسلات والذاریٰت و النازعات فقال له عمر الق ما علی راسك فاذاله ضفیرتان فقال لووجد تك محلوقا لضربت الذی فیه عیناك ثم کتب الی اهل البصرة ان لاتجالسوا صبیغا قال ابو عثمان فلوجاء ونحن مائة تفرقنا عنه[2] ۔ **واخرج** ابوبکر بن الانباری فی کتاب المصاحف	ابوالفتح نصر بن ابرہیم مقدسی نے کتاب الحجہ میں اور ابن عساکر نے ابو عثمان نہدی سے انھوں نے صبیغ سے بیان کیا کہ انھوں نے حضرت عمر سے سورہ المرسلات، الذاریات، والنازعات کے بارے میں پوچھا تو حضرت عمر نے انھیں فرمایا اپنا سر کا کپڑا اٹھاؤ، جب اس نے کپڑا اٹھایا تو اس کے دو چوٹیوں کی صورت بال تھے، حضرت عمر نے فرمایا اگر میں تجھے حلق کیا ہوا پاتا تو میں وہ (سر) اڑادیتا جس میں تیری آنکھیں ہیں۔ پھر اہل بصرہ کی طرف آپ نے خط لکھا کہ صبیغ کے ساتھ نہ بیٹھو۔ ابو عثمان کا بیان ہے اگر صبیغ آجاتا اور ہم سو کی تعداد میں ہوتے فورًا ہم سب اس سے جدا ہوجاتے۔ اور ابوبکر بن انباری نے کتاب المصاحف

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۴۶۸/۳

[2] کتاب الحجۃ

وابن عساكر عن محمد بن سيرين قال كتب عمر بن الخطاب الى ابي موسٰى اشعري رضى الله تعالٰى عنه ان لاتجالسوا صبيغاوان يحرم عطاءه لا ورزقه [1] واخرج المقدسی فی الحجة عن اسحٰق بن بشير القريشی قال اخبرنا ابن اسحٰق او ابو اسحٰق قال كتب ای اميرالمؤمنين رضی الله تعالٰى عنه الى ابي موسٰى امابعد فان الاصبغ بن عليم التيمى تكلف ما كفى وضيع ماولى فاذاجاءك كتابي هذا فلاتبايعوه وان مرض فلا تعودوه وان مات فلا تشهدوه ۔ قال فكان الاصبغ يقول قدمت البصرة فاقمت بها خمسة وعشرين يوما وما من غائب احب الى ان القيه من الموت ثم ان الله الهمه التوبة وقذ فها فی قلبه فاتيت اباموسٰى وهو على المنبر فسلمت عليه فاعرض عنى فقلت ايها المعرض انه قد قبل التوبة من هو خيرمنك ومن عمر و انی اتوب الى الله عزوجل مما اسخط امير المومنين وعامة المسلمين فكتب بذلك الى عمر فقال صدق اقبلوا من اخيكم [2]

میں، اور ابن عساکر نے امام محمد سیرین سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف خط لکھا کہ صبیغ کو پاس نہ بٹھاؤ، اس کو عطا اور رزق سے محروم رکھا جائے اور المقدسی نے اسحاق بن بشر قرشی سے کتاب الحجہ میں نقل کیا ہے کہ ہم سے ابن اسحٰق یا ابو اسحٰق نے بیان کیا امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ابو موسٰی کو خط لکھا حمد و صلٰوۃ کے بعد اصبغ بن علیم تمیمی نے جو کچھ اسے کافی تھا اس میں تکلف کیا اور اس نے اپنی ولایت کو ضائع کیا جب اپ کے پاس میرا پیغام آجائے تو اسکے ساتھ خرید وفروخت نہ کرو، اگر وہ بیمار ہوجائے تو عیادت نہ کرو اگر وہ مرجائے تو جنازہ میں شریک نہ ہونا۔ راوی کہتا ہے اصبغ کہتا تھا میں بصرہ گیا وہاں پچیس دن ٹھہرا، مجھے موت سے بڑھ کر کوئی غائب شیئ محبوب نہ تھی، پھر اللہ تعالٰی نے توبہ کی توفیق دی اور دل میں توبہ کا خیال پیدا کیا تو پھر میں ابو موسٰی کے پاس آیا آپ منبر پر تشریف فرماتھے میں نے سلام کیا انھوں نے اعراض کیا، میں نے کہا اے اعراض کرنے والے! اس ذات نے توبہ قبول کرلی جو تجھ سے اور عمر سے بہتر ہے اور میں ہر اس معاملہ سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں جس پر امیر المومنین اور عام مسلمان ناراض تھے، پھر ابو موسٰی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف یہ معاملہ لکھا تو آپ نے فرمایا وہ سچ کہتا ہے اپنے بھائی

---

[1] کتاب المصاحف لابی بکر ابن الانباری

[2] کتاب الحجۃ

واخرج الدارمی ونصرو الاصبهانی کلاهما فی الحجة وابن الانباری فی المصاحف واللالکائی فی السنة وابن عساکر فی التاریخ عن سیلمٰن ابن یسار ان رجلا من بنی تمیم یقال له صبیغ بن عسل قدم المدینة وکان عنده کتب فکان یسئل عن متشابه القران فبلغ ذلك عمر رضی الله تعالٰی عنه فبعث الیه وقد اعد له اعراجین النخل فلمادخل علیه قال من انت قال انا عبد الله صبیغ قال عمر رضی الله تعالٰی عنه وانا عبدالله عمر واومأ الیه فجعل یضربه بتلك العراجین فمازال یضربه حتی شجه وجعل الدم یسیل علی وجه . فقال حسبك یا امیرالمؤمنین والله فقد ذهب الذی اجد فی راسی [1] **واخرج** الدارمی و ابن عبدالحکیم وابن عساکر من مولی ابن عمر ان صبیغ العراقی جعل یسئل عن اشیاء من القران فی اجناد المسلمین (وساق الحدیث الی ان قال) فارسل عمر الیّ یطلب الجرید فضربه بها حتی ترك ظهره دبرة ثم ترك حتی بری، ثم عادله ثم ترکه حتی بری، ثم دعابه لیعود به فقال صبیغ یا امیر

کو قبول کرو۔ دارمی، نصر اصبہانی دونوں نے حجہ میں اور ابن انباری نے مصاحف میں ، لالکائی نے سنت میں اور ابن عساکر نے تاریخ میں سیلمان بن یسار سے روایت کیا کہ بنو تمیم کا ایک شخص تھا جس کا نام صبیغ بن عسل تھا وہ مدینہ آیا اس کے پاس کچھ کتب تھیں وہ قرآن کے متشابہات کے بارے میں پوچھتا تھا اس بات کی اطلاع حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پہنچی تو آپ نے اسے بلایا اور اس کے لئے کھجور کی دو چھڑیاں تیار کیں، آیا تو آپ نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں اللہ کا بندہ صبیغ ہوں۔ آپ نے فرمایا: میں اللہ کا بندہ عمر ہوں، اس کے بعد اپ نے اس کی طرف اشارہ کیا اور ان دو چھڑیوں کے ساتھ اسے مارا حتی کہ وہ زخمی ہوگیا اور چہرے سے خون بہنے لگا۔ وہ کہنے لگا اے امیر المؤمنین ! مجھے چھوڑ دو یہی کافی ہے اللہ کی قسم جو کچھ میرے دماغ میں (خمار) تھا وہ جاتا رہا۔ اور دارمی، ابن عبدالحکیم اور ابن عساکر نے حضرت ابن عمر کے آزاد کردہ غلام سے بیان کیا کہ صبیغ عراقی مسلمانوں کے مختلف گروہوں سے قرآن کی بعض اشیاء کے بارے میں سوال کرتا تھا (آگے چل کر کہا) حضرت عمر نے مجھ سے چھڑی منگوائی اور اسے پیٹا حتی کہ اس کی پشت کو زخمی چھوڑ دیا پھر مارا پھر چھوڑ دیا حتی کہ وہ صحیح ہوگیا، پھر آپ نے دوبارہ اس کو مارا حتی کہ وہ صحیح ہوگیا] پھر آپ نے اسے بلایا تاکہ پھر اس کی پٹائی کی جائے، تو اس نے کہا

---

[1] سنن الدارمی باب من هاب الفتیا کرہ التنطع والتبدع مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/۵۱

المؤمنین ان کنت ترید قتلی فاقتلنی قتلا جمیلا وان کنت ترید تداوینی فقد واللہ برئت فاذن لہ الی ارضہ وکتب الی ابی موسٰی الشعری ان لایجالسہ احد من المسلمین فاشتد ذلک علی الرجل فکتب ابو موسٰی الشعری الی عمر ان قد حسنت توبتہ ، فکتب ان یاذن للناس فی مجالستہ[1]۔	اے امیر المؤمنین! اگر آپ مجھے قتل کرنا ہی چاہتے ہیں تو بہتر انداز میں قتل کیجئے اور اگر میرا علاج فرمارہے ہیں تو اللہ کی قسم اب میں درست ہوں، آپ نے اسے اپنے علاقے میں جانے کی اجازت دے دی اور ابو موسٰی اشعری کو لکھا کہ اسے مسلمانوں کی کسی مجلس میں نہ بیٹھنے دو۔ اس شخص پر یہ معاملہ گراں گزرا حتی کہ حضرت ابو موسٰی اشعری نے حضرت عمر کی طرف خط لکھا کہ آپ نے اس کی توبہ درست کردی ہے، تو حضرت عمر نے لکھا کہ اب لوگ اسے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت دے دیں۔ (ت)

بلاشبہ اگر اس کا مکر و زور وکذب وفریب ظاہر و مشہور ہو تو بعد توبہ بھی کبھی امام نہ کریں کہ اسے امام کرنا کچھ ضرور نہیں اور معروف کذاب کی توبہ پر ہمیں اعتبار کا کیا ذریعہ ہے خصوصًا روافض خذلہم اللہ تعالٰی کہ تقیہ ان کا اصل مذہب اور اس کی بنیاد کا سب سے پہلا پتھر ہے خصوصًا جہاں نوکری وغیرہ کی طمع یا کسی خوف کا قدم درمیان ہو۔ امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی قدس سرہ کی کتاب بدائع پھر فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

المعرف بالکذب لاعدالۃ لہ فلا تقبل شہادتہ ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سھوا اوابتلی بہ مرۃ ثم تاب[2] اھ ونسأل اللہ حسن التوبۃ والعفو والعافیۃ۔	جو شخص جھوٹ بولنے میں مشہور ہو اس کی عدالت ثابت نہیں لہٰذا اس کی شہادت کبھی قبول نہ کی جائے اگرچہ اس نے توبہ کرلی ہو بخلاف اس شخص کے جس نے سہوًا یا وقت مجبوری کبھی ایک دفعہ جھوٹ بولا ہو اور پھر توبہ کرلی ہو اھ ہم اللہ تعالٰی کی بارگاہ سے حسن توبہ، معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں (ت)

بعینہٖ یہی حکم وہابیت دیوبندیہ کا ہے کہ وہ بھی مثل رفض زمانہ ارتداد مبین اور اس کے اصاغر مثل روافض تقیہ گزیں تو جسے دیکھیں کہ ان لوگوں سے میل جول رکھتا، ان کی مجالس وعظ میں جاتا ہے، اس کا حال مشتبہ ہے ہرگز اسے امام نہ کریں اگرچہ اپنے کو سنی کہتا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] سنن الدارمی باب من ھاب الفتیا و کرہ التنطع والتبدع مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۱/ ۵۱

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادتہ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/ ۴۶۸

مسئلہ ۶۶۱: زید وہابیہ عقیدہ رکھتا ہے اور اس کا لڑکا نابالغ بعمر تخمیناً ۱۲ سال امسال قرآن حافظ ہوا ہے اور وہ ہم لوگ مذہب حنیفہ اہلسنت وجماعت کو مجبور کرتا ہے اور زور ڈالتا ہے کہ میرے لڑکے مذکورہ بالا کے پیچھے قرآن شریف سن لیا جائے، اس کے پیچھے تراویح وغیرہ درست ہے یا نہیں؟ **بنیوا توجروا**

الجواب:

اس لڑکے کے پیچھے تراویح وغیرہ کوئی نماز جائز نہیں کہ صحیح مذہب میں نابالغ بالغوں کی امامت کسی نماز میں نہیں کرسکتا اور اگر وہ عقیدہ بھی وہابیہ رکھتا ہو جیسا کہ ظاہر یہی ہے تو وہابی کے پیچھے ویسے بھی نماز ناجائز محض ہے اگرچہ بالغ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۶۲: از شہر کہنہ محلّہ روہیلی ٹولہ مسئولہ جناب ہدایت اللہ خان صاحب ۱۹ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ وقت نماز چند اشخاص جمع ہیں لیکن کامل پابند شریعت نہیں ہیں ایک حافظ ہے اور مسائل سے بھی واقف ہے مگر داڑھی اس کی کسی قدر کتری ہوئی ہے موافق شرع نہیں دوسرے کا لباس ووضع تو موافق شریعت ہے اور کچھ مسائل سے کسی قدر واقفیت رکھتا ہے مگر قران مجید بمقابلہ حافظ کے صحیح نہیں پڑھ سکتا نہ خطبہ جمعہ کا یہ کوئی شخص حافظ تو نہیں مگر مسائل نماز سے واقف ہے قرآن عظیم صحیح پڑھتا ہے ملازمت پولیس کرچکا ہے پنشن پاتا ہے غرض ایسی ہی حالت ہر شخص کی ہے اس حالت میں کون شخص امامت کے لائق سمجھا جائے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ان میں جو شخص وضو وغسل وغیرہ طہارت ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو قرآن مجید ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے معنی بدلیں فاسق ہوں اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی مگر امام بنانا جائز ہونے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مذہب کا سنی خالص ہو فاسق علی الاعلان نہ ہو یعنی کوئی گناہ کبھی اعلان کے ساتھ نہ کرتا ہو صغیرہ بھی عادت واصرار سے کبیرہ ہوجاتا ہے، جو شخص ان سب باتوں کا جامع ہو اگرچہ قرآن عظیم حافظ کی مثل نہ پڑھ سکے یا پولیس کی پنشن پائے اسے امام بنانے میں حرج نہیں، اور داڑھی حد شرع سے کم کراتا ہو وہ فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے، سنی ہونا جو ہم نے جواز امامت کی شرطوں میں رکھا ہے نہ صحت نماز کی، اس سے مراد یہ ہے کہ ایسا بد مذہب بھی جس کی بدمذہبی حد کفر تک نہ پہنچے کہ ایسے کو امام بنانا گناہ، اگرچہ فرض ساقط ہوجائے گا اور جس کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچی ہو جیسے آج کل کے عام رافضی، وہابی، نیچری، قادیانی، غیر مقلد کے پیچھے تو نماز محض باطل ہے جیسے کسی ہندو یا پادری کے پیچھے **والعیاذ باللہ تعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ ۶۶۳: از مور بھنج ضلع بریسال مرسلہ عبدالرحیم صاحب ۲۱ ذی القعدہ ۱۳۲۹ھ

جس شخص کو جذام کا گھاؤ ہوگیا ہو لیکن لنگڑا یا انگلیاں گرا نہ ہوا اچھی طرح اُٹھ بیٹھ سکتا ہے اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ اور جس کو سوزاک ہو یا منہ بانکا ہوگیا ہو یا ضعیف اس قدر ہو کہ اٹھنے بیٹھنے میں دیر لگتی ہو ان اشخاص کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

الجواب:

جذام میں جب تک ٹپکنا نہ شروع ہوا ہو یہ حکم ہے کہ اگر لوگوں کی نفرت کی حد تک ہے جس کے سبب اس کی امامت میں جماعت کی کمی ہو تو اس کی امامت مکروہ ہے ورنہ نہیں، اور اگر ٹپکنے لگا تو اگر معذور کی حد تک پہنچ گیا کہ ایک وقت کامل کسی نماز کا اس پر ایسا گزرا کہ وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی مہلت نہ تھی تو جب تک ہر نماز کے وقت اگرچہ ایک ایک ہی بار ٹپکنا پایا جائے وہ معذور ہے اسے پانچ وقت تازہ وضو کرنا کافی ہے اور اس کے پیچھے صرف ایسے ہی عارضہ والے کی جو اسی کی سی حالت رکھتا ہو نماز ہوجائے گی باقی لوگوں کی نماز نہیں ہوسکتی یہی حکم سوزاک کا ہے اگر پیپ بہتا ہو اور اگر پیپ نہ نکلے تو اس کے پیچھے نماز میں کچھ حرج نہیں، جس کا منہ معاذاللہ ٹیڑھا ہوگیا ہو اگر اس کے سبب قرات صحیح نہ پڑھ سکتا ہو حروف غلط ادا ہوتے ہوں تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اگر حروف صحیح نکلتے ہوں مگر پڑھنے میں بہت بدنمائی پیدا ہوگئی ہو تو اس کی امامت اولٰی نہیں ورنہ کچھ حرج نہیں جو ضعف کے سبب دیر میں اٹھتا بیٹھتا ہو اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں جبکہ ایسی حالت نہ ہو کہ مثلاً جب تک سجدہ سے اٹھ کر بقدر تین بار سبحٰن اللہ کہنے کے بیٹھا نہ رہے کھڑا نہیں ہوتا اور جب ایسی حالت ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۶۴: ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک شخص مسجد اہلسنت وجماعت کا امام اور وہ بھی مدعی ہے کہ میں سنی ہوں مگر اس کی رشتہ داری وقرابت روافض سے ہوئی ہے، اس کی پُھپھاں بھی روافض کو منسوب ہوئیں اور اس کی ہمشیرگان کے روافض سے نکاح ہوئے اور اس نے اپنا نکاح بھی روافض میں کیا ایسی حالت میں اس کا دعوٰی قبول ہوگا یا نہیں، تقیہ جو روافض کا شعار ہے اور اس کے ذریعہ سے اہلسنت کے عبادات کو ضائع کرنا باعث نجات خیال کرتے ہیں محمول ہو کہ ایسے شخص کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں، بفرض محال اس کے دعوی کو سچ سمجھا جائے اور اس کو سنی خیال کیا جائے تو نکاح اس کا اور اس کی ہمشیرگان کا صحیح ہوا یا نہیں، اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھیں اس کا اعادہ ضروری ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

اگرچہ رافضیوں کے یہاں بیاہت کرنے سے خود اس شخص کا خواہی نہ خواہی رافضی ہونا واضح نہیں ہوتا کہ

بعض احمق نادان جاہل سنی بھی اس بلائے عظیم میں محض اپنی جہالت سے مبتلا ہیں اور بعض وہ بھی ہیں کہ اسے برا سمجھتے ہیں اور پھر اپنی اگلی رشتہ داریوں وغیرہا بیہودہ وجوہ کے سبب اس میں مبتلا ہوتے ہیں اور پھپھیوں بہنوں کے نکاح میں وہ بھی عذر کرسکتا ہے کہ یہ فعل اس کے باپ دادا کا ہے بلاکہ شاید اپنے نکاح میں بھی یہی کہے کہ باپ نے کردیا اور ایسی وجوہ سے کسی کے قلب وعقیدہ پر حکم نہیں لگاسکتے، اور جب وہ اپنے آپ کو سنی کہتا ہے اور اس کی کوئی بات عقیدہ اہلسنت کے خلاف نہیں تو بدگمانی کرکے رافضی ٹھہرادینے کی اجازت نہیں۔ اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰۤى اِلَیْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًاۚ[1]۔	اور جو تمھیں سلام کرے اس سے یہ نہ کہو کہ تو مومن نہیں۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **افلا شققت عن قلبه**[2] (کیا تو نے اس کا دل پھاڑ کر دیکھ لیا تھا۔ت) مگر امام بنانے کے لئے فقط سنی تصور کرنا ہی کافی نہیں بلاکہ فاسق معلن نہ ہونا ضرور ہے اس کی حالت دیکھی جائے اگر رافضیوں سے میل جول خلاملا دوستی اتحاد کے برتاؤ کرتا ہے تو اگر رافضی نہیں تو کم از کم سخت فاسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اسے امام بنانا گناہ، اور جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہوں ان کا پھیرنا واجب **كما فی فتاوی الحجة والغنية وغيرهما من الاسفار الكثيرة وقد حققناه فی النهی الاكيد** (جیسا کہ فتاوی الحجہ، غنیہ اور دیگر متعدد کتب میں ہے، اور ہم نے اس کی تحقیق النہی الاکید میں کی ہے۔ت) اور اگر باوصف ان بیاہتوں کے ان لوگوں سے بالکل جدا ہے تو اسے بتایا جائے کہ آج کل کے تبرائی رافضی علی العموم کافر و مرتد ہیں اور ان سے نکاح مرد کا ہو یا عورت کا محض باطل ہے اور اس میں قربت زنائے خالص اور اولاد اولاد الزنا ہے، یوں نہ سمجھے تو اسے رسالہ ردالرفضہ دکھایا جائے جس میں بکثرت کتب معتمدہ کی صاف تصریحوں سے کفر ثابت کیا گیا ہے اگر پھر بھی نہ مانے تو متمرد و سرکش فاسق ہوگا اور رافضیہ عورت کے رکھنے سے زناکار ہوگا اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب ہوگا اور اگر جاہل نہیں بلاکہ جانتا ہے کہ وہ مرتد ہے اور مرتد مرد خواہ عورت کا نکاح کسی سے نہیں ہوسکتا پھر اس عورت کو جدا نہیں کرتا آپ ہی فاسق وزانی اور امامت سے واجب العزل ہے اور اگر رافضیوں کے عقائد کفریہ خالص پر مطلع ہے اور پھر ان کو مسلمان جانتا ہے جب تو فسق درکنار خود کفر ہے۔ بزازیہ و مجمع الانہر و درمختار وغیرہا میں ہے: **من شك فی كفره وعذابه فقد كفر**[3] (جس نے

---

[1] القرآن ۴/ ۹۴

[2] مسند احمد بن حنبل مروہ عن اسامہ بن زید مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۲۰۷

[3] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ خود کافر ہوگیا ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۶۵: از ڈاکخانہ چویکہ تحصیل و ضلع مٹر پور موہرہ کنھیالا لمسئولہ غلام محمد صاحب ۲۸ صفر ۱۳۲۱ھ

مسند نشین شریعت غرا جناب مولینا صاحب دام ظلکم بعد حصول سعادت قدمبوسی عرض یہ ہے کہ جو کہ کمترین کے آباؤ اجداد تھے وہ سب گاؤں کے امام تھے اور قدیم ایّام سے امامت کرتے چلے آئے ہیں اور کمترین کے جناب دادا صاحب بھی خود گاؤں کے استاد تھے اور کمترین کے جناب والد بزرگوار بھی استاد ہی اور امامت کرتے تھے اور ان کے بعد میں بھی استادی طریقہ رکھتا ہوں کہ گاؤں کے بہت سے لڑکوں کو قرآن مجید کی تعلیم اور کتابوں وغیرہ کی بھی دی ہے اور پانچ نماز بھی ہم امام ہو کر پڑھواتے رہے ہیں اور اب گاؤں کے ایک شخص زمیندار نے کہا اگر مرضی ہو تو امام رکھیں ورنہ نہ رکھیں کہ امام نوکر کی جگہ ہوتا ہے خواہ نوکر کے پیچھے نماز ادا کریں یا نہ کریں اور غرضیکہ اس نے بہت بیہودہ گالی بھی نکالی ہیں اور بے ادب لفظ بولے ہیں اور اب کمترین جناب کی جانب دراز دست ہے اس شخص کی نسبت فتوٰی حدیث اور شریعت کے تحریر کرکے ارسال فرمائیں کہ اس کو تعزیر لگائی جائے از حد مہربانی ہوگی اور کمترین کا حق گاؤں پر ہے یا نہیں اور شریعت میں اس کے واسطے کیا حکم ہے وہ اب امامت سے برخاست کرنا چاہتے ہیں فتوٰی مع آیات واحادیث کے ارسال فرمائیں۔

الجواب:

کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دینا حرام ہے اور گالی دینا سخت حرام ہے اور بعض گالیاں تو کسی وقت حلال نہیں ہو سکتی اور ان کا دینے والا سخت فاسق اور سلطنت اسلامیہ میں اس (۸۰) کوڑوں کا مستحق ہوتا ہے ان سے ہلکی گالی بھی بلاوجہ شرعی حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ[1]۔	جس نے کسی مسلمان کو بلاوجہ شرعی ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی۔

اور علم دین کے استاد کا حق باپ سے بھی زائد ہے ستانے والا عاق ہوتا ہے اور بلاوجہ شرعی کسی مسلمان کے رزق میں خلل اندازی بہت سخت بے جا اور بلاوجہ ایذا ہے اور ایسوں کو خوف نہیں آتا کہ وہ کسی مسلمان کے رزق میں بلاوجہ خلل ڈالیں، اللہ قادر مطلق ان کی روزی میں خلل ڈالے ان کا رزق تنگ کردے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: کما تدین تدان[2] (جیسا تو اوروں کے ساتھ کرگا ویسا ہی اللہ تیرے ساتھ

---

[1] کنز العمال الباب الثانی فی الترہیبات، مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۶/ ۱۰

[2] کنز العمال الباب الاول فی مواعظ الترغیبات مؤسستہ الرسالہ بیروت ۱۵/ ۷۷۲

کریگا) ان لوگوں پر لازم ہے کہ امام سے معافی مانگیں، استاد سے خطا بخشوائیں اور اگر کوئی حرج شرعی نہ ہو تو بے سبب اسے موقوف نہ کریں، ہاں اگر سبب شرعی ہو تو بہ نرمی، اس سے کہیں اگر وہ اس کا علاج نہ کرے یا نہ کرسکے تو نرمی کی ساتھ الگ کردیں اس وقت اس امام کو بھی بے جاہٹ مناسب نہیں، امامت کسی کا حق و میراث نہیں، اور وجہ شرعی کے سبب اہل جماعت جس کی امامت سے ناراض ہوں اسے امام بننا گناہ ہوتا ہے اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۶۶: ۸ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنا نکاح ایک عورت سے کیا کچھ عرصہ بعد اپنی عورت کی ہمشیرہ سے دوسرا نکاح کیا دونوں عورتیں اس کے پاس رہیں کچھ مدت کے بعد اس دوسری سے ایک لڑکا پیدا ہوا جب وہ بالغ ہوا اس نے کلام مجید پڑھا اب اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

یہ لڑکا ولد الحرام ہے ولد الزنا نہیں اسے حرامی نہیں کہہ سکتے کہ عرف میں حرامی والد الزنا کو کہتے ہیں اور یہ شرعًا اپنے اسی باپ کا بیٹا ہے اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں، ہاں اگر جماعت کو اس کے ولد حرام ہونے کے باعث اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے نفرت ہو تو اس کی امامت مکروہ ہوگی کہ وجہ تقلیل جماعت ہوگی مگر اس صورت میں کہ یہ لڑکا سب حاضرین سے زیادہ مسائل نماز وطہارت کا علم رکھتا ہو تو اسی کی امامت اولٰی ہے اور اب اگر عوام کو نفرت ہو تو انھیں سمجھایا جائے کہ ان کی یہ نفرت خلاف حکم و بے محل و بے جا ہے یہ تو یہ اگر کوئی ولد الزنا بھی ہو تو جب حاضرین سے علم میں زائد ہو وہی مستحق امامت ہے۔ علمگیریہ میں ہے:

ان تزوجھما فی عقد تین فنکاح الاخیرۃ فاسدۃ ویجب علیہ ان یفارقھما وان فارقھا بعد الدخول فعلیھا العدۃ ویثبت النسب[1] (ملخصًا)	اگر دو بہنوں کا کسی نے دوعقدوں میں نکاح کیا تو دوسرا نکاح فاسد ہوگا اس پر اس آخری کی تفریق واجب ہوگی اگر اس نے دخول کے بعد تفریق کی تو اس خاتون پر عدت لازم ہوگی اور نسب ثابت ہوجائے گا۔ ملخصًا (ت)

ہدایہ میں ہے:

یکرہ تقدیم العبد لانہ لا یتفرغ للتعلم و الاعرابی لان الغالب فیھم الجھل وولد الزنا	غلام کی تقدیم مکروہ ہے کیونکہ اسے حصول علم کے لئے وقت نہیں ملتا، اور اعرابی کی تقدیم بھی مکروہ ہے کیونکہ اکثر

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ القسم الثالث المربات بالرضاع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۷۷

لانه لیس له اب یشفقه فیغلبه علیه الجهل ولان فی تقدیم هؤلاء تنفیرالجماعة فیکره[1] (ملخصا)	طور پر یہ لوگ جاہل ہوتے ہیں، ولدزنا کی امامت اس لئے مکروہ ہے کہ اس کا والد شفیق نہیں جو تعلیم کا انتظام کرے، ایسے افراد اکثر طور پر جاہل رہتے ہیں اور ان کی تقدیم سے لوگوں کو جماعت میں شمولیت سے نفرت پیدا ہوگی لہذا انکو امام بنانا مکروہ ہے (ت)

اختیار شرح مختار میں ہے:

ان کان الاعرابی افضل من الحضری، و العبد من الحر، وولد الزنا من ولد الرشدة والاعمی من البصیر فالحکم بالضد[2]۔	اگر عرابی شہری سے غلام آزاد سے، والدزنا ولد نکاح سے او رنابینابینا افضل ہو تو حکم اس کے برعکس ہوگا۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

نحوه فی الشرح الملتقی للبهنسی وشرح درر البحار ولعل وجه ان تنفیر الجماعة بتقدیمه یزول اذاکان افضل من غیره بل التنفیر یکون فی تقدیم غیره[3]۔	شرح الملتقی للنبہنسی اور شرح دررالبحار میں ہے بھی اسی طرح ہے، ممکن ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ جب وہ دوسرے سے افضل ہے تو اس کے امام بننے کی صورت میں جماعت سے لوگوں کی نفرت کا ازالہ ہوجائے گا بلاکلہ اس صورت میں دوسرے کو مقدم کرنا نفرت کا سبب بنے گا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

الاان یکون غیرالفاسق اعلم فهو اولٰی[4]۔	مگر یہ فاسق کے علاوہ قوم سے زیادہ عالم ہو تو وہی امامت کے زیادہ لائق ہے (ت)

اسی میں ہے:

لوام قوما وهم له کارهون ان الکراهة لفسادفیه اولانهم احق بالامامة منه	اگر کسی نے امامت کرائی حالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے اگر کراہت خود اس میں کسی خرابی کی بناپر ہو یا

---

[1] الہدایۃ باب الامامۃ مطبوعہ المکتبۃ العربیہ کراچی ۱۰۱/۱

[2] الاختیار لتعلیل المختار باب الجماعۃ مطبوعہ دارفراس للنشر والتوزیع ۵۸/۱

[3] ردالمحتار، باب الجماعۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۱۴/۱

[4] درمختار باب الجماعۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۷۳/۱

کرہ ذلك تحریما وان ھو احق لا والکراھة علیھم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	اس بنا پر کہ دوسرے لوگ اس سے امامت کے زیادہ حقدار تھے دونوں صورتوں میں اس پر کراہت تحریمی ہوگی اگر وہ خود امامت کا زیادہ حقدار تھا تو اس پر کوئی کراہت نہ ہوگی اور لوگوں پر کراہت ہوگی۔ (ت)

مسئلہ ۶۶۷: ۱۳۳۱ہجری

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص امام مسجد ہے اور وہ فاتحہ وعلم غیب وغیرہ سے منکر ہے بلاالکہ سجدہ میں اور رکوع میں تسبیح اس قدر زور سے کہتا ہے کہ اگلی صف والے بخوبی سن لیتے ہیں اور پیچھے والے بھی سن لیتے ہیں اور ایسے مقام پر کوئی دوسرا امام میسر نہیں آتا تو اس حالت میں کس طرح باجماعت نماز پڑھی جائے کہ ثواب جماعت کا ہو اور نماز میں بھی کوئی نقص نہ ہونے پائے۔

الجواب:

اگر علم غیب بعطائے الٰہی کثیر ووافر اشیاء وصفات واحکام وبرزخ ومعاد واشراط ساعت وگزشتہ وآئندہ کا منکر ہے تو صریح گمراہ بددین ومنکر قرآن عظیم واحادیث متواترہ ہے اور ان میں ہزاروں غیب وہ ہیں جن کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ملنا ضروریات دین سے ہے اور ضروریات دین کا منکر یقینا کافر، یوں ہی تلبیسی طور پر بعض کا اقرار کرتا اور وہابیہ کا اعتقاد رکھتا ہے تو گمراہ بددین ہے اور جو خاص دیوبندی عقائد پر ہو وہ کافر ومرتد ہے، یوں ہی جو ان عقائد پر اپنا ہونا نہ بتائے مگر ان لوگوں کے عقائد کفریہ پر مطلع ہو کر ان کو اچھا جانے یا مسلمان ہی سمجھے جب بھی خود مسلمان نہیں، درمختار ومجمع الانہر وبزازیہ وغیرہا میں ہے: من شك فی کفرہ فقد کفر[2] (جس نے اس کے کفر میں شک کیا وہ خود کافر ہوگیا۔ ت) ہاں اگر تمام خباثتوں سے پاک ہو اور علم غیب کثیر ووافر بقدر مذکور پر ایمان رکھے اور عظمت کے ساتھ اس کا اقرار کرے صرف احاطہ جمیع ماکان ومایکون میں کلام کرے اور ان میں ادب وحرمت ملحوظ رکھے تو گمراہ نہیں صرف خطا پر ہے مگر آج کل یہاں فاتحہ کا انکار خاص وہابیہ ہی کا شعار ہے اور وہابیہ اہل ہوا سے ہیں اور اہل ہوا کے پیچھے نماز ناجائز ہے، فتح القدیر میں ہے:

لاتجوز الصلاۃ خلف اھل الاھواء[3]۔	اہل ہوا کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۳

[2] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

[3] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

تو اگر امام میسر ہو بہتر ہے ورنہ تنہا نماز پڑھی جائے۔ ہاں اگر وہاں وہابیت نہ ہوتی تو فقط اتنی بات پر کہ تسبیحات رکوع و سجود بآواز کہتا اور اس پر اصرار رکھتا ہو نماز اس کے پیچھے مکروہ ہوتی کہ اگر اور امام نہ ملتا تو اسی کے پیچھے پڑھنے کا حکم دیا جاتا مگر بحال وہابیت ہرگز اقتداء جائز نہ ہوگی۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۶۸: از نجیب آباد ضلع بجنور متصل تحصیل مرسلہ محمد ظفر اللہ صاحب حنفی ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) ایک شخص اس مسجد کا جو امام ہے جس کی بابت یہ قصہ ہے کہ صدقہ فطر لیتا ہے حتی کہ وہ خود صاحب زکوۃ ہے اگر اس کو صدقات سے کچھ نہ دیا جائے یا دینے میں دیر ہوجائے تو ناراض ہوجاتا ہے ایسی جگہ سے نماز ترک کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) دائم المریض اور جس کے وضو کا بھی کافی طور سے احتمال ہو اور قرآن شریف کو صحت الفاظی کے ساتھ نہ پڑھتا ہو بلالکہ غلط پڑھتا ہو باوجود اس کے کہ وہاں قاری اور حافظ موجود ہوں تو ایسے شخص کی شمولیت جماعت سے اجتناب چاہئے یا نہیں؟

(۳) جو اشخاص ناحق رعایت و پاسداری کرتے ہوں اور مدرس تدریس قرآنی سے حاسد ہوں اور وہ اس جماعت میں شامل ہوں اور عوام کی غیبت کرتے ہوں تو ایسے موقع پر ترک جماعت جائز ہے یا نہیں؟

(۴) وہ شخص اس بنائے فساد سے مخوف ہو کر اس حجرے میں جو شارع عام سے کچھ فاصلہ مسجد سے واقع ہے نماز پڑھ لے تو جائز ہے یا نہیں۔ اگر حجرہ میں جماعت علیحدہ کرتا ہے تو ناحق مفسدہ پیدا ہوتا ہے اب کیا کرنا چاہئے؟ آیا نماز اب کس طریق پر اور کس جگہ پر ادا کرے؟

(۵) وہ امام جو اس مسجد میں امامت کے واسطے بلائے جاتے ہوں اس کے مقتدی ہمیشہ فحش کلامی سے یاد کرتے ہوں اور اس سے پھر مقتدی ناراض ہوں تو اس کے پیچھے ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں اور اس کو وہاں امامت کرنا روا ہے یا نہیں؟

(۶) اندر مسجد جمع ہو کر دنیاداری کی باتیں کرنا جائز ہے یا نہیں اور جو کرتے ہیں وہ خطاوار ہیں یا نہیں؟

(۷) مسجد کی امامت کے واسطے امام بے علم یا مشتبہ کافی ہے یا نہیں کہ نماز مع کل فرائض، واجبات، سنن کے پوری ہوجائے فقط۔

الجواب:

(۱) غنی کو صدقہ فطر لینا حرام ہے اگر امام غنی ہے اور صدقات فطر لیا کرتا ہے یہاں تک کہ ملنے میں دیر سے ناراض ہوتا ہے تو وہ فاسق معلن ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اگر اسے معزول نہ کرسکیں تو وہاں ترک جماعت کا یہ عذر صحیح ہے **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) اگر قرآن مجید ایسا غلط پڑھتا ہے جس سے نماز فاسد ہوتی ہے مثلاً ا، ع یا ت، ط ث، س، ص یا ح، ہ یا ذ، ز، ظ، ض میں فرق نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز باطل ہے اور اس صورت میں اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنا ترک جماعت نہیں کہ وہ جماعت کیا نماز ہی نہیں، یونہی اگر اس کا وضو مشکوک رہتا ہے جب بھی اس کے پیچھے نہ پڑھنے میں مواخذہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم

(۳) مقتدیوں کے گناہ کے باعث ترک جماعت جائز نہیں ان کے گناہ ان کے گناہ ہیں اور ترک جماعت اس کا گناہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۴) اگر امام مسجد فاسق، معلن یا بدمذہب یا بے طہارت یا غلط خواں ہے اسے آگے پیچھے یا اس سے الگ حجرہ میں جماعت پر بھی قدرت نہیں بلاکہ فتنہ اٹھتا ہے تو اس صورت میں تنہا پڑھنے کی اسے اجازت ہوگی مگر یہ بات بہت دشوار ہے کہ حجرہ میں دو ایک شخص کے ساتھ جماعت کرنے میں بھی فتنہ ہو **واللہ تعالٰی اعلم**

(۵) اس صورت میں مقتدی گنہگار ہیں امام پر کچھ الزام نہیں وہ امامت کرسکتا ہے اور ان کی نماز اس کے پیچھے روا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۶) مسجد میں دنیا کی بات کے لئے بیٹھنا حرام ہے اور اس میں جمع ہو کر دنیا کی بات کرنا ضرور خطا ہے واللہ تعالٰی اعلم

(۷) امام میں چند شرطیں ضروری ہیں اولاً قرآن عظیم ایسا غلط نہ پڑھتا ہو جس سے نماز فاسد ہو جیسے وہ لوگ کہ مثلاً ا، ع یا ت، ط یا ث، س، ص یا ح، ہ ذ، ز، ظ، ض میں فرق نہیں کرتے، دوسرے وضو، غسل، طہارت صحیح رکھتا ہو، سوم سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ہو تفضیلی وغیرہ بدمذہب نہ ہو نہ کہ وہابی خصوصاً دیوبندی کہ سرے سے مسلمان ہی نہیں، یا ان کو اچھا جاننے والا کہ وہ بھی انھیں کے مثل ہے شفا شریف وبزازیہ ومجمع الانہر ودرمختار وغیرہا میں ہے:

ومن شك فی کفره وعذابه فقد کفر[1]۔	جس نے اس کے کفر اور عذاب میں شک کیا وہ خود کافر ہوجائے گا۔ (ت)

چہارم فاسق معلن نہ ہو، اسی طرح اور امور منافی امامت سے پاک ہو، ان کے بعد ذی علم ہونا شرط صحت وحلت نہیں شرط اولیت ہے اگر جاہل ہے اور شرط مذکورہ رکھتا ہے اس کے پیچھے نماز ہوجائیگی۔ اگرچہ اولی نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

مسئلہ ۶۷۵: جو شخص داڑھی اپنی مقدار شرع سے کم رکھتا ہے اور ہمیشہ ترشواتا ہے، اس کا امام کرنا نماز میں شرعًا کیا حکم رکھتا ہے؟

الجواب:

وہ فاسق معلن ہے اور اسے امام کرنا گناہ، اور اسے کے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی۔ غنیہ میں ہے: **لو قدموا فاسقا یاثمون**[1] (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو وہ لوگ گناہ گار ہونگے۔ت) اور دلائل مسئلہ لحیہ کی تفصیل ہمارے رسالہ **لمعۃ الضحیٰ فی اعفاء اللحی** میں ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ ۶۷۶: از سیتاپور ضلع بریلیمسؤ لہا میر علی صاحب رضوی ۱۶ شوال ۱۳۳۰ھ

ایک وقت کی نماز جس شخص کی قضاء ہو گئی ہو اس کے پیچھے نماز امامت درست ہو گی یا نہیں؟ اتفاق سے قضا ہو گئی ہو۔

الجواب:

بلا قصد جس کی نماز قضا ہو جائے اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں۔

مسئلہ ۶۷۷: ہر ایک آدمی کی نماز کسی کی کسی وقت کی اور کسی کی کسی وقت کی قضا ہو اور سب اپنی اپنی قضا پڑھ لیں ایسی حالت میں امامت ہو گی یا نہیں؟ کیونکہ بعض بعض جگہ بوجہ کاشتکاری کے کام کے اکثر لوگوں کی نماز قضا ہو جاتی ہے اور سب ایسی ہی حالت میں ہیں یہ لوگ امام کریں یا اپنی اپنی نماز علیحدہ ادا کریں یا کوئی ان میں امام ہو کر نماز ادا کریں۔

الجواب:

کاشتکاری خواہ کسی کام کے لئے نماز قضا کر دینا سخت حرام وگناہ کبیرہ ہے جو ایسا کرتے ہین سب فاسق ہیں، سب پر فورًا توبہ فرض ہے، کیا نہیں جانتے کہ کھیتی بھی اسی کے اختیار میں ہے جس نے نماز سب سے بڑھ کر فرض کی ہے اگر نماز کھونے میں تمہاری کھیتی برباد کردے تو تم کیا کر سکتے ہو، نماز گھنٹوں میں نہیں ہوتی تھوڑی دیر کے لئے نماز کے واسطے کھیتی کے کام کو روک دو تو نماز اور کھیتی کا مالک تمھاری کھیتیوں میں بہت برکت دے، جہاں سب اسی طرح کے ہوں وہاں ان سب پر توبہ تو فرض ہے ہی، جب توبہ کرلیں ان میں سے جو قابل امامت ہے امامت کرے اور رافضیوں کی طرح الگ الگ نہ پڑھیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ امام اور مقتدی سب کی قضا متحد ہو مثلاً سب کی آج کی ظہر یا سب کی کل کی عصر، تو جماعت ہو سکتی ہے اور اگر نماز مختلف ہو مثلاً امام کی ظہر اور مقتدی کی عصر یا امام کی آج

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

کی ظہر تو جماعت نہیں ہو سکتی اپنی اپنی الگ پڑھیں **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۷۸: امام کی اتفاق سے ایک وقت کی نماز قضاء ہو گئی ہے تو وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا دوسرا شخص کھڑا ہو؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

وہی امامت کرے جبکہ قصداً قضا نہ کی ہو۔ اور اگر قصداً قضا کی اگرچہ اتفاق سے تو فاسق ہو گیا۔ اگر توبہ نہ کرے تو دوسرا شخص امامت کرے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۷۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کی عمر اٹھارہ سال کی ہے اور حافظ ہے داڑھی نہیں ہے آیا اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر حسین وجمیل خوب صورت ہو کہ فساق کے لئے محل شہوت ہو تو اس کی امامت خلاف اولی ہے ورنہ نہیں۔ درمختار میں ہے: **تکرہ خلف امرد**[1] (امرد کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

قال الرحمتی المراد بہ الصبیح الوجہ لانہ محل الفتنۃ[2]۔ **واللہ تعالٰی اعلم**	شیخ رحمتی نے کہا امرد سے مراد خوبصورت چہرے والا لڑکا ہے کیونکہ وہ فتنے کا محل ہے۔ (ت)

مسئلہ ۶۸۰: از قصبہ دھام پور ضلع بجنور محلّہ بندوقچیاں مرسلہ محمد سعید صاحب ۱۶ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ ایک جامع مسجد کا امام جو ابدی نماز پڑھاتا ہے وہ جماعت کثیرہ اس کے پیچھے نماز پڑھے اور جملہ قصبہ والے اور دیہات والے خوش ہوں اور دس پانچ آدمی بسبب خصومت نفسی کے اس پیش امام کے پیچھے نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور وہ مسجد کے صحن میں یا دیوار کے پاس کھڑے رہیں اس انتظار میں کہ جماعت ہو جائے تو ہم دوسری جماعت اپنی کرکے نماز پڑھیں اور اگر وہ لوگ قبل آجائیں تو امام کے مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ کر چلے جائیں یہ فعل ناجائز ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب:

اگر امام سنی صحیح العقیدہ مطابق عقائد علمائے حرمین شریفین ومخالف عقائد غیر مقلدین ووہابیہ دیوبندیہ وغیرہم گمراہان ہے اور قرآن مجید صحیح قابل جواز نماز پڑھتا ہے اور فاسق معلن نہیں۔ غرض اگر کوئی بات

---

[1] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۸۳

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۵

اس میں ایسی نہیں جس کے سبب اس کی امامت باطل یا گناہ ہو پھر جو لوگ براہ نفسانیت اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اور جماعت ہوتی رہے اور شامل نہ ہوں وہ سخت گناہ گار ہیں ان پر توبہ فرض ہے اور اس کی عادت ڈالنے سے فاسق ہوگئے لیکن اگر امام میں ان عیوب میں سے کوئی عیب ہو اور اس کے سبب یہ لوگ اس کے پیچھے نماز سے احتراز کرتے ہوں تو درست وبجا ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۸۱: از بیسلپور ضلع پیلی بھیت محلّہ درگا پرشاد مکان فخر الدین صاحب مرسلہ حافظ شمس الدین صاحب ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ

(۱) جو شخص کہ سودی دستاویز لکھاتا ہو لیکن لیتا نہ ہو اور جو ملازمان گورنمنٹ مثلاً تھانیدار یا سب رجسٹرار اور نیز ملازمان چونگی اگر پنجوقتہ نماز کے پابند نہیں وہ امامت کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) امام جماعت سے کس قدر فاصلہ سے کم سے کم یا زیادہ سے زیادہ کھڑا ہو اس صورت میں کہ مقتدیوں کی صف پوری ہو۔ فقط

الجواب:

(۱) سودی دستاویز لکھنا سود کا معاہدہ کرنا ہے اور وہ بھی حرام ہے، صحیح حدیث میں ہے:

لعن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکل الربوا وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[1]	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی سود کھانے والے اور سود لینے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس پر گواہیاں کرنے والوں پر، اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ (ت)

جب اس کا تمسک لکھنا موجب لعنت اور سود کھانے کے برابر ہے تو خود اس کا معاہدہ کرنا کس درجہ خبیث وبدتر ہے ایسے شخص کو امام نہ کیا جائے، ہر نوکری جس میں خلاف شریعت حکم دینا پڑتا ہو حرام ہے اور رجسٹراری کا حال ابھی گزر چکا کہ اس میں سودی تمسکوں کا لکھنا اور ان کو تصدیق کرنا پڑتی ہے۔ تھانے دار اگر رشوت لے یا جھوٹ مقدمے بنائے، جھوٹی گواہیاں دلوائے، لوگوں سے دبا دھمکا کر مال حاصل کرے جب تو ظاہر ہے کہ یہ سب افعال سخت حرام ہیں ورنہ چالان میں خلاف شریعت احکام کی اعانت ضرور ہوتی ہے تو ایسی حالت میں شرعاً امامت کے لائق نہیں۔ ہاں چونگی کا ملازم اگر چونگی تحصیل کرنے پر نوکر ہے اور اس میں یہ نیت رکھتا ہے کہ لوگوں پر آسانی کرے اور لوگ جو دباؤڈال کر زیادہ روپیہ وصول کرتے ہیں اس سے بچائے تو اس

---

[1] صحیح مسلم باب الربا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

میں حرج نہیں کما فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) وہ اگر قابل امامت ہو تو اس کی امامت میں مضائقہ نہیں۔

(۲) امام صف سے اتنا آگے کھڑا ہو کہ جو مقتدی اس کے پیچھے ہے اس کا سجدہ بطور مسنون بآسانی ہو جائے بلاضرورت اس سے کم فاصلہ رکھنا جس کے سبب مقتدیوں کو سجدہ میں تنگی ہو منع ہے یوں ہی فاصلہ کثیر، عبث چھوڑنا خلاف سنت مؤکدہ ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ ۶۸۲: سرکڑہ ضلع مراد آباد مسئولہ عبدالعزیز صاحب ۵ محرم الحرام ۱۳۳۲ھ

(۱) باپ نے بیٹے کو عاق کردیا اور پھر اس کی خطا معاف بھی کردی تو اس کی خطا معاف ہوئی یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز ہوجائے گی؟

(۲) اگر کسی شخص سے چار جمعہ حالت مرض میں پے درپے ساقط ہوگئے تو پانچویں جمعہ میں نماز اس کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

ہاں اگر وہ باپ کی نافرمانی اور باپ کو ناراض کرنے سے باز آیا اور سچے دل سے توبہ کی تو خطا معاف ہوگئی اور اب اس کے پیچھے نماز جائز ہوجائے گی۔ اور اگر وہ نافرمانی وایذائے پدر سے باز نہ آیا تو ضرور سخت اشد فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، جس کا پھیرنا واجب ہے اور اسے امام بنانا گناہ اگرچہ باپ اپنی مہربانی سے ہزار بار خطا معاف کردے کہ یہ صرف باپ کی خطا نہیں اللہ عزوجل کا بھی گناہ اور سخت گناہ شدید کبیرہ ہے، تو فقط باپ کے معاف کئے کیونکر معاف ہوسکتا ہے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۲) اگر مرض ایسا تھا کہ قابل حاضری جمعہ نہ تھا تو اس پر کچھ الزام نہیں، اور اگر حاضر ہوسکتا تھا اور کاہلی اور بے ہمتی سے نہ آیا تو فاسق ہے اسے امام کرنا گناہ ہے **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ ۶۸۴: از بیتھو ضلع وڈاکخانہ بیتھو مرسلہ حکیم رضا حسین صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ولد الزنا کا نکاح صحیح ہوا اور اس سے اولاد ہوئی تو اس اولاد کے پیچھے اقتدا درست ہے یا نہیں۔ فقط

الجواب:

ولد الزنا کا بیٹا کہ نکاح صحیح سے پیدا ہوا ولد الزنا نہیں اس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں۔ ہاں اگر اہل جماعت اس سے نفرت کریں اور اس کے باعث جماعت کی تقلیل ہو تو اسے امام نہ کیا جائے اگرچہ وہ خود بے قصور ہے جیسے معاذ اللہ برص وجذام والے کی امامت مکروہ ہے جبکہ باعث تنفیر جماعت ہو اگرچہ مرض

میں اس کا کیا قصور ہے، در مختار میں ہے، تکرہ خلف ابرص شاع برصہ[1] (ایسا برص والا شخص جس کا برص پھیل گیا ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

کذا اجزم برجندی والظاھر ان لعلۃ النفرۃ ولذا قید الا برص بالشیوع لیکون ظاھرا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	اسی طرح جذام والے کا حکم ہے، برجندی، اور ظاہرًا علت نفرت ہی ہے اسی لئے ابرص کے ساتھ پھیل جانے کی قید کا اضافہ ہے تاکہ واضح ہو جائے۔ (ت)

مسئلہ ۶۷۵: از قصبہ نیٹھور ضلع بجنور مرسلہ محمد عبدالحی سوداگر جفت ۲۹ محرم ۱۳۳۲ ہجری

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ عنایت اللہ خاں صاحب جائداد ہے اور دوسری جائداد خریدنے کے لئے یا کسی وارث کی جائداد اپنے نام کرانے کے لئے روپیہ سودی تمسک لکھ کر بقال سے قرض لیا ایسے شخص کو امام بنانا مذہب حنفیّہ میں کیسا ہے خصوصًا جمعہ وعیدین کا امام بنانا۔ عنایت اللہ صاحب نصاب ہے۔ فقط

الجواب:

شخص مذکور کو جائداد خریدنا کوئی ضرورت شرعی نہ رکھتا تھا اور بے حالت اضطرار ومجبوری محض سود دینا اور لینا دونوں یکساں ہیں دینے لینے والے دونوں ملعون۔ صحیح مسلم شریف میں امیر المؤمنین مولٰی علی کرم اللہ وجہ الکریم سے ہے:

لعن رسول للہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اکل الربٰو وموکلہ وکاتبہ وشاھدیہ وقال ھم سواء[3]۔	رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے اور اس کا کاغذ لکھنے والے اور اس کی گواہیاں کرنے والوں پر۔ اور فرمایا وہ سب برابر ہیں۔ (ت)

ایسا شخص جمعہ، عید، پنجگانہ، کسی نماز میں امام بنانے کے قابل نہیں اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۷۶: مسئولہ علاؤالدین صاحب عرضی نویس کچہری دیوانی پرتاب گڑھ ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ قیام کرنا محفل مولد خیر الانام اور نماز تراویح کے بعد

---

[1] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۷۳

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مصطفٰی البابی مصر ۱/۴۱۶

[3] صحیح مسلم باب الربا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۲۷

ف: صحیح مسلم، باب الربا میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حدیث مذکور ہے۔ نذیر احمد

ختم قرآن مجید کے اپنے پاس سے خواہ چندہ سے بخوشی اپنے شیرنی تقسیم کرنا جائز ہے یا بدعت؟ اور ایسے شخص جو قیام کا منکر اور جو تراویح کے بعد ختم قرآن مجید کی شیرنی کا تقسیم کرنا بدعت سمجھتا ہو اور ناجائز کہتا ہو اس کے پیچھے نماز کی اقتداء کرنا بروئے مذہب حنفی کیا ہے؟ ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے یا نہیں یا کیا ہے؟ فقط

الجواب:

قیام وقت ذکر ولادت حضور سید الانام علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلاۃ والتسلیم جس طرح حرمین طیبین ومصر وشام وسائر بلاد اسلام مین رائج ومعمول ہے ضرور مستحسن ومقبول ہے۔ علامہ سید جعفر برزنجی رحمۃ اللہ تعالٰی جن کا رسالہ میلاد مبارک حرمین طیبین ودیگر بلاد عرب وعجم میں پڑھا جاتا ہے اس رسالہ میں فرماتے ہیں:

قد استحسن القیام عند ذکر مولد الشریف صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ائمۃ ذوو روایۃ ودرایۃ فطوبٰی لمن کان تعظیمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غایۃ مرامہ ومرماہ[1]۔	بے شک ذکر ولادت اقدس کے وقت قیام کرنا ان اماموں نے مستحسن جانا جو اصحاب روایت وارباب درایت تھے تو خوشی اور شادبانی ہو اس کے لئے جس کی نہایت مراد وغایت مقصود محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعظیم ہو۔ (ت)

یہاں آج کل اس قیام مبارک کو بدعت وناجائز کہنے والے حضرات وہابیہ ہیں خذلھم اللہ تعالٰی (اللہ تعالٰی انھیں خوار کرے۔ ت) اور وہابیہ زمانہ اب بدعت وضلالت سے ترقی کرکے معراج کفر تک پہنچ چکے ہیں بہر حال ان کے پیچھے نماز ناجائز اور انھیں امام بنانا حرام، یوں ہی ختم قرآن عظیم کے وقت مسلمانوں میں شیرینی کی تقسیم بھی ایک امر حسن ومحمود ہے اسے بدعت بتانا انھیں اصول ضالہ وہابیت پر مبنی ہے اللہ عزوجل نے تو وجوب وممانعت کی یہ معیار بتائی تھی:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ[2]۔	رسول جس بات کا تمھیں علم دیں وہ اختیار کرو اور جس بات سے منع فرمائیں باز رہو۔ (ت)

مگر وہابی صاحبوں نے معیار ممانعت یہ رکھی ہے کہ جسے ہم منع کردیں اسے بچو اگرچہ اللہ ورسول نے کہیں منع نہ فرمایا ہو، غرض یہ اس کا شرک فی الرسالت ہے اس کے پیچھے ہر گز نماز پڑھی نہ جائے، **والعیاذ باللہ تعالٰی رب العالمین۔ واللہ تعالٰی اعلم۔**

---

[1] رسالہ میلاد مبارک العلامہ سید برزنجی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ قیام بوقت ذکر تولد خیر الانام، جامعہ اسلامیہ لاہور ص ۲۵ و ۱۶

[2] القرآن ۵۹/ ۷

مسئلہ ۶۸۷: از ضلع بھنڈارہ محلّہ کم تالاب مرسلہ حکیم ہدایت اللہ خاں صاحب متولی مسجد ۶۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) ایک شخص حافظ قرآن ہے اور جبراً پیش امام بننا چاہتا ہے حالانکہ جماعت مسلمین اسکی مندرجہ ذیل باتوں سے ناخوش ہے اور اپنا پیش امام نہیں بنانا چاہتے، حافظ صاحب پہلے گورنمنٹی ملازم تھے رشوت کھا کر سزا پائی مگر قسمت کے زور سے اپیل میں رہائی پائی۔

(۲) اس حافظ صاحب نے ایک سے آٹھ آنہ لے کر رسید لکھ دی تھی بعد میں دھوکا دے کر رسید جلادی کچہری میں انکار کیا کہ آٹھ آنہ نہیں لیا جس سے اس شخص کو بڑا بھاری نقصان ہوا حالانکہ یہ بات سچ تھی کہ پیسے حافظ صاحب لے چکے تھے اور صاف انکار کردیا اور اسی معاملہ میں پہلے بھی قسم قرآن شریف کی کھا چکے تھے۔

(۳) حافظ صاحب نے اپنے پیر و مرشد پر طعن و تشنیع کرتا ہے کہ محلّہ میں یا مدرسہ اسلامیہ میں جو خاص ان کے پیر ومرشد کا ایجاد کردہ ہے کہتے ہیں کہ ان کے باپ دادا کا میراث ہے کیا اور اپنے پیر کی بات پر فتوی بلالواتا ہے حالانکہ پیر مرحوم نے ان کو اپنا خلیفہ زبانی مقرر کیا ہے نہ کہ تحریری، بعد اس طعنہ تشنیع کے پیر مرحوم پر حافظ صاحب کی خلافت باقی ہے یا باطل ہوئی یا خلافت سے نکل گئے۔

(۴) حافظ صاحب نے چمڑا قربانی کا جو کہ صاحب نصاب ہیں مدرسہ اسلامیہ میں دینے کو کہا تھا دھوکا دے کر اپنے صرف میں لے آئے

(۵) اور سید کو زکوۃ کا پیسہ لینا درست ہے یا نہیں؟ اتنی باتیں حافظ بنو علی صاحب میں موجود ہیں جس کو ہر فرد بشر اس محلّہ کا بخوبی جانتا ہے تو اس پر بھی وہ پیش امام بننا چاہتے ہیں جبراً اور فساد برپا کرتے ہیں کہ میں حافظ ہوں خلیفہ ہوں میرا حق زیادہ ہے پیش امام میں بنوں گا اور جماعت کثیرہ کی رائے نہیں ہے کہ اس کو اپنا پیش امام بنائے اس لئے جناب والا کی خدمت میں ناقابل یہ تحریر ارسال کرتا ہوں کہ تکلیف گوارا فرما کر اس کا جواب تفصیل وار ہر ایک سوال کا تحریر فرمائیں گے کہ ایسی زبردستی پیش امام جس سے مقتدی ناراض ہوں درست ہے یا نہیں؟ زیادہ کیا عرض کروں زیادہ حد ادب۔

الجواب:

جس سے مقتدی اس کے کسی عیب کی وجہ سے ناراض ہوں اس کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ حدیث میں ارشاد فرمایا:

ثلثة لا ترفع صلاتهم فوق اذانهم شبر	تین شخصوں کی نماز ان کے کانوں سے بالشت بھر بھی

اوعد منهم من اما قوما وهم له کارهون [1]۔	اونچی نہیں ہوتی یعنی بارگاہ عزت تک رسائی تو بڑی چیز ہے ایک وہ جو کچھ لوگوں کی امامت کرے اور وہ لوگ اس ناراض ہوں یعنی اس میں کسی قصور شرعی کے سبب۔

و الا فالوبال علیهم کما فی الدر المختار [2] وغیرہ (ورنہ وبال ان لوگوں پر ہوگا جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے۔ ت) اور ظاہر ہے کہ صورت مستفسرہ میں اس شخص میں متعدد قصور ہیں رشوت لینا اگر ثابت ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہے، حدیث میں فرمایا: الراشی والمرتشی کلا هما فی النار [3]۔ رشوت لینے والا اور رشوت دینے والا دونوں دوزخی ہیں۔ پیسے لے کر مکر جانا اور اس پر قرآن عظیم کی جھوٹی قسم کھانہ اور رسید جلا کر مسلمان پر جھوٹا دعوٰی کرنا اور اسے نقصان پہنچانا یہ سب گناہ کبیرہ ہیں، ان وجوہ سے حافظ مذکور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اور اسے امام بنانا گناہ، اور جبرًا امام بننے میں خود اس کی نماز بھی تباہ جب تک وہ ان تمام افعال شنیعہ سے علانیہ توبہ نہ کرے، قربانی کی کھال اگر دوسرے نے اسے مدرسہ میں دینے کو دی تھی اور اس نے دھوکا دے کر اپنے صرف میں کرلی تو یہ بھی دغا اور خیانت اور گناہ کبیرہ ہے، اور اگر اپنی قربانی کی کھال مدرسہ میں دینے کو کہی تھی پھر نہ دی تو بیجا ہے مگر چنداں الزام نہیں جبکہ کسی عذر شرعی سے ایسا کیا ہو ورنہ اللہ عزوجل سے وعدہ خلافی ہے، چنانچہ نتیجہ بہت شدید ہے

قال اللہ تعالٰی فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾ [4]	اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: تو اس کے پیچھے اللہ تعالٰی نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انھوں نے اللہ تعالٰی سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے (ت)

پیر پر طعنہ و تشنیع ارتداد طریقت ہے اس سے خلافت درکنار بیعت سے بھی خارج ہوجاتا ہے۔ سید حاجت مند کو

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من امّ قوما وھم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

ف: جس کتب سے حدیث کا حوالہ دیا ہے اس میں ''فوق اذانھم'' کی جگہ ''فوق روسھم '' ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

[3] کنز العمال الفصل الثالث فی الھدیۃ والرشوۃ مبطوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۶/ ۱۱۳

ف: جس کتاب سے حوالہ دیا ہے اس میں ''کلاھما'' کا لفظ نہیں ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[4] القرآن ۹/ ۷۷

زکوۃ دینے میں بعض نے اجازت لکھی ہے اور صحیح ومعتمد ظاہر الروایہ عدم جواز **کما بیناہ فی الزھر الباسم** (جیسا کہ ہم نے اس کو الزہر الباسم میں بیان کیا ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۹۲ تا ۶۹۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص گناہ کبیرہ میں مبتلا رہتا ہو اور وہ حسب ہدایت گناہ سے باز آکر اکمل الفضلاء دین واسلام کے روبرو توبہ کرے اور اس گناہ سے بفضلہ تعالٰی نجات پائے تو کیا اس کا ایمان کامل ہوا؟

(۲) اس کی امامت جائز ہے؟

(۳) جو لوگ بعد توبہ اس پر اعتراض کریں ان کے واسطے کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب:

اللہ عزوجل توبہ قبول فرماتا ہے **ھُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَۃَ عَنْ عِبَادِہٖ**[1] (وہ اللہ تعالٰی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ ت)

اور سچّی توبہ کے بعد گناہ بالکل باقی نہیں رہتے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ[2]۔	گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کے مثل ہے۔

توبہ کے بعد اس کی امامت میں اصلاً حرج نہیں، بعد توبہ اس پر گناہ کا اعتراض جائز نہیں۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عیر اخاہ بذنب لم یمت حتی یعملہ و فی روایۃ من ذنب قد تاب منہ[3]، بہ فسرا بن منیع، رواہ الترمذی وحسنہ عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم	جو کسی اپنے بھائی کو ایسے گناہ سے عیب لگائے جس سے توبہ کرچکا ہے تو یہ عیب لگانے والا نہ مرے گا جب تک خود اس گناہ میں مبتلا نہ ہوجائے اس کو ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے حسن قرار دیا۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۵: از میرٹھ چھاؤنی ویلر کلب مرسلہ عمر بخش خانساماں ۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص عرصہ چند سال سے امام مسجد رہ کر بباعث

---

[1] القرآن ۴۲/ ۲۵

[2] سنن ابن ماجہ باب ذکر التوبہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۳

[3] جامع الترمذی باب از ابواب صفۃ القیمۃ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۷۳

وجوہات ذیل کے معزول کر دیا گیا ہے:

(۱) اتہام زنا

(۲) اتہام سرقہ دریہائے مسجد و غیرہ اسباب مسجد جو متعلق مسجد اس کے ماتحت تھا۔

(۳) یعمل عمل قوم لوط، جس کے مشاہدہ و معائنہ کے چند اشخاص معتبران شاید ہیں و غیرہ و غیرہ، اب وہ شخص بغیر اجازت بانی مبانی مسجد و متولی مسجد چند اشخاص کے کہنے پر جو ساکنان غیر محلّہ اس مسجد کے ہیں امام ہونا چاہتا ہے علاوہ اس کے جو بالفعل امام مسجد بانی و متولی مسجد نے مقرر کیا ہوا ہے اعلم بالسنّۃ والحدیث ہونے پر سوا جامع عالم جید ہے اور معزول شدہ کا مبلغ علم صرف کنز الدقائق۔ ایسے شخص کا امام ہونا باوجود جمیع وجوہات بالا کے جائز ہے یا نہ فقط

الجواب:

اتہام اور بدگمانی تو شرعاً جائز نہیں:

قال اللہ تعالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ[1]	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔
وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والظن فان الظن اکذب[2] الحدیث۔	رسالتمآب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑی جھوٹی بات ہوتی ہے الحدیث (ت)

مگر جس بات کے معاینہ کے گواہان ثقہ بتائے جاتے ہیں وہی ممانعت امامت کو بس ہیں بلکہ ایسے افعالہ شنیعہ سے متہم ہو چکا اور طبائع اس سے نفرت کرنے لگتیں اگر اگر ثبوت نہ بھی ہو تاہم اس کی امامت میں تقلیل جماعت ضرور ہے اور اسی قدر کراہت امامت کو بس ہے اگرچہ وہ واقع میں بے قصور ہو کما نصوا علیہ فی من شاع برصہ والعیاذ باللہ تعالٰی کما فی الدر وغیرہ (جیسے کہ فقہاء نے اس مسئلہ کی تصریح کی ہے اس شخص کے بارے میں جس کا برص پھیل گیا ہو والعیاذ باللہ تعالٰی۔ جیسا کہ درمختار میں ہے۔ت) بہر حال وہ علم متقی صحیح خوں کے مقابل کسی طرح مستحق امامت نہیں ہو سکتا خصوصًا جبکہ بانی مسجد و اہل محلّہ کو اس سے کراہت ہے فان امر الامامۃ مفرض الی البانی ثم الی الجماعۃ ولا دخل فیہ للا جانب (کیونکہ امام کا مقرر کرنا بانی کا حق ہے پھر مقتدی حضرت کا امام مقرر کرنے میں اجنبی لوگوں کا کوئی حق نہیں۔ت) تو غیر اہل محلّہ کا

---

[1] القرآن ۴۹/ ۱۲

[2] صحیح البخاری کتاب الوصایا مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

اسے مقرر کرنا اصلا معتبر نہیں ہوسکتا نہ حالت مذکور میں کہ قوم بروجہ شرعی اس سے کراہت رکھتی ہے خود اسے امام بننا ناجائز۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا ترفع صلاتهم فوق اذانهم شبرا وعدمنهم من ام قوما وهم له كارهون[1]۔	تین آدمیوں کی نماز ان کے کانوں سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی (یعنی بارگاہ عزت میں رسائی تو بڑی چیز ہے) ان میں ایک شخص ہے جو کچھ لوگوں کی امامت کرے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۶۹۶: از کانپور توپ خانہ بازار قدیم مسجد سہ منارہ ۲۰ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مبین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص عالم ہے یعنی علم فقہ وحدیث بخوبی جانتے ہیں مگر عالم موصوف بائیں پیر سے مجبور ہیں جس کو لنگڑا کہتے ہیں زمین میں پیر مذکور کا فقط انگشت لگا سکتے ہیں اور دہنا پیر درست ہے قیام، رکوع، سجود بخوبی کرسکتے ہیں، یہ عالم مذکور پانچ وقتی نماز کی امامت کرسکتے ہیں اگرچہ عالم دیگر موجود ہو یا نہیں؟ باعبارت ودلائل کے تحریر فرمائیں کہ سامعین کو کسی قسم کا شبہ نہ رہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں ایسے شخص کی امامت بلاشبہ جائز ہے پھر اگر وہی عالم ہے تو وہی زیادہ مستحق ہے اس کے ہوتے جاہل کی تقدیم ہرگز نہ چاہئے اور اگر دوسرا عالم بھی موجود ہے جب بھی اس کی امامت میں حرج نہیں مگر بہتر وہ دوسرا ہے، یہ سب اس صورت میں کہ دونوں شخص شرائط صحت وجواز امامت کے جامع ہوں صحیح خواں صحیح الطہارۃ سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن ورنہ جامع شرائط ہوگا وہی امام ہوگا۔ درمختار میں ہے:

صح اقتداء قائم باحدب وان بلغ حدبه الركوع على المعتمد وكذا باعرج وغيره اولى[2]۔ والله تعالٰى اعلم	مختار قول پر سیدھا کھڑے ہونے والے کی نماز کبڑے شخص کے پیچھے درست ہے اگرچہ اس کا کُبڑاپن رکوع کی حد تک ہو، اسی طرح لنگڑے کا حکم ہے، البتہ دوسرے آدمی کی امامت افضل واولٰی ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من ام قوما وہم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

ف: جس کتاب سے حوالہ دیا ہے اس میں "**فوقھم اذنھم**" کی جگہ "**فوقھم رؤسھم**" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۷۵/۱

مسئلہ ۶۹۷: از تحصیل چونیاں ضلع لاہور مسئولہا نوار الحق صاحب ۲۱ ربیع الاول شریف ۱۳۳۲ھ

اس ملک پنجاب میں دین کی بہت سستی ہے خاصکر دیہات میں تو دین مذہب کا کچھ پتا ہی نہیں، چنانچہ ہر ایک دیہات میں امام مسجد سوائے چند سورتوں کے یاد رکھنے کے اور کوئی علم نہیں رکھتا اور مقتدیوں کی غرض بھی یہی ہوتی ہے کہ امام مسجد ایسا ہو جو کہ ہماری میت کو غسل دے سکے یا نکاح پڑھ سکے یا دو تین سورتیں نماز پڑھانے کے واسطے یاد ہوں اور کوئی شوق نہیں، چنانچہ ایک گاؤں بنام تیر تھ میں ایک امام مسجد ایسی ہی صفتوں والا صبح کو گیا اور وہیں وفات پائی، اسی مذکورہ گاؤں میں ایک دہر کہارہ جو کہ اپنے آپ کو حنفی کہتا تھا اور پھر بعد میں چند سال وہابی مذہب رہا بعد ازیں چند سال سے چکڑالوی مذہب ہے، اب مذکور امام مسجد فوتیدگی پر اس نے اس خیال سے کہ میں امام مسجد بن جاؤں مسجد کے متعلقہ گھروں کی آمدنی میرے کام آئے یہ ظاہر کیا کہ میں نے چکڑالوی مذہب سے توبہ کی مجھے امام مسجد مقرر کرو، چنانچہ اس کے ہم خیال چند دوستوں نے اس کو پگڑی پہنائی اور اس کو امام مسجد مقرر کر دیا۔ اب چند مسلمان اس کے مخالف اٹھے جن کو اس کے چند مذہب بدلنے کا رنج تھا انھوں نے اس کو معزول کرنا چاہا، اب چونکہ وہ کچھ علم رکھتا ہے اس نے کہا کہ میں نے توبہ خالص کر دی ہے اور اب میں حنفی مذہب پر آگیا ہوں اگر تم اب بھی معزول کرتے ہو تو مجھے شریعت کا حکم دکھاؤ میں کنارے ہو جاؤں گا۔ چنانچہ وہ کہتا ہے کہ کافر کی توبہ منظور ہے میری کیونکر نہ منظور ہوگی، پکے مسلمانوں کا خیال ہے کہ اگر یہ امام مسجد مقرر رہا تو یہ دین میں رخنہ انداز ہوگا پھر کئی آدمی اس کے موافق ہو جائیں گے پھر ہم میں اتنی طاقت نہ ہوگی کہ ان کو سیدھا کریں اس خیال سے وہ چاہتے ہیں کہ اگر کوئی حکم ایسے مشکوک آدمی کے بارے میں ہو تو ہمیں فتوٰی دیا جائے کہ اس کو نکالا جائے اور اس کے فتنہ سے بے فکر ہو جائیں۔ فقط

الجواب:

نماز اہم عبادت ہے اور اس کے لئے غایت احتیاط درکار ہے یہاں تک کہ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ اگر نماز چند وجہ سے صحیح ٹھہرتی ہو اور ایک سے فاسد، تو اسے فاسد ہی قرار دیں گے۔ امام ابن الہمام کی فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

لان الصلوٰۃ متی فسدت من وجہ وجازت من وجوہ حکم بفسادھا[1]۔	کیونکہ جب ایک جہت سے نماز فاسد ہو اور کئی وجوہ کی بنا پر صحیح ہو تو نماز کے فاسد ہونے کا حکم دیا جاتا ہے۔ (ت)

جو شخص ایسا مضطرب الحال ہو کہ اتنے دنوں میں تین مذہب بدل چکا اس کی توبہ بایں معنی قبول کرنے میں

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ المسافر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۴۱

کوئی غدر نہیں کو اگر تو نے دل سے توبہ کی ہے تو اللہ قبول فرمانے والا ہے نیز اسی سنیت حنفیت کا اظہار کرتے ہوئے اگر وہ مرجائے گا ہم اس کے جنازہ کے ساتھ وہ طریقہ برتیں گے جو ایک سنی حنفی کے ساتھ کیا جاتا ہے **لان انما نحکم بالظاھر واللہ تعالٰی اعلم بالسرائر** (کیونکہ ہم ظاہر پر حکم لگانے کے پابند ہیں، دلوں کا حال اللہ ہی جانتا ہے۔ ت) مگر اس قبول توبہ سے یہ لازم نہیں کہ ہم ایسے مضطرب شخص ایسے مشکوک حالت والے کو اپنے ایسے اہم فرض دینی کا امام بھی بنالیں اگر واقع میں وہ سچے دل سے تائب ہوا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اور اگر امامت لینے کے لئے توبہ ظاہر کرتا ہے تو وہ نماز باطل وفاسد ہوگی اور اس کی حالت شک ڈالنے والی اور نفع کی طمع اس کی تائید کرنے والی کسی طرح عقل سلیم واحتیاط کا مقتضا ہرگز نہیں کہ اسے امام کیا جائے وہ پیسہ کے معاملے میں گواہی کے لئے تو علمائے کرام یہ احتیاط فرماتے ہیں کہ فاسق اگرچہ توبہ کرلے اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی جب تک ایک زمانہ اس پر نہ گزرے جس سے صدق توبہ وصلاح وتقوٰی کے آثار اس پر ظاہر ہوں کہ جب وہ فاسق ہے تو ممکن کہ اس وقت اپنی گوہی قبول کرادینے کے لئے توبہ کا اظہار کرتا ہو فتاوٰی عالمگیری وفتاوٰی قاضی خاں میں ہے:

الفاسق اذاتاب لا تقبل شهادته مالم يمض عليه زمان يظهر عليه اثر التوبة والصحيح ان ذلك مفوض الى راء القاضی[1]۔	فاسق اگر توبہ کرلے تو جب تک اتنا وقت نہ گزر جائے جس میں اس پر توبہ صدق کا اثر ظاہر ہو اس کی گواہی قبول نہ کی جائے، اور صحیح یہ ہے کہ یہ معاملہ قاضی کی رائے کے سپرد کیا جائے۔ (ت)

بلکہ جو جھوٹ کے ساتھ مشہور ہے اس کی نسبت تصریح فرماتے ہیں کہ اس کی گواہی کبھی مقبول نہ ہوگی اگرچہ سو بار توبہ کرے۔ بدائع امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاسانی پھر فتاوٰی ہندیہ میں ہے:

والمعروف بالکذب لا عدالة له فلا تقبل شهادته ابدا وان تاب بخلاف من وقع فی الکذب سهوا اوابتلی به مرة ثم تاب[2]۔	جو جھوٹ میں مشہور ہو وہ عادل نہیں ہوسکتا اس کی ہمیشہ گواہی قبول نہ ہوگی اگرچہ وہ تائب ہو جائے بخلاف اس شخص کے جس سے جھوٹ سہواً سرزد ہوا ہو یا وہ جھوٹ میں کسی ایک دفعہ مبتلا ہوا ہو پھر اس نے توبہ کرلی ہو۔ (ت)

جب دو پیسے کے مال میں یہ احتیاطیں ہیں تو نماز کہ بعد ایمان اعظم ارکان دین ہے اس کے لئے کس درجہ احتیاط واجب

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادۃ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۸

[2] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیمن لاتقبل شہادۃ لفسقہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۳/۴۶۸

شریعت مطہرہ ہر گز ایسے مشکوک شخص کو امام بنانا پسند نہیں فرماتی جو لوگ اس کی امامت میں کوشاں ہیں وہ اللہ ورسول ومسلمانوں سب کے خائن ہوں گے۔ حدیث میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابة وفیھم من ھو ارضی اللہ منه فقد خان اللہ ورسوله والمؤ منین[1]۔ رواہ الحاکم وصححه وابن عدی والعقیلی والطبرا نی والخطیب عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما	جو کسی جماعت پر ایک شخص کو مقرر کرے اوران میں وہ ہو جواس شخص سے زیادہ اللہ کو پسندیدہ ہے تو بے شک اس نے اللہ ورسول اور مسلمانوں سب کے ساتھ خیانت کی، اس کو حاکم نے روایت کرکے صحیح قرار دیا۔ ابن عدی، عقیلی، طبرانی اور خطیب نے اسے حضرت ابن عباس رضی اللہ رتعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے

مسئلہ ۶۹۸: از صدر بازار اسٹیشن وڈاکخانہ رانی گنج ضلع بردوان مرسلہ مظفر حسین ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

ماقولکم رحمکم اللہ (آپ کا کیا ارشاد ہے اللہ آپ پر رحم کرے۔ ت) کی فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید ایک مسجد میں مؤذن وامام یعنی دونوں کام پر امور ہے اور زید مذکور اپنی والدہ کو زدوکوب کرتا ہے اس کو چند آدمیوں نے بطور پند کے کہا کہ تم اپنی والدہ کو کس طرح مارتے ہو تو تمھاری نماز وظیفہ کرنا تمھارا اللہ تعالٰی کے روبرو کیا کام دیں گے؟ درجواب اس کے زید مذکور نے کہا کہ جس طرح سے اور لوگ غیر عورت سے زنا کرتے ہیں وشراب پیتے ہیں اسی طور سے ہمارا مسجد میں بیٹھ کے وظیفہ ونماز کرنا ہے، تو زید مذکور نے نماز وظیفہ کو تشبیہ دیا ساتھ افعال قبیحہ کے، تو اس صورت میں زید کا مسجد اذان کہنا ونماز اس کے عقب پڑھنا عندالشرع جائز ہے یا نہیں بغیر توبہ کئے ہوئے۔ اور یہ کس درجہ میں شمار ہوگا، آیا گنا کبیرہ میں یا کہ درجہ کفر میں، درصورت اگرچہ یہ گناہ داخل ہو درجہ کفر میں، تو یہ زید کی زوجہ اس کے عقد سے خارج ہوجائے گی یا نہیں؟ اور زید مذکور کو بعد تائب ہونے کے زوجہ سے از سر نو ضرورت درستگی عقد کی پڑے گی یا نہیں؟ جواب بحوالہ کتب معتبر ارشاد ہو۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

صورت مستفسرہ میں وہ شخص سخت فاسق وفاجر مرتکب کبائر مستحق عذاب نار وغضب جبار ہے۔ ماں کو ایذا دینا سخت کبیرہ ہے نہ کہ مارنہ جس سے مسلمان تو مسلمان کافر بھی پرہیز کرے گا اور گھن کھائے گا۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

---

[1] لمستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ مطبوعہ دار لفکر بیروت ۴/ ۷۲

ف: مستدرک میں "فیھم" کی جگہ "فی تلك العصابة" کا لفظ ہے۔ نذیر احمد سعیدی

ثلثه لایدخلون الجنة وعد منهم العاق لوالدیه[1]۔	تین شخص جنت میں نہ جائیں گے ان میں سے ایک وہ جو اپنے ماں باپ کو ستائے۔ (ت)

ایسا شخص قابل امامت نہیں ہوسکتا۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے: **لوقدموا فاسقا یاثمون**[2] (اگر فاسق کو لوگوں نے امام بنایا تو وہ گناہگار ہوں گے ت) تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانته شرعا[3]۔	کیونکہ امامت کے لئے اس کو مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعًا اس کی اہانت لازم ہے (ت)

اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پڑھی تو پھیرنی واجب، جب وہ ایسا بیباک ہے کہ ماں کو مارتا ہے تو اس سے کیا تعجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا نہانے کی ضرورت ہو جاڑے کے سبب بے غسل پڑھادے اور وہ جو اس نے پند کے جواب میں کہا سخت بیہودہ بے معنی مگر اس سے تکفیر نہیں ہوسکتی اس میں تاویل ممکن ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۶۹۹: مسئولہ سید اشرف علی صاحب ۱۴ جمادی الاولٰی ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ حنفی شافعی کے پیچھے نماز پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر شافعی نماز پڑھا رہا ہے اور حنفی آیا تو اس جماعت میں شریک ہو یا نہیں؟ فقط

الجواب: اگر شافعی طہارت ونماز میں فرائض وارکان مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے افضل اور اگر حال رعایت معلوم نہ ہو تو قدرے کراہت کے ساتھ جائز، اور اگر عادت عدم رعایت معلوم ہو تو کراہت شدید ہے اور اگر معلوم ہو کہ خاص اس نماز میں رعایت نہ کی تو حنفی کو اس کی اقتدا جائز نہیں اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی، صورت اول ودوم میں شریک ہوجائے اور صورت سوم میں شریک نہ ہو اور چہارم میں تو نماز ہی باطل ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۰۰: مرسلہ مفخر حسین صاحب از بدایوں محلّہ سرائے چودھری ۱۶ جمادی الاولٰی ۱۳۳۱ھ

جناب مخدوم مکرم بندہ مولوی صاحب دام ظلکم بعد سلام سنت الاسلام کے عرض خدمت بابرکت میں ہے

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۱۳۱۸۰ اماسند سالم عن ابن عمیر مطبوعہ المکتبہ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۳۰۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[3] تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

کہ ایک مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت پڑی وہ یہ ہے کہ جس شخص کے والدین اس شخص سے کہیں کہ میرے جنازہ پر بھی ہرگز ہرگز نہ آئے اس شخص کو امام کرنا چاہئے یا نہیں؟ اور مقتدی اس شخص کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں؟ زیادہ حدِ ادب۔ فقط

الجواب:

والدین اگر بلاوجہ شرعی ناراض ہوں اور یہ ان کی استرضا میں حدِ مقدور تک کمی نہیں کرتا تو اس پر الزام نہیں اور اس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہیں اور اگر یہ ان کو ایذا دیتا ہے اس وجہ سے ناراض ہیں تو عاق ہے اور عاق سخت مرتکب کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور امام بنانا گناہ اور اگر ناراضی توان کی بلاوجہ شرعی تھی مگر اس نے اس کی پروانہ کی وہ کھنچے تو یہ بھی کھنچ گیا جب بھی مخالف حکم خدا و رسول ہے اسے حکم یہ نہیں دیا گیا کہ ان کے ساتھ برابری کا برتاؤ کرے بلکہ یہ حکم فرمایا ہے: وَاخۡفِضۡ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحۡمَةِ[1] (بچھادے ماں اور باپ کے لئے ذلت وفروتنی کا بازو رحمت سے) اس کے خلاف واصرار سے بھی فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۰۱: از بریلی مدرسہ منظر اسلام مسئولہ جناب استاذی مولوی رحم اللہ صاحب ۱۵ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید سے خالد ظاہرًا و باطنًا کدورت رکھتا ہے حتّٰی کہ زید جس وقت مسجد میں داخل ہو کر سلام علیک کہتا ہے خالد جواب سلام بھی نہیں دیتا اور خالد ہی امامت کرتا ہے، ایسی حالت میں زید کی نماز خالد کے پیچھے ہوگی یا نہیں اور زید جماعت ترک کرکے قبل یا بعد جماعت علیحدہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں جبکہ خالد دل میں کدورت رکھتا ہے، اس کے واسطے کیا حکم ہوتا ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

محض دنیوی کدورت کے سبب اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اس کے واسطے جماعت ترک کرنا حرام، خالد کی زید سے کدورت اور ترک سلام اگر کسی دنیوی سبب سے ہے تو تین دن سے زائد حرام، اور کسی دینی سبب سے ہے اور قصور خالد کا ہے تو سخت تر حرام، اور قصور زید کا ہے تو خالد کے ذمے الزام نہیں زید خود مجرم ہے **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۰۲: از قصبہ لبی یرہ اسٹیشن سربند گورنمنٹ پٹیالہ مسئولہ شیخ شیر محمد صاحب ۱۶ صفر ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید وبکر کی نسبت یہ مشتہر کیا گیا ہے کہ

---

[1] القرآن ۱۷/ ۲۴

ہر دو باہم فاعل ومفعول تھے یعنی اغلام کرتے تھے زید مفعول کے دیگر رشتہ داران مثل پدر وبرادر قصبہ ہذا میں امامت کرتے میں زید کے افعال قبیحہ کی خبر اس کے پدر وبرادر اور دیگر رشتہ داران کو بھی تھی جس کی اطلاع ان کو بذریعہ تحریرات کے دی گئی مگر باینہمہ انھوں نے کبھی زید کو اس فعل ناجائز سے نہیں روکا اور نہ کسی قسم کی زجر وتوبیخ کی بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ زید کی ناجائز آمدنی سے وہ خود بھی فائدہ اٹھاتے تھے فاعل ومفعول کو ہنگام اختلاط کسی شخص نے بچشم خود نہیں دیکھا مگر واقعات اس امر کو پایہ ثبوت پر پہنچارہے ہیں مثلاً برادر بکر کا تمام شب دونوں کو ایک جادیکھنا اور بکر کی گوشمالی کرنا اور تحریرات کا عام لوگوں میں بذریعہ ڈاک روانہ کیا جانا اور زید کا عام لوگوں میں اپنی مفعولیت کا اقرار کرنا اور رہا یہاں پولیس کے روبروزید کا اقبال بیان تحریر کرانا اور اس کے برادر کا تائید کرنا زید کا معمولی حیثیت کا آدمی ہونا مگر زیب وزینت اس درجہ رکھنا اور اس کے پدر وبرادر کا اس طرف توجہ نہ کرنا، پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ جو شخص خلاف وضع وحرام فعل کریں یا کرائیں ان کی امامت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر مفعول کے پدر وبرادر وغیرہ کو اس امر کی خبر ہو اور وہ چشم پوشی کرکے ان کو منع نہ کریں تو ان کی امامت کے متعلق شرعاً کیا حکم ہے؟ امید کہ قول مفتی بہ بحوالہ کتب تحریر فرماکر مشکور فرمائیں۔

الجواب:

یہ سخت شدید گناہ کبیرہ ہے اور فاعل ومفعول بھی اگر بالغ وغیر مجبور ہوں فاسق ہیں ان کی یہ حالت اگر صحیح طور پر معروف مشہور ہو یا وہ خود اقرار کرتے ہوں جس طرح یہاں زید کا اقرار مذکور ہے نہ صرف قیاسات وسوسے ظن جن کا شرع میں اعتبار نہیں بلکہ ان وجوہ پر کبیرہ کی نسبت کرنے والے خود ہی مرتکب کبیرہ ہوتے ہیں اللہ عزوجل فرماتے ہیں:

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ[1]	کیوں نہ ہوا جب تم نے اسے سنا کہ مومن مردوں اور خواتین نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[2]۔	بدگمانی سے بچا کرو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے الحدیث (ت)

اس پر لحاظ وکارروائی جائز نہیں بلکہ وجہ صحیح شرعی سے ثابت ومعروف ہو تو فاسق معلن ہیں ان کو امام بنانا گناہ، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب، اور اگر ثبوت شرعی واقرار معروف نہ ہو مگر لوگوں میں افواہ اڑ گئی ہو جن کے سبب

---

[1] القرآن ۲۴/ ۱۲

[2] صحیح البخاری باب قول اللہ عزوجل من بعد وصیۃ یوصی بہا او دین مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۸۴

ان سے نفرت اور ان کی امامت میں جماعت کی قلّت ہو تو اس حالت میں ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے،

وان لم یثبت الذنب بل لو لم یکن لان المناط النفرۃ کمن شاع برصه و العیاذ باللّٰه تعالٰی۔	اگرچہ گناہ ثابت نہ ہو بلکہ ہو ہی نہ کیونکہ بنیاد تو نفرت ہے اس شخص کی طرح جس کا برص پھیل گیا ہو، والعیاذ باللہ تعالٰی ۔ (ت)

پدر و برادر اگر اس کے روکنے پر قادر ہیں اور نہیں روکتے یا اس فعل پر راضی ہیں وہ بھی فاسق ہیں:

قال اللّٰه تعالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ[1] وقال تعالٰی كَانُوْا لَا یَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ[2]	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: اے اہل ایمان اپنے آپ کو اور اپنے اہل کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہوں گے۔ اور اللہ تعالٰی کا یہ فرمان بھی ہے: وہ اس برے کام سے منع نہیں کرتے تھے جو برا کام لوگ کرتے تھے (ت)

ان کی یہ حالت اگر معروف ہو تو ان کا بھی وہی حکم ہے کہ نہیں امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ فتاوی حجہ وغنیہ میں ہے: لو قدموا فاسقا یاثمون[3] (اگر انھوں نے فاسق کو مقدم کردیا تو وہ گنہگار ہوں گے۔ ت) اور اگر اس حرام کمائی سے ان کا فائدہ لینا اسی طرح بہ ثبوت شرعی ثابت ہو نہ فقط اتنا کہ کہا جاتا ہے یہ کوئی چیز نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بئس مطیة الرجل زعموا[4]۔ رواہ حمد و ابوداؤ عن حذیفه رضی اللّٰه تعالٰی عنه	شک اور تخمینہ کی بنیاد پر خبر دینا قبیح ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے۔

---

[1] القرآن ۶۶/ ۶

[2] القرآن ۵/ ۷۹

[3] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[4] مسند احمد بن حنبل ماروی عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۴۰۱، سنن ابوداؤد باب فی الرجل یقول زعموا مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲۳

اس ملعون کمائی سے فائدہ نہیں لیتے تو ان پر الزام نہیں:

قال اللہ تعالٰی لَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی[1] ج۔	اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: کہ کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی (ت)

لیکن افواہ عام کی بناپر نفرت و تقلیل جماعت ہو تو ان کی امامت مکروہ تنزیہی ہے اور نامناسب ہوگی اگرچہ پہلی صورت کی طرح مکروہ تحریمی اور گنا نہیں، یہاں بحمد اللہ تعالٰی فتوی پر کوئی فیس نہیں لی جاتی بفضلہٖ تعالٰی بفضلہٖ تعالٰی تمام ہندستان و دیگر ممالک مثل چین وافریقہ وامریکہ وخود عرب شریف وعراق سے استفتا آتے ہیں اور ایک وقت میں چار چار سو فتوے جمع ہوجاتے ہیں بحمد اللہ تعالٰی حضرت جد امجد قدس سرہ العزیز کے وقت سے اس ۱۳۳۷ھ تک اس دروازے سے فتوے جاری ہوئے اکانوے ۹۱ برس اور خود اس فقیر غفرلہ کے قلم سے فتوے نکلتے ہوئے اکاون ۵۱ برس ہونے آئے یعنی اس صفر کی ۱۴ تاریخ کو پچاس ۵۰ برس چھ ۶ مہینے گزرے، اس نو ۹ کم سو ۱۰۰ برس میں کتنے ہزار فتوے لکھے گئے، بارہ مجلد تو صرف اس فقیر کے فتاوے کے ہیں بحمد اللہ یہاں کبھی ایک پیسہ نہ لیا گیا نہ لیا جائے گا بعونہ تعالٰی ولہ الحمد معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست فطرت و دنی ہمت ہیں جنھوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دور دور کے ناواقف مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟ **وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝۱۲۷**ط[2] میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر تو سارے جہاں کے پروردگار پر ہے اگر وہ چاہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۰۳: از بمبئی محلا قصابان پوست ۳۰ مرسلہ عبدالرزاق ۱۷ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید چند ماہ تک پہلے ایک مسجد میں امامت کرتا رہا اور وہاں پر زید کی کئی حرکتیں معلوم ہوئیں کہ پیشاب کرکے ڈھیلانہ لینا بلکہ پیشاب و پاخانہ کرکے اسی وقت اسی جگہ پانی سے استنجاء کرکے اور لنگوٹ باند کر نماز پڑھنا اور بازاری عورتوں کے ساتھ خلاملا مزاح و تمسخر کرنا، ان باتوں کا چرچا اہل جماعت میں ہونے کو تھا کہ زید دوسری مسجد میں منتقل ہوگیا وہاں بھی اس کی وہی حرکتیں بدستور قائم رہیں، جب لوگوں نے اس کو لنگوٹ باندھنے اور ڈھیلانہ لینے کی نسبت پوچھا تو کہا میں معذور ہوں ڈھیلا نہیں لے سکتا اور لنگوٹ میں بوجہ عذر کے باندھتا ہوں مگر نماز کے وقت صرف کپڑے بدل لیتا ہوں۔ اور خلاملا عورتوں سے بدستور سے، لوگ اس کی ایسی حرکتوں سے سخت بے زار ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی سخت ناراض ہیں، بلکہ لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردیا چند لوگ اپنی نفسانیت سے اس مکار کی حمایت پر اڑے ہیں باوجود اس کے معذور ہونے اور یہ حرکتیں معلوم ہونے کے

---

[1] القرآن ۶/۱۶۴

[2] القرآن ۲۶/۱۲۷

بھی اس کو علیحدہ اس منصب سے نہیں کرنا چاہتے اب زید نے اپنی سفاکی اور بے دینی کی وجہ ان کو یہ سبق پڑھا رکھا ہے کہ حدیث میں ہے: **دع مایر یبك الی مایر یبك وان افتاك المفتون**[1]۔ کہ تجھے کسی چیز میں شک یا شبہ آجائے تو اس کو چھوڑ دے اگرچہ مفتی لوگ فتوی دیں تو تو اس کو نہ مان غرض اس کی اس بیان سے یہ ہے کہ میری نسبت اگر کوئی شخص فتوی طلب کرے تو اس فتوے کو قبول مت کرو اور چھوڑ دو اور اثنائے بیان میں یہ افتراء اہل اسلام پر مجلس وعظ میں کیا کہ بمبئی میں کوئی مکان یا کوئی گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا کہ جس میں شبانہ روز زنانہ ہوتا ہو۔ اب بتلائے کہ جس شخص کی ایسی حالت ہو کہ ڈھیلانہ لیتا ہو معذور ہو نجس کپڑوں سے نماز پڑھاتا ہو، دروغ گو ہو، مفتری ہو اور مسلمانوں کو ٹھگنے والا فریبی ہو ذکر خیر سے مانع ہو، ایسے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ اور جو اس کی حمایت کرے اس کا کیا حکم ہے اور ایسے کو اس منصب سے خارج کرنا چاہیے یا نہیں؟ اور اس حدیث دع مایر یبک الخ کا کیا مطب ہے؟ جو ایسے مسئلے سے اپنی گھڑت لگا کر لوگوں کو گمراہ کرے اس کا کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

ہاں چند امور قابل لحاظ:

(۱) مرد کو پیشاب کے بعد استبراء کہ اثر بول منقطع ہو جانے پر اطمینان قلب حاصل ہو جائے فرض ہے یعنی عملی کہ واجب کی قسم اعلیٰ ہے جس کے بغیر عمل صحیح نہیں ہوتا ولہذا بعض نے فرض بعض نے واجب بعض نے لازم فرمایا کہ فرض و واجب دونوں کو شامل ہے، پھر اس میں طبائع مختلف ہیں، بعض کو وہ نم کہ سوراخ ذکر پر بعد بول زائل ہوتے ہی اطمینان ہو جاتا ہے کہ اب کچھ نہ آئے گا، بعض کو صرف دو تین بار کھنکھار ناکافی ہوتا ہے بعض کو ذکر کا دو یا ایک بار اوپر سے نیچے کو مل دینا اور بعض کو ٹہلنے کی حاجت ہوتی ہے دس ۱۰ قدم سے چار سو قدم تک بعض کو بائیں کروٹ پر لیٹنا، بعض کو ران پر ران رکھ کر ذکر کو دبانہ، غرض مختلف طریقے ہیں اور ہر شخص اور اس کی طبیعت (مختلف ہوتی ہے) درمختار میں ہے:

یجب الاستبراء بمشی او تنحنح او نوم علی شقه الایسر ویختلف بطبائع الناس[2]۔	بول کا اثر ختم کرنا لازم ہے خواہ پیدل چلنے، خواہ کھنکھار نے یا بائیں جانب لیٹنے سے ہو اور لوگوں کی مختلف طبائع کی وجہ سے حکم مختلف ہوتا ہے (یعنی کسی کو جلد پاکیزگی حاصل ہوتی ہے کسی کو دیر سے)۔ (ت)

---

[1] المعجم الکبیر ما اسند واثلة بن اسقع مطبوعہ المکتبہ الفصلیہ بیروت ۲۲/ ۷۸، مجمع الزوائد باب التورع عن الشہادت مطبوعہ دالاتاب بیروت ۱۰/ ۲۹۴

[2] درمختار، فصل فی الاستنجاء مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۵۷

ردالمحتار میں ہے:

فی الغزنویة المرأة کالرجل الا فی الاستبراء فانه لا استبراء علیها بل کما فرغت تصبر ساعة لطیفة ثم تستنجی ومثله فی الامداد وعبر بالوجوب تبعا للدرر وغیرها وبعضهم عبر بانه فرض وبعضهم بلفظ ینبغی وعلیه فهو مندوب کما صرح به بعض الشافعیة ومحله اذا امن خروج شیئ بعده فیندب ذلك مبالغة فی الاستبراء اوالمراد الاستبراء بخصوص هذه الاشیاء من نحوالمشی والتنحنح اما نفس الاستبراء حتی یطمئن قلبه بزوال الرشح فهوفرض ، وهو المراد بالوجوب ولذا قال الشرنبلالی یلزم الرجل الاستبراء حتی یزول اثر البول ویطمئن قلبه وقال عبرت باللزوم لکونه اقوی من الواجب لان هذا یفوت الجواز لفوته فلا یصح له الشروع فی الوضو ، حتی یطمئن بزوال الرشح[1] اھ	غزنویہ میں ہے عورت مرد کی طرح ہے البتہ عورت پر استبراء لازم نہیں بلکہ جیسے ہی فارغ ہو تھوڑی دیر کے بعد استنجاء کرسکتی ہے۔ اس کی مثل امداد میں بھی ہے اس نے درر وغیرہ کی اتباع کرتے ہوئے لفظ وجوب سے تعبیر کیا ہے اور بعض لوگوں نے لفظ فرض بعض نے لفظ " ینبغی" اور "علیه" سے تعبیر کیا ہے پس یہ مندوب ہے جیسا کہ بعض شوافع نے تصریح کی ہے اس کا محل یہ ہے کہ جب اس کے بعد کسی شیئ کے خروج کا خوف نہ ہو تو یہ استبراء میں مبالغہ کے لئے مندوب ہے، یا استبراء سے مراد یہ مخصوص اشیاء ہیں مثلًا چلنا اور کھنکارنا، رہا نفس استبراء یہاں تک کہ قطروں کے زائل ہونے کے ساتھ دل مطمئن ہوجائے تو وہ فرض ہے اور وجوب سے بھی یہی مراد ہے اس لئے شرنبلالی نے کہا آدمی پر استبراء لازم ہے یہاں تک کہ بول کا اثر زائل ہو جائے اور دل مطمئن ہوجائے اور کہا کہ میں نے اسے لفظ "لزوم" کے ساتھ اس لئے تعبیر کیا کہ یہ واجب سے اقوی ہے کیونکہ اس کے فوت ہونے سے جواز فوت ہوجاتا ہے پس نمازی کے لئے وضو میں شروع ہونا اس وقت تک درست نہیں جب تک کہ پیشاب کی چھینٹوں کے زائل ہونے سے دل مطمئن نہ ہوجائے (ت)

زید اگر ایسا ہو کہ وہیں بیٹھے بیٹھے کھنکھارنے یا ملنے سے اسے اطمینان صحیح ہوجاتا ہو اور بعد استبراء صرف پانی سے استنجاء کرے جب تو یہ فرض ادا اور وضو صحیح ہوجاتا ہے اور اگر مثلًا ٹہلنا وغیرہ اسے درکار ہے بے اسے ادا کئے پانی سے دھولیتا ہے تو فرض کا تارک ہے اور اسی حالت میں وضو کرے تو وضو ناجائز اور اس کی نماز باطل

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۳

امامت تو دوسری چیز ہے تو حالت زید مشکوک ہوئی بلکہ دریافت کرنے پر اس کا یہ نہ بتانا کہ مجھے جتنے خفیف استبراء کی حاجت ہے کرلیتا ہوں زیادہ کی ضرورت نہیں بلکہ اپنی معذوری کا عذر پیش کرنا اس کی حالت کو مشتبہ تر کرتا ہے اور وہ خود حدیث پڑھ چکا ہے کہ شبہ کی بات چھوڑو اگرچہ لوگ کچھ فتوٰی دیں تو اس نے خود مان لیا کہ مسلمانوں کو اس امامت سے احتراز کا حکم ہے اور اگر کوئی مفتی اس کی امامت پر فتوٰی بھی دے تو نہ مانا جائے

(۲) یہاں تک تو اس کی امامت صرف مشتبہ ٹھہری اور خود اس کی پڑھی ہوئی حدیث سے اس کے چھوڑنے کا حکم ہوا مگر اگلا بیان صراحۃً اس کی امامت کو باطل محض کررہا ہے اور وہ اپنے آپ کو ڈھیلا لینے سے معذور بتاتا ہے اور عادت کوئی عذر ڈھیلا لینے سے مانع نہیں مگر یہ کہ محل استنجاء پر زخم ہو یا دانے پکے یا پکنے پر ہیں جن میں ریم ہے ان کے سبب ڈھیلے کی رگڑ کی تاب نہیں زخم کی حالت تو ظاہر تھی کہ اس سے نہ وضو رہتا نہ کپڑے پاک، دانوں میں احتمال تھا کہ شاید ابھی آب وریم نہ دیتے ہوں مگر اس کا کہنا کہ لنگوٹ بھی بوجہ عذر کے باندھتا ہوں مگر نماز کے وقت صرف کپڑے بدل لیتا ہوں صاف دلیل روشن ہے کہ وہ دانے آب وریم دیتے ہیں اور اتنا جس سے ہر وقت کپڑا انجس ہوتا ہے جب تو نماز کے وقت اسے کپڑے بدلنے کی ضرورت پڑتی ہے تو اب کھل گیا کہ وہ معذور شرعی ہے اور معذور کی امامت غیر معزوروں کے لئے یقیناً باطل محض ہے **کما نص علیہ فی الکتب کلھا** (جیساکہ تمام کتب میں اس پر تصریح موجود ہے۔ت)

(۳) اس شناعت کبرٰی کے بعد باقی امور کی طرف توجہ کی زیادہ حاجت نہیں ورنہ اس میں اور بھی وجوہ ہیں جن پر شرع مطہر اسے امام بنانے سے منع فرماتی ہے مثلاً فاحشہ عورتوں سے خلاملا مزاح تمسخر۔ اشباہ وغیرہا میں ہے: **الخلوۃ بالا جنبیۃ**[1] **حرام** (اجنبی عورت کے ساتھ خلوت (یعنی تنہائی میں ملنا) حرام ہے۔ت) تو یہ حرم کا مرتکب پھر اس پر مصر پھر اس میں مشتہر ہے تو فاسق معلن ہے اور فاسق معلن کا امام بنانا گناہ۔ فتاوٰی حجہ وغنیہ میں ہے **لوقدموا فاسقا یأثمون**[2] (اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کیا تو وہ گنہ گار ہوں گے۔ت) تبیین الحقائق وغیرہ میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیہم اہانتہ شرعا۔[3]	کیونکہ امامت کے لئے اس کو مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعاً اس کی اہانت لازم ہے (ت)

---

[1] الاشباہ والنظائر کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۵۱۲/۱۱۱/۲

[2] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[3] تبیین الحقائق باب الامامۃ والحدث فی الصلوٰۃ مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱۳۴/۱

اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کمافی الغنیۃ وغیرھا واقرہ فی ردالمحتار (غنیۃ وغیرہ میں اسی طرح ہے اور ردالمحتار میں اس کو ثابت رکھا ہے۔ ت) تو جتنی نماز اس کے پیچھے اس حالت میں پڑھیں ہوں سب مقتدیوں پر ان سب کا پھیرنا واجب اگر نہ پھیریں گے گنہگار رہیں گے اگرچہ دس برس کی نمازیں ہوں کما حکم کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم [1]۔ کما فی الدرمختار وغیرہ (جیساکہ کراہت تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہر نماز کا حکم ہے، درمختار میں ہے)

(۴) مقتدیوں کا اس کے عیوب کے باعث اس کی امامت سے ناراض ہونا ایسے کی نماز اس کے کانوں سے اوپر نہیں جاتی یعنی آسمانوں پر جانا اور بارگاہ عزت میں حاضر ہونا تو بڑی بات ہے وہیں کی وہیں پرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماردی جاتی ہے اور اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لاترفع صلاتھم فوق رؤسھم شبرا رجل ام قوما وھم لہ کارھون وامراۃ باتت وزوجھا علیھا ساخط واخوان متصارمان [2] رواہ ابن ماجۃ وابن حبان عن ابن عباس رضی اللہ عنھا بسند حسن۔	تین آدمیوں کی نماز ان کے سروں سے ایک بالشت برابر اوپر نہیں اٹھائی جاتی، ایک ۱ وہ شخص جو قوم کا امام بنے مگر لوگ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔ ایک ۲ وہ عورت جو اس حال میں رات بسر کرے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو۔ اور ۳ دو بھائی جو آپس میں جھگڑا کرنے والے ہوں اس کو ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا یقبل اللہ منھم صلاۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون، ورجل اتی الصلوۃ دبارا والدبار ان یاتیھا بعد ان تفوتہ و	تین اشخاص کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا ایک وہ شخص جو قوم کا امام بنا حالانکہ لوگ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔ دوسرا وہ شخص جو نماز کی طرف (جماعت کے) فوت ہونے کے بعد یا نماز کا وقت فوت ہونے کے

---

[1] درمختار باب صفۃ الصلوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۷۱

[2] سنن ابن ماجہ باب من ام قوما وھم لہ کارھون مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶۹

رجل اعتبد محررا۔[1] رواہ ابوداؤد و ابن ماجۃ عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	بعد آئے تیسرا وہ شخص جو آزاد کو غلام بنائے۔ اسے ابو داؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

تیسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ رتعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما رجلا ام قوما وھم کرھون لم تجز صلاتہ اذنہ[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر عن طلحۃ ابن عبیداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو شخص بھی قوم کا امام بنے حالانکہ وہ اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کی نماز کانوں سے اوپر نہیں جاتی اسے طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

چوتی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا یقبل اللہ منھم صلاۃ، والاتصعد الی السماء ولاتجاوز رؤسھم رجل امّ قوما وھم لہ کارھون ورجل صلی علی جنازۃ ولم یوئمر وامرأۃ دعاھا زوجھا من اللیل فابت علیہ[3]۔ رواہ ابن خزیمۃ عن عطاء ابن دینار وبسند اخر عن انس بن مالک متصلا رضی اللہ تتعالٰی عنہ۔	تین افراد کی نماز اللہ تعالٰی قبول نہیں فرماتا نہ وہ آسمان کی طرف چڑھتی ہے اور نہ ان کے سروں سے بلند ہوتی ہے ایک وہ شخص جو قوم کا امام بنے حالانکہ وہ اسے پسند نہ کرتے ہوں، دوسرا وہ شخص جو جنازہ پڑھائے حالانکہ اسے اجازت نہ دی گئی ہو۔ تیسری وہ خاتون جسے رات کو خاوند طلب کرے تو وہ انکار کردے اسے ابن خزیمہ نے عطاء بن دینار سے اور ایک دوسری سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے متصلاً روایت کیا ہے۔ (ت)

پانچویں حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لاتجاوز صلاتھم اذانھم	تین اشخاص کی نماز ان کے کانوں بلند نہیں ہوتی

---

[1] سنن ابو داؤد باب الرجل یوم وہم لہ کارھون مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۸۸، سنن ابن ماجہ باب من ام قومًا وہم لہ کارھون مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶۹

[2] المعجم الکبیر، ما اسند طلحۃ بن عبیداللہ حدیث ۲۱۰، مطبوعہ مکتبۃ الفیصلیۃ بیروت، ۱/۱۱۵

[3] صحیح ابن خزیمۃ باب الزجر عن امامۃ المرء الخ حدیث ۱۵۱۸ مطبوعہ المکتب الاسلامیہ بیروت ۳/۱۱

العبد الابق حتی یرجع وامرأة باتت وزوجها علیها ساخط وامام قوم وھم له كارھون [1] رواہ الترمذی عن ابی امامة رضی الله تعالٰی عنه وقال حسن غریب۔	ایک بھگوڑے غلام کی حتٰی کہ وہ لوٹ آئے، دوسری وہ خاتون جورات اس حال میں بسر کرے کہ اس کا خاوند اس پر ناراض ہو تیسراوہ شخص جو قوم کاامام بناحالانکہ لوگ اسے ناپسند کرتے تھے۔ اسے ترمذی نے حضرت ابوامامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرکے کہا یہ حسن غریب ہے۔ (ت)

تنویرالابصار ودرمختار میں ہے:

ولوام قوما وھم له كارھون ان الكراھة لفساد فیه اولانھم احق بالامامة منه كرہ له ذلك تحریما [2]۔	اگر کسی نے قوم کی امامت کرائی حالانکہ وہ قوم اسے ناپسند نہ کرتی تھی اگر خود اس میں خرابی کی وجہ سے کراہت ہو یا اس لئے کہ دوسرے لوگ اس سے امامت کے زیادہ اہل تھے تو اس صورت میں اس کاامام بنامکروہ تحریمی ہوگا (ت)

(۵) اس کے سبب تفریق جماعت کہ سوال میں ہے لوگوں نے اس کے پیچھے نمازپڑھناترک کردیا جس کے سبب تفریق جماعت ہوا سے امام بنانا منع ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ ہے اگرچہ وہ خود بے قصور ہو جیسے برص والانہ کہ وہ خود فساد رکھتا ہے، درمختار میں ہے:

كذاتكرہ خلف ابرص شاع برصه [3] اھ واستظھر فی ردالمحتار ان العلة النفرة ولذاقید الابرص بالشیوع ولیكون ظاھرا [4] اھ **اقول:** لیس محل الاستظھار بل العلة ھی ھی لا شك ثم الذی یظھر لی ان كراھة الصلاة خلفه تنزیھیة كما ھوقضیة كلام الشامی اذیقول تحت قول الدرھذا وكذلك	اسی طرح اس صاحب برص کے پیچھے نماز مکروہ ہے جس کا برص پھیل گیا ہو اھ ردالمختار میں ہے اس کی علت نفرت قرار دیا۔ل اس لئے ابرص کے ساتھ الشیوع (یعنی پھیلنے) کی قید لگائی تاکہ معاملہ واضح ہوجائے اھ **میں کہتا ہوں** یہ مقام ظاہر کرنے کا نہیں بلکہ علت یہی نفرت ہے اس میں کوئی شک نہیں، پھر مجھ پر یہ بات واضح ہوئی کہ ابرص کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء من ام قوماً وھم لہ کارھون مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۴۷

[2] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

[3] درمختار، باب الامامۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۸۳

[4] ردالمحتار، مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۱/ ۴۱۶

اعرج یقوم ببعض قدمه فالاقتداء بغیرہ اولی تاتارخانیة وکذا اجذم برجندی[1] اھ وان لم ارہ فی امامة البرجندی من شرحه للنقایة لکن کراھة تقدیمه اذا بلغ التنفیر الی ترك الناس الجماعة کما فی السوال ینبغی ان تکون کراھة تحریم لما فیه من النقض الصریح لمقصود الشارع صلی الله تعالٰی علیه وسلم من شرعیة الجماعة وایجابھا وقد قال صلی الله تعالٰی علیه وسلم بشروا ولا تنفروا والتنفیر المعلل به فی الھدایة کراھة تقدیم العبد والاعمی والاعرابی لا یبلغ عشر ھذا بل ھونادر محتمل وھذا غالب متحقق فافترقا فھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی عزوجل۔	جسے علامہ شامی کے کلام کا تقاضا ہے کیونکہ وہ درمختار کے اسی قول کے تحت لکھتے ہیں اسی طرح وہ لنگڑا ہے جو اپنے پاؤں کے کچھ حصہ پر کھڑا ہوتا ہو اس کے غیر کی اقتداء بہتر واولٰی ہے تاتارخانیہ اور اسی طرح ہاتھ کٹے کا معاملہ ہے۔ برجندی اگرچہ میں نے۔ برجندی مع شرح نقایہ۔ برجندی کے باب الامامۃ میں یہ مسئلہ نہیں پایا لیکن جب اس کی تقدیم کی ناپسندیدگی اتنی بڑھ جائے کہ لوگ جماعت کو چھوڑنا شروع کردیں جیسا کہ سوال میں ہے تو ایسی صورت میں اسے کراہت تحریمی قرار دینا چاہئے کیونکہ اس میں تو شارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مقصود کی صریح مخالفت ہے اور وہ مقصود جماعت کا مشروع اور واجب ہوتا ہے حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: لوگوں میں محبت و بشارت پیدا کرو نفرت نہ پھیلاؤ۔ اور وہ نفرت جس کی بناء پر صاحب ہدایہ نے غلام، نابینا اور اعرابی کی امامت کو مکروہ قرار دیا ہے وہ تو اس کے دسویں حصے کو بھی نہیں پہنچتی بلکہ وہ نادر اور ایک احتمال ہے اور یہ غالب وثابت ہے پس ان دونوں میں فرق ثابت ہوگیا یہ میرے نزدیک ہے اور حق علم میرے رب کے ہاں ہے۔ (ت)

(۶) اس کا کہنا کہ بمبئی میں کوئی مکان یا گلی کوچہ ایسا نہ ہوگا جس میں شبانہ روز زنانہ ہوتا ہو، اگر وہ تعمیم و تصمیم کرتا تو بمبئی کے لاکھوں مسلمانوں مردوں، مسلمان پارسا بیبیوں پر صریح تہمت ملعونہ زنا تھی جس کے سبب وہ لاکھوں قذف کا مرتکب ہوتا اور ایک ہی قذف گناہ کبیرہ ہے اور قذف کرنے والے پر لعنت آئی ہے تو وہ ایک سانس میں لاکھوں گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا اور لاکھوں لعنتوں کا استحقاق پاتا ہے مگر اس نے مکان اور کوچہ میں تردید سے تعمیم کو روکا اور "نہ ہوگا" کے لفظ سے جزم میں فرق ڈالا پھر بھی اس قدر میں شک نہیں کہ اس نے وہاں کے عام مسلمانوں مردوں بیبیوں کی حرمت پر دھبا لگایا اور اسے خاص مجلس وعظ میں کہہ کر مسلمانوں کو ناحق بدنام کرنے اور ان میں اشاعت فاحشہ کا بوجھ اپنی گردن پر اٹھایا اور بکثرت مسلمانوں کو بلاوجہ شرعی ایذا دی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی مسلما فقد اذانی ومن	جس نے کسی مسلمان کو ناحق ایذادی اس نے مجھے ایذادی

---

[1] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۱۶

اذانی فقد اذی اللہ [1] رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔	اور جس نے مجھے ایذادی اس نے اللہ عزوجل کو ایذادی۔ اسے طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۙ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ [2]۔	جو یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کی بات کا چرچا پھیلے ان کے لئے دنیا وآخرت میں دردناک عذاب ہے۔

جب اس پر دونوں جہاں میں عذاب شدید کی وعید ہے تو یہ بھی کبیرہ ہوا اور مرتکب کبیرہ فاسق ہے اور یہ فسق بالاعلان بر سر مجلس وعظ ہوا تو اس وجہ سے وہ بھی فاسق معلن ہوا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔

(۷) ظاہر ہے کہ وہ جاہل ہے اور باوصف جہل اس نے فتوے پر اقدام کیا اور ارشاد اقدس حدیث کو الٹا اور مفتیان شریعت مطہرہ کے فتووں کو بے اعتبار کہا اور عوام جہال کو رد فتاوی شریعت پر دلیر کیا تو بلاشبہ وہ ضال ومضل ہوا خود گمراہ اور اوروں کو گمراہ کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتخذالناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا [3] رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم والترمذی وابن ماجۃ عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما	لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے اور ان سے مسئلہ پوچھیں گے وہ بے علم فتوٰی دیں گے آپ بھی گمراہ ہوئے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اس کو ائمہ کرام احمد بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اس صورت میں اس کی امامت درکنار اس کے پاس بیٹھنا منع ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولا یفتنونکم [4]۔	ان سے دور رہو اور انھیں اپنے سے دور کرو کہیں وہ تمھیں

---

[1] المعجم الاوسط حدیث نمبر ۳۶۳۲ مکتبۃ المعارف الریاض ۴/ ۳۸۳

[2] القرآن ۲۴ /۱۹

[3] صحیح البخاری باب الحرص علی الحدیث مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۰، صحیح مسلم باب رفع العلم وقبضہ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۴۰، جامع الترمذی باب ماجاء فی الاستیصاء بمن یطلب العلم مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۹۰

[4] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۰

رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	گمراہ نہ کردیں وہ تمھیں فتنہ میں نہ ڈال دیں اسے مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ایسی حالتوں میں جو اس کی حمایت کریں اس کی امامت قائم رکھنا چاہیں مسلمانوں کے بدخواہ ہیں اور ان کی نمازوں کی خرابی بلکہ تباہی وبربادی چاہنے والے اور اللہ کے خائن۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪[1]۔	گناہ اور حد سے بڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من مشی مع ظالم لیعینه وھو یعلم انه ظالم فقد خرج من الاسلام[2] رواہ الطبرانی فی الکبیر وایضا فی صحیح لمختارۃ عن اوس بن شرجیل رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو دانستہ کسی ظالم کی مدد کو چلے وہ اسلام سے نکل جائے گا۔ اسے طبرانی نے معجم کبیر میں اور صحیح المختارۃ میں بھی حضرت اوس بن شرجیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے:

دوسری حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استعمل رجلا من عصابة وفیھم من ھو ارضی اللہ منه فقد خان اللہ ورسوله ولمؤمنین[3]۔ رواہ الحاکم وابن عدی و العقیلی والطبرانی والخطیب من ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	جو کسی جماعت میں ایک شخص کو ان پر مقرر کرے اور اس جماعت میں وہ موجود ہوں جو اللہ عزوجل کو اس سے زیادہ پسند ہے بیشک اس نے اللہ رسول اور مسلمانوں سب کی خیانت کی اسے حکم، ابن عدی، عقیلی، طبرانی اور خطیب نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ان لوگوں پر لازم ہے کہ توبہ کریں اور اس کی حمایت سے باز آئیں اور مسلمانوں پر واجب ہے کہ اسے امامت سے معزول کریں اور کسی صالح امامت کو امام بنائیں اور حدیث مجتہد کے لئے ہے جسے کسی امر میں دلائل متعارض معلوم ہوں

---

[1] القرآن ۵/ ۲

[2] المعجم الکبیر مااسند اوس بن شرجیل رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۶۱۹ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱/ ۲۲۷

[3] المستدرک علی الصحیحین الامارۃ امانۃ الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۹۲

ف: مستدرک میں "**فیھم**" کی جگہ "**فی تلك العصابة**" ہے۔ نذیر احمد سعیدی

وہ اسے ترک کرے گا اور دوسرے مجتہد کی تقلید اس پر نہیں یا اہل ورع کے لئے ان خاص امور دقیقہ میں ہے جن پر ظاہر شریعت مطہرہ سے فتوٰی جواز ہوگا اور متورع محتاط کا قلب اس پر مطمئن نہ ہوگا وہ اس سے بچے گا نہ اس لئے کہ فتوٰی معتبر نہیں بلکہ اس لئے کہ ایسی جگہ مقام تقوٰی فتوٰی سے اعلٰی ہے۔ ایک بی بی سیدنا امام احمد کے پاس حاضر ہوئیں رضی اللہ تعالٰی عنہ، اور مسئلہ پوچھا بادشاہ کی سواری نکلتی ہے کیا میں اس کی روشنی میں سوئی میں ڈورا ڈال سکتی ہوں۔ امام نے ان کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا آپ کون ہیں؟ کہا میں بشر حافی کی بہن ہوں رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ فرمایا ایسا ورع تمھارے گھر سے نکلا ہے **وباللہ التوفیق واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۰۴: از چوپڑا ڈاک خانہ بائسی مرسلہ محمد کلیم الدین صاحب ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ بروز جمعہ بعد نماز فجر قبل فرض جمعہ کوئی نماز پیش مصلّٰی پر خواہ اشراق ہو یا قبل الجمعہ غرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بعض علماء فرماتے ہیں منع ہے بعض فرماتے ہیں جائز ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

وہ مصلّٰی اگر واقف نے صرف امامت کے لئے وقف کیا ہے تو امام وغیر امام کوئی اسے دوسرے کام میں نہیں لاسکتا اگرچہ صراحۃً یا وہاں کے عرف کے سبب دلالۃً ممانعت ہو اور اگر صرف امام کے لئے بطور مذکور وقف ہوا ہے تو امام اس پر نوافل بھی پڑھ سکتا ہے دوسرا کچھ نہیں اور اگر عام طور پر وقف ہوا یعنی صراحۃً تخصیص ہے نہ دلالۃً تو غیر وقت امامت میں ہر شخص اس کو فرائض و نوافل سب کے کام میں لاسکتا ہے بلکہ درس وتدریس کے بھی، کما فی القنیۃ۔ (جیسا کہ قنیۃ میں ہے۔ ت) **واللہ سبحنہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۰۵: از حسن پور ضلع مراد آباد مرسلہ طفیل احمد صاحب قادری برکاتی رضوی سلمہ اللہ القوی ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

حضور مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ دیوبندی کے پیچھے نماز نہیں ہوسکتی تو حضور ہم نے جو بے خبری میں ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ان کا کیا کیا جائے، اور حضور حسن پور سب مسجدوں میں وہی لوگ امام ہیں تو اب ہم کیا کریں اور اگر اپنی اپنی نماز پڑھ بھی لی تو نماز جمعہ کو کیا کیا جائے کیونکہ جہاں جہاں جمعہ ہوتا ہے وہی امام ہیں، اور عیدیں بھی وہی پڑھاتے ہیں اور جنازہ کی بھی اور نماز تراویح بھی۔ پھر یہ کہ جب ہم مریں گے تو ہمارے جنازوں کی نماز بھی یہی پڑھائیں گے تو حضور ہم بے نماز ہی دفن ہوں گے کیونکہ اگر انھوں نے پڑھائی بھی تو وہ نماز ہی کیا ہوئی۔ اور سنی بس ہم دو تین شخص ہیں، اول حضور کوئی ایسی ترکیب ارشاد ہو کہ جو نمازیں ہم نے ان کے پیچھے پڑھی ہیں معاف ہوجائیں کیونکہ ہمارے ایمان ایسے کمزور ہیں کہ ہم سے پنج وقتہ نماز بھی ادا نہیں ہوتی تو حضور ان کی ادا کی کیا صورت ہے، وہ

تو معاف ہونی چاہیں، کیونکہ بے خبری میں ایسی خطا ہوئی، اور یہ بھی ناممکن ہے کہ حسن پور چھوڑ دیا جائے۔ حضور اس پر کچھ توجہ فرمائی جائے اور کوئی سبیل نکال دی جائے۔ اور فوراً جو مسئلہ دریافت کرنا ہو وہ کس سے دریافت کیا جائے کیونکہ وہاں جو عالم ہیں وہ وہی ہیں، گو حسن پور میں میلاد شریف، تیجہ، دسواں، چالیسواں وغیرہ کثرت سے ہوتا ہے مگر یہ خبر نہیں کہ ان کے پیچھے نماز بھی نہ پڑھی جائے۔

الجواب:

دیوبندی عقیدے والوں کے پیچھے نماز باطل محض ہے، ہوگی ہی نہیں، فرض سر پر رہے گا اور ان کے پیچھے پڑھنے کا شدید عظیم گناہ۔ علاوہ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے تینوں ائمہ مذہب امام اعظم و امام ابویوسف و امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہم سے نقل فرماتے ہیں: **ان الصلوٰۃ خلف اھل الھواء لاتجوز** [1]۔ اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

اس میں سب برابر ہیں نماز پنجگانہ ہو خواہ جمعہ یا عید یا جنازہ یا تراویح، کوئی نماز ان کے پیچھے ہو ہی نہیں سکتی بلکہ اگر (ان کو قابل امامت یا مسلمان جاننا بھی درکنار) ان کے کفر مین شک ہی کرے تو خود کافر ہے جبکہ ان کے خبیث اقوال پر مطلع ہو علمائے حرمین شریفین بالاتفاق فرماتے ہیں:

من شك فی عذابه و کفره فقد کفر [2]۔	جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ (ت)

جب وہاں میلاد شریف اور سوم وغیرہ کرنے والے بکثرت ہیں تو ضرور وہ لوگ دیوبندی نہیں، انھیں علمائے کرام مکہ معظّمہ و مدینہ طیبہ کے فتوے (کہ دس برس سے چھپ کر تمام ملک میں شائع ہورہے ہیں) دکھایئے اور رسالہ "تمہید ایمان" پڑھ پڑھ کر سنایئے الحمدللہ مسلمان ایسے نہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو گالیاں دینے والے کے پیچھے نماز جائز مانیں یا اسے مسلمان مانیں ان شاء اللہ تعالٰی اللہ عزوجل ضرور ہدایت واثر بخشے گا اور مسلمان ہوشیار ہو کر ان کے پیچھے نماز چھوڑ دیں گے اور سنی عوام اپنے لئے پنجگانہ و جمعہ و عیدین و جنازہ سب کے لئے مقرر کریں گے اور اگر بالفرض کوئی نہ سنے تو دو آدمی مل کر سوائے جمعہ سب نمازوں پنجگانہ و عید و جنازہ وغیرہ میں جماعت کرسکتے ہیں ایک امام اور ایک مقتدی بس کافی ہے اور جمعہ کے لئے ایک شخص اہل کو امام مقرر کیجئے کہ وہی عیدین کی بھی امامت کرے اور جمعہ میں کم سے کم تین مقتدی ہوں جمعہ ہو جائے گا زیادہ نہ مل سکیں تو کچھ حرج نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ جمعہ و عیدین اعلان کے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[2] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶، حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مکتبہ نبویہ لاہور ص ۳۱

ساتھ ہوں ظاہر کردیا جائے کہ مسلمانوں کا جمعہ وعیدین فلاں جگہ ہوگی، جسے اللہ تعالٰی ہدایت دے گا شریک ہوجائے گا ان کے پیچھے جو نمازیں بے خبری میں پڑھیں ان کا علاج ایک توتوبہ ہے، دوسرے یہ ضرور ہے کہ ان نمازوں کی قضا پڑھی جائے، اندازہ اتنا کرلیا جائے کہ کوئی نماز باقی نہ رہ جائے زیادہ ہوجائیں تو حرج نہیں۔ اگر کوئی شخص دارالحرب خاص کفار کی بستی میں بسے جہاں مثلاً صرف ہندو ہوں اور وہ کہے کہ میں یہاں کی سکونت تو چھوڑ نہیں سکتا یہ بتاؤ فوری ضرورت کے مسئلے کس سے پوچھوں توکیا اس سے کہہ دیا جائے گا کہ پنڈت سے پوچھ لیا کرو انا للہ وانا الیہ راجعون۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۰۶: از موضع سریا ڈاکخانہ تیلوتھو ضلع شاہ آباد آرہ مرسلہ شیخ مدار بخش ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص معمولی اردو خواں مؤذنی بھی کرتا ہے اور امامت بھی کرتا ہے اور وہی شخص گھر گھر سے صدقہ فطر مال زکوٰۃ و کھال قربانی وغیرہ لیتا اور کھاتا ہے اور قبرستان میں جو غلّہ پیسہ کوڑی خیرات کیا جاتا ہے وہ بھی لیتا ہے اور اس کا پیشہ یہی ہے، ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ امام کے لئے کون کون شرائط ہیں؟ کیسے شخص کو امام ہونا چاہئے؟ اگر بجائے شخص مذکور کے دوسرا شخص جو ان باتوں سے محتاط ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنا افضل ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر وہ فقیر ہے صاحب نصاب نہیں، نہ سید ہاشمی ہے تو ان اموال کا لینا اسے جائز ہے اور اس وجہ سے اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں۔ امامت کیلئے صحیح الاسلام صحیح الطہارت، صحیح القراءت، سنی صحیح العقیدہ غیر فاسق معلن درکار ہے جس میں ان باتوں سے کوئی بات کم ہوگی اسکے پیچھے نماز ہوگی ہی نہیں مکروہ تحریمی ہوگی اس شخص میں ان باتوں سے کوئی بات کم ہے تو اس کی امامت جائز نہیں، واجب کہ دوسرے کو جو ان باتوں کا جامع ہو امام کریں اور یہ سب باتیں اس میں ہیں تو اس کی امامت میں حرج نہیں، پھر دوسرا اگر نماز وطہارت کے مسائل اس سے زیادہ جانتا ہے تو وہ دوسرا ہی اولٰی ہے اور اگر یہ زیادہ جانتا ہے تو یہی بہتر۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۰۷ تا ۷۱۰: از کراچی گاڑی احاطہ محلّہ رام باغ مرسلہ نوراحمد مولیڈنہ واکانی مہیز ۱۸ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

(۱) جس امام کو اس کے عقائد پوچھے جائیں اور وہ نہ بتائے تو اس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

(۲) جو امام وقت مقررہ کا پابند نہ ہو یعنی کہے کہ نماز مقررہ وقت پر پڑھنا عرش اعظم پر لکھا ہوا ہے کیا، حالانکہ مصلیوں کی آسانی کے لئے جماعت نے وقت مقرر کیا، اس کو کیا سمجھنا چاہئے؟

(۳) جس امام سے جماعت کے بعض آدمی ناراض ہوں اور بعض اس کی خوشامد کرتے ہوں تو ایسے کی اقتداء کرنا جائز یا نہیں؟

(۴) جس امام کے دونوں ہاتھ ہوں مگر ایک ہاتھ یعنی سیدھا ہاتھ نکما ہو اور بائیں ہاتھ سے آبدست لیتا ہو استنجا کرتا ہوں وضو کرتا ہو اور کھانا کھاتا ہو امام ہوسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) اپنا عقیدہ ومذہب دریافت کرنے پر نہ بتانے سے ظاہر یہی ہے کہ اس میں کچھ فساد ہے ورنہ دین بھی کچھ چھپانے کی چیز ہے، اس کی اقتداء ہرگز نہ کی جائے کہ بطلان نماز کا احتمال قوی ہے اور نماز اعظم فرائض اسلام سے ہے اس کے لئے سخت احتیاط مطلوب، یہاں تک کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا:

لان الصلوٰۃ متی فسدت من وجه و جازت من وجوہ حکم بفسادھا[1] واللہ تعالٰی اعلم	جب کسی ایک وجہ پر نماز فاسد ہو اور متعدد وجوہ کی بنا پر درست تو فساد نماز کا حکم ہوگا۔ (ت)

(۲) اس میں دونوں ہی باتیں ہیں بعض مقتدیوں کے مزاج میں تشدد اس قدر ہوتا کہ وہ چند منٹ کا آگا پیچھا روا نہیں رکھتے ایسی حالت میں اگر امام نے اس پر انکار کیا بیجا نہ کیا اور اگر امام کی طرف سے بلاوجہ شرعی تکاسل ہے اور اس جماعت کو تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر الزام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۳) رنجیدگی دیکھی جائے گی اگر اس میں کسی قصور شرعی کی وجہ سے ہے تو اسے امام بننا گناہ ہے اور بحکم حدیث اس کی نماز مقبول نہ ہوگی۔

ثلثة لاترفع صلاتھم فوق اذانھم شبرا الی ان قال صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم و من ام قوما وھم له کارھون[2]۔	تین اشخاص کی نماز ان کے کانوں سے ایک بالشت برابر بھی بلند نہیں ہوتی، آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یہاں تک فرمایا کہ ایک وہ شخص جو کسی قوم کا امام بن جائے حالانکہ وہ لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں (ت)

اور اگر اس میں کوئی قصور شرعی نہیں تو اس کی امامت میں کوئی حرج نہیں اور ان رنج والوں پر وبال ہے کما نص فی الدر المختار (جیسا کہ درمختار میں اس پر نص موجود ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۴) ہوسکتا ہے بلکہ اگر وہی حاضرین میں سب سے زیادہ علم رکھتا ہوں وہی امام کیا جائے گا کما نصو علیه فی المتون والشروح والفتاوٰی (جیسا کہ متون، شروحات اور فتاوٰی جات میں اس مسئلہ کے متعلق

---

[1] فتح القدیر، باب صلوٰۃ المسافر، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴

[2] سنن ابن ماجہ باب من ام قوما وھم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

ف: سنن ابن ماجہ میں ''فوق اذانھم'' کی جگہ ''فوق روسھم'' ہے۔ نذیر احمد سعیدی

نصوص موجود ہیں۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۱۷۱: از کراچی بندر صدر بازار دکان سیٹھ حاجی احمد، حاجی کریم، محمد شریف جنرل مرچنٹ مرسلہ عبداللہ ولد حاجی ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

امام صدر را باعث افتادن از ستور دریک دست تشنج واقع شدہ است ازیں وجہ دست ماؤفہ او بوقت تکبیر تحریمہ مس مزمہ گوش نمی شود آیا دریں صورت امامت او بلا کراہت جائز است یانہ؟	صدر کے امام کا ہاتھ گھوڑے سے گرنے کی وجہ سے بے حس وحرکت ہوگیا ہے اس وجہ سے وہ اپنا ماؤف ہاتھ بوقت تکبیر تحریمہ کان کی لو تک نہیں اٹھا سکتا، اس صورت میں اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے یا نہیں؟ (ت)

الجواب:

جائز است بلکہ اگر اعلم قوم است ہموں احق بامامت است۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	جائز ہے بلکہ اگر وہ قوم سے زیادہ عالم ہے تو امامت کا مستحق وہی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۲: از سیتاپور محلّہ قضیارہ مرسلہ الیاس حسین صاحب ۲۳ ربیع الآخر ۱۳۳۶ھ

جب ایک عالم اور شریف ہے مگر سید نہیں ایک عالم رذیل ہے جاہل یا کم مجیب الطرفین سید کی موجودگی میں ان دونوں قسموں کے عالموں سے کون زیادہ مستحق امامت ہے؟ صرف سید ہی کو استحقاق ہے؟

الجواب:

عالم بہر حال زیادہ مستحق امامت ہے جبکہ مبتدع یا فاسق معلن نہ ہو، اور دونوں عالموں میں جسے علم نماز وطہارت میں ترجیح ہو وہ مقدم ہے اور اس میں مساوی ہوں تو قراءت وورع وسن وغیرہا مرجحات کے بعد شریف نسب سے ترجیح دی جائے گی، عالم رذیل کہنا بہت سخت لفظ ہے عالم کسی قوم کا ہو اگر عالم دین ہے اللہ کے نزدیک ہر جاہل سے اگرچہ کتنا ہی شریف ہو افضل ہے۔

قال اللہ تعالیٰ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ط [1]۔	اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: کیا علم والے اور بے علم برابر ہوسکتے ہیں؟ (ہرگز نہیں)۔ (ت)

مطلق فرمایا کہ جو عالم نہیں عالم کے برابر نہیں ہوسکتا اس میں کوئی تخصیص نسب وغیرہ کی نہ فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

---

[1] القرآن ۹/۳۹

مسئلہ ۷۱۳: از ترسائی کاٹھیاواڑ مرسلہ احمد داؤد صاحب ۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۶ھ

(۱) ائمہ اربعہ میں سے کسی ایک امام کے مقلد کی امامت یا متابعت خواہ چار اماموں میں سے کوئی ایک امام کا مقلد ہو یعنی شافعی حنفی امام کے پیچھے یا حنفی شافعی امام کے پیچھے یا حنبلی حنفی کے یا حنفی حنبلی کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) اگر حنفی کا شافعی امام بنے تو کیا یہ ضرور ہے کہ حنفی کی خاطر رفع یدین یا آمین بالجہر ترک کردے یا یہ کہ ہر شخص امام ہو یا مقتدی اپنے اپنے امام کی پیروی کرے؟

الجواب:

(۱) اگر معلوم ہے کہ اس وقت امام میں وہ بات ہے جس کے سبب میرے مذہب میں اس کی طہارت یا نماز فاسد ہے تو اقتداء حرام اور نماز باطل، اور اگر اس وقت خاص کا حال معلوم نہیں مگر یہ معلوم ہے کہ یہ امام میرے مذہب کے فرائض و شرائط کی احتیاط نہیں کرتا تو اس کی اقتداء ممنوع اور اس کے پیچھے نماز سخت مکروہ اور اگر معلوم ہے کہ میرے مذہب کی بھی رعایت واحتیاط کرتا ہے یا معلوم ہو کہ اس نماز خاص میں رعایت کئے ہوئے ہے تو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے جبکہ سنی صحیح العقیدہ ہو نہ غیر مقلد کہ اپنے آپ کو شافعی ظاہر کرے اور اگر کچھ نہیں معلوم تو اس کی اقتداء مکروہ تنزیہی۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

(۲) ہر شخص اپنے امام کی پیروی کرے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ ۷۱۴: از بریلی

زید امام مسجد ہے اور اس نے جھوٹ بولا اس پر ایک شخص نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا ترک کردی اور کسی وقت کی نماز وہ شخص قبل پڑھ لیتے ہیں اور مؤذن بھی وہی شخص ہیں اور تکبیر بھی کہتے ہیں تو آیا یہ تکبیر صحیح ہوگی یا نہیں؟ اور نماز ایسے امام کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟ اور اس وقت تک جتنی نمازیں ان کے پیچھے پڑھی گئیں جس وقت سے انھوں نے جھوٹ بولا تو نمازیں ہو گئیں یا نہیں؟

الجواب:

سائل نے یہ بیان کیا کہ امام کے ذمّے یہ جھوٹ رکھا جاتا ہے کہ اس سے پوچھا گیا کیا بجا ہے؟ کہا سوا آٹھ بجے ہیں، اور بجے تھے سوا نو۔ یہ کوئی جھوٹ ایسا نہیں جس کے سبب اس کے پیچھے نماز چھوڑدی جائے۔ سوا نو بجے ہیں تو ضرور سوا آٹھ بھی بج چکے۔ عالمگیری میں ہے کہ اگر کوئی دس روپیہ کو خریدی اور پوچھنے پر کہا پانچ کو لی ہے تو یہ کوئی جھوٹ قابل مواخذہ نہیں۔ یونہی سوا نو میں سوا آٹھ داخل ہیں۔ مؤذن کہ اتنی سی بات پر ترک جماعت کرتا ہے دُہرا گنہگار ہے ایک جماعت چھوڑنے کا گناہ دوسرا سخت گناہ یہ کہ اوروں کو اذان دے کر بلانا اور خود باز رہنا

قال اللّٰہ تعالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۲ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝۳ [1] ۔ واللہ تعالٰی اعلم	اللہ تعالٰی نے فرمایا اے ایمان والو! کیوں کہتے ہو وہ جو (خود) نہیں کرتے اللہ کو سخت ناپسند ہے یہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو

مسئلہ ۷۱۵: از قصبہ نرنگ لاہور مسئولہ ابورشید محمد عبدالعزیز

کیا فرماتے ہے علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی امام گاہے گاہے مردہ شوئی کرے تو کیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

میّت مسلم کو نہلانا فرض ہے اور فرض کے ادا کرنے میں اجر ہے، اور اگر وہاں اور بھی کوئی اس قابل ہو کہ نہلاسکے تو اس کے نہلانے پر اجرت لینا بھی جائز ہے بہر حال اس سے امامت میں کوئی خلل نہیں آتا اور اگر وہاں کوئی دوسرا ایسا نہ ہو کہ نہلاسکے تو اب اس پر نہلانا فرض عین ہے اور اس پر اجرت لینا حرام، ایسا کرے گا تو فاسق ہوگا اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی اور اس کا امام بنانا گناہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۱۶: از روپئی ڈیہہ ضلع بہرائچ بازار نیپال گنج مرسلہ سید علی ناریل فروش ۸ محرم الحرام ۱۳۳۶ھ

زید نے بکر کی زوجہ سے زنا کیا، بکر نے یہ حالات کماحقہ معلوم کرکے زوجہ مذکور کو طلاق بائن دی اور خود بھی تائب ہوا۔ بکر یہاں کی جامع مسجد کا پیش امام بھی ہے، اب بکر کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

صورت مذکورہ میں زنائے زوجہ کے سبب بکر کی امامت میں کوئی خلل نہیں جبکہ وہ بوجہ صحت مذہب و طہارۃ و صحت قراءۃ وغیرہا شرعًا قابل امامت ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۱۷: از موضع کوتانہ ضلع میرٹھ مرسلہ شیخ وجیہ الدین احمد و محمد عبداللہ خاں و محمد اسمٰعیل خاں ۷ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین محمدی و مفتیان شرع احمدی حنفی المذہب اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کہ ایک شخص وہابی فرقہ کا حنفی المذہب اہل سنت وجماعت کے محلّہ کی مسجد کا ایک ماہ و چند روز سے پیش امام ہے اور اس کے باپ دادا بھی اسی فرقہ وہابیہ میں مرگئے۔ حسن اتفاق سے اس مسجد میں دو عالم واعظ تشریف لائے اور وعظ میں حضرت رسول مقبول محبوب رب العالمین شفیع المذنبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حمد وثنا بیان فرمائی اور امام مسجد

---

[1] القرآن ۶۱/ ۲

نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی ترک کردی اسی روز شب کو ایک شخص باشندہ محلّہ نے اپنے مکان پر مولوی صاحبان نووارد سے مجلس مولود شریف کرائی۔ امام مسجد شامل نہ ہوا، صبح کو بوقت ظہر دریافت کیا کہ تم مجلس مولود شریف کی نسبت کیا کہتے ہو؟ جواب دیا کہ اچھا کہتا ہوں، پھر کہا گیا تم اچھا کہتے ہو تو تم کیوں نہیں کرتے ہو؟ امام نے جواب دیا کہ میرے باپ دادا نے اس فعل کو نہیں کیا میں بھی نہیں کرتا، پھر کہا گیا کہ شب کو جو مجلس ہوئی تھی اس میں شامل کیوں نہ ہوئے؟ جواب دیا کہ وہاں پر قیام ونعت ہوتی ہے اس لئے میں شامل نہیں ہوا۔ پھر کہا گیا کہ نعت کے معنی حمد وثناء تعریف کے ہیں۔ حضرت رسول کریم رحمۃ للعالمین کی تعریف سے کیوں بھاگتے ہو؟ کچھ جواب نہ دیا سکوت کیا ۱۵ربیع الاولی ۱۳۳۷ھ مقدسہ کو بعد نماز فجر بمواجہہ جملہ نمازیان مسجد امام سے کہا کہ جناب مولانا و مولوی حاجی قاری احمد رضا خاں صاحب کی تصنیفات سے یہ کتاب " تجلی الیقین " موجود ہے تمام و کمال انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حضرت نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تعریف فرماتے ہیں تم حضرت کی تعریف ونعت سے کیوں گریز کرتے ہوں؟ جواب نہ دیا خاموش رہا؟ اس مبارک کتاب " تجلی الیقین " کے چند موقع پڑھ کر سنائے مگر کچھ اثر نہ ہوا اب حضور والا مفصل ومشرح تحریر فرمائیں کہ حنفی المذہب اہلسنت وجماعت کی نماز ایسے بد عقیدہ وہابی مذہب کے پیچھے جائز ہے یا ناجائز ہے بدلائل وبرہان قرآن شریف وحدیث شریف جواب مرحمت فرمائیں اللہ جل شانہ نے حضور والا کی ذات ستودہ صفات کو مثل آفتاب عالمتاب کے روشن ومنوّر کیا ہے اسی طرح تا یوم القیامۃ روشن رکھے، مکرر عرض ہے کہ کمترین وجیہ الدین کا یا اور کسی باشندہ محلّہ کا کوئی دنیاوی تعلق نہیں ہے نہ کسی کا کوئی عزیز امامت کے لائق ہے صرف بغض للہ وحب للہ پر عمل ہے۔

الجواب:

بیان سوال سے ظاہر کہ وہ شخص وہابی بلکہ وہابیوں میں بھی اونچی چوٹی کا ہے، وہابیہ کا اصل عقیدہ نعت اقدس سے جلنا ہے مگر مسلمانوں کو دھوکا دینے کے لئے یوں صاف نہیں کہتے جو اس نے کہی کہ " وہاں نعت ہوتی ہے اس لئے شامل نہ ہوا" رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے نفرت نہ کرے گا مگر کافر اور کافر کے پیچھے نماز محض باطل، اگر مسلمان ہوتا نعت اقدس کو درست رکھتا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من احب شیئا اکثر ذکرہ[1]۔ رواہ ابو نعیم ثم الدیلمی عن مقاتل ابن حیان عن داؤد ابن ابی ھند عن الشعبی عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا	جو کسی شی سے محبت رکھتا ہے اس کا ذکر زیادہ کرتا ہے اسے ابو نعیم پھر دیلمی نے مقاتل بن حیان، انھوں نے داؤد بن ہند، انھوں نے شعبی سے، انھوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابی نعیم ثم الدیلمی، فضیلۃ الشیخ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۲۰/۵

ثلاثتهم من رجال مسلم والاربعة۔	روایت کیا ہے اس کے تینوں روای مسلم شریف کے اور اصحاب اربعہ کے رجال ہیں۔ (ت)

(یعنی اسے بلند مرتبہ محدثین نے ان سے روایت کی ہے لہذا راوی معتمد ہیں۔ نذیر احمد)

جسے محبت درکنار نفرت ہو ظاہر ہے کہ اسے حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے محبت نہیں پھر وہ مسلمان کیسے ہوسکتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والناس اجمعین[1]۔ رواه الائمة احمد والبخاری ومسلم والنسائی وابن ماجة عن انس رضی الله تعالٰی عنه۔	تم میں سے کوئی شخص مسلمان نہیں ہوتا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ اولاد اور تمام آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں ۔اسے ائمہ کرام امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی۔ اور ابن ماجہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے

"تجلی الیقین" کے کلمات سن کر اثر نہ ہونا اور نعت شریف کے ان سوالوں پر خاموش رہنا اس کے دل کی دبی آگ کو اور ظاہر کررہا ہے۔

قال الله قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ [2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہوگئی اور وہ جو ان کے سینوں میں (غیظ وعناد) چھپا ہے اور زیادہ ہے ہم نے تم پر نشانیاں کھول دیں اگر تمھیں عقل ہو۔ (ت)

بالجملہ وہ یقیناً وہابی ہے اور وہابیہ قطعاً بے دین، اور بے دین کے پیچھے نماز محض ناجائز۔ فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف رضی الله تعالٰی عنهما ان الصلاة خلف اهل الاهواء لا تجوز[3]۔	امام محمد نے امام ابو حنیفہ اور امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷

[2] القرآن ۳/۱۱۸

[3] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۰۴

نماز در کنار بنص قرآن عظیم اس کے پاس بیٹھنا حرام۔

قال اللہ تعالیٰ وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّكَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۶۸﴾ [1]۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اللہ تعالیٰ کا فرمان مبارک ہے: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس مت بیٹھ (ت)

مسئلہ ۷۱۸: از اوپل ڈاکخانہ خاص ضلع کھیری مرسلہ مولوی خدابخش صاحب ۱۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں جہلاء لوگوں کو صوم وصلوٰۃ کی جانب رجوع کرتا ہوں اور انھوں نے خدا کے فضل سے اس جانب توجہ فرمائی ہے لیکن بعض اشخاص بے نمازی تعزیہ وار قبرپرست اور بعضے صرف جمعہ کے نمازی، رمضان شریف کے نمازی، عید کے نمازی ان لوگوں کو میری جانب سے بدظن کرتے ہیں اور ان کے سامنے یہ بات پیش کرے ہیں کہ میری آنکھوں میں پھلی ہی لیکن پتلی پر نہ ہونے کے سبب دکھائی دیتا ہے، دوسری تہمت لگاتے ہیں کہ ان کے والد کے دو نکاح ہوئے ایک عورت کا نکاح نہیں ہوا بلکہ انھوں نے ویسے ہی رکھا ہے حلانکہ یہ سب محض لغو اور جھوٹ بیان ہے انھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ میرے والد کے کے نکاح ہوئے، جناب والد صاحب مرحوم کے تین نکاح ہوئے، اگر یہ ثابت کردیں تو میرا حقہ ترک ورنہ تہمت لگانے والوں کا حقہ ترک ہونا چاہئے

الجواب:

آنکھ میں پھلی ہونا جبکہ وہ پتلیوں سے الگ ہو اور دیکھنے کو مانع نہ ہو نماز میں اصلاً کراہت کا بھی موجب نہیں اور سائل کے باپ پر یہ الزام لگانا کہ ان کے دو نکاح ہوئے اور ایک عورت بے نکاحی رکھی، اول تو ایک مسلمان کی طرف نسبت زنا بلا تحقیق ہے اور یہ سخت حرام کبیرہ ہے اور تہمت رکھنے والے پر شرعاً اسی ۸۰ اسی ۸۰ کوڑے کا حکم ہے۔

ثانیاً سائل پر اس کا کیا الزام تک یہ ثبوت قطعی نہ دیں کہ اس کی ولادت بے نکاح ہے اب طعن کرنے والے مستحق سزائے شدید ے ہیں جب تک توبہ نہ کریں ان کا حقہ پانی بند کیا جائے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ ۷۱۹: از کوچین ــ ضلع ملیبار محلّہ مٹانچیرمکان سیٹھ سلیمان قاسم مرسلہ میمن حاجی طاہر محمد مولانا ۲۰ جمادی الاولی ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو خدا کو مجسم ٹھہرادے اس کی اقتداء کرکے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

الجواب:

اس کی قتداء حرام ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۲۰: از دہلی چاندنی چوک متصل گھنٹہ گھر مسجد باغ والی مرسلہ مولوی عبدالمنان صاحب ۱۶ رجب المرجب ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قدیم الایام سے ایک مسجد کا پیش امام تھا اب بعض اہل محلّہ نے اس سے برخلاف ہو کر ایک دوسرے امام کو کھڑا کر دیا ہے اور اس سے پہلے امام میں کوئی عیب شرعی جس سے معزول ہو سکے نہیں پایا گیا اور پہلا امام ثانی کے کھڑا کرنے پر ناراض ہے اور کہتا ہے کہ میری اجازت کے سوا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے کیا اس امام اول کا کہنا ٹھیک ہے کہ امام ثانی کے پیچھے نماز مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر واقع میں امام اول نہ وہابی ہے نہ غیر مقلد نہ دیوبندی نہ کسی قسم کا بدمذہب، نہ اس کی طہارت یا قرات یا اعمال وغیرہ کی وجہ سے کوئی وجہ کراہت، بلاوجہ اس کو معزول کرنا ممنوع ہے حتی کہ حاکم شرع کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا۔ ردالمحتار میں ہے:

لیس للقاضی عزل صاحب وظیفۃ بغیر جنحۃ[1]۔	بغیر کسی وجہ کے قاضی مقرر امام کو معزول نہیں کرسکتا۔ (ت)

اور اگر واقعی اس میں کوئی وجہ کراہت ہے تو اس کی امامت مکروہ ہے اور اس کی نماز نامقبول۔ صحاح احادیث میں ہے:

ثلثۃ لاترفع صلاتھم فوق اذانھم شبرا (وعد منھم) من ام قوما وھم لہ کارھون[2]۔	تین اشخاص کی نماز ان کی کانوں سے ایک بالشت برابر بلند نہیں ہوتی (اور ان میں سے ایک وہ شخص ہے) جو کسی قوم کی امامت کروائے حالانکہ وہ لوگ اسے پسند نہ کرتے ہوں۔ (ت)

اور اگر اس میں کوئی وجہ فساد نماز ہے مثلاً غیر مقلد یا دیوبندی یا غیر صحیح الطہارۃ یا غیر صحیح القراۃ ہونا، جب تو ظاہر ہے کہ اس کی امامت فاسد اور اس کے پیچھے نماز باطل، محض اس کا معزول کرنا فرض ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] ردالمحتار کتاب الوقف مطلب لایصح عزل صاحب وظیفۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۴۲۳/۳

ف: ردالمحتار میں یہ عبارت اختلاف الفاظ کے ساتھ متعدد جگہ پر موجود ہے معنی متحد ہے ۴۲۲/۳، ۴۵۹، ۴۵۲ط نذیر احمد

[2] سنن ابن ماجہ باب من ام قوماً وہم لہ کارھون مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۶۹

ف: سنن ابن ماجہ میں ''فوق اذانھم'' کی جگہ ''فوق رؤسھم'' ہے نذیر احمد سعیدی

مسئلہ ۷۲۱: از باندی کوئی مرسلہ منشی عبدالرحمٰن ملازم ڈاک سفری ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بسبب ہونے حافظ قرآن ایک مسجد میں بخدمت پیش امامی وبرائے تعلیم قرآن طفلان اہل اسلام سنت وجماعت کے مقرر کیا گیا چند عرصہ بعد تک بظاہر کسی قسم کافرق نہ معلوم، ہونے سے ایک گروہ جاہلوں کے معتقد و مطیع زید ہوگئے۔ جب زید دو تین لڑکوں کا حافظہ ختم کراچکا اور اپنا رسوخ پورا پورا جماچکا تو اپنے منصب امامت پر فخر کرنے لگا اور مسجد کو اپنی میراث جان کر کہنے لگا کہ مجھ کو اس مسجد سے کوئی ہٹا نہیں سکتا، غرض زید کا ایک شاگرد رشید بکر نامی جس کا حافظہ ختم ہوچکا تھا اس کی شادی ہوجانے کے بعد اس کے والد نے زید ہی کو زوجہ بکر کی تعلیم قرآن کے لئے مقرر کیا چند ہی عرصہ میں انگشت نمائی ہونے لگی یہاں تک کہ برسوں کے بعد معاملہ طول ہو کر ظاہر ہوا تو بکر سے طلاق دلایا گیا اور زید نے مطلقہ کو خود نکاح میں لاکر فخریہ کہتا ہے اب تو موافق شرع کے حرام نہیں ہے چونکہ عورت جوان زید سن رسیدہ تھا زید کے دباؤ میں نہ رہ کر آزادانہ روش اختیار کرکے پردہ بھی بالائے طاق رکھا اور زید کے جو جوان پرانے شاگرد تھے ان سے خلاملا رہنے لگا، چونکہ زید دیکھنے والا نواب صدیق حسن بھوپالی کا ہے ہر موقع پر حق کو ناحق اور ناحق کو حق بتا کر جاہلوں کی سیدھا کرلیا کرتا تھا اس پر تھوڑے لوگ حق شناس تھے ان سے الگ رہنے لگا اس کے درمیان ایک لڑکا ولدالزنا پیدا ہوا اس کا عقیقہ کیا گیا یہی زید پیش امام صاحب شریک عقیقہ ہو کر بکرے کی کھال کی غرض سے خوب پلاؤ پر ہاتھ مار کر پکارنے لگے کہ عقیقہ کھانا جائز تھا ہر گز حرام نہیں جب اس پر بھی لوگ ان کی پیش امامی پر معترض ہوئے تو خود ہی زید صاحب غیظ وغضب میں آکر چلّا اٹھے کہ پیش امامی کرنے پر لعنت ہے میں تو ہرگز نماز نہیں پڑھاؤں گا جو مجھ پر اعتراض کرتے ہیں وہی پڑھائیں قہر درویش برجان درویش ایک ہفتہ تک نماز پڑھانے سے رکے رہے آخر جھک مار کر خود ہی نماز پڑھانے لگے اور لوگوں نے نماز پڑھی، پس ان سب باتوں پر نظر ڈالتے ہوئے معلوم ہونا چاہئے کہ ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگرچہ لوگوں کی انگشت نمائی کا اعتبار نہیں اکثر محض باطل بدگمانی پر ہوتی ہے مگر زید کا بعد نکاح کہنا اب تو حرام نہیں ظاہرًا اس پر دلالت کرتا ہے کہ پہلے حرام تھا تو یہ اقرار حرام ہوا، اگرچہ یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کے پہلے تم مجھ پر ناحق بدگمانی حرام کرتے تھے اب تو حرام نہیں۔ زن زید کی نسبت جو لکھا گیا ہے اگر برضائے زید ہے یا زید بقدر قدرت بندوبست نہیں کرتا تو دیوث ہے اور دیّوث سخت اخبث فاسق، اور فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔ اسے امام بنانا حلال نہیں اور اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اور پڑھی تو پھیرنا واجب، سائل نے کچھ نہ لکھا کہ زنا سے لڑکا کس کے پیدا ہوا، اگر کسی دوسرے کے یہاں کا یہ واقعہ ہے اور وہ عورت شوہر دار ہے، شوہر نے اسے اپنا بچہ ٹھہرا کر عقیقہ کیا تو بیشک اس میں کوئی حرج نہ تھا، نہ اس کے کھانے میں کوئی حرج۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الولد للفراش وللعاھر الحجر[1]۔	صاحب نکاح کیلئے ولد (نسب) اور زانی کے لئے پتھر ہے (ت)

اور اگر عورت بے شوہر تھی اور اس نے عقیقہ کیا تو ازانجا کہ اس سے نسب قطعًا ثابت ہے اور نسب فی نفسہٖ نعمت ہے فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ؕ[2] (اللہ تعالٰی نے آدمی کے لئے رشتے اور سسرال بنائے) اگرچہ جہت سبب سے یہ صورت سخت بلا ہے، اس عقیقہ کی تحریم یا اس کے کھانے کی حرمت ظاہر نہیں ہوتی خصوصًا جبکہ علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ شراب پینے پر بسم اللہ کہے تو کافر ہے اور پی کر الحمد اللہ کہے تو نہیں کہ شراب اگرچہ بلا ہے مگر اس کا حلق سے اتر جانا اور اسی وقت گلے میں پھنس کر دم نہ نکال دینا، اس شدید عصیان کی حالت میں رب عزوجل کی نعمت ہے۔ فصول عمادی و فتاوی ہندیہ میں ہے:

من اکل طعاما حراما وقال عند الاکل بسم اللہ حکم الامام المعروف بمشتملی (ھندیہ) انہ یکفر ولوقال عند الفراغ الحمدللہ قال بعض المتاخرین لایکفر[3]	جس نے حرام کھایا اور کھانے کے وقت "بسم اللہ" پڑھی امام معروف مشتملی (ہندیہ) نے کہا کہ وہ کافر ہے اور فراغت کے بعد اگر "الحمد للہ" کہا تو بعض متاخرین نے کہا کہ اس سے وہ کافر نہیں ہوگا۔ (ت)

البتہ اگر زانی نے عقیقہ کیا تو وجہ نعمت اصلًا منتفی ہے پھر بھی زنا پر شکر اس سے مفہوم نہیں ہوتا بلکہ بہت جہال یہ جانتے بھی نہیں کہ عقیقہ سے شکر مقصود ہے ایک رسم سمجھ کر کرتے ہیں اس صورت میں شرکت اور اس کا کھانا ضرور معیوب و شنیع تھا۔ امامت پر لعنت تو صریح کفر ہے مگر اس سے یہ مقصود ہوسکتا ہے کہ اگر یہ شخص امامت کرے تو اس شخص پر لعنت ہے یہ کیا تھوڑا ناپاک لفظ ہے، زید کی امامت نامناسب، خصوصا اگر صدیق حسن خاں کے مذہب پر ہو کہ ان حالات میں ضرور بددین ہے اور اسے امام بنانا حرام۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۲۲: زید کچہری میں جاکر مقدمہ دائر کرتا ہے اور اس کی کوشش اور پیروی میں مصروف رہتا ہے اس کے لڑکے کی منکوحہ بیوی یتیم ہے اور کوئی دوسرا ذریعہ معاش کا بھی نہیں ہے اور اس کا لڑکا باہم کھاتے پیتے ہیں اور لڑکے کی منکوحہ بیوی کو اپنے یہاں بلاتے نہیں جس کی وجہ سے وہ سخت تکلیف میں ہے، زید نے لڑکے کا نکاح ثانی بھی کرلیا آیا اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ اس کے واسطے شرع شریف میں کیا حکم ہے؟

---

[1] صحیح مسلم باب الولد للفراش مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۴۷۰

[2] القرآن، ۲۵/ ۵۴

[3] فتاوی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۳

الجواب:

عورت کو بلانا، نان و نفقہ دینا، اچھا برتاؤ کرنا شوہر کے ذمہ ہے اس کے باپ کے ذمہ نہیں۔ اللہ تعالٰی ایک کا گناہ دوسرے پر نہیں رکھتا۔ ہاں اگر بلاوجہ شرعی باپ اسے بلانے سے منع کرتا ہے یا اس کے اس ظلم پر راضی ہے تو خود شریک ظلم ہے۔ اگر وہ بات باعلان کرتا ہے لوگوں میں اس کے ارتکاب سے مشہور ہے تو اسے امام نہ بنایا جائے گا کہ فاسق معلن ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۲۳: از قطب پور ڈاکخانہ پیر گنج ضلع رنگ پور مسئولہ محمد رحمت اللہ ۵ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

سود کھانے والے اور دینے والے دونوں کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا

الجواب:

سود خور کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے اور سود دینے والا اگر حقیقۃً صحیح شرعی مجبوری کے سبب دیتا ہے اس پر الزام نہیں۔ درمختار میں ہے:

یجوز للمحتاج الاستقراض بالربح۔[1]	ضرورت مند کے لئے نفع کی بنیاد پر قرض حاصل کرنا جائز ہے۔ (ت)

اور اگر بلا مجبوری شرعی سود دیتا ہے مثلاً تجارت بڑھانے یا جائداد میں اضافہ کرنے یا اونچا محل بنوانے یا اولاد کی شادی میں بہت کچھ لگانے کے واسطے سودی قرض لیتا ہے تو وہ بھی سود کھانے والے کے مثل ہے اور اسے امام بنانا بھی گناہ، اور نماز کا وہی حال۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۲۴ تا ۷۲۶: از ڈونگر پور ملک میواڑ راجپوتانہ مکان سمندر خاں جمعدار مسئولہ عبدالرؤف خاں ۵ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) کوئی آدمی عالم کے آنے سے مسجد میں آنا چھوڑ دے اور حسد کرے اور وہ پیش امام بھی ہو اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) کوئی عالم ہو اور پیش امام و قاضی شہر ہو خود سب سے مسائل بیان کرے اور سب کو سنائے اور سب کے پہلے جا کر بوہروں کے یہاں کا ذبح کیا ہو گوشت کھائے اور اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۳) جو شخص ہمیشہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتا ہو اور وہ پیش امام ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

---

[1] الاشباہ والنظائر قاعدہ خامسہ درء المفاسد مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۲۶

الجواب:

(۱) ایسی اجمالی باتوں پر حکم نہیں ہوسکتا وہ کیسا عالم اور وجہ حسد کیا تاوقتیکہ تفصیل نہ معلوم ہو اجمالی بات کا جواب نہیں دیا جاسکتا عالم علمائے دین ہیں اور وہابیہ وغیرہم مرتدین بھی عالم کہلاتے ہیں اور وجوہ منازعت بھی مختلف ہوتی ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) جو شخص دانستہ بوہروں کا ذبیحہ کھاتا ہے مردار کھاتا ہے اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز منع۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۳) فقط اتنا کہ دنیا کی بات مسجد میں کرتا ہے علی الاطلاق ممانعت امامت کا موجب نہیں جب تک علانیہ حد فسق کو پہنچنا ثابت نہ ہو اگر دنیا کی بات کرنے کے لئے بالمقصد مسجد نہیں جاتا نماز کے لئے بیٹھا ہے اور کوئی دنیا کی باتیں بھی کرلیں جن میں فحش وغیرہ معاصی نہ ہوں اگرچہ ایسا بھی نہ چاہئے مگر اس سے امامت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۲۷ تا ۷۲۸: از موضع سہاون پور گاؤں گوپال گنج متصل ڈروہ ڈاکخانہ ڈروہ تحصیل گنڈہ ضلع پرتاب گڈھ مسئولہ بیخود شاہ ۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ حنفی کی نماز شافعی کے پیچھے ہوسکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے؟

(۲) اور جو لوگ مولود شریف کو منع کرتے ہیں اور بدعت کہتے ہیں ان کے پیچھے حنفی کی نماز ہوسکتی ہے یا مکروہ ہوتی ہے؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر معلوم ہے کہ اس خاص نماز میں حنفی مذہب کے کسی فرض طہارت یا فرض نماز کا تارک ہے تو حنفی کی یہ نماز اس کے پیچھے نہیں ہوسکتی، اور اگر معلوم ہے کہ وہ اس نماز فرض و شرط مذہب حنفی کا تارک نہیں تو یہ نماز اس کے پیچھے ضرور ہوسکتی ہے اگرچہ حنفی کے پیچھے اولٰی ہے، اور اگر اس نماز کا حال معلوم نہیں مگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہے تو اس کی اقتداء میں حرج نہیں اگرچہ حنفی اولٰی ہے اور اگر اس کی عادت معلوم ہے کہ فرائض و شرائط میں مذہب حنفی کی رعایت نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اور کراہت شدیدہ ہے پھر اگر ان دونوں صورتوں میں بعد کو معلوم ہو کہ اس نماز میں اس نے رعایت نہ کی تھی وہ نماز پھر پڑھنی ہوگی کہ صحیح یہی ہے کہ مذہب مقتدی کا اعتبار ہے اور اگر بعد کو ثابت ہے کہ اس نماز خاص میں رعایت کی تھی تو نماز ہوگئی اعادہ کی کچھ حاجت نہیں، اور اگر اس کی عادت ہی کچھ معلوم نہ ہو تو اس کی اقتداء مکروہ ہے، مگر حنفی امام کے پیچھے نماز نہ ملے تو جماعت نہ چھوڑے بعد کو ظہور حال کا

حکم وہی ہے جو ابھی گزرا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) اب مجلس میلاد مبارک مطلقًا ناجائز کہنے والے نہیں مگر وہابیہ، اور وہابیہ مرتدین ہیں اور مرتد کے پیچھے نماز باطل۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۲۹ تا ۷۳۴: از بھوساول ضلع خاندیس محلّہ ستارہ مسئولہ حافظ الیس محبوب ۷ رمضان ۱۹۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین:

(۱) زید نصارٰی کی تابعداری کرتا ہو وہ امامت کے لائق ہے یا نہیں؟

(۲) اگر ہے تو کن لوگوں کی نماز ہوتی ہے کن لوگوں کی نہیں؟

(۳) زید مسلمانوں میں نفاق ڈالے تو وہ قابل امامت ہے یا نہیں؟

(۴) زید حاکم وقت کی چوری میں گرفتار ہوا تو وہ قابل امامت ہے یا نہیں؟

(۵) زید باطنی غیر مقلد ہو اور اہلسنت کے دکھانے کو کہے کہ میں حنفی مذہب رکھتا ہوں اور اس پر یہ بھی ساتھ فخر کے کہے تو وہ امامت لائق یا نہیں؟

(۶) ایک مسلمان عزت دار امامت کرتا ہو مگر دوچار مسلمانوں کے منحرف کردینے سے ایک شخص اس پر الزام لگائے کہ یہ شخص امامت کے لائق نہیں اور وہ لوگ احادیث وغیرہ سے واقف نہ ہوں اور مسلمانوں میں نااتفاقی کرائیں تو ان کے لئے کیا حکم ہے آیا وہ استغفار کے حقدار ہیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) سائل نے تابعداری کا گول اور مجمل لفظ لکھا تابعداری نصارٰی کی ہو یا ہنود کی یا مسلم کی، حلال میں حلال ہے، حرام میں حرام ہے، کفر میں کفر۔ جو کفر میں کسی کی تابعداری کرے وہ کافر ہے اور س کے پیچھے نماز باطل، اور جو حرام میں اتباع کرتا ہو فاسق ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ، اور جو حلال میں اطاعت کرے اس پر الزام نہیں، نہ اس وجہ سے اس کی امامت میں حرج۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) جو امامت کے لائق ہے اس کے پیچھے سب کی نماز ہوسکتی ہے اس صورت میں خاصہ کو یہاں دخل نہیں کہ آدمی ایک خاص قسم کے لوگوں کی امامت کرسکتا ہو دوسرے لوگوں کی اس کے پیچھے نماز جائز نہ ہو جیسے معذور کہ اپنے مثل معذور کی امامت کرسکتا اوروں کی نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۳) مجمل سوال ہے بارہا مسئلہ حق بیان کرنے سے جاہلوں میں اختلاف پڑتا ہے اور احمق یا بددین لوگ اسے نفاق ڈالنا کہتے ہیں یہ وجہ الزام نہیں ہوسکتا، سائل مفصل لکھے کہ کیا کہتا اور کیا نفاق ڈالتا ہے **واللہ تعالٰی اعلم**

(۴) اگر توبہ کرچکا اور اس سے نفرت قلوب میں نہ رہی اور کوئی وجہ مانع امامت نہ ہو تو اس کی امامت میں حرج

نہیں، واللہ تعالٰی اعلم

(۵) غیر مقلد کی امامت باطل ہے اور اس کے پیچھے نماز محض ناجائز، اور جب اس کا غیر مقلد ہونا ثابت و تحقیق ہے تو اس کا براہ تقیہ اپنے آپ کو حنفی کہنا کچھ مفید نہیں۔

قال اللہ تعالٰی اِذَاجَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۞[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	اللہ تعالٰی نے فرمایا: جب منافق تمھارے حضور حاضر ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں بیشک حضور ضرور اللہ کے رسول ہیں، اور اللہ جانتا ہے کہ بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بیشک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

(۶) استغفار کا حقدار ہر مسلمان ہے۔

قال اللہ تعالٰی وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ[2]۔	اللہ تعالٰی نے فرمایا: اور اے محبوب! اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (ت)

اگر انھوں نے بیجا الزام لگایا ہے سخت گنہگار حق العبد میں گرفتار، نفاق ڈالنے کا جواب نمبر ۳ میں ہو چکا مجمل باتوں پر قطعی حکم دے کر فتوی کو کسی غرض نفسانی کا مؤید نہیں کر سکتے ومن لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل (جو اپنے زمانے کے احوال سے واقف نہیں وہ جاہل ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۷۳۵: از تحصیل سکندرراؤ ضلع علی گڑھ مسئولہ محمد لطیف قرق امین ۱۰ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی غیر صحیح النسل یعنی کسبی زادہ کے پیچھے جو حافظ قرآن ہو نماز پڑھنا اور خاص کر تراویح ادا کرنا درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب: مکروہ تنزیہی ہے اگر وہ سب حاضرین سے علم مسائل طہارت وصلاۃ میں زائد نہ ہو، ورنہ وہی اولٰی اگر جملہ شرائط امامت کا جامع ہو کما فی الدر المختار وغیرہ (جیسا کہ درمختار وغیرہ میں ہے ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۳۶: از بریلی کانکر ٹولہ متصل چوکی پولیس پرانا شہر مسئولہ عبدالغنی صاحب ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ کس شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے اور کس کس کے نہیں، دیگر یہ کہ گاؤں کے

---

[1] القرآن ۱/۶۳

[2] القرآن ۱۹/۴۷

کارندے کے پیچھے جو حال میں کارندگی کر رہا ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اور حضور کو خوب روشن ہوگا کہ جس طرح کارندہ اپنی گزر اوقات کے ذرائع نکالتے ہیں۔ بینوا توجروا

الجواب:

ہر سنی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القراۃ غیر فاسق معلن جس میں کوئی بات ایسی نہ ہو کہ لوگوں کے لئے باعث نفرت اور جماعت کے لئے وجہ قلّت ہو اس کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز ہے۔ گاؤں کے کارندے جن کا غبن اور اسامی وغیرہم سے ناجائز پیسہ لینا ظاہر و معروف ہو ان کو امام بنانا گناہ ہے اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، ورنہ کارندگی خود کوئی گناہ نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ ۷۳۷: از شہر محلّہ باغ احمد علی خاں مسئولہ نیاز علی ۴ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پانچ آدمی باوجود مسجد میں جماعت ہو رہی ہے شامل نہیں ہوتے، بعد ختم جماعت کثیر پانچوں آدمی علیحدہ جماعت پڑھتے ہیں یا مسجد میں پڑھنے آتے ہی نہیں۔ امام مسجد جو عرصہ سے امامت کر رہا ہے اور اپنا عقیدہ ذیل بیان کرتا ہے اس کو وہ برا کہتے ہیں ایسے کے لئے کیا حکم ہے اور ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہے (عقیدہ پیش امام مسجد کا یہ ہے) "میں مذہب اہلسنت وجماعت پر عمل کرتا ہوں۔ میرا یہی مذہب ہے اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقلد ہوں، اللہ عزوجل کی توحید اور جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد خدا کے تمام مخلوق سے افضل جانتا ہوں، کرامات اولیاء وبزرگان دین کا قائل ہوں۔" ایسا امام اگر وہابی (جو فی زمانہ مشہور کردئے گئے ہیں) کے مدرسہ میں پڑھنے کو چلا جائے اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

صورت مسئولہ میں پیش امام موصوف کی امامت بلاشبہ صحیح ودرست ہے جب پیش امام اپنا حنفی ہونا بیان کرتا ہے اور عقیدہ مطابق اہلسنت وجماعت رکھنے کا مدعی ہے اور اس کے کسی قول وفعل سے اس کا خلاف ثابت نہیں ہوتا تو محض کسی وہابی کے مدرسہ میں پڑھنا یا بالفرض کسی پاٹ شالہ یا اسکول میں تعلیم حاصل کرنا ہرگز صحت امامت کے لئے قادح نہیں ہوسکتا کیونکہ احکام شرعیہ کا مدار ظاہر پر ہے ہم شق قلب پر مامور نہیں، وہ اشخاص جو مختلف عن الجماعۃ ہیں اگر کوئی عذر شرعی رکھتے ہوں تو معذور رہیں گے اور اگر محض عصبیت ونفسانیت کی جہت سے شریک جماعت نہیں ہوتے تو وہ فاسق مردود الشہادۃ قابل تعزیز ہیں اہل محلّہ کو ان سے سلام وکلام ترک کردینا چاہئے۔ العبد المجیب محمد عبداللہ کان اللہ لہ۔ صحیح ہے محمد منور العلی غفرلہ۔ الجواب صحیح محمد واحد نور عفی عنہ۔

الجواب:

یہ فتوٰی محض غلط ہے اس میں اصل بحث سے پہلو تہی کی گئی ہے اور بے علاقہ روایتیں محض فضول نقل کردیں

اس پر انہی لوگوں کے دستخط ہیں جو خود دیوبندی خیال کے ہیں یا کم از کم دیوبندیوں کو کافر نہیں کہتے وہ تو ایسا کہا ہی چاہیں حالانکہ علمائے حرمین شریفین باتفاق فتوٰی دے چکے کہ گنگوہی ونانوتوی وانبیٹھی وتھانوی سب مرتد ہیں اور بحوالہ بزازیہ و مجمع الانہر ودُر مختار تحریر فرمایا ہے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ عقائد اہلسنت کا مدعی ہونا یا اپنے آپ کو حنفی کہنا یا توحید ورسالت وافضیلت و کرامت کا اپنے آپ کو قائل بتانا، ان میں سے کون سی بات کا وہابیہ ودیوبندیہ اقرار نہیں کرتے اور پھر کافر ہیں ایسے کہ جو ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کاف، بلکہ چاروں باتوں کے مقر قادیانی تک ہیں اور اپنے آپ کو مقلدِ امام ابوحنیفہ بھی کہتے ہیں کیا اس سے ان کا کفر اُٹھ گیا۔ شریعت بیشک ظاہر پر حکم فرماتی ہے اور ظاہر یہی ہے کہ آدمی جسے کافر مرتد جانے گا اس سے علم دین نہ پڑھے گا، پاٹ شالہ اور اسکول کی مثال جہالت ہے، کیا کوئی پنڈتوں، پادریوں سے قرآن عظیم وحدیث و فقہ پڑھنے جاتا ہے اور بفرض غلط اگر وہابیہ سے پڑھنے والا عقائد وہابیہ کی طرف مائل نہ بھی ہو اور انھیں کافر مرتد جانتا ہو جب بھی انہیں استاد بنانا اُن کی تعظیم کرنا تو ہے، اور ائمہ دین نے فرمایا جو کسی مجوسی کو تعظیمًا "یا استاذ" کہے وہ کافر ہو جاتا ہے، فتاوٰی ظہیریہ و اشباہ والنظائر و تنویر الابصار و منح الغفار ودُر مختار وغیرہا میں ہے: **ولو قال لمجوسی یا استاذ تبجیلا کفر**[1] (اگر کسی نے مجوسی کو تعظیمًا **"یا استاذ"** کہا تو کافر ہو جائیگا۔ت) جب صرف تعظیمًا **"یا استاذ"** کہنے پر یہ حکم ہے تو مرتد حقیقۃً استاذ بنانا اور اقسامِ تعظیم بجالانا کیسا ہوگا بلاشبہ ایسا شخص امام بنانے کے قابل نہیں جس کے دل میں دین کی عظمت ہے ہرگز اسے امام نہ بنائے گا نہ اس کے پیچھے نماز پڑھے گا، ہاں جو شخص دین کو ہنسی کھیل سمجھے وہ جو چاہے کرے، اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت دے کہ اپنی نمازیں برباد نہ کریں، ہم اس کی ایک آسان پہچان بتادیتے ہیں اس فتوٰی میں جن جن لوگوں کے دستخط ہیں ان سے سوال کرو کہ "حسام الحرمین شریف" میں تمام علمائے حرمین شریفین نے جن جن وہابیوں کو نام بنام کافر و مرتد لکھا ہے اور فرمایا ہے جو ان کے کفر میں شک کرے وُہ بھی کافر، آیا تم لوگ بھی انھیں کافر و مرتد کہتے ہو، دیکھو ہرگز نہ کہیں گے، تو صاف معلوم ہوا کہ یہ بھی متہم ہیں تو ان سے فتوی لینا کس طرح حلال ہوا اور اس پر عمل کون سی شریعت نے جائز کیا۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۳۸: از بالسک مسئولہ قاضی محمد سلیم ۲۷ جمادی الاخری ۱۳۳۹ھ

اگر حنفی مذہب کا امام اس برات اور ولیمہ میں شامل ہو جس میں مرزائی اور وہ شخص ہو جس نے کہ اپنے لڑکے کا نکاح اُس عورت سے پڑھالیا جس کو طلاقِ ثلاثہ چھ سال دی رکھی اور بغیر حلالہ کے نکاح پڑھالیا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ خلاصہ یہ کہ جو امام علم والا حنفی مذہب کا اس برات یا ولیمہ میں شامل

---

[1] در مختار، کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۱

ہو جائے جس میں کہ مرزائی وغیرہ کا رکن ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، آیا اس کے لئے کوئی تعزیر وغیرہ ہے اور جس کے گھر شادی ہو وہ بھی اپنے عقائد کا پورا العین مرزائیوں کو اچھا مسلمان سمجھتا ہے۔ فقط

الجواب:

فقط اتنی بات کہ جس برات یا ولیمہ میں یہ شریک ہوا اس میں قادیانی مرتد اپنی تین طلاق کی مطلقہ سے بے حلالہ نکاح کرنے والا فاسق بھی تھا ایسا نہیں کہ اس نے اس کی امامت ناجائز کر دی، ہاں اگر صاحبِ خانہ مرزائیوں کو مسلمان جانتا ہو تو وہ خود ہی مرتد ہے اور اس کے یہاں تقریب میں جانا حرام، اگر امام جانتا تھا اور پھر اس کا مرتکب ہوا تو یہ اگر اس بنا پر ہوا کہ امام خود بھی مرزائی کو کافر نہیں جانتا تو وہ آپ ہی کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل، اور اگر اس کو کافر جان کر ہی شریک ہوا تو گنہگار ہوا، اور اس سے توبہ لی جائے، اگر توبہ سے انکار کرے یا بارہا ایسی شرکت کر چکا ہو تو اسے امام بنانا گناہ ہے، امامت سے معزول کیا جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۳۹: از ناگپور ممالک متوسط محلّہ گانجہ کا کھیت، مسئولہ چاند میاں لعل محمد سوداگر ۱۷ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک شخص جو چوڑی پہنانے کا پیشہ کرتے ہیں اُن کو امام بنایا، ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ اُن کی اقتدا بوجہ چوڑی پہنانے کے ناجائز اور امامت مکروہ تحریمی ہے اور خود معترض پیشہ طبابت کرتے ہیں، بوجہ نباضی ومس دیگر اعضاء مستورات وہی اعتراض اس پر واقع ہوگا یا نہیں، بہت زیادہ حصہ جماعت کا اس امام کی اقتداء پر رضامند ہے تو کوئی نقصان شرعی قائم رہتا ہے یا نہیں؟ **بینوا وجروا۔**

الجواب:

جماعت کی رضا عدم رضا کو اُس وقت دیکھا جاتا جب شرعی نقصان نہ ہو، جہاں شرعی عدم جواز ہے مقتدیوں کی رضا کیا کام دے سکتی ہے، بلاشُبہ اجنبیات کو چوڑی پہنانا اُن کی کلائی کا دیکھنا یا ہاتھ کا مس کرنا حرام ہے اور اس کا پیشہ رکھنے والا فاسق معلن، اور اسے امام بنانا گناہ اور اسے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور طبیب کا اس پر قیاس صحیح نہیں، طبیب کا نبض دیکھنا حاجت کے لئے ہے اور ایسی حاجت وضرورت کہ دیگر اعضاء مس بھی جائز ہے، رہا یہ کہ وہ نیت فاسدہ کرے یہ ضرور اسے حرام ہے مگر اس کا علم اللہ عزوجل کو ہے، ہاں بلا حاجت مس ونظر جائز کرتا ہو تو وہ بھی فاسق ہے اور اسی اعتراض کا مستحق۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۴۰: از بھنڈارا محلّہ کھم تالاب مسئولہ نجم الدین ریڈر ڈپٹی کلکٹر ۱۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ ایک حافظ نمازِ پنجگانہ وجمعہ کے امام ہیں جن کی جسمی حالت بسبب مرض حسب ذیل ہے، آیا اُن کے پیچھے نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۱) پیش امام صاحب ہر نماز میں سجدہ جاتے وقت نصف یا نصف سے کم جھک جانے پر اللہ اکبر کی

ابتدا کیا کرتے ہیں اور سجدہ سے اُٹھتے وقت نصف یا زائد اُٹھجانے پر اللہ اکبر کی ابتداء کیا کرتے ہیں یہ اس لئے کرتے ہیں کہ مقتدی اُن سے پہلے سجدے سے اُٹھنے یا سجدے میں جانے نہ پائیں۔

(۲) بقاعدہ مذہب حنفی دونوں زانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے پہلے زمین پر گھٹنے بعد ازاں ہاتھ وغیرہ سجدے کے لئے مطلق نہیں رکھ سکتے اور اسی طرح کھڑے بھی نہیں ہو سکتے۔

(۳) سجدہ میں جاتے وقت ایک دم لمبے ہو کر دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے ہیں اور پیروں کو برابر کیا کرتے اور اسی طرح سجدے سے اُٹھتے وقت بھی لمبا ہو کر اُٹھا کرتے ہیں کیونکہ ان کے دونوں پیر مرض سے بیکار ہوگئے ہیں۔

(۴) بایاں پیر گھٹنے کے نیچے زیادہ تر بیکار ہے اس لئے ہر جلسہ میں پیر بچھانے کے لئے انھیں دقت ہوتی ہے اکثر ہاتھ سے پیر اُٹھا کر بچھاتے ہیں تب بیٹھتے ہیں یا بعض موقع پر اونٹ کی بیٹھک کی مانند بیٹھ کر دوسرا سجدہ کرلیتے ہیں۔

(۵) قرات میں دم بھُولتا ہے دم بدم منہ سے سانس خارج کرتے ہیں بے محل وقف ہوجایا کرتا ہے، ایسے امام کے پیچھے نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

یہ پانچوں باتیں کہ سوال میں لکھی ان میں سے کوئی مانع صحت نماز نہیں، نہ ان میں کہیں فعلِ کثیر ہے، یہ محض گمان غلط ہے، ان میں کہیں ترک واجب بھی نہیں سوائے صورت چہارم کی اس شق کے کہ بعض وقت دو سجدوں کے درمیان سیدھے نہیں بیٹھتے صرف یہ صورت ترک واجب کی ہے اس سے اُسے ممانعت کی جائے، اگر وہی علم و تقویٰ میں زائد ہے تو اسی کی امامت رکھیں، ہاں اگر اسی کا کوئی استحقاق نہیں اور دوسرے اس سے احق موجود ہیں تو جو احق ہے اُسی کی امامت اولیٰ ہے۔

ففی الحدیث عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے: اپنے امام اپنے سے بہتر لوگوں کو بناؤ کیونکہ وہ تمھارے اور تمھارے رب کے درمیان نمائندہ ہوتے ہیں (ت)

اور اسے چاہئے کہ سجدہ کو جاتے یا سجدہ سے اُٹھتے وقت اللہ اکبر کی ابتداء کرے اور ختم انتقال پر ختم کرے مقتدیوں کی رعایت جو وہ کرتا ہے عکسِ مقصودِ شرع ہے: حدیث میں فرمایا: **انما جعل الاما لیوتم بہ**[2] (امام

---

[1] سنن الدارقطنی، ب تخفیف القراءۃ الحاجۃ، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان، ۸۸/۲

[2] صحیح البخاری باب الصلوٰۃ فی السطوح الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۵۵/۱

اس لئے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع کی جائے۔ (ت)

یہ بات کہ ایسا نہ کرے تو مقتدی اُس سے پہلے سجدہ کرلیں گے اس کا لحاظ مقتدیوں پر ضرور ہے جب اسے سجدہ تک پہنچنے میں دیر ہوتی تو یہ انتظار کریں اور ایسے وقت سجدہ کو جھکیں کہ اس کے ساتھ سجدہ میں پہنچیں بذلک امر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اصحابہ رضی اللہ تعالٰی عنھم (نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنھم کو یہی حکم دیا ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۷۴۱: از ہوڑہ ڈاک خانہ سلکھیا گھڑی محلّہ بھوٹے بگان اصغر چائے والے کا باڑا مسئولہ شیخ سمن ۲۳ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو لوگ علمائے حرمین طیبین کو بدعتی بتائیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

مطلقًا علمائے حرمین شریفین کو بدعتی وہی بتائے گا جو وہابی ہو اور وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۷۴۲: از مطبع شمس المطابع فرخ نگر ضلع گوڑگانواں مسئولہ حکیم شمس الدین مالک مطبع ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امور ذیل کرنے والے کی امامت جائز ہے یا نہیں اور اس کی بابت کیا حکم ہے باوجود نہ یاد ہونے قرآن کریم کے درمیان کلام مجید سے کچّی پکّی یاد پر نمازِ جمعہ میں قرات شروع کردیتا ہے جس کی وجہ سے اکثر بلکہ عمومًا نمازِ جمعہ میں بھول جانے کی وجہ سے نماز دہرائی جاتی ہے خطبہ بھی صحتِ لفظی کے ساتھ نہیں پڑھتا ہے سمجھانے پر لوگوں کو مغلاطات بکنا شطرنج سے باہر ہونے کے سبب کھیلنے والوں کو اُن کے پاس بیٹھ کر چال بتانا ہیچو قسم کے لوگوں کے ساتھ کوئلے وغیرہ کی لکیروں سے طرح طرح کے پانسے بناکر کنکریوں کے ذریعہ سے مثل قمار بازان بغیر کسی شرط قائم کے کھیل کا کھیلنا، ایسے شخص کے ساتھ میل جول نشست برخاست رازداری رکھنی جو اپنے حقیقی پسرہ کی بیوہ سے اپنی زوجہ کی زندگی میں زنا کرتا ہے اور آئندہ خواہش نکاح رکھتا ہے جس کو حالاتِ مذکورہ کی وجہ سے اہلِ برادری نے بھی خارج کردیا ہے مسجد میں بیٹھ کر اپنے خانگی معاملات میں یا ناصح آدمیوں کو فحش اور مغلظات سنانا شخص مندرج صدر کی اعانت کرنے والے کی بابت کیا حکم ہے جبکہ اُس کی اعانت محض نفسانیت سے کرتے ہوں بصورت حالات مندرجہ صدر نمازِ جمعہ دوسری مسجد میں جائز ہے یا نہیں جبکہ ایک پُرانا قصبہ مثل شہر کے ہو جس کی بنیاد شہر اور فرودگاہ افواج تواریخی حساب سے صدہا سال سے مع آبادی اہل اسلام ثابت ہے اور نمازی بھی تعداد شرعی سے زیادہ ہوجاتے ہوں۔ روزہ کی حالت میں ایسے شخص کا آٹھ دس دفعہ غل کرنا جو بے صبری پر دال ہے۔ اصلی معاملہ پوشیدہ رکھ کر اپنے مطلب کی تائید میں سے فتوٰی حاصل کرنا۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

امام کو لازم ہے کہ نماز میں وُہ سورت یا آیات پڑھے جو اُسے پختہ طور پر یاد ہوں کچّے یاد ہونے کی وجہ سے اگر غلطی کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے کہ وہ غلطی کس قسم کی ہے اُس سے فسادِ معنی یا کسی واجب کا ترک لازم آتا ہے یا نہیں، اگر نہیں تو نماز دہرانا بے معنی ہے اور اس کا الزام جہالت پر ہے نہ کہ قرأت پر، اور اگر ہاں تو بے شک ایسا شخص قابلِ امامت نہیں، خطبہ میں صحتِ لفظی ہونا نماز کی طرح شرط نہیں۔ ہاں ایسا خطبہ خلافِ سنّت ہے۔ مغلظات بکنا فسق ہے۔ حدیث میں ارشاد ہوا کہ فحش بکا کرنا مسلمان کی شان نہیں[1]۔ ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے۔ شطرنج کھیلنے والوں کو چال بتانا اگر گوشہ تنہائی میں نہیں بلکہ برملا عام نظرگاہ میں ہے یا اس پر مداوت ہے تو یہ بھی فسق ہے، قمار بازوں کی طرح پانسے بنا کر اُن سے کھیلنا بھی گناہ ہے اگرچہ کوئی شرط نہ لگائی جائے۔ علمائے کرام نے فرمایا کہ شراب کے دور کی طرح پانی پینا حرام ہے، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ **من تشبہ بقوم فھو منھم**[2] (جو کسی قوم سے مشابہت پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ ت) بیوہ پسر کا جو واقعہ لکھا اگر واقعی ہے اور حسبِ عادت زمانہ لوگوں کی بدگمانی نہیں جس پر وہ تہمت لگانے والے خود اسی ۸۰ اسی ۸۰ کوڑوں کے مستحق ہوں بلکہ ثبوت صحیح شرعی سے ثابت ہے تو ایسا شخص ہر گز میل جول کے قابل نہیں، مسلمانوں کو اُس کے پاس بیٹھنا منع ہے:

قال اللہ تعالٰی وَ اِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝۶۸ [3]	اللہ تعالٰی کا ارشاد مبارک ہے: اور اے سننے والے جب کہیں تجھے شیطان بھُلا دے تو یاد کرآنے کے بعد ظالموں کے پاس مت بیٹھ۔ (ت)

اور اسے امام بنانا حرام، فتاوٰی حجہ میں ہے:

لو قدموا فاسقا یأثمون۔[4]	اگر لوگوں نے فاسق کو امامت کے لئے مقدم کیا تو وہ گناہ گار ہوں گے۔ (ت)

مسجد میں گالیا دینا سخت حرام اور بیت اللہ کی بے ادبی ہے، ان ناصحوں کی نصیحت پر گالیاں دینا اور بھی زیادہ خبیث اور

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی الفحش مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱۹/۲

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ ابن عمر مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۹۲، ۵۰

[3] القرآن ۶/ ۶۸

[4] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

شریعت مطہرہ سے سرتابی ہے باطل پر اعانت حرام ہے

قال اللہ تعالٰی وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَی الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص[1]۔	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے: گُناہ اور زیادتی پر باہم تعاون نہ کرو۔ (ت)

ایسا شخص جس کی امامت شرعاً ممنوع ہے اگر جمعہ پڑھاتا ہو تو دوسری جگہ جمعہ پڑھیں جبکہ وہ قصبہ مصر شرعی ہو جہاں جمعہ صحیح وجائز ہے۔ فتح القدیر میں ہے: **لانہ بسبیل من التحول**[2] (کیونکہ دوسری جگہ منتقل ہونا ممکن ہے۔ ت)

اور روزہ میں غل مچانا اور اظہارِ بے صبری کرنا مکروہ ہے، حقیقت واقعہ چھپا کر علماء سے غلط فتوٰی لینا شریعت کو دھوکا دینا اور سخت حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۴۳،۷۴۴: از منصور پور ضلع مظفر نگر مسئولہ عبدالصمد صاحب سُنّی حنفی صوفی ۲۸ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) جس شخص میں بوجہ حرص کے طمع ہو اور ذلّت کے ساتھ سوال کرنے کا عادی ہو باوجود معقول تنخواہ پانے کے ایسے بے حرمت آدمی کے پیچھے شرفا کی نماز کامل ہوسکتی ہے یا نہیں۔

(۲) جو شخص یہ کہے کہ میں فلاں آدمی کا معین صورت میں محض نماز پڑھانے کے واسطے ملازم ہوں نماز جنازہ پڑھانے سے یا کسی مقتدی کی اطاعت سے مجھے کیاکام ایسا آدمی قابلِ امامت ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) بے ضرورت سوال حرام ہے ایسا شخص فاسق معلن ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے عالم و جاہل سب کی نماز مکروہ تحریمی کی پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) امام پر بلاوجہ مقتدی کی اطاعت لازم نہیں، نہ اُسے نمازِ جنازہ پڑھانا ضرور، اس کے کہنے سے اس کی قابلیت امامت میں کوئی خلل نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۴۵،۷۴۶: از مدرسہ اہلسنت منظر اسلام مسئولہ مولوی عبداللہ صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) کسی مسجد میں جماعت تیار ہے لیکن اتنا وقت نہیں کہ دریافت کیا جائے کہ امام سُنّی ہے یا وہابی، تو جماعت سے نماز پڑھنا چاہئے یا اپنی علیحدہ۔

---

[1] القرآن ۵/ ۲

[2] فتح القدیر باب الامامۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

(۲) مسجد میں جماعت ہو رہی ہے اور امام میں نقص شرعی ہے تو جماعت چھوڑ کر فوراً ہی اپنے فرض پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۳) عاق شدہ کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ بیّنوا توجروا

الجواب:

(۱) جبکہ شُبہ کی کوئی وجہ قوی نہ ہو جماعت سے پڑھے، پھر اگر تحقیق ہو کہ امام وہابی تھا نماز پھیرے واللہ تعالٰی اعلم

(۲) اگر امام میں ایسا نقص ہے کہ اسکے پیچھے نماز باطل ہے مثلاً وہابی ہے یا قرآن عظیم غلط پڑھتا ہے یا طہارت صحیح نہیں جب تو وہ نماز نماز ہی نہیں اگر صحیح جماعت کر سکتا ہو تو اس جماعت کے ہوتے ہوئے اپنی جماعت قائم کرے اگر فتنہ نہ ہو، اور اپنی جماعت نہ مل سکے تو تنہا پڑھے، اور اگر نقص ایسا ہے کہ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے جیسے فاسق معلن، تو دوسری جگہ جماعت کو چلا جائے ورنہ نہیں، اس جماعت کے بعد دوسری جماعت کرے یا تنہا پڑھے، اور اگر صرف کراہتِ تنزیہہ ہے تو اس جماعت کا ترک جائز نہیں شامل ہو جائے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۳) شرعاً عاق وُہ ہے جو بلاوجہ شرعی ماں باپ کو ایذا دے، ان کی نافرمانی کرے۔ ایسا شخص فاسق ہے۔ پھر اگر وہ یہ گناہ علانیہ کرتا ہے فاسق معلن ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور اگر علانیہ نہیں کرتا تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی جائز اور پھیرنی مستحب، اور اگر یہ ان کو ایذا نہیں دیتا غیر معصیت میں ان کی نافرمانی نہیں کرتا اگرچہ معصیت میں ان کا کہنا نہ مانتا ہو اگرچہ اس سے ایذا ہوتا وُہ عاق نہیں اگرچہ وُہ سو بار کہیں کے ہم نے تجھے عاق کیا، جب اس کے ذمہ مواخذہ شرعی نہ ہو تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگرچہ جاہل اسے عاق شدہ سمجھیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۷۴۸: از سہرام برتلہ ضلع آرہ مسئولہ قدرت اللہ ۵ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید اعلم باسنۃ عالم باعمل سماع بالمزامیر سُنتا ہے اور اس کی امامت جائز ہے اور اس کی امامت میں کراہت ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

مزامیر حرام ہیں ان کا سُننا عالم باعمل کا کام نہیں **کما بیّناہ فی اجل التحبیر فی حکم السماع بالمزامیر** (جیسا کہ اسے **اجل التحبیر فی حکم السماع بالمزامیر** میں بیان کیا گیا ہے۔ ت) اگر اعلانیہ اس کا مرتکب ہو اسے امام نہ کریں، اور کراہت سے کسی حال خالی نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۴۹: از سرکار اجمیر مقدس لنگر گلی مسئولہ حکیم غلام علی ۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام جامع درگاہ شریف حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالٰی

علیہ بعد ہر نماز یہ کہتا ہے کہ اے خداوند کریم! غیر شرع داڑھی مُنڈے جھوٹے دعویدارانِ خلافت کو سچّا دعویدارِ خلافت بنادے۔ اور جب کبھی وہابیوں کا ذکر آتا ہے تو اُن کے مولویوں کو جو مولوی خلافت کو اپنے پیٹ بھرنے کا پیشہ بناتے ہیں اور ان کے سب پیروؤں کو خوب بُرا کہتا ہے اس کے پیچھے بموجب شریعت مطہرہ نماز پڑھنا جائز ہے اور جو مولوی اس کے پیچھے نماز پڑھنا حرام بتائے اُس کے لئے شرعًا کیا حکم ہے، اگر یہ بحث مسجد میں ہو تو مسجد کی توہین ہوتی ہے یا نہیں؟ بینوا بالتفصیل توجروا عندالرب الجلیل۔

الجواب:

اس دُعا میں کوئی حرج نہیں اور وہابیہ کی بُرائی بیان کرنا فرض ہے، یونہی جھوٹے مدعیانِ خلافت اور اس نام سے شکم پروران پر آفت کی شناعت سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ضرور ہے اور مسجد کہ مجمع مسلمانان ہو ان بیانوں کا بہتر موقع ہے اور اس میں مسجد کی کچھ توہین نہیں کہ مساجد ذکر اللہ کے لئے بنائی گئی ہیں اور نہی عن المنکر اور بیان شناعت گمراہاں اعظمِ طرق ذکر اللہ واجل احکامِ شریعۃ اللہ سے ہے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَتَرِعُون عن ذکر الفاجرمتی یعرفه الناس اذکروالفاجر بمافیه یحذرہ الناس۔[1]	کیا فاجر کو بُرا کہنے سے پرہیز کرتے ہو لوگ اسے کب پہچانیں گے فاجر کی بُرائیاں بیان کرو کہ لوگ اُس سے بچیں

صحیح بخاری میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰی علیہ وسلم حضرت حسّان بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لئے مسجد کریم مدینہ طیبہ میں منبر بچھاتے کہ وہ اس پر کھڑے ہو کر مشرکین کا رَد فرماتے[2]

---

[1] نوادر الاصول للترمذی الاصل السادس والستون والمائۃ الخ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۱۳

ف: اس حدیث کا پہلا لفظ نوادر الاصول میں ''أتورعون'' ہے جبکہ دیگر متعدد کتابوں میں ''اترعون'' مذکور ہے۔ نذیر احمد سعیدی

[2] مشکوٰۃ المصابیح الفصل الثالث از باب البیان والشعر مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی حصہ دوم ۴۱۰/۲

ف: یہ حدیث ترمذی ۱۰۷/۲، سنن ابی داؤد ۳۲۸/۲، مستدرک ۴۸۷/۳، ابن عساکر ۱۲۹/۴، شرح السنۃ ۳۷۷/۱۲ وغیرہ متعدد کتابوں میں موجود ہے حدیث کا یہ حصہ صحیح بخاری سے مجھے نہیں مل سکا اور صاحب تحفۃ الاحوذی اسی حدیث کے تحت لکھتے ہیں: قال صاحب المشکوٰۃ بعد ذکر ھذا الحدیث اخرجه البخاری وقال الحافظ فی الفتح بعد ذکرہ وعزوہ الی الترمذی مالفظه وذکر المزی فی الاطراف ان البخاری اخرجه تعلیقاً نحوہ واتم منه لکنه لم ارہ فیه انتھی (تحفۃ الاحوذی مطبوعہ بیروت ۳۲/۴) **نذیر احمد سعیدی**

ان وجوہ امام مذکور کی امامت میں اصلاً کوئی خلل کیا کراہت بھی نہیں اور جو اس سبب سے اُس کے پیچھے نماز حرام بتاتا ہے اللہ عزوجل ونبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وشریعت مطہرہ پر افترا کرتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے ورنہ سخت عذابِ نار وغضب جبّار کا مستحق ہوگا۔

قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ [1]۔ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۪ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۱۷﴾	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وُہ جو اللہ پر جھوٹا افترا اٹھاتے ہیں فلاح نہ پائیں گے دنیا کا تھوڑا برت لینا ہے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔
وقال اللہ تعالیٰ وَیْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَیُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۚ [2]۔ والعیاذ باللہ واللہ تعالیٰ اعلم۔	اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تمھاری خرابی ہو اللہ پر جھوٹ نہ باندھو کہ تمھیں عذاب میں بھون ڈالے گا۔

مسئلہ نمبر ۷۵۰: از تلونڈی رائے ضلع لودھیانہ پنجاب مسئولہ اقبال محمد ۷ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے یہاں ایک سیّد صاحب ہیں قرآن کریم کو کافی درست پڑھتے ہیں ایک نہایت ہی اعلیٰ بزرگ کے مرید ہیں ان بزرگ سے ان کو خلافت کا رتبہ مل گیا ہے قرآن مجید اچھا پڑھنے کی وجہ سے اکثر مسجد میں امامت کرتے ہیں لیکن سیّد موصوف نے ایک شغل اختیار کیا ہے وُہ یہ کہ ایک باعزت نمازی تہجّد خواں پرہیزگار نوجوان کا پیر بھائی ہے اور دو چار یوم پہلے سید صاحب نامعلوم ظاہری و باطنی اس کو دوست سمجھتے تھے مگر اب لوگوں کو ان کے چند آدمیوں کے خلاف قطع تعلق کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ وہ بے قصور ہیں اور بلاوجہ سید صاحب وغیرہ نے ان کو ذلیل کرنے کے لئے یہ حرکت کی ہے کہ ایک بڑے مجمع میں سیّد صاحب نے بیٹھ کر قرآن شریف درمیان رکھ کر اہلِ مجلس کو علانیہ کہا کہ ان چند آدمیوں سے قطع تعلق کی قسم کھاؤ اور قرآن عظیم کو ہاتھ لگاؤ کہ ہمارا یہ قول تازندگی رہے گا۔ آیا سید صاحب موصوف امامت کے قابل ہیں یا نہیں، اگر ہیں تو کیا وُہ بھی ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں جن کے ساتھ خواہ مخواہ بلاوجہ ایسا سلوک کیا گیا ہے۔ بیّنوا توجروا

الجواب:

اگر یہ واقعی بات ہے کہ سیّد صاحب مذکور نے ان مسلمانوں سے بلاوجہ شرعی محض کسی خصوصیت دنیوی کے سبب اپنے پیر بھائی اور مسلمانوں سے قطع تعلق کیا اور ہمیشہ کے لئے کیا اور علانیہ برسرِ مجلس کیا تو قابلِ امامت نہ رہے

---

[1] القرآن ۱۶ / ۱۱۶ / ۱۱۷

[2] القرآن ۲۰/ ۶۱

اوران کو امام بنانا منع ہے جب تک اس حرکت سے علانیہ توبہ نہ کریں کہ بلاوجہ شرعی تین دن سے زیادہ مسلمانوں سے قطع تعلق حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لا یحل لرجل یھجر اخاہ فوق ثلث لیال یلتقیان فیعرض ھذا ویعرض ھذا وخیرھما الذی یبدأ بالسلام[1]۔ رواہ الشیخان عن ابی ایّوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	آدمی کو حلال نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے راہ میں ملیں تو یہ ادھر منہ پھیر لے وہ اُدھر منہ پھیر لے اور ان میں بہتر وُہ ہے جو پہلے سلام کرے یعنی ملنے کی پہل کرے۔

بخاری ومسلم نے اسے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایحل لمؤمن ان یھجرمؤمنا فوق ثلث فان مرت بہ ثلث فلیلقہ فلیسلم علیہ وان ردعلیہ السلام فقد اشترکا فی الاجر فان لم یرد علیہ فقد باء بالاثم وخرج السلم من الھجرۃ[2]۔ رواہ ابوداؤد عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ کسی مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع کرے، جب تین راتین گزر جائیں تو لازم ہے کہ اس سے ملے اور اسے سلام کرے، اگر سلام کا جواب دے تو دونوں ثواب میں شریک ہوں گے اور وُہ جواب نہ دے گا تو سارا گناہ اسی کے سر رہا یہ سلام کرنے والا قطع کے وبال سے نکلے گا۔ اسے ابوداؤد نے حضرت ابوحریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

تیسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایحل لمسلم ان یجھر اخاہ فوق ثلث فمن ھجر فوق ثلث فمات دخل النار[3]۔ رواہ احمد وابوداؤد	مسلمان کو حرام ہے کہ مسلمان بھائی کو تین رات سے زیادہ چھوڑے، جو تین رات سے زیادہ چھوڑے اور اسی

---

[1] صحیح بخاری باب الھجرۃ از کتاب الادب مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۲/۸۹۷، صحیح مسلم باب تحریج الھجرۃ فوق ثلاثۃ ایام مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/۳۱۶

[2] سنن ابی داؤد باب فی ہجرۃ الرجل اخاہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۱۷

[3] مسند احمد بن حنبل از مسند ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/۳۹۲، سنن ابوداؤد باب ہجرۃ الرجل اخاہ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۱۷

ف: مسند احمد بن حنبل کے الفاظ اس طرح ہیں لاھجرۃ فوق فمن ھجراخاہ فوق ثلاث فمات دخل النار۔ **نذیر احمد**

عنه رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	حالت میں مرے وُہ جہنم میں جائے گا۔ امام احمد بن حنبل اور ابوداؤد نے اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

معلوم ہوا کہ یہ کبیرہ ہے کہ اُس پر وعیدِ نار ہے اور کبیرہ کا علانیہ مرتکب فاسق معلن، اور فاسق معلن کو امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوٰی حجہ میں ہے: **لو قدموا فاسقا یاثمون**[1] (اگر انھوں نے فاسق کو مقدم کیا تو گنہ گار ہوں گے۔ ت) تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمه للامامة تعظیمة وقد وجب علیهم اهانته شرعا[2]۔	کیونکہ امامت کے لئے فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ اس کی اہانت شرعًا واجب ہے (ت)

اور اس میں برابر ہیں وہ جن سے سید صاحب نے قطع تعلق کیا اور وہ جن سے قطع نہ کیا سب کی نماز ان کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی جب تک توبہ نہ کریں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۷۵۱، ۷۵۲: از قصبہ رچھاروڈ ضلع بریلی مسئولہ حکیم محمد احسن صاحب ۹ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) فاسق فاجر کے پیچھے جب کوئی نماز پڑھانے والا نہ ہو نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

(۲) ماہی گیر کے پیچھے نماز جائز ہے نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) اگر علانیہ فسق وفجور کرتا ہے اور دوسرا کوئی امامت کے قابل نہ مل سکے تو تنہا نماز پڑھیں۔

فان تقدیم الفاسق اثم والصلاة خلفه مکروهة تحریما والجماعة واجبة فهما فی درجة واحدة ودرء المفاسد اهم من جلب المصالح۔	کیونکہ تقدیمِ فاسق گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور جماعت واجب ہے، پس دونوں کو درجہ ایک ہوا، لیکن مصالح کے حصول سے مفاسد کو ختم کرنا اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ (ت)

اور اگر کوئی گناہ چھپا کر کرتا ہے تو اس پیچھے نماز پڑھیں اور اس کے فسق کے سبب جماعت نہ چھوڑیں،

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] تبیین الحقائق باب الامامۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر ۱/ ۱۳۴

لان الجماعۃ واجبۃ والصلاۃ خلف فاسق غیر معلن لا تکرہ الاتنزیھا۔ واللہ تعالٰی اعلم	کیونکہ جماعت واجب ہے اور فاسق غیر معلن کے پیچھے نماز پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے (ت)

(۲) جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۷۵۳، ۷۵۵: از سینوٹوریم ضلع نینی تال مسئولہ سراج علی خان صاحب رضوی بریلوی ۱۶ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) فاسق کی کیا تعریف ہے؟ فاسق وفاجر میں کوئی فرق ہے؟ فاسق کے پیچھے نماز کیسی ہے؟ فاسق معلن کب کہا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز کیسی ہے، اسے جان کر امام بنانے والے کا کیا حکم ہے؟

(۲) ہاتھ یا پیر میں انگوٹھی چھلّے پہننا یعنی ایک نگ کی ایک انگوٹھی موافق شریعت مطہرہ سے زائد پہننے والے کا کیا حکم ہے، اُس کے پیچھے نماز کیسی، اس پر اصرار کرنے والا کہ ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے نماز میں کوئی خرابی نہیں آتی کس درجہ موردِ گناہ ہے۔

(۳) دو ۲ یا تین ۳ شخص ایسے جمع ہو کر جماعت سے نماز پڑھنا چاہتے ہیں کہ ایک بالکل جاہل مگر صورت ہیئت لباس وغیرہ سب شریعت کے مطابق ہے اور نمازی بھی ہے مگر قرآن پاک کی تلاوت اس کو نہیں آتی اور تلفّظ بالکل ادا نہیں ہوتا، دوسرا خواندہ قرآن کی قرات کر سکتا ہے ضروری مسائل بھی جانتا ہے مگر فاسق ہے، تیسرا مسافر ہے جس پر قصر واجب ہے بے علمی میں پہلے شخص کا درجہ رکھتا ہے مگر صرف ان سُورتوں میں معمولی طریقہ سے پڑھ سکتا ہے جو نماز میں بار بار آتی ہیں مثلاً الحمد شریف یا قل ھواللہ شریف وغیرہ، ان میں سے کس کو امام بنایا جائے، اور اگر کوئی بھی امامت کے قابل نہیں تو کیا علیحدہ علیحدہ پڑھیں۔ بینوا توجروا

الجواب:

(۱) فاسق وہ کہ کسی گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوا اور وہی فاجر ہے، اور کبھی فاجر خاص زانی کو کہتے ہیں، فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے پھر اگر معلن نہ ہو یعنی وہ گناہ چھُپ کر کرتا ہو معروف و مشہور نہ ہو تو کراہت تنزیہی ہے یعنی خلاف اولیٰ، اگر فاسق معلن ہے کہ علانیہ کبیرہ کا ارتکاب یا صغیرہ پر اصرار کرتا ہے تو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کے پڑھنی گناہ اور پڑھ لی تو پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم

(۲) ایک آدھ بار پہننا گناہ صغیرہ اور اگر پہنی اور اتار ڈالی تو اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اور اگر نماز میں پہنے ہو تو اسے امام بنانا ممنوع اور اس کے پیچھے نماز مکروہ، یوں ہی جو پہنا کرتا ہے اُس کا عادی ہے فاسق معلن ہے اور اس کا امام بنانا گناہ اگر اس وقت نماز میں نہ بھی پہنے ہو۔ گناہ اگرچہ صغیرہ ہو اُسے چھوٹی بات کہنا بہت سخت جرم ہے، اس شخص پر توبہ فرض ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۳) صورت مذکور میں اس مسافر کو امام کیا جائے کہ فاسق کو امام بنانا گناہ ہے اور غلط خواں کے پیچھے نماز

باطل۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۵۷، ۷۵۶: از میرٹھ سٹی ضلع جودھ پور مسئولہ فخر الدین شاہ ۱۹ ذیقعد ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

(۱) یتیموں کو تکلیف دینا اور غیبت کرنا اور جھوٹی قسم کھانا مسلمانوں میں نفاق ڈلوانے والے کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

(۲) ایک شخص یہاں میرٹھ میں پیرزادہ کہلاتے ہیں اُس نے اپنی عورت کو طلاق دی تین روز برابر اس کو سمجھایا پر نہیں مانا، کہا کہ مہر دے، کہا کہ مہر میں نے معاف کروایا، پھر ہم نے اس لڑکی سے تلاش کیا، جواب دیا کہ مہر تو میں نے معاف کر دیا، اور پھر اس کے چچا وغیرہ نے اس لڑکی کو اس کے گھر بھجوا دیا بغیر نکاح کرے، طلاق ہوئی یا نہیں، اس کے بچّہ پیدا ہُوا وہ حرام کا ہے یا نہیں، اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں، یتیم سے بہت عداوت رکھتا ہے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) یتیموں کو بلاوجہ شرعی تکلف دینا سخت حرام ہے، یونہی غیبت زنا سے سخت تر ہے جبکہ شرعًا غیبت ہو مثلًا فاسق معلن کی غیبت غیبت نہیں، اور بدمذہب کی برائیاں بیان کرنے کا خود شرعًا حکم ہے، جھوٹی قسم گھروں کو ویران کر چھوڑتی ہے، اور مسلمانوں میں بلاوجہ شرعی تفرقہ ڈالنا شیطان کا کام ہے، اور فتنہ قتل سے سخت تر ہے، فتنہ سورہا ہے اس کے جگانے والے پر اللہ کی لعنت ہے، جو ان افعال کا علانیہ مرتکب ہو اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کی پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ **واللہ تعالٰی اعلم**۔

(۲) طلاق ہوگئی اور مہر عورت معاف کر دیا ہے معاف ہوگیا۔ بچّہ اگر طلاق سے دو ۲ برس کے اندر پیدا ہوا حلالی ہے اُسی شوہر کا ہے۔ طلاق دینے سے نماز کی امامت میں کوئی خلل نہیں آتا۔ یتیم سے بلاوجہ عداوت سخت گناہ ہے، اگر اس کی بلاوجہ عداوت علانیہ مشہور ہے تو امام بنانے کے قابل نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۵۸: از چھاؤنی فیروز پور کباڑی بازار مسئولہ حاجی خواج الدین ٹیلر ماسٹر ۲۹ ذیقعد ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ زناکار اور شرابی کے پیچھے نماز کسی وقت جائز ہے یا نہیں جب امام مقیم ہو وُہ ہر ایک کو امام مقرر کر دیتا ہے یہ جائز ہے کہ نہیں۔ **بینوا توجروا**۔

الجواب:

زانی اور شرابی کے پیچھے کسی وقت نماز پڑھنے کی اجازت نہیں مگر جہاں جمعہ و عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور امام فاسق ہو اُس کے پیچھے پڑھ لئے جائیں ورجمعہ کا اعادہ کو چار رکعت ظہر پڑھیں، امام غیر جمعہ و عیدین میں اگر

دوسرے کو کہ صالح امامت ہے اور امام کردیتا ہے حرج نہیں بلکہ وہ اگر اس سے علم و فضل میں زائد ہو تو اسے یہی بہتر ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۵۹: از علی پور ٹپرا مسئولہ منصب علی ۱۲ شعبان ۱۳۳۷ھ

قاری مکہ معظّمہ کا قرأت سیکھا ہوا اور وہاں پر چند سال رہ کر معلّمی کیا لیکن داڑھی ترشواتا ہے آیا اس کے پیچھے نماز پنجگانہ اور جمعہ جائز ہے یا نہیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، اور مکہ معظّمہ میں رہ کر قرأت سیکھنا فاسق کو غیر فاسق نہ کردے گا، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۷۶۰: از فتح پور ضلع شاہجہاں پور مرسلہ مقبول حسن خان نائب مدرس میونسپل اسکول ۱۷ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی نمازِ فجر قضا ہو وہ نمازِ ظہر یا دیگر اوقات کی نمازوں میں امام ہو سکتا ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر صاحبِ ترتیب ہے تو جب تک قضائے فجر ادا نہ کرلے ظہر کی امامت نہیں کرسکتا ورنہ کرسکتا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۶۱، ۷۶۲: از پیلی بھیت محلّہ احمد زئی مرسلہ مولوی عبدالسبحان صاحب ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) بہرے کے پیچھے تراویح یا فرض نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بہرے کی کوئی تخصیص ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) جائز ہے اور اس کا غیر بہتر ہے اگر یہ علم و قرأت میں اس سے افضل نہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) اُتنی ہی ہے کہ جواب اوّل میں گزری۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۷۶۳: از سہسوانی ٹولہ مسئولہ محمد یامین ۶ شوال ۱۳۳۷ھ

عمرو بہت مسخرا ہے اور بہت فحش گالی کے ساتھ مذاق کرتا رہتا ہے اُس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب:

اُسے امام بنانا گناہ ہے اور اسکے پیچھے نماز مکرہ تحریمی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۶۴: از مقام چھاؤنی میرٹھ قصبہ کنکر کڑہ مرسلہ پیر سخاوت حسین صاحب ممبر جامع مسجد ۹ شوال ۱۳۳۷

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص حافظِ قرآن پاک ہے اور امامت جامع مسجد کی کرتا ہے اور پابندِ صوم صلوٰۃ ہے زوجہ اس کی پردہ نشین ہے مگر قوم سے شخص مذکور قصاب ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر اس کی طہارت و نماز صحیح ہے اور مذہب کا وہابی یا دیوبندی وغیرہ بے دین وبد دین نہیں سنّی صحیح العقیدہ ہے اور فاسق و معلن نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی بیشک جائز ہے، قصاب ہونا کوئی مانع امامت نہیں، متعدد اکابرِ دین نے یہ پیشہ کیا ہے، ہاں اگر جماعت والے اس سے نفرت کرتے ہوں اور اس کی امامت کے باعث جماعت میں کمی پڑے اور دوسرا امام سنّی صحیح العقیدہ قابلِ امامت موجود ہو تو اس دوسرے کی امامت اولیٰ ہے۔

فقد کرھوا خلف ابرص شاع برصه لاجل التنفیر مع انه لا خطیئة له فیه۔	فقہانے نفرت کے پیش نظر ایسے صاحبِ برص کے پیچھے نماز کو مکروہ قرار دیا ہے جس کا برص مشہور (پھیل گیا) ہو، باوجود اس بات کے کہ اس میں اس کا اپنا ذاتی کوئی گناہ نہیں (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۷۶۵ تا ۷۶۸: از میونڈی بزرگ پرگنہ اجاؤں ڈاکخانہ شاہی ضلع بریلی مرسلہ سیّد امیر عالم حسن صاحب ۱۶ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) جو شخص زنا کرتا ہو اور اس کا ثبوت بھی ہوگیا ہو تو جو اُس کے پیچھے نماز پڑھیں وہ ہوئیں یا نہیں۔

(۲) جب زانی ایسا شخص توبہ کرلے تو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

(۳) زانی اپنے افعال سے توبہ کرتا ہے اور گاؤں والے اُس کی توبہ کو نہیں مانتے تو وہ گاؤں والے کس جرم کے مستحق اور کس درجہ شمار ہیں

(۴) جس عورت نے اپنے شوہر سے سرکشی کی اور اُس کے حکم کو نہ مانا اور شوہر کا دل دکھایا اور شوہر پر زبان درازی کی تو ایسی عورت کو طلاق دینا واجب ہے یا نہیں، اور اگر شوہر اپنی بی بی کی زبان درازی اور سرکشی پر راضی ہے اور وُہ امامت کراتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں۔

الجواب:

(۱) زنا کا ثبوت سخت دشوار ہے جسے عوام ثبوت سمجھتے ہیں وہ اوہام ہوتے ہیں، جب تک اس کی یہ حالت نہ تھی اس وقت تک اُس کے پیچھے نماز میں کوئی حرج نہ تھا اُن کا اعادہ کی بھی کچھ حاجت نہیں فانہ ان

كان فاسقا غير معلن فما لكراهة خلفه الا تنزيهية (کیونکہ اگر وہ شخص فاسق غیر معلن ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنا زیادہ سے زیادہ مکروہ تنزیہی ہے۔ ت)

(۲) جب بعد توبہ صلاح حال ظاہر ہوا اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں اگر کوئی مانع شرعی نہ ہو۔

(۳) اللہ عزوجل اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے اور گناہ بخشتا ہے ھوالذی یقبل التوبۃ عن عبادہ ویعفو عن السیأت[1] (وُہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور گناہ معاف کرتا ہے۔ ت) جو لوگ توبہ نہیں مانتے ہیں گنہگار ہیں، ہاں اگر اس کی حالت تجربہ سے قابل اطمینان نہ ہو اور یہ کہیں کہ تو نے توبہ کی اللہ توبہ قبول کرے۔ ہم تجھے امام اس وقت بنائیں جب تیری صلاح حال ظاہر ہو تو یہ بجا ہے۔

(۴) اسے جرماطلاق دینا واجب نہیں اور اس پر صبر کرنے والا نہایت نیک کام کرتا ہے اگر نیت اللہ کے لئے ہو بہر حال یہ امر امامت میں خلل انداز نہیں کہ یہ اپنے حق سے درگزر ہے اور اس میں حرج نہیں اور یہاں راضی ہونا بایں معنی نہیں تھا کہ اس کے افعال خلافِ شرع کو پسند کرتا ہے جس سے وہ قابل امامت نہ رہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۶۹، ۷۷۰: از میونڈی از سید صاحب۔

(۱) زید اپنی سوتیلی ساس سے زنا کرتا ہے اور زید کے سسر کو بھی یہ معلوم ہے لیکن اس کو منع نہیں کرتا اس خوف سے کہ میرے گھر سے نکل جائے گی، تو وہ کس جُرم کا مستحق ہے اور زید جو اپنی ساس سے زنا کر رہا ہے وہی امامت بھی کرتا ہے تو یہ زید کس درجہ کا مستحق ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا یا میل جول رکھنا کیسا ہے؟

(۲) جس کا پیر ایسا ہو کہ جملہ افعال حرام ہوں جیسے زنا وغیرہ کرنا اور سُلفہ وغیرہ پینا اور اکثر محافل ناچ رنگ میں شامل ہونا وغیرہ وغیرہ ہوں اور علمائے دین اس سے بیعت کرنا حرام فرمادیں اور جو بیعت حاصل کر چکا ہو اس کو فسخ کرنے کا حکم دیں تو اب علمائے دین فرمائیں کہ جو ایسے پیر سے بیعت کئے ہوئے ہو اور ایسے پیر پر اعتقاد رکھتا ہو اور علمائے دین کے حکم کے خلاف کرتا ہو کہ علما تو ایسے پیر سے بچنے کا حکم فرمائیں اور وہ نہ مانے اور وہ متبع ہو اور امامت کرتا ہو اُس کے پیچھے نماز پڑھنا اور میلاد پڑھوانا اور شریک حال ہونا کیسا ہے، درست یا غیر درست، اور بعض کہتے ہیں کہ جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں وہ نادرست ہیں ان کا بھی پھیرنا واجب ہے کیونکہ اس نے اتباعِ علماء نہیں کیا۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) جو باوصف قدرت اپنی عورت کو اس بیحیائی سے منع نہیں کرتا نہیں روکتا وہ دیّوث ہے، اور وہ جو زنا کرتا ہے

اگر کسی کا یہ حال صحیح مشہور ہے تو اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہے اس سے میل جول نہ چاہئے اگر عوام کے اوہام کی افواہ ہے کہ خواہی نخواہی عیب لگاتے ہیں تو اسکا اعتبار نہیں پھر بھی اگر اس کے سبب لوگوں کو اس کی امامت سے نفرت اور اسکے پیچھے جماعت کی قلّت ہو تو اسے امام نہ کریں اگرچہ وہ الزام سے بری ہے، **کامشاع برصہ کما فی الدر** (جیسے اس شخص کا حکم ہے جس کا برص پھیل گیا ہو، درمختار میں ایسا ہی ہے۔ت)

(۲) ایسا شخص ہو تو وہ فاسق ہے اُکے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے اس سے میلاد شریف نہ پڑھوایا جائے **لان فی تقدیمه للامامة تعظیمه وقد وجب علیهم اهانة شرعا**[1] (کیونکہ امامت کے لئے فاسق کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعی طور پر اس کی اہانت لازم ہے۔ت) تبیین الحقائق وغیرہ میں جو نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ضرور اعادہ کی جائیں اس کا شریک حال مذکور ہونا حرام ہے اس سے میل جول نہ چاہئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۷۱: از شہر بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئولہ مولوی محمد ظہور الحق صاحب ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ایسے شخص کے واسطے کہ وُہ حافظ قرآن ہے مگر افیون کھاتا ہے اور رمضان المبارک کا روزہ نہیں رکھتا ہے، آیا وُہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں **بینوا بالکتاب وتوجروا یوم الحساب۔**

الجواب:

افیونی اور بلاعذر شرعی تارک صومِ رمضان فاسق اور اُن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنا گناہ اور پھیرنا واجب جبکہ اُن کا فسق ظاہر وآشکارا ہو، اور اگر مخفی ہو جب بھی کراہت سے خالی نہیں اور افیونی اگر پینک میں ہو جب تو اس کے پیچھے نماز باطل محض، **قال تعالٰی حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ**[2] (اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: حتی کہ تم جان لو کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۷۲: از شہر مدرسہ اہلسنت مسئولہ مولوی ظہور الحق صاحب طالب علم ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۷ھ

اس سوال میں جو اوپر مذکور خلاف واقعہ محض حسد پر کیا گیا ہے افیونی تارک صوم اور پھر محض اُس پر بلاعذر یہ تینوں لفظ اور ان کے مصداق تحقیق طلب ہیں کیونکہ نتیجہ جواب انھیں پر مبنی ہے اس جواب سے یہ نہیں معلوم ہوا

---

[1] تبیین الحقائق باب الامامۃ، مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ بولاق مصر، ۱/ ۱۳۴

[2] القرآن ۴/ ۴۳

کہ اطبّاء نے امراض نزلہ وجریان وغیرہ میں افیون بقدر اصلاح تجویز فرمائی ہو وہ عذر شرعی کے اندر مجوز ہے یا نہیں، اگر نہیں تو عذر شرعی کیا ہے، دوسرے یہ کہ اگر کوئی شخص بباعثِ سفر یا مرض روزہ رمضان قضا کرے تو تارک صوم ہوگا یا نہیں، اور عذر شرعی اس کے لئے ہے یا نہیں، اور حافظ کلام مجید امیوں میں امامت کے لئے شرعًا افضل ہے یا نہیں، اگر کوئی شخص ایک مدّت تک مقتدی رہ کر محض حسد سے الزام لگائے ایسے کبیرہ گناہ کے تو وہ عندالشرع مستوجب کس تعزیر کا ہے۔

الجواب:

افیون اتنی کہ پینک لائے مطلقًا حرام ہے، نہ کسی مرض کے لئے حلال ہوسکتی ہے نہ کسی طبیب کی تجویز سے۔ اللہ ورسول کے برابر حکیم کون ہے وہ منع فرماتے ہیں اُن کا منع فرمایا ہوا کسی کی تجویز سے جائز نہیں ہوسکتا، یہ عذر شرعی ہے نہ عذر شرعی فتوٰی میں دربارہ افیون لکھا تھا بلکہ دبارہ صوم درمختار میں ہے: **ظاھر المذھب المنع**[1] (یعنی حرام چیز سے علاج ظاہر مذہب پر منع ہے۔ت) ردالمحتار میں ہے:

اجاب الامام لان المرجع فیه الاطباء وقولھم لیس بحجة حتی لوتعین الحرام مدفعاللھلاك یحل کالمیتة والخمر عند الضرورة[2]۔(ملخصا)	امام اعظم نے یہ جواب دیا کہ اس میں اطبّاء کی طرف رجوع کیا جائے گا اور ان کے قول حجّت نہیں، حتّٰی کہ اگر کوئی حرام چیز ہلاکت کو دُور کرنے کے لئے متعین ہوجائے تو وہ حلال ہوجائے گی جیسا کہ ضرورت کے وقت مردار اور شراب (ملخصًا)۔(ت)

ہاں سفر اور مرض جس میں روزہ کا مضر ہونا ثابت ومحقق ہو روزہ قضا کرنے کے لئے عزر شرعی ہیں، حافظ امیوں سے جب افضل ہے کہ فاسق نہ ہو اور فاسق تو عالم بھی افضل نہیں چہ جائے حافظ۔ درمختار میں ہے:

الا ان یکون غیرالفاسق اعلم القوم فھواولی۔[3]	مگر اس صورت میں کہ جب فاسق کے علاوہ (یعنی مذکورہ افراد میں سے) کوئی شخص قوم سے زیادہ صاحبِ علم ہو وہی امامت کے لئے اولٰی ہوگا۔(ت)

اگر الزام جھوٹا لگائے تو سخت کبیرہ ہے اور اس کی سخت سزا ہے اور اگر الزام سچّا ہے تو مدت تک خاموش رہنے کا اس

---

[1] دُرمختار، باب المیاہ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۳۸/۱

[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱۵۴/۱

[3] درمختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۸۳/۱

مقتدی پر الزام ہے اور وہ اس وجہ سے سزاوار سزا ہے مگر وہ امام اس بناپر الزام سے بری نہیں ہو سکتا کہ اب تک مقتدی کیوں خاموش رہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ نمبر ۷۷۳: از اورنگ آباد ضلع گیا مرسلہ محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ اسلامیہ ۱۴ صفر المظفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کی عمرو تعزیہ کی نہایت عظمت کرتا ہے اور اکھاڑے میں شریک ہوتا ہے اور حضرت سیّد الشہداء حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ و حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، کی مجلسِ میلاد منعقد کرتا ہے اور اس میں یا حسین سلام علیک، یا ذکی سلام علیک، یا علی سلام علیک وغیرہ بحالت قیام پڑھواتا ہے اور مجلس سماع میں ہر قسم کے مزامیر یعنی انگریزی باجا روشن چوکی خروک شہنائی مشکی باجا وغیرہ بجواتا ہے اور نماز پنجگانہ و جمعہ کے لئے مسجد میں نہیں آتا صرف عیدین کی امامت کرتا ہے مقتدی اس سے بسبب ان افعال کے سخت نفرت رکھتے ہیں تو عمرو قابلِ امامت ہے یا نہیں، اور عمرو کے یہ افعال شرع شریف میں کیا حکم رکھتے ہیں۔

الجواب:

مزامیر حرام ہیں، صحیح بخاری شریف ' ف ' کی حدیث میں ہے:

یستحلون الخمر والخنزیر والمعازف[1]۔	وُہ لوگ شراب، خنزیر اور مزامیر کو حلال جانیں گے۔ (ت)

ہدایہ میں ہے: لان الابتلاء المحرم یکون[2]۔ (امتحان وابتلاء حرام ہی سے ہوتا ہے۔ ت) تو مجلس مزامیر منعقد کرنا فسق، اور نمازِ عید کو ان شیطانی باجوں کے ساتھ آنا فسق اور جماعت کے لئے بلا عذر شرعی حاضر نہ ہوا کرنا فسق اور جمعہ یوں بلا مجبوری نہ آنا سخت تر فسق اور تعزیہ کی تعظیم بدعت، عمرو ہرگز قابلِ امامت نہیں۔ تبیین الحقائق میں ہے:

لان فی تقدیمہ للامامۃ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا[3]۔	کیونکہ امامت کے لئے اس کی تقدیم میں تعظیم ہے حالانکہ ان پر شرعاً اس کی اہانت لازم ہے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاشربہ باب ماجاء فیمن یستحل الخمر الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۸۳۷/۲

[2] الہدایہ کتاب الکراہیت، مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ، ۴۵۳/۴

[3] تبیین الحقائق باب الامامۃ، مطبوعہ المطبعۃ الکبرٰی الامیریۃ بولاق مصر، ۳۴/۱

ف: بخاری کے الفاظ اس طرح ہیں: یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف الخ۔ اس حدیث کو مختلف الفاظ کے ساتھ دیگر متعدد کتابوں نے ابھی ذکر کیا ہے سنن ابوداؤد ۲۰۴/۲، سنن الکبرٰی للبیہقی ۲۲۱/۱۰، کنز العمال ۱۳۴/۱۱، المعجم الکبیر ۲۸۲/۳، اتحاف السادۃ المتقین ۴۷۲/۶، الترغیب والترتیب ۱۰۲/۳۔ **نذیر احمد**

حضرت سیّد الشہداء اور حضرت مولیٰ مشکلکشا رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی مجلس ذکر شریف منعقد کرنا اور یا علی سلام علیک و یا ذکی سلام علیک کہنا کچھ حرج نہیں رکھتا جبکہ منکراتِ شرعیہ سے خالی ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ نمبر ۷۷۴: از گونا سنٹرل انڈیا ریاستگوالیار مرسلہ محمد صدیق سیکریٹری انجمن اسلامیہ ۱۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی زوجہ ثانی ایک دوسرے شخص کے ساتھ فرار ہوگئی اور فسق وفجور کرتی ہے اور زید اُس کو رکھے ہوئے ہے اور وہ زوجہ زید، زید پر حاوی ہے، زید دوسروں سے کہتا ہے کہ تم فلاں شخص جس کو میری زوجہ بلاتی ہے میرے گھر آنے سے روکو۔ جب زید سے کہا جائے تم اس کو طلاق دیدو تو بہتر ہے۔ اس پر زید غصہ کرے اور کلمات سخت کہے اور کہے کہ میری زوجہ اولیٰ بھی تو لوگوں کو بلواتی ہے کیا اس کو بھی طلاق دیدوں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ تو ایسے اصرار سے زید دیّوث ہے یا نہیں اور مسلمانوں کو ، زید کو اگر وہ پیش امامی کرتا ہو معزول کرنا چاہئے یا نہیں۔ زید جو پیش امام مسجد ہے اس نے چند جاہلوں کو اپنا طرفدار بنالیا ہے اُن میں سے ایک شخص بکر نے کہا کہ ہمارا پیش امام دو دو بوتلیں شراب کی پیئے گا اور چار رنڈیاں رکھے گا اور وہی پیش امام رہے گا۔ پس بکر کی بابت شرعًا کیا حکم ہے اور جو لوگ ایسے امام کی طرفداری کریں اور اس کو پیش امام رکھنے پر اصرار کریں ان کی بابت کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

زید اپنی زوجہ کے ایسے افعال پر اگر راضی ہے یا بقدرِ قدرت بندوبست نہیں کرتا تو بلاشبہ دیّوث ہے اور اسے امامت سے معزول کرنا واجب، اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا گناہ، اور اس کا پھیرنا لازم، اور اس کے حامی گنہ گار۔

قال اللہ تعالیٰ وَلَاتَعَاوَنُوْاعَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ [1]	اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: گناہ اور زیادتی پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کیا کرو۔ (ت)

اور اگر وہ ان افعال پر راضی نہیں اور جہاں تک اسکا امکان ہے بندوبست کرتا ہے تو عورت کے افعال پر اسکا الزام نہیں۔

قال اللہ تعالیٰ لَاتَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ [2]۔	اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: کوئی بوجھ اٹھانے والا کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ (ت)

نہ اس پر طلاق دینا لازم۔ حدیث میں ہے:

جاء رجل الی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم	ایک شخص رسولِ خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا

---

[1] القرآن ۵/۲

[2] القرآن ۶/۶۴

فقال ان امرأتی لاتمنع ید لامسٍ قال فطلقھاقال انی احبھا فاستمتع بھا[1] رواہ ابوداؤد۔	اور عرض کی امیری بیوی کسی مس کرنے والے کو منع نہیں کرتی۔ فرمایا: اسے طلاق دے دے۔ عرض کیا: میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ فرمایا: اس سے استفادہ کر، ابوداؤد (ت)

درمختار میں ہے: لایحب علی الزوج تطلیق الفاجرۃ[2] (خاوند پر فاجرہ عورت کو طلاق دینا واجب نہیں۔ ت)

بکر جس نے وُہ ناپاک کلمات کہے اُن سے صراحۃً شریعت مطہرہ سے عناد ٹپکتا ہے اُس پر توبہ فرض ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۷۵: از ریاست جے پور گھاٹ، دروازہ مدرسہ قادریہ تکیہ اعظم شاہ، مرسلہ حاجی عبدالجبار صاحب رضوی

کیا حکم ہے شریعتِ مطہر کا اس مسئلہ میں کہ زید امامت کرتا ہے اور اس کے سر کے بال لمبے یعنی دوش سے نیچے قریب سینہ تک ہیں، عمرو کہتا کہ دوش سے نیچے بال بڑھانا حرام ہیں اور ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہے، زید کہتا ہے کہ اتنے لمبے بال رکھنا یعنی دوش سے نیچے جائز ہے اور مشائخ سادات کا یہ شعار ہے چنانچہ اعلٰی حضرت فاضل بریلوی مدظلہ نے اپنے رسالہ الحرف الحسن فی للکتابۃ علی الکفن کے صفحہ ۱۹ سطر ا میں حضرت سیّدنا امام علی رضا رضی اللہ تعالٰی عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ ان کے دو ۲ گیسو شانہ پر لٹک رہے تھے لہٰذا سوال یہ ہے کہ زید کا کہنا صحیح یا عمرو کا، اگر قول عمرو کا صحیح ہے تو جتنی نمازیں ہم مقتدیوں نے زید کے پیچھے پڑھی ہیں حساب کرکے سب کا اعادہ کریں یا نہیں؟

الجواب:

مسلمانوں کو اتباعِ شریعت چاہئے۔ حکم نہیں مگر اللہ و رسول کے لئے۔ سینہ تک بال رکھنا شرعاً مرد کو حرام، اور عورتوں سے تشبّہ اور بحکم احادیث صحیحہ کثیرہ معاذاللہ باعث لعنت ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لعن اللہ المشتھبین من الرجال بالنساء[3] الخ	نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی کی لعنت ان مردوں پر جو عورتوں کے ساتھ مشابہت کریں (ت) الخ

اُمّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ایک عورت کو مردانہ جوتا پہنے دیکھا اُسے لعنت کی خبر دی۔ نبی اکرم

---

[1] سنن ابوداؤد باب فی تزویج الابکار مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۸۰، سنن نسائی تزویج الزانیۃ // نور محمد کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۷

ف: ان حوالوں میں مذکور الفاظ مختلف ہیں لیکن مفہوم ایک ہے۔ **نذیر احمد سعیدی**

[2] دُرمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۵۴

[3] المعجم الکبیر ماروی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ المتبۃ الفیصلیہ بیروت ۱۱/ ۲۵۲

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک عورت کو کمان لٹکائے ملاحظہ فرمایا، ارشاد فرمایا: "اللہ کی لعنت ہو اُن عورتوں پر کہ مردوں سے تشبّہ کریں اور ان مردوں پر کہ عورتوں سے مشابہت کریں"[1]۔ حالانکہ جُوتا کوئی جزو بدن نہیں جزو لباس ہے اور کمان جزو لباس بھی نہیں ایک خارج شَے ہے جب ان مشابہت پر لعنت فرمائی تو بال جزوِبدن ہیں ان میں مشابہت کس درجہ حرام اور باعثِ لعنت ہوگی۔ الحرف الحسن میں یہ ہے کہ شانہ پر لٹک رہے تھے یا یہ کہ شانہ سے اُتر کر سینہ تک پہنچے تھے۔ شانہ تک لمبے گیسوؤں کا ہونا کہ آگے اصلانہ بڑھے ں ضرور جائز بلکہ سُنن زوائد سے ہے حساب کرکے نمازوں کا اعادہ چاہئے اور امام صاحب سے امید ہے کہ حکم شرع قبول فرماکر خود معصیت سے بچیں گے اور اپنی اور، مقتدیوں کی نماز کراہت سے بچائیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۷۷۶: ازمانیاوالا ڈاکخانہ قاسم پور گڈھی ضلع بجنور مرسلہ سیّد کفایت علی صاحب ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام اور ایک مقتدی نماز پڑھتے ہوں دوسرا مقتدی آگیا تو امام کو وہیں رہنا چاہئے یا آگے چلا جائے یا نہیں (اور آگے بڑھنے کی جگہ ہو) **بینوا توجروا**

الجواب:

اگر پہلا مقتدی مسئلہ دان ہے اور اسے پیچھے ہٹنے کی جگہ ہے تو وہ ہٹ آئے دوسرا مقتدی اس کی برابر کھڑا ہوجائے اور اگر یہ مسئلہ دان نہیں یا اسے پیچھے ہٹنے کو جگہ نہیں تو امام آگے بڑھ جائے، اور اگر امام کو بھی آگے بڑھنے کی جگہ نہیں تو دوسرا مقتدی بائیں ہاتھ کو کھڑا ہوجائے مگر اب تیسرا مقتدی آکر نہ ملے ورنہ سب کی نماز مکروہ تحریمی اور سب کا پھیرنا واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۷۷۷: ازبریلی مسئولہ محمود حسن صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام بریلی ۱۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

ماقول علماء اھل السنۃ والجماعۃ رحمکم اللہ ھل تجوز الصلاۃ خلف الامرد الذی ھو ابن ستۃ عشر سنۃ افیدونا الجواب احمکم اللہ الوہاب[2]۔	علمائے اہلسنت وجماعت رحمکم اللہ تعالٰی کا اس بارے میں کیاارشاد ہے کہ سولہ سالہ امرد کے پیچھے نماز جائز ہوتی ہے یا نہیں؟ ہمیں جواب سے مستفید کیا جائے، رحمکم اللہ الوہاب۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری، باب المتشبھین بالنساء مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۷۴

[2] ردالمحتار مطلب فی امامۃ الامرد مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۵

الجواب:

نعم تجوز ان لم یکن مانع شرعی لانه بالغ شرعاوان لم تظهر الاثارنعم تکره انکان صبیحامحل الفتنة کما فی ردالمحتار عن الرحمتی۔	ہاں جائز ہے بشرطیکہ کوئی مانع شرعی موجود نہ ہو کیونکہ وُہ شرعی طور پر بالغ ہے اگر بلوغ کے آثار ظاہر نہ ہوئے ہوں البتّہ اگر وہ امرد خوبصورت ہے تو پھر نماز مکروہ ہوگی کیونکہ وہ محلِ فتنہ ہوتا ہے۔ ردالمحتار ہیں شیخ رحمتی سے یوُں ہی ذکر ہے۔ (ت)

مسئلہ نمبر۷۸۴،۷۷۸: از کوٹ ڈسکہ مرسلہ محمد حیات صاحب مدرس ہائی اسکول ۱۶ جمادی الاخری ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے کرام ایسے امام مسجد کے بارے میں جس میں مفصلہ ذیل نقص صریحًا ہوں،

(۱) غسال وذابح ہے اگر کسی صاحب میّت سے کچھ نہ ملے توشاکی رہتا ہے۔

(۲) سامانِ مسجد کے مطلق حفاظت نہیں کرتا اور نہ ان کی مرمّت وغیرہ کی لوگوں کو ترغیب دیتا ہے اس لئے اشیاء مسجد بگڑتی اور خراب ہوتی رہتی ہیں اور ضائع اور غبن ہوتی رہتی ہیں اور مسجد کے متعلقہ مکان میں رہائش رکھتے ہیں جو کہ مسجد سے علیحدہ متصل مسجد ہے اگر حفاظتِ سامان مسجد کو کہیں تو برافروختہ ہوجاتے ہیں۔

(۳) جماعتِ نماز صرف مغرب کی کرتے ہیں باقی نمازیں متفرق طور پر لوگ خود بخود پڑھتے ہیں، اگر کہیں تو ناراض۔

(۴) مرض بواسیر عرصہ سے ہے تقاطر بول اور پیپ اور خون سے محفوظ رہنے کے لئے نیچے لنگوٹی رکھتے ہیں پُورے طور پر شکایت مرضِ بواسیر نہیں گئی اور نہ یہ جانے والی ہے۔

(۵) میونسپل کمیٹی قصبہ کوٹ ڈسکہ میں ایک ادنٰی آسامی جمعداری خاکروبان ۸ روپے ماہوار پر ملازم ہیں، کام اچھا نہ ہونے پر مقامی افسر اور ممبرانِ کمیٹی اکثر ناراض رہتے ہیں جو کہ مسلمانوں کو ناگوار گزرتا ہے۔

(۶) میاں جی کے اندرون شہر میں جو مکانات ہیں ان کے بالکل متصل ایک پرانی مسجد ہے انقلابِ زمانہ سے اس محلّہ میں مسلمانوں کے گھر نہ رہے اور مسجد غیر آباد ہوگئی، اب میاں جی اس مسجد کو مال مویشی خانہ اور گوبر بھینس خانہ بنا رکھا ہے، طرفہ یہ کہ حق اس مسجد کا برابر لے رہے ہیں۔

(۷) روزہ ماہ رمضان المبارک اگر معمر ہونے کی وجہ سے بھی رکھتے ہوں تو نماز تراویح پڑھانے کے لئے آتے ہیں کیونکہ تراویح پڑھانے والے کی خدمت ہوتی ہے مگر نماز فرض کی جماعت سوائے مغرب ندارد، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنی کیسی ہے؟

الجواب: اگر یہ بیانات صحیح ہوں تو صرف نمبر ۳ و نمبر ۶ اُس کے فاسق معلن ہونے کے لئے کافی ہیں کہ چاروں نمازوں میں روزانہ تارک جماعت ہے اور مسجد کو ناپاک وملوث کرنے والا اور فاسق معلن کو امام بنانا اور اسکے پیچھے نماز پڑھنی مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ فتاوٰی الحجہ وغنیہ میں ہے: **لوقدموا فاسقایاثمون**[1] (اگر انھوں نے فاسق کو امامت کے لئے مقدم کیا توگناہگار ہوں گے۔ت) اور تقاطر بول اور جریانِ خون اگر لنگوٹ سے بند نہیں ہوتے تو سخت شدید فاسق ہے بہر حال اُسے امامت سے معزول کرنا چاہئے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۸۵: از شہر مرسلہ غلام محمد صاحب درزی مورخہ ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا قمیص چوری ہوااور بکر چند قرائن کی وجہ سے بطور شُبہ کے چوری ثابت کیا گیااور جس روز سے بکر پر چوری ثابت ہُوئی اس روز سے تمام محلّہ والوں نے بکر کے پیچھے نماز پڑھنا قطعی چھوڑ دی اور بوجہ شک کے اور اسی شک کو لے کر بکر کے پیچھے نماز پڑھنا بلاتوبہ جائز ہے یا نہیں، دیگر گزارش یہ ہے کہ بکر کے باپ نے کہا کہ زید اگر قسم کھائے تومال مسروقہ ہم دیں گے اور زید نے کہا ہم قسم کھائیں گے لیکن قسم نہیں کھائی اور زید کے پیچھے بلاتوبہ نماز جائز ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زید پر کوئی الزام نہیں اور خالی شُبہ کے سبب بکر پر چوری ثابت نہیں ہو سکتی نہ اس کے پیچھے نماز منع نہ ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۸۶: از کلکتہ نارکل ڈانگار لنڈ و گودام مرسلہ شیخ عرفان علی صاحب ۲۱ رجب المرجب ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دی ومطلقہ مدّت ایک سال تک بیٹھی رہی پھر اس کے شوہر نے اس کو بلا عقد شرعیہ اپنی زوجیت میں رکھ لیا اور اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی یہاں تک کہ لڑکی مذکور بالغ ہوئی پس اس لڑکی سے کسی مسلمان نے اگر عقدِ شادی کرلی اور اس نسل سے اولاد جو پیدا ہو وہ امامت کر سکتا ہے یا نہیں اور اسکے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس کی ماں ولدالزنا ہُوئی وُہ خود ولدالزنا نہیں، اس کے پیچھے نماز میں حرج نہیں جبکہ مذہب واعمال و

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

قرأت وطہارت وغیرہا میں قابل ہو، ہاں اگر عوام اس کی امامت سے نفرت کریں اور یہ امر باعثِ قلّتِ جماعت ہو تو اسے امام نہ کریں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۷۸۷: از کلکتہ لورچت پور روڈ نمبر ۱۲۵ مرسلہ حاجی جان محمد صاحب ۱۴رمضان ۱۳۳۸ھ

(۱) ایک مسجد کے متولیوں نے زید کو پچاس روپے ماہوار تین سال کے لئے ملازم رکھا یہ شرط تھی کہ ہم تین سال بعد معزول کرسکتے ہیں اسے امام نے بذریعہ تحریری اقرار نامہ کے منظور کرکے اپنے دستخط کردئے۔

(۲) باوجود متولیوں کے منع کرنے اور باضابطہ روکنے کے جب تک ہم کو کسی واعظ یا لیکچرار کے خیالات اور مذہب کا علم نہ ہوجائے کسی کو مسجد میں وعظ لیکچر دینے کی اجازت نہ دو بے اطلاع متولیوں کے خود اجازت دیتا ہے چنانچہ گزشتہ فساد کے موقع پر کلکتہ میں اس نے مسجد کے اندر ہندوؤں تک کو آنے دیا۔

(۳) امام مذکور اکثر مسجد کی امامت سے غیر حاضر ہوتا اور سیر یا دعوتوں میں بے اجازت متولیوں کے چلاجاتا ہے اور متولیوں کے منع کرنے کی بالکل پرواہ نہیں کرتا۔

(۴) متولیوں نے بعد گزرنے معیاد اقرار نامہ اور باضابطہ تحریری اطلاع دہی کے دوسرے امام کو جو مدینہ منورہ کا ساکن اور مسجد نبوی کے امام کے خاندان سے ہے اور مسجد نبوی میں امامت کرچکا ہے اب بجائے اس کے مقرر کیا ہے وہ مزاحم ومانع ہے اور آمادہ فتنہ وفساد ہے اور متولیوں پر خلاف واقعہ توہین آمیز الزام و بہتان مشتہر کرتا آیا ایسے کو امام شرعاً متولیانِ مسجد معزول کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب:

ضرور معزول کرسکتے ہیں بلکہ ان حرکات پر اس کو معزول کرنا ہی چاہئے۔ **لایعزل صاحب وظیفۃ الا بجنحۃ**[1] **وھذہ جنحۃ** (صاحب وظیفہ کے مغیر معزول نہیں کیا جاسکتا اور یہ مقررہ ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۷۸۸: ۱۰ شوال ۱۳۳۸ھ کیافرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں زید نے عمرو سے مثلاً بوستان گلستان کے بچپن میں دو یا تین سبق پڑھے تھے اب ان میں رنج ہوگیا اور عمرو نے اسے ہاک (عاق) کردیا تو زید کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر شاگرد کا قصور تاحدِ فسق ہے اور بوجہ اعلان مشہور ومعروف ہے تو اسے امام بنانا جائز نہیں اور اس کے

---

[1] ردالمحتار، مطلب لایصح عزل صاحبِ وظیفہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۴۲۳/۳

پیچھے نماز گناہ، اور اگر اس کا قصور نہیں یا حدِ فسق تک نہیں یا وہ بالاعلان اس کا مرتکب نہیں تو ان پہلی دو صورتوں میں اس کے پیچھے نماز میں اس وجہ سے کوئی کراہت نہیں اور پچھلی صورت میں مکروہ تنزیہی خلافِ اولٰی ہے باقی عاق کردینا کوئی شے نہیں ۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۸۹: از راب گڈھ صدر بازار بر دکان امیر بخش ٹیلر مرسلہ شیخ طالب حسین ۱۴ شوال بروز پنجشنبہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ راب گڈھ میں دو مسجدیں ہیں جن میں سے ایک مسجد کا متولی جو روزہ نماز کا پابند نہیں ہے اُس نے ایک پیش امام جو قوم کا صدیقی اور علم کا حافظ مولوی حکیم مقرر تھا اس کو متولی نے بلا وجہ الگ کردیا اور بجائے اس کے بلارائے مقتدیوں کے دوسرا امام جو صرف حافظ و قوم کا قصاب ہے اور ہنوز ان کے یہاں پیشہ جاری ہے مقرر کردیا جس پر میں نے متولی صاحب سے پُوچھا کہ سابق پیش امام کس قصور پر علیحدہ کئے گئے تو متولیعبدالصمد صاحب نے بہت غصہ سے ساتھ جواب دیا کہ ہماری مسجد ہم جو چاہیں سو کریں مقتدی پوچھ نہیں سکتے۔ ایسے امام کے پیچھے اور ایسی مسجد میں نماز جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اگر پہلا امام معاذاللہ بدمذہب ہو تو اُس کا معزول کرنا اشد ضروری تھا اور اگر دوسرا بدمذہب ہو تو اس کا مقرر کرنا حرام ہوا، اور معزول کرنا لازم ہے، یوں ہی اُن میں جو قرآن مجید غلط پڑھتا ہو یا طہارت صحیح نہ کرتا ہو اُس کا معزول کرنا فرض ہے، ایک ہو یا دونوں، اور اگر صحت مذہب وقرات وطہارت میں بقدر جوازِ نماز ہیں اور امام وظیفہ پاتا ہے تو بلا قصور پہلے کو معزول کرنا گناہ ہوا کہ بلاوجہ ایذائے مسلم کہ **لایعزل صاحب وظیفة بغیر جنحة**[1] (کسی صاحب وظیفہ کو بغیر کسی گناہ کے معزول نہیں کیا جاسکتا۔ ت) اور متولی کا کہنا کہ مسجد ہماری ہے ہم جو چاہیں کریں محض باطل ہے، مسجدیں اللہ عزوجل کی ہیں

وَّ اَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ﴿۱۸﴾[2] (یقینا مسجدیں اللہ تعالٰی کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔ ت) اُس میں وہی کیا جائے گا جو بحکم شرع ہے اور اس کا یہ زعم باطل ہے کہ مقتدی پُوچھ نہیں سکتے بلکہ امام ومؤذن مقرر کرنے میں متولی کا اختیار نہیں جبکہ خود بانی مسجد اس کے اقارب میں نہ ہو امام ومؤذن کے نصب میں پہلا اختیار بانی پھر اس کی اولاد واقارب کا ہے اور دوسرا اختیار مقتدیوں کا ہے یہ بھی جبکہ جس کو بانی مقرر کرنا چاہتا ہے اور جسے مقتدی چاہتے ہیں دونوں یکساں ہوں، اور اگر جسے یہ چاہتے ہیں وہی شرعاً اولٰی ہے تو انھیں کا اختیار مانا جائے گا متولی اس بارے میں کوئی چیز نہیں۔ دُرمختار (میں ہے):

---

[1] ردالمحتار، مطلب لایصح عزل صاحبِ وظیفہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر، ۳/ ۴۲۳

[2] القرآن، ۷۲/ ۱۸

البانی للمسجد اولی من القوم بنصب الامام والمؤذن فی المختار[1] (وکذاولدہ وعشیرتہ اولی من غیرھم اشباہ[2] اھ شامی)الااذاعین القوم اصلح ممن عینہ البانی[3] (لان منفعۃ ذلك ترجع الیھم ۔انفع الوسائل[4] اھ ش)	مختار قول کے مطابق امام اور مؤذن مقرر کرنے کا حق دیگر لوگوں کی بنسبت بانی مسجد کو زیادہ ہے(اسی طرح اسکی اولاد اورخاندان بھی دیگر حضرات سے زیادہ حقدار ہیں اھ شامی) البتہ اس صورت میں کہ جب قوم بانی مسجد سے اعلٰی و صالح امام مقرر کرے تو ہی بہتر ہوگا، (کیونکہ اس کا نفع قوم کو پہنچے گا انفع الوسائل اھ ش) (ت)

اور اگر امامت بلا وظیفہ ہے اور پہلا امام شرعًا اس دوسرے امام سے اولٰی تھا تو متوفی نے دوہرا ظلم کیا راجح کو ہٹانا اور مرجوح کو بڑھانا، اور دونوں برابر ہیں جب بھی بلاوجہ پہلے کو ایذا دہی کا مرتکب ہوا اور اگر یہ دوسرا اولٰی بایں معنی پہلے کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت تھی اس کے پیچھے نہیں تو متولی نے اچھا کیا مقتدیوں کا اس پر اعتراض بے جا ہے نماز اس کے پیچھے ہی مطلقًا جائز ہے جبکہ مذہب وقرات وطہارت واعمال صحیح ہوں، اور مسجد کو تو کوئی جرم ہی نہیں اس میں بہر حال جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۷۹۰ : از ناتھ دوارر یاست ادیپور ملک میواڑ سراج الدین صاحب ۲۲جون ۱۹۲۰ء

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص مسائل نماز روزہ کے تھوڑابہت واقفیت ہے مگر چند عرصہ سے اس کے کانوں میں سماعت کم ہو گئی ہے یعنی اونچا سنتے ہیں، توایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھناجائز ہے یا نہیں، ہونے کو سبب خلاصہ تحریر فرمائیں، اور اگر بہرے پیش امام نے نماز میں غلطی کی اور اپنے مقتدی کا لقمہ نہ سُنا تو نماز میں کوئی خلل تو نہیں آتا ہے یا آتا ہے؟ اس کا جواب باصواب مع فقہ و حدیث اور کتب فقہ وحدیث کا حوالہ بھی ضرور تحریر فرمائیں، اللہ تعالٰی آپ کو اجرِ عظیم عطافرمائے گا۔ ۲۲جون ۱۹۲۰ء از ناتھ دوارریاستاودےپور ملک میوڑاسراج الدین۔

الجواب :

بہرے کے پیچھے نماز جائز ہے مگر اس کا غیر اولٰی ہے جبکہ علم مسائل نماز وطہارت میں اُس سے کم نہ ہو اور

---

[1] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰

[2] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ/ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۵۴

[3] درمختار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ/ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۹۰

[4] ردالمحتار کتاب الوقف فصل یراعی شرط الواقف فی اجارتہ/ مصطفی البابی مصر ۳/ ۴۵۴

غلطی جس پر لقمہ نہ لیا اگر مفسدِ نماز تھی نماز جاتی رہی ورنہ نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۹۱: از حسن پور مراد آباد مدرسہ مرسلہ مولوی عبدالرحمٰن مدرس ۸ ذی قعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سفر میں امام کے عقائد کی تصدیق کی ضرورت ہے یا نہیں۔

الجواب:

ضرورت ہے اگر محلِ شُبہ ہو مثلاً کسی سے سنا کہ یہ امام وہابی ہے وُہ کہنے والا اگرچہ عادل نہ ہو صرف مستور ہو تحقیق ضرور ہے۔

قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیف وقد قیل[1]۔	حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کیسے نہیں ہوسکتا، حالانکہ یہ کہا گیا ہے۔ (ت)

یا وہ بستی وہابیہ کی ہو تو تحقیق کرو اور اگر کوئی وجہِ شُبہ نہیں تو نماز پڑھے پھر اگر بعد کوئی ثابت ہو کہ مثلاً وہابی تھا اعادہ فرض ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۷۹۲ تا ۷۹۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ:

(۱) ایک مسجد فرقہ غیر مقلد نے سنّی حنفی اشخاص کے محلّہ میں کسی طرح پر اراضی کا بیعنامہ کرا کے تعمیر کرائی اور اس کے دروازے پر ایک پتھر جس پر لفظ اہل حدیث کندہ ہے نصب کرادیا اور نماز پڑھنے لگے اس مسجد میں بعض ناواقف لوگ سنّی حنفی ہوکر بھی اکثر اوقات انکی جماعت میں شریک ہوکر نماز پڑھ لیتے ہیں ان کی نماز غیر مقلد امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟

(۲) اگر اس مسجد سنّی حنفی امام کے پیچھے لوگ حنفی غیر مقلدوں کی جماعت کے بعد یا اول ہر روز یا جمعہ کے روز ادا کریں تو نماز ہوگی یا نہیں؟

(۳) اور اگر سنّی حنفی امام کے پیچھے غیر مقلد شخص اسی مسجد میں جماعت میں شریک ہوکر نماز اپنے طریقہ پر پڑھے یعنی آمین بالجہر کرے اور رفع یدین کرے تو حنفیوں کی نماز میں کوئی نقص عائد ہوگا یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

(۱) غیر مقلد کے پیچھے نماز باطل محض ہرگز نہ ہوگی اور پڑھنے والے کے سر پر گناہِ عظیم ہوگا۔ فتح القدیر میں امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[2]۔	اہل ہواء وبدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب الرحلۃ فی المسألۃ النازلۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

[2] فتح القدیر، باب الامامۃ، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکّھر، ۱/۳۰۴

واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) سنّی امام کے پیچھے نماز ہوجائے گی مگراس مسجد میں پڑھنے سے مسجد کا ثواب نہ ملے گا کہ شرعًا مسجد نہیں اور بلاعذرِ شرعی ترک مسجد گناہ ہے، حدیث میں ہے:

لاصلاۃ لجار المسجد الّا فی المسجد [1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	مسجد کے پڑوسی کی نماز مسجد ہی میں ہوسکتی ہے۔(ت)

(۳) جماعت میں غیر مقلد کے شریک ہونے سے ضرور نماز میں نقص پیدا ہوتا ہے اول تو اُس کے آمین بالجہر سے طبیعت مشوش ہوگی، اور دوسرا عظیم نقص یہ ہے کہ اس کی شرکت سے صف قطع ہوگی کہ اس کی نماز نماز نہیں ایک بے نمازی شخص صف میں کھڑا ہوگا اور یہ صف کا قطع ہے اور صف کا قطع ناجائز ہے صحیح حدیث میں فرمایا:

من قطع صفا قطعہ اللہ [2]۔	جس نے صف قطع کی اُسے اللہ تعالٰی (اپنی رحمت سے) قطع کردے(ت)

مع ہذا بد مذہبوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے بھی حدیث میں منع فرمایا ہے: **لا تصلوا معھم** [3] (اُن کے ساتھ نماز نہ پڑھو۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۷۹۵تا ۷۹۷: از شہر محلّہ شاہ دانا مرسلہ جناب میر فدا حسین صاحب مورخہ ۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) نماز جماعت سُنّی حنفی اشخاص کی طالب علمان مدرسہ مداری دروازہ وسرائے خامن کے پیچھے ہوگی یا نہیں۔

(۲) اگر کسی مسجد میں پیش امام مقرر نہ ہو تو حاضرین مسجد کسی شخص کو اپنے میں سے منتخب کریں تو اس میں کس کس احترام والتزام اور کس کس بات کی ضرورت ہے؟

(۳) امام ہر طبقہ کے لوگوں میں سے جو کہ اس وقت موجود ہوں کثرت رائے سے منتخب ہوسکتا ہے باوجودیکہ وہ منتخب شدہ شخص اپنے آپ کو امامت کا اہل نہ سمجھتا ہو مگر اجماع اس کی امامت پر ہوجائے تو وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

---

[1] المستدرک علی الصحیحین کتاب الصلوٰۃ لاصلوٰۃ لجار المسجد الخ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۲۴۶

[2] سُنن ابوداؤد باب تسویۃ الصفوف مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۷

[3] کنزالعمال، الباب الثالث فی ذکر الصحابہ حدیث (۳۲۵۲۹، ۳۲۵۲۸) مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/۵۴۰

الجواب:

(۱) جو مدرسہ خلافِ مذہب اہلسنت ہو اسکے طلباء کو امام نہیں بنا سکتے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۲) امام ایسا شخص کیا جائے جس کی طہارت صحیح ہو قرات صحیح ہو سنّی صحیح العقیدہ ہو فاسق نہ ہو اس میں کوئی بات نفرت مقتدیان کی نہ ہو مسائلِ نماز و طہارت سے آگاہ ہو **واللہ تعالٰی اعلم**

(۳) جو شخص شرائطِ مذکورہ کا جامع ہے اور وہ امام کیا جائے اگرچہ وہ اپنے آپ کو نااہل کہے، اور جو واقعی نااہل ہے وہ امام نہیں ہو سکتا اگرچہ سب کی رائے ہو۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۷۹۸: مسئولہ مسلمانان شہر کہنہ روہیلی ٹولہ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کُرتا اس طرح کا پہنا کرتا ہے جس کی آستینیں کہنیوں کے برابر بلکہ کچھ اونچی ہوتی ہیں یعنی کہنیاں کھلی رہتی ہیں ایسا کُرتا پہنے ہُوئے پر زید کو امام بنایا جاسکتا ہے یا نہیں اور کوئی نقص اس کے پیچھے نماز پڑھنے میں تو نہیں آتا؟ زید کو اس قدر مقدور بھی ہے کہ وہ پوری آستینوں کے کُرتے بنوا کر پہن سکتا ہے اور امامت کرنے کے وقت انگرکھا وغیرہا نہیں پہنتا، علاوہ اس کے زید کو علم بھی اچھا ہے اور ہر ایک مسائل سے واقفیت رکھتا ہے۔

الجواب:

بیانِ مسائل سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کُرتے ایسے ہی آدھے آستین کے بناتا ہے اور نماز کے وقت انگرکھا پہن سکتا ہے مگر نہیں پہنتا اور بازار کو انگرکھا پہن کر جاتا ہے، اس صورت میں زید کے پیچھے نماز اگرچہ ہو جاتی ہے مگر کراہت سے خالی نہیں **فانہ اِذن من ثیاب مھنۃ والصلاۃ فیھا مکروھۃ** (کیونکہ یہ اس کے کام کاج والے کپڑے ہوں گے اور ان کے ساتھ نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔ت) جب وہ ذی علم ہے اور اسے سمجھایا جائے کہ دربارالٰہی بازار سے زیادہ قابلِ تعظیم وتذلّل ہے **قال اللہ تعالٰی خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ**[1] **وقال ابن عمر اللہ احق تتزین لہ** (اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: جب تم نماز کے لئے مسجد میں جاؤ اپنی زینت اختیار کرو۔ اور حضرت ابن عمر نے فرمایا: اللہ تعالٰی سب سے زیادہ حقدار ہے کہ تو اس کی بارگاہ میں زینت اختیار کرے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۷۹۹ تا ۸۰۷: از قصبہ عمری ڈاک خانہ خاص ضلع مرادآباد مسئولہ غلام مصطفٰی اسرار الحق انصاری قادری ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین صورت ہائے مفصلی ذیل میں کہ:

---

[1] القرآن ۷/ ۳۱

(۱) وہابی امام کے پیچھے اہلسنت وجماعت کی اقتداءِ نماز خواہ پنجگانہ یاتراویح یا جمعہ یا عیدین یانوافل یا نماز جنازہ میں درست حکم ہے یا کیاحکم ہے؟

(۲) زید مولویانِ فرقہ وہابیہ دیوبند کو عالم دین سمجھتا ہے اور اُن کی تعظیم و تکریم بھی کرتا ہے لیکن خود عالم نہیں اب زید مذکوراہلسنت وجماعت کی امامت کرسکتا ہے یا نہیں اور اُس کی امامت سے نماز سنّی کی صحیح ہے یا کیا؟

(۳) زید فرقہ وہابیہ دیوبندیہ کو بُرا سمجھتا ہے اور کہتا ہے لیکن اُن کی امامت سے نماز بلا تکلف پڑھتا ہے اور عمرو سُنی حنفی ہے اور وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرتا ہے بخیال نہ ہونے نماز جائز کے، لہٰذا زید مذکور کی امامت سے عمرو مذکور کی نماز صحیح ہوگی یانہیں اور کیوں؟

(۴) امامِ جمعہ وہابی عقائد کا ہے اور صرف ایک ہی مسجد میں جمعہ ہوتا ہے آیا سنّی اُس کی امامت میں نمازِ جمعہ پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور اگر نہیں تو کیا نمازِ ظہر ادا کرے؟

(۵) اگر امامِ جمعہ نمبران (۲) یا (۳) مذکورہ میں سے کوئی ہو تو اہل سنّت وجماعت اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں اور نماز صحیح ہوگی یا کیا۔ نیز نمازِ عیدین کے بارے میں ایسی صورت میں کیا حکم ہے؟

(۶) امام سنّی المذہب ہے اور چار مقتدی جن میں سے ایک سنّی کامل ہے باقی تین صورتہائے متذکرہ نمبر (۲) اور (۳) کے ہیں ایسی حالت میں جمعہ قائم کرسکتے ہیں یا نہیں؟

(۷) نمازِ مغرب یا کسی وقت کی بہ جماعت نماز ساتھ امام صورتہائے متذکرہ ان (۱) یا (۲) یا (۳) کے ہورہی ہے تو کیا سنّی المذہب شریک جماعت ہوسکتا ہے یا نہیں اور تنہا پڑھنے کی حالت میں نماز صحیح ہوگی یا نہیں؟

(۸) حافظ نابینا کی امامت جائز ہے یا نہیں نماز پنجگانہ یاتراویح میں بشرطیکہ سوائے اس کے اور کوئی حافظِ قرآن موجود نہیں ہے البتہ ناظرہ خواں چند ہیں؟

(۹) صورت ہائے مذکورۃ الصدر نمبران (۲) یا (۳) میں سے اگر امام ہو تو نماز تراویح بیں اُس کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

(۱) وہابی کے پیچھے کوئی نماز فرض خواہ نفل کسی کی نہیں ہوسکتی نہ اُس کے پڑھنے سے نماز جنازہ ادا ہوا اگرچہ نمازِ جنارہ میں جماعت و امامت شرط نہیں ولہٰذا اگر عورت امام اور مقتدی ہے نماز جنازہ کا فرض ادا ہوجائے گا کہ اگرچہ مقتدیوں کی اُس کے پیچھے نہ ہوئی خود اُس کی ہوگئی، اور اسی قدر فرض کفایہ کی ادا کافی ہے مگر وہابی تو نماز خود باطل ہے **لانہ لا دین لہ ولا صلٰوۃ لمن لا دین لہ** (کیونکہ اس کا تو کوئی دین نہیں اور جس کا

دین نہیں اس کی نماز نہیں۔ ت) نہ تو اُس کی اپنی ہو سکتی ہے نہ اُس کے پیچھے کسی کی اگرچہ اس کا ہم مذہب ہو یا اور کسی قسم بدمذہب ہو سنّی ہو تو سنّی، **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۲) دیوبندیہ کی نسبت علمائے کرام حرمین شریفین نے بالاتفاق فرمایا کہ وُہ مرتد ہیں۔ اور شفائے قاضی عیاض وبزازیہ و مجمع الانہر ودُرمختار وغیرہا کے حوالے سے فرمایا **من شك فی كفره وعذابه فقد كفر** [1] (جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ ت)

جو اُن کے اقوال پر مطلع ہو کر ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور ان کی حالت کفر وضلال اور ان کے کفری وملعون اقوال طشت از بام ہوگئے ہر شخص کہ نرا جنگلی نہ ہو اُن کی حالت سے آگاہ ہے پھر انہیں عالمِ دین جانے تو ضرور متہم ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل محض۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۳) ابھی گزرا کہ دیوبندیہ کے کافر ہونے میں جو شک کرے وُہ بھی کافر ہے صرف انھیں بُرا جاننا کافی نہیں تو جو انھیں قابل امامت سمجھتا ہے اُس کے پیچھے نماز بیشک باطل محض ہے فانہ منھم (کیونکہ وہ بھی انہی میں سے ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

(۴) اہلسنت پر فرض ہے کہ اپنا امام سنّی صحیح العقیدہ جمعہ و عیدین کے لئے مقرر کریں وہابی کے پیچھے نماز باطل محض ہے اور شہروں میں جمعہ کا ترک حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

(۵) اس کا جواب انھیں نمبروں میں گزرا۔

(۶) ایسی صورت میں جمعہ قائم نہیں ہوسکتا کہ اس کے لئے امام کے سوا کم از کم تین مقتدی درکار ہیں اور یہاں ایک ہی ہے باقی تین نہیں اینٹ پتھر کی مورتیں ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۷) بارہا بتادیا گیا کہ انکے پیچھے نماز باطل اور خود ان کی نماز باطل وہ نماز ہی نہیں لغو حرکات ہیں مسلمان اُسی وقت اپنی جماعت قائم کریں اور جماعت نہ ملے تو اپنی تنہا پڑھے۔

(۸) نابینا کی امامت جائز ہے، ہاں اگر اُس سے افضل موجود ہو تو خلافِ اولٰی ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

(۹) کتنی بار کہا جائے کہ کسی نماز میں اصلًا جائز نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۸۰۸: از شہر ڈونگرپور ملک میوڑا راجپوتانہ بر مکان جمعدار سکندر خان مسئولہ عبدالرؤف خان ۱۳ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص نجومی یا رمّال یا فال دیکھنے والا اُس پر اُجرت

---

[1] دُر مختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۶

لینے والا ہو اور امامت کرتا ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

نجومی ورمّال قابلِ امامت نہیں، یونہی جھوٹے فالناموں والے، ہاں اگر جائز طور پر فال دیکھے اور نہ اس پر یقین کرے نہ یقین دلائے تو حرج نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۰۹: از شہر کہنہ مسئولہ سید ممتاز علی صاحب رضوی ۱۴ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

اہلسنت وجماعت کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ بعد انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام افضل البشر ہیں، زید وخالد دونوں اہل سادات ہیں، زید کہتا ہے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر فضیلت دیتا ہے اُس کے پیچھے نماز مکروہ ہوتی ہے۔ خالد کہتا ہے کہ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ حضرت ابابکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو فضیلت ہے اور ہر سید تفضیلیہ ہے اور تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ نہیں ہوتی بلکہ جو تفضیلیہ کے پیچھے نماز مکروہ بتائے خود اس کے پیچھے مکروہ ہوتی ہے۔

الجواب:

تمام اہلسنت کا عقیدہ اجماعیہ ہے کہ صدیق اکبر وفاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے افضل ہیں، ائمہ دین کی تصریح ہے جو مولٰی علی کو اُن پر فضیلت دے مبتدع بدمذہب ہے، اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ فتاوٰی خلاصہ وفتح القدیر وبحرالرائق وفتاوٰی عالمگیریہ وغیرہا کتب کثیرہ میں ہے: **ان فضل علیا علیھما فمبتدع**[1] (اگر کوئی حضرت علیکو صدیق وفاروق، پر فضیلت دیتا ہے تو وہ بدعتی ہے۔ت) غنیہ وردالمحتار میں ہے: **الصلٰوۃ خلف المبتدع تکرہ بکل حال**[2] (بدمذہب کے پیچھے ہر حال میں مکروہ ہے) ارکانِ اربعہ میں ہے: **الصلوۃ خلفھم تکرہ کراھۃ شدیدۃ**[3] (ان یعنی تفضیلی شیعہ کی اقتداء میں نماز شدید مکروہ ہے۔ت) تفضیلیوں کے پیچھے نماز سخت مکروہ یعنی مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی کتاب الصلوٰۃ الاقتداء باھل الھوائ مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴۹

ف: خلاصۃ الفتاوٰی میں ''ان فضل علیا علی غیرہ'' ہے۔

[2] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۴۱۴

[3] رسائل الارکان فصل فی الجماعۃ مطبوعہ مطبع علوی انڈیا ص ۹۹

ف: عبارت مفہوماً منقول ہے لفظاً نہیں۔ الفاظ یوں ہیں: فیجوز خلفھم الصلوٰۃ لکن یکرہ کراھۃ شدیدۃ۔

مسئلہ نمبر ۸۱۰: شہر کہنہ محلّہ کانکر ٹولہ مسئولہ ننھے خاں ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دکاندار آدمی اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

جائز چیز بیچنا اور جائز طور بیچنا کچھ حرج نہیں رکھتا، نہ اُسکے سبب امامت میں کوئی خلل آئے، ہاں اگر ناجائز چیز بیچے یا مکروفریب کذب یا عقود فاسدہ مثل رلو وغیرہ کا ارتکاب کرے تو آپ بھی فاسق اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۱۱، ۸۱۲: از صدر بازار بریلی مسئولہ نعمت اللہ خاں محرر پونڈ ۱۶ محرم ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید اہل سنت وجماعت ہے زید کی نماز وہابی کے پیچھے جائز ہے یا نہیں؟

(۲) بکر وہابی اور زید اہلسنت وجماعت ہے، تو بکر کی نماز زید کے پیچھے ہو سکتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

سنّی کی نماز وہابی کے پیچھے نہیں ہو سکتی، امام محمد وامام ابویوسف وامام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی: **ان الصلٰوۃ خلف اھل الھواء لاتجوز**[1] (اہل بدعت وبدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت)

بلکہ وہابی کی نماز نہ کسی کے پیچھے ہو سکتی ہے نہ خود تنہا، وہابی کے پیچھے کسی کی نماز ہو سکتی ہے اگرچہ اس کا ہم مذہب ہو کہ صحتِ نماز کے لئے پہلی شرط اسلام ہے اور وہابیہ توہینِ خدا اور رسول کے سبب اسلام سے خارج ہیں۔ فتاوٰی علمائے کرام حرمین شریفین میں ہے:

من شك فی کفرہ و عذابه فقد کفر۔[2]	جس نے اس کے کفر وعذاب میں شک کیا وہ بھی کافر ہوگیا۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۸۱۳: از موضع برتاپور ضلع بریلی مسئولہ گلزار شاہ ۲۱ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چند آدمی ناخواندہ قطعًا ہیں اور اُن آدمیوں میں ایک آدمی کچھ خواندہ عربی کا ہے لیکن پیشہ فقیری کا ہے اُس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

فقیری کا پیشہ کہ تندرست ہوتے ہوئے بھیک مانگتے پھرتے ہیں حرام ہے اور اس کی کمائی خبیث اور اُسے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[2] درمختار باب المرتد مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۲۰۶، حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین مکتبہ نبویہ لاہور

امام بنانا گناہ، اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ، اس میں سے کسی پرہیزگار جو سنّی صحیح العقیدہ ہو وضو غسل ٹھیک کرتا ہو نماز صحیح پڑھتا ہو امام بنائیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۸۱۴: از ضلع سیونی چھپارہ محلّہ قاضی ممالک متوسط مسئولہ محمد ظہور الحسن صاحب ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض لوگ مندرجہ ذیل حدیث شریف کو جھوٹا کہتے ہیں وہ یہ ہے:

عن عمرو بن سلمة قال لماکانت وقعة الفتح بادر کل قوم باسلامھم وبدرابی قومی باسلامھم فلما قدم قال جئتکم واللہ من عندالنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حقا فقال صلوا صلاۃ کذا فی حین کذا وصلاۃ کذا فی حین کذا فاذا حضرت الصلاۃ فلیؤذن احدکم ویؤمکم اکثرکم قرانا فنظروا فلم یکن احد اکثر قرانا منی لما کنت اتلقی من الرکبان فقدمونی بین ایدیھم وانا ابن ست اوسبع سنین وکانت علی بردۃ کنت اذا سجدت تقصلت عنی فقالت امرأۃ من الحی الا تغطوا عنا است قارئکم فاشتروا فقطعوا لی قمیصا فما فرحت بشیئ فرحی بذلك القمیص [1] رواہ البخاری وفی روایة النسائی کنت اومھم وانا ابن ثمان سنین [2] وفی روایة لابی داؤد وانا ابن سبع سنین اوثمان سنین [3] وفی روایة لاحمد وابی داؤد فما شھدت مجمعا من جرم الا کنت امامھم الی یوم ھذا [4]۔	عمرو بن سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ جب مکّہ فتح ہوا تو ہر ایک قوم نے اسلام لانے میں جلدی کی اور میرے والد نے اپنی قوم سے اسلام لانے میں جلدی کی پس جب وہ آں حضرت صلی اللہ تعالٰی کی خدمت سے واپس آئے تو انھوں نے فرمایا واللہ میں تمہارے پاس اس سچّے نبی اور حق کے پاس سے آیا ہوں پس تم لوگ نماز ایسے ایسے وقت میں پڑھا کرو پس جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک اذان کہے اور تم میں سے زیادہ قرآن پڑھا ہوا تمھاری امامت کرائے پس انھوں نے دیکھا تو مجھ سے زیادہ قرآن خواں کسی کو نہ پایا کیونکہ میں سواروں سے (جو ہمارے پاس سے گزرتے تھے) سیکھ لیا کرتا تھا انھوں نے مجھ کو اپنا امام بنالیا اور میں چھوٹا سات برس کا لڑکا تھا اور مجھ پر ایک چادر ہوتی تھی جب میں سجدہ کرتا تھا تو وہ چادر مجھ سے سکڑ جاتی تھی پس قبیلہ کی ایک عورت نے کہا تم ہم سے اپنے قاری کے سرین نہیں ڈھانکتے پس انھوں نے کپڑا خریدا اور انھوں نے میرے لئے کُرتا بنایا پس میں جیسا اُس کپڑے سے خوش ہوا اور کسی چیز سے خوش نہیں ہوا بخاری ونسائی کی روایت بھی ہے کہ میں ان کی امامت کراتا تھا اور میں آٹھ برس کا تھا۔ اور ابی داؤد کی روایت میں زیادہ ہے کہ سات یا آٹھ برس کا لڑکا تھا اور احمد

---

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی ۲/ ۶۱۶

[2] سنن نسائی کتاب الامامۃ ۱/ ۹۱

[3] سنن ابو داؤد باب من احق بالامامۃ ۱/ ۸۶

[4] مسند احمد بن حنبل حدیث عمرو بن سلمہ ۵/ ۷۱

اور ابوداؤد کی ایک روایت میں زیادہ ہے کہ میں جرم قبیلہ کے کسی مجمع میں نہیں حاضر ہوا مگر وہ آج کے دن تک وہاں مجھ کو امام بناتے ہیں۔ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ بچّہ نابالغ کی امامت جائز ہے اور امام حسن بصری اور اسحاق اور امام شافعی اور امام یحیٰی کا بھی مذہب ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بچے کی امامت کے منع میں کوئی حدیث صحیح نہیں ہے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ آیا یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں، اور کوئی شخص اس حدیث شریف کو جھوٹا کہے تو اس کے واسطے شریعت کی طرف سے کیا حکم ہے، اور ایک لڑکا ہے جو دیکھنے میں بالغ معلوم ہوتا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں بالغ ہوں اور بالغ کی علامت پائی جاتی ہے اور اُس کی عمر ۱۴ برس کی ہے اور وہ قرآن شریف کو ٹھیک طور سے حروف کی ادائیگی کے ساتھ پڑھتا ہے لیکن بعض لوگ اس کو نابالغ کہتے ہیں اس کی بات کا یقین نہیں کرتے، دریافت طلب یہ بات ہے کہ وہ نماز پڑھا سکتا ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ ہر دو سوالوں کے جواب باصواب سے مشرف فرمایا جائے۔

الجواب:

چودہ برس کی عمر کا لڑکا جب کہے کہ میں بالغ ہوں اُس کا قول واجب القبول ہے اور اسے بالغ مانا جائے گا اور اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی جبکہ ظاہر حال اس کی تکذیب نہ کرتا ہو، اور نابالغ ہمارے ائمہ کے نزدیک بالغ کا امام نہیں ہوسکتا کہ وہ متنفل ہے یہ مفترض، اور نفل متضمن فرض نہیں ہوسکتا۔ حدیث مذکور کو صحیح ہے اور جھوٹا کہنا جہل یا عناد، اور اس کے جوابات فتح القدیر وعینی شرح ہدایہ میں مذکور ہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۱۵: از شہر محلّہ قراولان مسئولہ عبدالکریم خیاط قادری رضوی ۲۳ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا ارشاد ہے شریعت مقدسہ کا اس مسئلہ میں کہ زید بدمذہبوں کے یہاں علانیہ کھاتا ہے بدمذہبوں سے میل جول رکھتا ہے مگر خود سُنّی ہے اُس کے پیچھے نماز کیسی اور اسکے تراویح سننا کیسا ہے؟ بینواتوجروا۔

الجواب:

اس صورت میں وہ فاسق معلن ہے اور امامت کے لائق نہیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۱۶: از شہر محلّہ ذخیرہ مسئولہ منشی شوکت علی صاحب محرر چونگی ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا حکم ہے اہل شریعت کا اس مسئلہ میں کہ امامت کن کن شخصوں کی جائز ہے اور کن کن کی ناجائز اور مکروہ، اور سب سے بہتر امامت کس شخص کی ہے؟

الجواب:

جو قرأت غلط پڑھتا ہو جس سے معنی مفسد ہوں وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو یا ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو جیسے وہابی، رافضی، غیر مقلد، نیچری، قادیانی، چکڑالوی وغیرہم یا وہ جو ان میں سے کسی کے عقائد پر مطلع ہو کر اس کے

کفر میں شک کرے یا اسکے کافر کہنے میں تامل کرے اُن کے پیچھے نماز محض باطل ہے، اور جس کی گمراہی حدِ کفر تک نہ پہنچی ہو جیسے تفضیلیہ: مولیٰ علی کو شیخین سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ وعمرو بن عاص وابوموسیٰ اشعری ومغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بُرا کہتے ہیں ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمیہ مکروہ ہے کہ انھیں امام بنانا حرام ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب، اور انھیں کے قریب ہے فاسق معلن مثلاً داڑھی منڈا یا خشخاشی رکھنے والا یا کترواکر حدِ شرع سے کم کرنے والا یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصًا وہ جو چوٹی گُندھوائے اور اس میں موباف ڈالے یا ریشمی کپڑے یا مغرق ٹوپی یا ساڑھے چار ماشے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی انگوٹھی یا ایک نگ کی دو ۲ انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں یا سُود خور یا ناچ دیکھنے والا اُن کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن میں وُہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ کراہت ونفرت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلافِ اولیٰ اور پڑھ لیں تو کوئی حرج نہیں، اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائلِ نماز وطہارت کا علم رکھتے ہوں تو انھیں کی امامت اولیٰ ہے۔ بخلاف ان سے پہلی دو قسم والوں سے کہ اگرچہ عالم متبحر ہو وہی حکم کراہت رکھتا ہے مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ وعیدین پڑھ لئے جائیں۔ بخلاف قسم اول مثل دیوبندی وغیرہم، نہ ان کی نماز نماز ہے نہ اُن کے پیچھے نماز نماز، الغرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لئے نہ مل سکے تو جمعہ وعیدین کا ترک فرض ہے جمعہ کے بدلے ظہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوض نہیں، امام اُسے کیا جائے جو سنّی العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القرأۃ مسائلِ نماز وطہارت کا عالم غیر فاسق ہو نہ اُس میں کوئی ایسا جسمانی یا روحانی عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو یہ ہے اس مسئلہ کا اجمالی جواب اور تفصیل موجب تطویل واطناب **واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔**

مسئلہ نمبر ۸۱۷: از ٹھریا موہن پور ضلع بریلی مسئولہ حافظ ابراہیم خاں ۲۸ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امامت کا مصلّی اگر در میں ڈالا جائے تو کون سے در میں ڈالا جائے اگر بائیں در میں ڈالا جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

سنّت یہ ہے کہ امام مسجد کے وسط میں کھڑا ہو، اگر مثلاً اندر کی مسجد چھوٹی ہو اور باہر کی مسجد جنوب یا شمال کی طرف زیادہ وسیع ہو تو جب اندر پڑھائیں اُس حصہ کے وسط میں امام کھڑا ہو اور جب باہر پڑھائیں تو اس حصہ کے وسط میں خواہ وہ کسی در کے مقابل ہو یا سب دروں سے باہر ہو جائے۔ **واللہ تعالیٰ اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۱۸: شہر کہنہ محلّہ لودھی ٹولہ مسئولہ حبیب اللہ خاں صاحب ۲۹ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جو شخص جھوٹے مسئلے ظاہر کرے اُس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر قصداً جھوٹا فتوٰی دیا قابل امامت نہیں کہ سخت کبیرہ کا مرتکب ہوا اور جہالت سے ایک آدھ بار فتوٰی میں دخل دیا اُسے سمجھایا جائے تائب ہو اور آئندہ باز رہے تو اس کی امامت میں حرج نہیں اور اگر عادی ہے اور نہیں چھوڑتا تو فاسق ہے اور لائقِ امامت نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۸۱۹: از شہر محلّہ بھوڑ مسئولہ حشمت علی ۲۱ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اہلسنت وجماعت کا زید کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب:

جو وہابی کو وہابی جان کر اُس کے پیچھے نماز پڑھے اگر وہابی کو قابلِ امامت جانتا ہے خود وہابی ہے اور اس کے پیچھے نماز باطل محض، ورنہ اپنی نماز کا باطل کرنے والا اور کم از کم فاسق معلن ہے۔ اسے امام بنانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ نمبر ۸۲۰: بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی غنی رضاخان صاحب ۲۸ صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ داڑھی منڈانے والے کواوّل صف میں جماعت میں شریک ہونا چاہئے یا پچھلی صف میں۔ زید کہتا ہے کہ اس کی ممانعت کسی جگہ شرع میں نہیں ہے اور داڑھی منڈانے والا جماعت بھی پڑھاسکتا ہے کیونکہ نماز فاسق کے پیچھے بھی جائز ہے، اور یہ بھی تحریر فامایئے گا کہ امام کی داڑھی کتنی بڑی ہونی چاہئے اور داڑھی منڈانے والے کی نماز میں تنہاپڑھنے میں کچھ فرق آتا ہے کہ نہیں؟

الجواب:

داڑھی منڈانا فسق ہے اور فسق سے متلبس ہو کر بلاتوبہ نماز پڑھنا باعث کراہت نماز ہے جیسے ریشمی کپڑے پہن کر یا صرف پائجامہ پہن کر، اور داڑھی منڈانے والا فاسق معلن ہے، نماز ہو جانا بایں معنٰی ہے، کہ فرض ساقط ہو جائے گا ورنہ گنہگار ہوگا اسے امام بنانا اور اس کے پیچھے نماز مکرہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، باقی اگر وُہ صف اول میں آئے تو اسے ہٹانے کا حکم نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۸۲۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو شخص تارک الجماعۃ بھی ہو اور نماز پنجوقتہ پڑھانے کی اُجرت یا تنخواہ بطور چندہ مسلمانوں سے طلب کرے اُس کے پیچھے نماز جمعہ جائز ہے یا نہیں، اور وہ قبر کی

نوکری بھی کرتا ہے۔

الجواب:

بیانِ سائل سے واضح ہوا کہ یہ شخص باوصفِ قدرت اصلاً جماعت میں نہیں آتا اور اپنا آنا اس شرط پر مشروط کرتا ہے کہ مجھے تنخواہ دو تو امامت کروں، اور قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی نوکری کیا کرتا ہے، تلاوت قرآن مجید کی نوکری تو ناجائز حرام ہے **کما حققه العلامة الشامی فی اجارة ردالمحتار** (جیسا کہ علّامہ شامی نے ردالمحتار کے باب الاجارہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) اور امامت کی نوکری اگرچہ اب جائز ہے **کما صرح به فی المتون** (جیسا کہ متون میں اس پر تصریح ہے۔ ت) مگر اس طرح کہ نوکری نہ ہو جماعت ہی کو نہ آئے ایسا تارک جماعت باوصف قدرت بیشک فاسق مردود الشہادۃ ہے **نص علیه العلماء الکبار وشهدت بهاالحدیث والاثار** (اس پر اکابر علما نے تصریح کی اور احادیث وآثار اس پر شاہد ہیں۔ ت) اُس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قریب بحرام ہے **کما حققه المولی المحقق ابراہیم الحلبی فی الغنیة شرح المنیة** (جیسا کہ فاضل محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ میں تحقیق کی ہے۔ ت) جہاں کہ جمعہ متعدد مساجد میں ہوتا ہے نمازِ جمعہ بھی ہرگز نہ پڑھی جائے، **لانه بسبیل من التحول ا**[1] **کما فی فتح القدیر وغیرہ** (کیونکہ وہاں سے منتقل ہونا ممکن ہے۔ فتح القدیر میں ایسا ہی ہے۔ ت) ایسے شخص کو امام بنانا گناہ ہے **کما افادہ فی فتاوی الحجة** (جیسا کہ فتاوی الحجہ سے مستفاد ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۸۲۲: از پیلی بھیت محلّہ بھینسا بھاڑ مکان عبدالکریم صاحب رنگریز مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۳ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں ایک شخص کو قطرہ کا عارضہ ہے مگر ہر وقت نہیں آتا جس وقت پیشاب پھرتا ہے اس کے بعد میں برابر آتا رہتا ہے اور ڈھیلے سے استنجا نہیں سوکھتا مگر پانی سے استنجا کرکے نصف گھنٹہ لنگوٹ باندھ لیتا ہے سوکھ جاتا ہے پھر جب تک پیشاب نہیں پھرتا ہے نہیں آتا ہے مگر کبھی دوسرے تیسرے دن پیشاب پھرے، غیر وقت بھی آجاتا ہے، ہر روز نہیں آتا ہے ایسے شخص کے پیچھے فرض پڑھنا درست ہے یا نہیں اور یہ شخص حافظِ قرآن بھی ہے اس کے پیچھے تراویح بھی درست ہے یا نہیں۔

الجواب:

اس کے پیچھے فرض وتراویح وغیرہا سب درست ہیں۔ درمختار میں ہے:

یجب ردعذرہ اوتقلیله بقدر قدرته	معذور پر عذر کا روکنا یا کم کردینا اس کی اپنی قدرت

---

[1] فتح القدیر باب الامامة مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

ولو بصلاتہ مؤمئًا وبردہ لایبقی ذاعذر[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	کے مطابق واجب ہے خواہ اشارہ کرکے نماز پڑھنے سے عذر موقوف ہوسکے، عذر ہٹانے کی صورت میں وہ شخص معذور نہ رہے گا۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۸۲۳: کیا فرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ امام مصلّٰی پر کھڑا ہو اور مقتدی بغیر مصلّے یعنی فقط صحن میں کھڑا ہو اس صورت میں نماز مکروہ ہے یا نہیں؟ **بیّنوا توجروا**

الجواب:

نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ حدیث وفقہ میں کہیں اس کی ممانعت نہیں، نہ امام کی تعظیم شرعًا ممنوع ہے نہ یہ انفراد علی الدکان کی قبیل سے ہے، بحرالرائق میں ہے: الکراھۃ لابدلھا من دلیل خاص[2] (کراہت کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ت) منح الغفار میں ہے: بمثل ھذالاتثبت الکراھۃ اذلا بدلھا من دلیل خاص[3]۔ (اس طرح کی چیز سے کراہت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ اس کے لئے مستقل دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ت) البتہ اگر امام براہ تکبر واستعلا ایسا امتیاز چاہے تو اُس کی یہ نیّت سخت گناہ وحرام وکبیرہ ہے۔

قال اللہ تعالٰی اَلَیْسَ فِیْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۶۰﴾[4]۔ اعاذنا اللہ سبحٰنہ وتعالٰی بمنہ وکمال کرمہ اٰمین۔ واللہ تعالٰی اعلم	اللہ تعالٰی کا فرمان ہے کیا متکبرین کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں ہے؟ (ت) اللہ تعالٰی اپنے فضل وکرم کے ذریعے اس سے ہم سب کو پناہ عطا فرمائے۔ آمین (ت)

مسئلہ نمبر ۸۲۴ تا ۸۲۶: از قصبہ سرواڑ علاقہ کشن گڑھ متصل اجمیر ہوشیاروں کی مسجد مسئولہ جناب قاضی اکبر صاحب ۲۰ ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) غیر مقلدین کے پیچھے ہماری نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) غیر مقلدین کو ہماری مقلدین کی مسجد میں آنے دینا درست ہے یا نہیں؟

---

[1] درمختار، باب الحیض، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱/ ۵۳

[2] بحرالرائق باب العیدین مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۳

[3] ردالمحتار بحوالہ منح الغفار باب العیدین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۶۱۴

[4] القرآن ۳۹/ ۶۰

(۳) جس کسی محلّہ کی مسجد میں محلّہ دارانِ حنفیّہ نے متفق ہو کر اپنے محلّہ کی مسجد میں ایک تو مؤذن اور ایک پیش امام مقرر کر رکھا ہو اور نماز کے وقت مؤذن کی راہ دیکھتا ہے کہ وقت ہو جائے تو اذان کہے اور پیش امام مذکور باوضو مسجد مذکور میں یا خاص مصلّے پر بیٹھاہُوا ہو اس حالت میں بلا رضامندی پیش امام مقررہ کے دوسرا کوئی مسجد مذکور میں اسی محلّہ کا یا دوسرے محلّہ کا یا دوسرے گاؤں کا اذان دے یا نماز پڑھائے تو جائز ہے یا نہیں، اگر بلا رضامندی اذان دینا یا نماز پڑھنا مقرر کے سوائے ناجائز ہو اور محلّہ داران مذکور منع کرتے ہوں اور وُہ نہ مانے تو شرع شریف سے اُن کے لئے کیا حکم؟ فقط

الجواب:

(۱) ان کے پیچھے نماز محض باطل ہے جیسے کسی یہودی کے پیچھے، فتح القدیر میں ہے:

ان الصلٰوۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	اہل بدعت و بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں (ت) واللہ تعالٰی اعلم

(۲) یہ تو معلوم ہوچکا کہ نماز میں اُن کا کوئی حق نہیں، ان کی نماز نماز ہی نہیں، تو مسجد میں اُنھیں آنے کا حق نہیں اور ان کے آنے سے فتنہ ہوتا ہے اور فتنہ کا بند کرنا فرض ہے اور وہ قصداً مسلمانوں کو ایذا دیتے ہیں کم از کم اپنی آمین بالجہر کی آوازوں سے جو قصداً اعتدال سے بھی زائد نکالتے ہیں اور موذی کو مسجد سے روکے جانے کا حکم ہے۔ درمختار میں ہے:

یمنع منه وکذاکل موذ ولو بلسانه[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم	ایسے شخص کو دخولِ مسجد سے منع کیا جائے اور اسی طرح ہر تکلیف دینے والے کو منع کیا جائے گا اگرچہ وہ زبان ہی سے ایذا دے۔ (ت)

(۳) امام معیّن موجود وحاضر ہے تو بے اس کی مرضی کے دوسرا زبردستی بلاوجہ شرعی امام بن جانا ناجائز وگناہ ہے۔ حدیث میں فرمایا:

الالایؤمن الرجل فی سلطانه الا باذنه[3]۔	کوئی آدمی سلطان اور حاکم (مراد صاحب تصرف ہے صاحب خانہ ہو یا صاحب مجلس یا امام مسجد کوئی بھی ہو) کی اجازت کے بغیر امامت نہ کروائے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[2] دُرمختار باب مایفسد الصلٰوۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۴

[3] صحیح مسلم باب من احق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳۶

اور مؤذن مقرر کئے ہوئے کے خلاف مرضی بلاوجہ شرعی اذان دینا اس کے حق میں ناحق دست اندازی، اور نفرت دلانا ہے اور صحیح حدیث میں اس سے منع فرمایا **بشروا ولا تنفروا**[1] (لوگوں کو خوش کرو اور نفرت نہ پھیلاؤ۔ ت) ایسے لوگ مفسد ہیں اگر نہ مانیں تو مسجد سے باہر کردینے کا حکم ہے، ہاں اگر امام ناقابلِ امامت ہے مثلاً غلط خواں یا وہابی وغیرہ تو نہ وہ امام ہے نہ اُسکا پڑھانا امامت۔ یونہی اگر موذن ایسی حالت پر جس کی اذان کے لئے شرعاً حکم اعادہ ہے تو ایسوں کو اذان وامامت سے باز رکھنا بجا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۲۷: از شہر جامع مسجد مولوی محمد افضل صاحب

چہ می فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ شخص امام راخوب نمی داند باعتقاد خود و درخانہ نماز میگذارد روا ہست یانہ؟	کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین کہ ایک شخص اپنے عقائد کے مطابق امام کو اچھا نہیں سمجھتا اور نماز گھر میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب:

اگر فی الواقع امام بدمذہب یافاسق معلن یافاسق القراءۃ است وتبدیلش نتوانند نہ جماعت دیگر درمسجد می تواں کرد آنگاہ بخانہ بااہل خود اقامت جماعت باید کرد یا تنہا گزارد اگر دیگرے ندارد۔	اگر واقعی امام بدمذہب یا فاسق معلن یا فاسق القراءۃ ہو اور اس کو تبدیل نہ کرسکتا ہو، نہ مسجد میں دوسری جماعت کرواسکتا ہو تو اس صورت میں گھر میں اپنے اہل کے ساتھ جماعت قائم رکے یا تنہا ادا کرے اگر کوئی دوسرا گھر نہ ہو۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۸۲۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر مقتدی عمامہ باندھے ہوں اور امام فقط ٹوپی پہنے تو مکروہ ہوگی یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اس میں شک نہیں کہ نماز عمامہ کے ساتھ نماز بے عمامہ سے افضل کہ وُہ اسباب تجمل ہے ہی اور یہاں تجمل محبوب اور مقام ادب کے مناسب اس لئے تلاوت قرآن کے وقت تعمم مندوب ہوا **کما فی فتاوٰی قاضیخاں** (جیساکہ فتاوٰی قاضی خان میں ہے۔ ت) اور نماز میں کہ گویہ دربار عظیم الشان حضرت **ملك السمٰوٰت والارض جل جلالہ** کی حاضری ہے رعایتِ آداب بہ نسبت تلاوت کے اہم اور امام کہ سردار مطاعِ قوم ہے اُس کے ساتھ احق والیق، لہٰذا نظافتِ ثوب و پاکیزگی لباس وجوہ تقدیم استحقاقِ امامت سے قرار پائی **کما فی الدر المختار** (جیساکہ دُرمختار میں ہے۔ ت) مگر بااینہمہ صورت مستفسرہ میں صرف ترک اولٰی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یسروا الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۴

ہوا تو اُس سے کراہت لازم نہیں آتی تاوقتیکہ اس کا ثبوت کسی خاص دلیل شرعی سے نہ ہو ورنہ نمازِ چاشت واشراق وغیرہما ہر مستحب کا ترک مکروہ ٹھہرے اور یہ صحیح نہیں، حاشیہ شامیہ میں بحر الرائق سے نقل کیا:

لایلزم من ترك المستحب ثبوت الکراھة اذبدلها من دلیل خاص ، وفیها عن تحریر الاصول ، خلاف اولٰی مالیس فیه صیغة نھی کترك صلاة الضحٰی بخلاف المکروہ تنزیها[1] انتھی وتمامه فیها۔	ترک مستحب سے ثبوت کراہت لازم نہیں آتا اس کے لئے خاص اور مستقل دلیل کی ضرورت ہوتی ہے اور اسی میں تحریر الاصول کے حوالے سے ہے، خلافِ اولٰی یہ ہے کہ جس میں صیغہ نہی نہ ہو مثلاً نمازِ چاشت کا ترک کرنا بخلاف مکروہ تنزیہی کے اھ اس کی پوری تفصیل وہاں ملاحظہ کیجئے۔ (ت)

بالجملہ جب تک اس بارہ میں نہی ثابت نہ ہوگی کراہت مانی جائے گی، **واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔**

مسئلہ نمبر ۸۲۹: از سرکار مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ درگاہ کلاں مسئولہ حضرت صاحبزادہ والامرتبت بالامنقبت حضرت سیّد شاہ محمد میاں صاحب زید مجدہم ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۳۰ھ

جامع کمالات منبع برکات مولٰنا المعظم زادت برکاتہم، پس از سلام مسنون عارض ہوں فساق کی امامت علی المذہب مفتی بہ مکروہ تحریمی قابلِ اعادہ یا مکروہِ تنزیہی یا کچھ تفصیل، اگر فساق کی امامت سے صلحا بھی اور فساق دونوں نمازیں پڑھیں بر تقدیر اعادہ صرف صلحا کے لئے نماز مکروہ تحریمی قابلِ اعادہ ہے یا صلحا وفساق دونوں کے لئے، اور صلحا اگر منع فساق عن الامامۃ سے عاجز ہوں تو صلوٰتِ خمسہ بے جماعت پڑھنا یا فساق کی امامت سے پڑھنا اولٰی، درمختار میں ہے کہ فساق واعمی وعبد وولد الزنا وغیرہ کی امامت تب مکروہ ہے جب دوسرے ان سے اچھے موجود ہوں ورنہ نہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ جو لوگ مکروہ کہتے ہیں ان کے نزدیک بھی یہی حکم ہے یا کچھ اور؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

امامتِ فساق کی نسبت علما کے دونوں قول ہیں کراہت تنزیہی کما فی الدر اور کراہت تحریمی کما فی الغنیۃ وفتاوی الحجۃ والتبیین وابی السعود والطحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا، اور ان میں توفیق یہ ہے کہ فاسق غیر معلن کے پیچھے مکروہ تنزیہی اور معلن کے پیچھے تحریمی، مبتدع کی بدعت اگر حدِ کفر کو پہنچی ہو اگر عند الفقہا یعنی منکرِ قطعیات ہو اگرچہ منکرِ ضروریات نہ ہو، تو صحیح یہ ہے کہ اس کے پیچھے نماز باطل ہے کما فی **فتح القدیر**

---

[1] ردالمحتار مطلب ترک المندوب ھل تکرہ تنزیہا الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۹۱

ومفتاح السعادۃ والغیاثیۃ وغیرہا (فتح القدیر، مفتاح السعادۃ اور غیاثیہ وغیرہ میں اسی طرح ہے۔ت) کہ وہی احتیاط جو متکلمین کو اُس کی تکفیر سے باز رکھے گی اُس کے پیچھے نماز کے فساد کا حکم دے گی **فان الصلاۃ اذا صحت من وجوہ وفسدت من وجہ حکم بفسادھا**[1] (نماز جب کئی وجوہات کی بناپر صحیح مگر ایک وجہ سے فاسد تو اس کو فاسد قرار دیا جائے گا۔ت) ورنہ مکروہ تحریمی، جن صورتوں میں کراہت تحریم کا حکم ہے صلحاء وفساق سب پر اعادہ واجب ہے، جب مبتدع یا فاسق معلن کے سوا کوئی امام نہ مل سکے تو منفردًا پڑھیں کہ جماعت واجب ہے اور اس کی تقدیم بکراہت تحریم اور واجب و مکروہ تحریم دونوں ایک مرتبہ میں ہیں **ودرء المفاسد اھم من جلب المصالح**[2] (مفاسد کا دُور کرنا مصالح کے حصول سے اہم اور ضروری ہوتا ہے۔ت) ہاں اگر جمعہ میں دوسرا امام نہ مل سکے تو جمعہ پڑھیں کہ وُہ فرض ہے اور فرض اہم۔

اسی طرح اگر اُس کے پیچھے نہ پڑھنے میں فتنہ ہو تو پڑھیں اور اعادہ کریں کہ **اَلْفِتْنَۃُ اَکْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ**ؕ[3] (فتنہ قتل سے بڑی برائی ہے۔ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۳۰: ۱۲ صفر ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر استاد وہابی ہو تو شاگرد اُس کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

وہابی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ اپنا استاد ہو بلکہ اُسے استاد بتانا ہی اُس کے حق میں زہر قاتل سے بدتر ہے فورًا پرہیز کرے کہ صحبت بدآدمی کو بدبنا دیتی ہے نہ کہ بد کی تعلیم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم[4]۔ **واللہ تعالٰی اعلم**	اُن سے دُور بھاگو اور اُن کو اپنے سے دُور کرو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں کہیں وہ تم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مسئلہ نمبر ۸۳۱: از فیض آباد ڈاک خانہ شہزاد پور مرسلہ عبداللہ طالب العلم ۱۳۲۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ آیا زانی کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں، کیونکہ اس مسئلہ میں بہت جھگڑا پیدا ہے یہاں تک حالت گزر گئی کہ نماز جماعت میں تفرق ہوگیا ہے حدیث اور کتاب کی سند ہونا چاہئے۔ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

زانی فاسق اور فاسق معلن کے پیچھے نماز منع ہے اُسے امام بنانا گناہ ہے اُس کے پیچھے جو نمازیں

---

[1] فتح القدیر باب صلوٰۃ المسافر، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲/ ۱۴

[2] الاشباہ والنظائر الخامسۃ درء المفاسد اولٰی من جلب المصالح مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ ۱/ ۱۲۵

[3] القرآن ۲/ ۲۱۷

[4] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۰

پڑھی ہوں اُن کا پھیرنا واجب ہے، ردالمحتار میں ہے:

مشی فی شرح المنیۃ علی ان کراھۃ تقدیمہ (یعنی الفاسق) کراھۃ تحریم[1]۔	شرح منیہ میں ہے کہ فاسق کی تقدیم (یعنی اس کو امام بنانا) کراہتِ تحریمی ہے۔(ت)

درمختار میں ہے:

کل صلاۃ ادیت مع کراھۃ التحریم تجب اعادتھا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہر وُہ نماز جو کراہتِ تحریمی کے ساتھ ادا کی گئی ہو اس کا اعادہ واجب ہے۔(ت)

مسئلہ نمبر ۸۳۲: از کاسگنج ضلع ایٹہ محلّہ نواب مرسلہ عباداللہ صاحب ویکسینیٹر ٦ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید بزعم امامت نماز فرض پنجگانہ و نماز جمعہ بجماعت کثیر معمولی جُوتا جو ہر وقت پہنا کرتا ہے پہن کر پڑھاتا ہے وقتِ اعتراض بکر کو ترجمہ حدیث مشکوٰۃ شریف دکھاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے الدوام پڑھی ہے چونکہ یہاں نہ کوئی ذخیرہ کتبِ دینیہ ہے جو دیکھ کر اطمینان کرایا جائے اور نہ کوئی عالم ہے جس کے ذریعہ سے پایہ ثبوت کو پہنچیں لہٰذا آپ سے التجا کی جاتی ہے کہ براہ نوازش عالمانہ آپ مع حوالہ کتاب و باب و صفحہ و سطر حسبِ قاعدہ مرحمت فرمایئے۔

الجواب:

تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہے عرب میں باپ کو کاف اور انت سے خطاب کرتے ہیں جس کا ترجمہ "تو" ہے اور یہاں باپ کو "تو" کہے بیشک بے ادب گستاخ اور اس ایہ کریمہ کا مخالف ہے فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾[3] (ماں باپ کو ہُوں نہ کہہ نہ جھڑک اور ان سے عزّت کی بات کہہ) صدہا سال سے عرف عام ہے کہ استعمالی جوتے پہن کر مسجد میں جانے کو بے ادبی سمجھتے ہیں ائمہ دین نے اُس کے بے ادبی ہونے کی تصریح فرمائی، امام برہان الملّۃ والدّین صاحب ہدایہ کی کتاب التجنیس والمزید اور محقق بحر زین ابن نجیم کی بحر الرائق اور فتاوی سراجیہ اور عالمگیریہ جلد پنجم ص ۱۲۲ کتاب الکراہۃ باب خامس میں ہے: دخول المسجد متنعلا مکروہ[4] (مسجد میں جوتا پہن کر داخل ہونا مکروہ ہے۔ت) آج اگر کسی نواب کے دربار

---

[1] ردالمحتار، باب الامامۃ، مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴

[2] درمختار باب صفۃ الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۴۱

[3] القرآن ۱۷/ ۲۳

[4] فتاوٰی ہندیۃ باب فی آداب المسجد والقبلۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۲۱

میں آدمی جُوتا پہنے جائے تو بے ادب ٹھہرے، نماز اللہ واحد قہار کا دربار ہے، مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلنا اور اُن میں فتنہ وفساد پیدا کرنا اور انھیں نفرت دلانا قرآنِ عظیم واحادیث صحیحہ کے نصوص قاطعہ سے حرام اور سخت حرام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۳۳: از ترپول سولول ڈاکخانہ ہرول ضلع دربھنگہ بلگرچرسہ مرسلہ عبدالحکیم صاحب ۲۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

اگر کسی مسلمان کا بستی سے باہر دوسرے محلّہ میں مکان ہو اور وُہ امام بھی ہو اور کبھی پنجوقتی نماز میں دھوکے سے آکر نماز پڑھے اور امامت کرے اور وہ ہمیشہ اپنے محلّہ میں موجود رہتا ہے اور اپنی نماز پنجوقتی اور امامت کا خیال نہیں کرتا ہے اور مسجد میں ایک ہفتہ میں جمعہ کی نماز پڑھانے کے واسطے آیا کرتا ہے اور ہمیشہ امامت کا جستجو (فخر) رکھتا ہے کہ ہم امام ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں اور اس امام کی شرکت کرنے والے جو لوگ ہیں اُن کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

الجواب:

جس شخص کو جمعہ کا امام مقرر کیا ہے وہ اگر فقط جمعہ ہی کو آکر امامت کرتا ہے یا اور بھی کبھی کبھی آجاتا ہے یا نہیں آتا اور اپنے محلّہ میں نماز باجماعت پابندی سے پڑھتا ہے تو اُس پر کوئی الزام نہیں، نہ اُس کے شریکوں پر کوئی الزام ہے اور وہ ضرور جمعہ کا امام ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۳۴: از شہر فراشی محلّہ مسئولہ اہلِ محلّہ معرفت ہدایت اللہ نجار ۱۲ محرم الحرام ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہ جس کی نسبت تفضیلیہ ہونا کہا جاتا ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ طوائفوں کے ساتھ علانیہ خلافِ شرع راہ ورسم وغیرہ رکھتا ہے نیز جسکے سر کے بال بھی مثل عورتوں کے شانوں سے نیچے لٹکتے ہوں وہ کسی جائے نماز پر بلا اجازت موقع کے پیش امام کے اگر نمازِ جمعہ ادا کرنے کی غرض سے بحیثیت امام بن کر نمازِ جمعہ ادا کرکے مع اپنے ہمراہیوں کے چلا جائے بعد اس کے باقی انبوہ اسی موقع اور جگہ پر وہیں مجوز امام کی تقلید سے اس کے پیچھے دوسری بار نمازِ جمعہ ادا کریں تو ایسی صورت میں پہلے امام کی نماز جو اس نے ادا کی ہے جائز ہے یا دوسرے امام کی یا دونوں نہ ہوئیں۔

الجواب:

مسلمانو! نماز حکمِ شرعی ہے احکامِ شرع کے مطابق ہی ہوسکتی ہے کوئی خانگی معاملہ نہیں کہ جس نے جب چاہا کرلیا، حکمِ شرعی یہ ہے کہ اقامتِ جمعہ کے لئے سلطانِ اسلام یا اُس کا نائب یا اُس کا ماذون شرط ہے اور جہاں سلطانِ اسلام نہ ہو عالم دین فقیہ معتمد اعلم اہلِ بلد کے اذن سے امامِ جمعہ وعیدین مقرر ہوسکتا ہے اور جہاں یہ بھی نہ ہو

وبمجبوری جسے وہاں کے عامہ مسلمین انتخاب کرلیں وُہ امامت جمعہ یاعیدین کرسکتا ہے ہر شخص کو اختیار نہیں کہ بطورِ خود یاایک دو یادس بیس یاسو پچاس کے کہے سے امامِ جمعہ یاعیدین بن جائے ایسا شخص اگرچہ اس کا عقیدہ بھی صحیح ہو اور عمل میں بھی فسق وفجور نہ ہو جب بھی امامتِ جمعہ وعیدین نہیں کرسکتا اگر کرے گا نماز اُس کے پیچھے باطل محض ہوگی کہ اُن تین طریقوں میں سے ایک وجہ کا امام یہاں شرطِ صحت نماز تھا جب شرط مفقود مشروط مفقود ولہٰذا صورتِ مسئولہ میں پہلے لوگوں کا جمعہ باطل محض ہوا اور دوسرے لوگوں کا صحیح۔ دُرمختار میں ہے:

یشترط لصحتها السلطان او مامورہ باقامتها[1]۔	جمعہ کی صحت کے لئے سلطان یااس شخص کا ہونا جس کو سلطان نے اقامتِ جمعہ کی اجازت دی ہو ضروری ہے (ت)

حدیقہ ندیہ میں ہے:

اذاخلاالزمان من سلطان ذی کفایۃ فالامور موکلۃ الی العلماء ویلزم الامۃ الرجوع الیهم ویصیرون ولاۃ فاذاعسر جمعهم علی واحداستقل کل قطر باتباع علمائہ فان کثروا فالمتبع اعلمهم[2]۔	جب زمانہ کامل سلطان سے خالی ہوجائے تو معاملات علماء کے سپرد ہوں گے اور امّت پر علماء کی طرف رجوع لازم ہوگا اور علماء والی بن جائیں گے اور جب علماء کا کسی ایک معاملہ پر اجماع واتفاق مشکل ہوجائے تو لوگ اپنے اپنے علاقے کے علماء کی اتباع کریں، اگر علاقے کے علماء کی کثرت ہو تو پھر ان میں سے بڑے عالم کی اتباع کریں (ت)

تنویرالابصار ودرمختار میں ہے:

(نصب العامۃ) الخطیب غیر معتبر مع وجود من ذکر[3]۔ واللہ تعالٰی اعلم	(عام لوگوں کا مقرر کرنا) خطیب کو معتبر نہیں جبکہ مذکورہ لوگوں میں سے کوئی ایک موجود ہو۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۸۳۵: ازکانپور پرتھی ناتھ اسکول مسئولہ قاضی محمد شمس الدین ۲۱صفر ۱۳۳۹ھ

کیافرماتے ہیں علمائے بریلی اس بارہ میں کہ اگر کوئی شخص حنفی المذہب وکرامات اولیاء اللہ کا قائل، علمِ دین وفنِ تجوید سے بہرہ ور حالت پیری میں نابینا ہوگیا ہو تواُس کی امامت کیسی ہے، شرح وقایہ جلد اول، **باب الجمعہ** صفحہ ۲۴۲ میں مرقوم ہے کہ:

---

[1] دُرمختار، باب الجمعۃ، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۹

[2] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الثالث من انواع العلوم الثلاثۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/ ۳۵۱

[3] دُرِمختار شرح تنویرالابصار باب الجمعہ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۱۰

من صلح اماما فی غیرھا (فی غیر صلٰوۃ الجمعۃ) صلح فیھا ای ان ام المسافر او العبد فی الجمعۃ صحت[1] الخ	جو اس (نماز جمعہ کے علاوہ) امام بننے کی صلاحیت رکھتا ہے وہ اس میں بھی امام بن سکتا ہے، یعنی اگر مسافر، مریض یا غلام نے جمعہ کی امامت کرائی تو جمعہ صحیح ہوگا الخ (ت)

کیا اس عبارت مختصر وقایہ وشرح وقایہ سے یہ تنقید مترشح ہوتی ہے کہ جو نابینا متصف بہمہ اوصاف مذکورہ بالا ہو اُس کے امام بننے سے مقتدیوں کی نماز نہیں ہوتی، نسخہ بحر الرائق جلد اول ص ۳۶۹ کی عبارت صاف دال ہے کہ ابن ام مکتوم جو نابینا تھے امام بنائے گئے تھے بحوالہ کتب مرحمت فرمایئے۔

الجواب:

نابینا سنّی صحیح العقیدہ صحیح الطہارۃ صحیح القرأۃ بلاشبہ امام ہوسکتا ہے صرف اس کا "غیر" اولٰی ہے کہ اگر یہ اُس سے مسائلِ نماز وطہارت میں علم زیادہ نہ رکھتا ہو ورنہ یہی اولٰی ہے **کما فی الدر**[2] وغیرہ (جیسا کہ دُر مختار وغیرہ میں نابینا کا حکم بیان کیا گیا ہے۔ ت) عبارت مذکورہ سوال کو امامت نابینا کی نفی سے کوئی تعلق نہیں، ہاں جمعہ وعیدین میں بینا ہو یا نابینا وہی شخص امام ہوسکتا ہے جو خود ۱سلطانِ اسلام ہو یا ۲اُس کا ماذون یا ۳وہاں کا اعلم اہل بلد یا ۴اس کا ماذون ہو ورنہ بضرورت ۵جسے عام مسلمانوں نے ان نمازوں میں امام مقرر کیا نابینا اگر ان پانچ میں سے ہے تو جمعہ وعیدین اس کے پیچھے ہوسکیں گے اور بینا اگر ان میں سے نہیں تو اُس کے پیچھے نہ ہوں گے۔ **واللہ تعالٰی اعلم۔**

مسئلہ نمبر ۸۳۶: از بشارت گنج ضلع بریلی مسئولہ حاجی رضا خان صاحب ۴رجب ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید قوم سادات سے ہے اور امامت بھی کرتا ہے وہابیہ اور سنّی عالم کو یکساں سمجھتا ہے، مسئلہ علمِ غیب کا جب ذکر آتا ہے جواب میں کہتا ہے یہ مسئلہ جدید نہیں ہے قدیم سے اسی طرح جھگڑا ہوتا چلا آیا ہے اور عالم باہمی تقریر اور حجت کرتے چلے آئے ہیں اس مسئلہ کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے اور سائل ایک مفتی سنّی عالم کے جو کہ واجبات سنّت ومستحب سے تعلق رکھتے ہیں اُن کے بارے میں کہتا ہے کہ کرے تو ثواب ہے نہ کرے تو حرج نہیں اور خلاف کمیٹی جو علمائے وہابیہ کر رہے ہیں اُن کی امداد پہنچانے کی غرض سے نہایت کوشش سے چندہ فراہم کرکے پہنچاتا ہے اور جب یہ کہا جاتا ہے کہ سنّی عالم انکار کرتے ہیں تو جواب میں کہتا ہے کہ ہم کس کا منہ پکڑیں لوگ تو سنّی عالموں کو طرفدارِ انگریز وملازم کہتے ہیں عمرو ایک سنّی مفتی عالم کا مرید ہے۔

---

[1] شرح وقایہ باب الجمعہ مطبوعہ المکتبۃ الرشید دہلی ۱/ ۲۴۲

[2] در مختار باب الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۳

زید کی ان باتوں سے متنفر ہو کر نمازِ جمعہ ترک کرکے ظہر پڑھتا ہے آیا اس صورت میں زید قابلِ امامت ہے یا نہیں، معتبر کتب سے ثبوت ہونا چاہئے۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

جو شخص وہابیہ اور اہلسنّت علماء کو یکساں سمجھتا ہے اسی قدر بات اُس کے خارج از اسلام ہونے کو بہت ہے اُس کے پیچھے نماز باطل ہے جیسے کسی ہندو یا نصرانی کے پیچھے۔ جمعہ اگر اور جگہ نہ مل سکے نہ اُسے امامت سے جُدا کرسکے تو فرض ہے کہ ظہر پڑھے اُس کے پیچھے جمعہ پڑھے گا تو سخت شدید وکبیر گناہ کرے گا اگرچہ بعد کو ظُہر بھی پڑھ لے اور اگر نہ پڑھے تو جمعہ ہو گا نہ ظہر، فرض سر پر رہ جائے گا۔ فتح القدیر میں ہے:

روی محمد عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھم ان الصلاۃ خلف اھل الاھواء لاتجوز[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم	امام محمد نے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا کہ اہلِ بدعت وبدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ (ت)

مسئلہ نمبر ۸۳۷: از مارہرہ شریف ضلع ایٹہ مرسلہ جناب سیّد ظہور حیدر میاں صاحب ۴ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص ہمیشہ ہمیشہ بوجہ کثرتِ احتلام یا کسی اور مرض جسمی کے بجائے غسل تیمّم سے نماز ادا کرتا ہے امامت کرنا اس کو تیمّم سے بمقابلہ اور مقتدیوں کے جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

کثرتِ احتلام تو خود کوئی وجہ جواز تیمّم کی نہیں جب تک نہانے سے مضرت نہ ہو بے صحیح اندیشہ مضرت کے تیمّم سے پڑھے تو اس کی خود نماز نہ ہوگی دوسرے کی اُس کے پیچھے کیا ہو، ہاں جسے بالفعل ایسا مرض موجود ہو جس میں نہانا نقصان دے گا یا نہانے میں کسی مرض کے پیدا ہوجانے کا خوف ہے اور یہ نقصان وخوف تو اپنے تجربے سے معلوم ہوں یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کے بتائے سے، تو اُس وقت اُسے تیمّم سے نماز جائز ہوگی اور اب اس کے پیچھے سب مقتدیوں کی نماز صحیح ہے، غرض امام کا تیمّم اور مقتدیوں کا پانی سے طہارت سے ہونا صحت امامت میں خلل انداز نہیں، ہاں امام نے تیمّم ہی بے اجازت شرع کیا ہو تو آپ ہی نہ اس کی ہوگی نہ اُس کے پیچھے اوروں کی۔ تنویر میں ہے: **صح اقتداء متوضیئ بمتیمم**[2] (وضو والے کی اقتداء تیمّم والے کے ساتھ صحیح ہے۔ ت) بحر الرائق

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[2] در مختار شرح تنویر الابصار مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۸۵

میں ہے:

ترجیح المذہب بفعل عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ حین صلی بقومہ بالتیمم لخوف البرد من غسل الجنابۃ وھم متوضؤن ولم یأمرھم علیہ الصلوٰۃ والسلام بالاعادۃ حین علم۔[1]	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کا عمل اس مذہب کی ترجیح کا سبب ہے کہ انہوں نے سردی کی وجہ سے غسل جنابت کی جگہ تیمّم کرکے اپنی قوم کی امامت کی حالانکہ لوگوں نے وضو کیا ہوا تھا۔ اور جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے نماز لوٹانے کا حکم نہیں فرمایا (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ نمبر ۸۳۸: ۲۷ شوال ۱۳۱۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک امام فقط نمازِ جمعہ پڑھاتا ہے دیگر اوقات پنجگانہ نماز میں کبھی امامت نہیں کرتا اور اس امامتِ جمعہ کے عوض میں سال بھر کے بعد رمضان المبارک کے آخری جمعہ میں اور نیز عیدین کی نماز کے بعد اجرت امامت جمعہ وامامت عیدین مصلیین سے طلب کرتا ہے یہ اُجرت اُس کو حلال ہے یا حرام، اور باوجود منع بھی اخذ اُجرت سے باز نہیں آتا ایسے شخص کے پیچھے نمازِ جمعہ و عیدین مکروہ ہے یا ناجائز؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

اُجرت امامت اگر اس شخص سے قرار پا گئی ہے کہ فی جمعہ یا ماہوار یا سالانہ اس قدر دیں گے یا خاص اس سے قرار داد نہ ہو مگر اس امامت کی تنخواہ معیّن ہے اسے بھی معلوم تھی یہ اُسی کے لئے امام بنا اور امام بنانے والوں نے بھی جانا اور مقبول رکھا غرض صراحۃً یا دلالۃً تعین اجرت ہو لیا تو یہ اُجرت اُسے حلال ہے اور اس وجہ سے اُس کے پیچھے نماز میں کچھ کراہت نہیں کہ امامت و اذان و تعلیم فقہ و تعلیم قرآن پر اُجرت لینے کو ائمہ نے بضرورتِ زمانہ جائز قرار دیا ہے کما نصوا علیہ فی الکتب قاطبۃ (جیسا کہ اس پر کتب میں نصوص قاطعہ موجود ہیں۔ ت) اور جب تعیّن ہو لیا تو اجارہ صحیحہ ہُوا جس میں کوئی مضائقہ نہیں اور اگر اجارہ صراحۃً خواہ دلالۃً واقع تو ہُوا یعنی اس نے اُجرت کے لئے امامت کی اور قوم نے بھی اسے اجیر سمجھا مگر تعین اجرت نہ بیان میں آیا نہ قرائن سے واضح ہوا تو اجارہ فاسدہ ہے وہ اُجرت اُس کے حق میں خبیث ہے اُسے تصدق کردینے کا حکم ہے مگر اصل اجارہ اب بھی باطل نہیں، نہ طلبِ اُجرت ظلم ہے، ایسا اجارہ اگر متعدد بار کرے گا فاسق ہوگا اور اُس کے پیچھے نماز مکروہ،

---

[1] بحرالرائق باب الامامۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۳۶۳

اور اگر سرے سے اجارہ ہی نہ ہو صراحۃً نہ دلالۃً اور اب اُجرت مانگتا ہے تو صریح ظلم و فسق و کبیرہ ہے یہاں مطلقاً اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۳۹: ۲ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ امام مسجد یہ کہتے ہیں کہ نماز کے بعد مصافحہ بہ تخصیص نماز فجر درست نہیں اور اہل محلّہ کہتے ہیں درست ہے اور کہتے ہیں کہ اگر تم اس کے جواز کے قائل نہ ہوگے تم ہم تمھارے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے اس لئے کہ تمھارا مذہب ہمارے مذہب کے خلاف ہے لہٰذا فرمائیے کہ شرع شریف میں کس طرح ہے اور کیا حکم ہے؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

صحیح یہ ہے کہ مصافحہ بعد نماز مباح ہے **نص علی تصحیحه العلامة الخفاجی فی نسیم الریاض** (علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔ ت) امام اگر سنّی المذہب ہے صرف اس مسئلہ میں اس کا خیال بنظر بعض عبارات فقہیہ ہے تو اُسے سمجھا دینا چاہئے کہ تصحیح و ترجیح جانبِ جواز ہے صرف اتنی بات پر وُہ ترک اقتدا کا مستحق نہیں، اور اگر بربنائے وہابیت اس کا انکار کرتا ہے تو وہابی بلاشبہ لائق امامت نہیں اہل محلّہ کو چاہئے ہرگز اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۴۰: ۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۲۰ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز کی پڑھائی معیّن کرکے لینا درست ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب:

درست ہے مگر بچنا بہتر ہے اللہ کے واسطے پڑھائے اور نمازی اسے حاجتمند دیکھ کر اللہ کے لئے اس کی اعانت کریں یہ صاف کرلیا جائے کہ امامت کی اُجرت کچھ نہ لی دی جائے گی یُوں بلا دغدغہ حلال طیب ہے **لان النفی الصریح یزیل حکم دلالة الحال فان الصریح یفوق الدلالة کما فی قاضی خان**[1] (کیونکہ صراحۃً نفی، دلالت کو زائل کردیتی ہے کیونکہ صراحت، دلالت سے فوقیت رکھتی ہے قاضی خاں میں اسی طرح ہے۔ ت) **واللہ تعالٰی اعلم**

---

[1] درمختار کتاب الھبۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/ ۱۵۹

ف: سعی بسیار کے باوجود یہ عبارت فتاوٰی قاضی خان سے نہیں مل سکی، دُر مختار سے یہ عبارت مفہوماً ملی ہے اس لئے اس کا حوالہ دیا ہے۔ نذیر احمد سعیدی

مسئلہ نمبر ۸۴۱: از مراد آباد مرسلہ مولوی محمد عبدالباری صاحب ۷ صفر ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ بعد فراغت نماز اگر مقتدی کو مجبور کرے کہ باتباع اُس کے ویسے ہی بیٹھے رہیں اور نہ اُٹھیں تاخیر میں مقتدیوں کا قریب نصف گھنٹہ کے ضائع ہوا اور در صورت عدمِ شرکت بوجہ مجبوری اُن پر اتہام مذکور کو بیجا لگائے تو یہ چیز کہاں ثابت، اس کے لئے کون سی حدیث ناطق، اور اُس چیز کا نام سنّتِ نبوی رکھنا اور اُن کو مجبور کرنا حتٰی کہ اُن پر الزام توہب کا نہیں بلکہ تلہب کا لگانا شرع شریف میں کس مقام پر وارد ہے؟

الجواب:

امام کو سلام کے بعد مقتدیوں پر کوئی جبر کا اختیار نہیں، سلام سے تو اس کی ولایت منقطع ہوچکی عین نماز میں جب تک وہ متبوع تھا اور اس کی پیروی مقتدیوں پر واجب تھی اُس وقت بھی اُسے حرام تھا کہ سنّت سے زیادہ کوئی بات ایسی کرے جو مقتدیوں پر ثقیل و گراں ہو، اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غضب شدید فرمایا اور ایسا کرنے والے کو فتان بتایا یعنی سخت فتنہ گر، تو بعد نماز بلاوجہ شرعی مجبوری کرنا اور نہ ماننے والے کو جھوٹا اتہام لگانا کیسا سخت حرامِ شدید اور ظلم بعید ہے۔ پھر اس ظلم و حرام کا نام معاذاللہ سنّت رکھنا نہایت سخت اشد اور صریح گمراہی اور سنّت پر افترا ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۴۲: مسئولہ مکرم احمد اللہ صاحب صدر بازار ہردوئی

تارک فرض وواجب نیز سنّت مؤکدہ اور تارک مستحب و مباح کس درجہ کا گنہگار ہے۔ تارک امور خمسہ یا تارک مستحب و مباح کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔**

الجواب: فرض کے ایک بار ترک سے فاسق ہے اور ترک واجب کی عادت سے، سنّت موکدہ کا حکم میں قریب واجب ہے، فاسق کے پیچھے نماز مکروہ ہے، اور فاسق بالاعلان ہو تو اسے امام بنانا گناہ اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب، مستحب و مباح کے ترک میں کچھ گناہ نہیں، نہ ان کے تارک کی امامت میں کچھ نقص۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۴۳: از شہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ

ماقولکم رحمکم اللہ تعالٰی اس مسئلہ میں کہ امام ضم سورہ میں اس قدر دیر کرتا ہے کہ بعد آمین کہنے کے کلمہ طیّبہ پڑھ لیا اس قدر دیر کرنا امام کو جائز ہے یا نہیں۔ اس کو منع کیا گیا کہ اس قدر دیر نہ کیا کرو، وہ کہتا ہے کہ سورۃ سوچنے میں دیر ہوجاتی ہے اور دیر کرنے کو نہیں چھوڑتا ہے۔ پس اس امام کی اقتدا سے نماز میں کسی

قسم کی کراہت ہوجاتی ہے یا نہیں؟

الجواب:

سورۃ سوچنے میں اتنی دیر جس میں تین بار سبحٰن اللہ کہہ لیا جائے ترک واجب و موجب سجدہ سہو ہے[1] **کمانص علیہ فی التنویر والدر والغنیۃ وغیرھما** (تنویر، در، غنیہ وغیرہ میں اس پر نص کی جاتی ہے۔ ت) تو یہ جس کی عادت ہے اس کے پیچھے نماز میں ضرور کراہت ہے۔ عالمگیریہ ومحیط میں ہے:

من یقف فی غیر مواضعہ ولایقف فی مواضعہ لاینبغی لہ ان یؤم وکذا من یتنحنح عند القرأۃ کثیرًا[2]۔	جو نہ ٹھہرنے کی جگہ وقف کرے اور وقف کی جگہ وقف نہ کرے اسے چاہئے کہ وہ امام نہ بنے، اور اسی طرح اس شخص کا حکم ہے جو قرات کرتے وقت کثرت سے کھانستا ہو۔ (ت)

جو وقف ووصل بے جا کرے یا پڑھتے وقت بار بار کھنکارے جب اسے فرماتے ہیں کہ اس کی امامت سزاوار نہیں حالانکہ مراعات وقف ووصل واجبات نماز سے نہیں۔ تو جو واجب نماز یعنی وصل سورۃ و فاتحہ بے اجنبی کے ترک کا عادی ہو بدرجہ اولٰی لائق امامت نہیں، ہاں فاتحہ کے بعد اتنی دیر کہ دم راست کرے آمین کہے، کوئی سورۃ ابتداء سے پڑھنی ہو تو **بسم اللہ الرحمن الرحیم** پڑھے کہ یہ دیر بھی تقریبًا کلمہ طیّبہ پڑھنے کے برابر ہوجائے گی، بلاشبہ مباح وسنّت و مستحب ہے۔ **واللہ تعالٰی اعلم**

مسئلہ نمبر ۸۴۴: از شہر کہنہ **۲۸ ربیع الآخر شریف ۱۳۱۴ھ**

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارہ میں کہ زید کہتا ہے کہ بعد کلمہ **لا الٰہ الا اللہ** کے **محمد رسول اللہ** کی کیا ضرورت ہے، اگر جنّت نہ جائے گا تو کیا اعراف میں بھی نہ جائے گا۔ زید قیام میں نماز کے بعد بقدر سات بار **اللہ اکبر** کہنے کے ٹھہرتا ہے۔ کہتا ہے کہ صرف **سبحٰن اللہ وبحمدہ** کہنے سے نماز ہوجاتی ہے، بے کُرتا ٹوپی کے نماز ادا کرتا ہے کہتا ہے کہ صرف پائجامہ سے نماز ہوجاتی ہے۔ یوں بھی کہتا ہے کہ نماز میں **الحمد** وسورۃ کی کچھ حاجت نہیں۔ ایسے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟ ایسے شخص کو مسلمان سمجھنا چاہئے یا نہیں؟ اہلِ اسلام کا سا برتاؤ اس سے چاہئے یا نہیں؟ جواب بدلیل قرآن وحدیث وفقہ سے تحریر فرمائیں۔ **بینوا توجروا**

الجواب:

صرف پائجامہ پہنے بالائی حصّہ بدن کا ننگا رکھ کر نماز بایں معنٰی تو ہوجاتی ہے فرض ساقط ہوگیا، مگر مکروہ تحریمی

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل سجود السہو مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۴۶۵، در مختار باب سجود السہو مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۱۰۳

[2] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۶

ہوتی ہے۔ واجب ترک ہوتا ہے فاعل گنہگار ہوتا ہے اس کا پھیرنا گردن پر واجب رہتا ہے نہ پھیرے تو دوسرا گناہ سر پر آتا ہے، ہاں اگر اتنے ہی کپڑے کی قدرت ہے تو ایسی محتاجی میں مجبوری و معافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایصلّی احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقہ من شیئ[1]۔ رواہ شیخان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	ہرگز تم میں کوئی شخص ایک ہی کپڑا پہن کر نماز نہ پڑھے کہ کندھے پر اس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ اسے امام بخاری و مسلم نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

خطیب بغدادی جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن الصلٰوۃ فی السراویل وحدہ[2]	(یعنی صرف پائجامہ سے نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

خلاصہ وہندیہ وغیرہما میں ہے:

لوصلی مع السراویل والقمیص عندہ یکرہ[3]۔	اگر کسی نے فقط شلوار میں نماز ادا کی حالانکہ اس کے پاس قمیص موجود ہو تو نماز مکروہ ہوگی۔ (ت)

نماز میں فرضیت قرات کا انکار احادیث کثیرہ صحیحہ صریحہ حضور پُرنور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا رد اور اجماعِ ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا خرق بلکہ بعد انقطاع اقوال شاذہ اجماع مستقر کا خلاف اور اب گمراہی وضلالت صاف صاف ہے۔ امام عبدالوہاب شعرانی میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرماتے ہیں:

اجمع الائمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم علی ان الصلٰوۃ لاتصح الامع العلم بدخول الوقت وعلی ان للصلٰوۃ ارکانًا داخلۃً فیھا وعلی ان النیۃ فرض وکذلك تکبیرۃ الاحرام والقیام مع القدرۃ والقرأۃ والرکوع والسجود والجلوس فی التشھد الاخیر (الی ان قال)	تمام ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کا اتفاق ہے کہ صحتِ نماز کے لئے نمازی کو اس بات کا علم ہونا ضروری ہے کہ نماز کا وقت شروع ہوچکا ہے، اس پر بھی اتفاق ہے کہ نماز کے ارکان نماز میں داخل ہیں، اسپر بھی اتفاق ہے کہ نیت فرض ہے، اسی طرح تکبیر تحریمہ اور قدرت کے ساتھ قیام، قرات، رکوع، سجود، اخیری تشہد

---

[1] صحیح بخاری باب اذا صلی فی الثوب الواحد الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲، صحیح مسلم باب الصلٰوۃ فی ثوب واحد الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۹۸

[2] تاریخ بغداد حدیث ۲۵۶۴ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۵/ ۱۳۸

[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الثانی فیما یکرہ فی الصلٰوۃ ومالایکرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۰۶

هذا ماوجدته من مسائل الاجماع التی لایصح دخولها فی مرتبتی المیزان[1]۔	میں بیٹھنا (آگے چل کر کہا) یہ وہ مسائل ہیں جن پر میں نے اجماع پایا ان کو میری مرتب کردہ کتاب المیزان میں داخل کرنا صحیح نہیں۔ (ت)

رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ میں ہے:

اتفقوا علی ان القرأة فرض علی الامام والمنفرد فی رکعتی الفجر وفی الرکعتین الاولین من غیرها[2]۔	فقہا کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام اور منفرد پر فجر کی دونوں رکعات اور اس کے علاوہ دیگر نمازوں کی پہلی دو رکعت میں قرأت فرض ہے۔ (ت)

بلکہ امام ابن الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

نسب صاحب غایة البیان الاصم الی خرق الاجماع وهو یفید سبق الاجماع علی الافتراض قبل ذهابه الی عدمه[3]۔	صاحبِ غایۃ البیان نے اصم کی خرقِ اجماع کی طرف نسبت کی ہے اور یہ بات واضح کررہی ہے کہ اصم کے عدمِ فرضیت کا قول کرنے سے پہلے اس کی فرضیت پر اجماع ہوچکا ہے۔ (ت)

عالمگیری میں ہے:

من انکر خبرالواحد لایکفر غیرانه یاثم بترك القبول هكذا فی الظهیریة[4]۔	خبر واحد کا منکر کافر نہیں البتہ ترک قبول کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔ ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔ (ت)

طحطاوی میں ہے:

من کان خارجًا عن هذه الاربعة فی هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار[5]۔	یعنی جو ان چاروں مذہب سے اس زمانہ میں باہر ہے وہ بدعتی اور جہنمی ہے (ت)

نماز میں الحمد و سورۃ کی حاجت نہ ماننا بھی جہلِ قبیح اور ارشادات حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا

---

[1] المیزان الکبرٰی باب صفۃ الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۴۶

[2] رحمۃ الامہ فی اختلاف ائمہ برحاشیہ میزان کبرٰی / باب شروط الصلوٰۃ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۳۸

[3] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[4] فتاوٰی ہندیۃ مطلب موجبات الکفر انواع مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۶۵

[5] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار کتاب الذبائح مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۳

انکار صریح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **لاصلٰوۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب**[1]۔ یعنی بے سورہ فاتحہ کے نماز ناقص ہے **رواہ الائمۃ احمد والستۃ عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ** (اسے امام احمد اور اصحاب صحاح ستہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ت) (دوسری حدیث میں فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من صلی صلاۃ لم یقرأ فیھا بفاتحۃ الکتاب فھی خداج[2]۔ رواہ احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی والنسائی عن ابی ھریرۃ واحمد وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا۔	یعنی جو نماز بے سورہ فاتحہ کے ہو وہ ناقص ہے۔ اس کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا ہے۔

تیسری حدیث میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے۔

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرہ ان یخرج فینادی ان لاصلٰوۃ الابقرأۃ فاتحۃ الکتاب فمازاد[3]۔ رواہ احمد وابوداؤد۔	یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں حکم دیا کہ باہر جاکر منادی کردیں کہ بے سورۃ فاتحہ اور کچھ زائد قرات کی نماز ناقص ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

چوتھی حدیث میں ہے، فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتجزئ صلاۃ الا بفاتحۃ الکتاب ومعھاغیرھا[4]۔ رواہ الامام الاعظم ابو حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن سیدنا ابی سعیدن الخدری رضوان اللہ تعالٰی علیہ ومعناہ	نمازکام نہیں دیتی بے فاتحہ اور اس کے ساتھ اور قرات کے۔ اس کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سیّدنا ابو سعید الخدری رضوان اللہ تعالٰی علیہ سے روایت کیا اور معنًا اسی طرح ترمذی اور ابن ماجہ

---

[1] صحیح بخاری باب وجوب القرأۃ للامام الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۰۴

[2] صحیح مسلم باب وجوب قرأۃ الفاتحہ فی کل رکعۃ الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۱۷۰

[3] المسند لاحمد بن حنبل از مسند ابی ہریرہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۴۲۸

[4] مسند الامام اعظم مع تنسیق النظام کتاب الصلٰوۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ص ۵۸

نحوہ عندالترمذی وابن ماجۃ۔	نے روایت کیا ہے۔

اور ان سب سے سخت تر وناپاک تر اُس کا وہ قول مردود ہے کہ کلمہ طیّبہ میں (خاکش بدہن) محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہنے کی کیا ضرورت! اگر اس سے یہ مراد لیتا ہے کہ اسلام لانے کو صرف لا الٰہ الا اللہ ماننا کافی ہے محمد رسول اللہ کی حاجت نہیں جب تو قطعًا یقینا نرا کافر مرتد ہے۔ عورت اُس کی اُس کے نکاح سے نکل گئی پاس جائے گا تو زنا ہوگا، اولاد ہو تو ولدالزنا ہوگی۔ عورت کو اختیار ہے جس سے چاہے نکاح کرے۔ اور اگر یہ مراد نہیں تاہم ناپاک کلام کی طرز سوق سخت گستاخی وبے باکی سے خبر دے رہی ہے۔ اور وہ لفظ "جنّت میں نہ جائے گا تو کیا اعراف میں نہ جائے گا" دین متین کے ساتھ استہزا کا پتا دیتا ہے۔ بہرحال اس قدر میں شک نہیں کہ شخص مذکور فاسق فاجر گمراہ بدمذہب ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز وممنوع ہے **کما حققناہ فی رسالتنا النھی الاکید وذکرنا فی عدۃ مواضع من فتاوٰنا** (اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ النہی الاکید اور اپنے فتاوی میں متعدد جگہ پر کی ہے۔ت) مسلمان اس سے توبہ لیں اگر توبہ کرلے فبہا ورنہ اس کے ساتھ وُہ معاملہ برتیں جو بددینوں کے ساتھ چاہئے **واللہ الھادی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔**

النّھی الاکید عن الصّلاۃ وراء عدی التقلید ۱۳۰۵ھ

(دشمنِ تقلید کے پیچھے نماز ادا کرنا سخت منع ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ الذی ھدانا السنن * ووقانا المحن * وجعل فینا کل امام حسن * بہ یُتَأَشی وعلیہ یؤتمن * واغنانا ان نقتدی باھل الفتن * والصلاۃ والسلام الاحَنّ * علی الامام الامین الامان الامنّ * محمد مربی الروح والبدن * واٰلہ وصحبہ فی السرّوالعلن * والائمۃ المجتھدین مصابیح الزمن * کاشفی ماخفی ومظھری مابطن * الثقات السرّاۃ ھداۃ السنن * السقاۃ الفراۃ من فراۃ السنن وعلینا بھم یاعظیم المنن * واشھد ان	تمام خوبیاں اُس ذاتِ اقدس کے لئے جس نے ہمیں صحیح راہ کی ہدایت عطا کی اور ہمیں محنت ومشقت سے بچالیا، ہم میں اچھے واعلٰی امام بنائے جن کی اقتدا کی جاتی ہے اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے، ہمیں اہل فتن کی اقتداء سے محفوظ کیا۔ نہایت ہی عاجزانہ طور پر صلاۃ وسلام ہو اس امام و مقتدا پر جو امین، جائے پناہ اور سب سے بڑے محسن ہیں جن کا اسم مبارک محمد ہے جو روح وبدن کے مربّی ہیں، ان کی آل واصحاب پر بھی سرًا وجہرًا، ان ائمہ مجتہدین پر بھی جو اپنے زمانے کے لئے چراغ ہیں، مخفی امور کھولنے اور باطنی معاملات کو ظاہر کرنے والے، رازوں کے پختہ محافظ، سنن نبی کی طرف ہادی، سنن کی نہر فرات سے مشکیزے بھر بھر کر پلانے والے، اے احسان فرمانے والے ان کے ساتھ ہم پر بھی رحمتوں کا نزول ہو۔ میں گواہی

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریك لہ واشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ صلی اللہ علیہ ربھم وسلم ومن *	دیتا ہوں اس بات کی کہ اللہ تعالٰی کے سوا کوئی معبود نہیں، ذات وصفات میں اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اس کے برگزیدہ بندے اور رسول ہیں، ان پر ان کے رب کی طرف سے صلوٰۃ وسلام اور کرم ولطف ہو۔ (ت)

اما بعد یہ چند سطور کا شفۃ السطور جلیلۃ الفائدۃ جمیلۃ العائدہ ہیں اظہار صواب میں اس سوال کے جواب میں جو فقیر ناسزا عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی غفراللہ لہ وحقق املہ واصلح عملہ کے پاس مولوی فضل الرحمٰن صاحب حفظ عن الشرور امام جامع مسجد فیروز پور کا بھیجا کیمپ فیروز پور ملک پنجاب سے آیا، فقیر ان دنوں ایک مبارک رسالہ بجواب سوال مونگیر بنگالہ مسمّٰی بہ تجلی الیقین بان نبینا سید المرسلین لکھنے میں مشتغل، اور اس کے اور چند مسائل دیگر بلاد کو مسئلہ پنجاب پر حق تقدم حاصل جب ان سے فراغت پائی اس کی نوبت آئی **النھی الاکید عن الصلاۃ وراء عدی التقلید** (۱۳۰۵ھ) اس تحریر کا نام اور یہی اس کی تاریخ آغاز وانجام، اس رسالہ میں اصل مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ غیر مقلدوں کے پیچھے نماز ناروا ہے اس کے ضمن میں ان کے بعض عقائد واحوال ومکائد ودیگر فوائد بنہایت اجمال تحریر میں آئے، مولٰی سے مسئول کہ قبول فرمائے اہل اسلام وسنت کو نفع پہنچائے، ازانجا کہ موضوع رسالہ رد مخالف نہیں، لہٰذا لحاظ مجادل سے کنارہ گزیں کہ وہ تو ایک فتوی ہے جواب مسئلہ کی حد پر مقتصر اور اپنے موافقوں پر ایک حکم کا مظہر جسے اس رنگ کا کلام مشتاق بنائے تصانیف افاضل یا فقیر حقیر کے دیگر رسائل مندرجہ مجموعہ "**البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقۃ**" کی طرف رجوع لائے **وحسبنا اللہ ونعم الوکیل وافضل الصلوۃ علی الحبیب الجمیل والہ وصحبہ بالوف التبجیل امین امین یا عزیز یا جلیل۔**

نقل عبارت استفتاء

مسئلہ ۸۴۵: باسمہ سبحانہ، بخدمت بابرکت حضرت مولینا وبالفضل والکمال اولٰنا مخدوم مکرم معظم حضرت مولینا احمد رضا خاں صاحب سلمہ الرحمٰن۔ سلام مسنون بہ نیاز مقرون کے بعد عرض ہے کہ للہ اس استفتاء کا جواب مرحمت فرمائیں کہ عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔ مولوی غلام نبی صاحب امام مسجد قصابان خورد جو شاگرد مولویان لکھنؤ کے علاقہ فیروز پور کے ہیں اول انھوں نے رسالہ شاہ طیور جس میں حضرت ابن عربی اور مولینا روم ومولانا عبدالرحمٰن جامی علیھم الرحمۃ کی تکفیر درج تھی اور وہ رسالہ مطبع فیروز پور میں حافظ محمد صاحب لکھنؤی نے چھاپا تھا

اس کی تصدیق پر اپنے دستخط کر دیے تھے جس کے شاہد بہت لوگ موجود ہیں اور اس کا کسی قدر ذکر رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ کے صفحہ ۱۴۱ کے متن وحاشیہ میں مندرج ہے۔ پھر جب ریاست فرید کوٹ میں علمائے مقلدین کا مناظرہ ہوا تھا تب بھی یہ مولوی صاحب بشمول علماء غیر مقلدین کے تھے اور ان کے زمرہ میں ریاست سے رخصت نامہ لے کر واپس آئے تھے جیسا کہ اشتہار ۱۱ فروری ۱۸۸۳ء مطبوعہ ریاست فرید کوٹ اس پر شاہد ہے اور رسالہ کے صفحہ ۱۷ میں بھی اس کا نام بزمرہ غیر مقلدین شامل ہے۔ پھر مسائل اور واقعات اس کے بھی صریح غیر مقلدی کی دلیل ہیں جس کا نمونہ ایک یہ ہے کہ مسماۃ فاطمہ بنت امام الدین خاں کو جب اس کے شوہر نے مطلقہ کیا اور طلاق نامہ تحریر ہوا تو بائیس روز بعد ازاں عدت کے اندر ہی مولوی مشار الیہ نے اس مطلقہ کا نکاح بابو مین ملازم مسکوٹ لال کرتی سے منعقد کر دیا اور اس کی دلیل مولوی جمال الدین امام مسجد بوچڑاں کلاں کو دکھلائی کہ حدیث ترمذی سے ثابت ہے کہ خلع کی عدت ایک حیض ہوتا ہے، اس پر جواب دیا گیا کہ دینی کتابوں میں مثل فتح القدیر وغیرہ کے صریح لکھا ہے کہ خلع طلاق ہے بسند حدیث بخاری وغیرہ کے اور جمہور امامان سلف وخلف کا یہی مذہب ہے کما فصل فی باب الخلع (جیسا کہ باب خلع میں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ت) اور باب عدت میں بھی مذکور ہے اور طلاق اور خلع اور لعان سب کی عدت تین حیض ہیں اھ مترجماً، پس یہ نکاح عدت کے اندر حنفی مالکی شافعی سب کے نزدیک ناروا ہے جو شخص غیر مقلد ایسے اطوار کا طور رکھے اور حرام کو حلال بتا دینے تک نوبت پہنچائے تو اس کے پیچھے اقتدا روا ہے یا نہیں؟ **بینوا توجروا۔** حررہ محمد فضل الرحمٰن امام جامع مسجد صدر بازار فیروز پور پنجاب ۱۰ شوال ۱۳۰۵ھ محمد فضل الرحمٰن

اللھم ہدایۃ الحق والصواب

الجواب:

فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ کو زید وعمرو کی ذات سے غرض نہیں اور حضرات اولیائے کرام قدست اسرارہم کی شان عظیم میں بعد وضوح حق اس کلمہ ملعونہ کہنے کا جواب جو روز قیامت ملے گا بس ہے، وہ حضرات جرات شعار جسارت وثار جن کا مسلک عامہ ائمہ وعلمائے کبار کو عیاذًا باللہ مشرک بتائے ان سے مدارک دقیقہ حقائق اولیاء تک نہ پہنچنے کی کیا شکایت کی جائے علاوہ بریں یہ مسئلہ خود اس قابل کہ اس میں ایک رسالہ مستقلہ تصنیف میں آئے اور خدا انصاف دے تو حدیث بخاری:

حتی احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر بہ ویدہ	جب میں بندے کو محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کی سمع (کان) بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ بنتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ

التی یبطش بھا ورجله التی یمشی بھا(الٰی قوله تعالٰی) وما ترددت عن شیئ انافاعله ترددی عن قبض[ف۱] نفس المؤمن یکرہ الموت وانا کرہ مساء ته[1]۔	بن جاتا ہوں جس سے وہ گرفت کرتا ہے۔اس کے پاؤں بنتا ہوں جس سے چلتا ہے(آخر میں اللہ تعالٰی کا یہ بھی فرمان ہے) میں کسی شیئ کے بجالانے میں کبھی اس طرح تردّد نہیں کرتا جس طرح جانِ مومن قبض کرتے وقت تردّد کرتا ہوں وُہ موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے مکروہ سمجھنے کو برا جانتا ہوں۔(ت)

و۲ حدیثِ مسلم:

یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی، یاابن اٰدم استطعمتك فلم تطعمنی، یاابن اٰدم! استسقیتك فلم تسقنی[2] اخرجاھما عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	اے ابن آدم! میں بیمار ہُوا، تو نے میری عیادت نہیں کی، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانامانگا تو نے مجھے کھانا نہیں دیا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی طلب کیا، تو نے مجھے پانی نہیں دیا ان دونوں کو بخاری و مسلم دونوں نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے(ت)

و۳ حدیث مشہور:

قم الیّ امش الیك وامش الیّ اھرول الیک[3]۔ اخرجه احمد[ف۲] عن رجل من الصحابة والبخاری بمعناہ عن[۴] انس وعن[۵] ابی ھریرۃ	اے بندے! تو میری طرف اُٹھ مَیں تیری طرف چل پڑوں گا، تو میری طرف چل میں تیری طرف دوڑ پڑوں گا۔اس کو امام احمد نے ایک صحابی سے اور امام بخاری نے معنًا اسے حضرت انس اور حضرت ابوہریرہ سے

---

[1] صحیح بخاری کتاب الرقاق باب التواضع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۶۳

[2] صحیح مسلم ، باب فضل عیادۃالمریض، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع، ۲/ ۳۱۸

[3] مسند لااحمد بن حنبل حدیث من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ دارالفکر بیروت ، ۳/ ۴۷۸

ف۱: بخاری شریف کی روایت میں "عن نفس المؤمن" ہے "قبض" کالفظ بخاری شریف میں موجود نہیں البتہ فتح الباری مطبوعہ مصر جلد ۱۴ص ۱۳۱پر یہ عبارت ہے "اوقع فی الحلیة" آخر میں "عن قبض روح المؤمن الخ" نذیر احمد

ف۲: مسند احمد بن حنبل میں آغازِ حدیث یوں ہے: قال اللہ تعالٰی یا ابن اٰدم قم الٰی الخ۔ نذیر احمد

والطبرانی فی الکبیر عن[٦] سلمان رضی اللّٰه تعالٰی عنهم۔	اور امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث۷:

واذا احب اللّٰه عبدًا لم یضره ذنب[1] اخرجه الدیلمی والامام الاجل القشیری وابن النجار فی التاریخ عن انس رضی اللّٰه تعالٰی عنه۔	جب اللہ تعالٰی کسی بندے کو محبوب بنالیتا ہے تو اسے کوئی گناہ ضرر نہیں دیتا۔ اسے دیلمی، امام اجل قشیری اور ابن نجار نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث۸:

الدنیا والاٰخرة حرام علی اهل اللّٰه[2]۔ اخرجه فی مسندالفردوس عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالٰی عنهما۔	دنیا وآخرت اہل اللہ پر حرام ہیں۔ اسے مسند الفردوس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے (ت)

حدیث۹:

انزل القراٰن علی سبعة احرف، لکل حرف منها ظهر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع[3]۔ اخرجه الطبرانی فی اکبر	قرآن سات حروف (لغتوں) پر نازل ہوا، ہر حرف کے لئے ظاہر اور باطن ہے ہر حرف کے لئے ایک حد (انتہائے معنی) ہے اور ہر حد کے لئے ظاہر

---

[1] الرسالۃ القشیریۃ باب التوبہ مطبوعہ دارالکتب العربیہ الکبرٰی مصطفٰی البابی مصر ص ۴۵، الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۴۳۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۷۷

[2] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۳۱۱۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۳۰

[3] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن مسعود حدیث ۱۰۱۰۷ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۱۳۰، المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن مسعود حدیث ۸۶۶۷ و ۸۶۶۸ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۹/ ۱۴۶

ف: معجم کبیر میں مکمل حدیث ایک جگہ پر دستیاب نہیں ہو سکی بلکہ دو حصّوں میں مختلف مقامات سے ملی ہے جبکہ جامع صغیر مع فیض القدیر جلد ۳ مطبوعہ بیروت صفحہ ۵۴ پر یہ حدیث مکمل انہی الفاظ کے ساتھ موجود ہے اور حوالہ بھی طبرانی عن عبداللہ بن مسعود کا دیا ہے، ہو سکتا ہے اعلیحضرت رحمہ اللہ نے جامع صغیر سے دیکھ کر یہ حدیث نقل کی ہو مجمع الزوائد جلد ۷ مطبوعہ بیروت ص ۵۳۔ ۱۵۲ پر بھی یہ حدیث از عبداللہ ابن مسعود منقول ہے۔ ***نذیر احمد***

معاجیمه عن عبدالله بن مسعود رضی الله تعالٰی عنه۔	اور باطن سے اطلاع کا مقام ہے۔ اس کو امام طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے (ت)

وحدیث ۱۰:

قوله عزوجل اعطیهم من حلمی وعلمی[1] اخرجه احمدوالطبرانی فی الکبیر والحاکم فی المستدرك والبیهقی فی شعب الایمان باسناد صحیح عن ابی الدرداء رضی الله تعالٰی عنه۔	اللہ عزوجل کا فرمان ہے میں انھیں اپنا حلم و علم عطا کرتا ہوں۔ اس کو احمد وطبرانی نے کبیر میں، حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے شعب ایمان میں صحیح سند کے ساتھ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث ۱۱:

من زهد فی الدنیا علمه الله بلا تعلم و هداه بلاهدایة وجعله بصیرا وکشف عنه العمی[2]۔ اخرجه ابو نعیم فی الحلیة الاولیاء عن سید الاولیاء امیر المؤمنین علی کرم الله وجهه۔	جو دنیا سے محفوظ رہا اسے اللہ بغیر حصولِ علم کے علم اور بغیر حصولِ ہدایت ہدایت دیتا ہے۔ اسے صاحب بصیرت بناتا ہے اور اس کی گمراہی اور تاریکی دور کردیتا ہے۔ اسے امام ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں سیّد الاولیاء امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث ۱۲:

دع عنك قول معاذفان الله یباهی به الملئکة قاله لرجل قال له معاذبن جبل رضی الله تعالٰی عنه تعال حتی نؤمن ساعة فشکاه الرجل الی النبی صلی الله	قولِ معاذ کو چھوڑو (یعنی قولِ معاذ کو برا نہ جانو) کیونکہ اللہ تعالٰی ملائکہ میں اس کے ساتھ فخر فرماتا ہے۔ یہ بات آپ نے اس شخص سے فرمائی جسے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا تھا کہ آؤ ہم ایک گھڑی ایمان

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۶/ ۴۵۰، نوادر الاصول الاصل الحادی والعشرون فی خصوصیۃ ہذہ الامۃ مطبوعہ دار صادر بیروت ص ۲۹ و ۳۳

[2] حلیۃ الاولیاء فضائل ومناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۱/ ۷۲

تعالٰی علیہ وسلم، وقال اومانحن بمؤمنین فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ذلک[1]۔ اخرجہ سیدی محمد بن علی الترمذی عن معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	لائیں اس شخص نے حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں شکایت کرتے ہوئے عرض کیا کیا ہم اہلِ ایمان نہیں؟ اس موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مذکورہ جملہ فرمایا تھا۔ اس کو سیّدی محمد بن علی ترمذی نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث ۱۳:

کان عبداللہ بن رواحۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ اذالقی الرجل من اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم یقول تعال نؤمن بربنا ساعۃ فقال ذات یوم لرجل فغضب الرجل فجاء الی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ الاترٰی الی ابن رواحۃ یرغب عن ایمانك الی ایمان ساعۃ فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یرحم اللہ ابن رواحۃ انہ یحب المجالس التی تباھی بھا الملئکۃ[2] علیھم السلام۔ رواہ احمد بسند حسن عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی کا معمول تھا جب بھی کسی صحابیِ رسول سے ملاقات ہوتی تو کہتے آؤ ہم اپنے رب کے ساتھ ایک گھڑی ایمان لائیں، ایک دن آپ نے یہی بات ایک شخص سے کہی تو وہ ناراض ہوگیا اور بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا یارسول اللہ! آپ نے عبداللہ بن رواحہ کے بارے میں نہیں سنا وہ تو آپ پر ایمان لانے کے بجائے ایک گھڑی ایمان کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا عبداللہ بن رواحہ پر اللہ تعالٰی رحم فرمائے وہ ایسی مجالس کو پسند کرتا ہے جس پر ملائکہ بھی فخر کرتے ہیں۔ اسے امام احمد نے سندِ حسن کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وحدیث ۱۴: ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ:

حفظت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعائین فاما احدھما	میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے علم کے دو ۲ برتن حاصل کئے ہیں ایک کو بیان کرتا ہوں اگر

---

[1] نوادرالاصول الاصل الثانی والسبعون فی الذکر الخفی مطبوعہ دارصادر بیروت ص ۱۱۰

[2] مسند احمد بن حنبل از مسند انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۲۶۵

فبثثته، واماالاٰخر فلو بثثته قطع هذا البُلعُومُ [1] ۔ اخرجه البخاری۔	دوسرا بیان کروں تو میرا یہ گلا کاٹ دیا جائے گا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے (ت)

وآیت:

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ج [2]	ان کے ہاتھ پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ (ت)

وآیت:

وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ج [3]	اور اے محبوب! وہ خاک جو تم نے پھینکی تھی تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ تعالٰی نے پھینکی تھی۔ (ت)

وآیت:

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ط [4]	تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمھاری طرف متوجہ ہے) (ت)

وآیت:

قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا (۸۵) [5]	تم فرماؤ روح میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمھیں اس کا علم نہ ملا مگر تھوڑا۔ (ت)

وآیت:

اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَ عَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا (۶۵) [6]	(تو ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا) جسے ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی اور اسے اپنا علم لدنی عطا کیا۔ (ت)

وآیت:

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا (۶۷) [7] وَ كَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا (۶۸) [8]	کہا آپ میرے ساتھ ہر گز نہ ٹھہر سکیں گے، اور اس بات پر کیونکر صبر کرینگے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔ (ت)

---

[1] صحیح بخاری کتاب العلم باب حفظ العلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ اصح المطابع کراچی ۱/ ۲۳

[2] القرآن ۴۸/ ۱۰

[3] القرآن ۸/ ۱۷

[4] القرآن ۲/ ۱۱۵

[5] القرآن ۱۷/ ۸۵

[6] القرآن ۱۸/ ۶۵

[7] القرآن ۱۸/ ۶۷

[8] القرآن ۱۸/ ۶۸

وآیت:

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤی اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾[1]	کہا تواگرآپ میرے ساتھ رہتے تو مجھ سے کسی بات کو نہ پُوچھنا جب تک میں خود اس کا ذکر نہ کروں (ت)

وآیت:

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤی اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾[2] قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾[3]	اب دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی میں سوار ہوئے تو اس بندہ نے اسے چیر ڈالا موسی علیہ السلام نے کہا کیا تم نے اسے اس لیے چیرا ہے کہ اس کے سواروں کو ڈبو دوں بے شک یہ تم نے بہت بری بات کی کہا میں نہ کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہر گز نہ ٹھہر سکیں گے۔ (ت)

وآیت:

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤی اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾[4] قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾[5]	پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا اس بندہ نے اسے قتل کر دیا۔ موسٰی علیہ السلام نے کہا کیا تم نے ایک سُتھری جان بے کسی جان کے بدلے قتل کر دی، بیشک تم نے بہت بُری بات کی، کہا میں نے آپ سے نہ کہا تھا کہ آپ ہرگز میرے ساتھ نہ ٹھہر سکیں گے (ت)

وآیت:

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَیْنِیْ وَ بَیْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ بِتَاْوِیْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾[6]	کہا یہ (وقت) میری اور آپ کی جدائی کا ہے اب میں آپ کو ان باتوں کا پھیر (یعنی علت ووجہ) بتاؤں گا جن پر آپ سے صبر نہ ہو سکا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۱۸/ ۷۰
[2] القرآن ۱۸/ ۷۱
[3] القرآن ۱۸/ ۷۲
[4] القرآن ۱۸/ ۷۴
[5] القرآن ۱۸/ ۷۵
[6] القرآن ۱۸/ ۷۸

وآیت:

وَمَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِیْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِیْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَیْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ [1]	اور یہ کچھ مین نے اپنے حکم سے نہ کیا، یہ پھیر (علت ووجہ) ہے ان باتوں کا جس پر آپ سے صبر نہ ہو سکا (ت)

وغیرہ ذلک آیت واحادیث سمجھ والوں کے لئے علمِ باطن اور اُس کے رجال ومضائق مجال وحقائق، اقوال ودقائق افعال کا پتا دینے کو بہت ہیں،

وَمَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ [2]	اور جسے اللہ تعالٰی نور نہ دے اُس کے لئے کہیں نور نہیں (ت)

یا نہ اس بحرِ عمیق کے لئے ساحل، نہ یہ حضرات اُس کی سیر کے قابل، نہ اس معنی سے اصل غرض سائل، لہٰذا فقیر این وآں سے قطع نظر کرکے نفسِ مرام مسئول عنہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے یعنی نماز میں حضرات غیر مقلدین کی اقتداء کا حکم کیا ہے، اور ازانجا کہ اسکی تنقیح اُن کی کشف بعض بدعات پر موقوف، لہٰذا اس بارے میں ایک اجمالی مقدمہ لکھ کر عنانِ قلم جانب جواب مصروف، ہرچند اس باب میں علماء متعدد تحریریں کرچکے مگر میں امید کرتا ہوں کہ بحول اللہ تعالٰی یہ موجز تحریر کافی وکافل وافی وکامل شافی ونافع صافی و ناصح واقع ہو وباللّٰہ التوفیق وبہ الوصول الٰی ذری التحقیق انہ نعم المولٰی ونعم المعین وَالحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

مقدمہ فی الکلام الاجمالی علی بدعۃ غیر المقلدین

یامعشر المسلمین یہ فرقہ غیر مقلدین کہ تقلید ائمہ دین کے دشمن اور بیچارہ عوام اہل اسلام کے رہزن ہیں، مذاہب اربعہ کو چوراہا بتائیں ائمہ وہدٰی کو احبار ورہبان ٹھہرائیں، سچّے مسلمانوں کو کافر مشرک بنائیں، قرآن وحدیث کی آپ سمجھ رکھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا پرکھنا ہر عامی جاہل کا کام کہیں، بے راہ چل کر، بیگانہ مچل کر، حرامِ خدا کو حلال کردیں حلال خدا کو حرام کہیں، ان کا بدعتی بدمذہب گمراہ بے ادب ضال مضل غوی مبطل ہونا نہایت جلی واظہر بلکہ عن الانصاف یہ طائفہ تالفہ بہت فرق اہل بدعت سے اشرّ واضرّ واشنع وافجر کما یخفی علی ذی بصر (جیسا کہ کسی بھی صاحب بصیرت پر مخفی نہیں۔ت) صحیح بخاری شریف میں تعلیقًا اور شرح السنۃ امام بغوی وتہذیب الآثار امام طبری میں موصولًا وارد:

کان ابن عمر یراھم شرار خلق اللہ وقال	یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما خوارج کو بدترین

---

[1] القرآن ۱۸/ ۸۲

[2] القرآن ۲۴/ ۴۰

انّھم انطلقو الی اٰیاتٍ نزلت فی الکفار فجعلوھا علی المؤمنین[1] ۔	خلق اللہ جانتے کہ انہوں نے وہ آیتیں جو کافروں کے حق میں اتریں اُٹھا کر مسلمانوں پر رکھ دیں۔

بعینہٖ یہی حالت ان حضرات کی ہے۔آیہ کریمہ:

اِتَّخَذُوْۤا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ[2]	انھوں نے اپنے پادریوں اور جوگیوں کو اللہ تعالٰی کے سوا خدا بنا لیا۔(ت)

کہ کفار اہل کتاب اور اُن کے عمائد وار باب میں اُتری ہمیشہ یہ بیباک لوگ اہلسنت وائمہ اہلسنت کو اس کا مصداق بتاتے ہیں۔علامہ طاہر پر رحمت غافر کہ مجمع بحار الانوار میں قول ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نقل کرکے فرماتے ہیں:

قال المذنب تاب اللہ علیہ واشرمنھم من یجعل اٰیات اللہ فی شرار الیھود علی علماء الامۃ المعصومۃ المرحومۃ طھر اللہ الارض عن رجسھم[3] ۔	مذنب کہتا ہے اللہ تعالٰی س پر رحم فرمائے،ان خارجیوں سے بدتر وُہ لوگ ہیں کہ اشرار یہود کے حق میں جو آیتیں اُتریں انھیں امّت محفوظ مرحومہ کے علماء پر ڈھالتے ہیں اللہ تعالٰی زمین کو اُن کی خباثت سے پاک کرے(ت)

اصل اس گروہ ناحق پژدہ کی نجد سے نکلی، صحیح بخاری شریف میں ہے:

عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما قال ذکر النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اللّٰھم بارك لنا فی شامنا اللھم بارك لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ وفی نجدنا قال اللّٰھم بارك لنا فی شامنا اللھم بارك لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ وفی نجدنا فاظنّہ قال فی الثالثۃ ھناك الزلزال والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان۔[4]	نافع سے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ حضور پُر نور سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دُعا فرمائی الٰہی ! ہمارے لئے برکت دے ہمارے شام میں ، ہمارے لئے برکت رکھ ہمارے یمن میں ، صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ ! ہمارے نجد میں حضور نے دوبارہ وہی دُعا کی الٰہی ! ہمارے لئے برکت کر ہمارے شام میں الٰہی ! ہمارے لیے برکت بخش ہمارے یمن میں ، صحابہ نے پھر عرض کی یارسول اللہ ہمارے نجد میں۔عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی فرماتے ہیں میرے گمان میں تیسری دفعہ حضور نے نجد کی نسبت فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہیں اور وہیں سے نکلے گا شیطان کا سینگ(ت)

---

[1] الصحیح البخاری کتاب استتابہ المعاندین باب قتال الخوارج والملحدین الخ ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۱

[2] القرآن ۹/ ۳۱

[3] مجمع بحار الانوار تحت لفظِ حدیث مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۶۴۲

[4] الصحیح البخاری کتاب الفتن باب قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الفتنہ من قبل المشرق مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۵۰،الصحیح البخاری باب ماقیل فی الزلزال والآیات الفتنہ من قبل المشرک مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۴۱

اس خبرِ صادق مخبر صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مطابق عبدالوہاب نجدی کے پسر واتباع نے بحکم آنکہ ع

پدر اگر نتواند پسر تمام کند (باپ اگر نہ کرسکا تو بیٹا تمام (مکمل) کردے گا)

تیرھویں صدی میں حرمین شریفین پر خروج کیا اور ناکردنی کاموں ناگفتنی باتوں سے کوئی دقیقہ زلزلہ وفتنہ کا اُٹھا نہ رکھا،

وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ [1]	اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ (ت)

حاصل اُن کے عقائد زائغہ کا یہ تھا کہ عالم میں وہی مشت ذلیل موحد مسلمان ہیں باقی تمام مومنین معاذاللہ مشرک۔ اسی بناء پر انھوں نے حرمِ خدا وحریمِ مصطفٰی علیہ افضل الصلوٰۃ والثناء کو عیاذًا باللہ دارالحرب اور وہاں کے سُکّانِ کرام ہمسائیگانِ خدا ورسول کو (خاکم بدہانِ گستاخاں) کافر ومشرک ٹھہرایا اور بنامِ جہاد وخروج کرکے لوائے فتنہ عظمٰی پر شیطنت کبرٰی کا پرچم اُڑایا۔ علّامہ فہامہ خاتمۃ المحققین مولٰنا امین الدین محمد بن عابدین شامی قدس سرہ السامی نے کچھ تذکرہ اس واقعہ ہائلہ کا فرمایا ردالمحتار حاشیہ درمختار کی جلد ثالث کتاب الجہاد باب البغاۃ میں زیرِ بیانِ خوارج فرماتے ہیں:

کماوقع فی زماننا فی اتباع بن عبدالوہاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذھب الحنابلۃ لکنھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذلك قتل اھل السنۃ وقتل علمائھم حتی کسر اللہ تعالٰی شوکتھم وخرب بلادھم وظفربھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف [2]۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔	یعنی خارجی ایسے ہوتے ہیں جیسا ہمارے زمانے میں پیروانِ عبدالوہاب سے واقع ہوا جنہوں نے نجد سے خروج کرکے حرمین محترمین پر تغلب کیا اور وہ اپنے آپ کو کہتے تو حنبلی تھے مگر اُن کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان اور جو اُن کے مذہب پر نہیں وہ مشرک ہیں اس وجہ سے انھوں نے اہلسنّت وعلمائے اہلسنت کا قتل مباح ٹھہرالیا یہاں تک کہ اللہ تعالٰی نے اُنکی شوکت توڑ دی اور اُن کے شہر ویران کئے اور لشکرِ مسلمین کو اُن پر فتح بخشی ۱۲۳۳ھ میں۔

---

[1] القرآن، ۷/ ۱۲۷

[2] ردالمحتار کتاب الجہاد مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۳۳۹

غرض یہ فتنہ شنیعہ وہاں سے مطرود اور خدا اور رسول کے پاک شہروں سے مدفوع و مردود ہو کر اپنے لئے جگہ ڈھونڈتا ہی تھا کہ نجد کے ٹیلوں سے اس دار الفتن ہندوستان کی نرم زمین اسے نظر پڑی، آتے ہی یہاں قدم جمائے، بانی فتنہ نے کہ اس مذہب نامہذب کا معلم ثانی ہوا وہی رنگ آہنگ کفر و شرک پکڑا کہ ان معدودے چند کے سوا تمام مسلمان مشرک، یہاں یہ طائفہ بحکم اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا[1] (وُہ لوگ جنھوں نے اپنے دین میں جُدا جُدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہوگئے۔ت) خود متفرق ہوگیا ایک فرقہ بظاہر مسائل فرعیہ میں تقلید ائمہ کا نام لیتا رہا دوسرے نے ع

قدمِ عشق پیشتر بہتر

(عشق کا قدم آگے بڑھانا ہی بہتر ہے)

کہہ کر اسے بھی بالائے طاق رکھا، چلئے آپس میں چل گئی وہ انھیں گمراہ یہ اُنھیں مشرک کہنے لگے مگر مخالفتِ اہلسنت وعداوت اہلِ حق میں پھر ملت واحدہ رہے، ہر چند ان اتباع نے بھی تکفیر مسلمین میں اپنی چلتی گئی نہ کی لیکن پھر کلام الامام امام الکلام (امام کا کلام، کلام کا امام ہوتا ہے۔ت) ان کے امام و بانی وثانی کو شرک وکفر کی وہ تیز وتند چڑھی کہ مسلمانوں کے مشرک کافر بنانے کو حدیث صحیح مسلم: لا یذھب اللیل والنھار حتی یعبد اللات والعزّٰی (الٰی قولہ) یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی کل من کان فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من ایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الٰی دین اٰبائھم[2] مشکوٰۃ کے باب لا تقوم الساعۃ شرار الناس[3] سے نقل کرکے بے دھڑک زمانہ موجودہ پر جمادی جس میں حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ "زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات و عزّٰی کی پھر سے پرستش نہ ہو اور وُہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالٰی ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اُٹھالے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہوگا انتقال کرے گا جب زمین میں نرے کافر رہ جائیں گے پھر بتوں کی پوجا بدستور جاری ہوجائے گی"۔ اس حدیث کو نقل کرکے صاف لکھ دیا سو پیغمبرِ خدا کے فرمانے کے موافق ہوا، انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔

ہوشمند نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ اگر یہ وہی زمانہ ہے جس کی خبر حدیث میں دی تو واجب ہُوا کہ روئے زمین پر مسلمان کا نام ونشان باقی نہ ہو بھلے مانس اب تُو اور تیرے

---

[1] القرآن ٦/ ١٥٩

[2] صحیح مسلم کتاب الفتن واشتراط الساعۃ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ٢/ ٣٩٤

[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب لا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس مطبوعہ مجتبع مجتبائی دہلی ص ٤٨٠

ساتھی کدھر بچ کر جاتے ہیں، کیا تمھارا طائفہ دنیا کے پردے سے کہیں الگ بستا ہے، تم سب بھی انہیں شرار الناس وبدترین خلق میں ہوئے جن کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان کا نام نہیں اور دین کفار کی طرف پھر کر بتوں کی پوجا میں مصروف ہیں، سچ آیا ۱۷ حدیث مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ **حبك الشیئ یعمی ویصم**[1] (شیئ کی محبت تجھے اندھا اور بہرا کردے گی۔ت) شرک کی محبت نے اس ذی ہوش کو ایسا اندھا بہرا کردیا کہ خود اپنے کفر کا اقرار کر بیٹھا، غرض تو یہ ہے کہ کسی طرح تمام مسلمان معاذ اللہ مشرک ٹھہریں اگرچہ پرائے شگون کو اپنا ہی چہرہ ہموار ہوجائے، اور اس بیباک چالاک کی نہایت عیاری یہ ہے کہ اُسی مشکوٰۃ کے اُسی باب **لاتقوم الساعۃ الاعلی شرار الناس**[2] میں اسی حدیث مسلم کے برابر متصل بلافصل دوسری حدیث مفصل۔ اسی صحیح مسلم کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے وُہ موجود تھی جس سے اس حدیث کے معنٰی واضح ہوتے اور اُس میں صراحۃً ارشاد ہوا تھا کہ یہ وقت کب آئے گا اور کیونکر آئے گا اور آغازِ بُت پرستی کا منشا کیا ہوگا، وہ حدیث مختصراً یہ ہے:

وعن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخرج الدجال فی اُمتی فیمکث اربعین فیبعث اللہ عیسی بن مریم فیھلکہ ثم یمکث فی الناس سبع سنین لیس بین اثنین عداوۃ ثم یرسل اللہ ریحا باردۃ من قبل الشام فلا یبقی علی وجہ الارض احد فی قلبہ مثقال ذرّۃ من خیر او ایمان الاقبضتہ حتی لوان واحدکم دخل	یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میری امّت میں دجّال نکل کر چالیس عـــہ تک ٹھہرے گا پھر اللہ تعالٰی عیسٰی بن مریم علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھیجے گا وُہ اُس کو ہلاک کریں گے پھر سات برس تک لوگوں میں اس طرح تشریف رکھیں گے کہ کوئی دو ۲ دل آپس میں عداوت نہ رکھتے ہوں گے اس کے بعد اللہ تعالٰی شام کی طرف سے ایک ٹھنڈی ہوا بھیجے گا کہ روئے زمین پر جس دل میں ذرہ برابر بھی ایمان

عـــہ: راوی نے کہا مجھے نہیں معلوم کہ چالیس ۴۰ دن فرمایا یا برس انتہی، اور دوسری حدیث میں چالیس دن کی تصریح ہے کہ پہلا دن سال بھر کا، دوسرا ایک مہینہ کا، تیسرا ایک ہفتہ کا، باقی دن عام دنوں کی طرح **رواہ مسلم عن النواس بن سمعان رضی اللہ تعالٰی عنہ فی حدیث طویل** ۱۲ منہ (م) (اسے امام مسلم نے حدیث طویل میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل باقی حدیث ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۱۹۴

[2] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الفتن باب لا تقوم الساعۃ الخ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۸۰

فی کبد جبل لدخلته علیه حتی تقبضه قال فیبقی شرار الناس فی خفة الطیر واحلام السباع لا یعرفون معروفا ولاینکرون منکرا فیتمثل لهم الشیطان فیقول الاتستحیون فیقولون فما تأمرنا فیامرهم بعبادة الاوثان ثم ینفخ فی الصور[1] (ملخصا)۔ (رواہ مسلم)	ہوگا اس کی روح قبض کرلے گی یہاں تک کہ اگر تم میں کوئی پہاڑ کے جگر میں چلا جائے گا تو وہ ہوا وہاں جاکر بھی اُس کی جان نکال لے گی اب بدترین خلق باقی رہ جائیں گے فسق و شہوت میں پرندوں کی طرح ہلکے سُبک اور ظلم و شدّت میں درندوں کی طرح گراں و سخت جو اصلانہ کبھی بھلائی سے آگاہ ہوں گے نہ کسی بدی پر انکار کریں گے شیطان ان کے پاس آدمی کی شکل بن کر آئے گا اور کہے گا تمہیں شرم نہیں آتی یہ کہیں گے تم ہمیں کیا حکم کرتا ہے وہ اُنھیں بُت پرستی کا حکم دے گا اس کے بعد نفخ صور ہوگا۔ (ملخصًا)۔

عیار ہوشیار اس حدیث کو الگ بچا گیا کہ یہاں تو سارے مکر کی قلعی کُھلتی اور صاف ظاہر ہوتا کہ حدیث میں جس زمانے کی خبر دی ہے وُہ بعد خروج وہلاک دجال وانتقال عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آئے گا اُس وقت کے لئے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہ رہے گا جس طرح [۱۹]احمد و مسلم وترمذی کی حدیث میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے آیا سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقوم الساعة حتی لایقال فی الارض الله الله[2]۔	قیامت نہ آئے گی جب تک زمین میں کوئی اللہ اللہ کہنے والا رہے۔

اللہ اللہ یہ حدیث بھی مشکوٰۃ بحوالہ مسلم اسی باب کے شروع میں ہے مزوّر چالاک دلدادہ اشراک برابر کی حدیثیں نقل کرتا تو مسلمانوں کو کافر مشرک کیونکر بناتا اور اس جھوٹے دعوے کی گنجائش کہاں سے پاتا اپنے زمانے کی نسبت کہہ دیا: سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔ مسلمان دیکھیں کہ جو عیار صریح واضح متداول حدیثوں میں ایسی معنوی تحریفیں کریں بے پر کی اڑانے میں اپنے باطنی معلم کے بھی کان کتیریں جھوٹے مطلب دل سے بنائیں اور انھیں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مقصود ٹھہرائیں حالانکہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم متواتر حدیث میں ارشاد فرمائیں:

[۲۰]من کذب علیّ متعمدا فلیتبوا مقعده	جو جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفتن باب الدجال مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۴۰۳

[2] صحیح مسلم باب ذہاب الایمان آخر الزمان مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۸۴، مسند احمد بن حنبل از مسند انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۲۶۸، ۲۰۱، ۱۰۷

من النّار۔[1]	دوزخ میں بنالے۔(ت)

ایسوں کا مذہب معلوم اور عمل بالحدیث کا مشرب معلوم ع

قیاس کُن زگلستان شان بہارِ شاں

جب اصول میں یہ حال ہے تو ظاہر ہے کہ فروع مسائل فقہیہ میں حدیثوں کی کیا کچھ گت نہ بناتے ہوں گے۔ پھر دعوی یہ ہے کہ ہم تو خیر البریہ یعنی قرآن اور قولِ خیر البریہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یعنی حدیث پر چلتے ہیں، سبحٰن اللہ یہ منہ اور یہ دعوی۔

۲۱ سچ فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

یأتی فی اٰخرالزمان قوم حدثاء الاسنان سفهاء الاحلام یقولون من خیر قول البریة یمرقون من الاسلام کما یمرق السهم من الرمیة لایجاوز ایمانهم حناجرهم[2]۔ اخرجه البخاری ومسلم وغیرهما عن امیرالمومنین علی کرم الله تعالٰی وجهه واللفظ للبخاری فی فضائل القراٰن من الجامع الصحیح۔	آخر زمانہ میں کچھ لوگ حدیث السن سفیہ العقل آئیں گے کہ اپنے زعم میں قرآن یا حدیث سے سند پکڑیں گے وہ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر نشانہ سے نکل جاتا ہے ایمان ان کے گلوں سے نیچے نہ اُترے گا۔ اسے بخاری ومسلم اور دیگر محدثین نے امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا اور مذکورہ الفاظ حدیث جامع صحیح للبخاری کے باب فضائل القرآن سے لئے گئے ہیں۔

واقعی یہ لوگ اُن پُرانے خوارج کے ٹھیک بقیہ و یادگار ہیں وہی مسئلے وہی دعوے وہی انداز وہی وتیرے، خارجیوں کا داب تھا، اپنا ظاہر اس قدر متشرع بناتے کہ عوام مسلمین انہیں نہایت پابندِ شرع جانتے پھر بات پر عمل بالقرآن کا دعوی عجب دام در سبزہ تھا مسلک وہی کہ ہمیں مسلمان ہیں باقی سب مشرک۔ یہی رنگ ان حضرات کے ہیں آپ موحد اور سب مشرکین، آپ محمدی اور سب بددین، آپ عامل بالقرآن والحدیث اور سب چنیں وچناں بزم خبیث، پھر ان کے اکثر مکلبین ظاہری پابندی شرع میں خوارج سے کیا کم ہیں اہلسنّت کان کھول کر سُن لیں دھوکے کی پٹّی میں شکار نہ ہو جائیں، ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں فرمایا:

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء فی تعظیم الکذب علی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۹۰

[2] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب من رایا بقراۃ القرآن الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶

تحقرون صلاتکم مع صلاتھم وصیامکم مع صیامھم وعملکم مع عملھم۔[1]	تم حقیر جانو گے اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے اور اپنے روزے ان کے روزوں کے سامنے اور اپنے اعمال کو اُن کے اعمال کے مقابل۔

بااینہمہ ارشاد فرمایا:

ویقرئون القرآن لایجاوز حناجرھم یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیة[2]۔ رواہ البخاری ومسلم عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنه۔	ان اعمال پر ان کا یہ حال ہوگا کہ قرآن پڑھیں گے پر گلوں سے تجاوز نہ کرے گا دین سے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ اسے بخاری ومسلم دونوں نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

پھر شانِ خدا کہ ان مذہبی باتوں میں خارجیوں کے قدم بقدم ہونا درکنا خارجی بالائی باتوں میں بھی بالکل یک رنگی ہے انھیں ابو سعید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے:

قیل ماسیماھم قال سیماھم التحلیق[3]۔ رواہ البخاری ولیس بعدہ فی الجامع الصحیح الاحدیث واحد۔	عرض کی گئی؛ یارسول اللہ! اُن کی علامت کیا ہوگی؟ فرمایا سر منڈانا۔ یعنی اُن کے اکثر سر منڈے ہونگے عــه۔ اسے بخاری نے روایت کیا، اس کے بعد جامع صحیح میں فقط ایک حدیث ہے یعنی یہ حدیث صحیح البخاری کی آخری حدیث سے پہلے والی حدیث ہے۔

۲۳ بعض احادیث میں یہ بھی آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کا پتا بتایا **مشمّری الازار**[4] ف۔ (گھٹنی ازار والے) اوکما وردعنه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم (یا جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہوا ہے۔ ت) اللہ تعالٰی کے بے شمار درودیں حضور عالم ماکان ومایکون پر، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

عــه ظاہر ہے علامت قوم سے ہے وہ جو تمام قوم یا اکثر میں ہو ۱۲منہ (م)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الفضائل باب من رایا بقراءۃ القرآن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶

[2] صحیح البخاری کتاب الفضائل باب من رایا بقراءۃ القرآن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶

[3] صحیح البخاری کتاب الفضائل باب من رایا بقراءۃ القرآن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۵۶، ۵۸

[4] صحیح البخاری کتاب التوحید باب قراءۃ الفاجر والمنافق الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۱۲۸

ف: بلکہ ۶۲۴ پر دیگر چند علامات کا بھی ذکر ہے پوری عبارت یوں ہے: غائر العنین مشرف الوجنتین ناشز الجبھة کث اللحیة محلوق الرأس مشمر الازار۔ اس حدیث میں گستاخ رسول کی علامتوں کا ذکر ہے۔ ***نذیر احمد***

بالجملہ یہ حضرات خوارج نہروان کے رشید پس ماندے بلکہ غلو وبیباکی میں اُن سے بھی آگے ہیں یہ انھیں بھی نہ سوجھی تھی کہ شرک وکفر تمام مسلمین کا دعوی اس حدیث سے ثابت کر دکھاتے جس سے ذی ہوش مذکور نے استدلال کیا ع

طرفہ شاگردے کہ میگوید سبق استادرا

(کتنا اچھا شاگرد کہ استاد کو بھی سبق سکھاتا ہے)

مگر حضرتِ حق عزوجل کا حسنِ انتقام لائق عبرت ہے چاہ کن راچاہ درپیش **من حفر بیرا لا خیه فقد وقع فیه** (جو شخص کسی کے لئے کنواں کھودتا ہے خود اسی میں گرتا ہے۔ت) حدیث سے سند لائے تھے مسلمانوں کے کافر ومشرک بنانے کو اور بحمداللہ خود اپنے مشرک وکافر ہونے کا اقرار کرلیا کہ جب یہ وقت وہی ہے کہ روئے زمین پر کوئی مسلمان نہیں تو یہ مستدل بھی انھیں کافروں میں کا ایک ہے قضی الرجل علی نفسه (آدمی نے اپنے خلاف فیصلہ کیا۔ت) اقرار مرد آزار مرد، المرء مواخذ باقراره (آدمی اپنے اقرار پر گرفتار ہوتا ہے۔ت) مدہوش بیچارہ خود کردہ راعلاجے نیست میں گرفتار ہُوا، اور مسلمانوں کو تو خدا کی امان ہے اُن کے لئے اُن کے سچے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سچی بشارت آئی ہے کہ یہ امّتِ مرحومہ ہرگز شرک اور غیر خدا کی پرستش نہ کرے گی۔[٢٤] امام احمد مسند اور ابن ماجہ سنن اور حاکم مستدرک اور بیہقی شعب الایمان میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور پُرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی امّت کی نسبت فرماتے ہیں:

اما انهم لایعبدون شمسا ولا قمرا ولاحجرا ولا وثنا ولکن یراؤن باعمالهم۔[1]	خبردار ہو بیشک وُہ نہ سورج کو پوجیں گے نہ چاند کو نہ پتھر کو نہ بُت کو، ہاں یہ ہوگا کہ دکھاوے کے لئے اعمال کریں گے۔

اسی لئے جب قیامت آنے کو ہوگی اور شرک محض کا وقت آئیگا ہوا بھیج کر مسلمانوں کو اٹھالیں گے والحمد للہ رب العلمین۔ پھر اہلِ عرب کے لئے خاص مژدہ ارشاد ہوا ہے کہ وہ ہرگز شیطانی پرستش میں مبتلا نہ ہوں گے۔[٢٥] احمد ومسلم حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطٰن قد یئس ان یعبده المصلون فی جزیرة العرب ولکن فی التحریش بینهم۔[2]	بیشک شیطان اس سے ناامید ہوگیا کہ جزیرہ عرب کے نمازی اُسے پوجیں، ہاں اُن میں جھگڑے اُٹھانے کی طمع رکھتا ہے۔

---

[1] المسند لامام احمد بن حنبل حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارلفکر بیروت ۴/ ۱۲۴

[2] المسند لامام احمد بن حنبل از مسند جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ ۳/ ۳۵۴، صحیح مسلم باب تحریش الشیطان الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۷۶، جامع الترمذی باب ماجاء فی التباعض مطبوعہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۶

ابو یعلٰی[۲] حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الشیطان قد یئس ان تعبد الاصنام فی ارض العرب ولکنه سیرضی منکم بدون ذلك بالمحقرات[1] الحدیث۔ واصله عنه عنداحمد والطبرانی بسند حسن۔	یعنی شیطان یہ امید نہیں رکھتا کہ اب زمین عرب میں بُت پوجے جائیں مگر وہ اس سے کم درجہ گناہ تم سے کرادینے کو غنیمت جانے گا جو حقیر وآسان سمجھے جاتے ہیں (الحدیث) اسے امام احمد اور طبرانی نے انھیں سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

بیہقی[۲۷] حضرت[۳] معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تذکیراً اور[۲۸] حضرت[۴] عبدالرحمٰن بن غنم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے تقریراً راوی حضور سیّد المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے وداع کرتے وقت ارشاد فرمایا:

ان الشیطان قدیئس ان یعبد فی جزیرتکم هذه ولکن یطاع فیما تحتقرون من اعمالکم فقد رضی بذلک[2]۔	یعنی شیطان کو یہ اُمید نہیں کہ اب تمھارے جزیرے میں اس کی عبادت ہوگی ہاں اُن اعمال میں اُس کی اطاعت کروگے جنھیں تم حقیر جانوگے وہ اسی قدر کو غنیمت سمجھتا ہے۔

[۲۹] امام احمد حضرت[۵] عبادہ بن صامت و[۶] ابودرداء[۳۰] رضی اللہ تعالٰی عنہما سے معًا راوی حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الشیطان قد یئس ان یعبد فی جزیرة العرب[3]۔	بیشک شیطان اس سے مایوس ہے کہ جزیرہ عرب میں اس کی پرستش ہو۔

یہ چھ[۶] صحابیوں کی حدیثیں ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ ہاں انھیں سن کر مسلمان کہے کہ دیکھو پیغمبر خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فرمانے کے مطابق ہوا، کفر وشرک جب سے جزیرہ عرب سے نکلے، وہ دن اور آج کا دن پھر ادھر کا منہ کرنا نصیب نہ ہوا والحمدللہ رب العٰلمین۔ پھر خطہ مبارکہ حجاز یعنی حرمین طیبین اور ان کے مضافات کے لئے اس سے اجل واعظم بشارت آئی[۳۱] جامع ترمذی میں عمرو بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] مسند ابو یعلی از مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث ۵۱۰۰ مطبوعہ دارالقبلۃ جدہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۵/ ۶۹

[2] شعب الایمان وہو باب فی اخلاص العمل الخ حدیث ۶۸۵۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۴۰

[3] مسند احمد بن حنبل، حدیث شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۴/ ۱۲۶

سے مروی حضور پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الدین لیأر ز الی الحجاز کماتأرز الحیۃ الی جحرھا ولیعقلن الدین من الحجاز معقل الاروِیّۃ من الجبل[1]۔	بیشک دین حجاز کی طرف ایسا سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بِل کی طرف، اور بیشک دین حرمین طیّبین کو ایسا اپنا مسکن ومامن بنائے گا جیسے پہاڑی بکری پہاڑ کی چوٹی کو۔

پھر مدینہ امینہ کا کہنا ہی کیا کہ وُہ تو خاصوں کا خاص اور دینِ متین کا اول وآخر ملجا ومناص ہے صلی اللہ تعالیٰ علی من جعلھا ھکذا وبارک وسلم (اللہ تعالیٰ اس ذاتِ اقدس پر رحمتیں برکتیں اور سلام نازل فرمائے جس نے شہر مدینہ کو یہ شرف بخشا۔ ت) اُس کی نسبت بالتخصیص ارشاد ہوا۔

ان الایمان لیأرز الی المدینۃ کماتأرز الحیۃ الی جحرھا[2]۔ رواہ الائمۃ احمد والبخاری ومسلم وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ وفی الباب عن سعد بن ابی وقاص وغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم۔	بیشک ایمان مدینے کی طرف یُوں سمٹے گا جیسے سانپ اپنی بِل کی طرف۔ اسے ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اس معاملہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص اور دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی حدیث مروی ہے۔

انصاف کیجئے تو صرف یہی حدیثیں اور اُن کی مثال ان سفہا کے ابطال مذہب میں کافی ووافی وبرہان شافی کہ اگر ان کا مذہب حق ہے تو اہل مدینہ واہلِ مکّہ واہلِ حجاز واہل عرب اہل بلاد دارالاسلام سب کے سب معاذ اللہ مشرکین بے دین ہیں اور مسلمان یہی ہند کے چند بے لجام کثیر الحیف یا نجد کے بعض بے مہار بقیۃ السیف انّا للہ وانّا الیہ راجعون۔ اسی طرح وُہ متواتر حدیثیں ان کی مبطل مذہب جن میں ارشاد ہُوا کہ اس امتِ مرحومہ کا بڑا حصہ ہرگز گمراہی پر مجتمع نہ ہوگا، میں اُن کی وفور کثرت وکمال شہرت کے سبب یہاں اُن کی نقل سے دست کشی کرتا ہوں ان شاء اللہ تعالیٰ تحریر جداگانہ میں اُن کی شوکتِ قاہرہ کو جلوہ دیا جائے گا، ہر مسلمان اور یہ حضرات خود بھی جانتے ہیں کہ تمام بلادِ اسلامیہ میں اُمّتِ مرحومہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کروڑوں اربوں آدمی بارک اللہ تعالیٰ

---

[1] جامع الترمذی باب ماجاء ان الاسلام بدإ غریبًا الخ مطبوعہ امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/ ۸۷

[2] صحیح البخاری باب الایمان یأرز الی المدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۲

فیھم و علیھم (اللہ تعالیٰ ان میں اور ان پر برکت نازل کرے۔ ت) اس نئے مذہب سے منزّہ و بری ہیں اس کے نام لیوا فقط یہی ذلیل و قلیل مشتے چند ہندی و نجدی ہیں طرفہ یہ کہ اُن کے بعض مکلبین اپنی اس شذوذ و قلّت و مخالفت جماعت پر ناز کرتے اور احادیث جماعت وسواد اعظم کے مقابل آیہ **وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ**ۚ[1] (اگر تجھے خبیث کی کثرت تعجب میں نہ ڈال دے۔ ت) پڑھتے ہیں۔ یہ کیدان صاحبوں نے کہ تمام مذاہب باطلہ کے عطر مجموعہ میں حضرات روافض سے اڑایا وہ اپنی ذلّت و قلّت کو اپنی حقانیت کی حجت ٹھہراتے اور آیاتِ قرآنیہ میں یونہی تحریفیں کرکے خواہی نخواہی مدعا پر جماتے ہیں۔ شاہ عبدالعزیز صاحب تحفہ اثناء عشریہ میں فرماتے ہیں:

کید یازدہم آنکہ گویند مذہب اثنا عشریہ حق ست زیرا کہ اثنا عشریہ قلیل وذلیل اند واہل سنّت کثیر وعزیز وخدائے تعالیٰ درحق اہل حق می فرماید **وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ** ودریں تقریر تحریف کلام اللہ است زیرا کہ حق تعالیٰ درحق اصحاب الیمین فرمودہ است **ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ﴿۴۰﴾** واگر قلّت وذلت موجب حقیقت شود باید کہ نواصب وخوارج احق واولے بحق باشند کہ بسیار قلیل وذلیل اند بلکہ حق تعالیٰ جابجا ظہور وغلبہ وتسلّط درشان اہلِ حق می فرماید ودراحادیث جابجا باتباع سوادِ اعظم ازامت وموافقت باجماعت تاکید فرمودہ اند اھ ملتقطا[2]	گیارھواں فریب ان کا یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں مذہب اثنا عشریہ حق ہے کیونکہ اثنا عشریہ تھوڑے اور کمزور، اور اہلسنت کثیر و غالب، اللہ تعالیٰ نے اہل حق کے بارے میں یہ ارشاد فرمایا وہ بہت تھوڑے ہیں۔ اس گفتگو میں اللہ تعالیٰ کے کلام میں تحریف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب یمین کے بارے میں فرمایا: اگلوں میں ایک بڑا گروہ اور پچھلوں میں سے ایک گروہ۔ اگر قلّت وذلت حق ہونے کے زیادہ لائق ہیں کہ وہ بہت ہی تھوڑے اور نہایت ہی کمزور ہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے جابجا اہل حق کے غلبہ، تسلط اور ظہور کا ذکر کیا ہے اور احادیث میں جابجا امّت کے سوادِ اعظم کی اتباع اور موافقت باجماعت کی تاکید کی گئی ہے اھ تلخیصًا (ت)

لطف یہ ہے کہ اس کے بعد جو شاہ صاحب نے روافض کے حالات اور اُن کی بدمذہبی کے ثمرات لکھے کہ:

ہیچ ملک ناحیہ رااز کفار بدست نیاوردہ و دارالاسلام نساختہ بلکہ اگر گاہے ایشاں را ریاست ناحیہ بدست	انھوں نے کسی ملک کو کفار سے چھڑا کر دارالاسلام نہیں بنایا اگر کبھی ان کے قبضہ میں کوئی ریاست آئی بھی تو

---

[1] القرآن ۵/ ۱۰۰

[2] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم در مکائد جزئیہ روافض الخ کید یازدہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷

آمدہ با کفار مداہنتہ نمودہ ودارالاسلام رادارالکفر ساختہ اندہر گاہ درملکے تشیّع رائج شد فتنہ وفسادونفاق فیما بین فوج فوج باریدہ، حالت ہندوستان باید دید وحالت ملک عرب وشام وروم راباد ے باید سنجید[1] اھ ملخصًا	انھوں نے مداہنت بالکفّار سے کام لیتے ہوئے دارالاسلام کو دارالکفر بنادیا، جہاں کسی ملک میں اہلِ تشیّع کا غلبہ ہُوا فتنہ وفساد اور نفاق کے باعث لوگ آپس میں گروہوں میں بٹ گئے، ہندوستان کی حالت دیکھ لو اور ملک عرب، شام اور روم کو اس پر قیاس کرلو اھ ملخصًا (ت)

یہ سب باتیں بھی حروف بحرف اس طائفہ جدیدہ پر منطبق، اول تو انھیں نکلے ایسے کے دن ہوئے تاہم جب سے سراُبھارا سارا غصّہ مسلمانوں ہی پر اتارا ہمیشہ مسلمانوں کو مشرک کہا مسلمانوں ہی کے قتل وغارت کا حوصلہ رہا، آخر کچھ دنوں شوکت بھی پائی۔ فوج وجمعیت بھی ہاتھ آئی، پھر کون سا ملک کافروں سے لیا کون سا حملہ مشرکوں پر کیا ہاں خداو مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے شہروں کو دارالحرب بتایا، **لا الٰہ الاّ اللہ محمد رسول اللہ** ماننے والوں کا خون بہایا، آدمی کو جب قوّت ملتی ہے دل کی دبی بھڑک کر جلتی ہے جن سے غیظ تھا اُنھیں پر ٹوٹے، خداو مصطفٰی کے شہر لوٹے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم **وسیعلم الظالم این المثوی** (عنقریب ظالم جان لے گا کہ اس کا ٹھکانہ کہاں ہے۔ت) جب وہاں ان کا ستارہ لشکر سلطانی نے گرفتار بیت الوبال کیا ان آزاد بلاد نے جہاں نہ کوئی پُرسان سنّت نہ خبرگانِ ملّت اُنھیں حبلک علی غاربک (تیری رسّی تیرے کاندھے پر ہے۔ت) کہہ کر لیا قدموں کی برکت کہاں جائے۔ جب نجد اجاڑ کر ہند میں آئے یہاں اُن کے دم سے جو فتنہ وفساد پھیلے، باہم مسلمانوں میں نفاق وشقاق کے چشمے ابلے، ظاہر وعیاں ہیں، کس پر نہاں ہیں، خصوصًا اُن شہروں کو تو پوری شامت جن میں اُن کے عمائد کی کثرت کچھ دین قدیم پر جھگڑ رہے ہیں کچھ بگڑ گئے کچھ بگڑ رہے ہیں، باپ سنّی ذریّت وہابی، شوہر سنّی عورت وہابی، گھر گھر فتنے آئے دن فساد، عیش منغص چین برباد، ابتداءً بانی ثانی نے بھی وہی رنگ جمائے، بلاد اسلام دارالکفر ٹھہرائے، جس سال نجد میں ان کے اکابر کا قلع قمع ہُوا اوپر سُن چکے کہ ۱۲۳۳ھ تھا اُسی سال انھوں نے یہاں کے شہروں پر یہ فتوٰی دیا، امام الطائفہ نے ترغیب جہاد کے ضمن میں لکھا:

ہندوستان را دریں جز و ضمان کہ ۱۲۳۳ھ دوصدوسی وسوم اکثرش دریں ایام دارالحرب گردیدہ[2]۔	ہندوستان کواس وقت یعنی ۱۲۳۳ھ میں کہ اس کا اکثر حصہ دارالحرب قرار دیا جاچکا ہے۔ (ت)

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم در مکائد جزئیہ روافض الخ کید یازدہم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷

[2] صراطِ مستقیم فصل چہارم افادہ ۵ مطبوعہ المکتبۃ السّلفیہ لاہور ص ۶۵

مگر زمانے نے زیادہ مہلت نہ دی، دل کی حسرت دل ہی میں رہی، اتباع میں کوئی نہ ہوا کہ ٹوٹے جگ کو جوڑے، ناچار زبانِ قلم و قلمِ زبان سے چلے دل کے پھپھولے پھوڑے، تکفیر مسلمین اصل مذہب ہے، کفر شرک تو پہلا لقب ہے، ان کے بعض دلاوروں نے تصریحیں کی ہیں کہ اہلسنت کفار حربی ہیں اُن کے خون ومال حلال بلکہ اس سے زائد شیطانی اقوال، موقع پائیں تو کیا کچھ نہ کر دکھائیں،

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ[1] ۔ ولا حول ولاقوۃ الّا باللّٰہ ھو المستعان علٰی کل ذی شر۔	بُغض وبیر اُن کی باتوں سے جھلک اُٹھا اور وہ (غیظ وعناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں اور بڑا ہے (ت) اس اللہ کے سوا کوئی طاقت وقوت نہیں رکھتا جو ہر شر کے خلاف مددگار ہے۔ (ت)

غرض کہیں خوارج کی ہمسنگی کہیں روافض سے ہمرنگی ع: مذہب معلوم واہلِ مذہب معلوم اور شاہ صاحب کے اخیر فقرے تو موتیوں میں تولنے کے قابل کہ:

حالت ایران ودکن وہندوستان باید دید وحالت ملک عرب وشام وروم وتوران وترکستان را باوے باید سنجید[2]۔	ایران و دکن اور ہندوستان کی حالت دیکھ لیجئے اور ملک عرب و شام اور روم وتوران و ترکستان کو ان پر قیاس کر لینا چاہئے۔ (ت)

واقعی دیکھیے یہاں ان کی آزادی وبے قیدی سے مذہبِ حق پر کتنا ضرر ہے اور وہاں جو عام بلاد میں ان کا نشان نہیں اور نجد میں جو بقیۃ السیف رہے اُن میں سر اُٹھانے کی جان نہیں دین متین کس قوت پر ہے ماشاء اللہ لا قوۃ الّا باللہ ان صاحبوں سے پوچھیئے آپ بھی شاہ صاحب کی طرح یہ عرب وروم وشام کا ہندوستان سے موازنہ مانیں گے یا ان برکت والے ملکوں کو اس سے بھی بدتر حال میں جانیں گے کہ یہاں آپ کے مذہب کو اشتہار بھی ہے اعلان مشرب کا اختیار بھی ہے اور وہاں تو یہ اعزازِ مذہب جدید کا نام لیا اور آفت رسید والحمد للہ العلی المجید، غرض کہاں تک کہئے کلام طویل اور فرصت قلیل عرب وعجم کے علمائے اہلسنت شکر اللہ تعالٰی مساعیہم الجمیلہ نے بکّرات ومرّات اس طائفہ تالفہ کے رد بلیغ فرمائے، اور فقیر غفر اللہ تعالٰی کے بھی متعدد فتاوٰی میں ہر بار کلام تازہ وفوائد جدیدہ بیان میں آئے، یہاں سائل کا جس قدر سے سوال ہے

---

[1] القرآن ۳/ ۱۱۸

[2] تحفہ اثنا عشریہ فصل دوم مکائد جزئیہ روافض الخ کید نمبر ۱۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۳۷

اُس کی طرف توجہ کا خیال ہے فاقول مستعینا بالقریب المجیب وما توفیقی الاّ باللہ علیہ توکلت والیہ انیب۔

الشروع فی الجواب بتوفیق الملک الوہاب

بلاشبہ غیر مقلد کے پیچھے نماز مکروہ وممنوع ولازم الاحتراز، اُنھیں باختیار خود امام کرنا ہرگز کسی سنّی محبِ سنّت وکارہ بدعت کاکام نہیں، اور جہاں وہ امام ہوں اور منع پر قدرت نہ ہو سنّی کو چاہئے دوسری جگہ امام صحیح العقیدہ کی اقتدا کرے حتیٰ کہ جمعہ میں بھی جبکہ اور جگہ مل سکے۔ امام محقق ابن الہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں:

یکرہ فی الجمعۃ اذا تعددت اقامتہا فی المصر علی قول محمد وھوالمفتی بہ لانہ بسبیل من التحول[1]۔	امام محمد کے مفتی بہ قول کے مطابق جمعہ میں فاسق وبدعتی کی اقتداء مکروہ ہے جبکہ شہر میں جمعہ متعدد مقامات پر قائم ہوتا ہو کیونکہ اس صورت میں دوسرے مقام پر منتقل ہونا ممکن ہے (ت)

اور اگر بمجبوری اُن کے پیچھے پڑھ لی یا پڑھنے کے بعد حال کھُلا تو نماز پھیر لے اگرچہ وقت جاتا رہا ہو اگرچہ مدّت گزر چکی ہو کما حققہ المولی الفاضل سیّدی امین الدین محمد بن عابدین الشامی رحمہ اللہ تعالٰی فی ردالمحتار (جیسا کہ ہمارے عظیم فاضل سیّدی امین الدین محمد بن عابدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی نے ردالمحتار میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) فقیر غفراللہ تعالٰی اس حکم کو پانچ دلیلوں سے روشن کرتا ہے، وباللہ التوفیق۔

دلیل اوّل: یہ تو خود واضح اور ہماری تقریر سابق سے لائح کہ طائفہ مذکورہ بدعتی بلکہ بدترین اہلِ بدعت سے ہے، اور فاضل علّامہ سیّدی احمد مصری طحطاوی رحمۃ اللہ تعالٰی حاشیہ دُرمختار میں ناقل:

من شذّ عن جمہور اھل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذّ فیما یدخلہ	یعنی جو شخص جمہور اہلِ علم وفقہ وسوادِ اعظم سے جُدا ہو جائے وُہ ایسی چیز کے ساتھ تنہا ہوا جو اُسے

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

فی النار فعلیکم معاشرالمومنین باتباع الفرقۃ الناجیۃ المسماۃ باہل السنۃ والجماعۃ فان نصرۃ اللہ تعالٰی وحفظہ وتوفیقہ فی موافقتھم وخذلانہ وسخطہ فی مخالفتھم وھذہ الطائفۃ الناجیۃ قد اجتمعت الیوم فی مذاھب اربعۃ وھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون رحمھم اللہ تعالٰی ومن کان خارجا عن ھذہ الاربعۃ فی ھذا الزمان فھو من اھل البدعۃ والنار[1]۔	دوزخ میں لے جائے گی تو اے گروہ مسلمین! تم پر فرقہ ناجیہ اہلسنّت وجماعت کی پیروی لازم ہے کہ خدا کی مدد اور اُس کا حافظ وکارساز رہنا موافقتِ اہلسنّت میں ہے اور اُس کو چھوڑ دینا اور غضب فرمانا اور دشمن بنانا سنیوں کی مخالفت میں ہے اور نجات والا گروہ اب چار مذاہب میں مجتمع ہے حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی اللہ تعالٰی ان سب پر رحمت فرمائے اس زمانے میں ان چار سے باہر ہونے والا بدعتی جہنمی ہے۔

علّامہ شامی کا ارشاد گزرا کہ انھوں نے ان کے اسلاف نجد کو خارجیوں میں شمار فرمایا۔ یہ خلاف کہ اصول میں اُن کے مقلد اور فروع میں اعلانِ بے لگامی سے اُن پر بھی زائد کہ وُہ بظاہر ادعائے حنبلیت رکھتے تھے یہ اس نام کو بھی سیمائے شرک اور اپنے حق میں دشنام سخت جانتے ہیں کیونکہ خوارج میں داخل اور اپنے اگلوں سے بڑھکر گمراہ ومبطل نہ ہوں گے۔ ان صاحبوں سے پہلے بھی ایک فرقہ قیاس واجتہاد کا منکر تھا جنہیں ظاہر یہ کہتے تھے جن کی نسبت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی نے لکھا:

داؤد ظاہری ومتابعانش را از اہلسنت شمردن درچہ مرتبہ از جہل وسفاہت است الخ۔	داؤد ظاہری اور اس کے متبعین کو اہل سنّت سے شمار کرنا بڑی جہالت وبیوقوفی ہے الخ (ت)

مگر وہ بیچارے باایںہمہ تقلید کو شرک اور مقلدان ائمہ کو مشرک نہ جانتے تھے جب بتصریح شاہ صاحب انھیں سنّی جاننا سخت جہالت وحماقت ہے تو استغفر اللہ یہ کہ ضلالت میں اُن سے ہزار قدم آگے کیونکر ممکن کہ بدعتی گمراہ نہ ٹھہریں، بالجملہ ان کا مبتدع ہونا اظہر من الشّمس وابین من الامس ہے اور اہلِ بدعت کی نسبت تمام کتب فقہ ومتون وشروح وفتاوٰی میں صریح تصریحیں موجود کہ ان کے پیچھے نماز مکروہ، اور تحقیق یہ ہے کہ یہ کراہتِ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار کتاب الذبائح مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۱۵۳

تحریمی ہے یعنی حرام کی مقارب، گناہ کی جالب، اعادہ نماز کی موجب،

كما اثبتنا عليه عرش التحقيق بحول ربنا و ولی التوفيق فی تحريرلنا مستقل انيق واجبنا فيه عما يتراای من خلاف هذا القول التحقيق بقبول اهل التدقيق ولنذكر طرفا من الكلام افادة لمزيدا لتوثيق۔	جیسا کہ اس پر ہم نے اپنی مستقل تصنیف لطیف میں اپنے رب کے فضل وکرم سے خوب تحقیق کی ہے اور اس محقق قول کے خلاف شبہات کا جواب بڑی دقیق نظر سے دیا ہے، مزید توثیق کے لئے کچھ گفتگو یہاں کردیتے ہیں۔ (ت)

علماء فرماتے ہیں نماز اعظم شعائر دین ہے اور مبتدع کی توہین شرعًا واجب، اور امامت میں اُس کی توقیر و تعظیم مقصود شرع سے بالکل مجانب۔ طبرانی [۳۲]معجم کبیر میں عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موصولًا اور بیہقی [۳۳]شعب الایمان میں ابراہیم بن میسرہ مکّی سے مرسلًا راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

من وقر صاحب بدعة فقد اعان علی هدم الاسلام[1]۔	جو کسی بدعتی کی توقیر کرے اس نے دین اسلام کے ڈھانے پر مدد کی۔

اقول: وباللہ التوفیق اوّلًا ظاہر ہے کہ امام سردار ہوتا ہے اور مقتدی اس کے پیرو۔ حضور [۳۴]سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما جعل الامام ليؤتم به[2]۔ رواه الائمة واحمد والبخاری ومسلم وغيرهم عن ام المؤمنين الصديقة و[۳۵]عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنهما۔	امام تو اسی لئے مقرر ہوا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ اس کو ائمہ کرام احمد، بخاری، مسلم وغیرہ نے ام المومنین عائشہ صدیقہ اور انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔

اور حدیث میں ہے حضور [۳۶]سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذامُدح الفاسق غضب الرب واهتز لذلك العرش[3]۔ رواه الامام ابوبكر ابی الدنيا	جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے رب تبارک وتعالٰی غضب فرماتا ہے اور اس کے سبب عرشِ الٰہی
فی ذم الغيبة عن انس خادم رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم و[۳۷]ابن عدی فی الكامل عن ابی	ہل جاتا ہے۔ اسے امام ابو بکر بن ابی الدنیا نے کتاب ذم الغیبۃ میں حضرت انس خادمِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ

---

[1] شعب الایمان باب ۲۶ فصل فی مجانبۃ الفسقۃ والمبتدعۃ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۶۱

[2] صحیح البخاری کتاب الاذان باب انما جعل الامام لیوتم بہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۹۵، ۹۲

[3] الکامل لابن عدی ترجمہ س ابن عبداللہ الرقی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۱۳۰۷ اور ۵/ ۱۹۱۷، شعب الایمان مطبوعہ بیروت ۴/ ۲۳۰، تاریخ ابن عساکر مطبوعہ بیروت ۶/ ۴۰، تاریخ بغداد مطبوعہ بیروت ۷/ ۲۹۸ اور ۸/ ۴۲۸

ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔	وسلم سے اور ابن عدی نے الکامل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور امام عبدالعظیم منذری زکی الدین علیہ الرحمۃ الٰی یوم الدین نے کتاب الترغیب والترہیب میں ایک ترہیب اس بارے میں لکھی کہ فاسق یا بدعتی کو سردار وغیرہ کلماتِ تعظیم سے یاد نہ کیا جائے،

حیث قال الترھیب من قولہ لفاسق او مبتدع یا سیّدی اونحوھا من الکلمات الدالۃ علی التعظیم [1]۔	ان کے الفاظ یہ ہیں کہ فاسق یا بدعتی کو یا سیّد وغیرہ تعظیم کے الفاظ سے پکارنا منع ہے۔

پھر اس میں حدیث بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نقل کی کہ حضور [۳۸] سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتقولو اللمنافق یاسیّد فانہ ان یکن سید اقد اسخطتم ربکم عزوجل [2]۔ رواہ ابوداؤد و النسائی باسناد صحیح [3]۔	منافق کو 'اے سردار' کہہ کر نہ پکارو کہ اگر وہ تمھارا سردار ہُوا تو بیشک تم نے اپنے رب عزّوجل کو ناراض کیا، اسکو ابوداؤد اور نسائی نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور حاکم کے لفظ یہ ہیں:

اذاقال الرجل للمنافق یاسید فقد اغضب ربہ عزوجل [4]۔ قلت وھکذااخرجہ البیھقی فی شعب الایمان۔	جب کوئی شخص منافق کو سردار کہہ کر پکارے تو بیشک وُہ اپنے رب عزوجل کو غضب میں لایا میں کہتا ہوں اور یونہی اس کو بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

سبحٰن اللہ! جب فاسق وبدعتی کی زبانی تعریف اور اُنھیں صرف محل خطاب میں بلفظ سردار

---

[1] الترغیب والترہیب الترہیب من قولہ لفاسق الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۵۷۹

[2] الترغیب والترہیب الترہیب من قولہ لفاسق الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۵۷۹

[3] الترغیب والترہیب الترہیب من قولہ لفاسق الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۵۷۹

[4] الترغیب والترہیب الترہیب من قولہ لفاسق الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۳/ ۵۷۹

ندا کرنا موجبِ غضب الٰہی ہوتا ہے تو اُسے بحالتِ اختیار حقیقۃً امام و سردار بنانا اور آپ اُس کے تابع و پیرو بننا معاذ اللہ کیونکر موجبِ غضب نہ ہوگا اور بے شک جو بات باعثِ غضبِ رحمٰن عزوجل ہو اُس کا ادنٰی درجہ کراہت تحریم ہے۔

ثانیاً ابو نعیم[۳۹] حلیہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اھل البدعۃ شر الخلق والخلیقۃ[1]۔	بدعتی لوگ تمام جہان سے بدتر ہیں۔

[۴۰] بیہقی کی حدیث میں ہے حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایقبل اللہ لصاحب بدعۃ صلوۃ ولا صوما ولا صدقۃ ولا حجا ولا عمرۃ ولاجھاد اولاصرفا ولا عدلا یخرج من الاسلام کما تخرج الشعرۃ من العجین[2]۔	اللہ کسی بدمذہب کی نماز قبول کرے نہ روزہ نہ زکوٰۃ نہ حج نہ جہاد نہ فرض نہ نفل، بدمذہب اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔

[۴۱] امام دار قطنی وابوحاتم محمد بن عبدالواحد خزاعی اپنے جُزء حدیثی میں ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اصحاب البدع کلاب اھل النار[3]۔	اہلِ بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں۔

اور ان کے سوا بہت حدیثیں بدمذہبوں کی مذمّت شدیدہ میں وارد ہوئیں اور پُر ظاہر کہ نماز مقام مناجات وراز اور تمام اعمال صالحہ میں معزز و ممتاز ہے کیا نظافت ایمانی گوارا کرسکتی ہے کہ ایسی جگہ ایسے اشرار کو بلاعذر اپنا پیشوا و سردار کیا جائے جن کے حق میں سگانِ جہنم وارد ہوا عقلِ سلیم تو یہی کہتی ہے کہ اگر اہلِ بدعت واہوا زمانہ حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ظاہر ہوتے اُن کے پیچھے

---

[1] حلیۃ الاولیاء، مروی از ابوسعید موصلی، مطبوعہ دارالکتاب العربیہ بیروت ۸/ ۲۸۹

[2] کنزالعمال فصل فی البدع مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۳۰، الترغیب والترہیب الترہیب من ترک السنۃ الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۱/ ۸۶، سنن ابن ماجہ باب البدع والجدل مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۶

[3] کنزالعمال فصل فی البدع مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۲۱۸، الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۱۰۷۹ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۵۲۸

نماز سے ممانعت آتی نہ یہ کہ صرف خلافِ اولیٰ ہے پڑھ لو تو کچھ مضائقہ نہیں۔

ثالثًا بد عتی مبغوضِ خدا ہے اور مبغوضِ خدا سے نفرت و دُوری واجب، ولہذا قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

وَ اِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ۝۶۸ [1]	اور اگر شیطان تجھے بھُلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔

اور اسی لئے احادیث میں فرق باطلہ سے قُرب واختلاط کا منع آیا احمد و ۴۲ ابوداؤد وحاکم حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لاتجالسوا اھل القدر ولا تفاتحوھم۔ [2]	قدریوں کے پاس نہ بیٹھو نہ اُن سے سلام کلام کی ابتدا کرو۔

عقیلی و ۴۳ ابن حبان انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان اللہ اختارنی واختارلی اصحابا واصھارا وسیاتی قوم یسبونھم وینتقصونھم فلا تجالسوھم ولاتشاربوھم ولاتؤاکلوھم ولاتناکحوھم۔ [3]	بیشک اللہ تعالیٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب واصہار چُن لئے اور قریب ایک قوم آئے گی کہ انہیں بُرا کہے گی اور ان کی شان گھٹائے گی تم اُن کے پاس نہ بیٹھنا نہ ان کے ساتھ پانی پینا نہ کھانا کھانا نہ شادی بیاہ کرنا۔

جن ے پاس بیٹھنا خدا اور رسول کو ناپسند ہو جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُنھیں امام بنانا شرع کیونکر گوارا فرمائے گی

والمکروہ تنزیھا سائغ مشروع یجامع الاباحۃ کمانص علیہ العلماء الکرام وذکرنا تحقیقہ فی رسالتنا "جُمل مجلّیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ"۔	مکروہ تنزیہی مشروع اور اباحت کو جامع ہے جیسا کہ علمائے کرام نے اس پر تصریح کی ہے۔ اس کی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ ـ "جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھًا لیس بمعصیۃ" میں کی ہے (ت)

بلکہ اس حدیث میں روایت ابن حبان ان لفظوں سے ہے:

---

[1] القرآن ۶/ ۶۸

[2] سنن ابوداؤد باب ذراری المشرکین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۹۳، مسند احمد بن حنبل از مسند عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۳۰، المستدرک علی الصحیحین آخر کتاب الایمان مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۸۵

[3] کتاب الضعفاء الکبیر (۱۲۳) احمد بن عمران الاخنسی مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۲۶

فلا تواکلو هم ولاتشاربو هم ولاتصلوا علیهم ولاتصلوا معهم[1]۔	یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا نہ ان کے کھانا کھاؤ نہ پانی پیو نہ اُن کے جنازے کی نماز پڑھو نہ اُن کے ساتھ نماز پڑھو۔

رابعًا ابن ماجہ[۴۴] حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایؤم فاجر مؤمنا الاان یقهره بسلطان یخاف سیفه اوسوطه[2]۔	ہر گز کوئی فاسق کسی مسلمان کی امامت نہ کرے مگر یہ کہ وہ اُس کو بزور سلطنت مجبور کردے کہ اُس کی تلوار یا کوڑے کا ڈر ہو۔

بلکہ ابن شاہین نے کتاب الافراد میں حضرت[۴۵] عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تقربوا الی الله ببغض اهل المعاصی ولقوهم بوجوه مکفهرة والتمسوا رضا الله بسخطهم وتقربوا الی الله بالتباعد منهم[3]۔	اللہ کی طرف تقرب کرو فاسقوں کے بُغض سے اور اُن سے تُرش رُو ہو کر ملو اور اللہ کی رضامندی اُن کی خفگی میں ڈھونڈو اور اللہ کی نزدیکی اُن کی دُوری سے چاہو۔

جب فساق کی نسبت یہ احکام ہیں تو مبتدعین کا کیا پُوچھنا ہے کہ یہ تو فساق سے ہزار درجہ بدتر ہیں اُن کی نافرمانی فروع میں ہے انکی اصول میں وہ گناہ کرتے اور اُسے برا جانتے ہیں یہ اس اشد واعظم میں مبتلا ہیں اور اُسے عین حق وہُدی جانتے ہیں، وہ گاہ گاہ نادم ومستغفر، یہ گاہ وبے گاہ مصر ومستکبر، وہ جب اپنے دل کی طرف رجوع لاتے ہیں اپنے آپ کو حقیر وبدکار اور صلحا کو عزیز ومقرب دربار بتاتے ہیں، یہ جتنا غلو وتوغل بڑھاتے ہیں اُتنا ہی اپنے نفس مغرور کو اعلٰی وبالا اور اہل حق وہدایت کو ذلیل وپُر خطا ٹھہراتے ہیں ولہذا حدیث میں ان کی نسبت بدترین

---

[1] کنزالعمال الباب الثالث فی ذکر الصحابۃ الخ حدیث ۳۲۶۲۹ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۱/ ۵۴۰

ف: صاحب کنزالعمال نے "ابن النجار عن انس" کا حوالہ دیا ہے۔

[2] سنن ابن ماجہ باب فرض الجمعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۷۷

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۳۲۰ باب التاء مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۶ ، کنزالعمال حدیث ۵۵۱۸ و ۵۵۸۵ بحوالہ ابن شاہین مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۳/ ۶۷-۸۱

خلق وارد ہوا کمار وینا (جیسا کہ اس سے متعلق روایت میں ذکر کر آئے ہیں۔ ت) اور غنیہ شرح منیہ میں ہے:

المبتدع نفاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع[1]۔	بدعتی، اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہوتا ہے جو عمل کے اعتبار سے فسق سے کہیں بدتر ہے کیونکہ فاسق اپنے فاسق ہونے کا معترف ہوتا ہے اور اللہ تعالٰی سے ڈرتا اور معافی مانگتا ہے بخلاف بدعتی کے (ت)

بالجملہ بدمذہبی فی نفسہٖ ایسی ہی چیز ہے جسے امامت دینی سے مباینت یقینی ہے اور اُسکے بعد منع پر دوسری دلیل کی چنداں حاجت نہیں، کس کا دل گوارا کرے گا کہ جہنم کے کتّوں سے ایک کتّا مناجاتِ الٰہی میں اس کا مقتداء ہو۔ علامہ یوسف چلپی ذخیرہ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ العظمٰی میں فرماتے ہیں:

بدعۃ المبتدع یفضی الی عدم الاقتداء بہ سیما فی اھم امور الدین[2]۔	بدعتی کی بدعت اسکی عدم اقتدا کا تقاضا کرتی ہے خصوصًا اہم امورِ دین میں (یعنی نماز میں)۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

المبتدع تکرہ امامتہ بکل حال[3]۔	بدعتی کی امامت ہر حال میں مکروہ ہے (ت)

علامہ ابراہیم حلبی نے تصریح فرمائی کہ فاسق ومبتدع دونوں کی امامت مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے مذہب اور امام احمد کی ایک روایت میں اُن کے پیچھے نماز اصلًا ہوتی ہی نہیں جیسے کسی کافر کے پیچھے۔ شرح صغیر منیہ میں فرمایا:

یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریم وعند مالک لا یجوز تقدیمہ وھو روایۃ عن احمد وکذا المبتدع[4]۔	فاسق کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک کے نزدیک اس کی تقدیم (امامت) جائز نہیں اور امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے اور یہی حال بدعتی کا ہے۔ (ت)

علامہ طحطاوی حاشیہ دُرمختار میں فاسق وبدمذہب کے پیچھے نماز کے باب میں فرماتے ہیں: الکراھۃ

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۴

[2] ذخیرہ العقبٰی، فصل فی الجماعۃ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ۱/ ۲۹۸

[3] ردالمحتار باب الامامۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۴

[4] صغیری شرح منیۃ المصلی مباحث الامامۃ مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۶۴

فیه تحریمیة علی ما سبق[1] (اس میں کراہتِ تحریمی ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ ت) بحرالعلوم عبدالعلی لکھنوی نے ارکانِ اربعہ میں دربارہ تفضیلیہ فرمایا:

اماالشیعة الذین یفضلون علیا علی الشیخین ولا یطعنون فیهما اصلا کالزیدیة فیجوز خلفهم الصلاة لکن تکره کراهة شدیدة[2]۔	ایسے شیعہ لوگ جو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو شیخین پر فضیلت دیتے ہوں اور ان دونوں پر طعن بھی نہ کرتے ہوں مثلاً فرقہ زیدیہ، تو ان کے پیچھے نماز جائز ہے لیکن شدید کراہت ہے (ت)

جب تفضیلیہ کہ صرف جناب مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کو حضرات شیخین پر افضل کہنے سے مخالف اہلسنت ہوئے باقی اُن کی سرکار میں معاذاللہ گستاخی نہیں کرتے اُن کے پیچھے نماز سخت مکروہ ہوگی یہ تو اشد مبتدعین جن کی اہلسنت سے مخالفتیں غیر محصور اور محبوبانِ خدا پر طعن و تشنیع اُن کا دائمی دستور ان کے پیچھے کس عظیم درجہ کی کراہت چاہئے، ہمارے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دو ۲ شخصوں کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور اس کی وجہ یہی فرمائی کہ یہ بدعتی ہیں:

فی شرح الفقه الاکبر عن مفتاح السعادة عن تلخیص الزاهدی عن الامام ابی یوسف عن الامام ابی حنیفة رضی الله تعالٰی عنهما انه قال فی رجلین یتنازعان فی خلق القراٰن لاتصلوا خلفهما. قال ابویوسف فقلت اما الاول فنعم فانه لایقول بقدم القراٰن واما الاٰخر فما باله لایصلی خلفه فقال انهما ینازعان فی الدین والمنازعة فی الدین بدعة قال القاری ولعل وجه ذم الاخر حیث اطلق ، فانه محدث انزاله[3] اھ اقول لعل الامام اطلع منه	شرح فقہ اکبر میں مفتاح السعادۃ سے تلخیص زاہدی کے حوالے سے امام ابویوسف سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ان دو ۲ اشخاص (جو خلق قرآن کے بارے میں تنازع کرتے تھے) کے بارے میں فرمایا ان کی اقتداء میں نماز ادا نہ کرو۔ ابویوسف فرماتے ہیں میں نے عرض کیا ایک کے بارے میں تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ قرآن کو قدیم نہیں مانتا، لیکن دوسرے میں کیا وجہ ہے کہ اس کی اقتدا میں نماز نہ ہوگی تو امام صاحب نے فرمایا وہ دونوں دین میں تنازعہ کررہے ہیں حالانکہ دین میں تنازعہ بدعت ہے۔ علی قاری نے فرمایا دوسرے کی مذمت میں شاید یہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۴۴

[2] رسائل الارکان فصل فی الجماعۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۹۹

[3] شرح الفقہ الاکبر لملّا علی قاری فصل علم التوحید علی سائر العلوم مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ص ۵

على انه یرید المراء لیخجل صاحبه لالاظهار الحق واللہ تعالٰی اعلم۔	حکمت ہو کہ اُس نے مطلقًا اسے قدیم کہا حالانکہ اس کا انزال حادث ہے اھ اقول (میں کہتا ہوں) شاید امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کے ارادے سے آگاہ ہوں کہ اس کا مقصد اظہار نہیں بلکہ ریاکاری کے طور پر دوسرے ساتھی کو شرمندہ کرنا ہو واللہ تعالٰی اعلم (ت)

بلکہ محرر المذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی نے حضرت امام اعظم وامام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ بدمذہب کے پیچھے نماز اصلًا جائز نہیں۔ محقق علامہ کمال الدین بن الہمام فتح میں فرماتے ہیں:

روی محمد عن ابی حنیفة وابی یوسف ان الصلاة خلف اهل الاهواء لاتجوز[1]۔	امام احمد نے امام ابو حنیفہ اور امام ابویوسف دونوں سے روایت کیا کہ بدمذہب کے پیچھے نماز جائز نہیں (ت)

اسی میں روایت امام ابو یوسف لایجوز الاقتداء بالمتکلم وان تکلم بحق[2] (کلامی کے پیچھے نماز جائز نہیں اگرچہ وُہ حق کے ساتھ متکلم ہو۔ ت) کی شرح میں امام ابو جعفر ہندوانی سے نقل کیا:

یجوزا ن یکون مراد ابی یوسف رحمه اللہ تعالٰی من یناظر فی دقائق علم الکلام انتہی[3]۔ **اقول:** المناظرة فی دقائقه لایزید علی بدعة اوفسق وعلی کل یفید عدم الجواز خلف المبتدع کمالیس بخاف۔	اس سے امام ابو یوسف کی مراد وہ شخص ہے جو علم کلام کے دقائق میں مناظرہ کرے انتہی۔ **اقول:** (میں کہتا ہوں) علم کلام کے دقائق مناظرہ زیادہ سے زیادہ بدعت یا فسق کا سبب ہے اور ہر صورت میں یہ واضح کررہا ہے کہ بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں، جیسا کہ مخفی نہیں (ت)

غیاث المفتی پھر مفتاح السعادۃ پھر شرح فقہ اکبر میں امام ثانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے ہے: لاتجوز خلف المبتدع[4] (بدعتی کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ ت) **اقول:** وباللہ التوفیق جواز کبھی بمعنی صحت مستعمل ہوتا ہے تقول البیع عند اذان الجمعة یجوز ویکرہ ای یصح ویمنع (جیسے تو کہے جمعہ کی اذان کے وقت خرید وفروخت جائز اور مکروہ ہے یعنی صحیح مگر منع ہے۔ ت) اور گاہے بمعنی حلّت لاتجوز الصلاۃ

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[2] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[3] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

[4] شرح الفقہ الاکبر لملّا علی قاری فصل علم التوحید علٰی سائر العلوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۵

فی الارض المغصوبۃ ای لاتحل وان صحت (جیسے کہ ارض مغصوبہ میں نماز جائز نہیں یعنی حلال نہیں اگرچہ صحیح ہے۔ت) اگر یہاں معنی اخیر مراد لیں لاسیما جبکہ افعال میں اکثر وہی ہے کما ان الاکثر فی العقود الاول کما صرح بہ فی ردالمحتار وغیرہ (جیسا کہ عقود میں اول معنی اکثر ہے ردالمحتار وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔ت) تو یہ روایات بھی سابق کے منافی نہ ہوں گی کہ مکروہ تحریمی بھی بایں معنی ناجائز ہے۔

ومعلوم ان ابداء الوفاق اولی ابقاء الخلاف ولذا صرحوا بانہ یوفق بین الروایات مہما امکن کما فی الشامیۃ۔ واللہ تعالٰی اعلم	یہ بات مسلمہ ہے کہ اتفاق کا اظہار اختلاف کو باقی رکھنے سے اولی ہے اسی لئے علماء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو روایات کے درمیان موافقت پیدا کی جائے جیسا کہ فتاوٰی شامی میں ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم

دلیل دوم

غیر مقلد بدمذہبی کے علاوہ فاسق معلن بیباک مجاہر بھی ہیں اور فاسق متہتک کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، کما اثبتناہ فی تحریرنا ذلک اقول وبہ یحصل التوفیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (جیسا کہ ہم نے اپنی تحریر میں اسے ثابت کیا ہے **اقول:** (میں کہتا ہوں) اللہ تعالٰی سے توفیق حاصل ہوجاتی ہے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق کا مالک ہے۔ت) دلیل اول میں اس مسئلے پر بعض کلام اور صغیری وطحطاوی کا نص گزرا اور اس طرف امام علامہ زیلعی نے تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق اور علامہ حسن شرنبلالی نے شرح نورالایضاح اور علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ مراقی الفلاح میں ارشاد فرمایا اور یہی فتاوٰی حجہ کا مفاد اور تعلیل مشائخ کرام سے مستفاد یہاں تک کہ علمانے تصریح فرمائی اگر غلام یا گنوار یا حرامی یا اندھا علم میں افضل ہوں تو انھیں کو امام کیا چاہئے مگر فاسق اگرچہ سب سے زیادہ علم والا ہو امام نہ کیا جائے کہ امامت میں اس کی عظمت اور وہ شرعاً مستحق اہانت، ملخص امداد الفتاح میں ہے:

کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اہتمامہ بالدین فتجب اہانتہ شرعا فلا یعظم بتقدیمہ للامامۃ واذا تعذر منعہ ینتقل عنہ الی غیر مسجدہ للجمعۃ وغیرہا[1]۔	فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کا احترام نہیں کرتا تو شرعاً اس کی اہانت لازم ہے لہٰذا امامت کا منصب دے کر اس کی تعظیم نہ کی جائے اور اگر اس کو روکنا دشوار ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لئے کسی دوسری مسجد چلا جانا چاہئے (ت)

---

[1] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فی بیان الاحق بالامامۃ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۵

سیدی احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

قوله فتجب اهانته شرعا فلا يعظم بتقديمه للامامة تبع فيه الزيلعي ومفاده كون الكراهة فى الفساق تحريمية[1]۔	اس کا قول "پس اس کی اہانت واجب ہے تو امامت کا منصب دے کر اس کی تعظیم نہ کی جائے" زیلعی نے اسی کی اتباع کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فاسق کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے (ت)

اور حاشیہ شرح علائی میں فرماتے ہیں:

اما الفاسق الا علم فلا يقدم لان فى تقديمه تعظيمه وقدوجب عليهم اهانته شرعا ومفاد هذا كراهة التحريم فى تقديمه اه ابو السعود[2] انتهى	فاسق بڑے عالم کو مقدم نہ کیا جائے کیونکہ اس کی تقدیم میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ شرعًا لوگوں پر اس کی اہانت لازم ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ تعظیم فاسق مکروہ تحریمی ہے اھ ابوالسعود انتہی (ت)

علامہ محقق حلبی غنیہ میں فرماتے ہیں:

العالم اولى بالتقديم اذكان يجتنب الفواحش وان كان غيره اورع منه ذكره فى المحيط ولواستويا فى العلم والصلاح واحدهما اقرأ فقدموا الآخر اساءوا ولايأثمون فالا ساءة لترك السنة وعدم الاثم لعدم ترك الواجب لا نهم قدموا رجلا صالحا كذافى فتاوى الحجه وفيه اشارة الى انهم لوقدموا فاسقا يأثمون بناء على ان كراهة تقديمه كراهة تحريم لعدم اعتنائة	عالم تقدیم (امامت) کے لئے بہتر اس وقت ہے جو وہ فاحش گناہوں سے بچنے والا ہو اگرچہ وہاں اس سے زیادہ کوئی صاحب تقوی موجود ہو، اس کا ذکر محیط میں ہے اور اگر دونوں علم وصلاح میں برابر ہوں مگر ایک اچھا قاری ہے اس صورت میں اگر لوگوں نے دوسرے کو مقدم کردیا تو برا کیا مگر گناہ گار نہ ہوں گے کہ اساءت ترک سنت کی وجہ سے اور عدم گناہ واجب کو ترک نہ کرنے کی وجہ سے ہے کیونکہ انھوں نے صالح شخص کو ہی امام بنایا ہے، فتاوی حجہ میں اسی طرح ہے اور اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اگر انھوں نے کسی فاسق کو مقدم کردیا تو گنہگار ہونگے

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی بیان الاحق بالامامۃ، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص ۱۶۵

[2] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب الامامۃ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۲۴۳

بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلایبعدمنه الاخلال ببعض شروط الصلاۃ وفعل ماینا فیها بل هوالغالب بالنظر الی فسقه ولذالم تجزالصلاۃ خلفه اصلاعند مالك و روایة عن احمد[1] الخ	اس بناپر کہ اس کی تقدیم (امامت) مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ امور دینی کی پروا نہیں کرتا اور لوازمات دین کو بجالانے میں کاہلی کرتا ہے لہٰذا یہ بھی بعید نہیں کہ وہ نماز کی کوئی شرط ہی چھوڑدے یا ایسا فعل کرے جو نماز کے منافی ہو بلکہ اس کے فسق کے پیش نظر ایسا کرنا اغلب ہے اسی وجہ سے امام مالک کے نزدیک اس کے پیچھے نماز جائز ہی نہیں، امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یہی ہے (ت)

رہا یہ کہ غیر مقلد فساق مجاہر کیونکہ ہیں یہ خود واضح وبین کون نہیں جانتا کہ ان کے اصاغر عموماً دوامًا ائمہ شریعت وعلمائے ملت واولیائے امت رحمھم اللہ تعالٰی کی طعن وتوہین میں گزارتے ہیں اور عام مسلمین کی سب وشتم توان کا وظیفہ ہر ساعت ہے جس نے جانا اس نے جانا اور جس نے نہ جانا وہ اب ان کے رسائل دیکھے، باتیں سنے خصوصًا اس وقت کے لچھے خدانہ سنوائے۔ جب کہ باہم تنہا ہوتے ہیں اور اذاخلوا کا وقت پاکر آپس میں کھلتے ہیں یا بعض اہل حق نے جو اپنی تصانیف میں ان کے کلمات ان کی توالیف سے نقل کئے وہی دیکھے فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ ان ہفوات مغضوبہ کا زبان وقلم پرلانا پسند نہیں کرتا اور نہ نقل کراتا ہے تو ان میں فسق اول سب دشنام اہل اسلام ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حدیث مشہور میں فرماتے ہیں:

سباب المسلم فسوق[2]۔ [۴۶]اخرجه احمد و البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ماجة والحاکم عن ابن مسعود و[۴۷]الطبرانی فی الکبیر عنه وعن عبداللہ بن مغفل و[۴۸]**عن عمرو**	مسلمان کو سب وشتم کرنا فسق ہے۔ اسے امام احمد بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے طبرانی نے کبیر میں ان سے اور حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور حضرت عمرو

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الامامۃ الخ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۵۱۳

[2] صحیح البخاری کتاب الادب باب ماینھی عن السباب واللعن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۳، صحیح مسلم، باب بیان قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سباب المسلم فسوق الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/ ۵۷، مسند احمد بن حنبل از مسند عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۳۳، ۴۱۱، ۳۸۵، المعجم الکبیر مروی از عمرو بن نعمان بن مقرن مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/ ۳۹

بن النعمان بن مقرن و ۴۹ابن ماجة وعن ابی ہریرة وعن ۵۰سعد بن ابی وقاص و ۵۱الدارقطنی فی الافراد عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔	بن نعمان بن مقرن سے ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دار قطنی نے افراد میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے روایت کیا ہے (ت)

فسق دوم: طعن علماء، طبرانی کبیر میں بسند حسن ۵۲ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثة لا یستخف بحقھم الامنافق ذوالشیبة فی الاسلام ذوالعلم وامام مقسط[1]۔	تین شخص ہیں جن کی تحقیر نہ کرے گا مگر منافق ۱ایک وہ جسے اسلام میں بڑھاپا آیا، ۲دوسرا ذی علم، ۳تیسرا امام عادل۔

۵۳احمد بسند حسن واللفظ لہ اور طبرانی وحاکم عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس من امتی من لم یبجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف لعالمنا[2]۔	میری امت سے نہیں جو مسلمانوں کے بڑے کی تعظیم اور ان کے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور عالم کا حق نہ پہچانے۔

۵۴مسند الفردوس میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور پرنور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

العالم سلطان اللہ فی الارض فمن وقع فیه فقد هلك[3]۔ والعیاذباللہ تعالٰی۔	عالم اللہ کی سلطنت ہے اس کی زمین میں، توجو اس کی شان میں گستاخی کرے ہلاک ہوجائے۔

فسق سوم: عداوت عامہ اہل عرب وحجاز انھیں جو تعصب ان کے ساتھ ہے یہی خوب جانتے ہیں،

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِیْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ	بیر ان کی باتوں سے جھلک اٹھا وہ (غیظ وعناد) جو سینوں میں چھپائے ہیں، وہ بڑا ہے۔ (ت)

اور اس کی مخالفت مذہبی کے علاوہ بار بار بتکرار علمائے عرب کے فتاوے ان کی تضلیل وتذلیل میں آنا اور بکرات ومرات کے ہم مذہبوں کا ذلتیں اور سزائیں پانا جس کی حکایت خواص وعوام میں مشہور و

---

[1] المعجم الکبیر مروی ابوامامہ باہلی مطبوعہ المکتبہ الفیصلیہ بیروت ۸/ ۲۳۸

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث عبادہ بن الصامت مطبوعہ دارالفکر بیروت ۵/ ۳۲۳

[3] کنزالعمال بحوالہ مسند الفردوس عن ابی ذر حدیث ۲۸۶۷۳ کتاب العلم مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۰/ ۱۳۴

[4] القرآن ۳/ ۱۱۸

مذکور کچھ مدت ہوئی کہ ان کے پانچ مکلب مجاہر بنام مہاجر وہاں رہے اور اپنے دام بچھانے چاہے، حال کھلتے ہی تعزیر پا کر نکالے گئے جس پر ان کے ہمدردوں نے کہا کہ اہل حرمین نے مہاجر کو نکال کر معاذاللہ **سوادالوجه فی الدارین** (دونوں جہانوں میں کالا چہرہ۔ ت) حاصل کیا حالانکہ علاوہ اور باتوں کے ان سفیہان گستاخ نے یہ بھی نہ جانا کہ دارالاسلام سے دارالاسلام کو جانا مہاجرت نہیں یہ صورت مجاورت ہے اور مجاورت خود مکروہ تحریمی، مگر افراد اولیاء اللہ کے لئے، **کما حققناه بتوفیق الله تعالٰی فی العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة** (اللہ کی توفیق سے ہم نے اس کی تحقیق اپنے فتاوی "**العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة**" میں کی ہے۔ ت) تو وہ جہاں مدعیان فضل وکمال اس فعل میں بھی اثم تھے خصوصًا جبکہ وہاں جاکر اشاعت بدعات چاہی، اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَمَنۡ یُّرِدۡ فِیۡهِ بِاِلۡحَادٍۭ بِظُلۡمٍ نُّذِقۡهُ مِنۡ عَذَابٍ اَلِیۡمٍ ؑ ﴿۲۵﴾ [1]	جو مکہ معظّمہ میں براہ ظلم کسی بے اعتدالی کا ارادہ کرے گا اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔

اور یہ تو ابھی کی بات ہے کہ ان کے امام العصر جنھیں یہ حضرات شیخ الکل فی الکل کہا کرتے ہیں بخوف مسلمانان عرب، کمشنران دہلی وبمبئی کی چٹھیاں لے کر حج کو گئے وہاں جو گزری انھیں سے پوچھ دیکھیے، اگر ایمان سے کہیں ورنہ صدہا حاضرین وناظرین موجود ہیں اور خود مکہ معظّمہ کے چھپے ہوئے اشتہار شہروں شہروں شہرت پاچکے غرض کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ ان کو تمام عمائد وعلمائے عرب وحجاز سے سخت بغض وعداوت ہے اور طبرانی معجم کبیر میں بہ سند حسن صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: **بغض العرب نفاق** [2]۔ (جو اہل عرب سے عداوت رکھے منافق ہے)

فسق چہارم: پھر یہ عداوت منجر بہ سب ودشنام ہوتی ہے جس کی ایک نظیر ہم اوپر لکھ چکے اور ۵۶ بیہقی شعب الایمان میں حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من سب العرب فاولئك هم المشرکون [3]۔	جو اہل عرب کو سب وشتم کریں وہ خاص مشرک ہیں۔

فسق پنجم: مدینہ طیبہ کو جزیرہ عرب پر جس قدر فضیلت ہے اسی قدر ان کی عداوت وبدخواہی کو اہل مدینہ

---

[1] القرآن ۲۲/ ۲۵

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۳۱۲ مروی از عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۱/ ۱۴۶

[3] شعب الایمان فصل فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۲۳۱

کے ساتھ زیادت ہے اور حضور ۵۷ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لایکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء [1]۔ اخرجه الشیخان عن سعد بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنه۔	کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ بد اندیشہ نہ کرے گا مگر یہ کہ ایسا گل جائے گا جیسے نمک پانی میں اسے بخاری ومسلم نے حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من اراد اھل المدینۃ بسوء اذابه اللہ کما یذوب الملح فی الماء [2]۔ اخرجه احمد ومسلم وابن ماجة عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنه۔	جو اہل مدینہ کے ساتھ کسی طرح کا بُرا ارادہ کرے اللہ تعالٰی اسے ایسا گلا دے جیسے نمک پانی میں گل جاتا ہے۔ اسے امام احمد، مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

۵۹ دوسری حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اذی اھل المدینه اذاہ اللہ وعلیه لعنة اللہ والملئکة والناس اجمعین، لایقبل منه صرف ولا عدل [3]۔ اخرجه الطبرانی فی الکبیر عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنهما۔	جو مدینہ والوں کو ایذا دے اللہ اسے مصیبت میں ڈالے اور اس پر خدا اور فرشتوں اور آدمیوں کی لعنت ہے اللہ تعالٰی نہ اسکا نفل قبول کرے نہ فرض۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اگر یہ حضرات ان امور سے انکار کریں تو کیا مضائقہ ان سے کہیے **تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ** [4]۔ (ایسے کلمہ کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے۔ ت) ہم اور تم سب مل کر مہر کردیں کہ مسائل مذہبی میں جو مسلک علمائے

---

[1] صحیح البخاری فضائل المدینہ باب اثم من کاد اہل المدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۲

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم ارادۃ اہل المدینہ بسوء مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۴۴۵، مسند احمد بن حنبل از مسند ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۲/ ۳۵۷

[3] کنزالعمال بحوالہ طبرانی عن ابن عمر فضائل المدینہ وماحولہا الخ حدیث ۳۴۸۳۶ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۲/ ۲۳۷، مجمع الزاوائد باب فیمن اخاف اہل المدینۃ وارادہم بسوء مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۳/ ۳۰۷، الترغیب والترہیب الترہیب من اخافۃ اہل المدینہ الخ مطبوعہ مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۲۴۱

[4] القرآن ۳/ ۶۴

حرمین طیبین زادہما اللہ شرفا وتعظیما کا ہے فریقین کو مقبول ہوگا اگر بے تکلف اس پر راضی ہو جائیں فبہا ورنہ جان لیجئے کہ یہ قطعًا اہل حرمین کے مخالف مذہب اور سنیان ہندو وغیرہ کے مثل ان پاک مبارک شہروں کے علماء کو بھی معاذاللہ مشرک وگمراہ وبددین جانتے ہیں پھر عداوت وبدخواہی نہ ہونا کیا معنے، اور خود ان سے پوچھنے کی حاجت کیا ہے علمائے حرمین حفظہم اللہ تعالٰی کے فتاوے ان صاحبوں کے رد میں بکثرت موجود انھیں سے حال کھل جائے گا کہ مخالفان مذہب میں جیسا ایک دوسرے کو کہتا ہے دوسرا بھی اس کی نسبت وہی گمان رکھتا ہے، عداوت ہو خواہ محبت دونوں ہی طرف سے ہوتی ہے، جب وہ اکابر ان کے عمائد کو لکھ چکے کہ:

اُولٰٓئِکَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۹﴾[1]	وہ شیطان کے گروہ ہیں، بیشک شیطان ہی کا گروہ گھاٹے میں ہے۔(ت)

تو کیونکر معقول کہ یہ ان کے دشمن نہ ہوں، آخر نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے امن وامان والی حرمین کو اپنے لئے محل خوف وخطر سمجھا اور کمشنر دہلی وبمبئی کی چٹھیوں کو سپر، **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔**

فسق ششم: عداوت اولیائے کرام قدست اسرارہم جس کی تفصیل کو دفتر درکار جس نے ان کے اصول وفروع پر نظر کی ہے وہ خوب جانتا ہے کہ ان کی بنائے مذہب محبوبان خدا کے نہ ماننے اور ان کی محبت وتعظیم کو جہاں تک بن پڑے گھٹانے مٹانے پر ہے یہاں تک کہ ان کے بانی مذہب نے تصریح کردی کہ اللہ کو مانے اور اس کے سوا کسی کو نہ مانے انتہی۔ اور چوڑھے چمار اور ناکارے لوگ تو نوک زبان پر ہے، خود حضور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نسبت صاف کہہ دیا کہ وہ بھی مر کر مٹی میں مل گئے،

اشد مقت اللہ علی کل من عادی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وبارك وسلّم۔	سب سے زیادہ اللہ تعالٰی کی ناراضگی ہر اس شخص پر ہے جو اللہ تعالٰی کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وبارک وسلم کے ساتھ عداوت رکھے(ت)

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۶۱﴾[2]	جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ کے رسول اور ان کے لئے دکھ کی مار ہے۔

اور فرماتا ہے:

---

[1] القرآن ۵۸/ ۱۹

[2] القرآن ۹/ ۶۱

لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۵۷﴾ [1]	اللہ نے ان پر لعنت کی دنیا وآخرت میں اور ان کے لئے تیار رکھا ہے ذلت کا عذاب۔

سبحان اللہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرمائیں:

ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء [2]۔ اخرجه احمد وابوداؤد والنسائی و ابن ماجة وابن حبان والحاکم و ابونعیم کلهم عن اوس بن ابی اوس الثقفی رضی اللہ تعالٰی عنه۔	بیشک اللہ تعالٰی نے زمین پر پیغمبروں کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ اس کو امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن حبان، حاکم اور ابونعیم سب حضرات نے حضرت اوس بن ابی اوس ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من کلمه روح القدس لم یؤذن للارض ان تاکل من لحمه [3]۔ اخرجه الزبیر بن بکار فی اخبار المدینه وابن زبالة عن الحسن مرسلا۔	جس سے جبریل نے کلام کیا زمین کو اجازت نہیں کہ اس کے گوشت پاک میں کچھ تصرف کرے۔ اسے حضرت زبیر بن بکار نے اخبار المدینہ میں اور ابن زبالہ نے امام حسن بصری سے مرسلاً روایت کیا ہے۔

امام ابوالعالیہ تابعی نے کہا:

ان لحوم الانبیاء لا تبلیغها الارض ولاتاکلها السباع [4]۔ اخرجه الزبیر والبیهقی۔	انبیاء کا گوشت زمین نہیں گلاتی نہ درندے گستاخی کریں۔ اسے زبیر اور بیہقی نے روایت کیا ہے۔

اور رب العالمین جل مجدہ ان کے غلاموں یعنی شہدائے کرام کی نسبت ارشاد فرمائے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ	جو خدا کی راہ میں مارے گئے انھیں مردہ نہ کہو

---

[1] القرآن ۳۳/ ۵۷

[2] سنن النسائی اکثار الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوم الجمعۃ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور ۱/ ۱۶۲، سنن ابی داؤد باب تفریع ابواب الجمعۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۵۰، مسند احمد بن حنبل حدیث اوس بن اوس رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۴/ ۸

[3] الدرالمنثور زیر آیۃ وایدناہ بروح القدس مطبوعہ منشورات آیۃ اللہ العظمٰی، قم، ایران ۱/ ۸۷

[4] اخبار مدینہ لزبیر بن بکار

بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾[1]	بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں خبر نہیں۔

اور فرمائے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ۙ فَرِحِيْنَ[2]	خبردار شہیدوں کو مُردہ نہ جانیو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں شاد شاد ہیں۔

اور ایک سفیہ مغرور محبوبان خدا سے نفور خود حضور پر نور اکرم المحبوبین صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیہم اجمعین کی نسبت وہ ناپاک الفاظ کہے اور وہ بھی یوں کہ معاذاللہ حضور ہی کی حدیث کا یہ مطلب ٹھہرائے یعنی میں بھی ایک مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں، قیامت میں ان شاء اللہ مر کر مٹی میں ملنے کا مزا الگ کھلے گا اور یہ جدا پوچھا جائے گا کہ حدیث کے کون سے لفظ میں اس ناپاک معنی کی بو تھی جو تو نے یعنی کہہ کر محبوب اعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر افترا کیا حضور پر افترا خدا پر افترا ہے اور خدا پر افترا جہنم کی راہ کا پرلا سرا،

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ؕ[3] مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾[4]	بیشک وہ لوگ جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے۔ یہ دنیا متاع قلیل ہے اور ان کے لئے (آخرت میں) المناک عذاب ہے۔

بھلا جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ یہ برتاؤ ہیں تو اولیائے کرام کا کیا ذکر ہے اور حضرت حق عزجلالہ فرماتا ہے:

من عادی لی ولیّا فقد اٰذنتہ بالحرب[5]۔ اخرجہ امام البخاری عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ربہ عزوجل۔	جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھے میں نے اعلان دے دیا اس سے لڑائی کا۔ اسے امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ سے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حوالے سے اللہ عزوجل سے بیان کیا ہے (یعنی یہ حدیث قدسی ہے)

---

[1] القرآن ۲/ ۱۵۴

[2] القرآن ۳/ ۱۶۹

[3] القرآن ۱۶/ ۱۱۶

[4] القرآن ۱۶/ ۱۱۷

[5] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب التواضع مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۳

اور حضور پر نور سید المحبوبین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من عادی اولیاء اللہ فقدبارزاللہ بالمحاربة[1]۔ اخرجه ابن ماجة والحاکم والبیھقی فی الزھد عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنه قال الحاکم صحیح ولاعلة له۔	جس نے اولیاء اللہ سے عداوت کی وہ سرمیدان خدا کے ساتھ لڑائی کو نکل آیا۔ اس کو ابن ماجہ، حاکم اور بیہقی نے زہد میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ امام حاکم نے فرمایا یہ روایت صحیح ہے اور اس میں کوئی علت نہیں ہے۔ (ت)

اللہ تعالٰی اپنے محبوبوں کی سچی محبت پر دنیا سے اُٹھائے اٰمین۔ **بجاھھم عندك یاارحم الراحمین یامن احبھم فامرنا بحبھم حبیبھم الینا وحببنا الیھم بحبنا ایاھم یا اکرم الاکرمین اٰمین اٰمین۔**

فسق ہفتم: ہم اوپر بیان کر آئے کہ ان کا خلاصہ مذہب یہ ہے کہ گنتی کے ڈھائی آدمی ناجی باقی تمام مسلمین شرک میں پڑ کر ہلاک ہوگئے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا سمعت الرجل یقول ھلك الناس فھو اھلکھم[2]۔ اخرجه احمد والبخاری فی الادب ومسلم وابوداؤد عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی عنه۔	جب تو کسی کو یوں کہتے سنے کہ لوگ ہلاک ہوگئے تو وہ ان سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔ اسے امام احمد اور بخاری نے الادب المفرد میں، مسلم اور ابوداؤد نے سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

حدیث سے ثابت ہوا کہ حقیقۃً یہی لوگ جو ناحق مسلمانوں کو چنیں وچناں کہتے ہیں خود ہلاک عظیم کے مستحق ہیں اور اللہ جل جلالہ فرماتا ہے:

فَهَلۡ يُهۡلَكُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ۝۳۵ ع[3]	کون ہلاک ہوا سوا فاسق لوگوں کے۔

پھر ان کے اشد الفاسقین سے ہونے میں کیا شبہہ ہے **والعیاذباللہ سبحٰنه وتعالٰی**۔ پھر ستم بر ستم یہ کہ وہ ان محرمات کا صرف ارتکاب ہی نہیں کرتے اُنہیں حلال ومباحات بلکہ افضل حسنات بلکہ اہم واجبات سمجھتے ہیں ہیہات اگر تاویل کا قدم درمیان نہ ہوتا تو کیا کچھ ان کے بارے میں کہنا نہ تھا اللہ تعالٰی نے یہ دین پر استقلال

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من ترجی لہ السلامۃ من الفتن مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۲۹۶، شعب الایمان باب فی اخلاص العمل حدیث ۶۸۱۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۳۲۸

[2] الادب المفرد (۳۲۴) باب قول الرجل ھلک الناس حدیث ۷۵۹ مطبوعہ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۹۸

[3] القرآن، ۴۶/ ۳۵

اور کلمہ طیبہ کا ادب وجلال بمنہ وکرمہ ہم اہلسنت ہی کو عطا فرمایا ہے کہ بدمذہبان گمراہ ہماری تکفیریں کریں ہم پاس کلمہ سے قدم باہر نہ دھریں وہ ہر وقت اس فکر میں کہ کسی طرح ہم کو مشرک بنائیں ہم ہمیشہ اس خیال میں کہ جہاں تک ممکن ہو انہیں مسلمان ہی بتائیں۔ جیسے وہ بھوکی اونٹنی جس کے پیچھے ہری ببولیں رہیں اور ان میں شیر اور آگے صاف میدان پھر آباد شہر، وہ ببولوں کی ہریالی پر مہاریں توڑاتی اور پلٹی جاتی ہے کہ خود بھی ہلاک ہو اور سوار کو بھی مہلکہ میں ڈالے، سوار مہمیزیں کرتا تازیانے لگاتا آگے بڑھاتا ہے کہ آپ بھی نجات پائے اور اسے بھی بچالے۔

هوی ناقتی خلفی وقدامی الهوی

وانی وایاها لمختلفان

(میری سواری کی خواہش میرے پیچھے ہے اور میری خواہش آگے ہے اور میں اور وہ دونوں مختلف ہیں)

منصف کے نزدیک اتنی ہی بات سے اہل حق ومبطلین کا فرق ظاہر والحمدللہ رب العٰلمین O

قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ [1]	تم فرماؤ سب اپنے اپنے طریقے پر کام کرتے ہیں تو تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون زیادہ راہ پر ہے۔

تنبیہ: عبارت مذکورہ غنیہ دیکھ کر بعض اذہان میں یہ خیال گزر سکتا ہے کہ طائفہ غیر مقلدین اگرچہ ان فسقیات کے عادی ہیں مگر وہ انہیں فسق جان کر نہیں کرتے بلکہ اپنے زعم میں کار ثواب وعین صواب سمجھتے ہیں یہ اُن کی فہم کی کجی اور مذہب کی بدی ہے اس سے وہ بیباکی ثابت نہ ہوئی جس کی بنا پر امامت فاسق ممنوع ہوئی تھی کہ جب اسے دین کا اہتمام نہیں تو کیا عجب کہ بے وضو نماز پڑھائے یا شرائط نماز سے کوئی اور شرط چھوڑ جائے۔

اقول: منع امامت فاسق صرف اسی پر مبنی نہ تھا بلکہ اس کی بڑی علت وہ تھی کہ تقدیم میں عظمت اور فاسق شرعًا مستحق اہانت، بہر حال موجود بلکہ عیوب وذنوب کو صواب وثواب جانتے ہیں اور زیادہ شدید الورود کہ اس سے فسق ہزار چند ہو جاتا ہے تو اسی قدر استحقاق اہانت ترقی پائے گا اور اس کی ترقی پر اُتنا ہی شناعت امامت میں جوش آئے گا معہذا جس نے تجربہ کیا ہے اس سے پوچھئے کہ دنیادر کنار خاص امور دین میں اصاغر بالائے طاق ان کے اکابر ومعتمدین میں جو شنیع بیباکیاں عظیم سفاکیاں پھیل رہی ہیں خدانہ کرے کہ کسی فاسق سے فاسق کو بھی اُن کی ہوا لگے، کیا نہ دیکھا کہ ان کے امام العصر نے اپنے مہری فتوے میں دودھ کے چچا کو بھتیجی دلائی،

---

[1] القرآن ۱۷/ ۸۴

کیا نہ جانا کہ ان کے رشید شاگرد نے مطبوعہ رسالے میں حقیقی پھوپھی تک حلال بتائی، کیا نہ سنا کہ دوسرے شاگرد نے سوتیلی خالہ کو بھانجے کے حق میں مباح کردیا اور اس آفت کے فتوے سے استاد صاحب نے اپنی مہر کا نکاح کردیا پھر امام العصر کا اُجرت لے کر مسائل لکھنا، ایک ہی مقدمہ میں مدعی مدعا علیہ دونوں کے پاس حضرت کا فتوی ہونا کیسی اعلٰی درجے کی دیانت ہے۔ ان سب وقائع کی تفصیل بعض احباب فقیر نے رسالہ **سیف المصطفٰی علی ادیان الافتراء** (۱۲۹۹ھ) ورسالہ **نشاط السکین علی حلق البقر السمین** (۱۳۰۳ھ) میں ذکر کی، پھر بات بنانے کو احیاء واموات پر ہزاروں افتراء وبہتان کرنا، فرضی کتابوں سے سند لانا، خیالی عالموں کے نام گھڑلینا، نقل عبارت میں قطع وبرید کرنا، جرح محدثین کو نسب بدل لینا، احادیث واقوال کے غلط حوالے دینا اور ان کے سوادیدہ ودانستہ ہزاروں قسم کی عیاریاں ان کے عمائد ومتکلمین اپنی مذہبی تصانیف میں کر گزرے، زکیں کھائیں الزام اٹھائے اور باز نہ آئے۔ رسالہ **سیف المصطفٰی** انہیں امور کے بیان واظہار میں تالیف ہوا جس میں عزیزم مؤلف حفظہ اللہ نے اکابر طائفہ کی ایک سوساٹھ دیانتوں کو جلوہ دیا۔ پھر کون گمان کرسکتا ہے کہ جرات وجسارت میں ان کا پایا کسی فاسق سے گھٹا ہوا ہے، معہذا آزمالیجئے کہ یہ حضرات جس مسئلہ میں خلاف کریں گے آرام نفس ہی کی طرف کریں گے کبھی وہ مذہب ان کے نزدیک راجح نہ ہوا جس میں ذرا مشقت کا پلہ جھکا، تراویح میں بیس رکعت چھوڑیں تو چھتیس کی طرف نہ گئے جو امام مالک سے مروی، نہ چالیس لیں جو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے منقول اور امام اسحٰق بن راہویہ واہل مدینہ کا مذہب تھا، آٹھ پر گرے کہ آرام کا سبب تھا۔ اور ان کے بعض مسائل کا نمونہ **ان شاء اللہ تعالٰی** قریب آتا ہے۔ مسلمانو! جب بیباکی وہ ہے کہ جو چاہا کہہ دیا نہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے کام، اجماع ائمہ تو کس چیز کا نام، ادھر آرام طلبی کا جوش تام، تو کیا عجب کہ بے غسل یا بے وضو نماز جائز کرلیں خصوصًا جبکہ موسم سرما ہو اور پانی ٹھنڈا، آخر یہ پھوپھی، بھتیجی خالہ کی حلت سے عجیب تر نہ ہوگا،

سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

اذالم تستحی فاصنع ماشئت[1]۔	جب تو بے حیا ہوجائے تو جو چاہے کر۔ (ت)

ع: آنرام کہ حیا نیست از وہیچ عجب نیست

(جس کو حیا نہیں اس سے کچھ بھی تعجب نہیں)

والعیاذ باللہ تعالٰی۔

---

[1] المعجم الکبیر مروی ازابو مسعود انصاری حدیث ۶۵۷ مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۷/ ۲۳۷

دلیل سوم

اس کی تقریر میں اوّلاً یہ سنئے کہ ان حضرات کی فقہی مسائل متعلقہ نماز وطہارت جوانھوں نے خود اپنی تصانیف میں لکھے کیاکیاہیں اور وہ علی الاطلاق مذاہب راشدہ یاخاص مذہب حنفیّہ سے کتنے جداہیں محبنا مولوی وصی احمد صاحب سورتی سلمہ اللہ تعالٰی نے فتوائے جامع الشواھد فی اخراج الوھابیین عن المساجد (مساجد سے وہابیوں کو نکالنے پر جامع دلائل۔ ت) میں عقائد غیر مقلدین نقل کرکے ان کے بعض عملیات بھی تلخیص کئے ہیں یہاں اسی کے چند کلمات بطور التقاط لکھناکافی سمجھتاہوں۔

مسئلہ (۱) : پانی کتناہی کم ہو نجاست پڑنے سے ناپاک نہیں ہوتا جب تک رنگ یابو یامزہ نہ بدلے نواب صدیق حسن خاں بہادر شوہر ریاست بھوپال نے طریقہ محمدیہ ترجمہ درربہیہ مصنفہ قاضی شوکانی ظاہری المذہب مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی کے صفحہ ۶و۷ پر اس کی تصریح کی، اس کتاب پر مولوی نذیر حسین صاحب نے مہر کی اور لکھااس پر موحدین بے دھڑک عمل کریں، اور دیباچے میں خود نواب مترجم لکھتے ہیں: متبع سنت اس پر آنکھ بند کرکے عمل کرے اور اپنی اولاد اور بیبیوں کو پڑھائے[1] اور یہی مضمون فتح المغیث مطبع صدیقی لاہور کے صفحہ ۵ میں ہے، یہ وہی کتاب طریقہ محمدیہ ہے جس کانام بدل کر نواب بھوپال نے دوبارہ وسہ بارہ بھوپال اور لاہور میں چھپوایا۔ اس مسئلے کامطلب یہ ہواکہ کنواں توبڑی چیز ہے اگر پاؤ بھر پانی میں دوتین ماشے اپنا یاکتے کاپیشاب ڈال دیجئے پاک رہے گامزے سے وضوکیجئے، نماز پڑھئے کچھ مضائقہ نہیں۔

مسئلہ (۲): اسی فتح المغیث کے صفحہ ۵ اور طریقہ محمدیہ کے صفحہ ۷ میں ہے: نجاست گوہ اور موت ہے آدمی کامطلق مگر موت لڑکے شیر خوار کااور لعاب ہے کتے کااور لینڈ بھی اور خون بھی حیض ونفاس کااور گوشت ہے سوٗر کااور جواس کے سواہے اس میں اختلاف ہے اور اصل اشیاء میں پاکی ہے اور نہیں جاتی پاکی مگر نقل صحیح سے کہ جس کے معارض کوئی دوسری نقل نہ ہو[2]۔

یہاں صاف صاف نجاست کوان سات چیزوں میں حصر کردیا باقی تمام اشیاء کو اصل طہارت پر جاری کیاجب تک نقل صحیح غیر معارض وارد نہ ہو۔ میں کہتاہوں اب مثلاً اگر کوئی غیر مقلد مرغی کے گوہ یاسوئر کے موت یاکتے کی منی سے اپنے چہرہ و ریش بُروت (مونچھیں) وجامہ پر عطروگلاب افشانی فرماکر نماز پڑھ لے یایہ چیزیں کیسی ہی کثرت سے پانی میں مل جائیں اگرچہ رنگ ومزہ وبو کوبدل دیں اور غیر مقلد صاحب

---

[1] طریقہ محمدیہ ترجمہ درربہیہ

(ف: اسی کادوسرانام فتح المغیث ہے۔ نذیر احمد)

[2] فتح المغیث

اس سے وضو کریں اصلاً حرج نہیں کہ آخر جامہ بدن پر کوئی نجاست نہیں، نہ پانی کے اوصاف کسی نجس نے بدلے پھر کیا مضائقہ ہے سب مباح وروا ہے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ثم اقول آیہ کریمہ قُلۡ لَّاۤ اَجِدُ فِیۡ مَاۤ اُوۡحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰی طَاعِمٍ یَّطۡعَمُہٗۤ[1] (محبوب فرمادیجئے میں اپنے اوپر نازل شدہ وحی میں نہیں پاتا کسی کھانے والے پر کوئی کھانا حرام۔ ت)

الا یہ سند کافی موجود اور جس طرح نجاست بے نقل صحیح غیر معارض ثابت نہیں ہو سکتی اور اصل اشیاء میں طہارت ہے یوں ہی حرمت کا ثبوت بھی بے اس کے نہ ہوگا اور اصل اشیاء میں اباحت تو غیر مقلد کو ان چیزوں کے نوش کرنے میں کیا مضائقہ ہے

ع: گربر تو حلال ست حلالت بادا

(اگر تجھ پر پینا حلال ہے تیرا اپنا حلال کیا ہوا ہے)

مسئلہ (۳): نواب موصوف روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۲ میں فرماتے ہیں: شراب ومردار وخون کی حرمت ان کی نجاست پر دلیل نہیں جو انہیں ناپاک بتائے دلیل پیش کرے اھ ملحصاً مترجماً[2]۔

میں کہتا ہوں شاعر بھولا کہ ناحق خلاف شرع پینے کا لفظ بولا اگر یہ مسئلہ سنتا تو یوں کہتا:

چھوتا نہیں شراب کبھی بے وضو کئے
قالب میں میرے روح کسی پارسا کی ہے

جس میں شریعت جدیدہ کا خلاف بھی نہ ہوتا اور زیادت مبالغہ سے حسن شعر بھی بڑھ جاتا کہ پیتا نہیں سے چھوتا نہیں میں کہیں زیادہ مبالغہ ہے۔

مسئلہ (۴) نواب صاحب اپنے صاحبزادہ کے نام سے نہج المقبول من شرائع الرسول مطبوعہ بھوپال کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں:

شستن منی از برائے استقذار بودہ است نہ بنا بر نجاست وبر نجاست خمر ودیگر مسکرات دلیلے کہ صالح تمسک باشد موجود نیست واصل در ہمہ چیز ہا طہارت ست ودر نجاست لحم خوک خلاف ست ودم مسفوح	منی کو نفرت ونظافت کی وجہ سے دھونا ضروری ہے نہ کہ ناپاک ہونے کی وجہ سے، شراب اور دیگر نشہ آور اشیا کے ناپاک ہونے پر کوئی دلیل صالح نہیں جس سے استدلال کیا جاسکے اور تمام اشیاء میں اصلاً طہارت ہے۔

---

[1] القرآن ۶/ ۱۴۵

[2] روضہ ندیہ شرح درربہیہ عربی بیان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ مطبوعہ فاروقی کتب خانہ لاہور ۱/ ۲۳

حرام ست نہ نجس اھ ملخصا[1]	خنزیر کے گوشت کے نجس ہونے میں اختلاف ہے دم مسفوح حرام ہے مگر نجس نہیں اھ ملخصًا (ت)

مسئلہ (۵) اسی فتح المغیث کے صفحہ ٦ پر ہے: کافی ہے مسح کرنا پگڑی پر[2]۔ یعنی وضو میں سر کا مسح نہ کیجئے پگڑی پر ہاتھ پھیر لیجئے وضو ہوگیا اگرچہ قرآن عظیم فرمایا کرے **وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ**[3] (اپنے سروں کا مسح کرو)

مسئلہ (٦) مولوی محمد سعید شاگرد مولوی نذیر حسین ہدایت قلوب قاسیہ کے صفحہ ٣٦ میں لکھتے ہیں جو اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے[4]۔

مسئلہ (۷) فتاوی ابراہیمیہ مصنفہ مولوی ابراہیم غیر مقلد مطبوعہ دھرم پرکاش الہ آباد کے صفحہ ۲ میں ہے: وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح فرض ہے[5]۔ انہوں نے پاؤں کے مسئلے میں رافضیوں سے بھی آگے قدم رکھا وہ بیچارے بھی صرف جواز مانتے ہیں واللہ المستعان علی شر الرفاض وقومٍ شرّ من الرفاض (اللہ تعالٰی ہی مددگار ہے روافض کے شر پر اور اس قوم کے شر پر جو روافض سے بھی بدتر ہے۔ت

ثانیًا یہ خیال کیجئے کہ انہیں اہلسنت کے ساتھ کس درجہ تعصب ہے، اور تعصب وہ شیئ ہے کہ خواہی نخواہی آدمی نیش عقرب (بچھو کا ڈنگ) ہو کر بتقاضائے طبع ایذا و اضرار پر کمر کستا ہے اور جہاں تک بن پڑے شقاق وخلاف کو دوست رکھتا ہے، اگر علانیہ نہ ہوسکے تو خفیہ ہی کوئی بات کر گزرے اور آپ ہی آپ دل میں ہنس لے، جہال روافض کی حکایات مشہور ہیں کہ ان کی مجالس مرثیہ میں جو جاہل سنی جابیٹھے انہوں نے قلتین کے چھینٹے شربت میں ملائے، بعض اشقیا نے اسمائے طیبہ پرچوں پر لکھ کر فرش کے نیچے رکھ دئے کہ سنی بیٹھیں تو پاؤں کے نیچے آئیں اگرچہ نادانستہ ہی سہی۔ پھر جہاں ایسا موقع ہاتھ لگا کہ کوئی خاص چیز کسی مہمان یا حاجتمند سنی ناواقف کے کھانے پینے کو پیش کی ظاہری تکلف حد سے گزرا اور بعض نجاسات قطعیہ سے آلودہ کردی، یہ سب شاخیں تعصب کی ہیں، پھر حضرات غیر مقلدین کا تعصب ان روافض سے کم نہیں بلکہ زائد ہے کہ یہ دشمن تازہ ہیں اور ان کے حوصلوں کی نئ

---

[1] نہج المقبول من شرائع الرسول

[2] فتح المغیث

[3] القرآن ٥/٦

[4] ہدایت قلوب قاسیہ

[5] فتاوٰی ابراہیمیہ

اُٹھان ہے اب ان کی بیباکی وجرات ومسائل مساہلت وشدت عداوت دیکھ کرنہ صرف احتمال فوری بلکہ ظن غالب ہوتا ہے کہ اگر یہ امام کئے جائیں ضرور اپنے اُن بعض مسائل مذکورہ پر عمل کریں گے انہیں کیا غرض پڑی ہے کہ مذہب مقتدیان کی رعایت کرکے ان امور سے باز آئیں اور تعصب برت کر دل ٹھنڈا نہ کریں پھر بعض جگہ غسل وغیرہ کی مشقت اٹھانی ہو وہ نفع میں۔

ثالثًا اب یہ غور کیجئے کہ علمائے دین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین نے اہل حق وہدٰی کے مذاہب مختلفہ مثلًا باہم حنفیّہ وشافعیہ میں ایک کی دوسرے سے اقتدا پر کیا کلام کیا ہے یہ مسئلہ ہمیشہ سے معرکۃ الآرا رہا اور اس میں تکثر شقوق واختلاف اقوال بشدت ہوا ہمیں یہاں صرف اس صورت سے غرض ہے کہ دوسرے مذہب والا جو نماز وطہارت میں ہمارے مذہب کی مراعات نہ کرے اور خروج عن الخلاف کی پروانہ رکھے اس کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے۔ پہلے اس احتیاط ومراعات کے معنی سمجھ لیجئے بعض باتیں مذاہب راشدہ میں مختلف فیہ ہیں (اختلافی مسائل) مثلًا فصد وحجامت سے شافعیہ کے نزدیک وضو نہیں جاتا ہمارے نزدیک جاتا رہتا ہے۔ مس ذکر ومساس زن سے ہمارے نزدیک نہیں جاتا ان کے نزدیک ٹوٹ جاتا ہے، دوقلہ پانی میں اگر نجاست پڑجائے ان کے مذہب میں ناپاک نہ عـــہ ہوگا ہمارے نزدیک (ناپاک) ہوجائے گا،

انکے نزدیک ایک بال کا مسح وضو میں کافی ہے ہمارے یہاں ربع سر کا ضرور، ہمارے مذہب میں نیت وترتیب وضو میں فرض نہیں ان کے نزدیک فرض، وعلٰی ہذا القیاس، اس قسم کے مسائل میں باجماع ائمہ آدمی کو وہ بات چاہئے جس کے باعث اختلاف علما میں واقع نہ ہو جب تک یہ احتیاط اپنے کسی مکروہ مذہب کی طرف نہ لے جائے تو محتاط شافعی فصد وحجامت سے وضو کرلیتے ہیں اور مسح میں بعض پر قناعت نہیں کرتے اور محتاط حنفی مَسِ ذکر ومساس زن سے وضو کرلیتے ہیں او رترتیب ونیت نہیں چھوڑتے کہ اگرچہ ہمارے امام نے اس صورت میں وضو واجب نہ کیا منع بھی تو نہ فرمایا پھر نہ کرنے میں ہماری طہارت ایک مذہب پر ہوگی دوسرے پر نہیں اور کرلینے میں بالاتفاق طاہر ہوجائیں گے اور اپنے مذہب میں وضو علی الوضو کا ثواب پائیں گے، جو ایسی احتیاط کا خیال نہیں کرتے اور دوسرے مذہب کے خلاف ووفاق سے کام نہیں رکھتے، جمہور مشائخ کے نزدیک ان کی اقتدا جائز نہیں کہ صحیح مذہب پر رائے مقتدی کا اعتبار ہے جب اس کی رائے پر خلل طہارت یا اور وجہ سے فساد نماز کا مظنہ ہو یہ کیونکر ایسی نماز پر اپنی نماز بنا کرسکتا ہے خانیہ وخلاصہ وسراجیہ وکفایہ ونظم وبحر الفتاوی وشرح نقایہ ومجمع الانہر وحاشیہ مراقی الفلاح وغیرہا کتب میں اس کی تصریح فرمائی اور اسے علامہ سندی پھر علامہ حلبی پھر علامہ شامی نے بہت مشائخ اور علامہ قاری نے عامہ مشائخ کرام

عـــہ: بشرطیکہ پانی کا کوئی وصف مثلًا بو یا رنگ یا مزہ متغیر نہ ہوجائے ورنہ بالاتفاق ناپاک ہوجائے گا ۱۲منہ (م)

سے نقل کیا، فتاوٰی عالمگیری میں ہے:

الاقتداء بشافعی المذهب انما يصح اذاكان الامام يتحامى مواضع الخلاف بان يتوضأ من الخارج النجس ، من غير السبيلين كالفصد ولايكون متعصبا ولايتوضأ بالماء الراكد عہ۱ القليل وان يغسل ثوبه من المنى عہ۲ ويفرك اليابس منه ويمسح عہ۳ ربع رأسه هكذا فی النهاية والكفاية ولايتوضأ بالماء القليل الذی وقعت فيه النجاسة كذا فی فتاوٰی قاضی خاں ولابالماء المستعمل هكذا فی السراجية[1] اهملخصا۔	شافعی المذہب کی اقتداء اس وقت صحیح ہے جب وہ مقامات اختلاف میں احتیاط سے کام لیتا ہو، مثلاً سبیلین کے علاوہ سے نجاست کے خروج پر وضو کرتا ہو جیسا کہ رگ کٹوانے پر، اور متعصب نہ ہو اور نہ ہی قلیل کھڑے پانی سے وضو کرنے والا ہو اور منی والا کپڑا دھوتا ہو، اور خشک منی کپڑے سے کھرچ دیتا ہو، سر کے چوتھائی کا مسح کرتا ہو، نہایہ، اور کفایہ میں اسی طرح ہے، اور ایسے ہی قلیل پانی جس میں نجاست گر گئی ہو اس سے وضو نہ کرتا ہو فتاوٰی قاضی خان میں اسی طرح ہے اور نہ ہی ماء مستعمل سے وضو کرتا، جیسا کہ سراجیہ میں ہے اھ ملخصا (ت)

فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے:

اما الاقتداء بشفعوی المذهب قالوا لاباس به اذالم يكن متعصبا وان يكون متوضأ من الخارج النجس من غير السبيلين ولايتوضأ بالماء القليل الذی وقعت فيه النجاسة[2] اهملخصا۔	شافعی المذہب کی اقتداء کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ متعصب نہ ہو اور یہ کہ سبیلین کے علاوہ سے نجاست کے خروج پر وضو کرتا ہو اور اس قلیل پانی (جس میں نجاست گر گئی ہو) سے وضو نہ کرتا ہو۔ اھ ملخصًا (ت)

عہ۱: قلت ای بحيث تقع الغسالة فيه بناء على نجاسة الماء المستعمل ۱۲منه (م)	میں کہتا ہوں یعنی اس وقت جب غسالہ پانی میں گرتا ہو اس قول کی بناپر جو ماء مستعمل کو نجس قرار دیتے ہیں ۱۲ (ت)
عہ۲: قلت ای اذا بلغ حد المنع ۱۲منه (م)	میں کہتا ہوں یعنی جب مانع نماز کی حد تک پہنچ جائے ۱۲ (ت)
عہ۳: قلت ای لایجتزیٔ باقل منه ۱۲منه (م)	میں کہتا ہوں یعنی اس سے اقل پر اکتفاء نہ کرتا ہو ۱۲منہ (ت)

---

[1] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی بیان من یصلح اماما لغیرہ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۸۴

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فی من یصلح الاقتداء وفی من لایصح مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ ۱/ ۴۳

فتاوی امام طاہر بن عبدالرشید بخاری میں ہے:

الاقتداء بشفعوی المذھب یجوز ان لم یکن متعصبا ویکون متوضأ من الخارج من غیرالسبیلین ولایتوضأ بماءٍ الذی وقعت فیه النجاسة وھو قدر قلتین[1] اھ[عــه] ملخصا۔	شافعی المذہب کی اقتداء جائز ہے اگر وہ متعصب نہ ہواور غیر سبیلین سے نجاست کے خروج پر وضو کرنے والا ہو اور اس تھوڑے پانی سے وضونہ کرتا ہو جس میں نجاست گر گئی ہو اور وہ دو قلوں کی مقدار ہے اھ تلخیصًا (ت)

جامع الرموز میں ہے:

ھذا اذا علم بالاحتراز عن مواضع الخلاف فلوشك فی الاحتراز لم یجز الاقتداء مطلقا کما فی النظم فلاباس به اذا لم یشك فی ایمانه ولم یتعصب ای لم یبغض للحنفی (وساق الکلام فی مسائل المراعاۃ فجمع واوعی ثم قال) الکل فی بحر الفتاوی[2]۔	یہ اس وقت ہے جب وہ مقامات اختلاف سے بچنے کا یقین رکھتا ہو اگر اس کے احتراز میں شک ہو تو پھر ہر حال میں اقتداء جائز نہیں، جیسا کہ نظم میں ہے پس اس وقت اس کی اقتدا میں کوئی حرج نہیں جب اس کے ایمان میں شک نہ ہو (یعنی انا مؤمن ان شاء الله کہنے والانہ ہو) اور وہ متعصب نہ ہو یعنی حنفی کے ساتھ بغض نہ رکھتا ہو (اس کے بعد مقامات رعایت پر گفتگو کرتے ہوئے مسائل کو اکٹھا کیا پھر فرمایا) یہ تمام بحر الفتاوی میں ہے۔ (ت)

شرح ملتقی الابحر میں ہے:

جواز اقتداء الحنفی بالشافعی اذاکان الامام یحتاط فی مواضع الخلاف[3]۔	حنفی کا شافعی کی اقتدا کرنا اس وقت جائز ہے جب شافعی امام مقامات اختلاف میں محتاط ہو۔ (ت)

عــه: **قلت** الاولی تعبیر غیرہ کالخانیة بالقلیل ۱۲منه (م)	**میں کہتا ہوں** اس کے غیر کی تعبیر بہتر ہے جیسے کہ خانیہ نے "قلیل" کے ساتھ تعبیر کیا ہے ۱۲منہ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوی کتاب الصلوٰۃ الاقتداء باھل الھواء مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۱۴۹

[2] جامع الرموز فصل یجہر الامام مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۷۳

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر باب الوتر والنوافل مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۱۲۹

علامہ احمد مصری حاشیہ شرح نورالایضاح میں فرماتے ہیں:

صحة الاقتداء اذاکان یحتاط فی مواضع الاختلاف کأن یجدد الوضوء بخروج نحو دم وان یمسح رأسه وان یغسل ثوبه من منی اویفرکه اذاجف[1] الخ	صحت اقتدا شافعی کی اس پر موقوف ہے کہ وہ مواضع اختلاف میں محتاط ہو، مثلاً خون جیسی چیز کے خروج پر نیا وضو کرتا ہو اور سر کا مسح کرتا ہو، منی والے کپڑے کو دھوتا ہو یا خشک ہونے کی صورت میں اسے کھرچ دیتا ہو الخ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قال کثیر من المشائخ ان کان عادته مراعاة موضع الخلاف جاز والا فلا ذکره السندی المتقدم ذکره ح قلت وھذا بناء علی ان العبرة لرأی المقتدی وھو الاصح[2] الخ	اکثر مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر شافعی امام کی عادت مقامات اختلاف میں احتیاط کی (یعنی وضو و نماز میں مذہب حنفی کی رعایت کرتا ہو) تو پھر اس کی اقتداء جائز ورنہ نہیں۔ سندی نے اس کو ذکر کیا اس کا تذکرہ پیچھے بھی گزرا ہے ح۔ میں کہتا ہوں یہ اس بناپر ہے کہ اس مسئلہ میں اعتبار مقتدی کی رائے کا ہے اور یہی اصح ہے الخ (ت)

اُسی میں ہے:

فی رسالة الاھتداء فی الاقتداء لملا علی القاری ذھب عامة مشائخنا الی الجواز اذاکان یحتاط فی موضع الخلاف والافلا[3]۔	ملا علی قاری کے رسالہ "الاھتدا فی الاقتداء" میں ہے کہ اکثر مشائخ کی رائے یہی ہے کہ اگر امام شافعی مقامات اختلاف میں محتاط ہے تو اقتدا جائز ورنہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح اور کتب میں تصریح ہے:

بقی ان الشامی نقل عن القاری بعد قوله المذکور المعنی انه یجوز فی المراعی	رہا یہ معاملہ کہ شامی نے علی قاری سے اپنے مذکور قول کے بعد یہ نقل کیا ہے: اس کا معنی یہ ہے کہ

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الوتر مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۱۰

[2] ردالمحتار مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۶

[3] ردالمحتار مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۶

بلاکراھۃ وفی غیرہ معھا[1] اھ

اقول: وھذا یخالف تصریح الھندیۃ بعدم الصحۃ لکن لایعکر علیّ لانی انما عبرت بعدم الجواز الشامل للفساد وکراھۃ التحریم فینطبق علی تفسیر القاری و تصریح الھندیۃ جمیعا، والذی یظھرلی وارجوان یکون ھو الصواب ان شاء اللہ تعالٰی ان البطلان انما ھو اذاعلم عدم المراعاۃ فی خصوص الصلاۃ کما اختارہ العلامۃ السغناقی وجزم بہ وتر الدر وغیرہ والافالصواب مع القاری فتصح لعدم العلم بالمفسد وتکرہ لکونہ غیر محتاط، وان حملت الصحۃ فی کلام الھندیۃ علی الجواز وان کان فیہ بعد فیتوافق القولان ومن الدلیل علی ھذا الحمل ان صاحب الھندیۃ ادخل کلام قاضی خاں تحت مسئلۃ عدم الصحۃ وانما نص الخانیۃ کما سمعت تعلیق نفی البأس بتلک الشرائط فانما یفید بمفھوم المخالفۃ وجود البأس عند

رعایت کرنے والے کے پیچھے بغیر کراہت جائز ہے اور رعایت نہ کرنے والے کے پیچھے بالکراہت اھ (ت)

اقول: (میں کہتا ہوں) یہ فتاوٰی ہندیہ کی اس تصریح کے مخالف ہے جس میں انہوں نے عدم صحت کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ بات مجھ پر لازم نہیں آتی کیونکہ میں نے اسے عدم جواز کے ساتھ تعبیر کیا ہے جو فساد اور کراہت تحریمی دونوں کو شامل ہے، لہٰذا یہ علی قاری کی تفسیر اور ہندیہ کی تصریح دونوں کے موافق ہے، اور جو چیز مجھ پر ظاہر ہوئی ہے اور میں امید کرتا ہوں ان شاء اللہ وہی صواب ہے وہ یہ ہے کہ نماز کا باطل ہونا اس صورت میں جب امام شافعی بالخصوص نماز میں رعایت نہ کرتا ہو (اس بات کا حنفی کو یقین ہو) جیسا کہ اس کو علامہ سغناقی نے اختیار کیا اور در وغیرہ کے بیان وتر میں اس پر جزم کیا ہے ورنہ اگر علم نہ ہو کہ وہ رعایت کرتا ہے تو علی قاری کی رائے صواب ہے کہ نماز درست ہوگی کیونکہ مفسد کا علم نہیں البتہ مکروہ ہوگی، کیونکہ وہ محتاط نہیں، اور اگر ہندیہ کی عبارت میں صحت کو جواز پر محمول کرلیا جائے گا اگرچہ اس میں بعد ہے تو دونوں اقوال میں موافقت ہوجائے گی، اس حمل پر ایک دلیل یہ ہے کہ صاحب ہندیہ نے کلام قاضی خاں کو مسئلہ عدم صحت کے تحت ذکر کیا ہے، اور خانیہ نے تصریح کی ہے جیسا کہ آپ سن چکے کہ نفی حرج ان شرائط کے ساتھ معلق ہے اور یہ بات مفہوم مخالف کے طور پر اس

---

[1] ردالمحتار مطلب فی الاقتداء بشافعی ونحوہ الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۱۶

عدمها، ووجود الباس لایستلزم البطلان نعم هو مساو لعدم الجواز بمعنی عدم الحل المجامع لكراهة التحريم، ويؤيد ذلك مانص عليه العلامة الحلبی فی الغنية الاختلاف انما هو فی الكراهة والافعلی الجواز يعنی الصحة الاجماع۔ ثم لايذهبن عنك ان الكراهة ههنا للتحريم اذهو الذی يصح تفسير عدم الجواز به كما فعل القاری فافهم وتثبت هذا ما ظهرلی وقد بقی خبايا العبد الضعيف حقق الكلام فی هذا المرام فی فتاواه الملقبة بالعطايا النبوية فی الفتاوی الرضوية وبالله التوفيق۔	بات کی مفید ہے کہ جب شرائط معدوم ہوں تو حرج لازم آئے گا اور وجود حرج بطلان کو مستلزم نہیں، ہاں وہ مساوی بنے گا عدم جواز بمعنی عدم حل کا جو کراہت تحریمی کو جامع ہے اور اس کی تائید علامہ حلبی کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو غنیہ میں ہیں کہ اختلاف کراہت میں ہے ورنہ جواز یعنی صحت پر اجماع ہے۔ پھر یہ بھی ذہن نشین رہنا چاہئے کہ یہاں کراہت تحریمی مراد ہے کیونکہ تفسیر عدم جواز کی اسی کے ساتھ درست ہوتی ہے جیسا کہ علی قاری نے کیا ہے، خوب سمجھ کر اس پر قائم رہو۔ یہ وہ تفصیل تھی جو مجھ پر واضح ہوئی اور ابھی کچھ گوشے رہ گئے ہیں بندہ ضعیف نے اللہ کی توفیق سے اس مقصد پر اپنے فتاوی الملقب به العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں تحقیق کی ہے۔ (ت)

سبحٰن اللہ جبکہ بے احتیاط شافعی کے پیچھے نماز جمہور ائمہ کے نزدیک ناجائز، تو ان مبتدعین تہورین کو اہل حق وہدایت سے کیا نسبت ان کے پیچھے بدرجہ اولٰی ناجائز وممنوع تر ہونا چاہئے کما لایخفی۔

تنبیہ: خانیہ وخلاصہ ونہایہ وکفایہ وبحر الفتاوی وشرح نقایہ وہندیہ کے نصوص سن چکے کہ متعصب شافعی کے پیچھے نماز جائز نہیں اور اس کی تفسیر گزری کہ متعصب عہ وہ جو حنفیّہ سے بغض رکھتا ہو، اب غور کرلیجئے کہ غیر مقلدین کو نہ صرف حنفیّہ بلکہ تمام مقلدین ائمہ دین سے کس قدر بغض شدید وکین مدید ہے خصوصًا جو عنایت حضرات حنفیّہ خصّھم اللہ بالطافہ الحفیہ کے ساتھ ہے بیان سے باہر تو ان روایات پر یہ جداگانہ دلیل ہوئی ان کی اقتداء ناجائز ہونے کی۔

لکن قال المحقق فی الفتح لایخفی ان تعصبه انما یوجب فسقه[1] اھ	لیکن محقق نے فتح القدیر میں فرمایا یہ مخفی نہ رہے کہ اس کا متعصب ہونا فسق کا موجب وسبب ہے اھ

عــہ: اقول ایسے ہی شافعیہ یامالکیہ یاحنبلیہ سے بغض رکھنے والا عند من براہ اللہ من التعصب کہ اہل حق سے بغض نہ رکھے گا مگر بدمذہب، اور بدمذہب کے پیچھے نماز ممنوع ۱۲منہ سلمہ (م)

---

[1] فتح القدیر باب صلٰوۃ الوتر مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۱

اقول : قدعلمت ان عدم الجواز بمعنی عدم الحل الصادق بکراھة التحریم وان الصلاۃ خلف الفاسق مکروھة تحریمیة فان اعید الاشکال بمافی الھندیة اعدنا الکلام بماقدمنا وح یؤل ھذا الدلیل الی الدلیل الثانی کما لایخفی وبھذا الحمل تکون الروایات مؤیدات لما حققنا من ان الکراھة خلف الفاسق و المبتدع کراھة تحریم واللہ سبحٰنہ بکل شیئ علیم۔	**اقول**: (میں کہتا ہوں) آپ نے پیچھے پڑھ لیا ہے کہ عدم جواز بمعنی عدم حلت ہے جو کراہت تحریمی پر صادق آتا ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے اگر ہندیہ کی عبارت کے ساتھ اشکال کا اعادہ کیا جائے تو ہم سابقہ کلام سامنے لائیں گے تو اس وقت یہ دلیل دوسری دلیل کی طرف لوٹ جائے گی جیسا کہ مخفی نہیں، اور اس حمل کے ساتھ تمام روایات اس تحقیق کی مؤید ہوجائیں گی جو ہم نے کی ہے کہ فاسق اور بدعتی کے پیچھے نماز پڑھنے کی کراہت مکروہ تحریمی ہے واللہ سبحٰنہ بکل شیئ علیم۔ (ت)

دلیل چہارم

حضرت امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں جو متکلم ضروریات عقائد کی بحث میں (جن میں لغزش موجب کفر ہوتی ہے) یہ چاہے کہ کسی طرح اس کا مخالف خطا کرجائے وہ کافر[عہ] ہے کہ اس نے اس کا

[عہ]: کافر سے مراد کہ اس پر کفر کا اندیشہ ہے۔ والعیاذ باللہ تعالٰی فی الخلاصة سمعت القاضی الامام (یرید الامام الاجل قاضی خاں) ان اراد تخجیل الخصم یکفر قال وعندی لایکفر ویخشی علیه الکفر اھ وقال العلامة بدرالرشید الحنفی فی رسالته فی کلمات الکفر فی المحیط من رضی بکفر نفسه فقد کفر ای اجماعا، وبکفر غیرہ	اللہ تعالٰی کی پناہ، خلاصہ میں ہے میں نے قاضی امام (یعنی امام اجل قاضی خاں) سے سنا کہ اگر کوئی مخالف کو شرمندہ کرنے کا ارادہ رکھتا تو اسے کافر کہا جائے فرمایا اور میرے نزدیک اسے کافر نہ کہا جائے، البتہ اس پر کفر کا خوف واندیشہ ہے۔ علامہ بدرالرشید حنفی نے اپنے رسالہ میں کلمات کفر کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محیط میں ہے وہ شخص جو اپنی ذات کے کفر پر راضی ہوگیا وہ کافر ہوگیا یعنی بالاجماع، اور جو کوئی (باقی اگلے صفحہ پر)

کافر ہونا چاہا اور مسلمان کو مبتلائے کفر چاہنا رضا بالکفر ہے اور رضا بالکفر آپ ہی کفر، علماء فرماتے ہیں ایسے متکلم کے پیچھے نماز جائز نہیں، فتح القدیر میں ہے:

قال صاحب المجتبٰی واماقول ابی یوسف لاتجوز الصلاۃ خلف المتکلم فیجوز ان یرید الذی قررہ ابوحنیفۃ حین رأی ابنہ حمادا یناظرفی الکلام فنہاہ فقال رأیتك تناظر فی الکلام و تنہانی فقال کنا نناظر وکان علی رؤسنا الطیر مخافۃ ان یزل صاحبنا وانتم تناظرون وتریدون زلۃ صاحبکم ومن اراد زلۃ صاحبہ	صاحب مجتبٰی نے فرمایا امام ابویوسف کا قول کہ کلامی کے پیچھے نماز جائز نہیں تو ہوسکتا ہے ان کی مراد وہ ہو جس کو امام ابوحنیفہ نے مقرر رکھا ہے کہ انہوں نے جب اپنے صاحبزادے حماد کو علم کلام میں مناظرہ کرتے ہوئے دیکھا تو اپنے بیٹے کو اس سے منع کیا، بیٹے نے عرض کی میں نے آپ کو علم کلام میں مناظرہ کرتے دیکھا ہے اور مجھے آپ اس سے منع کر رہے ہیں اس پر آپ نے فرمایا ہم اس حال میں مناظرہ کرتے تھے گویا ہمارے سروں پر پرندے ہیں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اختلف المشائخ ثم ذکرعن شیخ الاسلام ماحقہ ان یسطر علی الصدور وحاصلہ انہ انما یکون کفرا اذا کان یستحسنہ ثم قال) وقد عثرنا علی روایۃ ابی حنیفۃ ان الرضاء بکفر الغیر کفرمن غیر تفصیل اھ قلت وھی ھذہ الروایۃ التی ذکرفی المجتبی قال العلامۃ القاری بعد نقل مافی رسالۃ البدرالجواب ان روایۃ ابی حنیفۃ رحمہ اللہ تعالٰی اذا کانت مجملۃ اوعبارتہ مطلقۃ فلنا ان نفصلہا ونقیدہا علی مقتضی القواعد الحنفیۃ[1] اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ سلمہ ربہ (م)	غیر کے کفر پر راضی ہوا اس میں مشائخ کا اختلاف ہے پھر وہاں شیخ الاسلام کے حوالے سے وہ لکھا جو سینوں پر لکھنے کے قابل ہیں، اس کا حاصل یہ ہے کہ یہ کفر اس وقت ہے کہ جب اس نے اسے پسند کیا ہو پھر کہا ہم امام ابوحنیفہ کی اس روایت پر مطلع ہیں جس میں ہے کہ غیر کے کفر پر راضی ہونا کفر ہے بغیر کسی فرق کے اھ میں کہتا ہوں یہی وہ روایت ہے جو مجتبٰی میں مذکور ہے، علامہ علی قاری نے رسالہ بدر کی عبارت نقل کرنے کے بعد کہا اس کا جواب یہ ہے کہ بیشك امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت جب مجمل ہو یا اس کی عبارت مطلق ہو تو ہم کہتے ہیں ہم اس کی تفصیل کرتے ہیں اور قواعد احناف کے مقتضا کے مطابق اسے مقید کرتے ہیں اھ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲منہ سلمہ ربہ۔ (ت)

---

[1] منح الروض شرح الفقہ الاکبر بحوالہ المحیط فصل فی الکفر مصطفی البابی مصر ص ۱۸۰

فقد اراد کفرہ فهو قد کفر قبل صاحبه فهذا هو الخوض المنهی عنه وهذا المتکلم لایجوز الاقتداء[1] به انتهی۔	اس سے ڈرتے ہوئے کہ کہیں ہمارا ساتھی پھسل نہ جائے لیکن تم اپنے ساتھی کو پھسلانے کا ارادہ کرکے مناظرہ کرتے ہو اور جو شخص اپنے ساتھی کو پھسلانے کا ارادہ کرے اس نے اس کا کفر چاہا تو وہ اپنے ساتھی سے پہلے کفر کا مرتکب ہوا، پس ایسا غور وخوض ممنوع ہے اور ایسے کلامی کے پیچھے نماز جائز نہیں انتہی (ت)

جب اس متکلم کے پیچھے نماز ناجائز ہوئی جس کے انداز سے کفر غیر پر رضا نکلتی ہے تو یہ صریح متعصبین جن کا اصل مقصود تکفیر مسلمین دن رات اسی میں ساعی رہیں اور جب تقریراً و تحریراً اس کی تصریحیں کرچکے اور مکابر ہر طرح اپنی ہی بات بالا چاہتا ہے توقطعاً ان کی خواہش یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو مسلمان کافر ٹھہریں اور شک نہیں کہ اپنے زعم باطل میں اس کی طرف کچھ راہ پائیں توخوش ہوجائیں اور جب بحمداللہ مسلمانوں کا کفر سے محفوظ ہونا ثابت ہو غم وغصہ کھائیں تو ان کا حکم کس درجہ اشد ہوگا اور ان کی اقتدا کیونکر روا، واللہ الهادی الی الطریق الهدی۔

دلیل پنجم

یہاں تک تو ان کے بدعت وفسق وغیرہما کی بنا پر کلام تھا مگر ایک امر اور اشد واعظم ان کے طائفہ تالفہ سے صادر ہوتا ہے جس کی بنا پر ان کے نفس اسلام میں ہزاروں دقتیں ہیں یہاں تک کہ احادیث صریحہ صحیحہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واقوال جماہیر فقہائے کرام رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم سے ان کا صریح کافر ہونا اور نماز کا ان کے پیچھے محض باطل جانا نکلتا ہے وہ کیا یعنی ان کا تقلید کو شرک اور حنفیّہ مالکیہ شافعیہ حنبلیہ عمهم اللہ جمیعًا بالطافہ العلیہ، سب مقلدان ائمہ کو مشرکین کو بتانا کہ یہ صراحۃً مسلمانوں کو کافر کہنا ہے اور پھر ایک کونہ دو کو لاکھوں کروڑوں اور پھر آج ہی کل کے نہیں گیارہ سو برس کے عامہ مومنین کو جن میں بڑے بڑے محبوبان حضرت عزت وارکین امت واساطین ملت وحملہ شریعت وکملہ طریقت تھے رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین ان کے بانی مذہب کے مرجع ومقتدا اور پدر نسب وعلم واقتدا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رسالہ انصاف میں لکھتے ہیں:

بعد المأتین ظهر بینهم التمذهب للمجتهدین باعیانهم وقل من کان	دو صدی کے بعد مسلمانوں میں تقلید شخصی نے ظہور کیا کم کوئی رہا جو ایک امام معین کے مذہب پر

---

[1] فتح القدیر باب الامامۃ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۰۴

لایعتمد علی مذهب مجتهد بعینه[1]۔	اعتماد نہ کرتا ہو۔ (ت)

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی جن کی میزان وغیرہ تصانیف عالیہ سے امام العصر ودیگر کبرائے طائفہ نے جابجا اسناد کیا اسی میزان میں فرماتے ہیں:

یجب علی المقلد العمل بالارجح من القولین فی مذهبه مادام لم یصل الی معرفة هذه المیزان من طریق الذوق و الکشف، کما علیه عمل الناس فی کل عصر بخلاف ماذا وصل الی مقام الذوق و رأی جمیع اقوال العلماء وبحور علومهم تنفجر من عین الشریعة الاولی تبتدیئ منها وتنتهی الیها فان مثل هذا لایؤمر بالتعبد بمذهب معین لشهوده تساوی المذاهب فی الاخذ من عین الشریعة[2] اھ ملخصا	یعنی مقلد پر واجب ہے کہ خاص اسی بات پر عمل کرے جو اس کے مذہب میں راجح ٹھہری ہو ہر زمانے میں علماء کا اسی پر عمل رہا ہے البتہ جو ولی اللہ ذوق و معرفت کی راہ سے اس مقام کشف تک پہنچ جائے کہ شریعت مطہرہ کا پہلا چشمہ جو سب مذاہب ائمہ مجتہدین کا خزانہ ہے اسے نظر آنے لگے وہاں پہنچ کر وہ تمام اقوال علماء کو مشاہدہ کرے گا کہ ان کے دریا اسی چشمے سے نکلتے اور اسی میں پھر آکر گرتے ہیں ایسے شخص پر تقلید شخصی لازم نہ کی جائے گی کہ وہ تو آنکھوں دیکھ رہا ہے کہ سب مذاہب چشمہ اولٰی سے یکساں فیض لے رہے ہیں اھ ملخصًا

یہاں سے ثابت کہ جو پایہ اجتہاد نہ رکھتا ہو نہ کشف و ولایت کے اس رتبہ عظمٰی تک پہنچا اس پر تقلید امام معین قطعًا واجب ہے اور اسی پر ہر زمانے میں علماء کا عمل رہا، یہاں تک امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی نے کتاب مستطاب کیمیائے سعادت میں فرمایا:

مخالفت کردن صاحب مذہب خویش نزدیک ہیچکس عـہ	اپنے صاحب مذہب کی مخالفت کرنا کسی کے نزدیک

عـہ: **اقول:** وانما اراد الاجماع بعد تقرر المذاهب وظهور التمذهب للائمة باعیانهم اذ هو الصحیح لااضافة بین الناس واصحاب	**میں کہتا ہوں** ان کی مراد تقرر مذاہب اور ظہور تقلید معین ائمہ کے بعد کا اجماع ہے کیونکہ یہی صحیح ہے عام لوگوں اور اصحاب مذاہب کے درمیان کوئی نسبت نہیں ہے۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] رسالہ انصاف مع ترجمہ کشاف مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۹

[2] المیزان الکبرٰی فصل فان قال قائل فهل یجب الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۱

روانبود[1]۔	بھی جائز نہیں۔(ت)

سبحان اللہ جب تقلید شخصی معاذاللہ کفروشرک ٹھہری تو تمہارے نزدیک یہ ہر عصر کے علما اور گیارہ سو برس کے عامہ مومنین معاذاللہ سب کفار ومشرکین ہوئے، نہ سہی آخر اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے جس کاانکار آفتاب کاانکار کہ صدہابرس سے لاکھوں اولیاء علماء، محدثین، فقہا، عامہ اہلسنت واصحاب حق وہدی غاشیہ تقلید ائمہ اربعہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جسے دیکھو کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی، کوئی حنبلی یہاں تک کہ فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت ان چار مذہب میں منحصر ہوگیا جیسا کہ اس کی نقل سید علامہ احمد مصری رحمہ اللہ تعالٰی سے شروع دلیل اول میں گزری اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ معتمدین ومستندین طائفہ سے ہیں۔ تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں:

اھل السنة قدافترق بعد القرون الثلثة اوالاربعة علی اربعة مذاھب ولم یبق مذھب فی فروع المسائل سوی ھذہ الاربعة[2]۔	اہل سنت تین چار قرن کے بعد ان چار مذاہب پر منقسم ہوگئے اور فروع مسائل میں ان مذاہب اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔

طبقات حنفیّہ وطبقات شافعیہ وغیرہما تصانیف علماء دیکھوگے تو معلوم ہوگا کہ ان چاروں مذہب کے مقلدین کیسے کیسے ائمہ ہدٰی واکابر محبوبان خدا گزرے جنھوں نے ہمیشہ اسی کی ترویج میں دفتر لکھے یہ سب تو معاذاللہ تمہارے نزدیک چنین وچناں ہوئے۔ جانے دو عمل نہ سہی قول تومانوگے اُن جماعات کثیرہ علماء کو کیا جانوگے جنھوں نے تقلید شخصی کے حکم دیئے اور یہی ان کامذہب منقول ہوا، امام مرشد الانام

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) المذاھب کمالایخفی وعدم الاعتداد فی دعوی الاتفاق بمن شذونذر وکثیر مشتھر کمالایخفی علی ذی بصر ۱۲ منہ (م)	جیسا کہ واضح ہے اور دعوی اتفاق میں شاذونادر کااعتبار نہ کرنا کثیر ومشہور ہے جیسا کہ صاحب بصیرت پر مخفی نہیں ۱۲منہ (ت)

---

[1] کیمیائے سعادت اصل نہم امر بمعروف ونہی از منکر مطبوعہ انتشارات گنجینہ تہران، ایران ص ۳۹۵

[2] تفسیر مظہری مسئلہ اذا صح الحدیث علی خلاف مذہبہ الخ مطبوعہ ادارہ اشاعت العلوم دہلی ۲/ ۶۴

محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

مخالفته للمقلد متفق علی کونه منکرا بین المحصلین[1]۔	تمام منتہی فاضلوں کا اجماع ہے کہ مقلد کا اپنے امام مذہب کی مخالفت کرنا شنیع وواجب الانکار ہے۔

شرح نقایہ میں کشف اصول امام بزدوی سے منقول:

من جعل الحق متعددا کالمعتزلة اثبت للعامی الخیار من کل مذهب مایهواه ومن جعل واحدا کعلمائنا الزم للعامی اماما واحدا[2]۔	یعنی جن کے نزدیک مسائل نزاعیہ میں حق متعدد ہے کہ ایک شے جو مثلاً ایک مذہب میں حلال دوسرے میں حرام ہو تو وہ عنداللہ حلال بھی ہے اور حرام بھی، وہ تو عامی کو اختیار دیتے ہیں کہ ہر مذہب سے جو چاہے اخذ کرلے یہ مذہب معتزلہ وغیرہم کا ہے اور جو حق کو واحد مانتے ہیں وہ عامی پر امام معین کی تقلید واجب کرتے ہیں یہ مذہب ہمارے علماوغیرہم کا ہے۔

علامہ زین بن نجیم مصری صاحب بحر الرائق واشباہ وغیرہما رسالہ کبائر وصغائر میں فرماتے ہیں:

اما الکبائر فقالوا هی بعد الکفر الزنا واللواطة وشرب الخمر ومخالفة المقلد حکم مقلده[3] اھ مختصرا	یعنی کبیرہ گناہ علماء نے یوں گنائے کہ عیاذًا باللہ سب میں پہلے تو کفر ہے پھر زنا واغلام وشراب خوری اور مقلد کا اپنے امام کی مخالفت کرنا اھ مختصراً۔

ملل ونحل میں ہے:

علماء الفریقین لم یجوزوا ان یأخذ العامی الحنفی الابمذهب ابی حنفیة والعامی الشفعوی الابمذهب الشافعی[4]۔	دونوں فریق کے علما یہ جائز نہیں رکھتے کہ عامی حنفی مذہب ابوحنیفہ یا عامی شافعی مذہب شافعی کے سوا دوسرے مذہب پر عمل کرے۔

شاہ ولی اللہ عقد الجید میں لکھتے ہیں:

المرجح عند الفقهاء ان العامی المنتسب	فقہاء کے نزدیک ترجیح اسے ہے کہ عامی جو ایک مذہب

---

[1] احیاء العلوم، الباب الثانی فی ارکان الامر الخ مطبوعہ مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرہ مصر ۲/ ۳۶۶

[2] جامع الرموز (شرح نقایہ) کتاب الکراہیۃ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۳/ ۳۲۷

[3] الرسائل الفقہیہ لمؤلف الاشباہ مع الاشباہ الخ الرسالۃ الرابعۃ والثلاثون الخ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۲/ ۹۴،۹۰۷

[4] الملل والنحل حکم الاجتہاد والتقلید الخ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۰۵

الی مذھب له مذھب فلاتجوز له مخالفته [1]۔	کی طرف انتساب رکھتا ہے وہ مذہب اس کا ہوچکا اسے اس کا خلاف جائز نہیں۔

اب فرمایئے تمام منتہی فاضل جن سے امام غزالی ناقل کہ ترک تقلید شخصی کو منکر و ناروا بتاتے، اکابر ائمہ جن کے قول سے کشف کاشف کہ تقلید امام معین کو واجب ٹھہراتے مشائخ کرام جن کے صحاب کلام صاحب بحر معترف کہ ترک تقلید شخصی کو گناہ کبیرہ کہتے، علمائے فریقین وفقہائے عظام جن سے ملل و نحل وشاہ ولی اللہ حاکی کہ تقلید معین کی مخالفت ناجائز رکھتے، یہ سب تومعاذاللہ تمہارے طور پر صریح کفار ومشرکین ٹھہرے، اس سے بھی درگزر کرو ان ائمہ دین کی خدمات عالیہ میں کیا اعتقاد ہے جنہوں نے خود اپنی تصانیف جلیلہ وکلمات جمیلہ میں وجوب تقلید معین وغیرہ ان باتوں کی صاف صریح تصریحیں فرمائیں جو تمہارے مذہب پر خالص کفروشرک ہیں ان سب کوتو نام بنام بتعیین اسم (خاک بدہان گستاخاں) معاذاللہ کافرومشرک کہیئے گا۔ یہ موجز رسالہ کواطلاع اہل حق کے لئے ایک مختصر فتوی ہے جو اپنے منصب یعنی اظہار حکم فقہی کو بنہج احسن ادا کرچکا اور کرتا ہے اس میں ان اقوال وافرہ ونصوص متکاثرہ کی گنجائش کہاں۔ مگران شاء اللہ العظیم توفیق ربانی مساعدت فرمائے توفقیر ایک جامع رسالہ اس باب میں ترتیب دینے والا ہے جو ان اقوال کثیرہ سے جملہ صالحہ کو ایک نئے طرز پر جلوہ دے گا اوران شاء اللہ تعالٰی غیر مقلدین کے اصول مذہبی کو ان کے مستندین ہی کے کلمات مستندہ سے ایک ایک کرکے مستاصل کرے گا۔ میں یہاں صرف ان ائمہ دین وعلمائے مستندین کے چند اسماء شمار کرتا ہوں جو خاص اپنے ارشادات وتصریحات کے رو سے مذہب غیر مقلدین پر کافرومشرک ٹھہرے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔ ان میں سے ہیں:

[۱] امام ابوبکر احمد بن اسحاق جوزجانی تلمیذ التلمیذ امام محمد، [۲] امام ابن السمعانی، [۳] امام کیاہراسی، [۴] امام اجل امام الحرمین، [۵] امام محمد محمد غزالی، [۶] امام برہان الدین صاحب ہدایہ، [۷] امام طاہر بن احمد بن عبدالرشید بخاری صاحب خلاصہ، [۸] امام کمال الدین محمد بن الہمام، [۹] امام علی خواص، [۱۰] امام عبدالوہاب شعرانی، [۱۱] امام شیخ الاسلام زکریا انصاری، [۱۲] امام ابن حجر مکی، [۱۳] علامہ ابن کمال باشا صاحب ایضاح واصلاح، [۱۴] علامہ علی بن سلطان محمد قاری مکی، [۱۵] علامہ شمس الدین محمد شارح نقایہ، [۱۶] علامہ زین الدین مصری صاحب بحر، [۱۷] علامہ عمر بن نجیم مصری صاحب نہر، [۱۸] علامہ محمد بن عبداللہ غزی تمرتاشی صاحب تنویر الابصار، [۱۹] علامہ خیر الدین رملی صاحب فتاوٰی خیریہ، [۲۰] علامہ سیدی احمد حموی صاحب غمز، [۲۱] علامہ محمد بن علی دمشقی صاحب درو خزائن، [۲۲] علامہ عبدالباقی زرقانی شارح مواہب، [۲۳] علامہ برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر بن محمد بن حسین حسینی صاحبِ جواہر اخلاطی، [۲۴] علامہ شیخ محقق

---

[1] عقدالجید، باب پنجم اقسام مقلد مطبوعہ قرآن محل مقابل مولوی مسافرخانہ کراچی، ص ۱۵۸

مولٰینا عبدالحق محدث دہلوی، ۲۵علامہ احمد شریف مصری طحطاوی، ۲۶علامہ آفندی امین الدین محمد شامی، ۲۷صاحب منیہ، ۲۸صاحب سراجیہ، ۲۹صاحب جواہر، ۳۰صاحب مصفّی، ۳۱صاحب ادب المقال، ۳۲صاحب تاتارخانیہ، ۳۳صاحب مجمع، ۳۴صاحب کشف، ۳۵مؤلفان عٰلمگیریہ کہ باقرار مؤلف امداد المسلمین پانسو علما تھے، یہاں تک کہ ۳۶جناب شیخ مجدد الف ثانی شاہ ولی اللہ، ۳۷شاہ عبدالعزیز صاحب، ۳۸قاضی ثناء اللہ پانی پتی، حتّٰی کہ خود ۴۰میاں نذیر حسین دہلوی اور ان کے اتباع ومقلدین مگریوں کہ **فَاَتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنۡ حَيۡثُ لَمۡ يَحۡتَسِبُوۡا**[1] تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے ان کا گمان بھی نہ تھا۔ت **والحمدللہ رب العٰلمین۔**

اور لطف یہ ہے کہ ان میں وہ بھی ہیں جن سے خود امام العصر ودیگر متکلمین طائفہ نے براہ جہالت وتجاہل اسناد کیا اور ان کے اقوال باہرہ وکلمات قاہرہ کو جو اصول طائفہ کے صریح بیخ کن تھے دامن عیّاری میں چھپالیا، میں ان شاء اللہ تعالٰی اس رسالہ میں یہ بھی ثابت کروں گا کہ علمائے سلف سے ان کے استناد محض مغالطہ وتلبیس عوام ہیں، ان کے مذہب کو ان سے اصلاً علاقہ نہیں بلکہ خود ہی اقوال جنہیں اپنی سند ٹھہراتے ہیں ان کے اصول مذہبب کی بنیاد گراتے ہیں مگر حضرات کو موافق ومخالف کی تمیز نہیں یا ہے تو قصداً اغوائے جہال کو سبز باغ دکھاتے ہیں۔ میں بحول اللہ تعالٰی اس رسالے میں یہ بھی تنبیہ کروں گا کہ اپنے مباحثہ میں ان حضرات کا تقلید شخصی کے وجوب وعدم وجوب کی بحث چھیڑ دینا نرا کید وفریب وتلبیس بدزیب ہے کہ اہل تعیین واصحاب تخییر دونوں فریق جواز تعین وعدم حرج کو تسلیم کئے ہوئے ہیں جن کے نزدیک سرے سے تقلید شرک وکفران کے مسلک سے اسے کیا تعلق، وہ امر ابتدائی یعنی عدم شرک وجواز کو طے کرلیں اس کے بعد آگے چلیں، یہ چالاک لوگ اپنے لئے راہ آسان کرنے کو ادھر سے اُدھر طفرہ کرجاتے ہیں اور ہماری طرف کے ذی علم ارحناء للعنان اس میں گفتگو کرنے لگتے ہیں حالانکہ گربہ کشتن روزاول باید، ابتداءً ان ہوشیاروں کی راہ روکا چاہئے کہ پہلے شرک پھر حرمت سے جان بچالیجئے اس کے بعد آگے قصد کیجئے۔ فریقین کے اقوال ان حضرات کے رَد میں یک دل ویک زبان، اور طرفین کے علماان کے زعم پر معاذاللہ مشرک وگمراہ ہوتے ہیں یکساں، بلکہ میں بفضلہٖ تعالٰی ثابت کروں گا کہ اقوال تخییر ان کی ردوتکذیب میں اتم واکمل ہیں پھر ان سے استناد یا ان کا تذکرہ عجب تماشا ہے، میں بعونہٖ یہ بھی واضح کروں گا کہ ان حضرات کو ابھی خود اپنا ہی مسلک منقح نہیں ہوا ہے متناقض کلام متخالف احکام لکھتے اور جہاں جیسا موقع پاتے ہیں ویسا ہی بیان کرجاتے ہیں، دعوے میں کچھ دلیل میں کچھ اعتراض میں کچھ جواب میں کچھ، کبھی ایک پائے برقرار نہیں کرتے اور بیشک تمام اہل بدعت کا یہی وتیرہ ہے خصوصًا جو

---

[1] القرآن ۵۹/ ۲

اس قدر نوپیدا ہو کہ آخر جمتے جمتے ایک زمانہ چاہئے۔ میں یہاں اصل نزاع کی بحث و تحقیق میں نہیں، ان کے اقتدا کا حکم واضح کرنا ہے لہٰذا اس کی طرف رجوع مناسب۔

بالجملہ اصلا محل شبہ نہیں ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں کروڑوں علماء واولیاء وصلحاء واصفیا بلکہ امت مرحومہ محمدیہ علٰی مولٰیہا وعلیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کے دس حصوں سے نو ۹ کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا، وہی علامہ شامی قدس سرہ السامی کا ان کے اکابر کی نسبت ارشاد کہ اپنے طائفہ تالفہ کے سوا تمام عالم کو مشرک کہتے اور جو شخص ایک مسلمان کو بھی کافر کہے ظواہر حدیث صحیحہ کی بنا پر وہ خود کافر ہے اور طرفہ یہ کہ اس فرقہ ظاہریہ کو ظاہر احادیث ہی پر عمل کا بڑا دعوٰی ہے امام مالک واحمد وبخاری ومسلم وابوداؤد وترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی واللفظ لمسلم (الفاظ مسلم شریف کے ہیں۔ت) حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایما امرئ قال لاخیہ کافر فقدباء بہا احدھما ان کان کما قال والارجعت علیہ[1]۔	یعنی جو شخص کلمہ گو کو کافر کہے تواُن دونوں میں ایک پر یہ بلاضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا قال الرجل لاخیہ یاکافر فقد باء بہ احدھما[2]۔	جب کوئی شخص اپنے بھائی مسلمان کو "یا کافر" کہے تو اُن دونوں میں ایک کا رجوع اس طرف بیشک ہو۔

امام احمد وبخاری ومسلم حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لیس من دعا رجلا بالکفر اوقال عدواللہ ولیس کذلك الاحار علیہ[3] ولایرمی رجل رجلا بالفسق ولایرمیہ بالکفر الا	جو شخص کسی کو کافر یا دشمن خدا کہے اور وہ ایسا نہ ہو یہ کہنا اسی پر پلٹ آئے اور کوئی شخص کسی کو فسق یا کفر کا طعن نہ کرے گا مگر یہ کہ وہ اسی پر الٹا پھرے گا اگر جس پر

---

[1] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۷

[2] صحیح البخاری کتاب الادب، باب من اکفر اخاہ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۰۱

[3] صحیح مسلم باب بیان حال ایمان من قال لاخیہ المسلم یاکافر مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱/ ۵۷

ارتدت علیه ان لم یکن صاحبه کذلک[1]۔ هذا مختصرًا۔	طعن کیا تھا ایسا نہ ہوا۔ یہ اختصارًا ہے۔

امام ابن حبان اپنی صحیح مسمّٰی بالتقاسیم والانواع میں بسند صحیح حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ما اکفر رجل رجلا قط الا باء بها احدهما ان کان کافرا والا کفر بتکفیره[2]۔	یعنی کبھی ایسا نہ ہوا کہ ایک شخص دوسرے کی تکفیر کرے اور وہ دونوں اس سے نجات پاجائیں بلکہ ان میں ایک پر ضرور گرے گی اگر وہ کافر تھا تو یہ بچ گیا ورنہ اسے کافر کہنے سے یہ خود کافر ہوا۔

علماء فرماتے ہیں یوں ہی کسی کو مشرک یا زندیق یا ملحد یا منافق کہنا، علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ میں زیر حدیث ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

من دعا رجلا بالکفر باللّٰه تعالٰی اوالشرك به وکذلك بالزندقة والاحاد والنفاق الکفری[3] اھ ملخصًا۔	کسی شخص کے بارے میں کہنا کہ اس نے اللہ تعالٰی کے ساتھ کفر کیا یا شرک کیا اسی طرح زندیق، الحاد اور نفاق کفری کی نسبت کرکے پکارا (تو خود کافر ہوجائے گا) اھ تلخیصا (ت)

اور زیر حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما فرمایا: کذلك یامشرك ونحوه[4] (اسی طرح اسے مشرک وغیرہ کہا تو مشرک ہوجائے گا۔ت) **اقول:** وباللّٰه التوفیق یہ معنی خود انہیں احادیث سے ثابت کہ ہر مشرک عدواللہ ہے اور عدواللہ کہنے کا حکم خود حدیث میں مصرح، اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تصریح فرمائی کہ فاسق کہنا بھی پلٹتا ہے تو مشرک تو بہت بدتر بلکہ اخبث اقسام کفار سے ہے تو عموماً یا کافر میں بھی دخول اولی رکھتا ہے والعیاذ باللّٰه سبحٰنه وتعالٰی، وجہ اس پلٹنے کی جس طرح ارباب قلوب نے افادہ فرمائی یہ ہے کہ مسلمان کا حال مثل آئینہ کے ہے ع

ترک وہند در من آں بیند کہ اوست
(ترک اور ہند مجھ میں وہی دیکھتا ہے جو اس میں ہے)

---

[1] صحیح البخاری کتاب الادب، باب ماینھی عن السباب واللعن مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۹۳

[2] الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان، من اکفر انسانا الخ حدیث ۲۴۸ مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۴۱۰

[3] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد، ۲/ ۲۱۱

[4] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ العاشر الانواع الخ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۳۶

المرء یقیس علی نفسه (انسان دوسرے کو اپنے اوپر قیاس کرتا ہے۔ ت) جب اس نے اسے کافر یا مشرک یا فاسق کہا اور وہ ان عیوب سے پاک تھا تو حقیقۃً یہ اوصاف ذمیمہ اسی کہنے والے میں تھے جن کا عکس اس آئینہ الٰہی میں نظر آیا اور یہ اپنی سفاہت سے اس کریہ بدنما شکل کو آئینہ تاباں کی صورت سمجھا حالانکہ دامن آئینہ اس لوث وغبار سے صاف ومنزہ ہے۔ یہ تو حدیث تھی جو بحکم **یقولون من خیر قول البریة** (وہ ساری مخلوق سے بہتر کا قول کہتے ہیں۔ ت) ان کا زبانی وظیفہ ہے اور دل کا وہی حال جو حدیث میں ارشاد فرمایا: **لایجاوز تراقیھم** (ان کے حلق سے (اسلام) تجاوز نہیں کرے گا۔ ت)

اب فقہ کی طرف چلئے بہت اکابر ائمہ مثل امام ابوبکر اعمش وغیرہ عامہ علمائے بلخ و بعض ائمہ بخارا رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم احادیث مذکورہ پر نظر فرما کر اس حکم کو یوں ہی مطلق رکھتے اور مسلمان کی تکفیر کو علی الاطلاق موجب کفر جانتے ہیں۔ سیّدی اسمٰعیل نابلسی شرح درر وغرر مولٰی خسرو میں فرماتے ہیں:

لوقال للمسلم کافر کان الفقیه ابوبکر الاعمش یقول کفر وقال غیرہ من مشایخ بلخ لایکفر واتفقت ھذہ المسئلة ببخارا فاجاب بعض ائمة بخارا انه یکفر فرجع الجواب الی بلخ انه یکفر فمن افتی بخلاف قول الفقیه ابی بکر رجع الٰی قوله[1] الخ ملخصا	اگر کسی نے مسلمان کو کافر کہا تو فقیہ ابوبکر اعمش اسے کافر قرار دیتے، اور مشائخ بلخ میں سے دوسرے علماء کافر نہیں کہتے۔ اتفاقاً یہ مسئلہ بخارا میں پیش آیا اور بعض ائمہ بخارا نے ایسے شخص کو کافر قرار دیا تو یہ جواب واپس بلخ گیا (یعنی کافر کہا جائے گا) تو جس جس فقیہ نے ابوبکر اعمش کے خلاف فتوی دیا تھا انہوں نے ان کے قول کی طرف رجوع کرلیا اھ ملخصا (ت)

رسالہ علامہ بدر رشید پھر شرح فقہ اکبر ملا علی قاری میں ہے:

فرجع الکل الٰی فتاوٰی ابی بکر البلخی وقالوا کفر الشاتم[2]۔	تمام علماء نے ابوبکر بلخی کے اس فتوی کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس طرح گالی دینے والے کو کافر قرار دیا۔ (ت)

احکام میں بعد عبارت مذکورہ کے ہے:

وینبغی ان لایکفر علی قول ابی اللیث وبعض ائمة بخارا[3]۔	ابواللیث اور بعض ائمہ بخارا کے قول پر مناسب یہ ہے کہ کافر نہ کہا جائے۔ (ت)

---

[1] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۱۲

[2] شرح فقہ اکبر لملا علی قاری فصل فی الکفر صریحا وکنایۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۸۱

[3] حدیقہ ندیہ شرح طریہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۱۲

اورمذہب صحیح و معتمد و مرجح فقہائے کرام میں تفصیل ہے کہ اگر بطور سب و دشنام بے اعتقاد تکفیر کہا تو کافر نہ ہوگا جیسے بیباکوں بے قیدوں کو خر بے لجام و سگ بے زنجیر کہیں کہ معنی حقیقی مراد نہیں ورنہ کافر ہو جائے گا۔ فتاوٰی ذخیرہ و فصول عمادی و شرح درر و غرر و شرح نقایہ برجندی و شرح نقایہ قہستانی و نہر الفائق و شرح وہبانیہ علامہ عبد البر و در مختار و حدیقہ ندیہ و جواہر اخلاطی و فتاوٰی عالمگیری و ردالمحتار وغیرہا کتب معتمدہ میں تصریح فرمائی کہ یہی مذہب مختار و مختار للفتوی و مفتی بہ ہے۔ علما فرماتے ہیں جب اس نے اپنے اعتقاد میں اسے کافر سمجھا اور وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہے تو اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو ایسا کہے وہ کافر ہے۔

اقول: **وباللہ التوفیق** اس دلیل کی **علی حسب مرامهم** (ان کے مقاصد کے مطابق۔ ت) یہ ہے کہ کافر نہیں مگر وہ جس کا دین کفر ہے اور کوئی آدمی دین سے خالی نہیں، نہ ایک شخص کے ایک وقت میں دو دین ہو سکیں۔

فان الکفر والاسلام علی طرفی النقیض بالنسبة الی الانسان لایجتمعان ابدا ولایرتفعان قال تعالٰی اِمَّاشَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا ۞ [1] وقال تعالٰی مَاجَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنۡ قَلۡبَیۡنِ فِیۡ جَوۡفِهٖ ج [2]۔	کیونکہ کفر اور اسلام ایک انسان کی بنسبت نقیض کی دو طرفوں پر ہیں، نہ تو یہ ہمیشہ جمع ہو سکتے ہیں اور نہ ہی مرتفع۔ اللہ تعالٰی کا ارشاد گرامی ہے: یا وہ شاکر ہوگا یا کافر۔ دوسرے مقام پر فرمایا: اور ہم نے ایک آدمی کے سینے میں دو دل نہیں بنائے۔ (ت)

اب جو یہ شخص مثلاً زید مؤمن کو کافر کہتا ہے اس کے یہ معنی کہ اس کا دین کفر ہے اور زید واقع میں بیشک ایک دین سے متصف ہے جس کے ساتھ دوسرا دین ہو نہیں سکتا تو لاجرم یہ خاص اسی دین کو کفر بتا رہا ہے جس سے زید اتصاف رکھتا ہے اور وہ دین نہیں مگر اسلام تو بالضرورۃ اس نے دین اسلام کو کفر ٹھہرایا اور جو دین اسلام کو کفر قرار دے قطعاً کافر۔ اب عبارات علماء سنئے، ہندیہ میں ہے:

المختار للفتوی فی جنس هذه المسائل ان القائل بمثل هذه المقالات ان کان اراد الشتم ولایعتقده کافر ا لایکفرو ان کان یعتقده کافرًا فخاطبه بهذا بناءً علی	اس قسم کے مسائل میں فتوی کے لئے مختار یہ ہے کہ ان اقوال کا قائل اگر مراد گالی لیتا ہے اور اسے اعتقاداً کافر نہیں گردانتا تو وہ کافر نہیں اور اگر اسے اعتقاداً کافر گردانتے ہوئے اسے کافر کہتا ہے تو پھر یہ کفر ہوگا کذا فی

---

[1] القرآن ۷۶/ ۳

[2] القرآن ۳۳/ ۴

اعتقادہ انه کافر یکفر کذا فی الذخیرۃ [1] انتہی زادالشامی عن النهر عن الذخیرۃ لانه لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد دین الاسلام کفرا[2]۔	الذخیرۃ انتہی، شامی نے نہر کے حوالے سے ذخیرہ سے یہ اضافہ نقل کیا ہے کیونکہ وہ ایک مسلمان کو کافرمان رہا ہے گویا اس نے دین اسلام کو کفر گردانا ہے۔ (ت)

در مختار میں ہے:

عزرالشاتم بیاکافر وهل یکفر ان اعتقد المسلم کافرا نعم والالابه یفتی[3]۔	"یا کافر" کے ساتھ گالی دینے والے پر تعزیر نافذ کی جائے گی، کیا وہ شخص کافر ہوگا جو مسلمان کو کافر گردانتا ہے؟ ہاں وہ کافر ہوگا اور اگر کافر نہیں گردانتا تو کافر نہیں، اسی پر فتوی ہے (ت)

علامہ ابراہیم اخلاطی نے فرمایا:

المختار للفتوی فی جنس هذہ المسائل ان القائل اذا اراد به الشتم لایکفرو اذا اعتقد کفر المخاطب یکفر لانه لما اعتقد المسلم کافرا فقد اعتقد ان دین الاسلام کفرومن اعتقد هذا فهو کافر[4]۔	ان مسائل میں مختار اور مفتی بہ یہ ہے کہ اگر قائل نے اس سے گالی مراد لی تو کافر نہیں ہوگا اور جب مخاطب کو کافر جانے گا تو کافر ہوجائے گا کیونکہ جب اس نے ایک مسلمان کو کافر جانا تو گویا اس نے دین اسلام کو کفر جانا اور جو ایسی بات کا اعتقاد رکھے وہ کافر ہوتا ہے۔ (ت)

علامہ عبدالعلی نے شرح مختصر الوقایہ میں فرمایا:

قداختلف فی کفر من ینسب مسلما الی الکفر ففی الفصول العمادیة اذا قال لغیرہ یاکافر کان الفقیه ابوبکر الاعمش یقول یکفر القائل وقال غیرہ لایکفر	اس شخص کے کفر کے بارے میں اختلاف ہے جس نے کسی مسلمان کی کفر کی طرف نسبت کی، فصول عمادیہ میں ہے جب کسی نے غیر کو "یا کافر" کہا تو فقیہ ابوبکر اعمش ایسے شخص کو کافر جانتے لیکن دیگر علماء کافر نہیں جانتے،

---

[1] فتاوی ہندیہ الباب التاسع فی احکام المرتدین مطلب موجبات الکفر الخ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۲/ ۲۷۸

[2] ردالمحتار باب التعزیر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۰۱

[3] در مختار، باب التعزیر، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/ ۳۲۷

[4] جواہر اخلاطی کتاب السیر، فصل فی الجہاد (قلمی نسخہ) ص ۶۹

والمختار للفتوی فی جنس ھذہ المسائل[1] الخ ذکر مثل مامر عن الذخیرۃ بنقل الھندیۃ والنھر معًا سواءً بسواء۔	اور مختار مفتی بہ ایسے مسائل میں یہ ہے الخ گزشتہ عبارت کے مطابق ذخیرہ سے ہندیہ اور نہر دونوں کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ (ت)

علامہ شمس الدین محمد نے جامع الرموز میں فرمایا:

المختار انہ لواعتقد ھذا الخطاب شتما لم یکفر ولواعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا کما فی العمادی ومافی المواقف انہ لم یکفر بالاجماع ارید بہ اجماع المتکلمین[2]۔	مختار یہ ہے کہ اگر اس خطاب سے گالی کا اعتقاد رکھتا ہے تو کفر نہیں اور اگر مخاطب کو کافر جانتا ہے تو کفر ہوگا کیونکہ اس صورت میں اس نے اسلام کو کفر جانا ہے، جیسا کہ عمادی میں ہے۔ اور مواقف میں جو آیا ہے کہ وہ بالاجماع کافر نہیں، تو اس سے اجماع متکلمین مراد ہے۔ (ت)

مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر میں ہے:

قذف مسلما بیاکافر واراد الشتم ولایعتقدہ کفرا فانہ یعزر ولایکفر ولواعتقد المخاطب کافرا کفر لانہ اعتقد الاسلام کفرا[3]۔	اگر کسی نے کسی مسلمان کو "یا کافر" کہہ کر تہمت لگائی اور مراد گالی لی اور اسے کافر نہ جانا تو ایسی صورت میں اس پر تعزیر نافذ کی جائے گی مگر کافر نہ ہوگا، اور اگر مخاطب کو کافر جانا تو کافر ہو جائے گا کیونکہ اس نے اسلام کو کفر جانا۔ (ت)

علامہ عبدالغنی شرح طریقہ محمدیہ میں احکام سے ناقل:

المختار للفتوی (فذکر عین مامر عن البرجندی وزاد) ومن اعتقد ان دین الاسلام کفر کفر۔[4]	مختار للفتوی یہ ہے (پھر بعینہٖ وہی ذکر کیا ہے جو برجندی سے گزرا ہے اور یہ اضافہ کیا) اور جس کا یہ اعتقاد ہو کہ دین اسلام کفر ہے وہ کافر ہوگیا۔ (ت)

---

[1] شرح نقایہ برجندی کتاب الحدود مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/ ۶۸

[2] جامع الرموز، فصل من قذف، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۴/ ۵۳۵

[3] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی التعزیر مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۶۱۰

[4] حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ النوع الرابع من الانواع الستین الکذب مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۲۱۲

اس مذہب مفتٰی بہ پر بھی اس طائفہ تالفہ کو سخت دقت کہ یہ قطعًا اپنے اعتقاد سے مسلمانوں کو کافر ومشرک کہتے اور اپنی تصانیف میں لکھتے اور اس پر فتوے دیتے ہیں تو باتفاق ہر دومذہب ان کا کافر ہونا لازم اور ان کے پیچھے نماز ایسی جیسے کسی یہودی اور نصرانی یا مجوسی یا ہندو کے پیچھے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم سبحٰن اللہ کہ کہ کرد کہ نیافت چاہ کن راچاہ درراہ، مسلمانوں کو ناحق مشرک کہا تھا احادیث صحیحہ ومذاہب ائمہ کرام وفقہاء عظام پر خود انہیں کے ایمان کے لالے پڑگئے۔

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را چنداں اماں نداد کہ شب راسحر کند
ماذا اخاضك یامغرور فی الخطر حتی ھلکت فلیت النمل لم تطر

(تونے دیکھا کہ پروانہ کے خون ناحق نے شمع کو اس طرح اماں نہیں دی کہ وہ رات کو سحر کردے،
اے مغرور! کس چیز نے تجھے خطرے میں ڈال دیا حتی کہ تو ہلاک ہوا کاش چیونٹی نہ اُڑتی!)

مگر حاش للہ ہم پھر بھی دامن احتیاط ہاتھ سے نہ دیں گے اور یہ ہزار ہمیں جو چاہیں کہیں ہم زنہار ان کو کفار نہ کہیں گے ہاں ہاں یوں کہتے ہیں اور خدا ورسول کے حضور کہیں یہ لوگ آثم ہیں خاطی ہیں ظالم ہیں بدعتی ہیں ضال ہیں مضل ہیں غوی ہیں مبطل ہیں مگر ہیہات کافر نہیں مشرک نہیں اتنے بدراہ نہیں، اپنی جانوں کے دشمن ہیں عدو اللہ نہیں، ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کفوا عن اھل لاالٰہ الا اللہ لاتکفروھم بذنب، فمن اکفر اھل لاالٰہ الااللہ فھو الی الکفر اقرب[1]۔ اخرجہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔	یعنی لا الٰہ الا اللہ کہنے والوں کو کسی گناہ پر کافر نہ کہو جو لاالٰہ الا اللہ کہنے والے کو کافر کہے وہ خود کافر سے نزدیک تر ہے۔ اسے طبرانی نے المعجم الکبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سند حسن کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ثلث من اصل الایمان الکف عمن قال لاالٰہ الااللہ ولاتکفرہ بذنب ولاتخرجہ من الاسلام بعمل،[2] الحدیث۔ اخرجہ	یعنی اصل ایمان سے ہے یہ بات کہ لا الٰہ الا اللہ کہنے والے سے زبان روکی جائے اسے کسی گناہ کے سبب کافر نہ کہیں اور کسی عمل پر دائرہ اسلام سے خارج نہ بتائیں

---

[1] المعجم الکبیر مروی از عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما مطبوعہ مکتبہ فیصلیہ بیروت ۱۲/ ۲۷۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب الغزو مع ائمۃ الجور مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۴۳

ابوداؤد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	الحدیث۔ اسے ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور وارد کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

الاسلام یعلوولایعلی[1]۔ اخرجه الدار قطنی و البیہقی والضیاء عن عائذ بن عمر و المزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ اسے دارقطنی، بیہقی اور ضیاء مقدسی نے حضرت عائذ بن عمر والمزنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

اور مذکور کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لاتکفروا احدا من اهل القبلة[2]۔ اخرجه العقیلی عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	اہل قبلہ سے کسی کو کافر نہ کہو، اسے عقیلی نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

ہمیں اپنے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی یہ حدیثیں اور اپنے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی کا ارشاد:

ولانکفر احدا من اهل القبلة[3]۔	اہل قبلہ سے کسی کو ہم کافر نہیں کہتے۔(ت)

اور اپنے علمائے محققین کا فرمانا **لایخرج الانسان من الاسلام الاجحود ما ادخله فیه** (انسان کو اسلام سے کوئی چیز خارج نہیں کر سکتی مگر اس شیئ کا انکار جس نے اسلام میں داخل کیا تھا۔ت) یاد رہے اور جب تک تاویل وتوجیہ کی سب قابل احتمال ضعیف راہیں بھی بند نہ ہوجائیں مدعی اسلام کی تکفیر سے گریز چاہئے، پھر ان چاروں حدیثوں میں بھی مثل احادیث اربعہ سابقہ صلاح ودیانت طائفہ کے لئے پورا مرثیہ اور انہیں سے ظاہر کہ یہ مدعیان عمل بالحدیث کہاں تک ہوائے نفس کو پالتے اور اس کے آگے کیسی کیسی احادیث کو پس پشت ڈالتے ہیں ھذا

واقول: یظهر للعبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی له ان ههنا فی کلمات العلماء اطلاقا فی موضع التقیید کماهو داب کثیر من المصنفین فی غیر مامقام وانما محل الاکفار باکفار المسلم اذاکان ذلک	**میں کہتا ہوں** عبد ضعیف، اللہ تعالٰی اس کی بخشش فرمائے، پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ یہاں مقام تقیید میں عبارات علماء میں اطلاق ہے جیسا کہ بہت سے مقام پر اکثر مصنفین کا یہی طریقہ دیکھا گیا ہے کسی کو کسی مسلمان کے کافر قرار دینے پر اس وقت

---

[1] سنن الدار قطنی باب المہر مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۲۵۲، صحیح البخاری کتاب الجنائز، باب اذااسلم الصبی الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۰

[2] کنزالعمال بحوالہ (طس عن عائشہ) حدیث ۱۰۷۸ مطبوعہ مکتبۃ التراث الاسلامی ۱/ ۲۱۵

[3] شرح فقہ اکبر عدم جواز تکفیر اہل القبلۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ص ۱۵۵

لاعن شبهة او تأويل والا فلا فانه مسلم بظاهره ولم نؤمر بشق القلوب و التطلع الى اماكن الغيوب ولم نعثر منه على انكار شيئ من ضروريات الدين فكيف يهجم على نظير ماهجم عليه ذلك السفيه هذا هو التحقيق عند الفقهاء الكرام ايضا يذعن ذلك من احاط بكلامهم واطلع على مرامهم رحمة الله تعالٰی عليهم اجمعين الاترى ان الخوارج خذلهم الله تعالٰی قداكفروا اميرالمؤمنين ومولى المسلمين عليا رضى الله تعالٰی عنه ثم هم عندنا لايكفرون كما نص عليه فی الدرالمختار والبحر الرائق و ردالمحتار وغيرها من معتبرات الاسفار واماما مر من تقرير الدليل على التكفير فانت تعلم ان لازم المذهب ليس بمذهب واما الاحاديث فمؤلة عند المحققين كما ذكره الشراح الكرام **اقول**: ومن ادل دليل عليه قوله صلی الله تعالٰی عليه وسلم فی الحديث المار فهو الى الكفر اقرب فلم يسمه كافراو انما قربه الى الكفر لان الاجتراء على الله تعالٰی بمثل ذٰلك قديكون بريد الكفروالعياذ بالله رب العٰلمين ولاحول ولاقوة الابالله العلى العظيم۔

کافر قرار دیا جاسکتا ہے جب اس میں کوئی تاویل وشبہ نہ ہو ورنہ اگرایک وہاں شبہ ہوسکتا ہو تو کافر نہیں ہوگا کیونکہ جب وہ بظاہر مسلمان ہے تو ہم دل پھاڑ کر دیکھنے اور امور غیبیہ پر مطلع ہونے کے پابند نہیں اور نہ ہی ہم اس کے کسی ایسے عمل پر مطلع ہوئے ہیں جو ضروریات دین کے انکار میں سے ہو اور ہم اس طرح اس پر حملہ آور کیسے ہوسکتے ہیں جس طرح وہ بیوقوف کسی دوسرے پر ہوا ہے، فقہاء کرام کی یہی تحقیق ہے نیز ہراس شخص کو بھی اس بات کااذعان حاصل ہوگا جس نے فقہاء رحمہ اللہ علیہم اجمعین کے کلام کااحاطہ کیااور ان کے مدعا سے آگاہ ہوا ہو، کیا آپ نہیں جانتے کہ خوارج (اللہ انہیں رسوا کرے) نے امیرالمومنین مولائے مسلمین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کوکافرقراردیا پھر وہ ہمارے نزدیک کافر نہیں، جیسا کہ اس پر درمختار، بحرالرائق، ردالمحتار اور دیگر معتبر کتب میں تصریح ہے، اور جو تکفیر پر تقریر دلیل گزری ہے آپ جانتے ہیں لازم مذہب، مذہب نہیں ہوتا، رہامعاملہ احادیث کاتو وہ محققین کے ہاں مؤول ہیں اپنے ظاہر پر نہیں جیسا کہ شارحین کرام نے ذکر کیا ہے **اقول**: (میں کہتا ہوں) سب سے قوی دلیل نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا گزشتہ ارشاد گرامی ہے کہ وہ کفر کے زیادہ قریب ہے، آپ نے اسے کافر نہیں فرمایا قریب کفر فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ایسا عمل اللہ تعالٰی کے سامنے جرات ودلیری ہے کیونکہ ان جیسے الفاظ سے بعض اوقات کفر مراد ہوتا ہے رب العٰلمین اپنی پناہ عطا فرمائے (ت)

خیر تاہم اس قدر میں کلام نہیں کہ یہ حضرات غیر مقلدین وسائر اخلاف طوائف نجدیہ مسلمانوں کو ناحق کافر ومشرک ٹھہرا کر ہزارہا اکابر ائمہ کے طور پر کافر ہوگئے اس قدر مصیبت ان پر کیا کم ہے **والعیاذ باللہ سبحٰنہ وتعالٰی**، علامہ ابن حجر مکی اعلام بقواطع الاسلام میں فرماتے ہیں:

انہ یصیر مرتدا علی قول جماعۃ وکفی بھذا خسارا وتفریطا[1]۔	ایک جماعت کے قول کے مطابق یہ مرتد ہوگیا اور یہ خسارے اور کمی میں کافی ہے (ت)

تو بحکم شرع ان پر توبہ فرض اور تجدید ایمان لازم، اس کے بعد اپنی عورتوں سے نکاح جدید کریں۔

فی الدر المختار عن شرح الوھبانیۃ للعلامۃ حسن الشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح فاولادہ اولاد زنی ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح[2]۔	درمختار میں علامہ شرنبلالی کی شرح الوہبانیہ کے حوالے سے ہے جس سے بالاتفاق کفر لازم آئے اس کی وجہ سے ہر عمل باطل، اسی طرح نکاح باطل، اور اس کی اولاد زنا کی اولاد ہوگی اور جس کے کافر ہونے میں اختلاف ہو اس پر استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کا حکم کیا جائے۔ (ت)

اہلسنت کو چاہئے ان سے بہت پرہیز رکھیں، ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں، اپنے معاملات میں انہیں شریک نہ کریں، ہم اوپر احادیث نقل کر آئے کہ اہل بدعت بلکہ فساق کی صحبت ومخالطت سے ممانعت آئی ہے اور بیشک بدمذہب آگ ہیں اور صحبت مؤثر اور طبیعتیں سراقہ اور قلوب منقلب، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انما مثل الجلیس الصالح وجلیس السوء کحامل المسک ونافخ الکیر فحامل المسک اما ان یحذیك واما ان تبتاع منہ واما ان تجد منہ ریحا طیبۃ ونافخ الکیر اما ان یحرق ثیابك واما ان تجد منہ ریحا خبیثۃ[3]	نیک ہم نشین اور بد جلیس کی مثال یونہی ہے جیسے ایک کے پاس مشک ہے اور دوسرا دھونکنی دھونکتا ہے مشک والا یا تو تجھے مشک ہبہ کرے گا یا تو اس سے خریدے گا، اور کچھ نہ ہو تو خوشبو تو آئے گی، اور وہ دوسرا یا تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے بدبو

---

[1] اعلام بقواطع الاسلام مع سبل النجاۃ مطبوعہ مکتبہ حقیقۃ استنبول ترکی ص ۳۶۲

[2] درمختار باب المرتد مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵۹

[3] صحیح البخاری کتاب الذبائح، باب المسک مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۰، صحیح مسلم کتاب البر، باب استحباب الخ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۲/ ۳۳۰

رواہ الشیخان عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔	پائے گا۔ اسے بخاری ومسلم نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔(ت)

انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث میں ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مثل جلیس السوء کمثل صاحب الکیران لم یصبك من سوادہ اصابك من دخانہ[1]۔ رواہ عنہ ابوداودوالنسائی	یعنی بد کی صحبت ایسی ہے جیسے لوہار کی بھٹّی کہ کپڑے کالے نہ ہوئے تو دھواں جب بھی پہنچے گا۔ اسے ابوداؤد اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

حاصل یہ کہ اشرار کے پاس بیٹھنے سے آدمی نقصان ہی اٹھاتا ہے والعیاذ باللہ تعالٰی۔ اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

انما سمی القلب من تقلبہ انما مثل القلب مثل ریشۃ بالفلاۃ تعلقت فی اصل شجرۃ تقلبھا الریاح ظھرًا البطن[2]۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ولفظہ عن ابن ماجۃ مثل القلب مثل الریشۃ تقلبھا الریاح بفلاۃ اسنادہ جیّد[3]۔	دل کو قلب اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ انقلاب کرتا ہے، دل کی کہاوت ایسی ہے جیسے جنگل میں کسی پیڑ کی جڑ سے ایک پَر لپٹا ہے کہ ہوامیں اسے پلٹا دے رہی ہیں کبھی سیدھا کبھی الٹا۔ اسے طبرانی نے المعجم میں سند حسن کے ساتھ حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہی روایت کیا اور اس روایت کے الفاظ ابن ماجہ میں یوں ہیں: دل کی مثال اس پر کی طرح ہے جسے ہوائیں جنگل میں پلٹا دے رہی ہوں۔ اس کی سند جید ہے۔

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اعتبروا الارض باسمائھا واعتبروا الصاحب بالصاحب[4]۔ اخرجہ ابن عدی عن	زمین کو اس کے ناموں پر قیاس کرو اور آدمی کو اس کے ہمنشین پر۔ اسے ابن عدی نے حضرت

---

[1] سنن ابوداؤد باب من یؤمر ان یجالس مجالسۃ الصالحین مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۰۸

[2] شعب الایمان الحادی عشر من شعب الایمان، حدیث ۷۵۲ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۴۷۳

[3] سنن ابن ماجہ باب فی القدر مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ص ۱۰

[4] شعب الایمان فصل فی مجانبۃ الفسقۃ الخ حدیث ۹۴۴۰ مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۵۵

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا و البیہقی فی الشعب عنہ موقوفا ولہ شواہد بہا یرتقی الی درجۃ الحسن۔	ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرفوعًا اور بیہقی نے انہی سے موقوفًا روایت کیا ہے، اس روایت کے شواہد موجود ہیں جن کی وجہ سے اسے احسن کا درجہ حاصل ہے۔

اور مروی کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ایّاك وقرین السوء فانك بہ تعرف[1]۔ رواہ ابن عساکر عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ	بُرے مصاحب سے بچ تو اس سے پہچانا جائے گا۔ اسے ابن عساکر نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔

یعنی جیسے لوگوں کے پاس آدمی کی نشست برخاست ہوتی ہے ویسا ہی جانتے ہیں، اور بدمذہبوں سے محبت تو زہر قاتل ہے اس کی نسبت احادیثِ کثیرہ صحیحہ معتبرہ میں جو خطر عظیم آیا سخت ہولناک ہے ہم نے وہ حدیثیں اپنے رسالہ **المقالۃ المُسفِرۃ عن احکام بدعۃ المفکرۃ** (۱۳۰۱ھ) میں ذکر کیں، بالجملہ ہر طرح ان سے دُوری مناسب خصوصًا ان کے پیچھے نماز سے تو احتراز واجب، اور ان کی امامت پسند نہ کرے گا مگر دین میں مداہن یا عقل سے مجانب۔ امام بخاری تاریخ میں اور ابن عساکر ابو امامہ باہلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم[2]۔	اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہئے کہ تمہارے نیک تمہاری امامت کریں۔

حاکم مستدرک اور طبرانی معجم میں مرثد ابی مرثد غنوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان سرکم ان تقبل صلاتکم فلیؤمکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم[3]۔	اگر تمہیں اپنی نمازوں کا قبول ہونا خوش آتا ہو تو چاہیے جو تم میں اچھے ہوں وہ تمہارے امام ہوں کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تم میں اور تمہارے رب میں۔

---

[1] تہذیب تاریخ ابن عساکر ترجمہ حسین بن جعفر الغزی الجرجانی مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۲۹۲

[2] کنزالعمال بحوالہ ابن عساکر عن ابی امامہ حدیث ۲۰۴۳۳ مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/ ۵۹۶، اسرار الموضوعۃ حدیث ۵۶۸ مطبوعہ بیروت ص۱۴۸، الفوائد المجموعۃ صلوٰۃ الجماعۃ مطبوعہ بیروت ص ۳۲

[3] المستدرک علی الصحیحین ذکر مناقب ابو مرثد الغنوی مطبوعہ دارالفکر بیروت ۳/ ۲۲۲

دارقطنی و بیہقی اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اجعلوا ائمتکم خیارکم فانھم وفدکم فیما بینکم وبین ربکم۔[1]	اپنے نیکوں کو امام کرو کہ وہ تمہارے وسائط ہیں درمیان تمہارے اور تمہارے رب عزّوجل کے۔
اقول: والاحادیث وان ضعفت فقد تائیدت اذ عن ثلثة من الصحابة وردت علیھم جمیعا رضوان المولٰی جل وعلا وتقدس وتعالٰی۔	**میں کہتا ہوں** یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر یہ تائید کر رہی ہیں کیونکہ یہ تین صحابہ سے مروی جن پر اللہ جل وعلا وتقدس تعالٰی کی رضا وارد ہے (ت)

الحمدللہ کہ یہ موجز تحریر سلخ ذی القعدہ میں شروع اور چہارم ذی الحجہ روز جاں افروز دوشنبہ ۱۳۰۵ ہجریہ قدسیہ علٰی صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیۃ کو بدر سمائے اختتام ہوئی، وصلی اللہ تعالٰی علٰی خاتم النبیین بدر سماء المرسلین محمد واٰلہ والائمۃ المجتھدین والمقلدین لھم باحسان الی یوم الدین والحمدللہ رب العٰلمین واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

---

[1] سنن الدارقطنی باب تخفیف القراۃ الحاجۃ مطبوعہ نشر السنۃ ملتان ۲/ ۸۸

مآخذ ومراجع

ا

نام	مصنف	سن وفات ہجری
۱۔ الاجزاء فی الحدیث	عبدالرحمٰن بن عمر بن محمد البغدادی المعروف بالنحاس	۴۱۶
۲۔ الاجناس فی الفروع	ابوالعباس احمد بن محمد الناطفی الحنفی	۴۴۶
۳۔ الاختیار شرح المختار	عبداللہ بن محمود (بن مودود) الحنفی	۶۸۳
۴۔ الادب المفرد للبخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۔ ارشاد الساری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی	۹۲۳
۶۔ ارشاد العقل السلیم	ابوسعود محمد بن محمد العمادی	۹۵۱
۷۔ الارکان الاربع	مولانا عبدالعلی بحر العلوم	۱۲۲۵
۸۔ الاشباہ والنظائر	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۹۔ اشعّۃ اللمعات	شیخ عبدالحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۰۔ اصول البزدوی	علی بن محمد البزدوی	۴۸۲
۱۱۔ الاصلاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۲۔ آکام المرجان فی احکام الجان	قاضی بدرالدین محمد بن عبداللہ الشبلی	۷۶۹
۱۳۔ انفع الوسائل	قاضی برہان الدین ابراہیم بن علی الطرسوسی الحنفی	۷۵۸
۱۴۔ امداد الفتاح	حسن بن عمار الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۔ انوار الائمۃ الشافعیہ	امام یوسف الاردبیلی الشافعی	۷۹۹
۱۶۔ الایضاح للوقایۃ فی الفروع	احمد بن سلیمان بن کمال باشا	۹۴۰
۱۷۔ امالی فی الحدیث	عبدالملک بن محمد بن محمد بشران	۴۳۲
۱۸۔ الایجاز فی الحدیث	احمد بن محمد المعروف بابن السنی	۳۶۴
۱۹۔ القاب الرواۃ	احمد بن عبدالرحمٰن الشیرازی	۴۰۷

ب

۲۰۔	بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱۔	البدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۔	البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم بابن نجیم	۹۷۰
۲۳۔	البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسٰی الطرابلسی	۹۲۲
۲۴۔	بستان العارفین	فقیہ ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۲۵۔	البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶۔	البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷۔	تاج العروس	سید محمد مرتضٰی الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸۔	تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۷۱
۲۹۔	تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰۔	التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۳۱۔	تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن الہمام	۸۶۱
۳۲۔	تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳۔	تحقیق الحسامی	عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴۔	الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۳۵۔	التعریفات لسیّد شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶۔	تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷۔	تفسیر البیضاوی	عبداللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸۔	تفسیر الجلالین	علامہ جلال الدین المحلی وجلال الدین السیوطی	۸۔۹۱۱
۳۹۔	تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰۔	تفسیر القرطبی	ابوعبداللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱۔	التفسیر الکبیر	امام فخر الدین الرازی	۲۶

۴۲۔	التفسیر لنیشابوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشابوری	۷۲۸
۴۳۔	تقریب القریب	ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۹۱۱
۴۴۔	التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵۔	التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶۔	تبیین الحقائق	فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷۔	تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸۔	تنویر المقیاس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۴۹۔	تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰۔	تعظیم الصلوٰۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۴
۵۱۔	تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۴۶۳
۵۲۔	التوشیح فی شرح الہدایۃ	عمر بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

۵۳۔	جامع الترمذی	ابوعیسٰی محمد بن عیسٰی الترمذی	۲۷۹
۵۴۔	جامع الرموز	شمس الدین محمد الخراسانی	۹۶۲
۵۵۔	الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶۔	الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷۔	الجامع الصحیح للمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸۔	جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹۔	جامع الفصولین	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل بابن قاضی	۸۲۳
۶۰۔	الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱۔	جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابوبکر الاخلاطی	۰
۶۲۔	الجواہر الزکیۃ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۸۹
۶۳۔	جواہر الفتاوٰی	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴۔	الجوہرۃ النیّرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحدّاد الیمنی	۸۰۰
۶۵۔	الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحیٰی بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶۔	الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر السیوطی	۹۱۱

ح

۶۷۔	حاشیۃ علی الدرر	محمد بن مصطفٰی ابو سعید الخادمی	۱۱۷۶
۶۸۔	حاشیۃ ابن شلبی علی التبیین	احمد بن محمد الشلبی	۱۰۲۱
۶۹۔	حاشیۃ علی الدرر	عبدالحلیم بن محمد الرومی	۱۰۱۳
۷۰۔	حاشیۃ علی الدرر لملا خسرو	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۷۱۔	حاشیۃ علی المقدمۃ العشماویۃ	علّامہ سفطی	۰
۷۲۔	الحاشیۃ لسعدی آفندی	سعداللہ بن عیسٰی الآفندی	۹۴۵
۷۳۔	الحدیقۃ الندیۃ شرح طریقہ محمدیۃ	عبدالغنی النابلسی	۱۱۴۳
۷۴۔	الحاوی القدسی	قاضی جمال الدین احمد بن محمد نوح القابسی الحنفی	۶۰۰
۷۵۔	حصر المسائل فی الفروع	امام ابواللیث نصر بن محمد السمرقندی الحنفی	۳۷۲
۷۶۔	حلیۃ الاولیاء	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبحانی	۴۳۰
۷۷۔	حلیۃ المجلّی	محمد بن محمد ابن امیر الحاج	۸۷۹

خ

۷۸۔	خزانۃ الروایات	قاضی جکن الحنفی	
۷۹۔	خزانۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۰۔	خزانۃ المفتین	حسین بن محمد السمعانی السمیقانی	۷۴۰ کے بعد
۸۱۔	خلاصۃ الدلائل	حسام الدین علی بن احمد المکی الرازی	۵۹۸
۸۲۔	خلاصۃ الفتاوٰی	طاہر بن احمد عبدالرشید البخاری	۵۴۲
۸۳۔	خیرات الحسان	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳

د

۸۴۔	الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۸۵۔	الدرر (درر الحکام)	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۸۶۔	الدر المختار	علاء الدین الحصکفی	۱۰۸۸
۸۷۔	الدر النثیر	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن السیوطی	۹۱۱

ذ

۸۸۔	ذخیرة العقبٰی	یوسف بن جنید الجلبی (چلپی)	۹۰۵
۸۹۔	ذخیرة الفتاوٰی	برہان الدین محمود بن احمد	۶۱۶
۹۰۔	ذم الغیبة	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱

ر

۹۱۔	الرحمانیة		
۹۲۔	ردالمحتار	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۹۳۔	رحمة الامة فی اختلاف الائمة	ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن الدمشقی	۷۸۱
۹۴۔	رغائب القرآن	ابو مروان عبدالملک بن حبیب السلمی (القرطبیّ)	۲۳۹
۹۵۔	رفع الغشاء فی وقت العصر والعشاء	شیخ زین الدین بابن نجیم	۹۷۰
۹۶۔	ردعلی الجھمیة	عثمان بن سعید الدارمی	۲۸۰

ز

۹۷۔	زادالفقہاء	شیخ الاسلام محمد بن احمد الاسیجابی المتوفی اواخر القرن السادس	
۹۸۔	زادالفقیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام	۸۶۱
۹۹۔	زواہر الجواہر	محمد بن محمد التمرتاشی	تقریباً ۱۰۱۶
۱۰۰۔	زیادات	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹

س

۱۰۱۔	السراج الوہاج	ابوبکر بن علی بن محمد الحدادالیمنی	۸۰۰
۱۰۲۔	السنن لابن ماجة	ابو عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجة	۲۷۳
۱۰۳۔	السنن لابن منصور	سعید بن منصور الخراسانی	۲۷۳
۱۰۴۔	السنن لابی داؤد	ابوداؤد سلیمان بن اشعث	۲۷۵
۱۰۵۔	السنن للنسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب النسائی	۳۰۳
۱۰۶۔	السنن للبیہقی	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸

۱۰۷۔	السنن للدارقطنی	علی عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸۔	السنن للدارمی	عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی	۲۵۵
ش			
۱۰۹۔	الشافی	شمس الائمۃ عبداللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰۔	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱۔	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیّہ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲۔	شرح الاربعین للنووی	علّامہ احمد بن الحجازی	۹۷۸
۱۱۳۔	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴۔	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵۔	شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبدالغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶۔	شرح سفر السعادۃ	شیخ عبدالحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷۔	شرح السنۃ	حسین بن منصور البغوی	۵۱۶
۱۱۸۔	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سیدی علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹۔	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابونصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰۔	شرح الغریبین		
۱۲۱۔	شرح المسلم للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲۔	شرح معانی الآثار	ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳۔	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبدالبر بن محمد ابن شحنۃ	۹۲۱
۱۲۴۔	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵۔	شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶۔	شرح مواہب اللدنیۃ	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷۔	شرح مؤطا امام مالک	علامۃ محمد بن عبدالباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸۔	شرح المہذب للنووی	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹۔	شرح النقایۃ	مولانا عبدالعلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰۔	شرح الوقایۃ	صدرالشریعۃ عبیداللہ بن مسعود	۷۴۷

۱۳۱۔	شرح الہدایۃ	محمد بن محمد بن محمد ابن شحنۃ	۸۹۰
۱۳۲۔	شرعۃ الاسلام	امام الاسلام محمد بن ابی بکر	۵۷۳
۱۳۳۔	شعب الایمان	ابوبکر احمد بن حسین بن علی البیہقی	۴۵۸
۱۳۴۔	شرح الجامع الصغیر	احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۳۵۔	شرح الجامع الصغیر	عمر بن عبد العزیز الحنفی	۵۳۶

ص

۱۳۶۔	صحاح الجوہری	اسمٰعیل بن حماد الجوہری	۳۹۳
۱۳۷۔	صحیح ابن حبان	محمد بن حبان	۳۵۴
۱۳۸۔	صحیح ابن خزیمۃ	محمد بن اسحاق ابن خزیمۃ	۳۱۱
۱۳۹۔	الصراح	ابو فضل محمد بن عمر بن خالد القرشی	تقریباً ۶۹۰

ط

۱۴۰۔	الطحطاوی علی الدر	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۱۔	الطحطاوی علی المراقی	سیّد احمد الطحطاوی	۱۳۰۲
۱۴۲۔	الطریقۃ المحمدیۃ	محمد بن بیر علی المروف بیر کلی	۹۸۱
۱۴۳۔	طلبۃ الطلبۃ	نجم الدین عمر بن محمد النسفی	۵۳۷

ع

۱۴۴۔	عمدۃ القاری	علامہ بدر الدین ابی محمد محمود بن احمد العینی	۸۵۵
۱۴۵۔	العنایۃ	اکمل الدین محمد بن محمد البابرتی	۷۸۶
۱۴۶۔	عنایۃ القاضی	شہاب الدین الخفاجی	۱۰۶۹
۱۴۷۔	عیون المسائل	ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۸
۱۴۸۔	عقود الدریّۃ	محمد امین ابن عابدین لشامی	۱۲۵۲
۱۴۹۔	عدّۃ	کمال الدین محمد بن احمد الشہیر بطاشکبری	۱۰۳۰
۱۵۰۔			

غ

۱۵۱۔	غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر الاتقانی	۷۵۸
۱۵۲۔	غرر الاحکام	قاضی محمد بن فراموز ملّا خسرو	۸۸۵
۱۵۳۔	غریب الحدیث	ابو الحسن علی بن مغیرۃ البغدادی المعروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴۔	غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکّی	۱۰۹۸
۱۵۵۔	غنیۃ ذوالاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۱۵۶۔	غنیۃ المستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

۱۵۷۔	فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸۔	فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد با بن الہمام	۸۶۱
۱۵۹۔	فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۷
۱۶۰۔	فتاوٰی بزازیۃ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۱۶۱۔	فتاوٰی حجّہ		
۱۶۲۔	فتاوٰی خیریۃ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸۱
۱۶۳۔	فتاوٰی سراجیۃ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴۔	فتاوٰی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السغدی	
۱۶۵۔	فتاوٰی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶۔	فتاوٰی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷۔	فتاوٰی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸۔	فتاوٰی ظہیریۃ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹۔	فتاوٰی الولوالجیہ	عبدالرشید بن ابی حنیفۃ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰۔	فتاوٰی الکبرٰی	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۵۳۶
۱۷۱۔	فقہ الاکبر	الامام الاعظم ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲۔	فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

۱۷۳۔	فتح المعین شرح قرۃ العین	زین الدین بن علی بن احمد الشافعی	۹۲۸
۱۷۴۔	الفتوحات المکّیۃ	محی الدین محمد بن علی ابن عربی	۶۳۸
۱۷۵۔	فواتح الرحموت	عبد العلی محمد بن نظام الدین الکندی	۱۲۲۵
۱۷۶۔	الفوائد	تمام بن محمد بن عبداللہ البجلی	۴۱۴
۱۷۷۔	فوائد المخصِّصۃ	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۷۸۔	فیض القدیر شرح الجامع الصغیر	عبد الرؤف المناوی	۱۰۳۱
۱۷۹۔	فوائد سمویۃ	اسمٰعیل بن عبداللہ الملقب بسمویۃ	۲۶۷

ق

۱۸۰۔	القاموس	محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۱۸۱۔	قرۃ العین	علامہ زین الدین بن علی الملیباری	۹۲۸
۱۸۲۔	القنیۃ	نجم الدین مختار بن محمد الزاہدی	۶۵۸
۱۸۳۔	القرآن		

ک

۱۸۴۔	الکافی فی الفروع	حاکم شہید محمد بن محمد	۳۳۴
۱۸۵۔	الکامل لابن عدی	ابو احمد عبداللہ بن عدی	۳۶۵
۱۸۶۔	الکبریت الاحمر	سید عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۱۸۷۔	کتاب الآثار	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۸۸۔	کتاب الآثار	امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم الانصاری	۱۸۲
۱۸۹۔	کتاب الالمام فی آداب دخول الحمام	ابو المحاسن محمد بن علی	
۱۹۰۔	کتاب السواک	ابو نعیم احمد بن عبداللہ	۴۳۰
۱۹۱۔	کتاب الھدیۃ لابن عماد	عبد الرحمٰن بن محمد عماد الدین بن محمد العمادی	۱۰۵۰
۱۹۲۔	کتاب الطہور	لابی عبید	
۱۹۳۔	کتاب العلل علی ابواب الفقہ	ابو محمد عبد الرحمٰن ابن ابی حاتم محمد الرازی	۳۲۷
۱۹۴۔	کتاب الاصل	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۱۹۵۔	کتاب الوسوسۃ	ابو بکر بن ابی داؤد	

۱۹۶۔	کشف الاسرار	علاء الدین عبدالعزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۱۹۷۔	کشف الرمز	علامۃ المقدسی	
۱۹۸۔	کشف الاستار عن زوائد البزار	امین الدین عبدالوہاب بن وہبان الدمشقی	۷۶۸
۱۹۹۔	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین	۹۷۵
۲۰۰۔	الکفایۃ	جلال الدین بن شمس الدین الخوارزمی تقریباً	۸۰۰
۲۰۱۔	کف الرعاع	شہاب الدین احمد بن حجر المکّی	۹۷۳
۲۰۲۔	کنز الدقائق	عبداللہ بن احمد بن محمود	۷۱۰
۲۰۳۔	الکنی للحاکم	ابو عبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۰۴۔	الکواکب الدراری	شمس الدین محمد بن یوسف الشافعی الکرمانی	۷۸۶
۲۰۵۔	کتاب الجرح والتعدیل	محمد بن حبان التمیمی	۳۵۴
۲۰۶۔	کتاب المغازی	یحیٰی بن سعید القطان	۱۹۸
۲۰۷۔	کتاب الصمت	عبداللہ بن محمد ابن ابی الدنیا القرشی	۲۸۱
۲۰۸۔	کتاب الزہد	عبداللہ بن مبارک	۱۸۰
۲۰۹۔	الکشاف عن حقائق التنزیل	جاراللہ محمود بن عمر الزمخشری	۵۳۸

ل

۲۱۰۔	لمعات التنقیح	علامہ شیخ عبدالحق المحدّث الدہلوی	۱۰۵۲
۲۱۱۔	لقط المرجان فی اخبار الجان	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن محمد السیوطی	۹۱۱

م

۲۱۲۔	مبارق الازہار	الشیخ عبداللطیف بن عبدالعزیز ابن الملک	۸۰۱
۲۱۳۔	مبسوط خواہرزادہ	بکر خواہر زادہ محمد بن حسن البخاری الحنفی	۴۸۳
۲۱۴۔	مبسوط السرخسی	شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی	۴۸۳
۲۱۵۔	مجری الانہر شرح ملتقی الابحر	نورالدین علی الباقانی	تقریباً ۹۹۵
۲۱۶۔	مجمع بحار الانوار	محمد طاہر الصدیقی	۹۸۱
۲۱۷۔	مجموع النوازل	احمد بن موسٰی بن عیسٰی	۵۵۰
۲۱۸۔	مجمع الانہر	الشیخ عبداللہ بن محمد بن سلیمان المعروف بداماد آفندی	۱۰۷۸

۲۱۹ـ	المحیط البرہانی	امام برہان الدین محمود بن تاج الدین	۶۱۶
۲۲۰ـ	المحیط الرضوی	رضی الدین محمد بن محمد السرخسی	۶۷۱
۲۲۱ـ	مختارات النوازل	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲۲ـ	مختار الصحاح	محمد بن ابی بکر عبدالقادر الرازی	۶۶۰
۲۲۳ـ	المختارۃ فی الحدیث	ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد	۶۴۳
۲۲۴ـ	المختصر	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۵ـ	مدخل الشرع الشریف	ابن الحاج ابی عبداللہ محمد بن محمد العبدری	۷۳۷
۲۲۶ـ	مراقی الفلاح بامداد الفتاح شرح نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۲۷ـ	مرقات شرح مشکوٰۃ	علی بن سلطان ملّا علی قاری	۱۰۱۴
۲۲۸ـ	مرقات الصعود	علامہ جلال الدین السیوطی	۹۱۱
۲۲۹ـ	مستخلص الحقائق	ابراہیم بن محمد الحنفی	
۲۳۰ـ	المستدرک للحاکم	ابوعبداللہ الحاکم	۴۰۵
۲۳۱ـ	المستصفی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۳۲ـ	مسلم الثبوت	محب اللہ البہاری	۱۱۱۹
۲۳۳ـ	مسند ابی داؤد	سلیمان بن داؤد الطیالسی	۲۰۴
۲۳۴ـ	مسند ابی یعلٰی	احمد بن علی الموصلی	۳۰۷
۲۳۵ـ	مسند اسحٰق ابن راہویۃ	حافظ اسحٰق ابن راہویۃ	۲۳۸
۲۳۶ـ	مسند الامام احمد بن حنبل	امام احمد بن محمد بن حنبل	۲۴۱
۲۳۷ـ	مسند البزار	ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار	۲۹۲
۲۳۸ـ	مسند عبد بن حمید	ابومحمد عبد بن محمد حمید الکشی	۲۹۴
۲۳۹ـ	مسند الفردوس	شہردار بن شیرویہ الدیلمی	۵۵۸
۲۴۰ـ	مصباح المنیر	احمد بن محمد بن علی	۷۷۰
۲۴۱ـ	المصفّٰی	حافظ الدین عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۴۲ـ	مصنّف ابن ابی شیبۃ	ابوبکر عبداللہ بن محمد احمد النسفی	۲۳۵
۲۴۳ـ	مصنّف عبدالرزاق	ابوبکر عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی	۲۱۱
۲۴۴ـ	مصباح الدجیٰ	امام حسن بن محمد الصغانی الہندی	۶۵۰

۲۴۵۔	معرفۃ الصحابۃ	ابونعیم احمد بن عبداللہ الاصبہانی	۴۳۰
۲۴۶۔	المعجم الاوسط	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۷۔	المعجم الصغیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۸۔	المعجم الکبیر	سلیمان بن احمد الطبرانی	۳۶۰
۲۴۹۔	معراج الدرایۃ	قوام الدین محمد بن محمد البخاری	۷۴۹
۲۵۰۔	مشکوٰۃ المصابیح	شیخ ولی الدین العراقی	۷۴۲
۲۵۱۔	المغنی فی الاصول	شیخ عمر بن محمد الخبازی الحنفی	۶۹۱
۲۵۲۔	المغرب	ابوالفتح ناصر بن عبدالسید المطرزی	۶۱۰
۲۵۳۔	مختصر القدوری	ابوالحسین احمد بن محمد القدوری الحنفی	۴۲۸
۲۵۴۔	مفاتیح الجنان	یعقوب بن سیدی علی	۹۳۱
۲۵۵۔	المفردات للامام راغب	حسین بن محمد بن مفضّل الاصفہانی	۵۰۲
۲۵۶۔	المقدمۃ العشماویۃ	ابوالعباس عبدالباری العشماوی المالکی	
۲۵۷۔	الملتقط (فی فتاوٰی ناصری)	ناصر الدین محمد بن یوسف الحسینی	۵۵۶
۲۵۸۔	مجمع الزوائد	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۵۹۔	مناقب الکردری	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۷
۲۶۰۔	المنتقٰی (فی الحدیث)	عبداللہ بن علی ابن جارود	۳۰۷
۲۶۱۔	المنتقی فی فروع الحنیفہ	الحاکم الشہیر محمد بن محمد بن احمد	۳۳۴
۲۶۲۔	منحۃ الخالق	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۲۶۳۔	منح الغفار	محمد بن عبداللہ التمرتاشی	۱۰۰۴
۲۶۴۔	ملتقی الابحر	امام ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶
۲۶۵۔	منہاج	شیخ ابوزکریا یحیٰی بن شرف النووی	۶۷۶
۲۶۶۔	مجمع البحرین	مظفر الدین احمد بن علی بن ثعلب الحنفی	۶۹۴
۲۶۷۔	المبتغٰی	شیخ عیسٰی بن محمد ابن ایناج الحنفی	
۲۶۸۔	المبسوط	عبدالعزی بن احمد الحلوانی	۴۵۶
۲۶۹۔	مسند فی الحدیث	الحافظ ابوالفتح نصر بن ابراہیم الہروی	۵۱۰

۲۷۰۔	المسند الکبیر	یعقوب بن شیبۃ السدوسی	۲۶۲
۲۷۱۔	منیۃ المصلی	سدید الدین محمد بن محمد الکاشغری	۷۰۵
۲۷۲۔	موطا امام مالک	امام مالک بن انس المدنی	۱۷۹
۲۷۳۔	موارد الظمأن	نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی	۸۰۷
۲۷۴۔	مشکلات	احمد بن مظفر الرازی	۶۴۲
۲۷۵۔	مہذب	ابی اسحٰق ابن محمد الشافعی	۴۷۶
۲۷۶۔	میزان الشریعۃ الکبرٰی	عبد الوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۷۷۔	میزان الاعتدال	محمد بن احمد الذہبی	۷۴۸
۲۷۸۔	المستخرج علی الصحیح البخاری	احمد بن موسٰی ابن مردویۃ	۴۱۰
۲۷۹۔	مکارم اخلاق	محمد بن جعفر الخرائطی	۳۲۷

ن

۲۸۰۔	النقایۃ مختصر الوقایۃ	عبداللہ بن مسعود	۷۴۵
۲۸۱۔	نصب الرایۃ	ابو محمد عبداللہ بن یوسف الحنفی الزیلعی	۷۶۲
۲۸۲۔	نور الایضاح	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۱۰۶۹
۲۸۳۔	النہایۃ	حسام الدین حسین بن علی السغناقی	۷۱۱
۲۸۴۔	النہایۃ لابن اثیر	مجد الدین مبارک بن محمد الجزری ابن اثیر	۶۰۶
۲۸۵۔	النہر الفائق	عمر بن نجیم المصری	۱۰۰۵
۲۸۶۔	نوادر فی الفقہ	ہشام بن عبید اللہ المازنی الحنفی	۲۰۱
۲۸۷۔	نور العین	محمد بن احمد المعروف بنشانجی زادہ	۱۰۳۱
۲۸۸۔	النوازل فی الفروع	ابو اللیث نصر بن محمد بن ابراہیم السمرقندی	۳۷۶
۲۸۹۔	نوادر الاصول فی معرفۃ اخبار الرسول	ابو عبداللہ محمد بن علی الحکیم الترمذی	۲۵۵

و

۲۹۰۔	الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱۔	الوجیز فی الفروع	ابو حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲۔	الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۶۷۳
۲۹۳۔	الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

۲۹۴۔	الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

۲۹۵۔	الیواقیت والجواہر	سیّد عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶۔	ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹